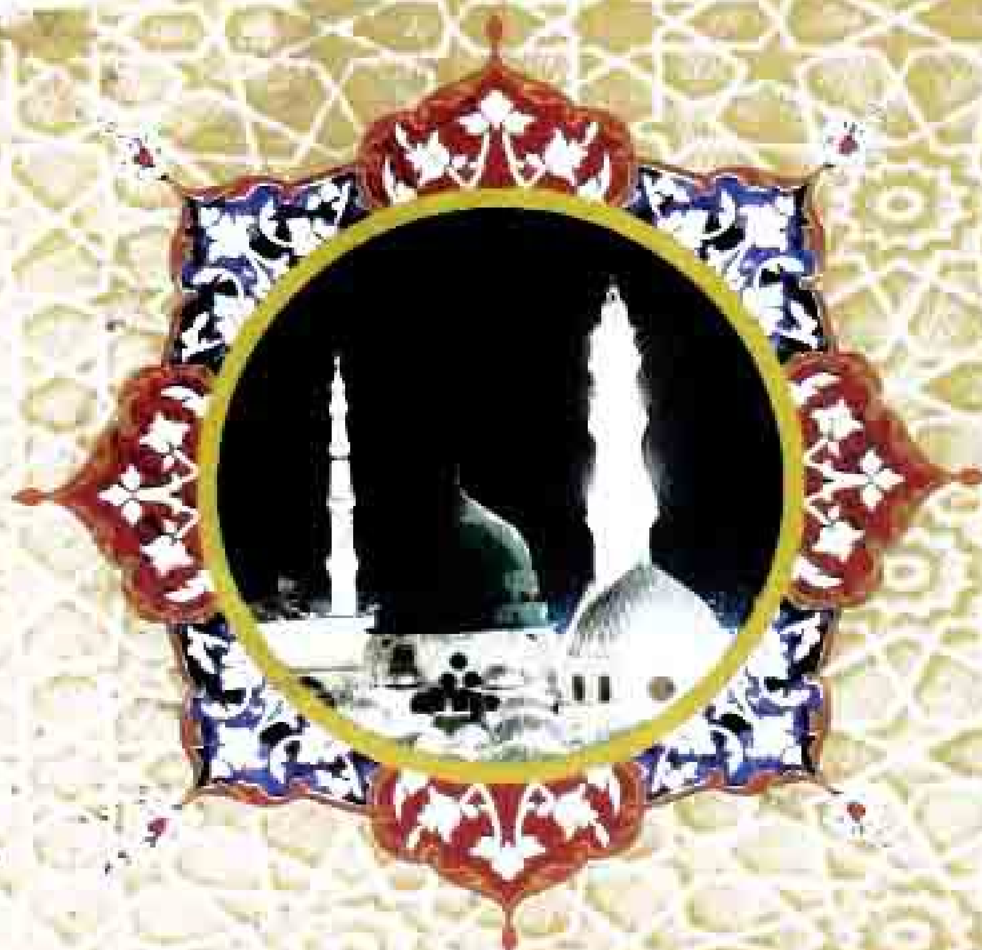
انطاق المفہوم

اردو ترجمہ

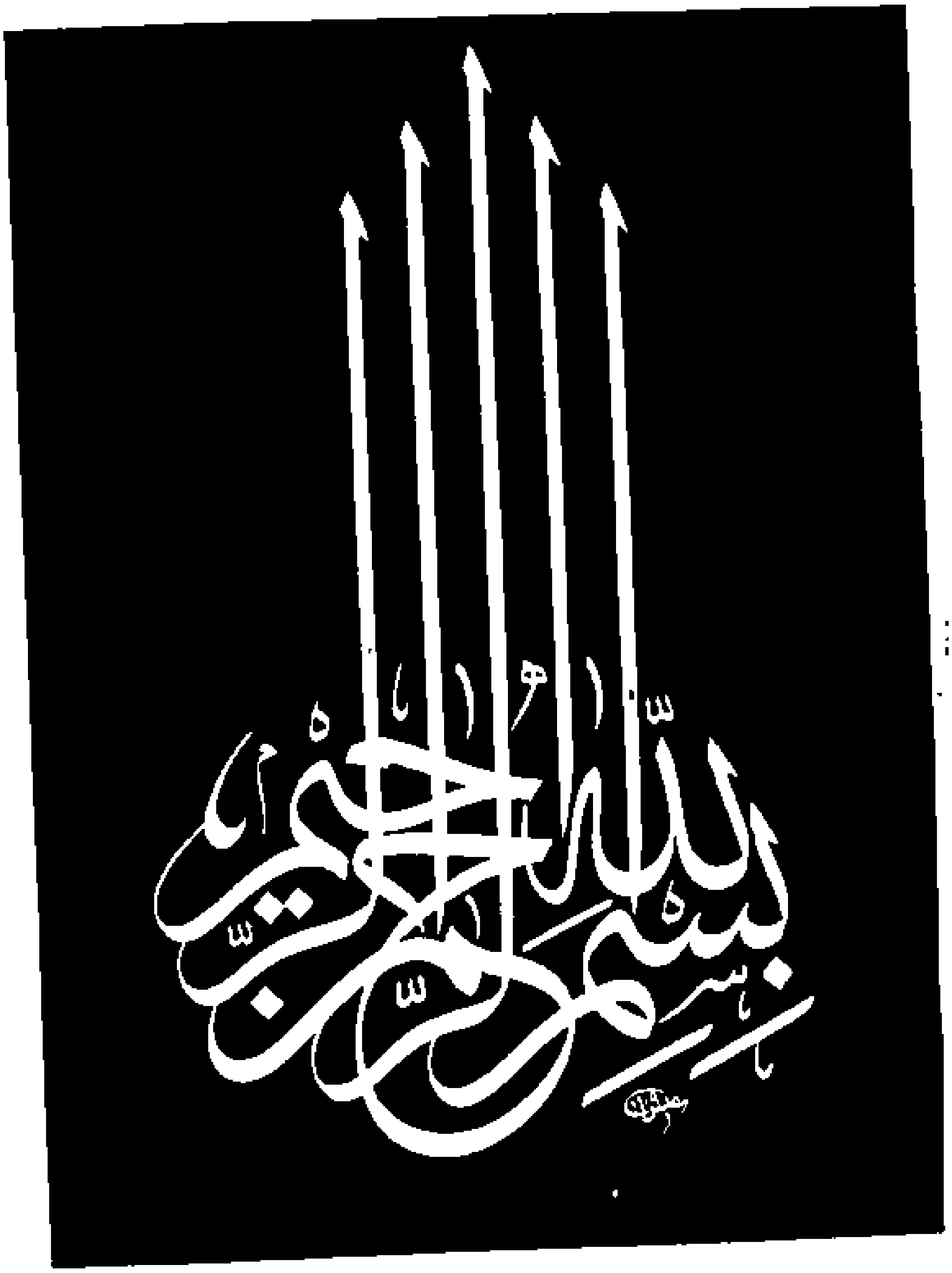
احیاء العلوم

جلد اول



مصنف
ابو حامد حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور


بسم الله الرحمن الرحيم

احیاء العلوم

الجلد

مصنف

ابو حامد حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

ابو صالح حضرت علامہ مولانا فیض احمد اویسی مدظلہ

تصیح

صاحبزادہ محمد منیر رضا قادری

ناشر

شبیر برادرز اردو بازار لاہور

فون :- ۷۲۳۶۰۰۶

نام کتاب ——— احیاء العلوم (جلد اوّل)

مصنف ——— حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم ——— مولانا فیض احمد اویسی مدظلہٗ

تصحیح کنندہ ——— صاحبزادہ محمد منیر رضا قادری

بار اوّل ——— اکتوبر ۱۹۹۷ء

پرنٹر ——— اشتیاق پرنٹرز لاہور

ناشر ——— شبیر برادرز۔ لاہور

ہدیہ ——— روپے

ملنے کا پتہ

شبیر برادرز۔ ۴۰۔ بی اردو بازار۔ لاہور فون ۷۲۴۶۰۰۶

احیاء العلوم (جلد اول اردو) کی فہرست

بِسْمِ اللّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

تاثرات

تقریباً سات سال قبل "راقمُ الحُرُوف" امام محمد غزالی علیہ الرحمتہ کی مایۂ ناز تصنیف احیاءِ العُلوم خریدنے کی غرض سے مارکیٹ گیا۔ دُکاندار صاحب نے معلوم کرنے پر بتایا کہ "بھائی" اس کا ترجمہ صرف "دیو بندی حضرات" ہی نے کیا ہے ابھی تک کسی صحیح العقیدہ سُنّی نے اس کا ترجمہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ یہ بات سُن کر بہت افسوس ہوا میں احیاءِ العُلوم خریدے بغیر واپس چلا آیا۔

اس سلسلے میں متعدد علمائے کرام سے اس کے متعلق یعنی ترجمۂ احیاءِ العُلوم کے بارے میں عرض کیا مگر کوئی مُثبت جواب نہ ملا گزشتہ سال یعنی 1416ھ میرے ایک دوست جو ایک بہت اچھے پبلشر ہیں نے مجھ سے فرمایا کہ وہ احیاءِ العُلوم کا اُردو ترجمہ کروا رہے ہیں اور ترجمہ کرنے والے ایک بُلند پایہ سُنّی عالِم ہیں یہ خبر سُن کر خوشی ہوئی کہ کسی کو تو اس بات کا احساس ہوا۔

اِس دوران میں ان سے اس ترجمہ کے بارے میں معلومات لیتا رہا۔ اس کے بعد مزید کئی خوشخبریاں سننے کو ملیں اور کئی دل خراش واقعات بھی درپیش آئے جن کا ذکر اس جگہ مناسب نہیں ......

آج سے دو ماہ قبل مجھے محترم ملک شبیر حسین صاحب نے نہایت مُسرت بھرے انداز میں کہا کہ ہم احیاءِ العُلوم کا ترجمہ کروا رہے ہیں اور پہلی جلد ترجمہ ہونے کے بعد کمپوز (کتابت) بھی کروالی گئی ہے یہ سُن کر بہت خوشی ہوئی اور جب مُترجم کا نام سُنا تو خوشی دُوبالا ہوگئی کیونکہ ایک نہایت مُدبّر عالِم دین کا نام انہوں نے بتایا یعنی حضرتِ علامہ مولانا محمد فیض احمد اُویسی صاحب (دَامَ بَرَکَاتُہٗ) آپ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ نے کئی موضوعات پر بیسیوں کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ آپ کی تصنیفات میں دو اہم تصانیف (1) تفسیرِ روحُ البیان کا اُردو ترجمہ جو مقبولِ خاص و عام ہے اور (2) امام اہلِ سُنّت مولانا الشاہ احمد رضا خان قادری رَحْمَتُہُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کے نعتیہ کلام حدائق بخشش کی شرح ہے جو 13 جِلدوں میں طبع ہونے کے بعد مارکیٹ میں دستیاب ہے اور مطالعہ سے تعلق رکھتی ہے۔ ابھی یہ شرح مکمل نہیں ہوئی؟

کسی بھی زَبان کو دوسری زَبان میں مُنتقل کرنا ایک اَہم اور مُشکل کام ہے جب ترجمہ کیا جاتا ہے تو دو باتوں کا خاص خیال رکھنا پڑتا ہے ایک تو یہ کہ اصل متن کی عبارت میں ترجمہ کی وجہ سے کوئی فرق نہ آئے یعنی جملہ کچھ کا کچھ نہ بن جائے دوسرا یہ کہ قاری کو مطالعہ کے دوران کسی مُشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے اور وہ باآسانی کہنے والے کی

بات کو سمجھ لے۔ قبلہ اویسی صاحب (دَامَ بَرَکَاتُہٗ) نے اپنے اِس ترجمہ میں اِن دونوں باتوں کا بہت اِلتزام فرمایا ہے۔ امام صاحب علیہ الرحمۃ کا مسلک شافعی تھا اس لئے آپ نے فقہی مسائل حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے تحریر فرمائے ہیں کیونکہ پاک و ہند میں اکثریت حنفی المذہب حضرات کی ہے اس لئے حضرت اویسی دَام بَرَکَاتُہٗ نے دوران گفتگو حاشیہ میں ان کی وضاحت فرما دی ہے۔ جس کی وجہ سے اس کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ ہوگیا۔

رَاقِمُ الحَرُوف نے پہلی جِلد کو حرف با حرف پڑھنے کی سَعادت حاصل کی ہے اور بے شُمار فیوض و برکات سے مستفیذ ہوا ہے۔ اللہ جلا مجدہٗ اِس کوشش کو قبول فرمائے اور حضرت اویسی (دَام بَرَکَاتُہٗ) اور تمام عُلماء حق اہلُسنّت والجماعت کے علم میں عمل میں عُمر میں خیر و برکت عطا فرمائے اور اِن اچھوں کے طُفیل مجھ بے علم و عمل عاصی و گناہ گار پر بھی رحم و کرم فرمائے اور کل بروزِ قیامت اپنے مَحبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوس عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

سوع مدینے میں ایمان و آفیت سے موت آئے اور
بقیعِ پاک ہو میرا ٹھکانا یا رَسُولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
(سائلِ)

محمد مُنیر رضا قادِری رضوی

25 ذُوالحجّہ شریف 1417ھ لاہور شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

مصنف کتاب حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات و مقدمہ

فقیراویسی نے امام غزالی قدس سرہ کی ایک مفصل سوانح مرتب کی ہے بنام نشرالدرر اللہ لی علی الامام الغزالی یہاں احیاء العلوم شریف کے مقدمہ میں اس کی تلخیص ہدیہ ناظرین ہے۔ ایک بزرگ علامہ شیخ عبدالقادر بن شیخ عبداللہ بن شیخ بن عبداللہ العیدروس یا علوی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک کتاب "تعریف الاحیاء .فضائل الاحیاء" لکھی یہ مصر میں احیاء العلوم کے حاشیہ پر شائع ہوئی۔ اس کی تلخیص آخر میں عرض کروں گا۔ ان شاء اللہ تاکہ احیاء العلوم کے ناظرین کو معلوم ہو کہ جس کتاب کا آپ مطالعہ فرما رہے ہیں۔ اس کی اتنی بلند شان ہے تو خود مصنف رحمتہ اللہ علیہ کتنے بلند مرتبت ہوں گے۔

امام غزالی کا نام محمد بن محمد بن محمد بن احمد الغزالی ہے ابوحامد کنیت ہے۔ غزالی سے شہرت پائی۔ آپ حجتہ الاسلام سے بھی مشہور ہیں اور پانچویں صدی کے مجدد بھی آپ ہیں' جملہ علوم و فنون میں یکتائی کے علاوہ تصوف میں خصوصیت سے عدیم النظیر فقید المثال ہیں۔ تصانیف کی کثرت آپ کے لئے زیادہ مشہور ہے۔

ولادت : امام حجتہ الاسلام محمد غزالی نے طوس کے قصبہ غزال میں 450ھ - 1058ء میں آنکھ کھولی۔

والد گرامی کا نام اور تعارف : آپ کے والد امام محمد بن محمد ایک درویش صفت انسان تھے اور ان کو تنگ دستی کے باعث خودنوشت و خواند سے کچھ نہیں ملا تھا لیکن درویشی اور عبادت گزاری نے ان کے دل میں علم کی مشعل فروزاں کر رکھی تھی' وہ چاہتے کہ "اگر پدر نتواند پسر تمام کند" ان کے دو بیٹے محمد غزالی اور احمد غزالی علم دینی و دنیوی سے اپنی جھولیاں بھر چکے تھے' ان کو کیا خبر تھی کہ ان کی اس آرزو کو اللہ تعالیٰ نے ایسا شرف بخشا ہے کہ ان کے دونوں فرزند علم و معرفت کے آفتاب و ماہتاب بن کر دنیا میں چمکیں گے' ایک کے قدموں سے شہرت اور دنیاوی جاہ و جلال پامال ہوں گے اور علم دین و دنیا کا آفتاب بن کر درخشاں ہوگا اور مسند فقر وارشاد پر متمکن ہو کر طریقت و ہدایت کی وہ شمع روشن کریں گے جو دنیا کی ظلمتوں میں معرفت کا اجالا پھیلائے گی۔

نسخہ کیمیاء : یہ امام غزالی والد گرامی کی سعادت ایک کیمیائی نسخہ پر عمل کرنے کا نتیجہ ہے وہ ہے علماء و صوفیہ کرام سے محبت و عقیدت کہ خود نہ سہی تو اولاد میں گوہر نایاب منجانب اللہ عطا ہوتا ہے۔ تاریخ الفقہاء میں مشہور واقعہ ہے کہ ہمارے ائمہ احناف میں ایک امام شمس الائمہ حلوائی مشہور فقیہ و امام ہیں ان کے والد گرامی کو علمائے کرام سے محبت تھی وہ حلوا خرید کر علمائے کرام کو نذر گزارتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ صاحبزادہ عطا فرمایا کہ اہل دنیا کو

شمس الائمہ ماننے پر مجبور ہونا پڑا۔

تعلیم و تربیت : امام صاحب کے والد محمد بن محمد کا 465ھ میں انتقال ہوگیا' اس وقت امام صاحب کی عمر 15 سال تھی اور شیخ احمد غزالی 12' 13 سال کے تھے۔ امام صاحب کے والد نے اپنے ایک صوفی مشرب دوست ابوحامد احمد بن محمد زازکانی کے ہاتھ میں ان دونوں کا ہاتھ دے کر وصیت کی تھی کہ میرا جو کچھ اثاثہ ہے اس کو ان دونوں کی پرورش اور تعلیم پر خرچ کر دیں چنانچہ امام صاحب کے والد کا معمولی سا سرمایہ اور خود حضرت احمد نے اپنا سرمایہ ان دونوں بھائیوں کی پرورش اور تعلیم پر صرف کردیا۔ جناب زازکانی نے ان کو طوس کے مدرسہ میں داخل کرا دیا تاکہ وہاں اعلیٰ تعلیم بھی حاصل کریں اور وہاں کے وظیفہ سے بھی بہرہ یاب ہوں لیکن امام غزالی طوس کے مدرسہ میں داخل ہونے کی بجائے جرجان چلے گئے جو طوس سے مسافت پر تبہ واقع تھا اور یہاں مشہور زمانہ استاد امام ابونصر اسماعیلی کی خدمت میں رہ کر تشنگی علم کو دور کیا' اس وقت امام صاحب علوم متداولہ کی تحصیل کے بہت سے مدارج طے کر چکے تھے چنانچہ امام ابونصر اسماعیلی کی خدمت میں رہ کر آپ جو کچھ علمی مباحث سنتے ان کو ضبط تحریر میں لے آتے تھے۔ امام غزالی کچھ مدت امام ابونصر کی خدمت میں رہے اور پھر واپس طوس آگئے لیکن علم کی پیاس ابھی نہیں بجھی تھی' اس تشنگی کو دور کرنے کے لئے آپ طوس سے نیشاپور روانہ ہوگئے' نیشاپور میں اس وقت امام الحرمین ابوالمعالی جوینی سے بڑھ کر اور کوئی عالم نہیں تھا اور اس وقت وہ مدرسہ نظامیہ نیشاپور کے مدرس اعلیٰ تھے (جو اس وقت دنیائے علم و ادب کا سب سے بڑا منصب تھا۔)

امام الحرمین کے حضور : علامہ جوینی کی خدمت میں پہنچ کر امام صاحب نے دوسرے علوم کے علاوہ جدل و خلاف (علم مناظرہ) علم الکلام اور مبادیات فلسفہ کی تکمیل کی اور ان علوم میں ایسا کمال حاصل کیا کہ امام الحرمین کے تین سو تلامذہ میں سب سے سبقت لے گئے' آپ کی قابلیت اور فضل و کمال کا یہ عالم تھا کہ امام الحرمین علامہ جوینی آپ کی شاگردی پر فخر کرتے تھے' امام صاحب کی عمر ابھی اٹھائیس سال کی ہوئی تھی کہ تمام علوم و فنون متداولہ یعنی ادبیات فارسی و عربی' فقہ و حدیث' تفسیر' درایت' کلام اور جدل و خلاف وغیرہ میں کمال کی منزل پر پہنچ گئے اور ان علوم میں حقیقی تبحر آپ کو حاصل ہوگیا۔ 478ھ میں امام الحرمین کا انتقال ہوگیا' علم دوست وزیر خواجہ نظام الملک (متوفی 485ھ) کو امام الحرمین کے حقیقی جانشین کی تلاش تھی۔ نظام الملک امام غزالی کے فضل و کمال کا شہرہ سن چکے تھے' ان کو مدرسہ نظامیہ بغداد کی مسند صدارت کے لئے ایک جوہر قابل درکار تھا چنانچہ خواجہ نظام الملک نے بڑے عزت و اکرام کے ساتھ امام غزالی کی دربار میں پذیرائی کرائی لیکن اپنے تبحر علمی کے ثبوت کے لئے امام صاحب کو ایک کٹھن امتحان سے گزرنا پڑا یعنی دربار سلجوقی سے وابستہ علمائے کرام کے ساتھ مناظرہ کرنا ضروری قرار پایا' بغیر اس مناظرہ کے دربار میں جگہ پانا ناممکن تھا' چونکہ امام ہمام علم و فضل کے بحر ناپیدا کنار تھے' جدل و خلاف پر بہت کچھ لکھ چکے تھے چنانچہ دربار سلجوقی کے علمائے کرام سے مناظرہ (مباحثہ) شروع ہوا اور امام صاحب سب پر غالب آئے اور سب نے امام صاحب کے تبحر علمی کا اعتراف کیا' نظام الملک کی دلی مراد بر آئی اور خواجہ طوسی نے تمام علماء و رفقا پر تقدم و فضیلت کے اظہار کیلئے زین الدین شرف الائمہ کا لقب دیا۔ اب دربار میں امام صاحب کی پذیرائی بھی اسی طرح ہوتی

تھی جس طرح علامہ ابواسحاق شیرازی اور امام الحرمین جوینی قدس اللہ سرہما کی ہوتی رہی۔ امام صاحب اب خواجہ نظام الملک کی نوازشوں سے کامیاب زندگی بسر فرما رہے تھے' 478ھ سے 484ھ تک پوری دل جمعی کے ساتھ تصنیف و تالیف میں مشغول رہے' 484ھ میں مدرسہ نظامیہ بغداد کے مدرس اعلیٰ علامہ حسین بن علی طبری (تلمیذ علامہ ابواسحاق شیرازی) تھے' ان کے انتقال کے بعد نصب جلیلہ کے لئے خواجہ نظام الملک طوسی نے امام صاحب کو منتخب کیا چنانچہ خواجہ نظام الملک کی استدعا اور خود اپنی دیرینہ خواہش بر آنے کی بنا پر آپ نے مدرسہ نظامیہ بغداد میں اس منصب اعلیٰ کو قبول کرلیا اور 484ھ ماہ ذیقعدہ میں اس درس گاہ میں تدریس کا آغاز کیا۔

باطنیہ فرقہ کارد : 487ھ میں امیرالمسلمین المقتدی بامراللہ کا انتقال ہوگیا۔ امام صاحب کو مسند تدریس پر متمکن ہوئے ابھی صرف تین سال گزرے تھے' المقتدی بامراللہ کے بعد المستظہر بامراللہ تخت نشین ہوئے' انہی کی فرمائش پر امام صاحب نے "روباطنیہ" میں جو اس وقت تمام اصفہان پر قابض تھے اور مصرو عراق میں بھی ان کا پورا زور تھا' کتاب المستظہری تصنیف کی تاکہ "باطنیہ" تحریک کو جو عملی طریقہ سے قابو میں نہ آسکتی تھی' علمی طریقہ سے دبایا جائے' یہ وہ دور تھا کہ علماء کی باہمی چپقلش (حنابلہ وشوافع کے اختلافات اور فتنہ و فساد) ان کے مناظرے اور مجادلے' خانہ جنگیاں' یورشیں اور سازشیں برپا تھیں' ماحول کی اس طرفگی اور پریشان حالی نے امام صاحب کی زندگی پر برا اثر ڈالا' اس سے نیشاپور میں ان کی زندگی پوری طمانیت اور سکون کے ساتھ بسر ہو رہی تھی کسی نہ کسی صورت میں 484ھ سے 488ھ تک آپ نے منصب تدریس کی ذمہ داریاں پوری کیں لیکن روحانیت کو سکون نہ تھا۔ اسی لئے یہ منصب چھوڑنے پڑے۔

باطنی علوم کی تلاش : امام غزالی جس روحانی سکون کے خواہاں تھے وہ آپ کو مدرسہ نظامیہ میں منصب اعلیٰ پر فائز المرام ہونے کے باوجود حاصل نہ ہوسکا' باوجودیکہ سلاطین سلجوقیہ اور امراء المسلمین (خلفائے عباسیہ) آپ کے دیدہ دل فرش راہ کیے رہتے تھے۔ نظام الملک تو پورا نیاز مند تھا۔ بڑے بڑے علمائے وقت و فضلاء آپ سے استفادہ کررہے تھے لیکن آپ نے ان تمام امور کو پس پشت ڈال کر پختہ ارادہ کرلیا کہ اب یہاں رہنا نامناسب ہے اس لئے ہجرت کی ٹھانی اور یہاں سے نکل پڑے۔ آپ اپنی تصنیف "المنقذ من الضلال" میں خود لکھتے ہیں۔ "المنقذ من الضلال" کا اکثر حصہ امام غزالی قدس سرہ کی اپنی کہانی اپنی زبانی پر مشتمل ہے (اویسی غفرلہ) اس میں آپ نے اپنا حال تفصیل سے لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

"میں بغداد میں جو دنیا بھر کے عقائد اور خیالات کا دنگل تھا' شیعہ' سنی' معتزلی' زندیق ملحد' مجوسی اور عیسائی بغداد میں ایک دوسرے سے مناظرے کرتے اور دست و گریباں رہتے' میں ہر ایک باطنی' ظاہری' فلسفی' متکلم اور زندیق سے ملتا تھا اور ہر ایک کے خیالات معلوم کرتا تھا' میری طبیعت ابتداء ہی سے چونکہ مائل بہ تحقیق تھی' ان ملاقاتوں سے رفتہ رفتہ میری "تقلید" کی بندش ٹوٹ گئی اور جن عقائد پر میں پہلے گامزن تھا ان کی وقعت میرے دل سے جاتی رہی (کیونکہ عقائد میں تقلید نہیں ہوتی ورنہ فروغ میں تو امام صاحب شوافع سے ہیں اسی لئے عقائد کے بارے میں فرمایا کہ میں نے غور کرنا شروع کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ مجھے حسیات اور بدیہیات کا علم یقینی حاصل ہے اور بس مختلف

مذاہب کے بارے میں میرے شکوک جوں کے توں باقی رہے' اس وقت چار فرقے موجود تھے' متکلمین' باطنیہ' فلاسفہ اور صوفیہ' میں نے ان چاروں فرقوں کے علوم و عقائد کی تحقیق شروع کی' اس تحقیق سے اضطراب اور بڑھا' فرد تصوف پر جو کتب موجود تھیں ان کا مطالعہ کیا' مجھے پتہ چلا کہ اس کے لئے صرف علم کافی نہیں ہے بلکہ عمل کی ضرورت ہے۔

ان واقعات سے تحریک پیدا ہوئی کہ تمام تعلقات کو ترک کرکے بغداد سے نکل جاؤں' نفس کسی طرح بھی ترک تعلقات پر آمادہ نہیں ہوتا تھا کہ اس کو شہرت عامہ اور شان وشوکت حاصل تھی۔ رجب 488ھ میں یہ خیال پیدا ہوا تھا لیکن نفس کے لیت و لعل کے باعث اس پر عمل نہ کرسکا۔ اس ذہنی اور نفسانی کشمکش نے مجھے سخت بیمار کردیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ زبان کو یارائے گویائی نہ رہا' قوت ہضم بالکل ختم ہوگئی' طبیبوں نے بھی صاف جواب دے دیا اور کہا کہ ایسی حالت میں علاج سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا' آخر کار میں نے سفر کا قطعی ارادہ کرلیا۔ امرائے وقت ارکان سلطنت اور علمائے کرام نے نہایت خوشامد و اکرام سے روکا لیکن میں نے ان کی ایک نہ مانی اس لئے سب کو چھوڑ چھاڑ کر شام کی راہ لی۔

مہاجر الی اللہ : امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جس حالت میں بغداد شریف سے نکلے عجیب ذوق اور وارفتگی کی حالت تھی پر تکلف اور قیمتی لباس کے بجائے بدن پر کمبل تھا اور لذیذ غذاؤں کے بدلے ساگ پات پر گزران تھی

برادر اصغر نے راہ پر لگایا : اسی المنقذ من الضلال میں ہے کہ امام غزالی قدس سرہ مدت سے ترک دنیا کا سوچ رہے تھے لیکن تعلقات یہ بندشیں چھوٹ نہیں رہی تھیں ایک دن وعظ فرما رہے تھے کہ آپ کے برادر اصغر امام احمد غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جو صوفی اور صاحب حال تھے تشریف لائے اور یہ اشعار پڑھے

و اصحبت تہدی ولا تہتدی و تسمع وعظا" ولا تستمع
فیا حجر الشجر حتی متی تسن الحدید ولا تقطع

ترجمہ : تم دوسروں کو تو ہدایت کرتے ہو لیکن خود ہدایت نہیں پاتے دوسروں کو وعظ سناتے ہو لیکن خود نہیں سنتے
ایک سنگ فشاں تابکے (کب تک) لوہے کو تو تیز کرتا رہے گا لیکن خود نہ کاٹے گا

شغل ریاضت و عبادت : بغداد شریف سے ذیقعد 488ھ میں نکلے اور شام کی جامع مسجد دمشق پہنچ کر ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہو گئے۔ روزانہ شغل تھا کہ جامع اموی کے غربی مینار پر چڑھ کر دروازہ بند کردیتے اور تمام دن مراقبہ اور ذکر و فکر میں بسر کرتے دو سال تک یہی مشغلہ رہا لیکن تدریسی امور پھر بھی نہ چھوڑے کہ جامع اموی میں بیٹھ کر وہاں درس بھی دیا کرتے۔ یاد رہے کہ شام کی یہ ایک بہت بڑی یونیورسٹی تھی۔

شیخ کامل کی بیعت : امام غزالی قدس سرہ نے شیخ ابو علی فارمدی افضل بن محمد بن علی قدس سرہ کے ہاتھ پر بیعت کی شیخ موصوف بہت عالی مرتبہ صوفی تھے نظام الملک ان کا اس قدر احترام کرتا تھا کہ جب آپ دربار میں تشریف لاتے تو نظام الملک تعظیماً کھڑا ہو جاتا اور اپنی مسند پر بٹھا کر خوب مودب ہو کر سامنے بیٹھتا۔

طالب علمی میں بیعت : شیخ فارمدی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے طوس میں 477ھ میں وفات پائی اس وقت امام غزالی قدس سرہ کی عمر ستائیس سال تھی اور طالب علمی کا دور تھا اسی لئے ضرور ہے کہ آپ نے اسی دوران بیعت کر لی ہوگی۔ لیکن دمشق میں زیادہ تر وقت شیخ نصر مقدسی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے زاویہ میں گزرتا تھا۔

ہجرت بیت المقدس : رفتہ رفتہ لوگوں کو آپ کے علم و فضل اور تبحر علمی کا علم ہو گیا علماء فضلاء کی آمد و رفت ہونے لگی آپ کے مشاغل میں خلل پڑنے لگا اور اس ہنگامہ سے بچنے کے لئے ایک رات خاموشی کے ساتھ سوئے بیت المقدس دمشق سے روانہ ہو گئے اپنے سفر بیت المقدس کے سلسلہ میں علامہ غزالی نے "المنقذ من الضلال" میں صراحت کی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی اس مسافرت کا بیشتر حصہ بیت المقدس میں بسر ہوا اور اس سفر کا بہترین علمی سرمایہ اور آپ کی تصانیف میں سب سے بلند پایہ تصنیف "احیاء العلوم" اس دور کی تصنیف ہے جس کی مثال دنیا کی اخلاقی کتابوں میں ملنا مشکل ہے' اخلاقیات کے موضوع پر یہ ایک بے نظیر و بے مثال کتاب ہے' بعد کے مصنفین نے اخلاقیات کے موضوع پر جو کچھ لکھا ہے اس کا ماخذ احیاء العلوم ہے۔ احیاء العلوم کے علاوہ کتاب اربعین اور بعض دوسرے رسائل بھی اسی قیام دمشق میں تصنیف کئے گئے۔ یہ بات بہت مشہور ہے کہ حجتہ الاسلام نے احیاء العلوم کی تصنیف کے ملئے بیت المقدس میں جو جگہ انتخاب کی تھی وہ قبتہ الصخرہ کا مشرقی گوشہ تھا اور امام صاحب اس گوشہ میں معتکف تھے۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ احیاء العلوم جیسی بلند پایہ اور مبسوط و ضخیم کتاب کی تصنیف اس بے سروسامانی اور پریشان حالی میں ناممکن ہے لیکن مورخین کے اقوال اور دوسرے شواہد کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ احیاء العلوم کا زمانہ تصنیف یہی وہ دہ سالہ بے سروسامانی اور زمانہ مسافرت ہے۔ اس تصنیف سے امام صاحب کے تبحر علمی کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے پاس اس بے سروسامانی میں کوئی ذخیرہ کتب موجود نہ تھا جو آپ کو اس ماخذ کا کام دیتا۔

احیاء العلوم پر تبصرہ : امام غزالی قدس سرہ نے اسی جذب و مستی اور عشق کے غلبہ ذوق میں یہ کتاب احیاء العلوم تصنیف فرمائی ہے اسی لئے اس کی مقبولیت لازمی امر ہے یہی وجہ ہے احیاء العلوم اور اس کا خلاصہ کیمیائے سعادت آج بھی ایک مرشد کامل اور رہبر حق کا کام دیتی ہے۔

اکابر مشائخ علماء و صوفیہ : 1- محدث زین الدین عراقی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ احیاء العلوم امام غزالی قدس سرہ کی اعلیٰ ترین تصنیفات سے ہے۔

2- حضرت الشیخ الاکبر محی الدین ابن العربی قدس سرہ امام المکاشفین کے لقب سے مشہور ہیں آپ احیاء العلوم کو کعبہ مکرمہ کے سامنے بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے (شرح احیاء العلوم ج 1 ص 28)

3- امام عبدالغافر فارسی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جو امام الحرمین کے شاگرد اور حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے معاصر تھے فرماتے تھے کہ احیاء العلوم جیسی کتاب پہلے کسی نے نہیں لکھی۔

4- حضرت شیخ علی مرحوم نے پچیس بار اول سے آخر تک احیاء العلوم کو پڑھا اور ہر دفعہ ختم کر کے فقراء و طلباء کی

دعوت کرتے۔

5 ۔ مشارح مسلم امام نووی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ احیاء العلوم قرآن مجید کے لگ بھگ ہے۔

ازالہ وہم : یہ جملہ ان لوگوں کو ثقیل محسوس ہوتا ہے جو اولیاء کرام و بزرگان عظام کی قدر و منزلت سے ناواقف ہیں ورنہ نہ صرف احیاء العلوم بلکہ بہت سی مقبول تصانیف کے لئے اکابر نے ایسے فرمایا ہے حضرت مولانا رومی قدس سرہ کی مثنوی شریف کے لئے عارف جامی قدس سرہ نے فرمایا۔

مثنوی مولوی معنوی ہست قرآن در زباں پہلوی

ہدایہ شریف فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہے فقہاء فرماتے ہیں کہ یہ قرآن کی مانند ہے وغیرہ وغیرہ۔

6 ۔ حضرت شیخ عبداللہ عید روس قدس سرہ (مصنف) تعریف الاحیاء کو احیاء العلوم تقریباً پوری حفظ تھی۔

7 ۔ شیخ عبداللہ گا زرونی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ دعویٰ تھا کہ تمام علوم دنیا سے ناپید ہو جائیں تو احیاء العلوم سے سب کو زندہ کردوں

فائدہ : شبلی نعمانی نے ان تمام اکابر کے اقوال لکھ کر کہا کہ تعجب یہ ہے کہ جو لوگ امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہمعصر تھے وہ بھی آپ کی تصنیفات کو الہامی سمجھتے تھے اور لکھا کہ امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے زمانے میں اور ان کے بعد مقبولیت آپ کی تصنیفات کو ہوئی وہ تعجب انگیز ہے (الغزالی ص 120)

منکر کو سزا : تعریف الاحیاء اور الغزالی میں لکھا کہ ایک مشہور عالم دین ایک دن احیاء العلوم ہاتھ میں لئے ہوئے تھے لوگوں سے کہا کہ "یہ کتاب یہ کتاب" یہ کہہ کر اپنے اعضاء نشان دکھائے اور کہا کہ پہلے میں اس کتاب کا منکر تھا آج شب کو امام غزالی کو دیکھا وہ مجھ کو خواب میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں لے گئے اور اس جرم کی سزا میں مجھ کو کوڑے لگائے گئے۔

فقیر اویسی غفرلہ : اللہ کرے آج بھی کوئی سبب بن جائے کہ احیاء العلوم کے منکر کو عام بھرے مجمع میں کوڑے لگیں تاکہ عوام کو عبرت ہو کہ اللہ والوں کی بے ادبی اور گستاخی کیا ہے۔

اعتراف بھی اعراض بھی

شبلی نعمانی نے امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے کمالات کے اعتراف کے باوجود اعتراض سے بھی باز نہیں آیا یوں کہا کہ اس میں شبہ نہیں کہ حکمائے یونان نے فلسفہ اخلاق پر جو کچھ لکھا تھا وہ بھی امام صاحب کے پیش نظر تھا۔ یہ بھی صحیح ہے کہ بو علی سینا و ابن مشکویہ کی تصنیفات اور اخوان الصفا کے رسالہ بھی ان کے سامنے تھے لیکن ان تمام تصنیفات کو احیاء العلوم سے وہی نسبت تھی جو قطرہ کو گوہر سے سنگ کو آبگینہ سے کاسہ سفالین کو جام جم سے ہے۔

احیاء العلوم کو جن خصوصیتوں نے تمام قدیم وجدید تصنیفات سے ممتاز کر دیا ہے ان کی ہم ترتیب لکھتے ہیں بڑی خصوصیات جس نے عام و خاص عارف و جاہل سب میں اس کو مقبول بنا دیا ہے کہ حکمت و موعظت دونوں کو ساتھ نبھایا ہے تحریر یا تقریر کا سب سے مشکل پہلو وہاں پیدا ہوتا ہے جہاں دو مختلف طبقوں کے آدمیوں سے خطاب کرنا پڑتا ہے واعظ اپنی جادو بیانی سے ایک جم غفیر کو وجد میں لا سکتا ہے۔ لیکن حکیمانہ طبیعت کا آدمی اس سے متاثر نہیں ہو سکتا بر خلاف اس کے ایک حکیم جب معارف و حقائق پر تقریر کرتا ہے عوام پر اس کا جادو نہیں چلتا احیاء العلوم میں یہ خاص کرامت ہے کہ جس مضمون کو ادا کیا ہے باوجود سہل پسندی عام فہمی اور دلاویزی کے فلسفہ و حکمت کے معیار سے اترنے نہیں پاتا۔ یہی بات ہے کہ امام رازی سے لے کر ہمارے زمانے کے سطحی واعظ تک اس سے یکساں لطف اٹھاتے ہیں۔ امام صاحب کے زمانہ تک دستور تھا کہ فلسفہ اور متعلقات فلسفہ پر جس قدر کتابیں لکھی جاتی تھیں عموماً پیچیدہ اور دقیق عبارت میں لکھی جاتی تھیں اور بو علی سینا نے تو فلسفہ کو گویا طلسم بنا دیا تھا اس کی وجہ کچھ تو یہ تھی کہ فلسفہ کے مسائل خود دقیق ہوتے تھے کچھ یہ کہ یونانیوں کے زمانہ سے یہ خیال چلا آتا تھا کہ فلسفہ کو عام فہم نہ کرنا چاہیے کچھ یہ کہ اکثر لوگ یہ قابلیت بھی نہ رکھتے تھے کہ پیچیدہ مطالب کو آسان عبارت میں ادا کر سکیں فلسفہ کے اور اقسام کی بہ نسبت فلسفہ اخلاق آسان اور ہے سریع الفہم ہے تاہم اخلاق پر بھی جو کتابیں لکھی گئیں تھیں مثلاً کتاب الطہارت لابن اسکو یہ اشکال سے خالی نہ تھیں۔ امام صاحب پہلے شخص ہیں جنہوں نے فلسفہ اخلاق کے مسائل اس طرح ادا کیے کہ دقیق سے دقیق نکتے افسانہ اور لطائف بن گئے۔ ایک ہی مضمون کو کتاب الطہارت اور احیاء العلوم دونوں میں دیکھو کتاب الطہارۃ میں تم کو غور و خوض سے کام لینا پڑے گا اور باوجود اس کے زیادہ سے زیادہ یہ ہو گا کہ کتاب کا مطلب تمہاری سمجھ میں آ جائے۔ احیاء العلوم میں یہ معلوم بھی نہ ہو گا کہ تم کوئی کتاب پڑھ رہے ہو یا قصہ کی طرح اس کو پڑھتے چلے جاؤ گے اور مضمون کی نسبت صرف یہی نہیں ہو گا کہ تم اس کو سمجھ جاؤ بلکہ دل پر اس کی کیفیت طاری ہو گی اور تم سراپا اثر میں ڈوب جاؤ گے (الغزالی ص 32)

اخلاق کی تعلیم میں ایک بہت بڑی غلطی ہمیشہ سے یہ ہوتی آئی ہے کہ اختلاف طبائع و امزجہ کا لحاظ نہیں کیا جاتا کسی بانی مذہب کے نزدیک اگر تجرد اور ترک اختلاط پسندیدہ ہے تو وہ چاہے گا کہ تمام عالم تاریک الدنیا ہو جائے دوسرے کے نزدیک اگر حسن معاشرت اور فیض رسانی عام زیادہ مفید ہو تو اس کی خواہش ہو گی کہ سب اسی قالب میں ڈھل جائیں لیکن چونکہ انسانی طبیعتیں مختلف ہیں اس لئے اس قسم کی ایک طرفہ تعلیم کا اثر خاص طبائع تک محدود رہ کر باقی ہزاروں آدمیوں کے حق میں بیکار ہو جاتا ہے اس نکتہ کو سب سے پہلے امام صاحب نے سمجھا ان کے اصول کے موافق اخلاق کی تعلیم اختلاف طبائع کے لحاظ سے ہونی چاہیے بلکہ معاشرت کے وہ اصول اور قواعد نے چاہئیں جو کہ ذریعہ ذریعہ سے اس سے وہ نیکیاں ظہور میں آئیں جو معاشرت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ مثلاً صلہ رحم، حاجت روائی خلق، ہدایت عام اسی طرح جس کا مزاج قدرتاً تجرد پسند ہے اس کو ہرگز معاشرت کی ہدایت نہیں کرنی چاہئے بلکہ گوشہ گیری اور ترک تعلقات جیسے اصول سکھلانے چاہئیں جن سے وہ اعتدال سے متجاوز نہ ہونے پائے۔

(الغزالی)

(نوٹ) شبلی نعمانی کے اعتراضات کی فہرست آگے آ رہی ہے۔

سابق و لاحق مخالف و منکر

نہ صرف امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بلکہ بہت سے اکابر مشاہیر کی مخالفت و انکار کا بازار گرم رہا اور یہ سلسلہ طویل ہے امام غزالی قدس سرہ کی زندگی میں ہی مخالفت کا طوفان بپا ہوا الحمد للہ وہ مخالفت و انکار تو زیر زمین ہو گیا لیکن امام غزالی قدس سرہ کا نام نامی سورج سے زیادہ چمک رہا ہے اور تاقیامت چمکتا رہے گا۔ ہاں سابق دور میں اکثریت کی مخالفت و انکار پر مبنی تحقیق علمی تھی لیکن دور حاضرہ یا اس سے قبل بعض حضرات کی مخالفت برائے مخالفت ہی تھی اور فقیر امام غزالی قدس سرہ کے چند مخالفین کے مختصر اعتراضات پھر ان کے جوابات عرض کرتا ہے تا کہ قارئین احیاء العلوم کسی الجھن میں مبتلا نہ ہوں۔

دور سابق کی مخالفت کا نمونہ : شبلی "الغزالی" میں لکھتا ہے کہ امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ پر بعض اسباب نے جم غفیر کو برافروختہ کیا اور ہر فرقہ کے بڑے بڑے علماء مخالفت پر کمربستہ ہو گئے فقہا نے فتویٰ دیا کہ ان کی تصنیفات اور خصوصاً احیاء العلوم کا مطالعہ کرنا گناہ ہے اسپین کے علماء نے جن کے سرکردہ قاضی عیاض تھے ان کی تصنیفات بادشاہ وقت کے سامنے پیش کیں اور رائے دی کہ سب جلا دینے کے قابل ہیں چنانچہ کل کی کل جلا دی گئیں یہ واقعہ 500ھ میں بمقام مریہ وقوع میں آیا۔ محمد شاہ سلجوقی کے دربار میں بھی فقہا کے ایک بڑے گروہ نے ان کی شکایت کی جس کی تفصیل کیفیت ہم امام صاحب کے حالات زندگی میں لکھ آئے ہیں۔

مخالفت کا سلسلہ امام صاحب کی وفات کے بعد بھی مدت تک قائم رہا۔

مخالفین کی تعداد اگرچہ بہت ہے۔ لیکن ان میں سے جو لوگ علم و فضل میں ممتاز تھے ان کی یہ تفصیل ہے ابوبکر بن العربی، مازری، طرطوشی، قاضی عیاض (مصنف شفاء) ابن المنیر محدث ابن الصلاح، یوسف دمشقی بدر زرکشی برہان بقاعی محدث ابن جوزی، علامہ ابن تیمیہ، ابن قیم۔

جن لوگوں نے محض حسد و بغض کی وجہ سے مخالفت کی تھی ان کا ذکر تو بے فائدہ ہے لیکن جن لوگوں کی مخالفت نیک نیتی پر مبنی تھی ان کے خیالات اور لائیں لحاظ کے قابل ہیں۔

فہرست مخالفین غزالی

محدث مازری : پایہ کے محدث تھے ان کی شرح صحیح مسلم تمام شروح سے اعلیٰ درجہ کی ہے محدث موصوف نے امام صاحب کے متعلق نہایت مفصل رائے دی ہے جس کو مقدمہ ابن سبکی نے طبقات الشافعیہ میں بتمامہا نقل کیا ہے ہم اس کا خلاصہ اس مقام پر نقل کرتے ہیں اس میں بعض الفاظ امام صاحب کی نسبت نہایت سخت ہیں لیکن وہ

محدث موصوف کے خاص الفاظ ہیں۔ میں صرف ناقل ہوں۔

غزالی کے شاگردوں کو میں نے دیکھا اور ان سے غزالی کے حالات و خیالات اس کثرت سے سنے ہیں کہ گویا میں نے خود غزالی کو دیکھا ہے اس لحاظ سے میں ان کی نسبت اپنے خیالات بتفصیل ظاہر کرتا ہوں۔ غزالی کو فقہ میں اصول فقہ کی نسبت زیادہ کمال ہے علم کلام میں بھی ان کی تصنیفیں ہیں لیکن اس فن میں ان کو کمال نہیں جس کی وجہ ہے کہ انہوں نے قبل اس کے کہ علم کلام میں مہارت حاصل کی فلسفہ کی کتابیں دیکھیں اس کا یہ اثر ہوا کہ فلسفہ کے خیالات ان پر اثر کر گئے مجھ کو یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ وہ اخوان کے رسائل کو اکثر مطالعہ میں رکھتے تھے ان رسالوں کا مصنف ایک فلسفی ہے جس نے فلسفہ کو دین میں ملانا چاہا اور اس پردے میں فلسفہ کی حمایت کی۔ اس زمانہ میں بو علی سینا پیدا ہوا جو فلسفہ کا امام تھا اس نے چاہا کہ عقائد اسلام کو بالکل فلسفہ کے قالب میں ڈھال دے چنانچہ زور قابلیت سے اس ارادہ میں بہت کامیاب ہوا۔

غزالی کے بہت سے مسائل بو علی سینا ہی کے خیالات پر مبنی ہیں۔

تصوف کے جو مسائل غزالی نے لکھے ہیں مجھ کو معلوم نہیں کہ ان میں ان کا ماخذ حدیثیں نقل کی ہیں۔

غزالی جا بجا تصریح کرتے ہیں کہ بہت سے مسائل ایسے ہیں جن کو کتاب میں درج نہیں کرنا چاہتے لیکن اس کی وجہ نہیں ہو سکتی وہ مسائل اگر غلط ہیں تو ضرور اس قابل ہیں لیکن اگر صحیح ہیں جیسا کہ غزالی کا خیال ہے تو کیوں نہ ظاہر کئے جائیں یہ امام رازی کی رائے ہے۔ (الغزالی شبلی نعمانی ص 122 127)

تبصرہ اویسی غفرلہ : حق تو یہ تھا کہ شبلی ان اعتراضات کا مفصل نہ سہی مجمل جواب لکھتا لیکن جب وہ خود امام غزالی قدس سرہ کے مخالفین میں ہے تو پھر جواب کیسا؟ اس نے تو اعتراضات لکھے بھی اسی لیے تا کہ دوسروں کے ہاتھوں امام غزالی قدس سرہ پر بندوق چلائے۔

جوابات اویسی غفرلہ : 1۔ فقہ و کلام و اصول فقہ کا کمال تسلیم کر کے پھر انکار عجیب سا ہے جب وہ علم کلام انہیں حاصل ہے تو مطالعہ کی قبلت و بعدیت کو دخیل بنانے کا کیا معنی بہت سے ائمہ اسلام و مشائخ عظام ایسے ہیں جن کی قابلیت مسلم ہے انہوں نے بھی شہرت علمی سے پہلے اسی فن کو زیر مطالعہ رکھا تو اس کا قصور بغل میں اور قصور بر کف اگر یہ قصور اسلاف کا نہیں تو امام غزالی کا کیا

جواب 2 فلسفہ اثر گیا (معاذ اللہ) پھر فلاسفہ کی تصانیف کے مطالعہ سے دور بڑا مجرم دیا گیا حالانکہ سب معلوم ہے بالخصوص جنہیں امام غزالی قدس سرہ کی تصانیف بالخصوص احیاء العلوم و کیمیائے کا مطالعہ نصیب ہے انہیں یقین ہے کہ امام غزالی فلسفہ کو مسلمان کر کے اس سے اسلام کی بنیادیں ایسی مضبوط کی ہیں کہ قیامت تک کوئی ملحد فلسفی ان بنیادوں کو ٹکریں مارے تب بھی اسلام کا کچھ نہ بگڑے گا الٹا اس کا اپنا ستیا ناس ہو گا۔

جواب نمبر 3 معترض محدث رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ اعتراض بھی بے سود ہے اس لئے کہ جب امام غزالی قدس سرہ کی خدمت تصوف مسلم ہے تو پھر اپنے قیاس سے انہیں مجرم بنانا کہاں کا انصاف ہے۔ مطالعہ خواہ کسی کتاب کا ہو۔ یہ تو سب کو یقین ہے کہ اہل حق حق ہی ثابت کرے گا خواہ دوسرا اس کا بالمقابل حق سے ہی گمراہی کا ثبوت دے اسی

لئے تو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا"

حکایت : ایک ہندو نے بکواس کی کہ سردیوں میں لو چلتی ہے جس سے کتمیان باغات جل جاتے ہیں یہ منحوس اسرہ ہے کہ (معاذ اللہ) یہ کعبہ کی جانب سے آتی ہے ایک مسلمان نے برجستہ جواب دیا کہ یہ منحوس اس لئے ہے کہ کعبہ معظمہ کو پیٹھ کر کے آئی گستاخی کعبہ سے منحوس ہو گئی امام غزالی قدس سرہ پر یہ طعنہ نا انصافی ہے کیا ہم سب غیروں کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کرتے تو کیا ان کتابوں کے مطالعہ سے تمام لوگ گمراہ ہیں۔

جواب نمبر 5 محدث معترض امام غزالی قدس سرہ کی تصوف کا ماخذ پوچھتا ہے خود شبلی نعمانی آگے چل کر اس کا جواب طعن و تشنیع کے رنگ میں دے گا۔ اس کے طعنو تشنیع کا جواب فقیر اویسی غفرلہ دے گا (ان شاء اللہ) لیکن شبلی کا معنی و تشنیع والا جواب اسی محدث معترض کو مسلم ہو گا اس لئے کہ قشریہ وہ اسلاف صالحین کی تصوف کا منکر نہیں مثلاً ابو طالب مکی و صاحب رسالہ قشریہ

جواب نمبر 5 احیاء العلوم کی کل حدیثیں ضعیف و موضوع نہیں اگر کوئی ہیں تو ان کا ضعف فضائل اعمال کے لئے ہے اور بعض موضوع ہیں تو موضوع حدیث کے لئے اور حدیث صحیح موید ہو تو وہ معنی صحیح ہو جاتا ہے کے مقتدر مولوی اسماعیل دہلوی نے اصول فقہ (عربی رسالہ) میں یہی قاعدہ ہے اور اشرف علی تھانوی نے التکشف میں اسے تسلیم کیا ہے۔ فقیر نے چند شواہد شرح حدیث لولاک میں عرض کئے ہیں۔ المستفین اس اعتراض کا قلع قمع اس سے ہو سکتا ہے جسے اتحاف ایسا درست شرح احیاء علوم الدین للزبیدی اور المغنی عن حمل الاسفار"

مخالف 2 : ابوالولید طرطوشی ہیں۔ وہ خود امام صاحب سے ملے تھے اور ان کے خیالات و معتقدات ان کی زبانی سنے تھے وہ خود لکھتے ہیں۔ کہ میں نے غزالی کو دیکھا ہے بے شبہ وہ نہایت ذہین' فاضل اور واقف فن ہیں۔ ایک مدت تک وہ علوم کے درس و تدریس میں مشغول رہے لیکن اخیر میں سب چھوڑ چھاڑ کر حلولیوں میں جاتے اور فلسفہ کے خیالات اور منصور علاج کے معمے مذہب میں مخلوط کر دیئے فقہا و متکلمین کو برا کہنا شروع کیا اور قریب تھا کہ مذہب کے دائرے سے نکل جائیں احیاء العلوم لکھی تو چونکہ تصوف میں پوری مہارت نہیں تھی اس لئے منہ کے بل گرے اور تمام کتاب میں موضوع حدیثیں بھر دیں۔

جوابات اویسی غفرلہ : یہ طرطوشی صاحب عجیب بزرگ ہیں کہ امام صاحب کے کمالات علمی کے اعتراف کے باوجود حلولیوں سے ملنے کا بہتان تراش رہے ہیں یا یہ شبلی نعمانی کی حرکت ہے کہ جن بزرگوں (اولیاء - مشائخ - صوفیہ) سے امام غزالی قدس سرہ ملے وہ حلولی نہیں تھے ہاں شبلی نعانی کی پارٹی انہیں حلولی ضرور کہتی ہے تو ان کے کہنے سے وہ حلولی نہیں کہے جا سکتے ہاں وہ فلسفہ وحدۃ الوجود کے قائل تھے اور ان لوگوں کو ابن تیمیہ وابن القیم اور شبلی نعمانی کی پارٹی گمراہ گردانتی ہے ورنہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کا خاندان اسماعیل سمیت اور اکابر دیوبند انہیں کامل اولیاء تسلیم کرتے ہیں۔ اسی لئے طرطوشی بزبان شبلی نعمانی غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا ان کی صحبتوں میں چلا جانا سونے پر سہاگہ کا کام کر گیا بلکہ لوگ کہتے ہیں کہ ان کی صحبت کی برکت سے امام غزالی قدس سرہ

کیمیا ہی کیمیا بن گئے

جواب نمبر 2 احیاء العلوم پر طنز کرنا سورج پر تھوکنا ہے جس کا انجام وہی ہے جو گستاخان اولیاء کا ہونا چاہئے طرطوشی نے نا معلوم کیا لکھا لیکن شبلی نعمانی نے تو لکھ مارا۔ اسے چاہئے تھا کہ طرطوشی کا قول نہ لکھتا اگر لکھا تو اس کا جواب لکھتا کہ احیاء العلوم وہ بے نظیر کتاب ہے جس نے بے شمار گمراہوں کو قصر ضلالت سے نکال کر مکہ و مدینہ کی راہ دکھائی ہے اور دکھا رہی ہے لیکن اس کے مخالفین کو زندگی میں سزا ملی اور جو دنیا سے بلا توبہ چل بسے اس کا مزا وہ چکھ رہتے ہوں گے۔

امام ابن الجوزی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ : محدث ابن جوزی نے احیاء العلوم کی غلطیوں پر ایک کتاب لکھی جس کا نام اعلام احیاء باغلاط الاحیاء رکھا۔ ابوبکر محمد بن عبداللہ نے اس کا رد لکھا' چنانچہ کشف الظنون نے مضنون کے ذکر میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

جواب اویسی غفرلہ : امام ابن الجوزی قدس سرہ ابتدائی دور میں اولیاء کے سخت دشمن تھے اسی دور میں تلبیس ابلیس لکھی۔ لیکن جونہی محی الدین سینا غوث اعظم الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہ کرم سے نوازے گئے تو معاملہ برعکس ہو گیا کہ یہی امام ابن الجوزی قدس سرہ اب اولیاء کرام پر سو جان فدا ہونے والوں میں ہو گئے۔ اس کے بعد چار جلدوں میں کتاب صفہ الصفوۃ اولیائے کرام نے کمالات و کرامات پر لکھی تفصیل فقیر کی تصنیف " غوث اعظم میں دیکھئے۔

شبلی نعمانی : قارئین کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ شخص نہ صرف وہابی بلکہ نیچری تھا۔ اس کی سیرت النبی تصنیف اس کے عقائد کی شاہد ہے مولوی اشرف علی تھانوی نے " الافاضات الیون الیومیہ و دیگر تصانیف میں اس کا اس کی تصنیفات بالخصوص سیرۃ النبی" کا خوب رد کیا اس نے اہلسنت کے اکابر کے حالات پر کتابیں لکھیں اور سیرۃ النبی میں مشارکت سلیمان ندوی ضخیم تصنیف یاد گار چھوڑی امام ابو حنیفہ سیدنا فاروق اعظم سیدنا امام غزالی وغیرہ لکھ کر مٹھائی میں زہر ملایا ہے۔ الغزالی تصنیف میں امام غزالی قدس سرہ پر جارحانہ لیکن خیر خواہانہ طرز پر خوب زہر اگلا ہے۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں'

علامہ ابن السبکی نے امام مازری اور طرطوشی کے اقوال نقل کر کے نہایت تفصیل کے ساتھ ایک ایک اعتراض کا جواب دیا ہے لیکن بعض جواب ایسے دیئے ہیں جن کی نسبت یہ کہنا صحیح ہے کہ توجیہ القول بمالا قائمہ۔ فلسفہ کی آمیزش کا الزام تھا اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ امام غزالی فلسفہ کے دشمن ہیں ان کی تصنیفات کو فلسفہ سے کیا تعلق۔ لیکن جس شخص نے امام صاحب کی تصنیفات کو دیکھا ہے اور فلسفہ سے واقفیت رکھتا ہے وہ کیونکر اس واقعہ سے انکار کر سکتا ہے' محدث ابن الصلاح امام صاحب سے اس بات پر ناراض ہیں کہ انہوں نے منطق میں کیوں کتاب لکھی منطق کا سیکھنا بالکل حرام ہے ابن السبکی اس کے جواب میں امام صاحب کی منطقی تصنیفات سے بھی انکار کر دیں گے۔ (الغزالی ص 127) شائع کردہ ملک نذیر احمد تاج بک ڈپو اردو بازار لاہور

آج کل لبنان میں چھپی ہے عرب میں بالخصوص حرمین طیبین کے کتب خانوں میں عام مل جاتی ہیں (اویسی غفرلہ)

مذکورہ بالا مخالفین کے اعتراضات لکھنے کا مقصد بھی یہی تھا کہ امام غزالی قدس سرہ کی کچھ نہ کچھ تحقیر و اہانت ہو گی ورنہ اسے چاہئے تھا ان معترضین کے جوابات لکھتا بلکہ اشاروں کنایوں سے ان کی تصدیق کرتا چلا گیا۔

تبصرہ اویسی غفرلہ : دیکھا شبلی نعمانی کا کمال کہ جن اعتراضات کو امام ابن السبکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے دھکیلا انہیں شبلی نعمانی باعزت و احترام واپس لوٹا کر الٹا امام سبکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی سبکی و خفت پہ تل گیا حالانکہ امام ابن السبکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تو فلسفہ ملاحدہ کی دشمنی مراد لی ہے اور شبلی نعمانی نے اپنے اجتہاد سے اسے مطلق فلسفہ بنا دیا۔ تاکہ قارئین سمجھیں کہ واقعی امام غزالی قدس سرہ پر اعتراضات بجا ہیں ابن السبکی خواہ مخواہ بیجا بول رہے ہیں۔

شبلی کا دوسرا حملہ : شبلی نعمانی مانتا ہے کہ امام غزالی (قدس سرہ) پر جتنے چینیاں اور اعتراضات کئے گئے اگرچہ اکثر بیجا اور غلط تھے لیکن اس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمان اس وقت تک اشخاص پرستی میں ہی مبتلا نہ تھے بلکہ آزادی رائے کا جوہر ان میں باقی تھا۔ امام صاحب کا فضل و کمال تمام عالم میں مسلم ہو چکا تھا۔ خود سلاطین وقت ان کے حلقہ بگوش ہو چکے تھے تاہم آزادی رائے نے لوگوں کو اس بات پر مجبور کیا کہ ان کی رائے میں امام صاحب نے جو غلطیاں کی تھیں بے تکلف ظاہر کر دیں۔

تبصرہ اویسی غفرلہ : یہ وہی اصول ہے جسے آج غیر مقلد اور مودودی و دیگر منکرین اسلاف اور بعض دیو بندی وغیرہ اپنا کر اندرون خانہ اسلاف صالحین کی عزت و احترام گھٹانے کے درپے ہیں۔ افسوس ہے کہ دور حاضرہ کے بعض اہلسنّت بھی اسی کشتی پر سوار ہونے شروع ہو گئے ہیں ایک صاحب کی تحریر ملاحظہ ہو۔

کچھ لوگ اس نظریئے میں مبتلا ہیں کہ اپنے پسندیدہ علماء کرام کو اور ان کی تصانیف کو کلیتہً اغلاط سے پاک سمجھتے ہیں اور ان کے کسی قول میں بھی مسترد ہونے کا امکان نہیں مانتے (اس کے بعد وہ اپنا رونا رویا ہے) مضمون نگار لکھتا ہے کہ

عقیدہ اہلسنّت یہ ہے کہ انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کے سوا کوئی انسان خطا و لغزش سے معصوم نہیں۔ کتاب الٰہی کے سوا کوئی کتاب اغلاط و اختلاف سے پاک نہیں۔ انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کے سوا ہر شخص کا قول مسترد ہو سکتا ہے چھوٹا عالم بلکہ طالب علم بڑے سے بڑے عالم سے دلائل کے ساتھ اختلاف کرنے کا شرعی حق رکھتا ہے ماہنامہ کاروان قمر کراچی ماہ جون 1994ء

تبصرہ اویسی غفرلہ : کلیتہً کوئی بھی کسی عالم کی تصنیف کو اغلاط سے پاک لکھ کر اہلسنّت کے ان حضرات کی طرف اشارہ ہے جو امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے قلم کو محفوظ سمجھتے ہیں (معصوم نہیں) یہی ایک بہتان ہے جو آج اہلسنّت کے نوخیز مجتہد عوام اہلسنّت کا شیرازا بکھارنے کے درپے ہیں (وہابیوں - مودودیوں - دیوبندیوں) کی تصانیف کے اغلاط بیان کر رہے ہیں۔ میرا سوال ہے کہ یہی تمہاری بیان کردہ خامیاں امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے مخالفین کو کیوں نظر نہ آئیں جو آج تمہیں نظر آ گئیں۔

دوسرے اصول جو اوپر مذکور ہوئے ان کے ہم بھی قائل ہیں لیکن افسوس تو یہ ہے کہ سابق دور میں اگر کوئی خامی کسی بزرگ کی محسوس ہوتی تو نیازمندانہ طریق سے اس کی اصلاح کا عرض کیا جاتا ہے جیسے امام احمد رضا محدث بریلوی کی عادت کریمہ ہے کہ ہزاروں "تعقلات" و معروضات آپ کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔ پھر اس اصلاح کو اپنی طرف منسوب نہیں فرماتے بلکہ اسے بھی اسی صاحب مضمون کا فیض گردانتے جیسا کہ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی عادت کریمہ ہے تفصیل فقیر کے رسالہ تعقلات المصطفیٰ فی تعقلات احمد رضا میں دیکھئے (متعدد رسائل میں شائع ہو چکا ہے) لیکن آج یہ حال ہے کہ اپنے بزرگ کی اپنے خیال پر اسے غلطی بنا کر اس پر اپنے نظریہ کے لیے درجنوں دلائل بیان کر کے مشہور کر دیا جاتا ہے کہ میں نے یہ میدان سر کر لیا ہے اور بھولے بھالے سُنّیوں کو سمجھاتا کہ تحقیق انوکھی ہے۔ اس لئے ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے پاس یہ کتابیں نہیں تھیں (لاحول و لاقوۃ) فقیر کا تجربہ ہے کہ اپنی غلطی سے بڑے کی غلطی پکڑلی اور پھر بھولے بھالے لوگوں کو اپنا علمی لوہا منواتے رہنا یہ نہ سمجھنا کہ یہ میری غلطی ہے بلکہ کہہ دینا کہ بزرگ کی غلطی ہے۔ اسی لئے حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا۔

خطائے بزرگاں گرفتن خطاست

بہرحال آج کے کسی ٹیڈی مجتہد نے بجائے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہ کی تحقیق نے زور آزمائی کرنی ہے تو پہلے یہ سمجھ لے کہ اس کی یہ کاروائی مخالفین اہلسنّت کی تائید اور عوام اہلسنّت کی تخریب ہے اس نکتہ کو سامنے رکھ کر وہ صاحب امام احمد رضا محدث قدس سرہ کی تحقیق کے اغلاط کی فہرست بھجوائے فقیر ان شاء اللہ ہر ایک کا جواب عرض کرے گا۔ لیکن جس طرح آج کل چوری چھپی کاروائی ہو رہی ہے یہ بزدلانہ حملہ ہے۔

شبلی نعمانی کا تیسرا حملہ : امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے احیاء العلوم کی تیاری کے مقدمہ میں کہا کہ میری کتاب میں جو خاص خصوصیتیں ہیں وہ یہ ہیں۔

1۔ قدیم تصنیفات میں جو اجمال تھا اس کی تفصیل 2۔ پراگندہ مضامین کی ترتیب 3۔ طویل مضامین کا اختصار 4۔ مکرر مضامین کا حذف 5۔ بہت سے دقیق اور غامض مسائل کا حل جن کا قدیم تصنیفات میں نام و نشان نہ تھا۔ امام صاحب نے نہایت دیانتداری اور بے نفسی سے اس بات کو ظاہر کر دیا کہ انہوں نے قدماء کی تصنیفات سامنے رکھ کر یہ کتاب لکھی جن تصنیفات کا امام صاحب نے اشارہ کیا ہے یہ ہیں۔

رسالہ قشیریہ، قوت القلوب ابو طالب مکی ذریعہ الی علم الشریعہ للراغب الاصفہانی، قوت القلوب کا یہ انداز ہے کہ جو عنوان قائم کیا ہے اس کے متعلق پہلے قرآن مجید پھر احادیث پھر صحابہ پھر تابعین کے اقوال و افعال نقل کئے ہیں احیاء العلوم کا بھی یہی انداز ہے اور اس طرز میں قوت القلوب کی اسقدر پیروی کی ہے کہ کوئی شخص دونوں کتابوں کا مقابلہ کرے تو امام صاحب کی نسبت اس کو سرقہ کی بدگمانی ہو گی دو دو چار چار سطروں میں ایک آدھ لفظ کا کہیں فرق ہو جاتا ہے بعض جگہ ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ اسی کا حرف لکھ دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہم بعض عبارتیں نقل کرتے ہیں

احیاء العلوم

رابی بعض العلماء اصحاب لله اے من الکوفته فقال ما رایت فیما کنت علیه فکره وجه واعرض عنه وقال ما وجد ناشیتا احدهم لیفتیے فی مسئلته وهوالمفتی وهم اصحاب الا ساطین ادعالم خاصیته وهم العلماء

قوت القلوب

رای بعض اهل الحدیث بعض فقهاء اهل الکوفته من اهل الرائے فقلت له مافعلت فیما کنت علیه فکره وهه و اعرض عنی وقال ما وجدنا شیاء ان احدها لیفتیے فی مسئلته نهو المفتی نهو لا ء اصحاب الا ساطلین و اما عالم الخاصیته نهو العالم

مزید براں : اپنی بات کرنے کے لئے ایک گواہ ساتھ ملا کر کہا کہ علامی مرتضیٰ جیسی نے احیاء العلوم کی شرح لکھی ہے اس میں اکثر الزام کیا ہے کہ احیاء العلوم کی عبارت کے ساتھ ساتھ قوت القلوب کے الفاظ بھی لکھتے جاتے ہیں جس سے اس بات کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس سے امام صاحب کی تنقیص مقصود نہیں بلکہ احیاء العلوم کی زمانہ تصنیف کے متعلق ایک تاریخی بحث کا فیصلہ کرنا ہے۔

احیاء العلوم کی نسبت ابن الاثیر وغیرہ نے لکھا ہے کہ سفر کی حالت میں لکھی گئی۔ اس پر بعض علما نے اس بناء پر اعتراض کیا تھا کہ ایسی کتاب جس میں نہایت کثرت سے ہر موقع پر احادیث و آثار کے حوالہ ہوں سفر میں نہیں لکھی جا سکتی تھی" لیکن اس بات کے معلوم ہونے کے بعد کہ احادیث و آثار کا تمام حصہ قوت القلوب سے لیا گیا ہے۔ یہ اعتراض خود بخود اٹھ جاتا ہے"

بہر حال اگرچہ اس میں شبہ نہیں کہ احیاء العلوم بہت کچھ قوت القلوب رسالہ قشیریہ ذریع راغب اصفہانی سے ماخوذ ہے

تبصرہ اویسی غفرلہ : یہ اعتراض نہ صرف امام غزالی قدس سرہ پر ہے بلکہ امام سیوطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے کیا نہیں کیا گیا بہر حال غزالی قدس سرہ پر یہ ایک سنگین اور غلط حملہ ہے اس لئے کہ سرقہ (چوری) کوئی معمولی جرم نہیں لیکن شبلی نعمانی جیسے لوگ اولیاء کرام پر اس سے بھی بہت زیادہ حملے کرتے رہے ہیں۔

سرقت کا وہم غلط : اس لئے کہ شبلی نعمانی و دیگر تمام اہل علم جانتے ہیں کہ امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ یہ کتاب احیاء العلوم بحالت سفر میں لکھی ہے اور تاریخ یہ ہرگز نہیں بتاتی کہ امام صاحب اس سفر میں جو ان کے روحانی انقلاب کا باعث تھا بایں بے سروسامانی کتابوں کا پشتہ ساتھ لے کر نکلے تھے' ہاں یہ ضرور ہے کہ امام صاحب نے ان بلند پایہ کتابوں کا مطالعہ ضرور کیا تھا۔ ان کے مضامین آپ کو مستحضر تھے۔ بہرحال علامہ ابن جوزی اور شبلی نعمانی کا خیال غلط ہے۔ یہ ایک طویل تنقیدی بحث ہے۔ میں اس کو اس مختصر مقدمہ میں نہیں چھیڑنا چاہتا۔ میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس دس سالہ مسافرت کا عظیم الشان تحفہ اپنے اخلاف کے لئے امام صاحب نے احیاء العلوم کی صورت میں یادگار چھوڑا ہے۔ جس کی مثال ملنی مشکل ہے جیسا کہ خود نعمانی شبلی کو بھی اعتراف ہے جیسا کہ پہلے

گزرا

اظہار حقیقت : فقیر کا مشاہدہ ہے کہ ہر بد مذہب اسلاف کو بالخصوص اولیاء کرام کو بلکہ بعض بد قسمت تو انبیاء علیہ السلام بالخصوص حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے اوپر قیاس کر کے زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں اصولی خور دیکھا جائے تو بد مذہبیت کی جڑ یہی غلط قیاس ہے۔ شبلی نعمانی جیسوں نے امام غزالی کے حافظہ پر نگاہ نہ ڈالی اور سرقہ۔ سرقہ پکارتے رہے امام غزالی قدس سرہ نے خود اعتراف فرمایا ہے کہ مذکورہ بالا کتب (قوت القلوب وغیرہ) ان کے زیر مطالعہ رہیں اور قوت حافظہ کا خاصہ ہے کہ اس کے سامنے ایک بار شے گزر جائے تو پھر کمپیوٹر میں غلطی کا امکان ہو سکتا ہے لیکن ایسے قوی الحافظہ حضرات کے لیے امکان کا تصور تک ختم ہو جاتا ہے" امام غزالی قدس سرہ تو بہت بڑی شخصیت کے مالک ہیں ہم اپنے قریب زمانہ کے امام اہلسنت شاہ احمد رضا محدث بریلوی کے حافظہ کا سن کر انگشت بدنداں ہیں ان کے دو واقعے بطور شہادت کافی ہیں۔

۱ - امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کو خطوط میں حافظ القرآن لکھا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا لوگ بلا وجہ گناہ میں مبتلا ہو رہے ہیں اسی لئے قرآن حفظ کر لوں تاکہ لوگ اس گناہ سے بچ جائیں چنانچہ آپ عشاء کے وضو کے وقفہ میں حافظ القرآن سے ایک پارہ ایک دفعہ سن کر پھر اسی وقت وہی پارہ سنا دیا اور ماہ صیام میں وہی پارہ تراویح التنقیحات الحامدیہ میں یہ دو ضخیم شعری چھاپہ میں ہے۔ آپ سورت تشریف لے گئے حضرت العلامہ وصی احمد سورتی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس تھا آپ یہ آپ نے فرمایا فتاویٰ حضرت شب کو مطالعہ کے لئے فتاویٰ مذکورہ عطا فرما دیجئے۔ جہاں آپ مہمان ٹھہرے ہوئے تھے فتاویٰ پہنچا دیا گیا۔ صبح کو فتاویٰ محدث صاحب کو واپس کر دیا۔ محدث صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو خیال گزرا کہ ممکن ہے مولانا محمد رضا بریلوی کو اس کی ضرورت ہو۔ اگرچہ مجھے بھی ضرورت ہے لیکن ان کی ضرورت مقدم ہے، لیکن بریلی تشریف لے جا رہے تھے۔ محدث سورتی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتاویٰ پیش کیا کہ اگرچہ مجھے بھی اس کی ضرورت ہے لیکن آپ کی ضرورت مقدم ہے آپ پہنچائیں۔ آپ نے فرمایا الحمد للہ آج رات کو اس کا مکمل مطالعہ کر لیا ہے اور بفضلہ تعالیٰ کئی ماہ تک اس کی عبارات نہ بھولیں گی اور زندگی بھر اس کے حوالہ جات!

تبصرہ اویسی : اندازہ لگایئے کہ یہ حافظہ تو بریلی کے امام کا ہے جو چودھویں صدی میں پیدا ہوئے اور امام غزالی کا کیا کمال حافظہ ہو گا جو خیر القرون کے قریب پانچویں صدی میں پیدا ہوئے ہیں۔

تصنیفات

تصنیفات کے لحاظ سے امام صاحب کی حالت نہایت حیرت انگیز ہے' انہوں نے کل 54-55 برس کی عمر پائی۔ تقریباً بیس برس کی عمر سے تصنیف کا مشغلہ شروع ہوا' دس گیارہ برس صحرا نوردی اور بادیہ پیائی میں گزرے۔ درس و تدریس کا شغل ہمیشہ قائم رہا اور کبھی کسی زمانہ میں ان کے شاگردوں کی تعداد ڈیڑھ سو سے کم نہ رہی۔ فقروتصوف کے مشغلے جدا۔ دور دور سے جو فتاویٰ آتے رہے ان کا جواب لکھنا الگ با ایں ہمہ سینکڑوں کتابیں تصنیف کیں جن میں سے بعض کئی کئی جلدوں میں ہیں اور گوناگوں مضامین سے پر ہیں اور جو تصنیف ہے اپنے باب بینظیر ہے۔ سچ ہے۔ ایں سعادت بزور بازو نیست

میں سب سے پہلے ان کی تصنیفات کی ایک اجمالی فہرست بترتیب حروف تہجی لکھتا ہوں جو طبقات سبکی اور شرح احیاء اور کشف الظنون سے ماخوذ ہے۔

حرف الف : احیاء العلوم ۔ املاء علی مشکل الاحیار ۔ اربعین ۔ الاسماء الحسنٰی ۔ الاقتصاد فی الاعتقاد الجما العوام ۔ اسرار معاملات الدین ۔ اسرار الا ؛ر الا لیہ ۔ بالایات المتلوہ ۔ اخلاق الابرار والنجاۃ من الاشرار ۔ اسرار اتباع السنۃ ۔ اسرار الحروف وا لکلمات ۔ ایھا الولد۔

حرف ب : بدایہ الہدایہ در موعظت ۔ بسیط در فقہ ۔ بیان القولین للشافعی ۔ بیان نصائح الاباحیہ ۔ بداء الفسیح۔

حرف ت : تنبیہہ الغافلین ۔ تلبیس ابلیس ۔ تہافۃ الفلاسفہ ۔ تعلیقۃ فی فروغ المذہب ۔ تحسین الماخذ ۔ تحسین الاولۃ ۔ تفرقۃ بین الاسلام والزندقہ۔

حرف ج : جواہر القرآن

حرف ح : حجۃ الحق ۔ حقیقۃ الروح

حرف خ : خلاصۃ رسائل الی علم السائل فی المذاہب ۔ اختصار المختصر للمزنی و ہو ماخذ الکتب المشہورۃ

حرف ر : الرسالۃ القدسیہ

حرف س : السرالمصون رتب فیہ آیات القرآن علی اسلوب غریب

حرف ش : شرح دائرۃ علی بن ابی طالب المسماۃ بنجیہ الاسماء ۔ شفاء العلیل فی مسئلۃ التعلیل

حرف ع : عقیدۃ المصباح ۔ عجائب صنع اللہ ۔ عقود المختصر وہو تلخیص المختصر للجوینی از الغزالی 19

حرف غ : غایۃ الغور فی مسائل الدور فی مسئلہ الطلاق ۔ غور الدور الفہ ببغداد 484ھ

حرف فا : فتاویٰ مشتملہ علی مائۃ و تسعین مسئلہ الفکرۃ والعبرۃ فواتح السور ۔ الفرق بین الصالح وغیر صالح

حرف ق : القانون الکلی ۔ قانون الرسول ۔ القربۃ الی اللہ ۔ القسطاس المستقیم ۔ قواعد العقائد ۔ القول الجمیل فی علی من غیر الانجیل۔

حرف ک : کیمیائے سعادت - کیمیائے سعادت مختصر - کشف العلوم الآخرۃ - کنز العابہ

حرف ل : اللباب المنتحل فی علم الجدل

حرف میم : المستصفی فی اصول الفقہ - منخول ماخذ فی الخلافات بین الحنفیہ والشافعیہ المبادی والغایات المجالس الغزالیہ - مقاصد الفلاسفۃ المنقذ من الضلال - معیار النظر - معیار العلم فی المنطق - محک النظر - مشکوٰۃ الانوار - مستظہری فی الرد علی الباطنیہ - میزان العمل - مواہم الباطنیہ - المنہج الاعلیٰ - معراج السالکین - المکنون فی الاصول - مسلم السلاطین - مفصل الخلاف فی اصول القیاس - منہاج العابدین - قیل ہو آخر تالیفاتہ - المعارف العقلیہ۔

حرف ن : نصیحۃ الملوک فارسی - حرف واؤ - وجیز - وسیط

حرف یا : یاقوت التاویل فی التفسیر چالیس جلد۔

تلامذہ : امام صاحب کے شاگرد نہایت کثرت سے تھے' خود امام صاحب نے ایک خط میں ایک ہزار تعداد بیان کی ہے ان میں بعض بڑے نامور گزرے ہیں۔ محمد بن تومرت جس نے اسپین میں خاندان تاشفین کو مٹا کر ایک نہایت عظیم الشان سلطنت کی بنیاد ڈالی' امام صاحب ہی کا شاگرد تھا۔ علامہ ابوبکر عربی جو علامہ اندلس میں شہرت عام رکھتے تھے' امام صاحب کے شاگرد تھے۔ اس موقع پر ہم ان کے چند ممتاز شاگردوں کی ایک فہرست درج کرتے ہیں۔

نام	مختصر حال
قاضی ابو نصر احمد بن عبداللہ	444ھ میں پیدا ہوئے اور 544ھ میں وفات پائی۔ طوس میں امام صاحب سے فقہ کی تکمیل کی۔
ابو الفتح احمد بن علی	مدرسہ نظامیہ میں متعدد علوم کا درس دیتے تھے۔ 518ھ میں وفات پائی۔
ابو منصور محمد بن اسماعیل	مشہور واعظ تھے۔ حدیث سمعانی و لغوی سے پڑھی تھی۔
ابو سعید محمد بن اسعد	فقہ میں امام صاحب کے شاگرد تھے۔
ابو حامد محمد بن عبدالملک	فقہ امام صاحب سے پڑھی' حدیث میں حافظ حمیدی کے شاگرد تھے۔
ابو سعید محمد بن علی کروی	امام صاحب کی کتاب الجام العوام کے راوی یہی ہیں۔ ادب میں مقامات حریری کے مصنف کے شاگرد تھے۔
امام ابو سعید محمد بن یحییٰ نیشاپوری	مشہور عالم ہیں۔ امام صاحب کی کتاب بسیط کی شرح اول انہی نے لکھی۔
ابو طاہر امام ابراہیم	امام صاحب نے ایک خط میں لکھا ہے کہ میرے شاگردوں میں سب سے ممتاز ہیں شام وغیرہ کے سفر میں یہ امام صاحب کے ہمرکاب تھے۔
	امام الحرمین سے پڑھا تھا 513ھ میں شہید ہوئے۔
ابو الفتح نصر بن محمد آذربائیجانی	فن تصوف امام صاحب سے سیکھا تھا۔
ابو الحسن سعد الخیر بن محمد اللبنی	مشہور محدث اور سیاح تھے' سمعانی اور ابن جوزی نے حدیث میں ان کی شاگردی کی۔ 541ھ میں وفات پائی۔ امام صاحب سے فقہ پڑھی تھی۔

ابو طالب عبدالکریم رازی	ان کو احیاء العلوم از بر یاد تھی۔ 528ھ میں وفات پائی۔
ابو منصور سعید بن محمد	یہ اس رتبہ کے شخص تھے کہ نظامیہ کے مدرس مقرر ہوئے۔
ابوالحسن علی بن محمد جوینی	طوس میں امام صاحب سے فقہ پڑھی۔
ابوالحسن علی بن مظہر دینوری	امام صاحب کے نامور شاگردوں میں تھے حافظ ابن عساکر محدث نے ان کی شاگردی کی 533ھ میں وفات پائی۔
ابوالحسن علی بن مسلم جمال الاسلام	بڑے نامور شخص ہیں امام صاحب سے تحصیل کی حافظ ابن عساکر وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔

ان بزرگوں کے سوا اور بہت سے شاگرد تھے جن کے نام کی فہرست کی ضرورت نہیں =

وصال حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ : اخیر عمر میں اگرچہ بالکل عابد مرتاض بن گئے تھے اور شب و روز مجاہدات و ریاضات میں بسر کرتے تھے تاہم تصنیف و تالیف کا مشغلہ بالکل ترک نہ ہوا۔ اصول فقہ میں مستصفی جو ان کی نہایت اعلیٰ درجہ کی تصنیف ہے 504ھ کی تصنیف ہے جس سے ایک برس بعد امام صاحب نے انتقال کیا۔

امام صاحب نے 14 جمادی الاخرہ 505ھ بمقام طاہران انتقال کیا۔ اور وہیں مدفون ہوئے۔ ابن جوزی نے آپ کے وصال کا قصہ ان کے بھائی احمد غزالی کی روایت سے حسب ذیل لکھا ہے۔

پیر کے دن امام صاحب صبح کے وقت بستر خواب سے اٹھے۔ وضو کرکے نماز پڑھی۔ پھر کفن منگوایا اور آنکھوں سے لگا کر کہا آقا کا حکم سر آنکھوں پر۔ یہ کہہ کر پاؤں پھیلا دیئے' لوگوں نے دیکھا تو دم نہ تھا۔

امام صاحب کے مرنے کا تمام اسلامی دنیا کو صدمہ ہوا۔ اکثر شعراء نے مرثیے لکھے۔ چند اشعار یہ ہیں۔

بکی علی حجة الاسلام حین ثرے — من کان حی عظیم القدر اشرفه
تلک الزریة تسنوا هی قوی جلدے — والطرف تسهره والد مع تنزنه
صفی فاعظم مفقود فجعت به — من لا نظیر له فی الناس یخلفه

آپ نے وصال سے پہلے دوستوں و اعزہ کو اخلاص و حسن عمل و اخلاص کی دعوت دی تھی اور یہی آپ کی آخری وصیت تھی۔ آپ کے وصال کے متعلق یہ شعر مشہور ہے۔

نصیب حجتہ السلام ایں سرائے سپنج — حیات پنجہ و پنج و وفات پانصد و پنج

تاریخ ولادت ووصال: لفظ محبت اور بحرالکلام احمدی 450ھ برآمد ہوتی ہے اور وفات محب مجتبیٰ کے 505ھ ہے۔ ساتویں صدی ہجری تک امام صاحب کا مزار زیارت گاہ عوام و خواص رہا لیکن فتنہ تاتار میں آپ کا مزار بھی تباہی کے ہاتھوں محفوظ نہیں رہا اور اب اس کے صرف کچھ آثار باقی ہیں۔

[1] بغداد شریف میں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شمالی جانب ایک بڑے قبرستان میں مزار غزالی کے نام سے مشہور ہے۔ مجاور

اولاد: امام صاحب نے اولاد ذکور نہیں چھوڑی' چند لڑکیاں تھیں جن میں سے ایک کا نام ست المنی تھا ان کی اولاد کے سلسلہ کا پتہ دور تک چلتا ہے' قیومی نے باب المصباح میں شیخ مجدالدین سے امام صاحب کے لقب کی نسبت ایک روایت نقل کی ہے شیخ مجدالدین چھٹی پشت میں ست المنی کی اولاد میں سے تھے اور 710ھ میں موجود تھے۔ (الغزالی)

فضائل و کرامات: 1۔ سیدنا ابوالحسن شاذلی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ خواب میں کثیر الزیارۃ ایک دفعہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرما رہے ہیں کہ کوئی عالم دین تمہاری امت میں ہے جیسے میری امت میں محمد غزالی ہے۔

2۔ مولوی اشرف علی تھانوی کی جمع کردہ کتاب شمائم امدادیہ میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ نے فرمایا۔ علماء امتی کا نبیاد بنی اسرائیل' یہ کیسے ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی روح کو بلا کر (مثالی صورت) موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو کا فرمایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ما اسمک تمہارا کیا نام ہے عرض کی محمد بن محمد بن محمد الغزالی۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں نے تم سے تمہارا نام پوچھا تم نے زائد اسماء کیوں گنائے۔ امام غزالی نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے صرف وما تلک بیمینک یاموسیٰ میں عصا کا پوچھا آپ نے آگے اس کے جواب میں کئی جملے بول دیئے۔ مثلاً ھی عصای اتوکا علیہا (الآیات) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تادب ادبکرہ اے

3۔ امام یافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ امام کبیر ابوالحسن علی بن حرزھم فقیہ مغربی مشہور ہیں یہ امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے سخت مخالف تھے آپ کی کتاب احیاء العلوم پر سخت انکار و اعتراض تھا چونکہ صاحب اثر تھے اسی لئے حکم فرمایا جتنے احیاء العلوم کے نسخے دستیاب ہوں تمام کو جلا دو اور وہ بھی جامع مسجد کے سامنے تاکہ ہر ایک کو عبرت ہو' اور ہو بھی جمعہ کا دن تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ یہ منظر دیکھیں۔ اسی جمعہ کی شب کو خواب میں خود کو دیکھا کہ جامع مسجد میں گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مع ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما رونق افروز ہیں اور امام غزالی آپ کے سامنے کھڑے ہیں جونہی یہی امام کبیر ابن حرزھم سامنے آئے عرض کی اذا خصمی یا رسول اللہ یا رسول اللہ میرا مخالف یہی ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی اگر یہ حق پر ہے تو میں توبہ کرتا ہوں اگر میں حق پر ہوں آپ کی اتباع اور آپ کی برکت سے تو اس سے میرا حق دلوایئے۔ آپ نے فرمایا "احیاء العلوم" مجھے دیجئے آپ نے کتاب کھولی اور اس کے ورق کو نگاہ کرم سے نوازا اور فرمایا واللہ ان لشئی حسن بخدا یہ بہتر کتاب ہے اس کے بعد آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کتاب احیاء العلوم دیکھنے کیلئے عنایت فرمائی انہوں نے

کے بقول یہی مزار امام غزالی ہے ہم رفقاء سمیت حاضر ہوئے مجاور کا کہنا ہے کہ مزار کی جدید تعمیر کیلئے حکومت عراق خرچہ نہیں دے رہی بل تحقیق ہو جائے تو خوب امداد کریں گے۔ ہماری تحقیق کی جارہی ہے ہم نے معذرت کردی۔ اویسی غفرلہ

اے یہ واقعہ روح البیان پارہ دوم میں بھی ہے 12۔ اویسی غفرلہ

بھی اسے دیکھ کر فرمایا خوب کتاب ہے۔ پھر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کتاب عنایت فرمائی انہوں نے بھی اسے دیکھ کر کتاب کی تعریف فرمائی۔ پھر علی بن حرزہم کو فرمایا کہ قمیص اتاریئے تاکہ بہتان تراشی کی حد جاری کی جائے اس نے قمیص اتاری تو اس پر پانچ کوڑے مارے گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سفارش کی یارسول اللہ اس نے چونکہ کتاب میں بعض باتیں اپنے گمان پر خلاف سنت دیکھی ہوں گی۔ اسی لئے اس سے خطا ہو گئی۔ امام غزالی اس کی سزا کے بعد اس سے راضی ہوگئے اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شفاعت قبول ہو گئی۔ جب علی بن حرزہم جاگے تو کوڑے کے نشان اس کی پیٹھ پر موجود تھے اور اپنے تمام دوستوں کو واقعہ سنایا اور امام غزالی پر طعن و تشنیع سے توبہ کی اور بارگاہ الٰہی میں استغفار کرتے رہے۔ عجز و زاری سے رو رو کر حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرتے رہے اور ان پانچ کوڑوں کا درد ایک عرصہ تک ستاتا رہا۔ علی بن حرہم کی زاری جاری رہی ایک شب کو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے آپ نے اپنا ہاتھ مبارک اس کے جسم پر پھیرا تو کوڑوں کا درد ختم ہو گیا۔ اس کے بعد تو احیاء العلوم کے مطالعہ کے سوا اور کوئی کام پسند نہ تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر باطن کے دروازے کھول دیئے اور معرفت الٰہی سے وافر حصہ پایا اور اکابر مشائخ کی صف میں شمار ہوئے اور علوم ظاہر و باطن سے خوب خوب نوازے گئے (تعریف الاحیاء ج ا ص 18 علی احیاء العلوم)

نوٹ : یہ واقعہ امام یافعی (مخدوم جہانیاں جہاں گشت و دیگر اکابر محدثین و اولیاء کے استاد و مرشد) رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان کرکے لکھا کہ میں نے قطب عن قطب اور ولی از ولی تا ابوالحسن شاذلی صحیح سند سے بیان کیا اور ابوالحسن شاذلی نے خود صاحب واقعہ کی زبانی سنا ہے۔

تبصرہ اویسی غفرلہ : اولیاء کرام کے ماننے والوں کے لئے تو یہ واقعہ بڑی شے ہے اور منکر تو ہیں ہی منکر۔ انہوں نے خاک جاننا ہے بلکہ الٹا انہیں ایسے واقعات سے بھی نہ صرف انکار بلکہ طعن و تشنیع اور تمسخر و تحقیر (معاذاللہ)

پسندیدہ کتاب احیاء العلوم شریف : حضرت جمال اکرم ابوالفتح شاوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں مسجد حرام میں داخل ہوا تو نیند کا غلبہ ہوا سو گیا۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا دیکھا کہ ائمہ اربعہ (ابوحنیفہ، شافعی، مالک، احمد حنبل) سب نے اپنے مذہب کی کتابیں پیش کیں آپ نے سب کی تصدیق کی اس کے بعد ایک بدمذہب اپنی کتاب پیش کرنے لئے آگے بڑھا آپ کے حکم سے اسے مجلس سے ہٹایا گیا اس کے بعد میں نے عرض کی میرے ہاں احیاء العلوم کتاب ہے اس میں اہل سنت کے عقائد ہیں، اجازت ہو تو پیش کروں آپ نے فرمایا۔ ہاں = میں نے احیاء العلوم کا ایک باب کتاب قواعد العقائد پیش کیا اور اس کا خطبہ پڑھ کر سنایا۔ آپ سن کر خوش ہو رہے تھے۔ فرمایا غزالی کہاں ہے۔ امام غزالی نے عرض کی غلام حاضر ہے آپ نے ہاتھ مبارک بڑھایا۔ امام غزالی نے اسے چوم لیا = جمال اکرم فرماتے ہیں کہ میں نے اس دن حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت زیادہ مسرور پایا اور مجھے بھی مسرت ہوئی کہ آپ نے ائمہ اربعہ کے مذاہب کی تصدیق فرمائی اور عقائد اہلسنت کی صداقت پر مہر ثبت فرمائی اور امام غزالی کی احیاء العلوم کو پسند فرمایا (تعریف الاحیاء ص 32،33)

مزید حکایات اور امام غزالی کے فضائل و کمالات و کرامات فقیر کی کتاب "نشر الدرر واللہ لی احوال الامام الغزالی" میں پڑھیے۔

امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مسلک اور عقیدہ

امام غزالی اپنے خاندان' ماحول اور علمائے نیشاپور و طوس اور بلاد خراسان کے دوسرے مشاہیر مثلاً امام قشیری' شیخ ابواسحاق شیرازی' شیخ ابن سباغ اور اپنے استاد امام الحرمین علامہ جوینی رحمہم اللہ تعالیٰ کے عقائد سے متاثر تھے اور اہلسنت و جماعت' اصول میں اشعری اور فروع میں شافعی مسلک کے تابع تھے اور اسی طریقہ پر گامزن رہتے ہوئے' شافعی مسلک کے فقہ و اصول کی کتابوں کا درس بھی حاصل کیا تھا اور مطالعہ بھی' جب خود صاحب تصنیف بنے تو شافعی عقیدے کی پختگی اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ فقہ اور اصول فقہ شافعیہ پر ایسی مدلل' جامع اور مبسوط کتابیں تصنیف کیں جن کو فقہ شافعی کا گراں قدر سرمایہ کہا جاسکتا ہے یعنی بسیط' وسیط اور وجیز وغیرہ۔

امام شافعی کے اس قول سے بھی امام صاحب کے مسلک اور عقیدے کی تائید ہوتی ہے' وہ کہتے ہیں:

فمن کان فی الفروع علی مذهب الشافعی و فی الاصول علی اعتقاد الاشعریة

"وہ فروع میں شافعی مذہب اور اصول میں اشعری تھے۔"

معتقدات میں مبہم ترین مسائل یا عقائد یعنی رویت باری تعالیٰ' علم واجب الوجود' کلام الٰہی کا ازلی ہونا' صفات الٰہیہ کا قدیم' خلق الافعال میں امام حجتہ الاسلام غزالی اشاعرہ کے معتقد تھے' بایں ہمہ ان کی قوت اجتہادی نے ان میں یہ قوت اور بے باکی پیدا کردی تھی کہ اگر مذہب شافعیہ یا حنفیہ میں وہ کوئی ایسا مسئلہ پاتے جو عقل صریح کے خلاف ہوتا تو یا تو وہ اس کی تاویل کرتے یا صریحاً" اس کا رد کرتے' اس اعتبار سے مقلد ہونے کے باوجود ان میں حقیقی اجتہادی قوت موجود تھی اور اس کے اظہار میں ان کو جب ضرورت اور موقع ملتا کسی قسم کا تذبذب نہیں ہوتا تھا۔ امام صاحب کی یہ اجتہادی قوت اور اس کے اظہار کا رنگ دس سالہ مسافرت کے بعد اور نکھر آیا تھا چنانچہ مشہور عالم نے جب ایک موقع پر امام صاحب سے سوال کیا کہ آپ مذہب ابو حنیفہ کے پیرو ہیں یا مذہب شافعی کے؟ تو امام صاحب نے برجستہ جواب دیا کہ عقلیات میں میرا مذہب برہان اور دلیل ہے اور شریعت میں میرا مذہب قرآن ہے' اس صورت میں نہ میں ابوحنیفہ کا مقلد ہوں اور نہ شافعی کا پابند۔

فی الجملہ امام غزالی ظاہر میں ایک پابند شرع شافعی تھے اور باطن میں ایک صوفی متورع' ہر حال میں اسلام پر ان کا حقیقی ایمان تھا' گویا انہوں نے شریعت قرآنی اور دلائل کو کشف و شہود کے ساتھ شامل کرکے اپنا آئین قرار دیا تھا جس طرح شریعت اور اس کے دلائل و براہین کشف و شہود سے خالی نہ تھے اسی طرح ان کا تصوف' زہد و ورع اور اتباع شریعت سے سرموجدا نہ تھا' ایک ان کے عقائد ظاہری تھے تو دوسرے کو ان کے معتقدات معنویہ کہا جاتا تھا۔

دور حاضرہ کے اختلاف عقائد و مسائل کا حل

جن حضرات کو امام غزالی کی شخصیت پر حسن اعتقاد ہے انہیں دعوت حق پیش ہے کہ دور حاضرہ کے اختلافی مسائل کا حل امام غزالی قدس سرہ کے عقائد و معمولات کو بنایئے۔ الحمد للہ فقیر پورے وثوق سے کہہ رہا ہے کہ دور حاضرہ میں مختلف مذاہب و مسالک میں حق پر وہ ہیں جنہیں سنی بریلوی کہا جاتا ہے کیونکہ بعینہٖ یہی عقائد و معمولات امام غزالی قدس سرہ اور جملہ اسلاف صالحین کے تھے۔ فقیر نے احیاء العلوم کے ترجمہ کے وقت حواشی اور بعض جگہ بریکٹ میں تصریح کرتا چلا گیا ہے اور مفصل طور پر اپنی تصنیف عقائد المجددین میں عرض کئے ہیں بطور نمونہ چند عقائد و مسائل ہدیہ قارئین ہیں۔

حاضر و ناظر : 1۔ التحیات کی بحث میں لکھا کہ واحضر فی قلبک النبی صلی اللہ علیہ وسلم وشخصہ الکریم وقل سلام علیک ایھا النبی ورحمتہ اللہ وبرکاتہ (احیاء العلوم ج ا ص 175) اور اپنے دل پر نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پاک کو سامنے رکھ اور کہہ آپ پر سلام ہوں اے نبی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں۔

2۔ اور مرقات میں حضرت ملا علی قاری نے امام غزالی قدس سرہ کا قول نقل فرمایا کہ قال الغزالی سلم علیہ اذا دخلت فی المسجد فانہ علیہ السلام یحضر فی المسجد امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب تم مسجد میں جاؤ تو حضور علیہ السلام کو سلام عرض کرو اس لئے کہ آپ (علیہ الصلوۃ والسلام) مسجد میں حاضر ہوتے ہیں

نیز احیاء العلوم میں لکھا کہ ولا تظن ان ذالک لم یکن مکشوفا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فان من لم یعرف نفسہ فکیف یعرف اللہ سبحانہ فلا یبعد ان یکون ذلک مکشوفا لبعض الاولیاء والعلماء۔ یہ گمان مت کر کہ روح کی حقیقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر منکشف نہ تھی۔ اس لئے کہ جو خود کو نہیں جانتا وہ اللہ تعالیٰ کو کیسے جانے گا بلکہ یہ بھی بعید نہیں کہ روح کی حقیقت بعض اولیاء اور بعض علماء پر منکشف تھی۔

یک نہ شد دو شد : ہمارے دور کے خوارج تو روح کی حقیقت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نفی کر رہے ہیں امام غزالی تو اس کے آگے بڑھ کر بعض اولیاء بلکہ بعض علماء تک ثابت فرما رہے ہیں۔

فائدہ : حقیقت روح کا علم اور اس کے متعلق ابحاث علمی ہیں۔ ابن القیم نے کتاب الروح میں خوب لکھا ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی نے "احیاۃ الموات" میں اور علامہ نور بخش توکلی رحمہما اللہ تعالیٰ نے کتاب البرزخ میں اور امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح الصدور میں بہتر سے بہتر لکھا ہے۔ فقیر نے ان بزرگوں کے فیض و برکت سے ایک تصنیف مرتب کی ہے۔ الفتوح فیما فی الروح ان شاء اللہ وہ بھی اہل اسلام کو مفید ثابت ہوگی۔ اس میں ثابت کیا ہے کہ حقیقت روح کا علم حضور علیہ السلام کے آگے کیا حقیقت رکھتا ہے جبکہ آپ

سے خدا ہی نہ چھپا ان پر کروڑوں درود اور اربوں سلام۔

قیام تعظیمی : امام غزالی قدس سرہ سماع کی بحث ادب خامس میں لکھتے ہیں۔ ایا عند الدخول اللداخل لم یکن من عادة العرب بل کان الصحابة لا یقومون لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فی بعض الاحوال کما رواہ انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ ولکن اذا لم ثبت فیہ ی عام فلا نری بہ باسا فی البلاد التی حبرت العادة فیھا باکرام و یطب القلوب بہ وکذالک مائر انواع المساعدات اذا قصد بھا قطیب القلب واصطلاح علیھا جماعة فلا باس بمساعدتھم علیھا بل الاخر المساعدة الا فیما ورد فیہ نھی یا یقبل التاویل۔

کسی کے لئے تعظیما" کھڑا ہو جانا عرب کا طریقہ نہ تھا چنانچہ صحابہ بعض اوقات آنحضرت کیلئے کھڑے نہیں ہوتے تھے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے لیکن چونکہ اس کے متعلق کوئی نہی عام نہیں وارد ہے اس لئے جن ملکوں میں اس کا رواج ہے ہمارے نزدیک وہاں قیام تعظیمی کرنا کچھ مضائقہ کی بات نہیں کیونکہ اس سے مقصود تعظیم و تکریم ہے اس قسم کی اور باتیں بھی جو کسی قوم میں رواج پا گئی ہیں جائز بلکہ مستحسن ہیں البتہ جس فعل کے متعلق کوئی ایسی نہی وارد ہو جس کی تاویل نہیں ہو سکتی تو وہ بے شک ناجائز ہے۔

فائدہ : تعظیم انبیاء و اولیاء اور علماء مشائخ اور اکابر اہل سنت کے اشعار میں سے سمجھی جاتی ہے۔ جسے مخالفین اسلام اور منکرین کمالات انبیاء و اولیا شرک و بدعت گردانتے ہیں۔ امام غزالی قدس سرہ نے اسے ایک عامی وجد کرنے والے کیلئے مستحسن قرار دیا تو انبیاء و اولیاء کے تو بطریق اولیٰ مستحسن ہے۔ اس مسئلہ کی تحقیق فقیر کے رسالہ قیام تعظیمی میں پڑھئے۔

حیوۃ الانبیا (علیہم السلام) و الاختیار : حضرت امام اسماعیل حقی حنفی قدس سرہ اپنی تفسیر روح البیان سورۃ الملک میں امام غزالی قدس سرہ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ قال الامام الغزالی الرسول والرسول علیہ السلام لہ الخیار فی طواف العالم مع ارواح الصحابہ مقدر آہ کثیر مل الاولیاء۔ امام غزالی نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کو دنیا میں اپنے صحابہ سمیت سیر کرنے کا اختیار ہے۔ آپ کو بہت سے اولیاء کرام نے دیکھا ہے۔

الاستمداد : حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشعتہ اللمعات شعوع باب زیارۃ میں حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف منسوب کرکے لکھا کہ

امام غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوے در حیات الستمداد کردہ می شود بعد از وفات۔

حضرت امام غزالی قدس سرہ نے فرمایا کہ جس سے اس کی زندگی میں مدد مانگی جاتی اس سے اس کی وفات کے بعد بھی مدد مانگی جائے۔

اصل الاشیاء الاباحہ : اہلسنت قدماء کا یہ ضابطہ بہت بڑا مشہور ہے۔ معتزلہ کے ساتھ بڑا عرصہ اسی قاعدہ پر سنی بر سرپیکار رہے۔ وہ اصل الاشیاء الحظر کے مدعی تھے۔ اب پھر وہی جنگ چھڑی ہوئی ہے۔ گو اس کا فیصلہ امام غزالی

پہلے فرما گئے۔ شبلی نعمانی نے لکھا۔

امام صاحب نے معاشرت و اخلاق کی بنیاد اگرچہ تمام تر مذہب پر رکھی ہے اور اسی وجہ سے ہر عنوان کی ابتداء میں رواہ شرعیہ سے استنباط کرتے ہیں لیکن اس نکتہ کو اس جگہ ملحوظ رکھا ہے کہ شارع کے کون سے افعال رسالت کی حیثیت تعلق رکھتے ہیں اور کون سے معاشرت و عادت کی حیثیت سے آداب طعام پر جو مستقل مضمون لکھا ہے اس میں جہاں کھانا کھانے کے قاعدے لکھے ہیں ایک قاعدہ لکھا ہے کہ کھانا دسترخوان پر چنکر کھانا چاہئے۔ میز یا صندلی پر رکھ کر کھانا نہ چاہئے۔ اس کی سند میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی صندلی پر رکھ کر نہیں کھایا۔ پھر قدمائے سلف کا یہ مقولہ نقل کیا ہے کہ دو چار چیزیں بدعت ہیں جو آنحضرت کے بعد رائج ہوئیں۔ کھانے کی میز یا صندلیاں' چھلنی' اشنان' پیٹ بھر کر کھانا۔ ان اقوال کے بعد لکھتے ہیں کہ گو دسترخوان پر کھانا اچھا ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ صندلی پر کھانا مکروہ یا حرام ہے کیونکہ اس قسم کا کوئی حکم شریعت میں نہیں باقی یہ امر کہ یہ چیزیں آنحضرت کے بعد ایجاد ہوئیں تو یہ کوئی کلیہ نہیں کہ ایجاد بدعت ہے' بدعت ناجائز صرف ہے جو کسی سنت کے مخالف ہو یا جس سے شریعت کا کوئی حکم باوجود بقائے علت کے باطل ہو جائے ورنہ اقتضا کے موافق بعض ایجادات مستحب اور پسندیدہ ہیں۔ صندلی پر کھانے میں صرف یہ بات ہے کہ کھانا زمین سے ذرا اونچا ہو جاتا ہے اور کھانے میں آسانی ہوتی ہے اور یہ کوئی ممنوع امر نہیں جن چار چیزوں کو بدعت کہا گیا ہے سب یکساں نہیں ہیں اشنان ایک گھاس کا نام ہے جو صابن کے بجائے ہاتھ دھونے کے وقت استعمال کی جاتی تھی۔ ہاتھ دھونا تو اور اچھی بات ہے کیونکہ اس میں صفائی اور نفاست ہے کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھونے میں تو اور زیادہ صفائی ہے۔ اگلے زمانہ میں اگر اس کا استعمال نہیں کیا جاتا تھا تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ اس کا رواج نہ تھا یا وہ میسر نہ آتی ہوگی یا وہ لوگ ایسی مہمات میں مشغول تھے جو صفائی پر مقدم تھے۔ یہاں تک کہ وہ ہاتھ بھی نہیں دھوتے تھے اور تلوؤں میں ہاتھ پونچھ لیا کرتے تھے لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ ہاتھ دھونا مستحب نہیں۔ الغزالی ص 33 حاشیہ پر شبلی نے لکھا کہ یہ احیاء العلوم کی عبارت کا لفظی ترجمہ ہے۔

فائدہ : یہ وہ قاعدہ ہے جس سے بیسیوں اختلافی مسائل آسانی سے حل کئے جاسکتے ہیں۔ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے بہت سے بدمذاہب کے بے شمار مسائل کا اسی قاعدہ پر رد فرمایا اور متعدد تصانیف اسی قاعدہ پر مرتب فرمائیں۔ مثلاً منیر العینین' خالص الاعتقاد' الامن والعلی' الدولۃ المکیہ وغیرہ وغیرہ۔

زیارت و قبور انبیاء و اولیاء : فرماتے ہیں سرکار امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ وہ سفر جو عبادت کے واسطے ہو۔ انبیاء و اولیاء صحابہ اور تابعین کی قبروں کی زیادت بلکہ علماء اور بزرگان دین کی زیارت بلکہ علماء بزرگان دین کی ملاقات۔ کیونکہ ان کی صورت دیکھنا عبادت ہے اور ان کی دعا میں بڑی برکت ہے۔ ان کی ملاقات کے فائدوں میں ایک یہ ہے کہ ان کی پیروی کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ تو ان کی زیارت عین عبادت ہی ہے اور عبادتوں کا تخم بھی ہوتی ہے۔ جب ان بزرگوں کے کلام اس کے یار ہوں گے تو فوائد دوچند بسیار ہوں گے۔ قصداً بزرگوں کے مشہد اور مقبرہ پر جانا درست ہے اور یہ جو رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لا تشد والرحال الا الی ثلاثۃ

مساجد۔ یعنی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ اور بیت المقدس کے سوا کسی مسجد کے واسطے سواری پر سفر نہ کرو یہ ظاہر دلیل ہے کہ ان تین مسجدوں کے علاوہ مسجدوں اور مشہدوں سے برکت حاصل کرنا برابر ہیں' مگر جتنے علماء کہ زندہ ہوں جس طرح وہ اس حکم میں داخل نہیں ہیں اسی طرح جو علماء انتقال کر گئے ہیں وہ بھی اس حکم میں داخل نہیں ہیں۔ یعنی زندہ عالموں کی ملازمت اور عالموں کی قبروں کی زیارت اس حکم سے ممنوع نہیں ہے تو اس قصد سے انبیاء' اولیاء کی قبروں کی زیارت کو جانا اور اس نیت سے سفر کرنا درست ہے (کیمیائے سعادت صفحہ 61)

مدینہ منورہ کا قصد کر کے جانا : فرماتے ہیں امام اجل حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کہ تاجدار مدنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مدینہ میں آئے اور زیادت کے سوا اور کوئی غرض نہ ہو تو حق تعالیٰ کے نزدیک اس کا حق ثابت ہو جاتا ہے۔ مجھے اس کا شفیع کرے گا۔ (کیمیائے سعادت ص 109)

بزرگان دین کے ہاتھوں کو بوسہ دینا : فرماتے ہیں حضرت حجتہ الاسلام حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کہ بزرگان دین کے ہاتھوں کو بوسہ دینا سنت ہے۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ (کیمیائے سعادت ص 207)

اولیاء اللہ کا وجود اکسیر ہے : فرماتے ہیں حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کہ اگر کوئی ہم نشیں تم کو ایسا مل جائے جس کی صورت و سیرت تم کو اللہ تعالیٰ کی یاد دلائے تو اس کا ساتھ دو اور اس کو غنیمت سمجھو اور اس سے علیحدہ نہ ہو کہ عاقل کے حق میں اس کا کیسراں سونے کی چڑیا ہے۔ (احیاء علوم الدین ص 288 مطبوعہ لاہور)

بدعت کی صحیح تعریف : حضرت امام غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ زمانہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد جو کام ایجاد ہوا ہے بدعت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر ایک نو ایجاد بدعت کی ممانعت نہیں جبکہ اس کا مقابل کوئی سنت ہو یعنی جس سے سنت مٹنے کا خطرہ ہو (احیاء علوم الدین ص 473) مزید تفصیل فقیر کی کتاب "عقائد المجددین" میں دیکھیئے۔

اہل سنت و جماعت ہی نجات پائے گا : حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب کیمیائے سعادت میں ارشاد فرماتے ہیں۔ ہر شخص کو چاہئے کہ اعتقاد اہل سنت کو اپنے دل میں جمائے کہ یہی اس کی سعادت کا تخم ہوگا۔ (کیمیائے سعادت مطبوعہ لکھنؤ ص 58)

شفاعت انبیاء و اولیاء : بزرگ لوگ گنہگاروں میں سے جس کی شفاعت کریں گے ارحم الراحمین اسے بخش دے گا اور جس کی شفاعت نہ کریں گے۔ فرشتے اسے دوزخ میں لے جائیں گے۔ (کیمیائے سعادت ص 61)

آقائے دو عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب عطائی حاصل ہے : آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیب کی باتوں کی خبر دی۔ مثلاً حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر دی کہ تم کو بلوہ پہنچے گا جس کے بعد جنت ہے اور حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ ان کو باغی گروہ قتل کرے گا اور حضرت امام حسن

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باب میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے سبب سے مسلمانوں کی دو بھاری جماعتوں میں صلح کرے گا اور ایک شخص کو جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا تھا آپ نے فرمایا کہ یہ دوزخی ہوگا تو ایسا ہی ہوا یعنی اس شخص نے خود اپنے آپ کو ہلاک کیا اور یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ جن وجہوں سے معرفت پیشتر ہو جاتی ہے۔ ایسے کسی طرف نہیں تو معلوم ہو سکتیں۔ نہ نجوم سے نہ کیانت سے نہ رمل سے نہ فال سے صرف اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے آگاہ کرنے اور وحی سے آپ کو معلوم ہوئی تھیں اور سفر ہجرت میں سراقہ بن جعشم نے آپ کا تعاقب کیا تو اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں اتر گئے۔ ایک دھواں اس کے پیچھے آیا۔ یہاں تک کہ اس نے اس سے فریاد کی۔ آپ نے اس کے لئے دعا فرمائی تو گھوڑا چھوٹ گیا اور آپ نے اس کو دعا فرمائی اور فرمایا تیرے ہاتھوں میں کسریٰ بادشاہ کے کنگن پہنائے جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ نے ایک جھوٹے کے قتل کی خبر دی۔ جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا اس کے قتل کی خبر اس کی شب بیان کی جس رات وہ مارا گیا۔ حالانکہ وہ صنعا ایمن میں قتل ہوا تھا اور قاتل کا نام بھی ارشاد فرمایا۔ (احیاء علوم الدین ص 466 مطبوعہ لاہور)

نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب وقائق الاخبار میں ارشاد فرماتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک درخت پیدا کیا جس میں چار شاخیں تھیں۔ شجرۃ الیقین اس کا نام رکھا پھر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور کو سفید موتی کے پردے میں طاؤس بنا کر اس درخت پر بٹھایا۔ اس نے ستر ہزار برس اس درخت پر تسبیح کہی۔ آگے کافی مضمون درج فرمایا ہے۔ (وقائع الاخبار مطبوعہ کراچی)

ہذا الاخر مار قمہ قلم الفقیر القادری

ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

7 صفر 1418ھ بروز جمعہ قبل الصلوۃ

باب 1

علم و تعلیم کے فضائل کا بیان

اس باب میں فضائل کے ساتھ ساتھ عقلی و نقلی دلائل بھی بیان کئے جائیں گے اسی لئے اسے چار فصلوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔

فضائل علم:۔ قرآن مجید میں فضائل علم میں چند آیات مبارکہ یہ ہیں۔

(1) شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ (پ 3 آل عمران 18)

(فائدہ) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی گواہی کے ساتھ ملائکہ کے بعد علماء کی گواہی کو ملایا ہے یہ کتنا بڑا مرتبہ ہے۔ اللہ اللہ!! عزوجل

(2) يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (پ 28 المجادلۃ 11)

(فائدہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ عام اہل ایمان سے علماء کے سات سو درجات بلند ہوں گے ہر درجہ کی مسافت سات سو سال ہوگی۔

(3) قُلْ هَلْ يَسْتَوِی الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (پ 23) الزمر 9

(4) انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء (پ 28)

(5) قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ (پ 13) ع 43

(6) الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ (پ 19 النمل 40)

(فائدہ) اس آیت میں تنبیہ ہے کہ وہ تخت لانے پر بزور علم قادر ہوا۔

(7) وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا (پ 20 قصص 80)

(فائدہ) اس میں بیان فرمایا کہ آخرت میں قدر و منزلت علم کی وجہ سے معلوم ہوگی۔

(8) وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ

(9) وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰۤى اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ (پ 5) النساء ع 83

(فائدہ) اس آیت میں معاملات میں علماء کے اجتہاد پر راجع فرمایا اور ان کے مرتبہ کو حکم الٰہی کے معلوم کرنے میں

انبیاء علیہم السلام کے مرتبہ کے ساتھ ملایا۔

(10) يَا بَنِيْٓ آدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ (پ 8، الاعراف 26)

(فائدہ) اس آیت کی تفسیر میں فرمایا گیا ہے کہ آیت میں لباس سے علم اور ریش سے یقین، لباس اور تقویٰ سے حیاء مراد ہے۔

(11) وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ۔ (پ 8) الاعراف 52

(12) فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ۔ (پ 8) الاعراف 7

(13) بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ (پ 21) العنکبوت 49

(14) خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ (پ 27 رحمٰن 4)

1۔ علم سے دین اسلام مراد ہے جیسے قرآن و حدیث اور فقہ اسلام، نہ کہ کالج کی تعلیم وہ تو کسب معاش کا ایک ذریعہ ہے یا فنون دنیویہ اگر کچھ اسلامی فنون شامل ہیں تو وہ کسب معاش کے طور پر۔ اویسی غفرلہ

2۔ حضرت امام غزالی قدس سرہ نے چند آیات پر اکتفا فرمایا ہے ورنہ قرآن مجید میں ان کے علاوہ اور آیات بھی فضیلت علم کے متعلق بکثرت ہیں۔ چونکہ دور حاضر میں علوم دینیہ کی قدر و منزلت کم ہے بلکہ الٹا علماء کرام کی عزت گھٹانے کے اسباب بنائے جا رہے ہیں۔ اسی لئے فقیر حاشیہ پر مزید علمائے اسلام کے فضائل عرض کرتا ہے۔ لیکن میری مراد اہلسنّت کے وہ علماء مراد ہیں جو صحیح معنی میں وارث الانبیاء ہیں۔

(1) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فضل العلم خير من فضل العبادة

ترجمہ: علم کی فضیلت عبادت کی فضیلت سے بڑھ کر ہے۔ (ادب الدین و الدنیا ص 43)

(2) فرمایا:

فضل العلم احب الى فضل العبادة

ترجمہ: علم کی فضیلت عبادت کی فضیلت سے مجھے زیادہ پسند ہے۔ (جامع الصغیر ج 2 ص 75)

(3) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

العلم خزائن ومفتاحها السوال فسئلو يرحمكم الله فانه توجر فيه اربعة السائل والمعلم والمستمع والحب لهم (جامع الصغیر ج 2 ص 69)

ترجمہ: علم کے کئی خزانے ہیں اور ان خزانوں کی کنجی علماء کرام سے سوال کرنا ہے، تو علماء سے پوچھا کرو، اللہ تم پر رحم فرمائے کیونکہ بلاشبہ اس میں چار شخصوں کو ثواب عطا ہوتا ہے، سوال کرنے والے، علم سکھانے والے، سننے والے، اور ان سے محبت رکھنے والے کو۔

(4) فرمایا:

العلم خلیل المومن والعقل دلیله والعمل قیمه'

ترجمہ: علم مومن کا دوست اور عقل آپ کی دلیل ہے اور عمل اس کا سردار ہے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہوا:

العلم والمال یستران کل عیب والجهل والفقر یکشفان کل عیب

ترجمہ: علم اور مال انسان کے تمام عیوب چھپا دیتے ہیں' اور جہالت و محتاجی تمام عیبوں کو کھول دیتے ہیں۔

(فائدہ) علم دو قسم (1) دراستہ (2) وراثت پہلے علم کی طرف آیت ولکن ربانیین میں اشارہ ہے خازن میں ہے الربانی العالم الذی یعمل بعلم اور آیت یعلمهم الکتاب والحکمة میں حکمت میں یہی علم وراستہ مراد ہے (موضح القرآن) خلاصہ یہ کہ علم دراست علم کا مقدمہ ہے اور عمل کا قصور در اصل ایمان کے قصور کا نتیجہ ہے اسی لئے ورع ایمان کے لئے ضروری ہے۔ حدیث میں ہے الورع ملاک الدین حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ العلماء ورثه الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درهما وانما ورثوا العلم فمن اخذه اخذه بحظ وافر (ترغیب و ترہیب)

ترجمہ: علماء انبیاء کے وارث ہیں انبیاء درا ہم ودنانیر کی وراثت نہیں چھوڑتے بلکہ علمی وراثت چھوڑ جاتے ہیں جو علم زیادہ حاصل کرتا ہے اسے نبوت کی وراثت سے زیادہ حصہ نصیب ہوتا ہے۔

(2) اور فرمایا موت العالم مصیبة (الحدیث) ترجمہ: عالم دین کی موت مصیبت ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

العلم حیاة الاسلام وعماد الایمان ومن علم علما اتم اللّٰه اجره ومن تعلم فعمل' علمه اللّٰه مالم یعلم۔ (السیوطی فی جامع الصغیر ج 2 ص 69)

ترجمہ: علم دین اسلام کی حیات ' اور ایمان کا ستون ہے' جس نے علم حاصل کیا' اللہ تعالیٰ اس کو پورا اجر عطا فرمائے گا اور جس نے علم پر عمل کیا اللہ تعالیٰ اس کو وہ علم عطا فرمائے گا جسے وہ نہیں جانتا۔

عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما۔ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقیه واحد اشد علی الشیطان من عابد (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے۔

ابی هر رة رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم خصلتان لا یجتمعان فی منافق حسن صمت وال فقهة فی الدین (داری)

ترجمہ: دو خصلتیں منافق میں جمع نہیں ہوتی ۔ (1) روش نیک (2) اور دین میں فقہ و فطانت

قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یوزن یوم القیمة مداد العلماء بدم الشهداء (احیاء)

ترجمہ: حضور نے فرمایا روز قیامت علماء کی سیاہی شہداء کے خونوں سے وزن کی جائیں گی۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال تدراس العلم ساعۃ من اللیل خیر من احیائہا

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا شب کو ایک گھنٹہ علم سیکھنا سکھانا شب بیداری سے بہتر ہے۔

قال علیہ الصلوۃ و السلام یشفع یوم القیمۃ ثلثۃ الانبیا ثم العلماء ثم الشہداء (احیاء)

ترجمہ: حضور نے فرمایا روز قیامت تین گروہ شفیع ہوں گے (اول) انبیاء (2) علماء پھر شہداء

قال صلی اللہ علیہ وسلم یبعث العلماء ثم یقول یامعشر العلماء انی لم اضع علمی فیکم الا لعلمی بکم ولم اضع علمی فیکم لا نہ عذبناکم بلم اذھبوا لقد غفرت لکم (احیاء)

ترجمہ: حضور نے فرمایا روز قیامت اللہ تعالیٰ علماء کو اٹھائے گا تو فرمائے گا اے گروہ علماء میں نے تم میں اپنا علم اس لئے رکھا کہ میں تمہیں جانتا تھا میں نے تم میں اپنا علم اس لئے نہ رکھا کہ تمہیں عذاب کروں جاؤ میں نے تمہیں بخشا۔ نسل اللہ حسن الخاتمۃ

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ عالم' صائم' قائم' مجاہد سے افضل ہے جب عالم مرجاتا ہے دین میں رخنہ پڑ جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے علم مال اور ملک میں مخیر کیا ان میں سے جو چاہیں اختیار فرمائیں آپ نے علم اختیار فرمایا۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ کریم اہل اسلام کو علمائے کرام کی تعظیم و تکریم کی توفیق بخشے (آمین)

احادیث مبارکہ:۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من یرد اللہ خیر یفقھہ فی الدین ویلیہ رشدہ

(2) ان العلماء ورثۃ الانبیاء **(مشکوۃ شریف)**

(فائدہ) ظاہر ہے کہ کوئی رتبہ نبوت سے بڑھ کر نہیں اس سے معلوم ہوا کہ اس رتبہ کی وراثت سے بڑھ کر کوئی اور شرافت بھی نہیں۔

(3) فرمایا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ زمین و آسمان میں جو بھی چیز ہے وہ علماء کرام کے لئے مغفرت طلب کرتی رہتی ہے۔

(فائدہ) اس سے بڑھ کر اور کونسا مرتبہ ہوگا کہ جس کے لئے آسمان و زمین کے فرشتے طلب مغفرت میں مشغول ہوں وہ خود تو اپنے مشاغل میں مشغول ہے لیکن فرشتے اس کی طلب مغفرت میں مشغول ہیں۔

(4) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' حکمت شریف کی بزرگی میں اضافہ کرتی ہے اور غلام کو اتنا اونچا کرتی ہے کہ اسے بادشاہوں کا مقام عطا فرما دیتی ہے۔

(فائدہ) اس حدیث شریف میں علم کا نتیجہ دنیا میں ارشاد فرما دیا اور ظاہر ہے کہ آخرت میں جو مراتب نصیب ہونگے وہ اس کے سوا ہونگے اور بہتر و اعلیٰ اس لئے کہ آخرت دنیا کی بہ نسبت بہتر و برتر ہے۔

(5) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

خصلتان لا یکونان فی منافق حسن صمت و فقہ فی الدین

ترجمہ: دو عادتیں منافق میں جمع نہیں ہوتیں (ا) خوبی ہدایت (2) دین کی سمجھ

(فائدہ) اس حدیث شریف سے بعض فقہائے وقت کا نفاق دیکھ کر شک نہیں کرنا چاہیے اس لئے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد فقہ سے وہ علم مراد نہیں جسے عام لوگ فقہ خیال کرتے ہیں بلکہ فقہ کے معنی ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔ کہ ادنیٰ درجہ کا فقیہ یہ ہے کہ اسے اس بات کا یقین ہو کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے جب یہ بات فقیہ میں مکمل اور غالب ہو تو اسے وہ نفاق اور نام و نمود سے بری کر دیتی ہے۔

(6) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں سے وہ عالم بہتر اور ایماندار ہے کہ لوگ اس کے پاس حاجت لے کر جائیں تو وہ انہیں فائدہ دے اگر لوگ اس سے بے پروائی کریں تو وہ خود کو بے پرواہ کرے کہ ایمان ننگا ہے اس کا ستر تقویٰ ہے اس کی آرائش حیا اور ثمرہ علم ہے۔

(7) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا درجہ نبوت کے قریب تر اہل علم اور اہل جہاد ہیں اہل علم تو اس وجہ سے کہ انہوں نے لوگوں کو وہ باتیں بتائیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے اور اہل جہاد اس لئے کہ انہوں نے پیغمبران عظام علیٰ نبینا علیہم السلام کی لائی ہوئی شریعت کی حفاظت کے لئے اپنی تلواروں سے جہاد کیا۔

(8) حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک قبیلے کا مرجانا ایک عالم دین کی موت کی بہ نسبت آسان تر ہے۔

(9) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان الناس معادن کمعادن الذھب والفضۃ فخیارھم خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا

لوگ سونے چاندی کی کانوں کی طرح ہیں جو لوگ کفر میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں جبکہ دین میں سمجھ پیدا کریں۔

(فائدہ) قیامت میں علماء کرام کی سیاہی شہیدوں کے خون سے تولی جائے گی۔

(10) حضور نبی اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری امت میں سے چالیس حدیثیں (سنت کے متعلق) یاد کر کے (میری امت تک) پہنچادے تو میں اس کا شفیع اور گواہ ہونگا۔

(11) فرمایا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس میرے امتی نے چالیس احادیث یاد کرلیں وہ قیامت میں اللہ کو فقیہ اور عالم کی حیثیت سے ملے گا۔

(12) حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دین میں سمجھ پیدا کرلے اللہ اسے رنج سے بچائے گا اور اسے ایسی جگہ سے روزی پہنچائے گا کہ جہاں اس کا گمان تک نہ ہوگا۔

(13) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام پر وحی نازل ہوئی کہ اے ابراہیمؑ (علیہ السلام) میں علیم ہوں اور ہر اہل علم کو دوست رکھتا ہوں۔

(14) فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے عالم دین زمین پر اللہ تعالیٰ کا امین ہے۔

(15) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں دو قسمیں ایسی ہیں کہ جب وہ درست ہوں

تو تمام لوگ درست ہو جائیں گے اگر وہ بگڑ جائیں تو تمام لوگ بگڑ جائیں گے (ا) امراء (حکام ' امیر) فقہاء (علماء)

(16) نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر کوئی ایسا دن نہیں آیا جس میں میرا علم زیادہ نہ ہو جو مجھے اللہ کے قریب کردے اگر ایسا نہیں تو اس دن کا سورج نکلنا مجھے نصیب نہ ہو۔ عبادت و شہادت پر علم کو فضیلت دینے میں زندگی بسر کرو۔

(17) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فضل العالم علی العابد فضلی علی ادنی رجل من اصحابی

ترجمہ: عالم کی عابد پر فضیلت ایسے ہے جیسے میری فضیلت میرے ادنیٰ صحابی پر ہے۔

(فائدہ) غور فرمایئے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیسے علم کو نبوت کے درجہ کے ساتھ ملایا ہے جو عمل علم سے خالی ہو اس کے رتبہ کو کیسے کم بتایا ہے حالانکہ عابد جس طرح کی ہمیشہ عبادت کرتا ہے اس کا تو اسے علم بھی ہے اس لئے کہ اگر اسے علم نہیں تو عبادت کیسے کرتا ہے؟

(19) نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فضل العالم علی العابد کفضل القمر علی سائر الکواکب

ترجمہ: عالم کی عابد پر ایسے فضیلت ہے جیسے چاند کو تمام ستاروں پر

(20) نبی اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

شفیع یوم القیامۃ ثلاثۃ الانبیاء ثم العلما ثم الشہداء

ترجمہ: روز قیامت انبیاء' علماء' شہداء شفاعت کرائیں گے۔

(فائدہ) اس حدیث شریف میں علم کا نہایت عظیم الشان رتبہ ثابت ہوا کہ نبوت کے بعد لیکن شہادت کے مرتبہ سے اوپر علم کا ہی رتبہ ہے باوجود یہ کہ شہادت کے بہت بڑے فضائل احادیث میں وارد ہیں لیکن اس سے بھی علم افضل ہے۔

(21) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کسی شے سے بہتر نہیں ہوتی۔ جسے دین کی سمجھ ہوتی ہے' ایک سمجھنے والا (فقیہ' عالم) شیطان پر ہزار عابدوں سے سخت تر ہے اور ہر چیز کا ایک ستون ہوتا ہے اور اس دین (اسلام) کا ستون فقہ ہے۔

(22) حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دین میں بہتر وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو۔ اور بہترین عبادت فقہ ہے۔

(23) نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایماندار عالم ایماندار عابد سے ستر درجہ بڑھ کر ہے۔

(24) حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم ایسے زمانہ میں ہو جس میں فقیہ بہت ہیں اور خطیب کم اور سائل قلیل اور دینے والے بہت ہیں۔ اس زمانہ میں عمل کرنا بہ نسبت علم کے بہتر ہے عنقریب ایک وقت آئے گا

جس میں فقیہ کم ہونگے اور خطیب زیادہ اور دینے والے تھوڑے ہونگے' مانگنے والے زیادہ اس میں علم بہ نسبت عمل کے بہتر ہوگا۔

(25) نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا عالم اور عابد کے درمیان سو درجات کا فرق ہے سو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا ستر سال میں ایک گھوڑا تیز رفتار مسافت طے کرے۔ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعمال میں سے کون افضل ہے آپ نے فرمایا علم خداوندی عزوجل۔ عرض کی ہم اعمال میں افضل پوچھتے ہیں آپ علم کا فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ علم کے ساتھ تھوڑا سا عمل کارآمد ہوتا ہے اور جہالت کے ساتھ بہت سا عمل بے سود ہے۔

(26) نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا' قیامت میں اللہ بندوں کو اٹھائے گا علماء کو اٹھا کر فرمائے گا اے گروہ علماء میں نے جو تم میں اپنا علم رکھا تھا تمہیں عملاً ہی رکھا تھا اور میں نے اپنا علم تم میں اس لئے نہیں رکھا تھا کہ تمہیں عذاب دوں۔ جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا۔ (دعاء) اللہ سے ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ ہمارا انجام بھی ایسا کرے (آمین)

آثار صحابہ و غیرہم رضی اللہ عنہم

علم کے فضائل میں صحابہ و تابعین کے آثار یعنی اقوال بھی بہت ہیں۔

(1) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت کمیل کو ارشاد فرمایا کہ کمیل علم مال سے بہتر ہے۔ علم تیری حفاظت کرتا ہے اور تو مال کی۔ علم حاکم ہے اور مال محکوم علیہ۔ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے اور یہ بھی آپ کا ارشاد ہے کہ عالم افضل ہوتا ہے۔ روزہ دار۔ شب بیدار جہاد کرنے والے سے' جب عالم دین فوت ہوتا ہے تو اسلام میں ایسا رخنہ پڑتا ہے جسے بجز اس کے نائب کے اور کوئی بند نہیں کرسکتا۔ نیز آپ نے ایک قطعہ (عربی) میں فرمایا:

(1) ماالفخر الا لاہل العلم انہم۔ علی الھدٰی لمن استھدی اولاء

(2) وقدر کل امری کان یحسنہ۔ والجاہلون لاہل العلام اعداء

(3) لغز بعلم تعش حیا بہ ابدا۔ الناس موتی و اہل العلم احیاء

ترجمہ: (1) ہاں علماء کے بدن پر بہترین قبائے فخر ہے اس لئے کہ وہ خود بھی راہ حق پر ہیں اور دوسروں کے رہنما ہیں۔

(2) جس شے سے حاصل ہو انسان کی قدر اسی سے ہے۔ جہال کو ہمیشہ علماء سے عداوت ہے۔

(3) اے عزیز ایسا علم سیکھو جس سے تم ہمیشہ زندہ رہو۔ تمام لوگ مردہ ہیں زندہ صرف عالم دین ہے۔

(2) حضرت ابولاسود رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کوئی شے عزت والی علم سے بڑھ کر نہیں کہ بادشاہ عوام کے حاکم ہیں لیکن علماء بادشاہوں پر حکمرانی کرتے ہیں۔

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان بن داود' علی نبینا و علیہما الصلوۃ والسلام کو اختیار دیا گیا تھا کہ علم و مال اور سلطنت میں جو پسند کرو طلب کرو۔ آپ نے علم کو پسند فرمایا پھر علم کی وجہ سے مال اور سلطنت عطا ہوئی۔

(4) حضرت ابن مبارک رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ اچھا انسان کون ہے۔ آپ نے فرمایا عالم دین۔ پھر پوچھا کہ بادشاہ کون ہے فرمایا زاہد پھر پوچھا کہ کمینہ کون فرمایا وہ جو دین کو بیچ کر مال کماتا ہے۔

(فائدہ) آپ نے عالم کے سوا اوروں کو انسان نہ سمجھا۔ اس لئے کہ وہ خاصہ جس سے جانوروں سے انسان کو امتیاز ہے وہ علم سے ہے اور انسان تبھی انسان کہلائے گا جس کی وجہ سے اسے شرف ہے وہ اس میں موجود ہو۔ انسان کی شرافت نہ تو جسم کے زوربازو سے ہے کہ طاقت میں انسان سے اونٹ زیادہ طاقتور ہے اور نہ ہی بڑے جثہ کی وجہ سے اس لئے کہ جثہ میں ہاتھی بڑا ہے اور نہ ہی شجاعت و بہادری سے اس لئے کہ بہت سے درندے انسان سے شجاعت و بہادری میں زیادہ ہیں اور نہ ہی کھانے کی وجہ سے اس لئے کہ بیل کا پیٹ آدمی سے بڑا ہے نہ صحت کی وجہ سے اس لئے کہ چھوٹی سی چڑیا صحت میں انسان سے بڑھ کر ہے۔ بلکہ انسانی شرافت صرف اور صرف علم سے ہے اسی علم کے لئے وہ پیدا ہوا۔

(5) علماء فرماتے ہیں کہ ہمیں کوئی بتا دے کہ جسے علم نصیب نہ ہوا اسے کیا ملا - اور جسے علم نصیب ہوا اس سے اس کے لئے اور کیا باقی رہا۔

(6) حضرت فتح موصلی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا' جب مریض کو تین دن کھانا پینا اور دوا میں سے کچھ نہ دیا جائے تو وہ مر جائے گا۔ لوگوں نے کہا واقعی ایسا ہی ہے۔ انہوں نے فرمایا یہی حال دل کا ہے' جب اس سے تین دن تک علم و حکمت روک دیئے جائیں تو وہ (دل) مرجاتا ہے۔

(فائدہ) یہ ارشاد بجا ہے اس لئے کہ دل کی غذا علم و حکمت ہے - انہی دونوں سے اس کی زندگی ہے جس طرح بدن کی غذا طعام ہے اور جسے علم میسر نہیں تو اس کا دل بیمار ہے بلکہ اس پر موت لازم ہے۔ لیکن ایسے لوگوں کو اپنی بیماری اور موت کی کوئی خبر نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ دنیا کی محبت اور دنیوی کاروبار میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس کی حس ختم ہو جاتی ہے۔ جیسے نشہ یا خوف کے غلبہ میں زخم کا درد اس وقت محسوس نہیں ہوتا اگرچہ فی الواقع درد ہوتا ہے۔ لیکن جب موت دنیا کا بوجھ اور اس کے تعلقات اتار پھینکتی ہے تب اپنے دل کی موت کو جانتا ہے اس پر وہ افسوس کرتا ہے لیکن اس وقت کا افسوس کوئی مفید نہیں جس طرح خوف والے کا خوف یا نشہ والے کا نشہ جب دور ہوتا ہے تو پھر اسے جہاں بحالت نشہ یا خوف زخم آئے تھے درد محسوس ہوتا ہے۔ (ہم اللہ سے اس دن سے پناہ مانگتے ہیں جب حقیقت حال کھلے گی)

(فائدہ) اب تو لوگ نیند میں ہیں جب مریں گے تب بیدار ہوں گے۔

(7) حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء کی سیاہی اور شہدا کا خون تولا جائے گا اس وقت سیاہی خون سے بڑھ جائے گی۔

(8) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے لوگو علم سیکھو اس سے پہلے کہ علم اٹھا لیا جائے اور اس کا اٹھانا یہ ہے کہ اس کے بیان کرنے والے مرجائیں۔ فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جو لوگ راہ خدا میں شہید ہوئے وہ علماء کی بزرگیاں دیکھ کر چاہیں گے کہ کاش اللہ تعالیٰ انہیں (قیامت میں) عالم دین اٹھاتا۔ کوئی بھی پیدا ہوتے ہی عالم نہیں ہوتا بلکہ علم پڑھنے سے عالم بنتا ہے۔

(9) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تھوڑے سے رات کے حصہ میں علم کا تذکرہ تمام رات کے جاگنے سے بہتر ہے۔

(11) حضرت امام احمد حنبل رحمتہ اللہ علیہ سے بھی اس طرح منقول ہے۔

(12) حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ سے آیت

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً البقرۃ ۲۰۱

ترجمہ: اے رب عزوجل ہمارے ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے۔

کی تفسیر منقول ہے کہ دنیا کی حسنہ سے علم و عبادت مراد ہے اور آخرت کی حسنہ جنت مراد ہے۔

(13) بعض حکماء سے سوال کیا گیا کہ کونسی شے ذخیرہ کے طور پر جمع کی جائے۔ جواب دیا کہ وہ شے ذخیرہ کرنی چاہیے کہ جب تمہاری کشتی ڈوب جائے تو وہ (شے) تمہارے ساتھ تیرنے لگے یعنی علم ذخیرہ کرنے کے لائق ہے کہ جب کشتی بدن بحر موت میں ڈوب جائے تو یہی ساتھ رہے۔

اقوالِ دانشوران

(1) بعض حکماء کا قول ہے کہ جو شخص حکمت کو اپنی لگام بناتا ہے لوگ اسے اپنا امام بناتے ہیں اور جو شخص حکمت میں معروف ہوتا ہے اس کو لوگ عزت اور وقار سے دیکھتے ہیں (2) امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ علم کی شرافت یہ ہے کہ اسے جس شخص کی طرف منسوب کرو گو ادنیٰ بات ہی کیوں نہ ہو مثلاً کہ یہ شخص فلاں چیز کا علم رکھتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے اور جس شخص سے اس کی نفی کرو مثلاً کہو کہ فلاں چیز کا اس کو علم نہیں تو وہ رنجیدہ ہوتا ہے۔ (۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے لوگو! علم کے پیچھے لگو اللہ تعالیٰ کے پاس ایک چادر محبت ہے جو شخص کوئی باب علم کا طالب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ وہ چادر اس کو اڑھاتا ہے پھر اگر وہ شخص کوئی گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رضا جوئی اس سے کرالیتا ہے پھر دوبارہ اگر خطا کا مرتکب ہوتا ہے تب بھی اس سے رضا جوئی کا طالب

ہوتا ہے تیسری بار بھی ایسا معاملہ ہوتا ہے۔

(فائدہ) ہر دفعہ کی رضا جوئی کرانے سے ثابت ہوا کہ اس سے وہ چادر نہ چھینے اگرچہ اس کا گناہ بڑھتے بڑھتے موت تک پہنچ جائے۔ (4) احنف رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ علماء ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ ملک کے مالک بن جائیں گے اور جس عزت کی مضبوطی علم سے نہ ہو تو اس کا انجام ذلت ہوتا ہے۔

حکایات: سالم بن ابی جعد کہتے ہیں کہ میرے آقا نے مجھ کو تین سو درہم لے کر آزاد کردیا میں نے سوچا کونسا فن سیکھوں بالآخر علم کو پیشہ بنایا ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ حاکم شہر میری ملاقات کو آیا اور میں نے اس کو لوٹا دیا اپنے قریب نہ آنے دیا۔ (2) زبیر بن ابی بکر کہتے ہیں کہ مجھے میرے باپ نے عراق میں خط لکھا کہ تو علم حاصل کر اس لئے کہ اگر تو مفلس ہو جائے گا تو یہ تیرا مال ہوگا اور اگر تو غنی ہوگا تو اس سے تیری زینت ہوگی۔ (3) لقمان حکیم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے صاحبزادہ کو وصیت کی کہ اے بیٹے علماء کے پاس بیٹھ اور اپنا زانو ان کے زانو سے ملا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نور حکمت سے دلوں کو ایسا زندہ کرتا ہے۔ جیسے زمین کو بارش سے سرسبز کرتا ہے۔

(فائدہ) بعض حکماء فرماتے ہیں کہ عالم مرجاتا ہے تو مچھلیاں پانی میں اور پرندے ہوا میں اس کے لئے روتے ہیں گو ظاہر میں اس کا چہرہ نظر نہیں آتا مگر اس کی یاد دلوں میں نہیں بھولتی۔ زہری فرماتے ہیں علم مرد ہے اور اس کو مردوں میں سے وہی پسند کرتے ہیں جو مرد ہوں۔

فضائل طالب علم (قرآنی آیات)

(1) فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ۔ پ 11 التوبۃ 122

ترجمۂ کنزالایمان: توکیوں نہ ہو کہ اِن کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں

(2) فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿43﴾ پ 14 النحل

ترجمۂ کنزالایمان: تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں

احادیث مبارکہ:۔ (1) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من سلک طریقا یطلب فیہ علما سلک اللہ بہ طریقا الی الجنۃ (ترجمہ) جو شخص راستہ چلتا ہے کہ علم حاصل کرے گا اللہ تعالیٰ اسے اس راستہ پر چلائے گا جو جنت میں لے جائے گا۔ (2) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ فرشتے طالب علم کے عمل سے خوش ہو کر اس کے لئے اپنے بازو بچھاتے ہیں (3) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم جاکر کسی علم کا باب سیکھو تو اس سے بہتر ہے کہ سو رکعات نفل پڑھو۔ (4) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے (5) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علم وہ خزانہ ہے جس کی کنجیاں سوال ہیں پس علم کا سوال کرو اسی میں چار اشخاص کو ثواب ملتا ہے۔ (1) سوال کرنے والا (2) عالم (3) سننے والا (4) جو ان سے محبت رکھتا ہو (4) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جاہل کو لائق نہیں کہ وہ اپنے جہل پر خاموش رہے

اور نہ عالم کو چاہیے کہ وہ اپنے علم پر چپکا رہے یعنی جاہل کو دفع جہالت کے لئے سوال کرنا چاہیے اور عالم کو اس کا جواب دینا چاہیے۔ (7) حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ مجلس علمی میں حاضر ہونا ہزار رکعت پڑھنے اور ہزار بیماروں کی عیادت کرنے اور ہزار جنازوں میں شریک ہونے سے بہتر ہے کسی نے عرض کیا تلاوت قرآن سے بھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا قرآن بغیر علم کے کب مفید ہے؟ (8) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جسے موت آئے اور وہ اسلام کے زندہ کرنے کیلئے علم سیکھتا ہو تو اس کا اور انبیاء کا درجہ جنت میں ایک ہوگا۔

اقوال صحابہ وغیرھم

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب میں طالب علم تھا تو کم مرتبہ تھا اب جو میرے پاس لوگ علم سیکھنے لگے تو عزت والا ہو گیا ہوں (2) ابن ابی ملیکہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جیسا کوئی نہیں دیکھا اگر صورت کو دیکھو تو سب سے حسین و جمیل اگر گفتگو کریں تو سب سے فصیح تر اور فتویٰ دیں تو سب سے زیادہ علم والے۔ (3) ابن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تعجب ہے اس شخص پر جو علم طلب نہ کرے نامعلوم اس کا نفس اسے بزرگی کی طرف کیسے بلاتا ہے (4) بعض حکماء نے کہا ہے کہ ہمیں دو شخصوں پر ترس آتا ہے (1) علم کا طالب تو ہے لیکن سمجھتا نہیں (2) علم کو سمجھتا ہے لیکن اسے طلب نہیں کرتا (5) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں ایک مسئلہ سیکھوں میرے نزدیک تمام رات کی شب بیداری سے بہتر ہے اور یہ بھی انہیں کا قول ہے کہ عالم اور طالب علم کار خیر میں شریک ہیں باقی تمام آدمی بیکار ہیں ان میں کوئی بہتری نہیں۔ ان کا ارشاد ہے عالم ہو یا طالب علم ہو یا سننے والا ہو ان تینوں کے سوا چوتھا مت ہو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ (6) حضرت عطاء رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ایک مجلس علم کی گفتگو ستر مجلسوں کا کفارہ ہوتی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہزار شب بیدار روزہ دار عابدوں کا مرجانا ایسے عالم کی موت سے کم ہے جو اللہ تعالیٰ کے حلال و حرام میں ماہر ہو۔ (7) امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ علم کا طلب کرنا نوافل پڑھنے سے افضل ہے۔ (8) ابن عبدالحکم نے فرمایا ہے کہ میں امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے پاس سبق پڑھتا تھا کہ ظہر کا وقت ہو گیا میں نے اپنی کتاب نماز پڑھنے کیلئے تہہ کی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے فلاں جس کیلئے تو اٹھا ہے وہ اس سے بہتر نہیں جس میں تو تھا بشرطیکہ نیت درست ہو۔ (9) حضرت ابودرداء فرماتے ہیں کہ جس شخص کا خیال ہو کہ علم کا طلب کرنا جہاد نہیں ہے تو اس کا عقل و خیال ناقص ہے۔

(3) تعلیم کے فضائل (قرآنی آیات)

(1) ولینذرا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون (پ۱۱)

ترجمہ! اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔ (کنزالایمان)

فائدہ! اس آیت میں حسنہ سے مراد تعلیم و ارشاد ہے۔

(2) وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ال عمران ۱۸۷

ترجمہ! اور یاد کرو جب اللہ نے عہد لیا ان سے جنہیں کتاب عطا ہوئی کہ تم ضرور اسے لوگوں سے بیان کردینا اور نہ چھپانا۔ (کنزالایمان)

فائدہ! اس میں تعلیم کا واجب ہونا مذکور ہے!

(3) وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ. البقرۃ ۱۴۶

ترجمہ! اور بے شک ان میں ایک گروہ جان بوجھ کر حق چھپاتا ہے۔ (کنزالایمان)

فائدہ! اس میں علم کے چھپانے کی حرمت بیان فرمائی ہے جیسے گواہی کے چھپانے کے لئے ارشاد فرمایا ہے کہ ومن یکتمھا فانہ اثم قلبہ اور فرمایا ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا، ترجمہ! اور جو گواہی چھپائے گا تو اندر سے اس کا دل گناہ گار ہے۔ ترجمہ! اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے۔

(4) وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ. البقرۃ ۱۲۹

ترجمہ! اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے۔ (کنزالایمان)

احادیث مبارکہ

(1) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے کسی کو علم دیا تو اس سے عہد بھی لیا ہے جو پیغمبروں سے لیا ہے کہ وہ اس کو بیان کریں گے اور چھپائیں گے نہیں۔ (2) جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن روانہ کیا تو ارشاد فرمایا لان یھدی بک اللہ بک رجلا واحدا خیر من الدنیا و مافیھا (3) جو شخص علم کا باب اس لئے سیکھے کہ وہ لوگوں کو سکھائے گا تو اس کو 70 ستر پیغمبروں جتنا ثواب دیا جائے گا۔ (4) حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا جو شخص عالم باعمل ہو اور لوگوں کو علم سکھائے وہ آسمان اور زمین کے ملکوت میں عظیم کہلاتا ہے۔ (5) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ عبادت کرنے والوں اور جہاد کرنے والوں سے ارشاد فرمائے گا کہ جنت میں جاؤ علماء عرض کریں گے یا اللہ انہوں نے ہمارے علم کے طفیل عبادت اور جہاد کیا یعنی شایان اکرام ہم ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم میرے نزدیک بعض فرشتوں جیسے ہو تم شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول ہوگی پس وہ سفارش کریں گے پھر وہ خود جنت میں داخل ہونگے اور یہ رتبہ اسی علم کا ہے جو تعلیم سے دوسروں کو فائدہ پہنچے اس علم کا نہیں جو صرف اسی کے ساتھ رہے لیکن دوسروں کو فائدہ نہ پہنچے! (6)

حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ ان اللہ عزوجل لاینزع العلم انتزا عامن الناس بعد ان یوتیھم ایاہ ولکن یذھب بذھاب العلماء فکلما ذہب العالم ذھب بمامعہ من العلم حتی اذالم یبق الا روساء جھالا ان سئلوا افتوا بغیر علم فیضلون ویضلون (ترجمہ) بے شک اللہ علم دے کر لوگوں سے چھین نہیں لے گا مگر علماء کرام دنیا سے اٹھا کر علم بھی اٹھا لیتا ہے جب کوئی عالم دین فوت ہوتا ہے تو اس کا علم بھی اس کے ساتھ چلا جاتا ہے یہاں تک کہ جاہل لیڈروں کے سوا کوئی نہیں رہتا لوگ ان سے مسائل پوچھتے ہیں تو وہ علم کے بغیر غلط فتوے دیتے ہیں تو وہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ (7) حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ من علم علما فکتم الجمہ اللہ یوم القیامۃ بلجام من نار (ترجمہ) جو کوئی علم پڑھے لیکن اسے لوگوں سے چھپائے تو اس کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی۔ (8) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ خوب عطا اور عمدہ ہدیہ کلمہ حکمت ہے جسے تم سنو اور یاد رکھو پھر اسے اپنے بھائی مسلمان کے پاس لے جاؤ اور اسے سکھلاؤ تو ایک سال کی عبادت کے برابر ہے۔ (9) حضور پاک صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے الدنیا ملعونۃ و ملعون مافیھا الا ذکر اللہ سبحانہ وما والاہ اومعلما اومتعلما (ترجمہ) دنیا ملعون ہے اور جو اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے سوائے ذکر اللہ کے یا وہ جو اس کے قریب ہے یا معلم یا طالب علم۔ (10) فرمایا ان اللہ سبحانہ وملائکہ واھل سموتہ وارضہ حتی النملۃ فی حجرھا وحتی الحوت فی البحر یصلون علی معلم الناس الخیر (ترجمہ) بے شک اللہ اور اس کے فرشتے اور تمام آسمان والے اور زمین والے یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنی بلوں میں اور مچھلیاں سمندر میں سب کے سب ان کے لئے دعا کرتے ہیں جو خیر و بھلائی لوگوں کو سکھاتا ہے۔ (11) مسلمان اپنے بھائی کو اس سے بڑھ کر کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا کہ جو عمدہ بات اس نے سنی وہ دوسرے کو سنا دے (12) ایماندار اگر ایک کلمہ خیر سے سیکھ کر اس کے مطابق عمل کرے تو اس کے حق میں ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے (13) ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم باہر تشریف لائے آپ نے مجلسیں دیکھیں ایک تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے اور اس کی طرف راغب تھے دوسری مجلس والے لوگوں کو علم سکھلاتے تھے آپ نے فرمایا کہ مجلس اول کے لوگ تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں اگر وہ چاہے ان کو دے اور چاہے نہ دے مگر دوسری مجلس والے لوگوں کو تعلیم کرتے ہیں اور مجھ کو بھی اللہ تعالیٰ نے تعلیم کرنے والا ہی بھیجا ہے پھر آپ دوسری مجلس والوں کے پاس تشریف لے جاکر ان کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا مثل مابعثنی اللہ عزوجل بہ من الھدی والعلم کمثل الغیث الکثیر اصاب ارضا فکانت منھا بقعۃ قبلت الماء فانبتت الکلاء والعشب الکثیر وکانت منھا بقعۃ امسکت الماء فنفع اللہ عزوجل بھاالناس فشربوا منھا وتتقو اوزعوا وکانت منھا طائفۃ قیعان لاتمسک ولا تنبت کلاء۔ (ترجمہ) اس کی مثال جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے معبوث فرمایا ہے یعنی ہدایت اور علم کی مثال بارش جیسی ہے جو زمین پر برستا ہے زمین کا ایک قطعہ ایسا ہو کہ پانی جذب کرے اور گھاس و غیرہ بہت اگائے اور ایک ٹکڑا ایسا ہو کہ پانی روک رکھے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ اس سے نفع دے کہ جو پئیں اور کھیتی کو سیراب

کریں اور ایک ٹکڑا ایسا ہو کہ پانی روک رکھے لیکن اس لئے گھاس وغیرہ نہ اگے۔ (فائدہ) اس حدیث میں ان لوگوں کی مثال ہے جن کو اپنے علم سے خود فائدہ ہوتا ہے اور دوسرے ان لوگوں کی مثال ہے جو دوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور تیسری مثال ایسے لوگوں کی ہے جو دونوں باتوں سے محروم ہیں۔ (14) فرمایا اذا مات ---- ابن ادم انقطع عمله الا من ثلث علم ینفع به و صدقة جاریة و ولد صالح یدعواله به الخیر اور فرمایا الدال علی الخیر (ترجمہ) جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں سوائے تین اعمال کے (1) وہ علم جس سے اوروں کو فائدہ ہو (2) صدقہ جاریہ (3) اولاد نیک جو اس کے لئے دعائے خیر کرتے رہیں۔ (15) فرمایا لا حسد الا فی اثنین رجل اتاه الله عزوجل حکمة فهو یقضی بها ویعلمها الناس ورجل ن الله مالا فسلطه علی هلکته فی الخیر (ترجمہ) حسد اس کو صرف دو آدمیوں پر ہوتا ہے (1) اللہ اسے حکمت دے اور وہ اس کے مطابق فیصلے کرے (2) اللہ تعالیٰ اسے مال دے اور وہ اسے خیرات کرنے پر مسلط کردے۔ فرمایا کہ میرے نائبوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے نائب کون ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ جو میرے طریق کو پسند کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو تعلیم کرتے ہیں۔

رضوان اللہ علیہم اجمعین

"اقوالِ صحابہ و غیرھم"

(1) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو کوئی حدیث بیان کرے اور اس پر عمل کرے تو اس کو ان لوگوں کے برابر ثواب ملے گا جو وہی عمل کریں گے (2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص لوگوں کو بہتر بات سکھاتا ہے اس کے لئے تمام چیزیں سمندر کی مچھلیاں تک استغفار کرتی ہیں۔ بعض علماء کا قول ہے کہ عالم اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق میں واسطہ پڑتا ہے۔ (3) حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ عسقلان میں تشریف لا کر وہاں چند دن مقیم ہوئے ان سے کسی نے کچھ نہ پوچھا آپ نے فرمایا کہ مجھے سواری دو۔ تاکہ اس شہر سے نکل جاؤں یہ ایسا منحوس شہر ہے کہ اس میں علم مرجائے گا۔ (فائدہ) یہ آپ نے اس لئے کہا کہ تعلیم کی بزرگی اور اس کی وجہ سے علم کے باقی رہنے کی آپ کو غرض تھی، وہ پوری نہ ہوئی۔ (4) حضرت عطاء رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سعید بن مسیب کے پاس گیا وہ رو رہے تھے میں نے رونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے کوئی کچھ پوچھتا نہیں بعض کا قول ہے کہ علماء زمانہ کے چراغ ہیں ہر ایک اپنے وقت میں شمع ہوتا ہے کہ اس سے اس کے عہد کے لوگ روشنی حاصل کرتے ہیں۔ (6) حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر علماء نہ ہوتے تو آدمی جانوروں جیسے ہو جاتے یعنی علماء لوگوں کو تعلیم کی وجہ سے جانوروں والی حالت سے نکال کر سرحد انسانیت پر پہنچاتے ہیں۔ (7) حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس علم کی کوئی قیمت ہے کسی نے پوچھا وہ کیا ہے فرمایا وہ یہ ہے کہ وہ ایسے کو سکھلاوے جو اچھی طرح یاد کرے اسے ضائع نہ کرے۔ (8) حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

علماء امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ماں باپ سے زیادہ رحیم ہیں لوگوں نے پوچھا کیسے فرمایا ماں باپ تو لوگوں کو دنیا کی آگ سے بچاتے ہیں اور علماء آخرت کی آگ سے بچاتے ہیں۔ (9) بعض کا قول ہے کہ ابتدائے علم سکوت ہے۔ پھر سننا پھر یاد کرنا پھر عمل کرنا پھر اسے لوگوں میں پھیلانا۔ (10) بعض فرماتے ہیں کہ علم ایسے کو سکھاؤ جو اس سے جاہل ہو اور ایسے شخص سے سیکھو جو چیز تمہیں نہ آتی ہو وہ اسکو جانتا ہو جب ایسا کرو گے تو جو کچھ آتا ہو گا اس کو جان جاؤ گے اور جو جانتے ہو گے وہ یاد رہے گا۔ (11) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ علم سیکھو اس لئے کہ اس کا سیکھنا خوف الٰہی ہے اور اس کی جستجو عبادت اور اس کا درس تسبیح اور اس کی بحث جہاد اور جو شخص نہ جانتا ہو اس کو تعلیم کرنا خیرات ہے اور جو اس کا اہل ہو اس پر اس کا خرچ کرنا قرب و منزلت ہے یہی علم تنہائی میں انیس اور سفر میں جلیس اور خلوت میں گفتگو کرنے والا اور دین کا رہبر اور حالت تونگری اور حالت افلاس میں چراغ اور دوستوں کے سامنے نائب اور اجنبی شخصوں میں قریب کرنے والا اور دشمنوں کے حق میں ہتھیار اور راہ جنت کا مینار ہے اس علم کی بدولت اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو بلند رتبہ عنایت فرماتا ہے اور ان کو امور خیر میں امام و پیشوا و ہادی بناتا ہے ان کی دیکھا دیکھی سے اوروں کو بھی خیر نصیب ہوتی ہے ان کے قدموں پر لوگ چلتے ہیں اور ان کے افعال پر غور کرتے ہیں فرشتے ان کی دوستی کے لئے خواہاں ہوتے ہیں اور اپنے بازوؤں سے ان کو پونچھتے ہیں اور تمام خشک و تر ان کے لئے بخشش چاہتے ہیں یہاں تک سمندر کی مچھلیاں اور کیڑے اور خشکی کے درندے اور جانور اور آسمان اور ان کے ستارے سب دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ اس لئے کہ علم دل کی زندگی ہے اس کے باعث جہالت نہیں رہتی۔ علم نور ہے جس کے سامنے تاریکی جاتی رہتی ہے اس سے بدن کو قوت نصیب ہوتی ہے اور ضعف دور ہوتا ہے اس کے باعث بندہ نیک لوگوں کے مراتب اور بلند درجے حاصل کرتا ہے۔ علم میں فکر کرنا روزہ رکھنے کے برابر ہے اس کے درس میں مشغول رہنا شب بیداری کے برابر ہے اس کے باعث اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور توحید و عبادت اور تمجید حاصل ہوتی ہے اسی سے ورع اور تقویٰ اور صلح رحم اور معرفت حلال و حرام حاصل ہوتی ہے اور بدبخت اس سے محروم رہتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے حسن توفیق کے طالب ہیں۔

فصل 4 عقلی دلائل : علم کی فضیلت اور نفاست کا معلوم کرنا مقصود ہے اور جب تک کہ خود فضیلت کو نہ سمجھو گے اور جو اس سے غرض ہے اس کو نہ معلوم کرو گے تو علم و دیگر اشیاء کا جاننا ناممکن ہو گا جیسے کوئی یہ معلوم کرنا چاہئے کہ زید حکیم ہے یا نہیں اور اس کو حال حکمت کے معنی اور اس کی حقیقت معلوم نہ ہو تو اسے سوا بھٹکنے کے اور کیا حاصل ہو گا۔ پس واضح ہوا کہ فضیلت فضل سے ہے جس کے معنی زیادتی کے ہیں تو جب دو چیزیں کسی بات میں شریک ہوں اور ایک میں کوئی بات زیادہ ہو تو اسے کہیں گے کہ یہ دوسرے سے زیادہ افضل ہے لیکن زیادتی اسی چیز میں ہونی چاہئے جو اس چیز کا کمال ہو مثلاً گھوڑے کو جو گدھے سے افضل کہتے ہیں تو اسی لئے کہ گھوڑا باربرداری میں تو گدھے کا شریک ہے مگر کروفر اور تگ و دو اور خوبصورتی میں اس سے بڑھ کر ہے اب اگر کسی گدھ کو بہت سا زیور پہنا دیں تو یہ نہ کہیں گے کہ یہ افضل ہے کیونکہ یہ زیادتی صرف ظاہر کی ہے باطن کی نہیں نہ کمال میں

اس کو کچھ دخل ہے اور جانوروں سے غرض ان کے صفات اور امور باطنی ہیں نہ ظاہر جسم جب یہ معلوم کرلیا تو واضح ہو گیا کہ اگر علم کو اور اوصاف کے لحاظ سے دیکھو تو اس میں ایک طرح کا فضل ہے جیسے گھوڑے کو بہ نسبت اور حیوانات کے فضیلت ہے بلکہ تیز دوڑنا جو گھوڑے میں ہے وہ مطلق فضیلت نہیں اضافی ہے اور علم کو بالذات اور مطلق فضیلت ہے خواہ کسی کی نسبت ہو یا نہ ہو اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفت کمال ہے اور اسی لئے فرشتوں پر انبیاء کا شرف ہے بلکہ گھوڑوں میں سے جس کو تمیز ہوتی وہ احمق اور کم فہم سے اچھا ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ علم کو فضیلت مطلق خواہ کسی کی نسبت ہو یا نہ ہو اور یہ بھی جاننا چاہئے کہ نفیس چیز کی رغبت جو ہوتی ہے اس کی تین قسمیں ہیں۔ 1 غیر کے لئے مطلوب ہو 2 بالذات مطلوب ہو۔ 3 بالذات اور غیر کے لئے دونوں طرح مطلوب ہو ان تینوں قسموں میں وہ روپیہ اشرفی ہیں کہ دونوں خود پتھر ہیں ان سے خود کسی طرح کا فائدہ نہیں اگر بالفرض خداوند کریم آدمیوں کی حاجتیں پوری کرانا ان سے آسان فرماتا تو ان کا اور کنکروں کا ایک سا حال ہوتا اور مطلوب بالذات آخرت کی سعادت اور لذت دیدار الٰہی ہے اور جو چیز کہ بالذات بھی ہے اور غیر کے لئے مطلوب بھی ہوتی ہے اس کی مثال بدن کی سلامتی ہے۔ مثلاً پاؤں کی سلامتی، اس وجہ سے بھی مطلوب ہے کہ بدن درد سے سلامت رہے اور اس لئے بھی مطلوب ہے کہ اس سے چل کر اپنے مطالب اور حاجات پوری کریں اب اس اعتبار سے اگر علم کو دیکھو تو اسے خود بھی لذیذ پاؤ گے اور وسیلہ آخرت اور سعادت اخروی اور قرب الٰہی کا ذریعہ بھی۔ بغیر اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وصول نہیں ہوتا اور آدمی کے حق میں ہر لحاظ سے بڑھ کر سعادت ابدی ہے اور تمام چیزوں میں افضل وہ ہے جو سعادت ابدی کا وسیلہ ہو اور ظاہر ہے کہ اس کا ملنا بغیر علم و عمل کے ہرگز نہیں ہوسکتا اور عمل بھی بغیر اس کے کہ کیفیت عمل کا علم ہو نہیں سکتا اس سے معلوم ہوا کہ دنیا و آخرت میں سعادت کی اصل علم ہے اس لئے ثابت ہوا کہ تمام اعمال سے افضل علم ہے اور کیوں نہ ہو کہ فضیلت کسی چیز کی اس کے نتیجہ سے بھی معلوم ہوا کرتی ہے اور یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ علم کا نتیجہ قرب الٰہی اور وصول بزمرہ ملائکہ اور نزدیکی ملاء الاعلیٰ کی ہے یہ امور تو آخرت میں ہونگے اور دنیا میں عزت و وقار اور سلاطین پر حکم کرنا اور طبیعتوں میں عالم کی قدر و منزلت کا لازم ہونا ہے یہاں تک کہ ترکوں میں غبی اور عرب کے کم رتبہ لوگ اپنی طبیعتوں کو اس بات پر اپنی تخلیق سمجھتے ہیں کہ اپنے بڑوں کی توقیر کریں اس لئے کہ ان کو تجربہ کرتے کرتے کچھ علم زیادہ ہو جاتا ہے بلکہ جانوروں کو دیکھو تو وہ بھی اپنی طبیعت سے انسان کی توقیر کرتے ہیں اس لئے ان کو اس بات کا شعور ہے کہ جو درجہ ہمیں ہے اس کے کمال میں انسان بڑھا ہوا ہے یہ فضیلت علم کی مطلق ہے پھر علوم مختلف ہیں چنانچہ ان کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب آئے گا جیسے علوم میں اختلاف ہے اس طرح ان کے فضائل میں تفاوت ہے اور فضیلت تعلیم اور تعلیم کی بھی وجہ مذکورہ بالا سے ظاہر ہے اس لئے کہ جب یہ ثابت ہوچکا کہ تمام امور میں افضل علم ہے تو اس کا سیکھنا افضل امر کا حاصل کرنا ہوگا اور اس کا سکھانا افضل امر کی تعلیم ہوگی اور اس کی تقریر اس طرح ہے کہ مخلوق کے مقاصد دین و دنیا میں آجاتے ہیں اور دین کا انتظام بغیر دنیوی انتظام کے نہیں ہوسکتا کیونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور جو شخص دنیا کو آلہ آخرت اور

صرف چند روزہ ٹھکانا جانے اس کے حق میں دنیا وصول الی اللہ کا ذریعہ ہے بشرطیکہ اس کو اپنا وطن اور ٹھکانہ بنالے اور دنیا کا انتظام آدمیوں کے اعمال سے ہے اور آدمیوں کے اعمال اور کاروبار تین قسموں پر منحصر ہیں۔ اول تو اصول ہیں کہ بغیر ان کے عالم کا قیام نہیں اور اصول چار چیزیں ہیں (1) زراعت جس پر کھانا موقوف ہے (2) کپڑا بننا لباس کیلئے (3) تعمیر رہنے کیلئے (4) سیاست آپس میں مانوس رہنے اور اجتماع اور اسباب معیشت میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لئے دوسرے وہ اعمال ہیں جو ان چاروں امور کو مہیا کرتے ہیں اور ان کے خادم کی طرح ہیں مثلاً آہن گیری زراعت کی خادم خاص ہے اور دوسرے صنعتوں کے آلات بھی اس سے ہیں اور روئی دھنتا اور کاتنا کپڑا بننے کے خادم ہیں کہ سوت وغیرہ کا ہونا ان پر موقوف ہے تیسرے وہ اعمال ہیں کہ اصول کو پورا کرتے ہیں اور بلکہ انہیں زینت بھی دیتے ہیں مثلاً پیسنا اور پکانا زراعت کے لئے اور دھونا اور سینا کپڑوں کیلئے اور ان تین طرح کے اعمال کو عالم کے قیام میں ایسا تعلق ہے جیسے آدمی کے اجزاء کو اس کے تمام وجود کے قیام میں یعنی آدمی کے اجزاء بھی تین طرح کے ہیں ایک اصول میں جیسے دل اور جگر اور دماغ دوسرے وہ اعضاء ہیں جو اصول کے خادم ہیں یعنی معدہ اور رگیں اور شریانیں اور پٹھے اور نسیں' تیسرے وہ اعمال ہیں جو زینت کیلئے ہیں مثلاً ناخن اور انگلیاں اور بھویں اور بال وغیرہ اور ان صنعتوں میں سے اشرف اور افضل اصول ہیں اور اصول میں سے افضل سیاست ہے ا۔ جس پر مانوس رہنے اور آپس میں زندگی بسر کرنے کا مدار ہے اس لئے اس خدمت کے بجالانے والے کو وہ کمال ہونا چاہیے جو اور صنفتوں میں درکار نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اس خدمت والا اور صفت والوں سے خدمت لیا کرتا ہے اور سب کو اپنا تابع جانتا ہے اور خلق کی درستی کیلئے اور دنیا و آخرت میں ان کو راہ راست بتانے کیلئے۔ سیاست کے چار مرتبے ہیں (1) سیاست جو سب میں برتر ہے۔ سیاست انبیاء علیہم السلام کی ان کا حکم خاص اور عام سب پر ہے لیکن صرف ظاہر پر باطن پر نہیں۔ (2) سیاست 2۔ ان علماء کی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کے عالم ہیں اور یہی علماء انبیاء کے وارث ہیں ان کا حکم صرف خاص لوگوں کے باطن پر ہے عوام کی سمجھ کا اتنا رتبہ نہیں جو ان سے مستفید ہو اور نہ ان کو یہ قوت ہے کہ لوگوں کے ظاہر پر کسی بات کے لازم کرنے یا روک دینے کا تصرف کریں۔ (3) سیاست واعظین (علماء باعمل) ان کا عوام کے باطنوں پر اثر ہوتا ہے ان تمام سیاستوں میں نبوت کے بعد اشرف اور افضل علم کی تعلیم اور لوگوں کے نفس کو مہلک عادتوں اور بری خصلتوں سے بچانا اور عمدہ اخلاق اور سعادت کی طرف راہ بتلانا ہے اور تعلیم سے مراد بھی یہی ہے اور تعلیم کو جو ہم نے دیگر اعمال کی بہ نسبت افضل بتایا اس کی وجہ یہ ہے کہ پیشہ کا شرف تین امور سے پایا جاتا ہے اس قوت کے لحاظ سے جو اس صفت کے پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ مثلاً عقلی علوم لغوی علوم سے افضل ہیں اس لئے کہ حکمت تو عقل سے معلوم ہوتی ہے اور لغت سماع از صاحبان لغات سے عقل سماع کی نسبت افضل ہے تو جو چیز عقل سے معلوم ہوگی وہ بھی افضل ہوگی یہ شرف باعتبار فائدہ کے عام ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جیسے کھیتی بہ نسبت زرگری کے افضل ہے کہ اول کا فائدہ انسانوں اور حیوانوں کو عام ہے بخلاف زرگری کے کہ اس کا فائدہ تمام انسانوں کیلئے نہیں یا شرف باعتبار محل کے ہوتا ہے جس میں اس پیشہ کا اثر ہو جیسے

زرگری چمڑا پکانے سے افضل ہے اس لئے کہ زرگر تو سونے پر کام کرتا ہے اور چمڑا پکانے والا مردار کی کھال پر اب تعلیم کو جو ہم دیکھتے ہیں تو یہ تینوں وجوہ شرف اس میں موجود ہیں اس لئے کہ علوم دینی یعنی سمجھنا طریق آخرت کا ظاہر ہے کہ عقل کی خوبی اور ذکا کی تیزی اور صفائی ہی سے ہوتا ہے اور عقل تمام صفات انسانی سے افضل ہے جیسا کہ اس کا بیان ان شاء اللہ الکریم عنقریب آئے گا اس لئے کہ عقل ہی کے باعث اللہ تعالیٰ کی امانت مقبول ہوتی ہے اور اسی وجہ سے قرب الٰہی تک پہنچتا ہے اور فائدہ کا عام ہونا تعلیم میں خود ظاہر ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کیونکہ اس کا فائدہ اور ثمرہ سعادت آخرت ہے اور تعلیم کے محل کی شرافت میں بھی کچھ شک نہیں کیونکہ تعلیم دینے والا انسانوں کے قلوب اور ان کے نفوس پر تصرف کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ زمین پر موجود چیزوں میں سب سے اشرف انسان کی جنس ہے اور انسان کے اجزاء میں سب سے عمدہ اور اشرف انسان کا دل ہے اور تعلیم دینے والا دل کی تکمیل کرتا ہے اور دل کو جلا دینے اور پاک کرنے اور اس کو قرب الٰہی تک پہنچانے میں مشغول رہتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ علم کی تعلیم دینا ایک طریقہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور باطنی طریقہ سے اس کی خلافت ہے اور یہ خلافت الٰہیہ تعالیٰ کی سب سے بڑھ کر نعمت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عالم دین کے دل پر وہ صفت جو اس کی صفات میں سے خاص تر ہے مفتوح فرمائی تو گویا عالم دین کا دل اللہ تعالیٰ کے عمدہ خزینوں کا خزانچی ہوتا ہے پھر اسے اجازت ہے کہ جس چیز کا محتاج ہے اسے وہ چیز دے ڈالے اب غور کیجئے کہ اس سے زیادہ کونسا رتبہ ہوگا کہ انسان اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق میں واسطہ ہو کر ان کو اللہ تعالیٰ کی نزدیکی اور جنت الفردوس کی طرف کھینچتا رہے۔ یہاں تک کہ انہیں منزل مقصود تک پہنچا دے۔

1۔ اس سے اسلامی سیاست مراد ہے دور حاضرہ کی سیاست جس میں اکثر گڑاؤ اور منافقت' خونخواری اور ظلم کے سوا کچھ نہیں القلیل وھو کالعدم 12 ۔ اویسی غفرلہ

2۔ صرف ظاہری حیثیت سے ورنہ باطنی طور پر تو ہر نبی علیہ السلام اپنی امت کا مرشد ہوتا ہے اور مرشد مریدوں کے باطنی تصرف کا مالک ہوتا ہے اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ ان شاء اللہ ۔ اویسی غفرلہ

باب 2

وہ علم جو قابل تعریف اور قابل مذمت ہے ان کی اقسام اور احکامات کی تفصیل کا بیان۔

وہ علم جس کا حصول فرض عین ہے

احادیث مبارکہ!

(1) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

(2) نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے علم کو طلب کرو اگرچہ چین میں ہو۔ (فائدہ) جو علم کہ ہر مسلمان پر فرض عین ہے اس میں لوگوں کا اختلاف ہے اور اسی بارے میں بیس سے زیادہ فرقے ہوگئے ہیں ہم سب کی تفصیل نہیں لکھتے حاصل اختلاف یہی ہے کہ ہر فرقے نے واجب ہونا اسی علم کا کہا ہے جس کے درپے وہ خود تھا مثلاً کلام 1۔ علم والے کو علم کی غرض علم کلام ہے اس لئے کہ توحید اسی سے معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا علم اسی سے ہوتا ہے اور فقہاء کہتے ہیں کہ وہ علم فقہ ہے اس وجہ سے کہ اس سے عبادت اور حلال و حرام اور معاملات میں سے جائز اور ناجائز معلوم ہوتے ہیں اور علم فقہ سے ان کی غرض وہ ہے جس کی طرف ہر ایک کو حاجت ہے نہ وہ معاملات جو بہت کم واقع ہوتے ہیں اور مفسر و محدث فرماتے ہیں کہ وہ علم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ انہی دونوں سے دیگر تمام علوم حاصل ہوتے ہیں اور اہل تصوف کہتے ہیں کہ اس علم سے غرض ہمارا علم ہے پس ان میں سے بعض یوں کہتے ہیں کہ انسان کو اپنے حال کا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنے کلام کا علم مراد ہے اور بعض کا یہ قول ہے کہ وہ علم اخلاص اور نفس کی آفتوں اور شیطان کے خطروں اور فرشتے کے الہام میں تمیز کرنے کا ہے اور بعض کا ارشاد ہے کہ وہ علم باطن ہے اور وہ چند خاص لوگوں پر واجب ہے جو اس کے اہل ہیں ان لوگوں نے لفظ کے عموم کو بدل ڈالا ہے اور اس کو خاص کرلیا اور ابوطالب 2۔ مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ علم ہے جس کو وہ حدیث متضمن ہے جس میں مبانی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مذکور ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بنی الاسلام علی خمس شهادة ان لا اله الا الله (الحدیث)

1۔ ایک علم کا نام ہے جیسے فقہ، منطق، صرف و نحو علوم کے نام ہیں۔ اویسی غفرلہ

2۔ ان کا تعارف فقیر کے مقدمۃ الکتاب میں پڑھیں۔ اویسی غفرلہ

ترجمہ: اسلام کی بنیاد پانچ امور پر ہے پہلا کلمہ شہادت آگے اس کی تفصیل آئے گی (ان شاء اللہ) اس لئے کہ واجب یہی پانچوں امور ہیں کیونکہ ان کے عمل اور واجب ہونے کی کیفیت کا علم واجب ہونا چاہیے اور جس امر پر طالب کو یقین کرنا چاہیے وہ یہ کہ جسے ہم نے اس باب کے مقدمہ میں بیان کیا ہے علم کی دو قسمیں ہیں (1) علم معاملہ (2) علم مکاشفہ اور جو علم کہ حدیث میں ہر مسلمان پر فرض مذکور ہوا ہے اس سے مراد علم معاملہ ہے اور جو معاملات کہ عاقل اور بالغ شخص کوانکا حکم ہوتا ہے وہ تین ہیں (1) اعتقاد (2) عمل کرنا (3) عمل نہ کرنا۔ فرض کرو کہ اگر کوئی عاقل آدمی احتلام سے یا عمر کے لحاظ سے دن کو چاشت کے وقت مثلاً بالغ ہو تو اول اس پر یہ واجب ہوگا کہ شہادت کے دونوں کلمے اور ان کے معانی سمجھے یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا سیکھنا اور ان کے معنی کا سمجھنا واجب ہے اس پر یہ واجب نہیں کہ اس کے متعلق بحث و تکرار کرے اور دلائل لکھ کر یقین کرے ہاں اسی قدر کافی ہے کہ ان کلموں کی تصدیق اور اعتقاد اس طرح کرے کہ اس میں شک کا خلجان اور نفس کا تردد نہ رہے اور اتنی بات بعض اوقات صرف تقلید اور سننے سے بھی بغیر بحث اور دلیل کے حاصل ہو جایا کرتی ہے اور بحث (فائدہ) بحث اور دلیل کے واجب نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرب کے کوتاہ عقلوں سے صرف تصدیق اور اقرار بغیر دلیل جاننے کے کفایت فرمائی غرض کہ اگر آدمی اس قدر جان لے گا تو واجب ادا کر لے گا اور اس وقت جو علم اس پر فرض عین تھا وہ کلموں کا سیکھنا اور ان دونوں کو سمجھنا تھا اس وقت اس کے سوا اور کوئی چیز اس کو لازم نہ تھی اس وجہ سے کہ مثلاً اگر ان دونوں کلموں کی تصدیق کے بعد مر جائے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا مطیع رہے گا وہ نافرمان نہ ہوگا اور دوسرے امور ان دو کلموں کے بعد جو اس پر واجب ہوتی ہیں وہ عوارض کی وجہ سے ہیں وہ ہر شخص کے حق میں ضروری نہیں ان سے بعض آدمی مستثنیٰ بھی ہوسکتے ہیں اور یہ عوارض اور اسباب خواہ فعل کرنے سے متعلق ہوں یا ترک میں یا اعتقاد میں۔ فعل کی مثال یہ ہے کہ مثلاً شخص مذکور چاشت کے وقت سے ظہر تک زندہ رہا ہے تو ظہر کے وقت کے داخل ہونے سے ایک نیا واجب اس پر یہ ہوگا کہ طہارت اور نماز کے مسائل سیکھے پس اگر شخص مذکور وقت بلوغ میں تندرست ہوا اگر زوال کے وقت تک کچھ نہ سیکھے اور بعد زوال کے سیکھنا شروع کرے تو عین وقت میں تمام باتیں سیکھ کر عمل نہ کر سکے گا بلکہ اگر سیکھنے میں مشغول رہے گا تو وقت جاتا رہے گا تو ایسی صورت میں کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ ظاہر حال یہی ہے کہ یہ شخص زندہ رہے گا اس لئے وقت سے پہلے ہی اس کو سیکھنا واجب ہے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ علم کا واجب ہونا جو عمل کیلئے شرط ہے وہ عمل کے واجب ہونے کے بعد ہوا کرتا ہے پس پہلے وقت سے اس پر سیکھنا واجب نہیں اور اس طرح باقی نمازوں میں یہی حال ہے پھر اگر وہ رمضان تک زندہ رہے گا تو رمضان کے سبب سے اس پر روزہ کا سیکھنا ایک نیا واجب ہوگا یعنی یہ جاننا کہ روزہ کا وقت صبح صادق سے لے کر آفتاب کے ڈوبنے تک ہے اور روزہ میں نیت واجب ہے اور کھانے اور پینے اور صحبت سے رکا رہنا اور یہ بات عید کے چاند دیکھنے اور دو گواہوں کی گواہی گزرنے تک قائم رہتی ہے اب اگر اس کے پاس مال آ جائے یا بالغ ہونے کے

وقت ہی مال حاصل تھا تو اس مقدار واجب زکوٰۃ معلوم کرنا لازم ہوگا مگر اس وقت لازم نہ ہوگا بلکہ وقت اسلام سے ایک سال پورا ہونے پر لازم ہوگا اگر اس کے پاس اونٹوں کے سوا اور کچھ نہ ہو تو صرف انہیں کی زکوٰۃ کا سیکھنا لازم ہوگا اس طرح تمام اقسام میں مال کے اقسام کا تصور کرنا چاہیے۔ جب اس پر حج کے مہینے آئیں تو اس پر حج کا علم اسی وقت جاننا ضروری نہیں اس لئے کہ اس کا ادا کرنا عمر میں ایک بار ہوتا ہے تو سیکھنا بھی فوراً واجب نہ ہوگا۔

ہاں علمائے کرام کو چاہئے کہ جس بندۂ خدا کے پاس جمعیت بقدر زاد راہ ہو تو اس کو آگاہ کریں کہ تجھ پر حج ہر عمر میں فرض ہے لیکن یہ بھی اسے جو مالک سامان' سفر اور سواری ہو تاکہ شاید وہ اپنے نفس پر احتیاط ضروری جان کر جلد ہی ادا کرے' اس وقت اس کو حج کی کیفیت کا سیکھنا لازم ہوگا وہ بھی صرف اس پر ارکان حج اور اس کے واجبات (مستحبات اور نوافل کا سیکھنا ضروری نہیں)

اس لئے کہ جس چیز کا کرنا مستحب ہے اس کا سیکھنا بھی مستحب ہے تو مستحب کا سیکھنا واجب نہ ہوگا رہی یہ بات کہ اصل حج کے واجبات ہونے پر اس کو اسی وقت آگاہ کردینے سے سکوت کرنا حرام ہے۔ یہ امر علم فقہ سے متعلق ہے۔ غرض کہ تمام افعال جو فرض عین ہیں' ان کا جاننا بتدریج اسی طرح ہے اور ترک فعل کا معلوم کرنا بھی جب ہے کہ جیسا حال پیش آتا جائے گا اسی طرح واجب ہوگا' یہ امر انسان کے حال کے مناسب مختلف ہوا کرتا ہے۔ مثلاً گونگے کو واجب نہیں کہ جو کلام حرام ہے' اس کو معلوم کرے اور اندھے پر ضروری نہیں کہ نظر ناجائز کے مسائل سیکھے۔

اور جنگل کے رہنے والے پر واجب نہیں کہ جن مکانات میں بیٹھنا حرام ہے ان کو معلوم کرے۔ خلاصہ یہ کہ اگر معلوم ہو کہ ان اشیاء کی ضرورت اس شخص کو نہ پڑے گی' ان کا سیکھنا اس پر واجب نہیں بلکہ جن امور میں وہ مبتلا ہو ان پر تنبیہ کردینا واجب ہے۔

مثلاً ۔ اگر مسلمان ہونے کے وقت ریشم و حریر پہنے ہو یا غصب کی زمین میں بیٹھا ہو یا غیر محرم کی طرف دیکھ رہا ہو تو اسے ان امور کے ترک کردینے کی اطلاع واجب ہے۔ جن امور کا مرتکب نہ ہو' بلکہ عنقریب ان میں مبتلا ہوا چاہتا ہو' جیسے کھانے پینے کی چیزیں تو ان کا تعلیم کردینا واجب ہے۔

مثلاً ۔ اگر کسی شہر میں شراب کا پینا اور سور کے گوشت کا کھانا رائج ہو تو اس کو ان کا ترک سکھلانا اور آگاہ کردینا واجب ہے اور جن چیزوں کا سیکھنا واجب ہے ان کا سکھانا بھی واجب ہے۔

اعتقادات اور قلوب کے اعمال کا علم بھی موافق خطرات کے واجب ہے۔

مثلاً ۔ اگر اس کے دل میں ان معنوں میں شک پیدا ہو جن پر کہ دونوں کلمات شہادت دلالت کرتے ہیں تو اس صورت میں اس کو ایسی چیز سیکھنی چاہئے جس سے وہ شک دور ہو جائے۔

پس اگر اس شخص کو یہ شک نہ ہو اور مرجائے اور یہ بھی اس بات کا اعتقاد نہ کیا ہو کہ اللہ عزوجل کا کلام قدیم

ہے اور وہ قابل رویت ہے اور اس میں تبدیلی کی گنجائش نہیں اس کے سوا اور باتیں جو اعتقادات میں مذکور ہیں۔ کسی کا معتقد نہ ہو تو ایسا شخص سب کے نزدیک اسلام ہی پر مرے گا لیکن خطرات جو موجب اعتقادات ہوتے ہیں بعض تو خود آدمی کی طبیعت سے اٹھتے ہیں اور بعض اپنے شہر والوں کی گفتگو اور کلام بدعت کے امور شائع ہوں تو چاہئے کہ ابتدائے بلوغ میں امر حق سکھلا کر بدعت سے محفوظ کر دیا جائے تاکہ امر باطل پہلے نہ جم جائے۔ اس لئے کہ اگر امر کے سننے میں آ جائے گا تو اس کا دور کرنا اس کے دل سے واجب ہو گا۔

بعض اوقات اس کا دور کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔

مثلاً ۔ اگر نو مسلم تاجر ہو اور اس شہر میں معاملہ سود کا رائج ہو تو اس پر سود سے بچنے کا مسئلہ سیکھنا واجب ہو گا تو جو علم فرض عین ہے اس میں یہی امر حق ہے جو ہم نے لکھا' یعنی عمل واجب کی کیفیت کا جاننا فرض عین ہے۔

پس جو شخص کہ واجب عمل کو جان لے گا اور اس کے واجب ہونے کے وقت کو معلوم کر لے گا تو وہ علم اس پر فرض عین تھا' اس کو سیکھ لے گا۔

صوفیائے کرام ۔ نے جو یہ فرمایا ہے کہ اس علم سے غرض شیطان کے خطرات اور فرشتے کے الہام کے جاننے سے ہے۔ تو وہ بھی حق ہے۔

لیکن اس شخص کے حق میں جو اس کے درپے ہو اور چونکہ غالباً انسان اسباب شر اور زنا اور حسد سے خالی نہیں ہوتا' اس لئے اس کو لازم ہے کہ جلد سوم مُہلکات میں سے وہ باتیں یاد کرے جن کی طرف اپنے نفس کو محتاج دیکھے اور یہ باتیں کیسے واجب نہ ہوں گی

حضور پرنور شافع یوم النشور رحمت دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین چیزیں مہلک ہیں' (1) **بخل** جو طاعت کیا ہوا ہو۔ (2) **خواہش** جس کی پیروی کی جائے۔ (3) **انسان کا اپنے نفس کو بڑا جاننا**۔

فائدہ ۔ ان باتوں سے کوئی آدمی بھی خالی نہیں ہوتا اور دل کو برے حالات میں سے (جن کا ہم آگے ذکر کریں گے۔ جیسے "کبر" اور عجب اور ان کے مثل) ان تینوں مُہلِکات کے تابع ہے اور ان کا دور کرنا فرض عین ہے۔ اور جب تک ان مُہلِکات کی تعریف اور اسباب اور تعلقات کو نہ جان لیا جائے اور ان کے علاج کو معلوم نہ کر لیا جائے تب تک ان کا دور کرنا ممکن نہیں اس لئے کہ جو شخص برائی نہیں جانتا اور اس میں مبتلا ہو جاتا ہے اس کا علاج اس طرح ہے کہ ہر ایک سبب کے مخالف سے اس کا مقابلہ کیا جائے اور یہ امر بغیر سبب اور سبب کے جاننے کے ممکن نہیں۔

اور جلد سوم مہلکات میں جو کچھ ہم نے لکھا ہے وہ اکثر فرض عین ہیں کہ تمام لوگوں نے بے فائدہ امور میں مشغول ہونے کی وجہ سے ان کو چھوڑ رکھا ہے۔

مسئلہ ۔ اگر نومسلم کسی اور مذہب سے بدل کر نہ آیا ہو تو اس کو بہشت اور دوزخ اور مرنے کے بعد اٹھنا اور قیامت پر ایمان جلد تر سکھلانا چاہئے۔ تاکہ ان چیزوں پر ایمان لائے اور ان کی تصدیق کرے۔

یہ امر بھی دونوں شہادت کے کلمات کا تتمہ ہے اس لئے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رسالت پر ایمان لا چکا تو اس کے بعد یہ چاہئے کہ جو کچھ آپ ﷺ نے پہنچایا اسے سمجھے وہ یہ ہے کہ جو اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت اس کو جنت اور جو ان کی نافرمانی کرے اس کو دوزخ ملے گی۔

جب اس تدریج کو معلوم کر چکے تو اب یقین ہو گیا ہو گا کہ مذہب حق یہی ہے۔

فائدہ۔ یہ بھی تحقیق ہو گئی کہ ہر شخص پر اس کے رات دن کے خیالات میں کچھ واقعات عبادات اور معاملات کے نئے نئے امور آتے رہتے ہیں۔ اسی لئے جو عجیب بات واقع ہو اس کا پوچھنا لازم ہے۔

اور جس چیز کے واقع ہونے کی عنقریب توقع غالب ہو اس کا سیکھنا جلد ضروری ہے۔ پس جب یہ بات ظاہر ہو چکی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد فیض میں طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم (علم کی طلب ہر مسلمان پر فرض ہے) اس علم معرفہ سے اس علم کا مراد لیا ہے جس کا واجب ہونا مسلمانوں پر مشہور ہے۔ دیگر کوئی علم مراد نہیں لیا جائے گا تو اس سے صاف وجہ معلوم ہو گئی کہ عمل کے واجب ہونے کے وقت بتدریج علم واجب ہوتا جائے گا۔ (واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم)

فصل نمبر2

وہ علم جس کا حصول فرض کفایہ ہے

واضح ہو کہ جب تک علوم کے اقسام ذکر نہ کئے جائیں گے تب تک فرض اور غیر فرض میں تمیز نہ ہوگی۔ ہم فرض عین بیان کرتے ہیں۔ علوم کی دو اقسام ہیں۔

1 ۔ شرعی ۔ 2 ۔ غیر شرعی ۔

شرعی علوم سے ہم وہ علوم مراد لیتے ہیں جو انبیاء کرام علیہم السلام سے حاصل ہوئے ہوں۔ عقل اور تجربہ اور

1۔ یعنی صوفیا کرام کا مذہب حق ہے یاد رہے دور حاضرہ میں یہودی صوفیا کرام کے تحت مخالف ہونے کی وجہ سے مختلف روپ دھار کر صوفیا کرام کے مذہب کو بدنام کرکے اسے صفحہ ہستی سے مٹانا چاہتے ہیں۔ اویسی غفرلہ

سماع ان کی ہدایت نہ کرتا ہو جیسے علم حساب مثلاً عقل سے معلوم ہوتا ہے۔ علم طب تجربہ سے اور علم لغت سماع سے اور علوم غیر شرعی تین قسم کے ہیں۔

1- اچھا - 2- برا - 3- مباح -

ذیل میں مذکورہ بالا تینوں اقسام کی علیحدہ علیحدہ تعریف و تفصیل درج ہے۔

1- اچھا - اچھا وہ علم ہے جس سے دنیا کے امور کی مصلحت وابستہ ہے۔

جیسے - طب اور حساب اور ان اچھے علوم میں سے بعض فرض کفایہ ہیں اور بعض فقط بہتر ہیں لیکن فرض نہیں۔ ان اچھے علوم میں سے بعض فرض کفایہ ہیں اور فرض کفایہ وہ علوم ہیں جن کی حاجت امور دنیا کے قائم رہنے کے لئے ضرورت ہو جیسے "طب" بدن کے تندرست رہنے کے لئے ضروری ہے۔ اور علم حساب معاملات میں اور وصیتوں اور ترکوں کی تقسیم وغیرہ میں اور یہ وہ علوم ہیں کہ اگر شہر میں کوئی نہ جانتا ہو تو شہر والے نہایت محنت سے کام لیں اور حاصل کریں جب ایک بھی انہیں پڑھ لے تو بھی کافی ہے اور دوسرے لوگوں سے فرض ساقط ہو جاتا ہے۔

اس میں تعجب نہ کریں کہ ہم نے طب اور حساب کو فرض کہہ دیا ہے۔ اس اعتبار سے تو تمام صنعتیں بھی فرض کفایہ ہیں۔

مثلاً - کپڑا بننا اور کاشت کاری اور سیاست بھی فرض کفایہ ہیں۔ بلکہ پچھنے لگانا اور کپڑے سینا بھی ضروری ہے مثلاً کسی شہر میں خون لینے والا نہ ہو تو لوگ مر جائیں اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالیں گے۔

اس لئے کہ جس نے بیماری بھیجی ہے اس نے دوا بھی اتاری ہے اور اس کے استعمال کا طریقہ بھی ہدایت فرمایا اور اس کے اسباب بھی مقرر فرمائے ہیں۔ ان اسباب کو بیکار چھوڑ کر مر جانا درست نہیں۔

بہترین علوم : کا خلاصہ یہ ہے کہ مثلاً حساب کے دقائق اور طب کے حقائق میں مشغول ہونا و دیگر علوم کہ جن کی جس قدر کی ضرورت پڑتی ہیں اس میں قوت اور ملکہ حاصل کرنا چاہئے۔

2- برے علوم

غیر شرعی علوم برے ہیں۔ جیسے سحر، طلسمات اور شعبدے وغیرہ۔

3- مباح علوم

مباح یعنی جائز علوم جیسے اشعار۔ جن میں کوئی نقصان نہ ہو۔ اور علم تاریخ جو اس کے قائم مقام ہو اور وہ علوم شرعی جن کا بیان کرنا مقصود ہے وہ سب اچھے ہی ہیں۔ لیکن چونکہ کبھی دھوکا ہو جاتا ہے کہ ان کو علوم شرعی جانتے ہیں اور واقع میں برے ہوتے ہیں۔ اسی لئے ان کی دو قسمیں ہیں۔ 1- اچھے 2- برے۔

جو علوم اچھے ہیں وہ کچھ تو اصل ہیں اور کچھ "فرع" اور کچھ مقدمات اور کچھ "تتمہ" و "تکملہ" کے طور یہ چار طرح کے ہیں۔

1 - وہ جو اصول ہیں اور وہ چار ہیں۔

1 - کتاب اللہ تعالیٰ (2) سُنّتِ رَسُوْلِ اللہ ﷺ (3) اجماعِ امت (4) آثار صحابہ (رضی اللہ عنہم)

اجماع اس وجہ سے افضل ہے کہ وہ سنت پر دلالت کرتا ہے۔ مگر اس کا درجہ سنت کے بعد ہے۔ اس طرح "آثارِ صحابہ" رضی اللہ عنہم کا حال ہے کہ وہ بھی سنت پر دلالت کرتے ہیں۔

اس لئے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے وحی کا مشاہدہ کیا اور احوال کے قرائن سے وہ باتیں معلوم کیں جن کا دیکھنا دوسروں کو نصیب نہ ہوا۔

جو باتیں کہ قرائن سے معلوم ہوتی ہیں اگر لکھی جائے تو کیا تعجب ہے۔ اسی لئے علماء نے ان کی پیروی کی اور ان کے آثار سے تمسک کیا اور ان پر عمل کرنا بہتر کیا۔ مگر یہ پیروی ایک شرط خاص سے ہے۔ اس کا بیان کرنا اس جگہ مناسب نہیں۔

2 - علوم شرعی - کے فروع وہ ایسے علوم ہیں کہ ان چاروں اصول سے مفہوم ہوتے ہیں یہ نہیں کہ مقتضائے طبع سے سمجھے جاتے ہیں۔ بلکہ معانی اور علتوں کی وجہ سے جن پر عقول کو (آگاہی) ہو گئی اور ان کی وجہ سے احکام کو وسعت ہو گئی کہ لفظ ملفوظ سے اور باتیں بھی سمجھ لیں جن کے لئے وہ لفظ نہ تھا۔ مثلاً حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ لا یقضی القاضی وھو غضبان ترجمہ: جب قاضی (حاکم) غصہ میں ہو فیصلہ نہ دے (مسئلہ) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت قاضی کو پیشاب کا دباؤ ہو یا بھوکا ہو یا کسی مرض سے دردناک ہو اس وقت بھی فیصلہ نہ دے۔

فائدہ - علم فروع دو طرح ہے۔ (1) دنیا کی بہتری سے متعلق اس علم کو فقہ شامل ہے اور اس کے کفیل فقہاء ہیں اور وہ صرف دنیا کے عالم ہیں یعنی صرف ظاہری اسباب کے واقف۔

(2) جس سے آخرت کی بہتری کا تعلق ہے اور وہ دل کے حالات اور اس کی اچھی یا بری عادات کا معلوم کرنا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سی بات پسند ہے اور کونسی ناپسند اس کتاب کا نصف اخیر اسی علم کے بیان میں ہے اور جو بات دل سے اعضاء پر عبادات اور عادات میں مترشح ہوتی ہے۔ اس کا جاننا بھی اسی علم میں داخل ہے اور وہ کتاب کے نصف اول میں مذکور ہے۔

ا۔ لیکن وہ اشعار جن میں حمد و ثنائے اللہ تعالیٰ اور نعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و مناقب اولیاء اور مسائل شرعیہ اور عبرت کے مضامین ہوں وہ شرعی علوم میں داخل ہیں۔ اویسی غفرلہ

(3) علوم شرعی کے مقدمات ہیں - وہ علوم جو علوم شرعیہ کے لئے بمنزلہ آلات کے ہیں۔ مثلاً' علم لغت اور علم نحو کہ دونوں کلام مجید اور حدیث شریف کے لئے آلہ ہیں' حالانکہ لغت اور نحو خود علم شرعی نہیں' مگر ان میں غور کرنا بوجہ شریعت کے لازم ہے (بلکہ فقہاء کرام نے علم نحو کو بدعات واجبہ میں شمار کیا ہے۔ (مرقات شرح مشکوۃ) اس لئے کہ شریعت محمدی (علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام) لغت عربی میں آئی اور شریعت کا حال ہی زبان سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس وجہ سے لغت عربی سیکھنا آلہ ٹھہرے گا اور آلات میں علم کتاب بھی ہے مگر یہ علم ضروری نہیں' اس وجہ سے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امی تھے اگر فرض کیا جائے کہ جتنی باتیں سن جائیں ان کا یاد کرلینا ممکن ہے تو لکھنے کی کوئی ضرورت نہ رہے مگر چونکہ اکثر لوگ اس طرح کے نہیں ہوتے اسی لئے کتابت بھی ضروری ہے۔

(4) قسم علوم شرعی کے متممات ہیں اور وہ قرآن مجید میں ہیں۔ اس لئے کہ متممات میں سے بعض تو متعلق بہ الفاظ ہیں' جیسے قرات' اور حروف کے مخارج کا سیکھنا اور بعض متعلق بہ معنی ہیں' علم تفسیر کہ اس کا مدار بھی نقل پر ہے' صرف لغت اس کو کافی نہیں ہے اور بعض متعلق قرآن احکام سے ہیں۔ جیسے ناسخ' منسوخ اور عام' خاص وغیرہ کا جاننا اور اس کا ایک دوسرے کے ساتھ استعمال معلوم کرنا اور یہ وہ علم ہے جسے اصول فقہ کہتے ہیں اور اس میں علم حدیث بھی شامل ہے اور احادیث و آثار میں متممات یہ ہیں راویوں کے اسماء اور نسب اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسماء اور ان کے صفات جاننا اور راویوں کی صداقت' حالات کا معلوم کرنا تاکہ حدیث ضعیف کو قوی سے جدا کیا جائے اور راویوں کی عمر کا حال معلوم کرنا بھی تتمہ ہے کہ حدیث مرسل مسند سے علیحدہ ہو جائے۔

(خلاصہ) یہ ہے کہ اس طرح کے امور جو اس فن کے متعلق ہوں وہ سب متممات میں شامل ہیں یہ چاروں قسمیں علوم شرعیہ کی ہیں اور یہ سب اچھے ہیں بلکہ فرض کفایہ میں سے ہیں۔

سوال - تم نے فقہ کو علم دنیا میں اور فقہاء کو دنیا کے علماء میں کیوں شمار کیا؟

جواب - اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا اور ان کی اولاد کو چنی ہوئی مٹی اور اچھلتے پانی سے پیدا کرکے باپ کی پشتوں میں سے ماں کے رحموں میں اور وہاں سے دنیا میں نکالا اور دنیا سے قبر میں اور وہاں سے حساب کتاب کی پیشی میں پھر جنت یا دوزخ میں ڈالے گا۔ غرض کہ آدمیوں کی ابتداء اور انتہاء اور منزلیں یہی ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے دنیا کو آخرت کے لئے توشہ بنایا ہے کہ اس میں جو چیز قابل توشہ ہو اس کو توشہ کرلیا جائے۔ پس اگر انسان انصاف سے دنیا کو حاصل کریں تو سب جھگڑے مٹ جائیں اور فقہاء بیکار رہ جائیں' مگر جو فقہاء نفس کی خواہش سے دنیا حاصل کرتے ہیں۔ اسی لئے اس سے جھگڑے پیدا ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے ایک بادشاہ کی حاجت ہوئی تاکہ وہ لوگوں کو قابو میں رکھے' اور سلطان کو ایک قانون کی ضرورت ہے جس سے خلق خدا کو مضبوط رکھ سکے۔ پس فقیہ یعنی فقہ کا عالم قانون سیاست کا ماہر اور صورت نزاع میں خلق خدا کو برابر رکھنے کے طریق سے واقف

ہو (جیسے قاضی ابویوسف تلمیذ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما) کے جنہوں نے فقہ کی مہارت سے ہارون الرشید (خلیفہ عباسی کی سلطنت کو میزان عدل پر چلانے پر قابو رکھا۔ اویسی غفرلہ)

فائدہ۔ غرضیکہ فقیہہ انسان کو وہ راہ بتائے جس سے سلطان خلق کو قابو رکھے اور ان کو پریشان نہ ہونے دے تاکہ ان کی صداقت سے دنیا میں ان کے امور منتظم رہیں' ہاں اس میں بھی شک نہیں کہ فقہ دین سے بھی متعلق ہے۔ لیکن اس کا متعلق خود دین سے نہیں بلکہ بواسطہ دنیا ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور دین بغیر دنیا کے کامل نہیں ہوتا۔ اور سلطنت اور دین دونوں جڑواں یعنی ایک ساتھ ہیں تو دین اصل ہے اور سلطان اس کا نگہبان' اور جس چیز کی جڑ نہیں ہوتی' وہ منہدم ہو جاتی ہے' اور جس چیز کا نگہبان کوئی نہ ہو وہ تلف ہو جاتی ہے' اور سلطنت بغیر سلطان کے کامل نہیں ہوتی اور جھگڑوں کے فیصلہ کرنے میں انتظام فقہ سے ہوا کرتا ہے اور جس طرح سے کہ سلطنت سے خلق خدا پر سیاست کرنا علم دین کے اول درجہ سے نہیں' بلکہ جن امور سے کہ دین پورا ہوتا ہے اس کی تکمیل پر یہ سلطنت مددگار ہوتی ہے۔ اسی طرح اس سیاست کے طریق کو جاننا چاہئے۔

خلاصہ یہ کہ علم فقہ علم دین کا درجہ اول نہیں۔ مثلاً ظاہر ہے کہ حج بغیر ایسے آدمی ساتھ لئے جو راہ میں ڈاکوؤں سے بچائے مکمل نہیں ہوتا لیکن حج اور چیز ہے حج کی راہ میں چلنا دوسری چیز اور راستہ کی حفاظت جس سے حج مکمل ہوتا ہے وہ تیسری چیز ہے اور طریق حفاظت اور اس کی تدابیر اور قانون کا جاننا چوتھی چیز ہے اور علم فقہ کا حاصل طریق سیاست اور حفاظت کا معلوم کرنا ہے اور اس امر پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جو اسناد کے ساتھ مروی ہے کہ عوام کے حاکم نہ بنائے جائیں سوائے تین اشخاص کے (1) امیر (2) مامور (3) متکلف۔

فائدہ۔ اس حدیث میں امیر سے مراد امام (حاکم) ہے۔ (پہلے زمانہ میں امام (حاکم) مفتی ہوا کرتے تھے اور مامور نے ان کا نائب مراد ہے اور متکلف وہ ہے جو نہ امام ہو اور نہ اس کا نائب وہی شخص ہے جو حکومت کے عہدہ کو بغیر ضرورت کے اختیار کرلے۔

فائدہ۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ دستور تھا کہ فیصلہ دینے یعنی فتویٰ دینے سے بہت بچتے تھے یہاں تک کہ ہر ایک اپنے سے دوسرے پر ٹال دیا کرتا تھا' مگر جب کوئی علم قرآن اور طریق آخرت کا حال پوچھتا تو احتراز نہ فرماتے بلکہ فوراً بتا دیتے اور بعض اوقات روایت میں متکلف کی جگہ مرائی یعنی ریا کار آیا ہے۔ اس لئے کہ جو شخص فتوے دینے کو اختیار کرتا ہے (حالانکہ اس کام کے لئے کچھ وہی معین نہیں) تو اس کا ارادہ بجز طلب جاہ اور مال کے اور کچھ نہیں ہوتا۔

سوال۔ یہ تقریر اگر درست بھی ہو تو زخموں اور حدود اور قصاص کے احکام اور تاوانات اور جھگڑوں کے فیصلہ کرنے میں تو تسلیم کی جاسکتی ہے' مگر جن امور میں کہ جلد اول اور دوم اس کتاب کی شامل ہے یعنی عبادات جیسے نماز اور روزہ کے عاداتٌ اور بیان حلال و حرام کے معاملات کو یہ تقریر شامل نہیں حالانکہ فقیہہ ان امور میں بھی فتوے دیتا

ہے؟

جواب ۔ واقع میں اعمال آخرت میں سے جن اعمال کا فقیہ ذکر کیا کرتا ہے' وہ زیادہ تر تین ہو سکتے ہیں۔ (1) اسلام (2) زکوٰۃ (3) حلال 'حرام لیکن ان کے بارے میں بھی فقیہ کے منتہائے نظر کو سوچا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس کی نظر دنیا کی حدود سے آخرت کی طرف تجاوز نہیں کرتی اور جب انہی تین چیزوں کا یہ حال ہے تو اور چیزوں میں تو صاف ظاہر ہے کہ وہ دنیا ہی کے امور ہیں۔ مثلاً اسلام میں اگر فقیہ کچھ کہے گا تو یہ بیان کرے گا کہ اس کا اسلام درست ہوا اور یہ اسلام نادرست ہے اور شرطیں مسلمان ہونے کی یہ ہیں' مگر اس تمام بیان میں اس کا التفات بجز زبان کے اور کسی طرف نہ ہو گا دل اس کی حکومت سے باہر ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صاحبان سیف و سلطنت کو دل کی حکومت سے معزول فرما دیا ہے۔ چنانچہ جس صحابی نے ایک چرواہے کو مار ڈالا تھا جو زبان سے کلمہ اسلام کہہ چکا تھا اور یہ عذر آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خدمت اقدس میں پیش کیا کہ مقتول نے تلوار کے خوف سے کلمہ پڑھا تھا اس کو آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا۔

"هلا شققت عن قلبه)

ترجمہ : کیا تو نے اس کا دل چیر کر معلوم کر لیا تھا کہ وہ دل سے نہیں پڑھتا تھا۔ بلکہ فقیہ اسلام کی صحت کا حکم تلواروں کے سایہ تلے کرتا ہے' باوجودیکہ جانتا ہے کہ تلوار سے اس کا شبہ دور نہیں ہوا اور دل سے پردۂ جہالت نہیں اٹھاتا تاہم وہ تلوار والے پر حکم کرتا ہے یعنی تلوار مقتول کی گردن پر کھنچی ہے اور ہاتھ اس کے مال پر دراز ہے مگر زبان سے اس کلمے کے کہنے سے بحکم فقیہ وہ اپنی گردن اور مال کو بچا لے گا جب تک اس کی حیات اور مال ہے اس کلمہ کی بدولت دنیا میں کوئی اس کے درپے آزار نہ ہو گا اسی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

1۔ آیہ ' یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ (پ5 النساء 94) کے شان نزول میں لکھا ہے۔ یہ آیت مرداس بن نہیک کے حق میں نازل ہوئی جو اہل فدک میں سے تھے اور ان کے سوا ان کی قوم کا کوئی شخص اسلام نہ لایا تھا۔ اس قوم کو خبر ملی کہ لشکر اسلام ان کی طرف آ رہا ہے تو قوم کے سب لوگ بھاگ گئے مگر مرداس ٹھہرے رہے جب انہوں نے دور سے لشکر کو دیکھا تو بایں خیال کہ مبادا کوئی غیر مسلم جماعت ہو یہ پہاڑ کی چوٹی پر اپنی بکریاں لے کر چڑھ گئے جب لشکر آیا اور انہوں نے اللہ اکبر کے نعروں کی آوازیں سنیں تو خود بھی تکبیر پڑھتے ہوئے اتر آئے اور کہنے لگے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ السلام علیکم مسلمانوں نے خیال کیا کہ اہل فدک تو سب کافر ہیں یہ شخص مغالطہ دینے کے لئے اظہار ایمان کرتا ہے۔ بایں خیال اسامہ بن زید نے ان کو قتل کر دیا اور بکریاں لے آئے جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے تو تمام ماجرا عرض کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہایت رنج ہوا اور فرمایا تم نے اس کے سامان کے سبب اس کو قتل کر دیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسامہ کو حکم دیا کہ مقتول کی بکریاں اس کے اہل کو واپس کریں۔ فائدہ : اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ سے قلوب کے پوشیدہ اسرار بھی مخفی نہ تھے۔ (اویسی غفرلہ)

امرت ان اقاتل الناس حتٰی یقولوا لا الہ الا اللّٰہ فاذا قالوا ھا فقد عصموا منی ومائھم واموالھم

ترجمہ: میں لوگوں سے جنگ کا حکم دیا گیا ہوں یہاں تک کہ کہیں لا الہ الا اللہ (محمد رسول اللہ) جب وہ یہ کلمہ کہیں تو انہوں نے اپنے خون اور مال محفوظ کر لئے۔

فائدہ - اس حدیث میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کلمہ زبانی کا اثر صرف خون اور مال میں ثابت کردیا لیکن آخرت میں زبانی اقوال کا حکم درآمد نہیں بلکہ دلوں کے انوار اور اسرار اور اخلاق مفید ہیں اور یہ امور فن فقہ میں سے نہیں اور اگر فقیہ ان کا بیان کرے تو ایسا ہے جیسے وہ علم کلام اور طب بیان کرنے شروع کردے یہ اس کا بیان خارج اس علم فقہ ہوگا۔ اسی طرح اگر نماز کوئی تمام ظاہری شرائط سے ادا کرے اور تکبیر اولیٰ کے سوا ساری نماز میں شروع سے آخر تک غافل رہے اور بازار کے معاملات اور لین دین کو سوچتا رہے تو فقیہ یہی حکم کرے گا کہ نماز درست ہو گئی۔ حالانکہ یہ نماز آخرت میں کار آمد نہیں جیسے زبان سے صرف کلمہ ادا کرلیا۔ اسلام کے بارے میں روز جزا مفید نہ ہوگا' لیکن فقیہ اسلام کی صحت کا فتویٰ دے گا اس معنی پر کہ جو کچھ اس نے کیا ہے اس سے تعمیل صیغہ امر ہو گئی اور قتل اور تعزیر اس سے دور ہو گئی باقی رہا عاجزی اور دل کا حاضر کرنا جو آخرت کا کام ہے اور جس سے ظاہری عمل مفید ہوتا ہے۔ اس کے درپے فقیہ نہیں ہوا کرتا اور اگر بالفرض ہو تو علم فقیہ سے علیحدہ ہوگا اور زکوٰۃ کے بارے میں بھی فقیہ کی نظر اسی ظاہری صورت پر ہوتی ہے جس سے سلطان کا مطالبہ اس کے ذمہ نہ رہے یعنی ایسی صورت کہ اگر مال وار زکوٰۃ کے ادا کرنے سے انکار کرے اور بادشاہ اس کو زبردستی گرفتار کرے تو اس پر یہ حکم ہو کہ یہ شخص بری الذمہ ہے اس کے ذمہ زکوٰۃ نہیں۔

حکایت - قاضی ابویوسف رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ آخری سال میں اپنا مال بیوی کو ہبہ کردیا کرتے تھے اور اس کا مال اپنے نام ہبہ کرا لیتے تھے۔ تاکہ زکوٰۃ ساقط ہو جائے۔1

بلت کسی نے حضرت ابوحنیفہ رحمتہ اللہ تعالیٰ سے نقل کی آپ نے فرمایا کہ یہ امر ان کی فقہ کی وجہ سے ہے اور درست فرمایا اس لئے کہ یہ حیلہ صرف دنیا کی فقہ کا ہوگا 2۔ اور اس کا ضرر آخرت میں ہر گناہ سے بڑھ کر ہے

1۔ بعض جہلاء نے امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کے طریقہ ہذا پر غلط تصور باندھا ہے کہ آپ نے یہ حیلہ کرکے ادائیگی زکوٰۃ سے جی چرایا ہے حالانکہ یہ ایک غلط فہمی ہے امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کی بحث ہذا پر غور فرمانے سے جواب ظاہر ہے کہ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کہ فقیہ کا نام صرف ظاہر کے قواعد کو مضبوط کرنا چونکہ زکوٰۃ حیلہ سے جب اپنے سے ہٹا لے تو خدا کا فرض اس پر عائد نہ ہوگا۔ آپ نے اس قاعدہ کو عملی جامہ پہنایا تاکہ قاعدہ شرعیہ مکمل طور پر ذہن نشین ہو ورنہ قاضی ابویوسف رحمہم اللہ کی سخاوت کے واقعات سامنے ہوں تو اعتراض کا تصور تک ختم ہو جائے گا۔ (اویسی غفرلہ)

اور اس جیسا علم مضر کہلاتا ہے۔

فائدہ۔ حلال و حرام کا حل یہ ہے کہ یہ صحیح ہے کہ حرام سے بچنا دین ہے' مگر ورع یعنی حرام سے بچنے کے چار مرتبے ہیں۔

(1) جو گواہ کے دل ہونے میں شرط ہے اور اگر وہ نہ ہو تو آدمی گواہی دینے اور قاضی ہونے اور حاکم ہونے کی لیاقت نہ رکھے۔ اس طرح کا ورع تو صرف یہ ہے کہ ظاہر کے حرام سے بچا رہے۔

(2) ورع نیک بختوں کا ہے یعنی ان شبہات سے بچنا جن میں احتمالات کی مساوات ہو علت اور حرمت دونوں پائے جاتے ہیں۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے کہ دع ما یریبک الی مالا یریبک ترجمہ: (چھوڑ جو تجھے شبہ میں ڈالے اور اختیار کر جو شبہ میں نہ ڈالے۔

اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ الاثم حزاز القلوب۔ ترجمہ: (گناہ دلوں میں کھٹکنے والا ہوتا ہے)۔

(3) ورع متقیوں کا طریقہ ہے اور وہ خالص حلال کا ترک اس وجہ سے ہے کہ اس شبہ سے حرام تک پہنچنے کا خوف ہے' چنانچہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد اقدس ہے۔

لا یکون الرجل من المتقین حتی یدع مالا باس بہ مخافۃ مما بہ باس۔ انسان متقیوں میں سے نہیں ہوتا جب تک ایسا امر نہ چھوڑے جس میں کوئی حرج نہ ہو بخوف حرج میں وقوع کے۔ اس ورع کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص لوگوں کے حالات بیان کرنے سے بچے اس خوف سے کہ کہیں غیبت نہ ہو جائے یا خواہش کی چیزوں کے کھانے سے پرہیز کرے اس وجہ سے کہیں سرور زیادہ ہو کر سرکشی نہ ہو جائے۔ جس سے اور ممنوعات کا ارتکاب لازم آتا ہے۔

(4) صدیقوں کے ورع کا طریقہ ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا سے منہ پھیرنا اس ڈر سے کہ کہیں کوئی ساعت زندگی کی ایسی نہ کٹ جائے کہ جس میں خداوند کریم کی نزدیکی زیادہ نہ ہوگی اگرچہ وہ یقیناً معلوم اور ثابت ہے۔ کہ اس میں نوبت حرام تک نہ آئے گی پس سوائے درجہ اول کے تمام فقیہ کی نظر سے علیحدہ ہیں اس کا التفات صرف گواہوں اور قاضیوں (حاکموں) کے ورع پر اور ان امور پر ہے جو عادل ہونے کے مزاحم ہیں۔ اور ایسے ورع پر قائم رہنا اس کے منافی نہیں کہ آخرت میں گناہ نہ ہو۔

حدیث شریف۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وابصہ کو ارشاد فرمایا کہ تو اپنے دل سے فتویٰ لے اگرچہ لوگ تجھ پر فتویٰ دیں اور پچھلے جملہ کو تین بار ارشاد فرمایا۔ (فائدہ) فقیہ دل کے وساوس کا حل بیان نہیں کرتا نہ ان کے عمل کے ہوتے ہوئے عمل کی کیفیت بتاتا ہے بلکہ صرف وہ چیزیں ذکر کرتا ہے جن سے عدالت جاتی رہتی ہے۔ (خلاصہ) حاصل اس کلام کا یہ ہوا کہ فقیہ کی تمام نظر اس دنیا سے وابستہ ہوتی ہے جس سے طریق آخرت کی بہتری

2۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ جواب فقیر کے جواب کا موید ہے۔ 12 - اویسی غفرلہ

ہے۔ اگر دل کے صفات اور آخرت کے احکام کہتا ہے تو یہ ذکر اس کے کلام میں بہ طفیل دوسرے ذکر کے آجاتا ہے جس طرح کے طب اور حساب اور نجوم اور علم کلام کا ذکر کبھی آجاتا ہے اور جس طرح کہ حکمت علم نحو اور شعر میں حکمت کی باتیں کبھی آجاتی ہیں۔ اسی لئے حضرت سفیان ثوری (جو علم ظاہر کے امام ہیں) فرمایا کرتے تھے کہ اس علم کی طلب زاد آخرت میں سے نہیں ہے اور یہ درست ہے اس لئے کہ سب کا اتفاق ہے کہ علم میں شرف اسی سے ہے کہ اس کے مطابق عمل کیا جائے تو کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ علم ظہار۔[1] اور لعان اور سلم اور اجارہ اور صرف اور جو کوئی ان امور کو اس لئے سیکھے کہ ان کے لین دین سے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہو گا۔ تو وہ مجنون ہے۔ (لیکن ان سے نیت نیک ہو تو پھر یہ امور بھی قرب الٰہی کا سبب بن سکتے ہیں۔ (اضافہ اویسی غفرلہ) طاعت میں عمل تو دل اور اعضاء دونوں سے ہوتا ہے اور عمل کا شرف نیت پر منحصر ہے۔

سوال ۔ تم نے فقہ اور طب کو برابر کیسے کردیا کیونکہ طب متعلق بہ دنیا ہے یعنی بدن کی صحت سے ہے اور اس پر بھی دین کی درستی کا مدار ہے اس کی فقہ سے برابری اجماع کے خلاف ہے؟

جواب ۔ ان دونوں میں برابری لازم نہیں بلکہ دونوں میں فرق ہے اس لئے کہ فقہ تین وجوہ کے باعث طب سے افضل ہے۔

(1) فقہ علم شرعی ہے یعنی نبوت سے حاصل ہوا ہے بخلاف طب کے کہ وہ علم شرعی نہیں۔

(2) آخرت کے طریق پر چلنے والوں میں سے ایسا کوئی نہیں جس کو فقہ کی ضرورت نہ ہو بیمار اور تندرست دونوں کو اس کی ضرورت ہے۔ بخلاف طب کے کہ اس کی ضرورت صرف بیماروں کو ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے طب فقہ سے کمتر ہوئی۔

(3) علم فقہ علم طریق آخرت کا ساتھی ہے اس لئے کہ اس کا حاصل اعضاء کے اعمال میں نظر کرنا اور اعضاء کے اعمال کا منشا دلوں کے صفات ہیں کہ اچھے اعمال اچھی عادتوں سے صادر ہوتے ہیں اور برے اعمال برے صفات سے اور اعضاء کا دل سے متعلق رہنا صاف ظاہر ہے اور صحت اور بیماری کا منشاء مزاج اور اخلاط کے صفات ہیں جو بدن کے اوصاف میں سے ہیں۔ نہ کہ دل کے صفات سے تو جب فقہ کو طب کی طرف اس نسبت کو دیکھا جائے تو فقہ کا شرف ظاہر ہو گا اور جب اس کو علم طریق آخرت کی طرف نسبت کر کے دیکھا جائے گا تو طریق آخرت اس سے شریف معلوم ہو گا۔

(3) **علم طریق آخرت کا اجمالی بیان** ۔ اس بحث سے مقصد یہ ہے کہ طریق آخرت کے تمام عنوانات پر اشارہ ہو جائے' اگرچہ تمام تفاصیل کا ذکر ممکن نہیں لیکن کچھ تو معلوم ہو جائے۔ واضح ہو کہ علم آخرت کی دو قسمیں ہیں۔

1۔ ظہار سے لے کر لفظ صرف تک فقہ کے اصطلاحی الفاظ ہیں۔ اویسی غفرلہ

(1) علم مکاشفہ (2) علم معاملہ

قسم اول کا نام علم باطن ہے اور وہ تمام علوم کی انتہا اور علت غائی ہے۔ بعض عارفین نے فرمایا کہ جس نے اس علم سے بہرہ نہ ہو' مجھے اس کا خاتمہ سوء (برا) کا خوف ہے اور ادنیٰ بہرہ اس علم کا یہ ہے کہ اس کی تصدیق کی جائے اور جو لوگ اس کے اہل ہیں اس کے لئے اس علم کا ہونا تسلیم کی جائے۔1۔

ایک اور عارف نے کہا ہے کہ جس میں دو خصلتیں ہوں' اس کے لئے اس علم میں سے کوئی بات معلوم نہ ہوگی۔ وہ دونوں خصلتیں بدعت اور غرور ہیں۔ ا۔ بعض عرفاء کا قول ہے کہ جو دنیا سے محبت رکھتا ہو یا خواہش نفس پر اصرار کرتا ہو اس کو یہ علم حاصل نہ ہوگا اگرچہ تمام علوم کا محقق ہو (دورحاضرہ میں علم مکاشفہ کے منکرین کا یہی حال ہے۔ اور ادنیٰ عذاب اس علم کے منکر کا یہ ہے کہ اس علم میں سے اسے کچھ نہیں ملتا۔ حالانکہ یہ علم مکاشفہ صدیقین اور مقربین کا ہے۔

ا۔ ثابت ہوا کہ علم مکاشفہ کے منکرین ہی اہل بدعت ہیں لیکن ان کی اسی چال کو دیکھئے کہ وہ اہل سنت کو بدعتی کہتے ہیں۔ 12

2۔ وہ ایک نور ہوتا ہے کہ جب کسی کا دل اعلیٰ صفات سے صاف اور پاک ہوتا ہے تو اس میں ظاہر ہوتا ہے اور اس نور سے بہت سی باتیں منکشف ہوتی ہیں۔ جن کا وہ پہلے صرف نام سنا کرتا تھا اور ان کے لئے کچھ معنی مجمل و ہم کرلیتا تھا لیکن معنیٰ واضح معنی معلوم نہ ہوتا تھا۔ (اب اس کے لئے وہ اجمالی تفصیلاً" منکشف ہوگا) اس نور کے باعث ان سب امور کے معانی واضح ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ اس وقت میں اللہ رب العزت کی ذات کی معرفت حقیقی حاصل ہوتی ہے اور اس کے صفات کاملہ دائمی اور اس کے افعال اور دنیا و آخرت کے پیدا کرنے کی حکمت اور وجہ آخرت کو دنیا پر مرتب کرنے کی معرفت کی وجہ حقیقتہ" حاصل ہو جاتی ہے اور نبوت اور نبی کا معنی اور وحی اور ملا ئکہ اور شیاطین کا معنی اور انسانوں سے شیطانوں کی عداوت کی کیفیت اور نبیوں کو فرشتوں کے معلوم ہونے کی صورت اور ان کے پاس وحی پہنچنے کی حقیقت اور آسمانوں اور زمین کی حکومت کی حالت اور دل کی معرفت اور اس کے اندر فرشتوں اور شیطانوں کے لشکروں کا مقابلہ کی کیفیت اور فرشتے کے اشارے اور شیطان کے خطرہ میں فرق کی شناخت اور آخرت اور جنت اور دوزخ اور عذاب قبر اور پل صراط اور میزان اور حساب کی پہچان اور اس آیت کریمہ کے معنی

اِقۡرَاۡ کِتٰبَکَ کَفٰی بِنَفۡسِکَ الۡیَوۡمَ عَلَیۡکَ حَسِیۡبًا (پ15 بنی اسرائیل نمبر14)

ترجمہ کنزالایمان: فرمایا جائے گا کہ اپنا نامہ پڑھ آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کو بہت ہے،

ا۔ دور حاضرہ میں اس علم کی تصدیق کرنے والے صرف اور صرف اہلِ سُنت (بریلوی) ہیں باقی اکثر فرقے اس علم کے منکر اور بعض تو اسے ماننا شرک سمجھتے ہیں۔ (اویسی غفرلہ)

اور اس آیت کا معنی

وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ (پ21 عنکبوت نمبر64)

اور بے شک آخرت کا گھر ضرور وہی سچی زندگی ہے کیا اچھا تھا اگر جانتے۔ (کنزالایمان)

اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی بقا اور اس کی ذات اقدس کو دیکھنے کا معنی اور اس کے قریب ہونے اور اس کے جواب میں اترنے کی غرض اور ملاء اعلیٰ کی رفاقت اور ملا ئکہ کی نزدیکی سے سعادت حاصل ہونے کی مراد اور بہشت والوں کے درجات میں فرق۔

وہ ایک دوسرے کو ایسے دیکھیں گے جیسے چمکتا ستارہ آسمان میں معلوم ہوتا ہے۔ اس فرق سے مقصود اور اس کے سوا اور امور جن کی تفصیل طویل ہے اس نور کے سبب سے معلوم ہو جاتی ہیں اور اس نور کے پہلے ان امور کے معانی میں لوگ مختلف رہتے ہیں ان کے اصول کی تصدیق تو کرتے ہیں مگر اپنی غرض کے بارے میں کچھ کا کچھ کہتے ہیں۔ بعض کا اعتقاد ہے کہ یہ ساری چیزیں مثالیں ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو چیزیں اپنے نیک بندوں کے لئے تیار کی ہیں وہ ایسی ہیں کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھی' نہ کسی کان نے سنی' نہ کسی آدمی کے دل میں گذری۔ اور یہ خلق خدا کے لئے جنت میں سے بجز صفات اور اسماء کے کچھ نہیں اور بعض کا اعتقاد ہے کہ ان میں سے بعض باتیں تو مثالیں ہیں اور بعض امور ایسے ہیں کہ ان کے الفاظ سے حقیقت سمجھ میں آتی ہے۔ اسی کے موافق بعض کی رائے ہے کہ انجام اور کمال معرفت اللہ تعالیٰ سے عاجزی کا اقرار کرنا چاہئے۔ بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی معرفت میں بڑی بڑی باتوں کا دعویٰ کرتے ہیں۔ بعض یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی انتہا عوام کے اعتقاد کی حد ہے' یعنی اللہ تعالیٰ موجود ہے' جاننے والا' قدرت والا' سننے والا' دیکھنے والا' کلام کرنے والا ہے۔ پس ہماری غرض علم مکاشفہ سے یہ ہے کہ ان امور سے پردہ شک ہٹ جائے اور حق واضح اور صاف ہو جائے۔ اس طرح کہ گویا آنکھ سے دیکھ لے اور شک کی گنجائش بالکل نہ رہے اور یہ امر انسان کے جوہر میں ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ آئینہ دل پر دنیا کی خباثتوں کی زنگ کی تہیں نہ جم گئی ہوں اور علم طریق آخرت سے ہماری غرض یہ ہے کہ آئینہ دل کی جلا کی کیفیت کا علم ان خباثتوں سے جو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے صفات اور افعال کی معرفت سے روکتی ہیں۔

تصفیہ قلب علاج — دل کی صفائی اور جلا کی تدبیر بجز اس کے نہیں کہ انسان شہوت نفسانی سے باز رہے اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی اقتدا ان کی تمام حالتوں میں کرے اس تدبیر سے جس قدر دل صاف ہوتا جائے گا اور اس کے مقابل امر حق کا حصہ واضح ہوگا اسی قدر اس میں اس کی حقیقتوں کی جھلک صاف واقع ہوگی اور اس جلاء کی سبیل بجز ریاضت کے (جس کی تفصیل اپنے موقع پر مذکور ہو گی۔) اور بغیر سیکھنے کے اور کچھ نہیں (اسی لئے علوم مکاشفہ کے لئے صوفیا کرام نے مُرشد کی رہبری کی شرط لگائی ہے) اویسی غفرلہ

علم مکاشفہ کی علامت — یہ علوم (مکاشفہ) کتابوں سے نہیں نگاہوں سے حاصل ہوتے ہیں اور نہ ہی یہ علوم کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں کہ ان کا مطالعہ کرکے انہیں حاصل کیا جاسکے۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ یہ علم کچھ بھی

عنایت کرتا ہے تو وہ اس کا ذکر دوسروں سے بیان نہیں کرتا صرف انہیں بیان کرتا ہے جو اس کے اہل ہیں۔ وہی اس کے شریک مذاکرہ اور محرم اسرار ہوتے ہیں اور یہ وہی علم پوشیدہ ہے جسے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حدیث میں مراد لیا ہے کہ بعض علم مثل ہیئت مکنون کے ہیں کہ ان کو سوائے عارفین باللہ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ جب وہ اسے بولتے ہیں تو بجز اللہ تبارک و تعالیٰ پر مغالطہ کھانے والوں کے اور کوئی اس سے جاہل نہیں رہتا پس جس عالم دین کو اللہ تعالیٰ نے اس میں سے علم دیا ہو' اسے حقیر مت جانو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے تو حقیر نہیں بلکہ بلند قدر بنایا۔ اس لئے کہ اسے علم مکاشفہ عنایت فرما کر کے اپنا خاص مقرب فرما لیا جیسے سیدنا منصور اور سیدنا شبلی اور سیدنا بایزید بسطامی (رحمہم اللہ تعالیٰ) ان جیسے اور اولیاء کاملین جنہیں ایسا اشرف و علم (مکاشفہ) سے وافر حصہ نصیب ہوا۔ یاد رہے اس علم مکاشفہ کے امام سیدنا ابن العربی قدس سرہ ہیں جنہیں دورہ حاضرہ میں بعض بدبخت گمراہ مشہور کر رہے ہیں۔) اضافہ اویسی غفرلہ

2 ۔ **علم معاملہ یعنی دل کے حالات کا معلوم کرنا** ۔ 1 ۔ اچھے حالات ہوں جیسے صبر اور شکر اور خوف و رضا اور زہد و تقویٰ اور قناعت و سخاوت اور تمام حالات میں اللہ تعالیٰ کے احسان کو پہچاننا اور لوگوں سے خلق خلقی سے پیش آنا اور اللہ تعالیٰ پر حسن ظن' حسن خلق اور حسن معاشرت اور صدق اور اخلاق وغیرہ کا عقیدہ رکھنا کے پس ان کی حقیقتوں اور تعریفوں اور ان اسباب کو جاننا جن سے یہ امور حاصل ہوتے ہیں اور ان کے ثمرات اور علامات کو پہچاننا اور جوان سے ضعیف ہو اس کے قوی ہو جانے کا علاج اور جو حال جاتا رہا ہو اس کے پیدا کرنے کا طریقہ معلوم کرنا۔ علوم آخرت میں سے ہے دل کے برے۔

2 ۔ "یا دل کے برے حالات ہوں جیسے مفلسی کا خوف اور تقدیر پر خفا ہونا اور کینہ رکھنا اور حسد کرنا اور برتری کی طلب اور خواہش ثنا اور دنیا میں مزے اڑانا زیادہ جینے کی محبت اور کبر اور نمود اور غصہ اور شیخی مارنا اور عداوت اور بغض اور طمع اور بخل اور حرص و تکبر اور اترانا اور توانگروں کی تعظیم اور فقیروں کی اہانت کا خواہاں ہونا اور فخر اور آپس میں ایک دوسرے پر بڑائی (کسی امر کی بھی ہو)۔"

اور حق بات سے تکبر کرنا اور بے فائدہ امر میں غور و خوض کرنا اور زیادہ گفتگو کرنے کی محبت اور دوسرے کی کھٹکتی بات کہنا اور لوگوں کے لئے بن سنور کر نکلنا اور دین میں سستی کرنا اور اپنے نفس کو بڑا جاننا اور اس کی برائیوں سے غافل ہو کر لوگوں کی عیب چینی کرنا اور دل میں سے فکر کا دور ہونا اور خوف الٰہی کا دل میں سے جاتا رہنا اور جب نفس کو ذلت پہنچے' تو اس کا بدلہ سختی سے لینا اور حق بات کے انتقام پر ضعف اور باطن کی عداوت کے لئے ظاہری یار و مددگار بنانا اور عذاب خدا سے بے خوف ہونا (کہ جو کچھ اس نے دیا ہے کہیں چھین نہ لے) اور طاعت پر بھروسہ کرنا اور مکر اور خیانت اور فریب اور زیادہ جینے کی توقع اور سخت دلی اور سخت کلامی' اور دنیا سے خوش ہونا اور اس کی جدائی سے غم کرنا اور مخلوق سے انس کرنا اور ان کی علیحدگی سے وحشت کرنا اور ظلم کرنا اور ہلکا پن اور جلدی کرنا اور حیا اور رحم کا جس میں یہ امور ہوں سمجھ لیں وہ اللہ تعالیٰ سے بہت دور ہے کیونکہ یہ تمام عادتیں دل کے

صفات میں سے تمام برائیوں اور اعمال بد کی جڑ ہیں اور ان کے مقابل یعنی اچھی عادتیں وہ طاعات اور اجروثواب کی اصل ہیں' غرضیکہ ان صفات کی تعریفوں اور حقیقتوں اور اسباب و ثمرات اور علاجوں کو معلوم کرنا علم آخرت ہے اور علمائے آخرت کے قانون پر یہ علم فرض عین ہے۔ پس جو شخص ان سے منہ موڑے گا وہ آخرت میں قہرپادشاہ حقیقی سے ہلاک ہو گا۔ جس طرح کہ اعمال ظاہری سے روگردانی کرنے والا شاہان دنیا کی تلوار سے فقہائے دنیا کے فتوے کے مطابق ہلاک ہوتا ہے۔

خلاصہ - یہ کہ فقہا۱۔ کی نظر فرض عین امور میں دنیا کی بہتری کی نسبت کم ہوتی ہے اور یہ علم جو ہم نے ذکر کیا آخرت کی بہتری کی نسبت سے ہے اگر کسی فقیہ سے ان باتوں میں سے ایک بھی بات مثلاً توکل یا اخلاص کو پوچھو یا سوال کرو کہ ریا سے بچنے کی کیا صورت ہے تو اس سوال کے جواب میں فقیہ توقف کرے گا حالانکہ یہ بات خود اس پر بھی فرض عین ہے کہ اس کے نہ معلوم کرنے میں آخرت میں اس کی بربادی ہے اگر اس سے لعان اور ظہار اور گھوڑا دوڑ اور تیراندازی کا مسئلہ دریافت کرو تو تمہارے سامنے اس کے فروعات' دقیق کے دفتر کے دفتر بیان کردے گا کہ صدیوں تک ان میں سے کسی کی ضرورت نہ ہو اور اگر حاجت بھی پڑے تو کوئی شہراس کے بتانے والے سے خالی نہ ہوگا اور فقیہ مذکور کی محنت رائیگاں سمجھی جائے گی جوکہ رات دن اس فروعات میں اور ان کے یاد کرنے اور پڑھانے میں مشقت اٹھاتا ہے اور جو امر خاص اس کے لئے ضروری اور دین میں اہم ہے اس سے غافل ہے اور اگر اس پر کوئی اعتراض کرتا ہے تو جواب دیتا ہے کہ میں اس علم میں اس لئے مشغول ہوں کہ یہ علم دین ہے اور فرض کفایہ ہے۔

اس دھوکے میں آکر فقیہ1۔ سیکھتا ہے اور دوسروں کو دھوکا دیتا ہے حالانکہ عاقل انسان جانتا ہے کہ اگر اس کی فرض یہی ہوتی کہ فرض کفایہ میں حق الامر ادا کرے تو فرض کفایہ میں فرض عین کو مقدم کرتا ہے بلکہ فرض کفایہ تو اور چیزیں بھی ہیں ان کو فقیہ پر مقدم کرتا ہے کیونکہ بعض شہر ایسے ہیں کہ ان میں طبیب بجز کفار ذمی کے نہیں اور جو احکام فقہی کے متعلق طبیبوں سے ہیں ان میں کفار کی شہادت مقبول نہیں' مگر باوجود اس کے طب کو نہیں سیکھتا اور علم فقہ خصوصاً اختلافی مسائل اور لڑائی جھگڑے کے سیکھنے میں مبالغہ کرتا ہے۔

حالانکہ شہر میں فقہا اس قسم کے جو فتوے دیتے ہیں اور مقدمات میں جواب لکھتے ہیں بہت ہیں جو اب ہمیں کوئی یہ بتائے کہ جب کچھ لوگ اس فرض کفایہ کی بجا آوری پر مستعد ہیں تو فقہائے دین کس طرح اسے سیکھنے کی اجازت

۱۔ یہاں فقہاء سے وہ لوگ مراد ہیں جو دنیوی امور مشاغل میں منہمک ہیں۔ 12 اویسی غفرلہ

۱۔ اس سے رواجی مسائل مراد ہے۔ 12 اویسی غفرلہ

دیں گے اور طب کے لئے جو کوئی نہیں جانتا چھوڑنے کا حکم کرنے کا سبب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ طب پڑھنے کی وجہ سے اوقاف اور وصیت کا متولی ہونا اور یتیموں کے مالک کا محافظ ہونا اور عہدۂ قضا اور حکومت کا ملنا اور ہمسروں پر اس کی وجہ سے مقدم ہونا اور دشمنوں پر غالب ہونا میسر نہیں۔

افسوس صد افسوس کہ "علماء سوء" کے دھوکے سے دین مٹ گیا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ ہمیں اس مغالطے سے بچائے جس سے اس کی ناراضگی اور شیطان کی ہنسی ہو۔ علمائے ظاہر میں سے جو اہل ورع تھے وہ علمائے باطن اور صاحب دل کے مقر تھے۔

حکایت — امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ "شیبان راعی" رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے ایسے بیٹھتے جیسے طفل مکتب استاد کے سامنے بیٹھتا ہے آپ ان سے پوچھتے کہ فلاں فلاں امر میں ہم کیا کریں۔ عوام حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ سے کہتے کہ آپ جیسا متبحر امام اس چرواہے سے پوچھتا ہے؟

آپ فرماتے کہ جو تم نے سیکھنا تھا' اس کی اس شخص کو توفیق ملی ہے (یعنی جو اسرار و رموز شیبان راعی (رحمتہ اللہ علیہ) کو نصیب ہوئے تم ان سے محروم ہو) اویسی غفرلہ

حکایت — امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور یحییٰ بن معین علیہم الرحمتہ معروف کرخی — رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ حالانکہ علم ظاہر میں وہ ان دونوں کے پلے کے نہ تھے اور دونوں ان سے پوچھا کرتے تھے کہ ہم کیسے کریں۔

حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی جب پوچھا گیا کہ جب ایسا امر پیش ہو کہ اس کو قرآن و حدیث میں نہ پائیں تو کس طرح کریں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نیک بختوں سے سوال کرو اور اس کو ان کے مشورے پر منحصر کرو۔

فائدہ — اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ علماء ظاہر زمین اور ملک کی زینت ہیں اور علماء باطن آسمان اور ملکوت کا سنگھار۔

حکایت — حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک روز مرشد سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب تم میرے پاس سے چلے جاتے ہو تو کس کے پاس بیٹھتے ہو میں نے عرض کی "محاسی علیہ الرحمتہ کے پاس فرمایا کہ بہتر ہے ان کا علم و ادب اختیار کرنا وہ جو کلام اور متکلموں کا خلاف اور رد کرتے ہیں۔ وہ مت سیکھنا پھر جب میں آپ کے پاس سے اٹھا تو سنا کہ یہ فرمایا کہ اللہ عزوجل تجھے علم اور حدیث والا صوفی بنائے۔ صوفی حدیث والا نہ بنائے۔

• آپ ایک مشہور ولی اللہ ہیں آپ کا مزار بغداد شریف میں ہے۔ صاحب کرامات بزرگ امام اعظم ابوحنیفہ کی فقہ حنفی کے پیروکار تھے تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ زیارات عراق و بغداد۔ اویسی غفرلہ

فائدہ ۔ اس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص حدیث اور علم حاصل کر کے صوفی بنتا ہے' وہ فلاح پاتا ہے اور جو علم سے پہلے صوفی بنتا ہے وہ اپنے نفس کو خطرے میں ڈالتا ہے۔

سوال ۔ تم نے علوم کے اقسام میں کلام اور فلسفہ کا ذکر کیوں نہیں کیا یعنی ان کے اچھا یا برا ہونے کا بیان کیوں نہیں کیا؟

جواب ۔ جس قدر مفید دلائل علم کلام میں پائے جاتے ہیں۔ ان کا خلاصہ قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور جو امور ان دونوں سے خارج ہیں وہ یا تو نرے جھگڑے ہیں جو بد سے بد عمل ہے۔ (چنانچہ عنقریب اس کا ذکر ہوگا) فرقوں کے خلافیات کے متعلق لمبی چوڑی تقریروں کے نقل کرنے سے طویل کلام ہو جائے گا' تو یہ سب باطل اور بیہودہ امر ہیں جن کو طبع سلیم معیوب جانتی ہے اور گوش حق نیوش ان کو اپنے اندر جگہ نہیں دیتا۔ بعض باتیں اس قسم کی ہیں کہ وہ دین سے متعلق نہیں اور نہ ان کا وجود قرن اول یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے وقت میں تھا اس وقت ان میں غور و خوض کرنا بدعت 2۔ ہے' مگر اب اس کا حکم بدل گیا اس لئے کہ اس طرح کی بدعتیں بہت ہو گئیں۔ جو قرآن و حدیث کے مقتضا سے روگرداں کریں اور کچھ لوگ ایسے بھی ظاہر ہو گئے جنہوں نے بدعات کے شبہات کو نیا لبادہ اڑھایا اور ان میں عجیب تقریریں بنائیں۔ اس لئے کہ گو پہلے ان امور کے جواب میں خوض کرنا منع تھا مگر ضرورت کی وجہ سے اب جائز بلکہ فرض کفایہ ہو گیا' لیکن اس قدر کہ اگر بدعتی اپنی بدعت کی طرف راغب کرنے کا قصد کرے تو اس کا مقابلہ ہو سکے اور اس کے لئے ایک حد معین ہو جس کو ہم تیسری فصل میں بیان کریں گے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

علم فلسفہ کی اقسام ۔ فلسفہ کا حال یہ ہے کہ وہ علیحدہ علم نہیں ہے بلکہ اس کے چار حصے ہیں۔

1 ۔ **اقلیدس اور حساب ۔** اور یہ دونوں جائز ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوا اور بجز ایسے شخص کے کہ جس پر خوف نہ ہو کہ ان کے پڑھنے سے "علمائے سُوء" کی طرف میلان ہو جائے گا ایسے شخص کو ان سے منع نہ کیا جائے گا اور جس شخص پر خوف ہو اسے منع کیا جائے اس لئے کہ ان کے ماہر جو اس میں کثرت سے مہارت رکھتے ہیں۔ وہ بدعت کی طرف مائل ہو جاتے ہیں تو ضعیف الایمان کو ان دونوں سے بچانا چاہئے جیسے چھوٹے بچے کو نہر کے کنارے پر کھڑا نہیں ہونے دیتے کہ کہیں نہر میں نہ گر جائے یا نو مسلم کو کفار کے میل جول سے بچاتے ہیں کہ کہیں انکی صحبت اس میں اثر نہ کر جائے۔ بخلاف قوی الایمان کے کہ اس کو کچھ حرج نہیں۔

2 ۔ فلسفہ سے متعلق ہے جس میں دلیل کی کیفیت اور شرطیں اور حد کی وجہ اور شرطیں مذکور ہوتی ہیں اور یہ

2۔ علم کلام کو امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ بدعت قرار دے رہے ہیں اس سے بدعت یہ مراد ہے تو علم کلام سے وہ بحث مراد ہے جو فلاسفہ کے ہاں مروج ہے۔ 12 اویسی غفرلہ

دونوں باتیں علم کلام میں داخل ہیں۔

3 - "الٰہیات" - سے تعلق رکھتا ہے یعنی اللہ عزوجل اور اس کی صفات بیان کرنا اور یہ بھی کلام میں داخل ہے۔

فلسفیوں نے اس بارے میں کوئی نیا علم ایجاد نہیں کیا بلکہ ان کے مذاہب جداگانہ ہیں کہ ان میں بعض کفر ہیں اور بعض بدعت اور جس طرح کہ معتزلہ ا۔ ہو جاتا کوئی علم جدا نہیں بلکہ کلام والوں ہی میں سے لوگوں نے بحث و دلیل کرکے مذہب باطل علیحدہ کرلیا ہے۔ اسی طرح فلسفیوں کا حال ہے۔

4 - "طبیعات" - چوتھے حصے کا تعلق "علم طبیعات" سے ہے۔ کہ بعض تو شریعت اور دین حق کے مخالف ہیں دوسرے سے علم نہیں کہ اقسام علوم میں بیان کئے جائیں۔ بلکہ جہل ہیں۔

بعض میں اجسام کے صفات اور خواص اور ان کا تغیروتبدل اور ایک دوسرے سے بدل جانا مذکور ہوتا ہے۔ اس کا حال طب کے مشابہ ہے۔ فرق یہ ہے کہ طبیب کی نظر خاص بدن انسان میں باعتبار مرض اور صحت کے ہوتی ہے اور طبیعات والوں کی نظر تمام اجسام میں باعتبار تغیر اور حرکت کے ہوتی ہے مگر طب کو طبیعات پر فضیلت ہے۔ یعنی طب کی طرف ضرورت ہوتی ہے اور طبیعات کی طرف کوئی ضرورت نہیں۔"

خلاصہ - خلاصہ یہ ہوا کہ علم کلام ان علوم سے ہے کہ جن کا سیکھنا فرض کفایہ ہے تاکہ عوام کے دلوں کو بدعت کے خیالات سے امن نصیب ہو اور اس کا علم وجوب بدعات کے پیدا ہونے سے واقع ہوا جیسے حج کے راستہ میں بدوؤں کے ظلم اور رہزنی کے باعث محافظ کی پناہ کی ضرورت ہوگئی ہے۔ اگر بالفرض عرب کے لوگ (بدو) اپنی تعدی چھوڑ دیں تو پھر راہ حج کی شرطوں سے نگاہ بانی محافظین کی نہ ہوگی ا۔ اسی طرح اگر بدعتی اپنی بدعت سے باز آ جائے تو پھر علم کلام کی بھی اس مقدار سے زیادہ حاجت نہ رہے جو زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہما میں تھی۔

پس علم کلام سیکھنے والے کو معلوم کرنا چاہئے کہ علم کلام کی حد دین میں یہاں تک ہے اور متکلم کا درجہ دین میں ایسا ہے جیسے راہ حج میں محافظ کا (سابق دور میں) تو اگر محافظ محافظت کے سوا اور کچھ نہ کرے ظاہر ہے کہ وہ حاجیوں میں نہ ہوگا بلکہ حج کے اعمال ادا کرنے سے حاجی ہوگا۔

ا۔ یہ ایک گمراہ فرقہ تھا۔ امام غزالی رحمتہ اللہ کے زمانہ میں ان کا زور تھا۔ ان کا تعارف فقیر نے مقدمہ کتاب ہذا میں عرض کردیا ہے۔ اویسی غفرلہ

ا۔ جیسے دور حاضرہ میں ہے کہ بدوؤں کا کوئی خطرہ نہیں بلکہ حرمین کا سفر نہایت پرامن بلکہ پرسکون ہے۔ اویسی غفرلہ

اسی طرح اگر متکلم صرف مناظرہ اور بدعتیوں کی روک دہی میں مشغول رہے گا اور طریق آخرت طے نہیں کرے گا اور اپنے دل کی

خبرگیری اور درستی میں معروف نہ ہوگا اس کے پاس بجز عقیدے کے (جس میں سب عوام شریک ہیں) اور کیا ہے اور عقیدۂ اعمال ظاہری دل اور زبان سے متعلق ہے۔

ہاں عوام سے اس قدر تیز ہوگی کہ یہ بد عتیوں سے جھگڑ سکتا ہے اور عوام کی حفاظت کرتا ہے۔

لیکن معرفت اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات اور افعال اور ان امور کی جن کا بیان ہم نے "علم مکاشفہ" میں کیا ہے۔

وہ علم کلام سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ کیا عجب ہے کہ یہ علم ان کا حجاب اور مانع ہو ان تک رسائی تو مجاہدہ سے ہے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا مقدمہ قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

القرآن ۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ۔ العنکبوت ۶۹

ترجمہ ۔ اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھائیں گے۔ (کنزالایمان)

الحاصل ۔ تم نے متکلم کی تعریف بھی کہہ دی کہ عوام کے عقیدہ کو بد عتیوں کے الجھاؤ سے محفوظ رکھے۔ جیسے محافظین کا حال ہے کہ حاجیوں کے اسباب عرب (بدوؤں) کی لوٹ سے بچاتے ہیں۔

فقیہہ کی تعریف ۔ فقیہ وہ ہے جسے وہ قانون معلوم ہو جس سے بادشاہ کو دوسرے کی تعدی سے روک سکے اور علم دین کی بہ نسبت یہ دونوں (فقہ و کلام) کم ہیں۔ حالانکہ علمائے امت میں جو اہل فضل مشہور ہیں وہ فقہاء اور اہل کلام ہیں اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ہیں۔

سوال ۔ باوجود یہ کہ یہ دونوں افضل علوم میں سے ہیں لیکن تم ان کے درجوں کو کس طرح علم دین کی بہ نسبت پست درجے میں ڈالے جا رہے ہو؟

جواب ۔ جو حق آدمیوں سے پہچانتا ہے' وہ گمراہی کے جنگلوں میں خاک چھانتا ہے۔ چاہیئے کہ پہلے حق کو جانو تب اس کے اہل کو پہچانو۔ بشرطیکہ طریق حق کے سالک ہو' اور اگر تقلید پر قانع ہو اور جو درجے فضیلت کے لوگوں میں مشہور ہیں انہیں پر نگاہ رکھتے ہو تو صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے حالات اور ان کے مراتب علیا سے غفلت نہ کرو۔

جن لوگوں کا تم نے ذکر کیا' ان سب کا اتفاق ہے کہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سب سے بڑھ کر ہیں اور دین میں کوئی ان کی چال نہیں چل سکتا۔ نہ کوئی ان کی گرد کو پا سکتا ہے حالانکہ ان کی فضیلت "علم کلام" اور "علم فقیہ" سے نہ تھی بلکہ "علم آخرت" اور اس کے طریق کو اختیار کرنے سے غرض تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۃ الرسول کو دیگر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) پر فضیلت تھی تو زیادہ روزے رکھنے اور کثرت سے نماز پڑھنے اور بہت سی روایات کرنے سے نہ تھی' نہ فتوے دینے اور "علم کلام" کی وجہ سے تھی بلکہ اس وجہ سے تھی جو ان کے سینے میں چھپی تھی' چنانچہ اس کی شہادت سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی پس تمہیں اس راز کی جستجو میں حرص کرنی چاہیئے کہ جوہر نفیس اور در مکنون وہی ہے اور جس کو اکثر لوگ متفق ہو کر چند اسباب کی وجہ

سے (جن کی تفصیل طویل ہے) بڑا جانتے اور تعظیم کرتے ہوں سے جانے دو۔ اس لئے کہ حضور سرورعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے بعد ہزاروں صحابہ رضی اللہ عنہم چھوڑے جو "عارف باللہ" تھے۔

ان کی تعریف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائی ان میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو "فن کلام" سے واقف ہو اور سوائے چند ایک کے کسی نے اپنے آپ کو فتوے دینے کے لئے پیش نہ کیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی صحابہ کبار میں سے تھے جب ان سے کوئی فتویٰ پوچھتا کہتے کہ فلاں کے پاس جاؤ جس نے یہ کام اپنے ذمہ لے رکھا ہے اور اس سوال کو اس کی گردن پر رکھو' اس جواب میں یہ اشارہ تھا کہ مقدمات اور احکام میں فتوے دینا ولایت اور سلطنت کا تابع ہے اور جب کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال پرملال ہوا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ علم کے نو حصے مر گئے۔

لوگوں نے عرض کیا کہ آپ یہ قول کیوں فرماتے ہیں ہم میں تو بڑے بڑے صحابہ موجود ہیں انہوں نے فرمایا کہ میری غرض علم فتویٰ اور حکم سے نہیں میرا مقصد علم اللہ تعالیٰ سے ہے بتاؤ کیا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مراد "فن کلام" وغیرہ تھا۔ اگر یہ مراد نہ تھی تو پھر تمہیں کیا ہوا ہے کہ اس علم کی معرفت پر حرص نہیں کرتے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وصال سے علم کے "نو" حصے انتقال کر گئے۔

حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ تھے جنہوں نے کلام اور جدل کا باب مسدود فرمایا اور جب صبیغ نے آپ کے سامنے قرآن کی دو آیات کے ایک دوسرے کے مخالف ہونے کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے اسے درہ مارا اور ملنا چھوڑ دیا اور فرمادیا کہ اے لوگو اسے چھوڑ دو۔1۔

1۔ صبیغ کا واقعہ نہایت ہی عبرت انگیز ہے دورہ حاضرہ کے صلح کلیوں کے منہ پر تھپڑ مارنے کے مترادف ہے۔ فقیر اسے من و عن نقل کرتا ہے۔ شاید اتر جائے کسی دل میں میری بات۔

عراق میں ایک شخص صبیغ بن علی تمیمی کے سر میں کچھ خیالات بدمذہبی گھومنے لگے۔ امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ کے حضور عرض کی گئی طلبی کا حکم صادر فرمایا وہ حاضر ہوا۔ امیرالمومنین نے کھجور کی شاخیں جمع کرکھیں تھیں اور اسے سامنے حاضر ہونے کا حکم دیا فرمایا تو کون ہے؟ کہاں میں عبداللہ صبیغ ہوں۔ فرمایا اور میں عبداللہ عمر ہوں اور ان شاخوں سے مارنا شروع کیا کہ خون بہنے لگا پھر قید خانے بھیج دیا جب زخم ٹھیک ہوئے پھر بلایا اور ایسا ہی مارا پھر قید کردیا سہ بارہ پھر ایسا ہی کیا یہاں تک کہ وہ بولا امیرالمومنین واللہ اب وہ ہوا میرے سر سے نکل گئی۔ امیرالمومنین نے اسے حاکم یمن حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا اور حکم فرمایا کہ کوئی مسلمان اس کے پاس نہ بیٹھے۔ وہ جدھر گزرتا اگر سو آدمی بیٹھے ہوتے سب متفرق ہو جاتے یہاں تک کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض بھیجی کہ یا امیرالمومنین اب اس کا حال صلاح پر ہے اس وقت مسلمانوں کو ان کے پاس بیٹھنے کی اجازت فرمائی (فتاویٰ رضویہ ص 256 کتاب الحظر و الاباحہ بحوالہ دارمی سنن اور نصر مقدس وابوالقاسم اصبہانی دونوں کتاب الحجہ بن الانباری کتاب المصاحف اور لالکائی کتاب السنہ اور ابن عساکر تاریخ دمشق سلیمان بن یسار سے راوی۔

سوال — یہ جو تم کہتے ہو کہ علماء میں سے مشہور فقہا اور اہل کلام ہیں؟

جواب — جس چیز سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک فضیلت ہوتی ہے وہ اور چیز ہے اور جس سے لوگوں میں شہرت ہوتی ہے وہ دوسری چیز ہے' چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شہرت تو خلافت کی وجہ سے تھی اور فضیلت اس علم کی وجہ سے جس کے نویں حصے آپ کے وصل پر جاتے رہے اور اپنی حکومت میں جو اللہ تعالیٰ کی نزدیکی کا اور خلق پر عدل و شفقت کا قصد کرتے تھے۔ اس کی وجہ سے بزرگی تھی اور وہ ایک امر پوشیدہ آپ کے دل میں تھا آپ کے اور افعال ظاہری جو تھے وہ تو اور لوگوں سے بھی سرزد ہونے ممکن ہیں جو جاہ اور شہرت اور نام کے طالب و راغب ہوں غرضیکہ شہرت ایسے امر میں ہوتی ہے جو مہلک ہو اور فضل ایسی بات میں ہوتا ہے جو خفیہ ہو کسی کو اس پر اطلاع نہ ہو۔

فائدہ — فقہاء اور اہل کلام مثل حکام اور قاضیوں کے ہیں اور وہ کئی طرح ہیں۔

1 — بعض تو ایسے ہیں کہ انہوں نے اپنے حکم اور فتوے سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا قصد کیا اور اس کے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقہ کو بچانا منظور ہے اور نمود اور شہرت انہیں مطلوب نہیں۔ ان سے اللہ تعالیٰ راضی ہو۔

اور ان کی فضیلت اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے عمل اپنے علم کے مطابق کیا اور اپنے فتویٰ اور دلیل سے اسی کی ذات مراد لی اس لئے کہ ہر علم سے عمل مطلوب ہے کیونکہ علم بھی ایک فعل ہی ہے اور ہر عمل علم نہیں ہے۔

طبیب بھی اپنے علم سے اللہ تعالیٰ کے تقرب پر قادر ہے تو اس کو بھی ثواب اسی اعتبار سے ہوگا کہ وہ اپنے علم سے اللہ تعالیٰ کے لئے کام کرتا ہے۔ اسی طرح اگر سلطان خلق خدا کا معاملہ خدا کے لئے کرے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اور قابل ثواب ہوگا نہ اس وجہ سے کہ وہ علم دین کا ذمہ دار ہے۔ بلکہ اس سبب سے کہ اس نے اس کام کا ذمہ لیا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے قرب کا قصد رکھتا ہے۔

قرب خدا عزوجل کے اسباب — جن امور سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو سکتا ہے وہ تین ہیں۔

1 — صرف علم وہ "علم مکاشفہ" ہے۔

2 — صرف عمل' جیسے بادشاہ کا عدل کرنا اور لوگوں کو مجتمع انتظام سے رکھنا۔

3 — عمل و علم سے مرکب وہ آخرت کا علم ہے جو اس علم کا جاننے والا ہے وہ عالم اور عامل دونوں کا جامع ہے۔

اب تم سوچو کہ تم قیامت میں علماء باللہ سے ہونا چاہتے ہو یا صرف عاملین سے یا دونوں کے جامع ہونا چاہتے ہو

(فائدہ) بلا تبصرہ اس حکایت کے بعد دور حاضرہ کے صلح کلیوں سے سوال ہے کہ کیا آپ حضرات عذرہائے لنگ اس حکایت کے سامنے کچھ دم مار سکتے ہیں۔ اویسی غفرلہ

تمہارے لئے یہی بات بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ تم تقلید شہرت حاصل کرو کسی شاعر نے فرمایا۔

غذ ما ترا ودع شیا سمعت بہ ؎۱ فی طلعتہ الشمس ما یغنیک عن زحل

ترجمہ: ؎۱ وہ جو دیکھو اسے چھوڑو جو تم نے سنا۔ زحل کی کیا ضرورت جب سورج سامنے ہو۔

؎۱ گویا اسی کی ترجمانی میں ہے ۔ نقد ملے جو مدعا وعدہ پہ دل لگائے کون۔ اویسی غفرلہ

مختصر حالات ائمہ فقہ (رحمہم اللہ تعالیٰ)

یہاں پر ہم ان ائمہ فقہا کے حالات لکھتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ جو علماء فقہاء ان کی تقلید کا دم بھرتے ہیں وہ کس قدر ان کی سیرت سے دور ہیں۔ غور سے دیکھا جائے تو یہ لوگ اپنے ائمہ پر ظلم ڈھا رہے ہیں۔ قیامت میں وہ ائمہ ان کی دشمنی اور بیزاری ظاہر فرمائیں گے۔ کیونکہ ان ائمہ فقہ کا مقصد محض رضائے الٰہی تھا اور ان کے احوال سے واضح ہو گا کہ ان میں علمائے آخرت کی علامات پائی جاتی تھیں (جیسا کہ اس کتاب احیاءُ العلوم) میں علمائے آخرت میں تفصیل آئے گی۔ (ان شاء اللہ)

اس لئے کہ وہ صرف علمائے فقہ نہ تھے بلکہ وہ تصفیہ قلوب میں ہروقت مشغول رہتے تھے۔

ازالہ وہم 1 – ہاں تصفیہ قلوب کے متعلق ان کا تصانیف نہ کرنا اور اس فن کی تدریس میں مشغول نہ ہونا اس کی وجہ ہی تھی جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مانع تھی حالانکہ وہ ان حضرات میں فن فتاویٰ میں ان کا ہر ایک مستقل طور پر مفتی تھا لیکن چند ایسے وجوہ انہیں مانع تھے جن کے ذکر کی ضرورت نہیں۔

ازالہ وہم 2 – ہم ذیل میں ائمہ فقہ کے حالات لکھتے ہیں تاکہ تمہیں وہم نہ ہو کہ ہم نے جن فقہاء کی مذمت کی ہے ان سے یہ ائمہ فقہ مراد نہیں اور نہ ہی وہ حضرات جو ان کی سیرت کے مطابق ہیں بلکہ ان فقہاء کی مذمت کی گئی ہے جن کی غرض محض دنیا اور خواہشات نفسانی کی اتباع ہے پھر ان ظالم فقہاء کا حال یہ ہے کہ ان کی تقلید کا دم بھرتے اور خود کو انہیں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے حالات دیکھے جائیں تو وہ اپنے ائمہ فقہ کی سیرت کے سراسر خلاف ہیں۔

ائمہ فقہ کے اسمائے گرامی – جن ائمہ فقہاء کی تقلید کی جاتی ہے اور وہ تمام فقہاء کے سردار اور امام ہیں وہ پانچ ہیں۔

(1) امام شافعی (2) امام مالک (3) امام احمد بن حنبل (4) امام ابوحنیفہ (5) امام سفیان ثوری رحمہم اللہ تعالیٰ (موخر الذکر کے مقلدین آج دنیا میں ناپید ہیں اسی لئے اب وہ صرف ائمہ اربعہ ہی مشہور ہیں اور بس (اضافہ اویسی غفرلہ) یہ تمام حضرات عابد، زاہد اور علوم آخرت کے ماہر اور خلق خدا کی بہتری سمجھنے والے اور اپنی فقہ کی ترویج میں رضائے

الٰہی کے طالب تھے (رحمہم اللہ تعالیٰ) یہ پانچ خصلتیں ان میں نمایاں تھیں۔ لیکن ہمارے دور کے فقہاء نے صرف ان کی خصلت میں تقلید کی اور بس۔ یعنی ظاہری فقہ کے مسائل کیونکہ باقی چار خصلتوں کا تعلق آخرت سے ہے۔ پہلی بھی ہے تو جامع دنیا و آخرت کی جبکہ اس سے بھی آخرت مدنظر ہو لیکن ہمارے فقہاء صرف دنیا پر جھک پڑے اور آخرت کا تصور ذہن سے اتار دیا۔ صرف اسی خصلت سے خود کو ائمہ فقہ کے مشابہ ہونے کے مدعی بن بیٹھے۔ یہ ان کی بھول ہے۔ بھلا لوہار بھی ملا کہ کے مشابہ ہو سکتا ہے۔ ہم ذیل میں ائمہ فقہ کی چار خصلتوں کا اجمالی بیان عرض کرتے ہیں۔ پانچوں خصلت (فقہ) تو ان کے لئے مشہور ہے۔

سیرتِ امام شافعی رضی اللہ عنہ ؎

کثرتِ عبادت – (1) آپ رات کے تین حصے کرتے تھے۔ (الف) علم کے لئے (ب) نماز کے لئے (ج) آرام کے لئے۔ (2) آپ رمضان میں ایک ختم القرآن روزانہ کرتے۔ (3) حسن کرابیسی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بارہا امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاں شب باش رہا۔ آپ کا دستور تھا کہ رات کا تہائی حصہ میں نماز پڑھا کرتے تھے میں نے اندازہ کیا کہ پچاس آیات سے زائد نہیں پڑھتے اگر کبھی زائد پڑھتے تو ایک سو آیات تک پڑھ جاتے۔ جب آیہ رحمت پر گزرتے تو اللہ سے اپنے لئے اور تمام اہل ایمان و اہل اسلام کے لئے دعا مانگتے تھے اور جب آیت عذاب پڑھتے تھے تو اپنے آپ کو اور مسلمانوں کو اس سے نجات پانے کا سوال کرتے۔ گویا رجاء و خوف دونوں ان کے لئے یکساں تھے۔

فائدہ – اس روایت سے سمجھئے کہ پچاس آیتوں پر آپ کا اکتفا کرنا اسرار قرآنی کو سمجھنے اور ان پر عبور ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

شکم سیری کے نقصانات – امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے کہ میں سولہ برس سے شکم سیر نہیں ہوا اس لئے کہ شکم سیری (یعنی پیٹ بھر کر کھانا کھانا) بدن کو گراں کرتا ہے اور دل کو سخت اور دانائی کھو دیتا ہے اور نیند لاتا ہے اور انسان کو عبادات کم کرنے دیتا ہے۔

؎ امام غزالی رحمتہ اللہ چونکہ امام شافعی رحمتہ اللہ کے مقلد تھے اسی لئے سب سے پہلے انہی کا ذکر خیر فرمایا اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محسن استاد تھے اپنے امام کی وجہ سے ان کا ذکر ان کے ساتھ کردیا اور جس دور میں امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بغداد میں تھے۔ امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ تعالیٰ کا چرچا خوب تھا۔ اسی لئے ان کا ذکر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پرمقدم فرما دیا اس کا یہ غلط تصور نہ ہو کہ ان کے ساتھ عقیدت نہ تھی (نعوذ باللہ) اویسی غفرلہ

فائدہ ــ اس قول سے آپ کی حکمت کو دیکھنا چاہیے کہ شکم سیری کی آفتوں کو ذکر کیا پھر عبادت میں کوشش کو لحاظ کرنا چاہیے کہ اس کے لئے شکم سیری کو ترک کردیا اور ظاہر ہے کہ عبادت کی اصل کم کھانا ہے اور یہ بھی آپ کا ارشاد ہے کہ میں نے "اللہ" کی قسم نہ سچی کھائی نہ جھوٹی۔

فائدہ ــ اس قول سے خیال کرو کہ آپ کتنا حرمت و توقیر رحمٰن کرتے تھے اور جلال رب العزت کا کس قدر علم رکھتے تھے۔

حکایت ــ آپ سے کسی نے کوئی مسئلہ پوچھا' آپ چپ ہو رہے' سائل نے کہا کہ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو آپ جواب نہیں دیتے فرمایا کہ جب تک مجھے معلوم نہ ہو کہ سکوت میں میری بہتری ہے یا جواب دینے میں تب تک میں کچھ جواب نہ دوں گا۔

فائدہ ــ اس حکایت پر غور کیجئے کہ آپ اپنی زبان کی نگہداشت کس طرح کرتے تھے' حالانکہ فقہاء پر تمام اعضاء سے زیادہ زبان مسلط ہے اور ان کے ضبط اور قابو سے باہر اسی سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا بولنا اور چپ رہنا فضیلت اور ثواب کے حاصل کرنے کے لئے ہوا کرتا تھا۔

حکایت ــ احمد بن یحیٰ ابن وزیر روایت کرتے ہیں کہ ایک بار آپ قندیلوں کے بازار سے نکلے اور ہم آپ کے پیچھے ہوئے دیکھا تو ایک شخص کسی "عالم" سے الجھ رہا ہے۔ بیہودہ بک رہا ہے۔ آپ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اپنے کانوں کو فحش سننے سے صاف کرو جیسے زبان کو فحش بکنے سے صاف کرتے ہو۔ اس لئے کہ سننے والا کہنے والے کا شریک ہوتا ہے۔ اور کم عقل آدمی اپنے دماغ میں جو سب سے بری بات دیکھتا ہے اسی کو چاہتا ہے کہ تمہارے دماغ میں لوٹا دے اگر اس کا قول اسی پر لوٹا دیا جائے یعنی اسے کانوں میں جگہ نہ دی جائے تو اس کا سننے والا نیک بخت نہ ہوگا بلکہ خود بولنے والا بدبخت ہوا۔

حکایت ــ آپ کا ارشاد ہے کہ ایک حکیم نے دوسرے کو خط لکھا کہ تجھے اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہے اپنے دل کو گناہوں کی تاریکی سے میلا نہ کرو ورنہ جس روز کے اہل علم اپنے علم کے نور میں چلیں گے تو اندھیرے میں رہے گا۔

زہد شافعی ــ آپ کا زہد ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص دعویٰ کرے کہ میرے دل میں دنیا کی محبت اور اس کے ساتھ خالق کی محبت بھی ہے وہ جھوٹا ہے۔

حکایت:ــ حمیدی کہتے ہیں کہ آپ ایک بار بعض حکام کے ساتھ یمن آ گئے وہاں سے دس ہزار درہم لے کر مکہ شریف لوٹے' مکہ مکرمہ کے باہر ایک گاؤں میں آپ کے لئے خیمہ لگا دیا گیا لوگ آپ سے ملنے آتے گئے آپ نے جب تک وہ سب مال تقسیم نہ کردیا وہاں سے نہ ملے۔

حکایت ۔ ایک دن آپ حمام سے نکلے تو حمام والے کو بہت سا سامان دے ڈالا۔

حکایت ۔ ایک دن آپ کا کوڑا ہاتھ سے گر پڑا ایک شخص نے اٹھا دیا آپ نے اسے اس کے عوض پچاس اشرفیاں دیں آپ کی سخاوت مشہور ہے کہ بیان کرنے کی حاجت نہیں' اور زہد کی اصل سخاوت ہے۔

اس لئے کہ جو شخص کسی چیز سے محبت رکھتا ہے اسے روک رکھتا ہے اور جدا نہیں کرتا۔ اس صورت میں مال وہی جدا کرے گا جس کی نظروں میں دنیا حقیر ہو گی اور یہی معنی "زہد" کے ہیں۔

خوفِ خدا عزوجل ۔ آپ کے زہد اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ خوف رکھنے اور اپنی ہمت کو آخرت میں مشغول رکھنے پر حکایات بھی دال ہیں۔

حکایت ۔ سفیان بن عینیہ نے آپ کے سامنے ایک حدیث رقت قلب کے بارے میں روایت کی آپ کو غش آ گیا لوگوں نے سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا کہ شافعی مر گئے۔

انہوں نے فرمایا کہ فوت ہو گئے تو اپنے زمانے کے لوگوں سے افضل مر گئے۔

حکایت ۔ حضرت عبداللہ بن محمد بلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ میں اور عمر بن نباتہ عابدوں اور زاہدوں کا ذکر کرتے تھے۔ مجھ سے عمر نے کہا کہ میں نے پرہیزگار اور فصیح محمد بن ادریس شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی کو زیادہ نہیں دیکھا کہ میں اور آپ اور حارث بن لبید صفا کی طرف گئے۔ (حضرت حارث صالح عمری کا شاگرد تھا) اس نے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا (یہ خوش آواز تھا) جب یہ آیت پڑھی۔

هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ (المرسلٰت ۳۵-۳۶)

ترجمہ: یہ دن ہے کہ اس میں بول نہ سکیں گے اور نہ انہیں اجازت ہو گی کہ عذر کر سکیں۔

میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ کا رنگ بدل گیا اور بدن پر بال کھڑے ہوئے اور زور سے تڑپ کر بے ہوش ہو گئے۔ جب آپ کو ہوش آیا تو یوں کہنا شروع کیا الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ جھوٹوں کے مقام اور غافلوں کے اغراض سے الٰہی تیرے ہی لئے ہی عرفاء کے دل انکساری کرتے ہیں اور تیرے مشتاقوں کی ہی گردنیں جھکتی ہیں۔

الٰہی اپنا جود و سخا مجھے عنایت فرما اور مجھے اپنے پردۂ کرم میں چھپا اور اپنی ذات اقدس کے کرم کے طفیل میری تقصیر سے درگزر فرما۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ پھر وہاں سے اٹھ کر ہم سب چلے آئے جب میں بغداد میں پہنچا (آپ ان دنوں عراق میں تھے) میں نہر کے کنارے نماز کے لئے وضو کرتا تھا ایک شخص میرے پاس سے گزرا اور کہا کہ بیٹا اپنا وضو اچھی طرح کر اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں تیرے ساتھ اچھی طرح پیش آئے گا میں نے مڑ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک بزرگ ہیں جنکے پیچھے بہت لوگ کھڑے ہیں۔ میں جلدی سے وضو کر کے ان کے پیچھے ہوا میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تجھے کچھ کام ہے میں نے کہا ہاں جو علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے اس میں سے مجھے بھی سکھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ جان لے کہ جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی تصدیق کرتا ہے وہ نجات پاتا ہے اور جو اپنے دین

کا خوف رکھتا ہے وہ تباہی سے بچا رہتا ہے اور جو دنیا میں زہد کرتا ہے۔ قیامت میں اللہ تعالیٰ کے ثواب کو دیکھ کر اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ اس سے اور زیادہ کیا بتاؤں میں نے کہا بہتر آپ نے فرمایا کہ جس شخص میں تین خصلتیں ہیں اس نے اپنا ایمان پورا کیا۔

(1) اچھی بات کا دوسرے کو حکم کرے اور پہلے خود عمل کرے۔

(3) برائی سے دوسروں کو منع کرے اور پہلے خود پابند ہو۔

(4) اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو حدود مقرر کی ہیں۔ ان کی نگہداشت کرے اور ان سے کسی طرح تجاوز نہ کرے اور کیا بتاؤں میں نے کہا آپ نے سچ فرمایا پھر فرمایا کہ دنیا میں زاہد راہ حق اور آخرت کا راغب ہونا چاہئے اور تمام امور میں اللہ تعالیٰ کو سچا جاننا چاہئے اس سے نجات پانے والوں کے ساتھ نجات نصیب ہوگی۔ یہ کہہ کر آپ تشریف لے گئے میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں کہا کہ شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔

فائدہ ۔ اس روایت سے آپ کا بے ہوش ہو جانا پھر نصیحت فرمانے پر غور کیجئے کہ اس سے آپ کا زہد اور شدت خوف کتنا تھا اور یہ خوف اور زہد بغیر معرفت اللہ تبارک وتعالیٰ کے حاصل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُاؕ (پ 22 فاطر نمبر 28)

اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں (کنز الایمان)

امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ خوف اور زہد فقہ کے بیع سلم اور اجارہ وغیرہ سے حاصل نہیں کیا تھا بلکہ آخرت کے علوم (جو قرآن و حدیث سے حاصل ہوئے ہیں) سے پیدا کیا تھا کیونکہ تمام اولین و آخرین کی حکمتیں قرآن و حدیث میں ان گنت ہیں۔

امام شافعی اور اسرار و رموز ۔ قلب کے اسرار اور آخرت کے رموز سے آپ کا واقف ہونا ان حکمتوں سے معلوم ہوگا جو آپ سے منقول ہیں۔ مثلاً کسی نے آپ سے پوچھا کہ ریا کیا ہے۔ آپ نے بلا تامل فرمایا کہ ریا ایک فتنہ ہے جسے خواہش نفس نے علماء کے دلوں کے سامنے لا کھڑا کیا۔ انہوں نے اس کی طرف اس وجہ سے (کہ نفس بری بات اختیار کرتا ہے) نہیں دیکھا اس لئے ان کے اعمال برباد ہو گئے۔ آپ کا قول ہے کہ جب تمہیں اپنے عمل میں عجب کا خوف ہو تو سوچو کہ تم کس کی رضا چاہتے ہو اور کس کے ثواب کے راغب اور کس کے عذاب سے ترساں ہو اور کونسی عافیت کے شکرگزار اور کونسی مصیبت کو یاد کرتے ہو جب تم ان باتوں میں سے ایک میں بھی فکر کرو گے تو تمہارا عمل تمہاری نظروں میں حقیر ہو جائے گا۔ عجب سے محفوظ ہو جاؤ گے۔

فائدہ ۔ غور فرمایئے کہ آپ نے کس طرح ریا کی حقیقت اور عجب سے علاج کا ذکر کیا اور یہ دونوں دل کی بڑی آفتوں میں سے ہیں۔ یہ بھی آپ کا ارشاد ہے کہ

جس شخص نے اپنے نفس کو محفوظ نہ رکھا اس کے علم نے اسے فائدہ نہ دیا فرمایا کہ جو شخص علم سے اللہ

تعالیٰ کی اطاعت کرتا وہ اس کے راز کو سمجھتا ہے۔ فرمایا کہ ہر ایک آدمی کے لئے دوست اور دشمن ضرور ہوتے ہیں۔ جب یہ حال ہے تو تم انہیں لوگوں کے ساتھ رہو۔ جو اللہ تعالیٰ کے اہل اطاعت ہیں۔

حکایت ۔ منقول ہے کہ حضرت عبدالقاہر بن عبدالعزیز (ایک مرد نیک بخت پرہیزگار تھے) وہ آپ سے پرہیزگاری کے متعلق مسائل پوچھا کرتے اور آپ ان کے ورع کی وجہ سے ان کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا کہ صبر اور امتحان اور تمکین میں سے کون سی چیز بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا تمکین انبیاء (علیہم السلام) کا درجہ ہے اور وہ آزمائش کے لئے ہوتا ہے پس جب امتحان ہوتا ہے اور صبر کے بعد تمکین دیکھیے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان لیا پھر ان کو وقار عنایت کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ایوب علیہ السلام کا پہلے امتحان لیا پھر وقار عنایت فرمایا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا پہلے امتحان لیا پھر ان کو تمکین اور ملک عطا کئے اور تمکین تمام درجات سے افضل ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد اقدس ہے۔

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ (پ 13 یوسف)

ترجمۂ کنزالایمان = اور یوں ہی ہم نے یوسف کو اس ملک پر قدرت بخشی۔

اور حضرت ایوب علیہ السلام کو بڑی آزمائش کے بعد تمکین دی اور فرمایا

وَاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ (پ 17 الانبیاء 84)

ترجمہ: اور ہم نے اسے اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ اتنے ہی عطا کئے اپنے پاس سے رحمت فرما کر بندگی والوں کے لئے نصیحت۔ (کنزالایمان)

فائدہ ۔ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا جواب دلالت کرتا ہے کہ آپ کو اسرار قرآنی پر خوب عبور تھا اور جو لوگ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کی طرح سالک ہیں ان کے مقامات سے خوب واقف تھے اور یہ تمام امور آخرت کے علوم میں سے ہیں۔

آپ سے کسی نے سوال کیا کہ انسان کب عالم ہوتا ہے۔ فرمایا کہ جس علم کو جانتا ہے اس میں جب محقق ہو کر دوسرے علوم کے درپے ہوتا ہے اور جو بات اس سے رہ گئی ہے اس میں تامل کرتا ہے تو اس وقت عالم ہوتا ہے۔

حکایت ۔ جالینوس سے کسی نے پوچھا کہ تم ایک مرض کے لئے بہت سی دوائیں مرکب لکھتے ہو اس نے جواب دیا کہ مقصود ایک ہی دوا ہے دوسری اس کے ساتھ اس لئے ہیں کہ اس کی تیزی کم ہو جائے اس لئے کہ مفرد دوائیں قاتل ہیں اس طرح کی بہت سی باتیں علوم آخرت میں آپ کی معرفت الٰہی علوم مرتبت پر دلالت کرتی ہیں۔

رضائے الٰہی کی طلب ۔ حضرت امام شافعی (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) فقہ سے اور اس میں مناظرہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے خواہاں تھے۔ اس امر پر روایات ذیل دال ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ اس علم سے لوگ مستفید ہوں اور اس میں سے میری طرف کوئی چیز منسوب نہ ہو۔

فائدہ - آپ کو علم کی آفت اور طلب شہرت کی برائی کتنا معلوم تھی اور اس بارے میں خالص نیت اور قلبی توجہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے شہرت سے مبرا تھے۔

آپ نے فرمایا کہ میں نے کبھی کسی سے مناظرہ اس خیال سے نہیں کیا کہ وہ خطا کرے اور فرمایا کہ جب میں نے کسی سے گفتگو کی ہے تو اس ارادہ پر کہ اسے توفیق اور صداقت اور امانت ملے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی حمایت اور حفاظت رہے اور جب میں نے کسی سے کلام کیا ہے تو یہ پرواہ نہیں کی ہے کہ امر حق میری زبان سے یا اس کی زبان سے نکلے۔

اور فرمایا کہ جب میں نے امر حق اور حجت کو کسی پر پیش کیا اور اس کی حق بات قبول کی تو میں اسی سے ہیبت رکھتا ہوں اور اس کی محبت کا معتقد ہوتا ہوں اور جو کوئی امر حق پر مجھ سے زبردستی کرکے حجت توڑتا ہے تو وہ میری نظروں سے گر جاتا ہے۔ میں اس سے ملنا چھوڑ دیتا ہوں۔

فائدہ - یہی علامات ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے آپ کی غرض فقہ اور اس میں مناظرہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی تھی اور بس (انتباہ) دیکھئے کہ زمانہ حال کے لوگوں نے آپ کا اتباع ان پانچ میں چار باتوں کو چھوڑ کر صرف ایک بات میں کس طرح کیا ہے لیکن اس ایک میں بھی انکا خلاف کرتے ہیں۔

امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) ائمہ کرام (رحمہم اللہ) کی نظر میں

(1) حضرت ابوثور رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ نہ میں نے نہ کسی دوسرے نے حضرت شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جیسا دیکھا ہے۔ (2) حضرت احمد بن حنبل رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ چالیس سال سے میں نے ایسی کوئی نماز نہیں پڑھی جس کے بعد حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے دعا نہ مانگی ہو۔

فائدہ - اس روایت سے دعا مانگنے والے کا انصاف اور جن کے لئے دعا کی گئی ان کے بلند مرتبہ کا خود اندازہ فرمایئے۔ پھر اس زمانہ کے علمائے کرام کے حالات کو مطابق کیجئے کہ ان کے دلوں میں آپس میں کتنا بغض اور عناد ہے۔ تاکہ تم کو معلوم ہو کہ یہ لوگ جو دعویٰ سلف کی پیروی کرتے ہیں۔ اس دعوئ میں ناقص ہیں۔

نکتہ - حضرت امام احمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے زیادہ دعا مانگنے کی وجہ سے آپ کے صاحبزادہ نے پوچھا کہ حضرت شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کون تھے۔ جن کے لئے آپ اس قدر دعا کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ بیٹا۔ حضرت شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ دنیا کے حق میں مثل آفتاب کے جیسے تھے اور لوگوں کے حق میں صحت اور تندرستی کے تھے۔

فائدہ - ان باتوں میں کوئی ان جیسا ہو سکتا ہے۔ (3) حضرت امام احمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو کوئی اپنے ہاتھ سے دوات چھوئے اس کی گردن پر حضرت شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا احسان ہے۔ (4) یحییٰ بن سعید بنبہ

فروش کہتے ہیں کہ میں نے چالیس سال سے جو نماز پڑھی اس میں حضرت شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے دعا مانگی اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں ایسا علم عنایت فرمایا جس میں طریقہ حق کی ہدایت ہے۔ ہم آپ کے حالات اسی قدر مختصر پر کفایت کرتے ہیں اس لئے کہ تمام حالات خارج از حد شمار ہیں۔ یاد رہے کہ یہ مناقب جو ہم نے لکھے ہیں اکثر اس کتاب سے نقل کئے ہیں جو نصیر بن ابراہیم مقدسی نے مناقب حضرت شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ میں لکھی ہے۔

سیرتِ حضرت اِمام مالِک رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھی ان پانچوں خصلتوں سے موصوف تھے۔ چنانچہ ان سے کسی نے کہا کہ اے مالک طلب علم میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بہتر اور اچھا ہے۔

بلکہ جو شخص صبح سے لے کر شام تک تمہارا ساتھ نہ چھوڑے۔ اس کا ساتھ تم بھی نہ چھوڑو۔ آپ علم دین کی تعظیم میں بہت زیادہ مبالغہ فرماتے یہاں تک کہ جب حدیث بیان کرتے تو وضو کرتے اور اپنے فرش کے صدر مقام پر بیٹھتے اور داڑھی میں کنگھا کرتے اور خوشبو لگاتے اور بیٹھنے میں وقار اور ہیبت ملحوظ رکھتے۔ پھر حدیث ارشاد فرماتے لوگوں نے اس بارے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث کی تعظیم کروں۔

آپ کا ارشاد ہے کہ علم ایک نور ہے اس کو اللہ تعالیٰ جہاں چاہتا ہے وہاں رکھتا ہے وہ کثرت روایت سے حاصل نہیں ہوتا۔

فائدہ – حدیث پاک کی حرمت اور توقیر اس پر دال ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے جلال کی معرفت نہایت قوی تھی۔ اور علم سے غرض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی آپ کے اس قول سے ثابت ہوتی ہے کہ فرمایا دین کے بارے میں جدل کرنا کچھ بھی نہیں۔

حکایت – حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں آپ کے پاس حاضر ہوا اس وقت آپ سے اڑتالیس مسئلے پوچھے گئے ان میں سے بتیس کے جواب میں فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں۔

فائدہ– جسے اپنے علم سے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی غرض ہوتی ہے اس کا نفس کبھی نہیں مانتا کہ یوں اقرار کرے (کہ میں نہیں جانتا) اسی لئے امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب علماء کرام کا ذکر ہو تو امام مالک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ان میں نجم ثاقب ہیں اور امام مالک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے بڑھ کر میرے اوپر کسی کا زیادہ احسان نہیں۔

حکایت — ابو جعفر منصور نے آپ کو منع کردیا تھا کہ مکرہ کی طلاق کے بارے میں حدیث مت بیان کرنا' پھر ایک شخص کو خفیہ کہا کہ ان سے اس طلاق کا مسئلہ پوچھے جب اس شخص نے دریافت کیا تو آپ نے تمام لوگوں سے کہہ دیا کہ جس شخص سے زبردستی طلاق کہلائی گئی ہو وہ طلاق نہیں۔1!۔

(2) ابو جعفر آپکو کوڑے لگائے مگر آپ نے حدیث پاک بیان کرنا ترک نہ کی۔ امام مالک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے کہ جو شخص حدیث میں سچا ہوتا ہے وہ جھوٹ نہیں بولتا اس کی عقل سے اسکو نفع دیا جاتا ہے اور بڑھاپے میں اس پر یہ آفت اور فساد عقل طاری نہیں ہوتا۔

امام مالک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا زہد — امام مالک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا زہد بھی بے مثال تھا۔

حکایت — امیرالمومنین مہدی نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کا کوئی مکان ہے آپ نے فرمایا نہیں لیکن اس کے متعلق میں ایک حدیث بیان کرتا ہوں وہ حدیث میں نے ربیع بن عبدالرحمٰن سے سنی ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ آدمی کا نسب ہی اس کا مکان ہے۔

حکایت — ہارون الرشید نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کا مکان ہے۔ آپ نے فرمایا' نہیں۔ ہارون الرشید نے آپ کو تین ہزار دینار دے کر کہا کہ اس سے مکان خریدیئے آپ نے لے کر رکھ چھوڑے' خرچ نہ کیا جب ہارون الرشید مدینہ منورہ سے بغداد روانہ ہوا تو آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ بھی ہمارے ساتھ چلئے۔ اس لئے کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ لوگوں کو موطا کی ترغیب دوں۔ جیسے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو قرآن پر ترغیب دی تھی۔ آپ نے جواب دیا کہ لوگوں کو موطا کی ترغیب دینے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ صحابۂ کرام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد مختلف شہروں میں چلے گئے اور احادیث روایت کی ہیں اسی لئے اب ہر اہل شہر کے پاس علم حدیث موجود ہے۔ (اسی لئے میری کتاب موطا کو زبردستی منوانے کی ضرورت نہیں) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد اقدس ہے کہ

(اختلاف امتی رحمۃ) ترجمہ: میری امت کا اختلاف رَحمت ہے۔

باقی رہا تمہارے ساتھ چلنا تو وہ بھی نہیں ہوسکتا) کیونکہ مدینہ پاک کا چھوڑنا مجھے گوارا نہیں) امام مالک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب ہے کہ مدینہ پاک کا شہر مکہ مکرمہ کے شہر سے افضل ہے۔ آپ کو مدینہ پاک سے نہایت ہی عقیدت و محبت تھی کہ زندگی مدینہ پاک میں بسر فرمائی کبھی یہاں سے کسی دوسرے شہر جانے کا قصد نہ فرمایا اور ادب کا

1۔ جبراً طلاق دینے والا اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک طلاق ہو جاتی ہے۔ امام مالک کے نزدیک واقع نہیں ہوتی۔ اس ابو منصور خلیفہ عباسی نے آپ پر سختی کی لیکن مرد مولیٰ وہ ہے جو اپنے موقف پر پہاڑ بن جائے وہی امام مالک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۔ 12 اویسی غفرلہ

یہ سماں تھا کہ قضائے حاجت کے لئے حدود حرم سے باہر تشریف لے جاتے اور جب حدود کے قریب پہنچتے تو آہستہ آہستہ چلتے جب قضائے حاجت سے فراغت پاتے تو تیز قدم اٹھاتے' پوچھا گیا کہ ایسا کیوں؟ فرمایا کہ موت آئے تو حدود مدینہ پاک میں آہستہ قدم اٹھاتا ہوں کہ موت آجائے تو قدم حدود سے باہر نہ ہو اور پھر تیز چلتا ہوں کہ کہیں موت حدود مدینہ پاک سے باہر نہ آ جائے) مزید تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب با ادب بانصیب) اضافہ اویسی غفرلہ

احادیث فضائل مدینہ منورہ ۔ مدینہ منورہ کے فضائل میں بے شمار احادیث مروی ہیں۔ تفصیل دیکھئے۔ فقیر اویسی غفرلہ کی کتاب (محبوب مدینہ) امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف دو حدیثیں لکھی ہیں۔

(1) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد اقدس ہے کہ

المدینۃ خیرلھم لو کانوایعلمون) ترجمہ: ان کے لئے مدینہ پاک بہتر ہے اگر انہیں معلوم ہوتا۔

(2) یہ بھی ارشاد اقدس ہے۔

المدینۃ تنفی خبثھا کما ینفی الکیر خبث الحدید۔

مدینہ میل کچیل کو ایسے چھانٹتا ہے جیسے بھٹی لوہے کا میل دور کرتی ہے۔

استغنائے امام مالک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ۔ وہ درہم و دینار جو آپ کو ہارون الرشید نے مکان کی خرید کے لئے دیئے تھے اور وہ آپ نے رکھ چھوڑے تھے۔ ہارون الرشید کو واپس کرتے ہوئے فرمایا۔

تمہارے دینار جوں کے توں رکھے ہیں چاہو لے لو' چاہو چھوڑ جاؤ یعنی تم مجھ سے مدینہ چھڑانا چاہتے ہو صرف اسی لئے کہ تم نے مجھ پر احسان کیا ہے لیکن میں دینار کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ پر ترجیح نہیں دیتا۔

امام مالک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے زہد کی ایک عجیب مثال ۔ منقول ہے کہ جب آپ کے علم اور شاگردوں کے منتشر ہونے سے اطراف دنیا سے مال آنے لگا آپ اس کو امور خیر میں خرچ کردیا کرتے تھے۔ آپ کی سخاوت سے آپ کا زہد اور دنیا کی محبت کی کمی معلوم ہوتی ہے اور زہد یوں نہیں ہوتا کہ آدمی کے پاس مال نہ ہو بلکہ یہی صورت ہے کہ مال سے دل غنی ہو۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا زہد بھی ایسے ہی تھا۔

حضرت مالک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا دنیا کو حقیر جاننا ۔ امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام مالک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے دروازے پر خراسانی گھوڑوں اور مصر کے خچروں کا ایسا انبوہ کثیر دیکھا کہ اس سے عمدہ میں نے کہیں نہیں دیکھے۔ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ گھوڑے اور خچر کیسے عمدہ ہیں لیکن آپ ان پر کبھی سوار نہیں دیکھے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تبارک و تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ جس زمین میں اس کا پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرام فرما ہو اس زمین کو سواری کے سم سے پامال کروں۔

فائدہ ۔ اس سے خیال کیجئے کہ سخاوت آپ میں کس قدر تھی کہ تمام گھوڑے خچر ایک بار اللہ کی راہ میں دے ڈالے اور پھر خاک پاک مدینہ طیبہ کی توقیر' اللہ ۔ اللہ ۔ عزوجل

فائدہ۔ اس سے آپ کا علم سے اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی اور دنیا کو حقیر جاننا خوب ثابت ہوا۔

حکایت۔ خود فرماتے ہیں کہ میں ہارون الرشید کے پاس گیا۔ رشید نے کہا کہ آپ ہمارے پاس تشریف لایا کیجئے تاکہ ہمارے لڑکے آپ سے موطا سنیں۔ میں نے کہا کہ (اللہ تعالیٰ امیر کو ترقی دے) یہ علم تمہی لوگوں سے نکلا ہے اگر تم اس کی عزت کرو گے تو عزیز ہوگا اور اگر ذلت کرو گے تو ذلیل ہوگا علم کے پاس لوگ جایا کرتے ہیں علم نہیں آیا کرتا۔ رشید نے کہا کہ آپ درست فرماتے ہیں۔ اس نے اپنے لڑکوں کو حکم دیا کہ مسجد نبوی میں جاؤ اور عوام کے ساتھ موطا سنو (پڑھو)۔

سیرتِ اِمامِ اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھی عابد اور زاہد اور عارف باللہ اور خدا ترس اور اپنے علم سے اس کی رضا کے طالب تھے۔

کثرت عبادت۔ ابن مبارک سے مروی ہے کہ آپ صاحب مروت تھے اور نماز بہت پڑھتے تھے۔ حماد بن ابی سلیمان روایت کرتے ہیں کہ آپ تمام شب عبادت کرتے تھے۔

حکایت۔ ابتدائی زندگی میں آپ نصف شب عبادت کرتے۔ ایک دن کہیں جا رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ کی طرف اشارہ کرکے دوسرے سے کہا کہ یہ وہ ہیں جو تمام شب عبادت کرتے ہیں۔ اس دن کے بعد پھر امام صاحب نے تمام شب عبادت کرنی شروع کردی اور فرمایا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ میں اس قدر عبادت نہ کروں جس قدر لوگ میرے متعلق بیان کریں۔

زہد و تقویٰ۔ (1) ربیع بن عاصم کہتے ہیں۔ کہ مجھے یزید بن عمرو بن ہبیرہ نے بھیجا۔ کہ میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس کے پاس لاؤں اس نے چاہا کہ آپ بیت المال کا عہدہ سنبھال لیں۔ آپ نے انکار کیا اس نے آپ کو بیس کوڑے مارے۔

فائدہ۔ دیکھئے حکومت کی ملازمت سے کیسے انکار کیا سخت مار کو برداشت فرمایا لیکن ملازمت قبول نہ کی۔ (2) حکم بن ہشام ثقفی نے کہا ہے کہ مجھ سے کسی نے ملک شام میں امام صاحب کے بارے میں ایک روایت بیان کی کہ آپ تمام لوگوں سے زیادہ امین تھے۔ بادشاہ نے چاہا کہ ان کو اپنے خزانوں کی کنجیاں سپرد کرے ورنہ انہیں پٹوا دے آپ نے دنیا کی سزا اختیار کی اور اللہ تعالیٰ کے عذاب پر جرات نہ کی۔ (3) ابن مبارک کے سامنے جب آپ کا ذکر ہوتا تو کہتے کہ تم ایسے شخص کا ذکر کرتے ہو کہ جس پر تمام دنیا پیش کی گئی لیکن آپ نے اس سے گریز کیا۔ (4) محمد بن شجاع

آپ کے شاگردوں سے روایت کرتے ہیں کہ آپ سے کسی نے کہا کہ آپ کے لئے امیرالمومنین ابو جعفر منصور نے دس ہزار درہم دینے کو کہا ہے آپ راضی نہ ہوئے اور جب وہ دن ہوا جس میں مال کے آنے کی تاریخ تھی آپ نے صبح کی نماز پڑھی اور منہ لپیٹ لیا اور کسی سے کوئی بات نہ کی۔ حسن بن قحطبہ کا قاصد وہ مال لے کر آپ کے پاس آیا آپ اس سے نہ بولے۔ بعض حاضرین نے کہا کہ آپ ہم سے بھی ایک آدھ بات کبھی کرتے ہیں یعنی آپ کی عادت ایسی ہی ہے کہ کلام نہیں کرتے اس مال کو تم اس تھیلی میں مکان کے اندر فلاں کونے میں رکھو دو۔ پھر مدت کے بعد امام صاحب نے اپنے تمام اثاث البیت کی وصیت کی اور اپنے صاحبزادے سے کہا کہ جب میں مر جاؤں اور مجھے دفن کرچکو اس تھیلی کو حسن بن قحطبہ کے پاس لے جانا اور کہنا کہ یہ تمہاری وہ امانت ہے جو تم نے ابوحنیفہ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کے سپرد کی تھی آپ کے صاحبزادے نے وصیت کے مطابق تعمیل کی حسن نے فرمایا کہ رحمت ہو اللہ کی تیرے باپ پر اس لئے کہ وہ اپنے دین پر نہایت حریص تھے۔

حکایت ۔ آپ کو عہدہ قضا کے لئے کہا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ میں اتنی لیاقت نہیں لوگوں نے پوچھا کس وجہ سے آپ نے فرمایا اگر میں سچا ہوں تب تو واقع میں اس کے لائق نہیں اور اگر اس قول میں جھوٹا ہوں تو جھوٹا شخص عہدہ قضا کی لیاقت نہیں رکھتا۔

فائدہ ۔ آپ کا طریق آخرت کا ماہر ہونا اور امور دینی کی راہ سے واقف اور عارف باللہ ہونا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے آپ بہت ڈرتے تھے اور دنیا میں زاہد تھے۔

(5) ابن جریج نے کہا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تمہارا کوفی نعمان بن ثابت اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرتا ہے۔ (6) شریک نخعی کہتے ہیں کہ امام اعظم سکوت بہت رکھتے تھے اور ہمیشہ فکر میں مستغرق رہتے لوگوں سے کلام کم کرتے تو یہ امور واضح دلیل ہیں کہ باطن کے علم اور دینی مہمات میں مشغول رہنے پر اس لئے کہ جس کو سکوت اور زہد عنایت ہو اس کو علم کامل عطا ہوا۔

تعارف احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ

ان کے تابع بہ نسبت ان تینوں ائمہ مذکورین کے کم ہیں اور حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے تابع امام احمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی بہ نسبت تو اور کم ہیں۔ لیکن یہ دونوں ورع اور زہد میں زیادہ مشہور ہیں اور یہ ساری کتاب ان دونوں کے افعال و اقوال سے پر ہے اسی لئے تفصیل کی ضرورت نہیں۔

فائدہ ۔ ان تینوں ائمہ کی سیرتوں پر غور کرو اور سوچو کہ یہ حالات اور افعال دنیا سے اعراض اور خالص اللہ کے

حاشیہ اگلے صفحہ پہ ہے

لئے ہو رہنے کے ہیں یا بھلا علم فقہ کی فروعات یعنی سلم اور اجارہ اور اظہار اور ایلا اور لعان کے جاننے سے ہوتے ہیں یا یہ دوسرے علم سے حاصل ہوتے ہیں۔ جو فقہ سے اعلیٰ اور اشرف ہے اور غور فرمایئے کہ جو لوگ ان کی پیروی کا دعویٰ کرتے ہیں وہ سچے ہیں یا جھوٹے۔

"ان علوم کا ذکر جنہیں لوگ تو اچھا کہتے ہیں لیکن وہ اچھے نہیں"

فصل نمبر1-

بعض علوم کے برا ہونے کی وجوہات - (سوال) علم کے معنی ہیں کسی چیز کو جیسی وہ ہے اسی طرح جاننا اور علم اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے بھی ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز علم ہو کر مذموم اور بری ہو۔ (جواب) علم کی برائی خود علم ہونے کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ بندوں کے حق میں تین وجہوں میں سے کسی کے پائے جانے سے برا کہا جاتا ہے۔ وہ عالم کے حق میں یا دوسرے کے حق میں انجام کو مضر ہوتا ہے۔ جیسے علم سحر اور طلسمات کو برا کہتے ہیں حالانکہ علم سحر حق ہے۔ اس لئے کہ قرآن اس کا شاہد ہے کہ سحر ایک سبب ہے جس کو خاوند اور بیوی میں جدائی ڈالنے کا ذریعہ بنایا جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا قصہ - حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی نے جادو کیا تھا اس کے سبب سے آپ بیمار ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو خبر دی اور وہ جادو ایک کنویں کے اندر پتھر کے نیچے سے نکالا گیا1۔

1۔ اس سے امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ایک وہم کا ازالہ فرما رہے ہیں وہ یہ کہ سابق مضمون میں آپ نے فقہ کو ظاہری علوم سے ثابت فرمایا اور بتایا کہ فقہ کا علوم باطن سے کوئی تعلق نہیں۔ اس پر اعتراض پڑتا تھا کہ بہت بڑے ائمہ نہ صرف فقیہ ہیں بلکہ فقہ کے موجد اور احکام شرعیہ کے مجتہد ہیں تو کیا وہ صرف ظاہری علوم تک محدود تھے۔ آپ نے بطور نمونہ ائمہ ثلاثہ کے مختصر حالات درج فرما کر ثابت فرمایا کہ وہ حضرات علوم ظاہرہ و باطنہ کے جامع تھے۔ ہاں آپ نے فقہ کے ان علماء کو سرزنش کی ہے۔ جو صرف ظاہری مسائل کے تو ماہر ہیں لیکن علوم باطن سے خالی ہیں اور پھر دم بھرتے ہیں ان ائمہ کی تقلید کا۔ جیسے امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے دور میں ظاہری علوم کی مہارت کے باوجود عملی زندگی سیرت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام کے مطابق نہ تھی اور نہ ہی باطنی علوم کی طرف میلان تھا کچھ دور حاضرہ میں بھی یہی کیفیت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ کریم ہم سب کو اتباع حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور علوم باطنی سے نوازے (آمین)

فائدہ - جادو علم کی ایک قسم ہے کہ [1] - جواہر کے خواص اور ستاروں کے مطالعہ اور حسابی امور سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ یوں کہ ان جواہر سے ایک مجسمہ اس شخص کی صورت پر بناتے ہیں جس پر جادو کرتے ہیں اور ایک خاص وقت کے منتظر رہتے ہیں جب ستارے کے طلوع کا وقت آتا ہے تو اس مجسمہ پر چند کلمات کفریہ اور فحش (خلاف شرع) پڑھتے ہیں اور ان کے ذریعہ سے شیاطین سے مدد چاہتے ہیں اور ان تمام تدابیر سے بحکم علوت جاریہ اللہ تعالیٰ کے مسحور شخص میں عجیب حالات پیدا ہو جاتے ہیں اور ان اسباب کی معرفت اس اعتبار سے کہ معرفت ہے بری نہیں مگر چونکہ خلق خدا کو ضرر رسانی ہے اور یہ برائی کا وسیلہ ہے۔ اس سبب سے ان امور کے سیکھنے پر اسے علم مذموم کہتے ہیں۔ بلکہ اگر کوئی ظالم کسی ولی اللہ کے قتل کے درپے ہو اور وہ اس سے ڈر کر کسی مضبوط جگہ میں جا چھپے تو ظالم اس کا حال پوچھے تو اس کی جگہ نہیں بتانی چاہئے اور اس موقعہ پر جھوٹ بولنا واجب ہے۔ اس کی جگہ کا ذکر اور حقیقت حال کا بتانا برا اسی وجہ سے ہے کہ اس کا انجام مضر ہے۔ (2) وہ علم غالباً عالم کے حق میں مضر ہو مثلاً علم نجوم کہ وہ خود اپنی ذات سے برا نہیں کیونکہ وہ یا تو حساب کے متعلق ہے اور قرآن مجید میں صاف صاف فرما دیا ہے کہ سورج اور چاند کی چال حساب سے ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ پ 27 رحمٰن ترجمۂ کنزالایمان: سورج اور چاند حساب سے ہیں اور فرمایا وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ پ 23 یٰسین 39 ترجمۂ کنزالایمان اور چاند کے لئے ہم نے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ پھر ہو گیا جیسے پرانی کھجور کی ڈال - یا احکام میں جن کا خلاصہ ان واقعات کا بتانا ہے۔ یہ ایسا ہے جیسے طبیب نبض سے بتا دیتا ہے کہ یہ مرض عنقریب پیدا ہو گا خلاصہ یہ کہ اس کا

1۔ حضرت امام غزالی قدس سرہ نے جادو کا قصہ نبوی اجمالی طور پر بیان فرمایا ہے فقیر اس کی تفصیل عرض کردے تاکہ حقیقت حال واضح ہو۔ حضرت صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ خزائن العرفان میں فرماتے ہیں۔ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس جو اس کے بعد ہے یہ اس وقت نازل ہوئی جب کہ لبید بن عاصم یہودی اور اس کی بیٹیوں نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جادو کیا اور حضور کے جسم مبارک اور اعضائے ظاہرہ پر اس کا اثر ہوا قلب و عقل اور اعتقاد پر کچھ اثر نہ ہوا چند روز کے بعد جبریل آئے اور انہوں نے عرض کیا کہ ایک یہودی نے آپ پر جادو کیا ہے اور جادو کا جو کچھ سامان ہے وہ فلاں کنویں میں ایک پتھر کے نیچے داب دیا ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا انہوں نے کنویں کا پانی نکالنے کے بعد پتھر اٹھایا اس کے نیچے سے کھجور کے گابھے کی تھیلی برآمد ہوئی اس میں حضور کے موئے شریف جو کنگھی سے برآمد ہوئے تھے اور حضور کی کنگھی کے چند دندانے اور ایک ڈورا یا کمان کا چلہ جس میں گیارہ گرہیں لگی تھیں اور ایک موم کا پتلہ جس کے منہ میں گیارہ سویاں چبھی تھیں۔ یہ سب سامان پتھر کے نیچے سے نکلا اور حضور کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں سورتیں نازل فرمائیں ان دونوں سورتوں میں گیارہ آیتیں ہیں پانچ سورہ فلق میں ہر ایک آیت کے پڑھنے کے ساتھ ایک ایک گرہ کھلتی جاتی تھی یہاں تک کہ سب گرہیں کھل گئیں اور حضور بالکل تندرست ہو گئے۔ (مسئلہ) تعویذ اور عمل جس میں کوئی کلمہ کفر یا شرک کا نہ ہو جائز ہے۔ خاص کر وہ عمل جو آیات قرانیہ سے کئے جائیں یا احادیث میں وارد ہوئے ہوں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اسماء بنت عمیس نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جعفر کے بچوں کو جلد جلد نظر ہوتی ہے کیا مجھے اجازت ہے کہ ان کے لئے عمل کروں۔ حضور نے اجازت دی۔ (ترمذی) مزید سحر وغیرہ کی تحقیق فقیر کی تصنیف "تحقیق سحر کا بیان" کا مطالعہ کیجئے۔

جاننا اللہ تعالیٰ کی عادات کا معلوم کرنا ہے مگر شرع نے اس کو برا کہا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تقدیر کا معاملہ ہو تو چپ ہو جاؤ اور جب نجوم کا ذکر ہو تو چپ رہو اور جب میرے اصحاب کا ذکر ہو تو سکوت کرو فرمایا کہ میں اپنی امت پر تین باتوں سے ڈرتا ہوں۔ (1) حاکموں کا ظلم کرنا (2) نجوم کا معتقد ہونا (3) تقدیر کی تکذیب۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ نجوم کو اس قدر سیکھو کہ اس سے خشکی اور تری میں تم کو راہ ملے پھر رک جاؤ اور اس سے منع کرنے کی تین وجوہات ہیں۔ (1) اکثر خلق خدا کو یہ مضر ہوتا ہے یعنی جب یہ باتیں دل میں پڑتی ہیں کہ حالات ستاروں کی چال کے بعد اس طرح ہوتے ہیں تو ان کے دلوں میں خیال آتا ہے کہ تاثیر کرنے والے ستارے ہیں اور یہی معبود ہیں جو انتظام کرتے ہیں اس لئے کہ یہ اجسام اور جواہر لطیف آسمان پر ہیں اور ان کی عزت دل میں بڑھ جاتی ہے اور توجہ دلی انہیں کی طرف رہتی ہے۔ خیر کی توقع اور شر سے بچاؤ انہیں کی وجہ سے معلوم ہونے لگتی ہے۔ اللہ پاک کا ذکر دل سے مٹ جاتا ہے۔ اس لئے کہ ضعیف آدمی کی نظر ذرائع تک ہی رہتی ہے۔ البتہ پختہ عالم دین اس سے واقف ہوتا ہے کہ چاند اور سورج ستارے سب اللہ تعالیٰ کے مطیع ہیں۔ ضعیف آدمی کہ سورج کی روشنی سورج نکلنے کے بعد دیکھتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے چیونٹی کہ بالفرض اس کو عقل ہو اور کاغذ پر موجود ہو اور دیکھ رہی ہو کہ قلم کی سیاہی سے کاغذ سیاہ ہوتا چلا جاتا ہے تو وہ یہی اعتقاد کرے گی کہ لکھنا قلم کا فعل ہے اس کی نظر قلم سے انگلیوں پر اور ان سے ہاتھ پر اور ہاتھ سے ارادے پر اور ارادے سے کاتب پر جو ارادہ کررہا ہے اور کاتب سے اس کی قدرت اور ہاتھ کے بنانے والے پر ہرگز ترقی نہ کرے گی۔ غرض یہ کہ مخلوق کی نظر اکثر قریب اور نیچے کے اسباب پر رہ کر مسبب الاسباب تک ترقی سے باز رہتی ہے۔ اس لئے نجوم کے سیکھنے کی ممانعت کی گئی (2) وجہ ممانعت یہ ہے کہ نجوم کے احکام صرف اور صرف اٹکل پچو ہیں۔ وہ بھی فرد خاص کے متعلق اسے نہ یقینی معلوم ہوتے ہیں۔ نہ فرضی تو اس کے ذریعہ سے حکم کرنا جہالت پر حکم کرنا ہے۔ اس صورت میں اس کی برائی اس اعتبار سے ہے کہ وہ جہل ہے علم ہونے کی وجہ سے نہیں کیونکہ یہ تو معجزہ جناب حضرت ادریس علیہ السلام کا ہے۔ جیسا کہ روایات میں آ رہا ہے۔ جیسا کہ مروی ہے اور یہ علم جاتا رہا بلکہ مٹ گیا اگر کوئی منجم سچی بات بھی کہتا ہے تو وہ اتفاقی ہوتی ہے اس لئے کہ منجم بعض اوقات کسی سبب پر واقف ہوتا ہے اور مسبب (کام) بہت سی شرطوں کے بغیر نہیں ہوتا اور ان شرائط پر واقف ہونا انسان کے اختیار میں نہیں پس اگر اتفاقاً" اللہ تعالیٰ باقی شرطوں کو بھی مقدر فرما دیتا ہے تب تو منجم کا قول درست ہو جاتا ہے اگر باقی سبب نہیں ہوتے تو اس کا کہنا غلط ہوتا ہے اور اس کا حال ایسا ہے جیسے کوئی شخص دیکھے کہ پہاڑوں سے بادل اٹھ اٹھ کر جمع ہوتے ہیں اور چلتے پھرتے ہیں تو وہ اٹکل سے کہہ دے کہ آج بارش ہو گی۔ حالانکہ بادل کے بعد سورج بھی نکل آتا ہے اور بادل جاتا رہتا ہے اور کبھی بارش بھی برساتا ہے تو صرف بادل کا ہونا ہی بارش کے آنے میں کافی نہیں جب تک دیگر اسباب کا علم نہ ہو اسی طرح ملاح کا قیاس کرتا کہ کشتی سلامت رہے گی یعنی ہمیشہ سے ہواؤں کا عادی ہے۔ اسی پر اعتماد کر کے کہہ دیتا ہے حالانکہ ان ہواؤں کے دیگر اسباب خفیہ بھی ہیں کہ ان پر اس کو اطلاع نہیں اسی لئے کبھی اس کا کہنا ٹھیک ہوتا ہے

اور کبھی غلط ہوجاتا ہے اسی وجہ سے قوی شخص کو بھی نجوم کی ممانعت ہوئی۔ (3) نیز اس علم سے کچھ فائدہ نہیں اس لئے کہ اس کا ادنیٰ مرتبہ ہے۔ امر فضول میں غور کرنا جس کی ضرورت نہیں اور ایک امر بے فائدہ میں عمر جیسی نفیس شے کو فضول میں ضائع کرنا اور یہ انتہائی درجہ کا نقصان ہے۔

حکایت ـ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک شخص پر گزرے کہ لوگ اس کے گرد جمع تھے آپ نے فرمایا کہ یہ کون ہے لوگوں نے عرض کیا کہ یہ بڑا عالم ہے آپ نے فرمایا کس چیز کا عرض کیا شعر اور عرب کے نسبوں کا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ علم غیر مفید ہے۔ بلکہ جہالت ہے کہ مضر نہیں اور فرمایا انما العلم آیة محکمة او سنة قائمة او فریضة عادلة (ترجمہ) علم یا آیہ محکمہ ہے یا سنت جاریہ ہے یا فریضہ عادلہ ہے۔

فائدہ ـ اس سے ثابت ہوا کہ نجوم اور اس جیسے علوم میں غوروخوض کرنا خطرہ میں پڑنا اور جہالت میں بے فائدہ مصروف ہونا ہے اس لئے کہ جو کچھ تقدیر میں ہے وہ ضرور ہوگا۔ اس سے بچنا غیر ممکن ہے۔ بخلاف طب کے کہ اس کی طرف ضرورت داعی ہے اور اس کی اکثر دلیلیں ایسی ہیں جن پر اطلاع ہو جایا کرتی ہے۔ بخلاف علم تعبیر کے کہ ہر چند وہ قیاسی ہے مگر نبوت کے حصوں میں سے چھیالیسواں حصہ ہے اور اس میں کوئی فکر نہیں۔ (نمبر3) انسان ایسے امور میں غوروخوض کرتا ہے جن کا اسے علم نہیں ہوتا لیکن وہ اس کے حق میں مضر ہوتے ہیں۔ مثلاً باریک امور اور خفیہ علوم کا سیکھنا اسرار الٰہی میں بحث کرنا کہ حکماء اور اہل کلام نے ان پر اطلاع چاہی حالانکہ ان کے حوصلے سے یہ اسرار زائد تھے ان کی تاب ! ,ونکے بعض اسرار پر اطلاع بجز انبیاء و اولیاء کے اور کسی کو نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ان کی بحث سے لوگوں کو روکنا اور جس قدر شرع میں وارد ہے اس کا معتقد کرنا ضروری ہے کہ توفیق یافتہ شخص کے لئے اس قدر کافی ہے اس لئے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی علوم میں غوروخوض کرتا ہے تو ان سے ضرر پاتا ہے۔ اگر وہ ان میں غوروخوض نہ کرتا تو اس کا حال دین میں اس سے اچھا ہوتا جو ان علوم میں غوروخوض کرنے سے ہو گیا۔

فائدہ ـ بعض علوم کا مضر ہونا بعض لوگوں کے حق میں یقینی ہے اس میں انکار نہیں ہو سکتا جیسے پرندے کا گوشت اور لطیف حلوے شیرخوار بچے کو مضر ہیں بلکہ بعض آدمیوں کو بعض باتوں سے جاہل ہی رہنا مفید رہتا ہے۔

حکایت ـ طبیب سے کسی نے بیوی کے بانجھ ہونے کی شکایت کی۔ طبیب نے عورت کی نبض دیکھ کر کہا کہ تجھے بچہ پیدا ہونے کی دوا ضروری نہیں کیونکہ تیری نبض سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چالیس دن میں تو مرجائے گی عورت کو نہایت خوف ہوا اور زندگی تلخ ہو گئی اور اپنا تمام مال تقسیم کردیا اور کھانا پینا ترک کردیا یہاں تک کہ مدت گزر گئی اور وہ نہ مری۔ اس کے شوہر نے طبیب کے پاس آکر کہا کہ وہ تو نہیں مری۔ طبیب نے کہا کہ مجھے بھی اسی طرح معلوم تھا اب تو اس سے صحبت کر کہ اس سے تیری اولاد ہو گی اس نے پوچھا کہ یہ کیسے؟ کہا کہ میں نے اسکا موٹاپا دیکھا کہ چربی اس کے بچہ دانی کے منہ پر جم رہی ہے میں نے سمجھا کہ یہ بغیر موت کے خوف کے دبلی نہ ہو گی اسی لئے میں نے اس کو موت سے ڈرایا تھا اب وہ دبلی ہو گئی تو بچہ جننے کی روک جو تھی وہ جاتی رہی۔

فائدہ ۔ اس حکایت سے معلوم ہوا کہ بعض علوم کے واقف ہونے میں خطرہ ہوتا ہے اور اسی سے اس حدیث شریف کا معنی معلوم ہوگیا ۔ نعوذ بااللہ من علم لا ینفع' (ترجمہ) ہم اس علم سے پناہ مانگتے ہیں جو غیر مفید ہو۔

فائدہ ۔ اس حکایت سے عبرت حاصل کرو کہ جن علوم کی شریعت نے مذمت کی ہے اور ان سے منع فرمایا ہے ان کا حال دریافت نہ کرو اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پیروی لازم کرلو اور اتباع سنت پر کفایت کرو کہ سلامتی اتباع میں ہے اور بعض اشیاء کی بحث و تحقیق میں خطرہ ہے اور اپنی رائے اور عقل اور دلیل و برہان پر مت پھولو کہ ہم اشیاء کی بحث اس لئے کرتے ہیں کہ چیزیں جوں کی توں معلوم ہو جائیں اور علم میں فکر کرنے سے ضرر ہوتا ہے کیونکہ اس علم کا ضرر فائدہ سے زیادہ ہو گا اور اکثر چیزیں جن پر تم واقف ہوتے ہو ایسی ہیں کہ ان پر تمہارا واقف ہونا اتنا ہوگا کہ آخرت میں اگر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے نہ بخشا تو تباہ کرڈالے گا۔ واضح ہو کہ جس طرح علاج کے اسرار کو طبیب حاذق جانتا ہے ناواقف اسی علاج کو بعید سمجھتا ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام دلوں کے طبیب ہیں اور آخرت کی زندگی کے اسباب سے واقف ہیں۔ پس ان کے طریق پر اپنی عقل کو ترجیح نہیں دینی چاہیے ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ مثلاً بعض دفعہ کسی کی انگلی میں کوئی مرض ہوتا ہے تو اس کی عقل چاہتی ہے کہ انگلی پر لیپ کرلے مگر طبیب حاذق بعض اوقات اس کا علاج یہ بتاتا ہے کہ دوسری طرف کے شانے پر لیپ کرو وہ اس کو نہایت بعید جانتا ہے اس لئے کہ اس کو پٹھوں کے پھوٹنے اور اس کے اگنے کی کیفیت معلوم نہیں اور اسی طرح کا حال آخرت کی راہ اور شرع کی سنتوں اور مستحبات کے دقائق کا ہے اور شرع نے جو عقائد لوگوں کے عبادات کے مقرر کئے ہیں ان میں وہ اسرار اور لطیف امور ہیں کہ عقل کا کام نہیں کہ ان کو معلوم کرسکے جیسے کہ پتھروں کے خواص میں بعض عجیب امور ہیں کہ اہل فنون سے ان کا علم پوشیدہ ہے مثلاً آج تک کسی کو معلوم نہیں ہوا کہ مقناطیس لوہے کو کیوں کھینچتا ہے اور دواؤں اور پتھروں کی بہ نسبت عقائد میں عجائب اور غرائب بہت زیادہ اور بڑھ کر ہیں جن کی وجہ سے قلوب کی صفائی اور طہارت اور اصلاح ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے قرب کی طرف ترقی اور اس کے فضل کے نفحات کی سیر نصیب ہوتی ہے۔ جس طرح کہ دواؤں کے کل فوائد معلوم کرنے سے عقول عاجز ہیں اور اس پر طرہ یہ ہے کہ ان کا تجربہ بھی نہیں ہوسکتا۔ اگر بالفرض کچھ مردے دنیا میں آکر کہہ جایا کرتے کہ جو عقول مقبول اور اللہ تعالیٰ کے قرب کے لئے مفید ہیں وہ یہ ہیں اور جو اس سے دور کرتے ہیں وہ یہ ہیں اسی طرح عقائد کا حال کہہ دیا کرتے مگر اس طرح کے تجربہ کی طمع نہیں ہوسکتی۔ اس صورت میں عقل کا نفع اس قدر بس ہے کہ وہ تمہیں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی طرف ہدایت کرے اور آپ کے اشاروں کے منشاء اور مورد سمجھا دے پس جب یہ صورت ہو جائے تو اس کے بعد عقل کو معزول کردو کہ وہ تصرف نہ کرے اور اتباع کو اپنے اوپر لازم کرو کیونکہ تمہاری سلامتی اتباع ہی میں ہوگی اسی لئے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان من العلم جھلا وان من القول عیا (ترجمہ) بعض علوم جہل ہیں اور بعض باتوں میں متحیر ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ علم تو جہل نہیں ہوا کرتا مگر اس کی تاثیر ضرر پہنچانے میں جہل کی طرح ہوتی ہے۔ نیز ارشاد فرمایا کہ تھوڑی سی توفیق بہت سے علم سے

بہتر ہوتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ درخت بہت ہیں مگر سب بار آور نہیں اور پھل بہت ہیں مگر سب بہتر نہیں اور علوم بہت ہیں مگر سارے مفید نہیں ہیں۔

(4) مناظرہ اور اس قسم کے علوم پر مخلوق کی توجہ کے اسباب

مناظرہ سے پیدا ہونے والے مصائب اور اس کے جواز کی شرائط

فصل نمبر 1

ان علوم کی طرف لوگوں کی توجہ کے اسباب ۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد خلافت کے خلفائے راشدین کفیل ہوئے یہ لوگ عالم باللہ تھے اور اس کے احکام سمجھنے والے اور مقدمات کے فتاویٰ کے ماہر اسی وجہ سے ان لوگوں کو فقہاء سے مدد لینے کی بہت ہی کم ضرورت ہوئی تھی۔ صرف ایسے معاملات میں جن کے متعلق مشورہ ضروری تھا اسی لئے انہیں بھی ان صحابہ کی ضرورت پڑتی تھی جو فقہاء تھے اس لئے وہ صرف علم آخرت کے ہی علماء تھے۔ دیگر کوئی شغل نہ رکھتے تھے اور فتاویٰ اور خلق خدا کے احکام و مسائل ایک دوسرے پر ٹالتے تھے اور بہمہ ہمت متوجہ الی اللہ تھے۔ چنانچہ ان کی سیرتوں سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ جب کہ نوبت خلافت ان لوگوں پر پہنچی تو بے استحقاق خلافت اور بغیر رسوخ علم فتاوے اور احکام کے حاکم ہو گئے تو انہوں نے لازماً فقہا کرام سے مدد لیں اور تمام احوال میں ان کو ساتھ رکھنے کی ضرورت پڑی تاکہ جو حکم جاری کریں ان سے فتوے طلب کریں اور اس وقت علمائے تابعین میں سے وہ لوگ باقی تھے جو قرن اولیٰ کے طریقہ پر عمل پیرا اور دین خالص پر التزام رکھتے تھے یعنی علمائے سلف کے قدم بقدم چلتے تھے اس لئے کہ ان کا یہ حال تھا کہ حکام ان کو بلاتے تو وہ اس سے احتراز کرتے ہوئے حکام سے روگردانی کرتے تھے لہٰذا حکام کو ان کی طلب میں اصرار کرنا پڑا کہ عہدہ قضا انہیں پیش کریں اس وقت کے لوگوں نے جو علماء کی عزت دیکھی کہ حاکم اور امام اور والئ ملک تمام ان کی طرف متوجہ ہیں اور یہ ان کو منہ نہیں لگاتے تو علم کے حاصل کرنے پر متوجہ ہوئے تاکہ حکام کی طرف سے عزت اور جاہ ملے اسی لئے علم فتوے پر ٹوٹ پڑے اور اپنے آپ کو حکام کے سامنے پیش کیا اور ان سے تعارف کر کے عہدے اور انعام لئے اگرچہ بعض تو پھر بھی محروم رہے لیکن بعض مراد کو پہنچے وہ بھی طلب اور بغیر بلائے حاضری کی ذلت و خواری سے نہ بچے غرضیکہ وہ فقہا جو کسی وقت مطلوب ہوا کرتے تھے اب طالب دنیا بن گئے اور پیشتر جو سلاطین کو منہ نہ لگاتے تھے تو باعزت تھے اب ان کے پاس آنے سے ذلیل ہوئے مگر پھر علمائے دین میں سے جن کو توفیق عنایت ہوئی وہ ہر وقت اس ذلت اور خواری سے محفوظ رہے اور اس زمانے میں اکثر لوگوں کی توجہ فتاویٰ اور مقدمات کے علم پر تھی اس لئے کہ عہدوں اور ملازمتوں میں بڑی ضرورت تھی۔ پھر ان کے بعد بعض روسا اور امرا ایسے پیدا ہوئے کہ انہوں نے عقائد کے قواعد میں لوگوں کی گفتگوئیں سنیں تو ان اسباب میں دلائل سننے کا شوق ہوا جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ اُمرا کو

علم کلام کے مناظرہ کی رغبت ہے تو اس کا چرچہ شروع کر دیا اور اس میں بہت سی تصنیفات کیں اور مناظرے کے طریقے نکالے اور مخالف کے اقوال پر اعتراضات کے قواعد ایجاد کئے اس خیال پر کہ ہمیں دین اسلام کی طرف سے بری باتوں کو دفع کرنا اور سنت کی طرف سے لڑنا اور بدعت کا استیصال کرنا منظور ہے جیسے ان سے پیشتر کے فقہا کہتے تھے کہ ہماری غرض دین کے فتوے کا اچھی طرح جاننا اور مسلمانوں کے احکام کا متکفل ہونا اور اس میں خلق خدا پر شفقت اور ان کی خیر خواہی مدنظر ہے پھر کچھ مدت بعد روسا پیدا ہوئے کہ ان کو علم کلام میں غور و خوض کرنا اچھا معلوم نہ ہوا اسی لئے کہ مناظرہ سے بڑے بڑے تعصبات اور خصومات پیدا ہوئے جن سے نوبت کشت و خون اور شہروں کی بربادی تک پہنچی مگر ان کو فقہ کے مناظرہ کا بالخصوص امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام اعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذاہب میں الویت کے معلوم کرنے کا شوق تھا اسی لئے لوگوں نے علم کلام اور دوسرے فنون کو ترک کر دیا اور خاص ان دونوں ائمہ رحمتہ اللہ علیہما کے اختلافی مسائل کی طرف مائل ہوئے امام مالک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام احمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ کے اختلاف میں بھی یہی حال ہے اپنے خیال خام سے یہ سمجھا کہ ہماری غرض شریعت کی باریک باتوں کا نکالنا اور مذہب کی علتوں کا ثابت کرنا اور فتوے کے اصول کی بنا ڈالنی ہے اور اس بارہ میں بہت سی تصانیف لکھیں اور طرح طرح کے ان میں متنازعات درج کئے اب تک اسی پر چلے جا رہے ہیں انہیں معلوم ہے کہ ہمارے بعد کے زمانوں میں اللہ تعالیٰ نے کیا مقدر کر رکھا ہے غرضیکہ باعث خلافیات پر جھکنے اور مناظروں پر مائل ہونے کا اس کے سوا اور کوئی سبب نہ تھا۔ اگر بالفرض دنیا والوں کے نفس کسی امام کے ساتھ خلاف معلوم کرنے کے طرف راغب ہو جائیں یا کسی اور علم کی طرف شائق ہوں تو علماء سو بھی ان کے ساتھ ہوں گے اور اس بہانے سے باز نہیں آئیں گے کہ جس علم میں وہ مشغول ہیں یہ علم دین ہے اور ہمارا مطلب سوائے تقرب اللہ تعالیٰ کے اور کچھ نہیں

فصل 2

اس غلطی کا ازالہ کہ یہ علوم صحابہ کے مشوروں اور اسلاف کی تقریروں کے مشابہ ہیں

بعض علماء کبھی لوگوں کو یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ ہماری غرض مناظرہ سے حق پر بحث کرنا ہے تاکہ حق واضح پہنچ جائے اس لئے کہ حق مطلوب ہے اور فکر کرنے میں ایک دوسرے کی مدد کرنا اور بہت سے راویوں کا متفق ہو جانا مفید ہے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عادت تھی اپنے مشوروں میں ایک دوسرے کی مدد کرتے مثلاً داوا کے ساتھ میں بھائیوں کے محروم ہونے کی صورت اور شرابخواری کی سزائیں اس طرح جب امام چوک جائے تو اس پر تاوان کے واجب ہونے میں اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے باعث خوف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا بچہ گرا دیا تھا اور ان جیسے مسائل فرائض وغیرہ میں ان کے مشورے مشہور ہیں ایسے ہی جو خلاف امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

اور احمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور محمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ مالک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور ابو یوسف وغیرہ رحمہا اللہ سے منقول ہے وہ بھی اس کا موید ہے اور ہم تم کو اس مغالطہ کی اصل بتائے دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ طلب حق پر ایک دوسرے کی مدد چاہنا دین کی بات ہے مگر اس کے لئے کئی شرائط و علامات ہیں

شرائط و علامات مناظرہ ۔ جب مناظرہ فرض ہے تو جو شخص فرض عین سے فراغت نہ کر چکے اس میں مشغول نہیں ہونا چاہئے اور جس شخص پر فرض عین ہو اور وہ فرض کفایہ میں مصروف ہو کر یہ کہے کہ میری غرض طلب حق ہے تو وہ جھوٹا ہے اس کی مثال اس شخص جیسی ہے کہ نماز ترک کر کے کپڑوں کی تیاری اور بنانے میں کوشش کرتا پھرے اور کہے کہ میری غرض اس سے یہ ہے کہ جو شخص ننگے بدن نماز پڑھے اور کپڑا نہ میسر ہو اس کا ستر عورت کروں کیونکہ یہ بات کبھی ہو بھی جاتی ہے اس کا واقع ہونا ممکن ہے جیسا کہ فقیہہ کہتا ہے کہ جو امور ان سے خلاف میں بحث ہوتی ہے ان کا واقع ہونا ممکن ہے گو کم ہوتے ہیں اور جو لوگ مناظرہ میں مشغول رہتے ہیں وہ ایسی باتوں کو چھوڑے ہوئے ہیں جو باتفاق فرض عین ہیں اگر کوئی امانت فوراً ادا کرنا چاہے اور کھڑا ہو کر نماز کی نیت باندھ لے جو تمام ثوابوں سے عمدہ ہے اور کسی شرط وغیرہ کا لحاظ نہ کرے تو ظاہر ہے کہ اس نماز سے وہ اللہ تعالیٰ کا بے فرمان ہو گا اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کے مطیع ہونے میں بھی امر کافی نہیں کہ وہ کوئی فعل طاعت کی جنس کا کرتا ہو جب تک کہ اس میں وقت اور ترتیب کا لحاظ نہ کرے دوسرا یہ کہ مناظرہ کی یہ نسبت اگر کوئی دوسرا فرض کفایہ بہم نہ دیکھے اگر اس کی نسبت اور فرض کفایہ اہم اس کو معلوم ہو اور پھر مناظرہ میں مشغول ہو گا اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص ایک جماعت کو دیکھے کہ پیاس کے مارے مرے جاتے ہیں اور لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا ہے خبر گیری نہیں کرتے اور اس کو ان کے خلاف جلانے کی یعنی پانی پلانے کی قدرت ہے تو یہ پانی نہ پلائے بلکہ پچھنے لگانے سیکھے اور کہے کہ اس لئے سیکھتا ہوں کہ کفایہ ہے اگر شہر میں اس کے جاننے والا نہ رہے گا تو لوگ ہلاک ہو جائیں گے کوئی اس سے کہے کہ شہر میں تو سینگی لگانے والے بہت ہیں اسی قدر کافی ہیں تو جواب دیتا ہے کہ اس سے اس فعل کا فرض کفایہ ہونا تو نہیں گیا خلاصہ یہ کہ جو شخص جو کام کہ نہایت ضروری ہے اسے نہ کرے مثلاً پیاسے مسلمانوں کی خبر نہ لے اس کا حال اس شخص جیسا ہے کہ مناظرہ میں فرض کفایہ جان کر مصروف رہے اور شہر میں جن فروض کفایہ کو کوئی نہیں کرتا ان میں کوشش نہ کرے مثلاً علم طب کہ اکثر شہروں میں مسلمان طبیب نہیں جس کی گواہی شرعاً امور طبیہ میں درست ہو لیکن فقہاء کو طب کی رغبت نہیں اسی طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کفایہ ہے اگر مناظرہ کرنے والا مجلس مناظرہ میں دیکھتا ہے ریشمی لباس ہے یا فرش بچھا ہے اسے دیکھ کر چپ رہتا ہے اور ایسے مسائل میں مناظرہ کرتا ہے کہ کبھی غلطی واقع نہ ہو اگر ہو بھی تو اس کے بتانے والے ہوں پھر یہ کہتا ہے کہ میں فرض کفایہ میں مشغول ہونے سے اللہ تعالیٰ کا قرب چاہتا ہوں۔

حدیث شریف ۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کسی نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

سے پوچھا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کب ترک ہو جائیں گے آپ نے فرمایا کہ جب تم سے بہتر لوگوں میں مداہنت پیدا ہو گی اور بڑوں میں بے حیائی اور چھوٹوں میں سلطنت چلی آئے گی اور رذیلوں میں فقہ

فائدہ - مناظرہ کرنے والا مجتہد ہو کہ اپنی رائے سے فتویٰ دے سکے مذہب شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ و امام اعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ پر مقید ہو کر فتویٰ نہ دے یہاں تک کہ اگر اس کو حق امام ابو حنیفہ کے مذہب سے معلوم ہوا تو امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو ترک کر کے جو کچھ امر حق معلوم ہوا ہے اسی کے مطابق فتویٰ دے جس طرح کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کرتے تھے اور جس شخص کو اجتہاد کا رتبہ حاصل نہیں جیسا کہ دورہٗ حاضرہ میں ہے کہ جب ان سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا ہے تو اپنے امام کا قول نقل کر کے فتویٰ دیتے ہیں اگر امام کے مذہب میں کچھ ضعف معلوم ہوتا ہے تو اس مذہب کا چھوڑنا اس کو جائز نہیں - تو ایسے شخص کو مناظرہ سے کیا فائدہ مذہب تو اس کو معلوم ہی ہے کہ اس کے سوا اور مذہب پر فتویٰ دینے کا اس کو اختیار نہیں اور جو مسئلہ اسے مشکل پڑے تو اس کے جواب میں یہ کہنا لازم ہے کہ شاید ہمارے امام کے یہاں اس کا کچھ جواب ہو گا ہمیں اجتہاد میں اتنا ادراک نہیں کہ اصل شرع سے مسئلہ کا استنباط کر سکیں اگر یہ ایسے مسائل میں بحث کرتا کہ جن میں اس کے امام سے دو صورتیں یا دو قول ہیں تو مناسب تھا کیونکہ وہ مثلاً اکثر ایک روایت کے مطابق فتویٰ دیتا ہے تو بحث سے یہ فائدہ ہو گا کہ جونسی روایت قوی ہو گی وہ معلوم ہو جائے گی حالانکہ ایسے مسائل میں کبھی مناظرہ نہیں ہوتا بلکہ جس مسئلہ میں امام سے دو وجہیں یا دو قول مروی ہوں اس کو چھوڑ دیتے ہیں اور ایسا مسئلہ تلاش کیا جاتا ہے جس میں قطعاً دوسرے امام کا خلاف ہو -

4 - ایسی صورتوں میں مناظرہ کرے جو ہو چکی ہوں یا عنقریب ہونے والی ہوں اس لئے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے انہی واقعات میں مشورہ فرمایا ہے جو نئے ہوئے ہیں یا جو اکثر ہوا کرتے ہیں جیسے فرائض میراث کے مسائل مگر مناظرہ کرنے والوں کو کبھی نہ دیکھو گے کہ جن مسائل میں لوگ اکثر مبتلا ہوئے ہیں اور فتویٰ کی حاجت ہے ان کی تحقیق کا اہتمام کرتے ہوں بلکہ ایسے مسائل ڈھونڈتے ہیں جن میں کسی صورت سے جھگڑے کی گنجائش نکل آئے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جو بات واقع ہوتی ہے اس کو چھوڑ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ حدیث کے متعلق ہے یا معمولی ہے کوئی اتنا لمبا چوڑا نہیں کہ جس پر بحث یا مناظرہ کیا جائے۔

ان پر تعجب ہے کہ اسے چھوڑ دیتے ہیں یا اس کی طرف توجہ نہیں دیتے حالانکہ مقصود تو امر حق کا معلوم کرنا ہے لیکن مسئلہ کو یہ کہہ کر چھوڑ دیتا کہ یہ حدیث کے متعلق ہے حالانکہ امر حق احادیث ثابت ہوتا ہے یا اس وجہ سے ترک کر دیتا کہ یہ مسئلہ کوئی اتنا لمبا چوڑا نہیں کہ اسے طول دیا جائے حالانکہ امر حق میں مقصود یہی ہوتا ہے کہ کلام مختصر کر کے مطلوب تک جلد پہنچ جائے یہ نہیں کہ تقریر کر کے طول دیا جائے اس طرح کے نامعقول عذر ہیں

5 - خلوت اور تنہائی میں مناظرہ کرنا اچھا معلوم ہوتا ہو بہ نسبت محفلوں اور امراء اور حکام کے سامنے کے اس لئے

کہ خلوت میں مجمع اور ذہن اور فکر صاف رہتے ہیں اور حق کو جلد سمجھتے ہیں اور لوگوں کے سامنے غور کے لوازم ابھرتے ہیں اور فریقین میں سے ہر ایک کو یہی حرص ہوتا ہے کہ میں ہی برتر رہوں اسے اس کی پرواہ نہیں کہ حق پر ہوں یا باطل پر معلوم ہوا کہ اب مناظرہ کرنے والے محفلوں اور مجمعوں میں بحث کرنے کی زیادہ حریص ہیں مگر تنہائی میں کوئی تقریر نہیں کرتا بلکہ اگر کوئی پوچھتا ہے تو جواب نہیں دیتا اور اگر وہاں کوئی سردار موجود ہو یا مجمع ہو تو پھر کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھتا تاکہ کلام میں مقرر ثابت ہو۔

6 ۔ امر حق کی طلب میں ایسا حال ہو جیسے کوئی کھوئی ہوئی چیز ڈھونڈھتا ہے کہ اس کی تمیز نہ کرے کہ وہ میرے ہاتھوں ملے یا دوسرے کے اور بحث کرنے میں بالمقابل کو اپنا مددگار جانے مقابل اور خصم نہ سمجھے اگر وہ اس کی غلطی پر آگاہ کردے یا حق بات بتادے تو اس کا شکرگزار اور ممنون ہو جس طرح کہ گم شدہ چیز کی تلاش میں اگر ایک راستہ چلتا ہو اور دوسرا اس کو وہ چیز دوسری سڑک پر بتادے تو یہ شخص دوسرے کا ممنون ہوتا ہے اس کی برائی نہیں کرتا بلکہ اس سے خوش ہوتا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشوروں کا حال بھی ایسا تھا۔ (حکایت) ایک عورت نے حضرت عمر کو عین خطبہ میں مجمع کے سامنے ٹوکا اور حق پر آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ عورت نے ٹھیک کہا اور عمر نے غلطی کی (حکایت) ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کچھ پوچھا آپ نے جواب دیا اس نے کہا کہ یا امیر المومنین یہ مسئلہ اس طرح نہیں یوں ہے آپ نے فرمایا کہ تو درست کہتا ہے میں نے خطا کی اور فرمایا ایک علم والے سے بڑھ کر دوسرا علم والا ہوتا ہے (حکایت) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہ بات بتادی جو ان سے فوت ہو گئی تھی تو انہوں نے فرمایا کہ جب تک یہ عالم تم میں ہے تب تک مجھ سے کچھ نہ پوچھا کرو (حکایت) کسی نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ ایک شخص نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور مارا گیا اس کا کیا حال ہے آپ نے فرمایا کہ وہ جنت میں ہے اس وقت آپ کوفہ کے حاکم تھے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سائل سے فرمایا کہ امیر سے دوبارہ پوچھو شاید وہ تمہارا سوال سمجھے نہیں اس نے دوبارہ یہی سوال کیا آپ نے پھر وہی جواب دیا حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ اگر وہ مارا گیا اور حق کو پہنچا تب جنتی ہے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حق یہی ہے جو آپ نے فرمایا (فائدہ) واقع میں جو طالب حق ہو تو اس کو یونہی انصاف کرنا چاہیے تھا۔

انتباہ ۔ آج کل کسی ادنیٰ معمولی مولوی کے سامنے ایسا ذکر کرتا تو وہ نہ مانتا بلکہ کہتا ہے کہ مسئلہ مذکور میں حق تک پہنچنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ یہ تو ہر ایک کو معلوم ہے غرضیکہ اس زمانے کے مناظرین کو دیکھ کر اگر امر حق بالمقابل کی زبان سے ظاہر ہوتا ہے تو اس کا چہرہ کیسا سیاہ پڑ جاتا ہے اور جہاں تک ان سے بنتا ہے اس سے انکار میں کوشش کرتے ہیں جو ان کو الزام دیتا ہے اس کی برائی عمر بھر کرتے اور پھر شرم نہیں کرتے مناظرے میں خود کو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مشابہ بناتے ہیں

7 ۔ مناظرہ کا بالمقابل اگر ایک دلیل سے دوسری دلیل کی طرف آئے یا ایک اعتراض سے دوسرے اعتراض پر بدلنا

چاہے تو اسے نہیں روکنا چاہئے اس لئے کہ سلف کے مناظرے ایسے ہی ہوتے تھے ان کے کلام سے نئے حقائق ظاہر ہوتے مثلاً یوں کہنے کا کیا فائدہ کہ اس بات کا ذکر مجھ پر لازم نہیں کہ یہ امر تمہاری پہلی تقریر کے خلاف ہے اس لئے نہیں مانا جائے گا کیونکہ امر حق کی طرف رجوع کرنا تو ہمیشہ باطل کے خلاف ہوتا ہے مگر حق کا قبول کرنا واجب ہے آج کل مناظرہ کی مجلسوں کو ہم دیکھتے ہیں تمام ایک علت ٹھہرا کر استدلال کرتا ہے تو دوسرا اس سے کہتا ہے کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ اصل حکم اسی علت سے ہوا ہے تو وہ جواب دیتا ہے کہ مجھے تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اگر تمہیں کوئی اور علت واضح تر معلوم ہوتی ہے تو اسے بیان کرو کہ میں بھی اس میں غور کروں تو معترض اصرار کرتا ہوا کہتا ہے کہ علت تم نے ذکر کی ہے اس کی ایک اور علت جانتا ہوں مگر بتاؤں گا نہیں اس لئے کہ مجھے اس کا کہنا ضروری نہیں اور استدلال کرنے والا کہے جاتا ہے کہ جس امر کو تم علت بناتے ہو اس کو ظاہر کرو اور معترض یہی اصرار کرتا ہے کہ مجھ پر تو کہنا لازم نہیں اور اسی طرح کے سوالات غیرہ مناظروں کی مجلس میں شور و غوغا رہتا ہے اور معترض بیچارے کو معلوم نہیں کہ اس کا یہ کہنا کہ میں جانتا ہوں لیکن علت حکم کو بیان نہیں کرتا اس لئے کہ میرے ذمہ بیان کرنا ضروری نہیں شریعت پر جھوٹ بولنا ہے اس لئے کہ اگر واقع میں حکم کی علت نہیں جانتا اور صرف اپنے بالمقابل کے عاجز کرنے کو جاننے کا دعویٰ کرتا ہے تب تو وہ فاسق اور جھوٹا اللہ تعالیٰ کا نافرمان اور غضب خدا کا مستحق ہے کہ جو بات اسے نہیں آتی اس کے جاننے کا دعویٰ کرتا ہے اور اگر اپنے دعویٰ میں سچا ہے تب بھی فاسق ہے اس لئے کہ جو امر شرعی اسے معلوم ہے اس کو چھپاتا ہے حالانکہ اس کا بالمقابل اس سے پوچھ رہا ہے تاکہ اسے سمجھ کر غور و فکر کرے اگر وہ علت قوی ہو تو وہ اسے اختیار کرے اگر ضعیف ہو تو اس کا ضعف ثابت کر کے معترض کو جہل کی تاریکی سے علم کی روشنی میں پہنچا دے اور یہ امر بالاتفاق ثابت ہے کہ انسان علوم دین میں سے جو کچھ جانتا ہو اگر کوئی اس سے پوچھے تو سوال کے بعد اس کو بتانا اور ظاہر کرنا واجب اور لازم ہوا کرتا ہے پھر معترض جو یہ کہتا ہے کہ مجھے اسکا بیان کرنا لازم نہیں اس سے یہ غرض ہے کہ اس طریق جدل میں جو ہم نے بموجب خواہش اور رغبت حیلہ جوئی اور تقریر لڑانے کی ایجاد کیا ہے اس شریعت میں لازم نہیں ورنہ شرع محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں ... پر بیان کرنا لازم ہے اس لئے کہ بیان نہ کرنے سے یا جھوٹا ٹھہرتا ہے یا فاسق۔ (فائدہ) صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کے مشوروں اور علمائے سلف کی تقریروں کو دیکھ کر ان میں کہیں اس طرح سنا ہے اور کبھی ان میں سے کسی نے ایک دلیل سے دوسری دلیل کی طرف جانے سے منع کیا ہے اور قیاس سے قول صحابی کی طرف اور حدیث سے آیت کی طرف میل کرنے سے روکا ہے بلکہ ان کے تو تمام مناظرے یوں ہوتے تھے کہ جو ان کے دل میں گزرا بعینہ اس طرح ذکر کر دیا اور پھر اس میں سب نے غور کیا۔ 8 ۔ مناظرہ ایسے شخص سے کرے جس سے توقع فائدہ کی ہو اور جو علم میں مشغول ہو اب غالبا ہمارے دور میں یہ رواج ہے کہ مناظرہ کرنے والے بڑے بڑے علماء سے مناظرہ کرتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ امر حق ان کی زبان سے نہ نکل جائے پھر ہماری قلعی کھل جائے اور جو ان سے علم میں کم ہیں ان کے ساتھ مناظرہ کرنے کے راغب ہیں کہ ان کے سامنے باطل کو رواج دیں (فائدہ) یہ شرطیں ہیں۔ مناظرہ کی اور ان کے

سوا اور شرطیں بھی بہت ہیں مگر تمہیں ان آٹھ شرطوں میں سے مناظرہ کرنے والے کا حال معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے مناظرہ کرتا ہے یا کسی اور سبب کے لئے خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جو شخص شیطان سے تو مناظرہ نہ کرے کہ وہ اس کے دل پر حاوی اور سب سے بڑا دشمن اور ہمیشہ ہلاکت اور خواہاں ہے اور دوسرے شخص سے ان مسائل اختلافیہ میں مناظرہ کرے کہ اس میں اجتہاد کرنے والا یا مصیب ....ہے یا ثواب میں مصیب کا شریک ہے تو وہ شیطان کا کھلونا اور اخلاص والوں کے لئے عبرت ہے اور اس سے شیطان راضی ہو کر اس کو ان آفات کے گرداب میں غوطہ دے گا جن کی شمار اور تفصیل بعون اللہ ہم آگے لکھیں گے ان شاء اللہ

مناظرہ کے سبب سے پیدا ہونیوالی آفات اور حوادث مہلکہ ۔ وہ مناظرہ جو اس غرض کے لئے ہو کہ اپنا غالب ہونا اور دوسرے کا ساکت کرنا اور اپنے فضل اور شرف کا اظہار اور لوگوں میں اپنی فصاحت اور خوش تقریری اور فخر کو دکھلانا اور لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنا منظور ہو تو ایسا مناظرہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مذموم اور اس کے دشمن یعنی شیطان کے نزدیک اچھا اور باطن کی برائیوں (کبر اور حسد اور عجب حرص اور تزکیہ نفس اور محبت جاہ وغیرہ کو)اس مناظرے سے وہ نسبت ہے جو ظاہر کو خرابیوں مثلاً زنا اور گالی اور قتل اور چوری وغیرہ کو شراب پینے سے ہے اور جس طرح کہ کسی کو شراب پینے اور ان ساری خرابیوں کے ارتکاب میں اختیار دیا جائے تو وہ شراب پینے کو ادنیٰ جان کر جرات کر بیٹھے اور پھر نشے کی حالت میں اس سے باقی خرابیاں بھی سرزد ہوں اسی طرح جس کے دل میں محبت دوسرے کی ساقط کرنا اور اپنے غلبہ مناظرہ اور جاہ و تخجر کی طلب غالب ہوتی ہے۔ تو یہ باتیں اس امر کی مقتضی ہوتی ہیں کہ ہر طرح کی خباثتیں اس کے دل میں مخفی ہوں اور تمام بری عادات اس میں آئیں اور عادات بد کی مذمت احادیث اور آیات سے جلد ثالث میں آئیں گی (ان شاء اللہ) یہاں صرف ان عادات کو بیان کرتے ہیں جو مناظرے سے ابھرتی ہیں حسد۔ جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ الحسد یا کل الحسنات کما تاکل النار الحطب ترجمہ: حسد نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ سوکھی لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔

اور مناظرہ والا حسد سے خالی نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ کبھی غالب ہوتا ہے اور کبھی مغلوب اور بعض اوقات اس کے کلام کی تعریف ہوتی ہے۔ اور بعض اوقات اس کے بالمقابل کی جو اس سے بہتر اور قوی تر ہو تو لازماً اس سے حسد کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی نعمت اس سے دور ہونا چاہے گا۔ اور یہ پسند کرے گا کہ لوگوں کے قلوب اس سے پھر کر میری طرف متوجہ ہو جائیں اور حسد ایک جلتی آگ ہے۔ جو اس میں مبتلا ہوتا ہے۔ وہ دنیا میں دردناک عذاب میں رہتا ہے اور آخرت کا عذاب اس سے زیادہ سخت تر ہے اسی لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ علم کو جہاں پاؤ حاصل کرو اور فقہاء کے اقوال جو ایک دوسرے پر بطور اعتراض ہوں انہیں مت مانو کہ وہ لوگ ریوڑوں کی طرح لڑتے رہتے ہیں۔ اور جو لوگوں پر تکبر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو نیست کرتا ہے۔ اور جو شخص تواضع کرتا ہے اسے بلند کرتا ہے۔ (حدیث قدسی) میں ہے کہ العظمة ازاری والکبریا وانی فمن نازعنی واحداً فیهما قصمته ترجمہ عظمت میرا تہمند اور کبریا میری چادر ہے جو میری ان دونوں میں جھگڑے گا اسے توڑ دوں

گا۔ مناظرہ کرنے والے اپنے ہمسروں پر تکبر کرنے اور بڑائی ڈھونڈنے اور اپنی لیاقت سے بڑھ کر جگہ پانے سے خالی نہیں ہوتے۔ یہاں تک کہ جو مقام صدر کے مکان کے قریب یا دور ہوتا ہے۔ (بلندی یا پستی میں) اس کی اسے رغبت ہوتی ہے۔ اس میں بیٹھنے کے لئے لڑ مرتے ہیں اور راستے کی تنگی کی صورت میں پہلے جانے پر کشت و خون کرتے ہیں۔ اور بعض اوقات ان میں سے جو ناواقف اور مکار فریبی ہوتا ہے۔ وہ یہ بہانہ کرتا ہے۔ کہ ہمیں عزت علم کی حفاظت ضروری ہے۔ ایماندار کو اپنے نفس کو ذلیل بنانا بھی شرعاً ممنوع ہے۔ اس بہانے سے تواضع کو (جس کی تعریف اللہ تعالیٰ اور تمام انبیاء علیہم السلام نے فرمائی) ذلت بتاتا ہے اور تکبر کو (جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک برا ہے) دین کی عزت سے تعبیر کرتا ہے تاکہ الفاظ بدل کر خلق خدا کو گمراہ کرے جیسے علم و حکمت کے الفاظ کو بدل کر اور معنی بنا لئے گئے ہیں۔

2 – کینہ – مناظرہ اس سے خالی نہیں ہوتا (حدیث) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایماندار کینہ ور نہیں ہوتا۔

فائدہ – کینہ کی مذمت میں بہت کچھ مروی ہے' مگر کسی مناظر کو ایسا نہ پاؤ گے کہ جب وہ کسی کو دیکھے کہ اس کے کلام میں توقف کرتا ہو وہ اسے اچھی طرح نہیں سنتا۔ اور بالمقابل کے کلام پر سر ہلاتا ہے۔ تاکہ وہ نہ تو گھبرائے اور نہ اس سے دل میں کینہ رکھے۔ انتہائی طور ضبط اگر کرے گا تو دل میں نفاق ضرور رکھے گا مگر کبھی نہ کبھی ظاہر میں بھی غالباً اس کا اثر آ جائے گا۔ اور چونکہ تمام سامعین کا اتفاق ایک شخص کے کلام کی ترجیح دینے پر ممکن نہیں کہ تمام حالات میں اسی کے اعتراض و جواب کو اچھا جانیں اسلئے ضروری ہے مناظرہ کے کلام کو نہ ماننے والا بھی مجلس میں ضرور ہو۔ یہی وجہ اس کے نفاق و عداوت کی ہوتی ہے یعنی جہاں بالمقابل کی طرف سے کوئی ادنیٰ سبب ہو جس سبب سے کسی نے مناظر کے کلام کی طرف کم توجہی کی تو اس کے دل میں اس کی طرف سے عمر بھر کینہ جم جاتا ہے۔

3 – غیبت : جسے اللہ تعالیٰ نے مردار کھانے سے تشبیہ دی ہے۔ اور مناظر مردار کھانے کا عادی ہوتا ہے کیونکہ ہمیشہ اپنی طرف سے بالمقابل کا کلام نقل کر کے اس کی برائی کرتا ہے۔

(علاج) – احتیاط اس میں یہ ہے کہ اس کی کوئی بات نقل کرے تو سچ بیان کر دے' جھوٹ نہ کہے۔

(مسئلہ) – بالمقابل کو ایسی باتیں بیان کرے جس سے اس کی گفتگو میں قصور اور اس کا ہار جانا اور اس کی فضیلت میں کمی کا پایا جانا لازمی ہے ظاہر ہے کہ اس طرح کا ذکر داخل غیبت ہے۔

(مسئلہ) – اگر جھوٹ بولے گا تو بہتان اپنے ذمہ لگائے گا جو غیبت سے بھی زیادہ برا ہے۔ اس طرح مناظر سے یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ جو شخص اس کے کلام سے روگردانی کرے اور اس کے بالمقابل کا کلام سنے اور اس کی طرف متوجہ ہو تو اس کی ہتک کے درپے نہ ہو اور اس کو جاہل اور احمق اور کم فہم نہ کہے۔

4 - خود ستائی: جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فلا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقی ترجمہ:- تو آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہے۔ (فائدہ) کسی دانشور سے سوال کیا گیا کہ برا سچ کون سا ہے؟ اس نے کہا کہ اپنے نفس کی تعریف اور مناظرہ اپنے نفس کی تعریف قوت و غلبہ میں اور ہمسروں پر بزرگی و برتری سے مقدم ہونے میں کیا ہی خوب کرتا ہے بلکہ مناظرہ کے درمیان کہہ اٹھتا ہے کہ میں ایسا نہیں کہ اس جیسی باتیں مجھ پر مخفی ہوں اور یہ باتیں میرے ناخنوں میں ہیں۔ اصول اور احادیث میں یکتا ہوں اس طرح کی باتیں کبھی تو شیخی کے طور پر اور کبھی اپنے کلام کی ترویج کی ضرورت سے کہا کرتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ شیخی اور لدف و گزاف تجسس شرعاً و عقلاً ممنوع ہیں۔

5 - عیب جوئی اور بھید کا تجسس: جس کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا تجسسوا (بھید نہ ڈھونڈو) مناظر اپنے ہمسروں کی لغزشیں اور بالمقابل کے عیب ڈھونڈتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جب کسی مناظر کی اپنے شہر میں آمد سنتا ہے تو ایسے شخص تلاش کرتا ہے۔ جو اس کے اندرونی حالات بتائے اور اس کی تمام برائیاں پوچھ پوچھ کر یاد کرتا ہے تاکہ ان کو اپنے لئے ذخیرہ رکھے او وقت ضرورت بالمقابل کو شرمندہ کرے حتیٰ کہ اس کے لڑکپن کے حالات اور بدن کے عیب بھی دریافت کرتا ہے۔ کہ شاید کوئی لغزش یا عیب (مثلاً عیب گنجاپن وغیرہ) کے معلومات ہو جائیں پھر مناظرہ کے وقت اگر اس کی طرف سے ذرا سا غلبہ بھی معلوم ہوتا ہے تو وہ اگر مہذب ہوتا ہے تو اس عیب کو کنایتہً کہتا ہے۔ اور ایسی باتوں کو لوگ پسند بھی کرتے ہیں۔ خود مناظر اس طریقہ کو ایک لطیف سبب جانتا ہے۔ اور اگر وہ منہ پھٹ ہو تو کھلم کھلا اور علانیہ اس کے عیب کے اظہار سے نہیں رکتا چنانچہ ایک قوم کا حال اسی طرح سنایا گیا ہے۔ جو بڑے معتبر مناظرہ کرنے والوں میں ہیں۔ لوگوں کی برائی سے خوش ہونا اور ان کی خوشی پر رنج نہ کرنا - جو شخص اپنے لئے فضیلت کے جتانے سے فخر کا طالب ہے لازماً اسے وہ بات اچھی معلوم ہو گی جو اس کے ہمسروں اور فضیلت کے شرکاء کو بری لگے اور ان میں عداوت ایسے ہی ہو گی جیسے سوتنوں میں ہوا کرتی ہے تو جس طرح دور سے دوسری کو دیکھ کر کانپ اٹھتی ہے اور زرد پڑ جاتی ہے اسی طرح ایک مناظر جب دوسرے بالمقابل کو دیکھتا ہے تو اس کا رنگ بدل جاتا ہے اور فکر میں پریشانی آ جاتی ہے۔ گویا بھوت سامنے آ گیا یا کوئی بلا کو درندہ مقابل ہوا ان لوگوں میں وہ الفت و راحت کہاں جو علمائے دین میں ملاقات کے وقت ہوا کرتی ہے اور اسی طرح کا بھائی چارہ اور آپس میں ایک دوسرے کی مدد اور رنج و راحت میں شریک رہنا ان میں کہاں حتیٰ کہ امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ فضل و عقل والوں میں ایک قرابت قریبہ ہے نامعلوم جن لوگوں میں کہ ایک عداوت قطعی ہو گئی ہے وہ لوگ امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب کی اقتدا کا کیسے دعویٰ کرتے ہیں۔ بھلا کہیں ایسا ہو سکتا ہے کہ باوجود مباحات اور غلبہ کی طلب کے ان میں انس ثابت ہو' یہ ہرگز ہرگز نہ ہو گا ایسے مناظرے کی برائی اتنا ہی کافی ہے کہ مومنوں کی عادات چھوڑ کر منافقوں کی عادات اپنائی جائیں۔ (نفاق برائی کے دلائل لکھنے کی ضرورت نہیں) مناظر کو نفاق بھی کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً جب بالمقابل یا اس کے دوستوں اور پیروؤں سے ملتا ہے تو طوعاً" کرہاً" زبان سے ان کی دوستی کا اظہار کرتا

ہے اور شوق جتاتا اور ان کے مراتب کا قائل ہوتا ہے۔ حالانکہ مخاطب یا کوئی غیر اس کی باتیں سنتا ہے تو یقین کرتا ہے کہ یہ سب جھوٹ اور مکر اور نفاق ہے کہ ظاہر میں زبان سے تو دوست ہیں اور دل سے دشمن خدا ہے (ایسی عادت بد سے پناہ دے)

حدیث۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب لوگ علم پڑھیں اور اس پر عمل کرنا چھوڑ دیں اور زبان سے دوست بنے رہیں اور دلوں میں ایک دوسرے کے دشمن ہوں اور قرابتوں کو قطع کریں تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرتا ہے۔ انہیں بہرہ کر دیتا ہے اور ان کی بینائی کھو دیتا ہے۔

فائدہ۔ تجربہ سے ثابت ہے ہوا کہ یہ مضمون درست ہے حق سے برائی کا تصور اور اس سے نفرت اور اس میں لڑائی کا حرص کرنا یہاں تک کہ مناظر کے نزدیک سب سے بری بات یہ ہے کہ بالمقابل کی زبان سے امر حق ظاہر ہو اور جب ایسا ہو تو اس کے انکار اور نہ ماننے کے لئے اپنی طاقت کے موافق مستعد ہوتا ہے اور جتنا اس سے ہو سکتا ہے اس کے لئے مکروفریب اور حیلہ کرتا ہے۔ یہاں تک کہ امر حق میں جھگڑنا اس کی عادت ہو جاتی ہے کہ کوئی گفتگو کان میں پڑی اسی وقت طبیعت میں اس پر اعتراض کرنے کی سوجھی' ہوتے ہوتے یہ امر قرآن مجید کی دلائل میں اور شریعت کے الفاظ میں بھی اس کے دل پر غالب ہو جاتا ہے۔

9۔ مقابلہ اور جھگڑا ایسا برا ہے کہ باطل کے مقابلے میں بھی اس کے متعلق نہی آئی ہے حضور سرورعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حق سے باطل پر جھگڑا نہ کرنے کا ارشاد فرمایا۔

من ترک المراء وهو مبطل نبى الله له بيتا فى الجنة ومن ترک المراء وهو محق نبى الله له بيتا فى اعلى الجنة

ترجمہ۔ "جو باطل پر ہونے کے باوجود جھگڑا ترک کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے ایک کنارے پر گھر بناتا ہے اور جو حق پر ہو کر جھگڑا ترک کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں سب سے اونچا گھر بناتا ہے۔" (ترمذی)

فائدہ۔ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ذات پر جھوٹا افتراء کرنے اور امر حق کے جھٹلانے کو برا فرمایا ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ

ترجمہ۔ اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو گا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے اور سچی بات کو جھٹلائے جب اس کے پاس پہنچے اور فرمایا فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ (پ 24 الزمر 32) تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور حق کو جھٹلائے جب اس کے پاس آئے (کنزالایمان)

10۔ عوام و خواص کے قلوب اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرنا اور یہ مرض لاعلاج ہے۔ کبیرہ گناہ کی طرح علاج بھی نہ ہو سکے گا (اس کا بیان باب الریا میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ)۔

فائدہ ۔ منافق کا مقصد صرف اور صرف یہ ہوتا ہے کہ خلق خدا میں اس کا نام و نمود ہو اپنی تعریف میں اس کی زبان بولتی ہے یہ تمام باطن کی برائیاں دس ہوئیں۔

غیر مہذب مناظرین کی ناشائستہ عادات

جو خرابیاں غیر مہذب مناظروں میں ہوتی ہیں وہ ان کے علاوہ ہیں۔ مثلاً اس طرح جھگڑنا کہ ہاتھا پائی اور مار دھاڑ اور لات گھونسے اور کپڑے پھاڑنے اور داڑھی پکڑنے اور ماں باپ اور اساتذہ کو برا کہنے اور صریح گالی تک نوبت پہنچے اس طرح کے لوگ زمرۂ انسانیت سے خارج ہیں جو لوگ عاقل اور بزرگ ہیں ان میں بھی یہ دسوں خصلتیں ضرور ہوتی ہیں۔ ہاں بعض اوقات کوئی مناظران عادتوں میں سے بچ بھی جاتا ہے۔ بشرطیکہ اس کا بالمقابل بظاہر اس سے کم رتبہ یا بڑھ کر ہو یا اس کے شہر سے اور اسباب معیشت سے دور رہتا ہو اور جو مناظر ہمسر اور ایک دوسرے کے قریب رہنے والے اور مرتبہ میں مساوی ہوں وہ ان دسوں سے خالی نہیں ہوتے۔ پھر ان دس خصلتوں سے دس اور غلط حرکات متفرع ہوتی ہیں جن کی تفصیل طول سمجھ کر ہم قلم انداز کرتے ہیں۔ مثلاً ناک چڑھانا' غصہ کرنا' دشمنی اور طمع اور حب جاہ اور مال کی طلب جو نفسانیت سے مغلوب اور فخر مزاجوں کو ہوتی ہے اور خوش ہونا اور اترانا اور دولت مندوں اور حکام کی تعظیم اور ان کے پاس آنا جانا اور ان کے مال حرام میں سے کچھ لینا اور گھوڑوں اور سواریوں اور ممنوع لباس سے زینت کرنا اور فخر و تکبر سے لوگوں کو حقیر جاننا اور دوسروں کو بے فائدہ امور میں خوش کرنا اور گفتگو کرنا اور دل میں سے خوف و رجاء کا جاتا رہنا اور اس پر غفلت کا چھا جانا یہاں تک کہ نماز پڑھنے کے بعد یہ معلوم نہ ہو کہ کتنی پڑھی اور کیا پڑھا اور کس سے مناجات کرتا ہے اور اپنے دل سے خشوع کی خبر تک نہ ہو عمر بھر ان علوم میں ڈوبا رہے جو مناظرہ پر مشتمل ہوں یہاں تک کہ عبارت کا اچھا بولنا اور لفظ مقفٰی کہنا اور نادر باتوں کا یاد کرنا و دیگر امور' بے کار میں مصروف رہنا حالانکہ آخرت میں یہ کچھ کام نہ آئیں گے۔

فائدہ ۔ مناظرین مناظرہ کے درجات میں مختلف ہوتے ہیں اور ان کے درجات بہت ہیں۔

فائدہ ۔ جو بڑا دیندار اور زیادہ عاقل ہوتا ہے اس میں بھی ان اخلاق کے مواد مجتمع رہتے ہیں کہ نفس پر مجاہدہ کرکے اس کو پوشیدہ رکھتا ہے اور یہ رذیل عادتیں اس میں بھی ہوتی ہیں جو وعظ و نصیحت میں مشغول رہتا ہے۔ بشرطیکہ اس کا ارادہ وعظ سے لوگوں میں مقبول ہونا اور جاہ و ثروت و عزت کا حاصل کرنا ہو (جیسا کہ دور حاضرہ میں اکثر واعظین' مقررین' مبلغین' خطباء کی حالت زار ہے) اویسی غفرلہ۔

فائدہ ۔ اگر کوئی علم مذہب اور فتاوٰی میں لگا رہے اور اس کی غرض یہ ہو کہ عہدۂ قضا اور اوقاف کی تولیت ملے گی اور ہمسروں پر فوقیت حاصل ہوگی تو اسے بھی یہ عادات لازم ہوں گی۔ خلاصہ یہ کہ یہ عادات ایسے شخص کو ہوں گی جو

علم سے سوائے آخرت اور ثواب الٰہی کے دنیا کا طالب ہو۔ اور ایسے علم کے ساتھ بھی ہوں گے جو عالم کو ہمیشہ کے لئے ہلاک اور تباہ و برباد کردے۔ (العیاذ باللہ)

علماء بے عمل کی سزا۔ امور مذکورہ بالا جس عالم میں ہوں وہ عالم بے عمل ہے اور یہ امور عالم بے عمل کے لئے ہلاکت اور تباہی کا موجب ہیں۔

حدیث شریف۔ حضور سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن سخت تر عذاب اس عالم کو ہوگا جسے علم نفع نہ دے۔ بے عملی سے علم نے نفع نہ دیا بلکہ نقصان کیا۔ کاش اس عالم کو عذاب سے نجات نصیب ہو۔ لیکن مشکل ہے اس لئے کہ علم بے عمل خطرناک امر ہے کیونکہ اس کا طالب ملک دائم دولت قدیم کا طالب ہے تو ضروری ہے کہ سلطنت ملے یا ہلاکت۔

فائدہ۔ ایسے طالب علم کا حال اس شخص جیسا ہے جو دنیا میں سلطنت کا خواہاں ہو کہ اگر اتفاق سے سلطنت نہ ملے تو یہ توقع نہیں کہ کمینے لوگوں کی طرح بچا رہے بلکہ اسے بڑی بڑی رسوائیاں ضرور ہوں گی۔ **(فائدہ)** مناظرہ کی اجازت میں یہ قاعدہ ہے کہ لوگوں کو طلب علم کی رغبت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اگر ملازمت کی محبت نہ ہو تو علم ہی مٹ جائے۔ اس شوق میں پڑھتے تو ہیں **(فائدہ)** یہ تمہارا کہنا ایک طرح سے درست ہے مگر مفید نہیں۔ اس کی مثال یونہی ہے کہ اگر لڑکوں کو گیند نہ ملے اور ان سے کھیل کا' وعدہ نہ کیا جائے تو انہیں مکتب کی رغبت نہیں ہوتی۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ رغبت اچھی ہے۔ اس طرح اگر ملازمت کی لالچ نہ ہو تو علم مٹ جائے۔ یہ حیلہ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ جو شخص ملازمت کا طالب ہو وہ نجات پانے والا ہے بلکہ وہ تو ان لوگوں سے ہے جن کی شان میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ان اللہ لیؤید ھذا الدین باقوام لا خلاق لھم - (ترجمہ) اللہ تعالیٰ اس دین کی ایسے لوگوں سے تائید کرتا ہے جن کا دین میں کوئی حصہ نہیں۔ ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر **(فائدہ)** اس سے معلوم ہوا کہ طالب ملازمت خود تو ہلاک ہونے والوں میں سے ہے مگر کبھی اس کی وجہ سے دوسروں کی بہتری ہو جاتی ہے۔ اس صورت میں کہ وہ دوسروں کو ترک دنیا کی طرف بلاتا ہو وہ ایسے لوگوں میں ہوتا ہے جس کا ظاہر حال بظاہر مثل علمائے حق کے مطابق ہوتا ہے۔ مگر باطن میں جاہ کا قصد پوشیدہ رکھتا ہے۔ ایسے لوگوں کی مثال شمع جیسی ہے کہ خود جلتی ہے لیکن دوسرے اس سے روشنی پاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو آتش سوزاں سمجھ کر وہ خود بھی جلتی ہے اور دوسروں کو بھی جلا دیتی ہے۔ **(فائدہ)** علماء تین طرح کے ہیں۔ خود بھی ہلاک دوسروں کو بھی ہلاک کریں یہ وہ ہیں جو طلب دنیا کا کھلم کھلا بازار گرم رکھتے ہیں۔ (2) خود بھی سعید ہیں اور دوسروں کو بھی سعید بناتے ہیں۔ یہ وہ ہیں جو ظاہر و باطن میں ہر طرح عوام کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں۔ (3) خود کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں لیکن دوسروں کو آخرت کی طرف بلاتے ہیں اور ظاہر میں دنیا کے تارک ہیں۔ مگر دل میں یہی مقصود ہے کہ لوگوں میں مقبول ہو اور جاہ و مرتبہ قائم رہے۔

درس عبرت ۔ اب تم اپنے حال پر غور کرلو کہ تم کون سی قسم میں ہو اور سوچو کہ یوم آخرت کی تیاری میں یا دنیا میں کون سا شخص ہے جس کے لئے تم تیاری میں لگے ہو یہ ہرگز مت گمان کرنا کہ اللہ تعالیٰ علم و عمل میں سے اسے قبول کرے گا جو اس کی ذات پاک کے لئے خاص نہ ہو۔ (ان شاء اللہ ہم باب الریا بلکہ تمام جلد ثالث میں وہ بیان کریں گے۔ جس سے تمہیں بالکل شک نہ رہے گا)

متعلم (شاگرد) کے آداب

طالب علم کے آداب بہت ہیں مگر وہ سب دس آداب پر مشتمل ہیں۔ (ادب نمبر۱) اپنے نفس کو ذلیل عادات اور بری صفات سے پاک کرے۔ اس لئے کہ علم دل کی عبادت اور باطن کی درستی اور اس کا(نزدیک ہونا)اللہ تعالیٰ سے قرب ہے۔ جس طرح نماز اعضائے ظاہری کا وظیفہ ہے۔ بغیر طہارت ظاہر حدث اور نجاست دور نہیں ہوتی اسی طرح عبادات باطن یعنی علم کی وجہ سے دل کی عبادت بھی برے اخلاق اور مذموم صفات سے پاک ہونے کے بغیر درست نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ (مشرک نرے ناپاک ہیں التوبۃ ۲۸) اس میں عقول کو اس سے آگاہ کیا گیا ہے کہ طہارت اور نجاست ظاہر پر موقوف نہیں جو آنکھ سے محسوس ہو بلکہ مشرک بعض اوقات کپڑے بھی صاف پہنے ہوتا ہے اور غسل بھی کیا ہوتا ہے' مگر باطن اس کا پلیدیوں میں آلودہ رہتا ہے۔ نجاست اسی کو کہتے ہیں کہ جس سے احتراز کیا جائے اور اس سے علیحدگی اختیار کی جائے۔ اس معنی پر صفات باطن کی نجاست سے احتراز کرنا زیادہ اہم ہے۔ اس لئے کہ وہ پلید تو ہے لیکن انجام کے اعتبار سے مہلک ہے۔ اسی لئے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لا تدخل الملئکۃ بیتا فیہ کلب (فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں کتا ہو) انسان کا دل وہ گھر ہے جس میں ملائکہ کا گزر اور اثر اور قیام ہوتا ہے اور بری صفات جیسے غضب اور شہوت اور کینہ اور حسد اور کبر اور عجب وغیرہ۔ جیسے کتے جس دل میں بھونکتے ہوں وہاں فرشتوں کا گزر کہاں ہوگا اور نور علم جو اللہ تعالیٰ دل میں پہنچاتا ہے وہ صرف فرشتوں کے ذریعہ پہنچاتا ہے۔ چنانچہ خود فرماتا ہے۔ وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِہٖ مَا یَشَآءُ (پ25 الشوریٰ 51) (ترجمہ) اور کسی آدمی کو نہیں پہنچتا کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر یا یوں کہ وہ بشر پردہ عظمت کے ادھر ہو یا کوئی فرشتہ بھیجے کہ وہ اس کے حکم سے وحی کرے جو چاہے (کنزالایمان) اسی طرح علوم کی رحمت جو دلوں پر بھیجتا ہے اس کے کفیل بھی وہ فرشتے ہوتے ہیں جو ان علوم پر مقرر ہیں اور فرشتے پاک صاف اور صفات ذمیمہ سے مبرا ہیں تو وہ وہی جگہ دیکھتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے ہیں اسی لئے وہ پاک جگہ کی تلاش میں رہتے ہیں۔ ان کے پاس جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے ہیں انہی قلوب میں پر کرتے ہیں۔ جو پاک اور صفات ذمیمہ سے صاف ستھرے ہیں' اور یہ ہم نہیں کہتے کہ حدیث مذکورہ بالا میں بیت سے مراد دل ہے اور کلب (کتا) غضب اور صفات مذمومہ ہیں

تاکہ فرقہ باطنیہ اعتراض نہ کرے کہ جس کام سے ہمیں روکتے ہو وہی خود کرتے ہو بلکہ ہم یہ کہتے ہیں اور ظاہر لفظوں کو بدل کر باطن کا معنی لینا اور بات ہے اور ظاہری معنی قائم رکھ کر باطنی معنی کی طرف متنبہ کرنا اور بات ہے یہ دوسری شق عبرت حاصل کرنے کے لئے ہے اور علماء اور صالحین کا طریقہ یہی ہے اس لئے کہ عبرت اس کو کہتے ہیں کہ جو نصیحت دوسرے کو کی جائے اس سے اسی پر کفایت نہ کرو بلکہ خود بھی نصیحت حاصل کرو۔ مثلاً اگر کوئی عاقل غیر پر مصیبت دیکھے تو وہ اپنے لئے اس کو عبرت بنائے کہ ہم بھی مصیبت کا نشانہ ہو سکتے ہیں۔ دنیا میں انقلاب ہوتا رہتا ہے دوسرے کا مال دیکھ کر اپنے نفس کی طرف خیال کرنا اور نفس سے اصل دنیا کو سوچنا ایک عمدہ عبرت ہے اسی طرح اس گھر سے جو خلق خدا کا بنایا ہوتا ہے تم بھی دل کی طرف خیال کرو (جو اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے ایک مکان ہے) اور کتے سے جس کی مذمت صفت درندگی اور نجاست کی وجہ سے ہوئی ہے۔ نہ کہ ظاہری صورت کی وجہ سے۔ اپنی روح میں کتے کی صفت کا تصور کرو (جو درندگی ہے) اور جان لو کہ جس دل میں غضب اور دنیا کی حرص اور اس پر لڑنا جھگڑنا اور مال کا حرص اور لوگوں کی ہتک کرنا ہے وہ دل باطن میں کتا ہے۔

فائدہ ۔ نور عقل باطل کو دیکھا کرتا ہے ظاہر کا لحاظ نہیں کرتا اور اس جہان دنیا میں معانی پر صورتیں غالب ہیں اور معانی ان کے اندر ہیں اور آخرت میں سورتوں کے معانی کار آمد ہوں گے۔ اور معانی غالب رہیں گے۔ اسی لئے ہر شخص کا حشر اس کی معنوی پر ہو گا۔ مثلاً جو شخص لوگوں کی ہتک کرتا ہو گا وہاں کتے کی شکل میں اٹھے گا۔ جو شکار پر چھوڑا جاتا ہے اور جو شخص لوگوں کے مال کا حریص ہو گا وہ ظالم بھیڑیئے کی صورت پر اور تکبر کرنے والا چیتے کی صورت پر اور حکومت کا طالب شیر کی صورت پر اٹھے گا اس پر احادیث وارد ہیں اور صاحبان بصیرت و بصارت کے نزدیک عبرت اس پر شاہد ہے۔ سوال بہت سے طالب علم اخلاق بد رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود انہوں نے علوم حاصل کئے ہیں؟ جواب یہ کبھی نہیں ہو سکتا جو شخص اخلاق بد رکھتا ہو۔ علم حقیقی (جو آخرت میں کار آمد اور موجب سعادت ابدی ہے) حاصل ہو گا وہ اس سے کوسوں دور ہے۔ اس لئے کہ اس علم کا آغاز بھی یہ ہے کہ طالب علم کو معلوم ہو جائے کہ گناہ زہر قاتل اور تباہ کرنے والا ہے۔ کیا تم نے کبھی کسی کو دیکھا ہے کہ زہر کھا لے باوجودیکہ جانتا ہو کہ یہ زہر قاتل ہے ہاں جس علم کو تم نے سنا ہے وہ رسمی لوگوں کی بات ہے کہ کبھی اپنی زبان پر اس کو چپکا دیتے ہیں اور کبھی اپنے دلوں میں اس کو بار بار کہتے ہیں اسے علم میں کچھ دخل نہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علم کثرت روایت سے نہیں بلکہ وہ ایک نور ہے کہ دل میں ڈالا جاتا ہے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ علم صرف خوف الٰہی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (ترجمہ) بے شک اللہ سے اس کے علم والے بندے ڈرتے ہیں ـــ گویا اللہ تعالیٰ نے علم کے ثمرات میں اخص تھا اس کی طرف اشارہ کر دیا اس لئے بعض محققین نے تعلمنا العلم لغیر اللّٰہ فابی العلم ان یکون الا للّٰہ۔ ہم نے غیر اللہ کے لئے علم سیکھا مگر علم نے انکار کیا بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہو. اسکے متعلق فرمایا کہ ہم پر علم کی حقیقت نہ کھلی صرف ظاہری الفاظ و عبارت حاصل ہوئی سوال ہم بہت سے علمائے محققین اور فقہاء کو دیکھتے ہیں کہ فروغ و اصول میں

فائق اور بڑے ماہروں میں شمار کیئے جاتے ہیں۔ مگر ان کے اخلاق برے ہوتے ہیں ان سے پاک و صاف نہیں ہوتے؟
جواب جب تم علوم کے مراتب اور علم آخرت کو جان لو گے تو تم کو ظاہر ہو گا کہ جس علم میں یہ علماء مشغول ہیں وہ علم مفید نہیں۔ اس کا فائدہ صرف اسوجہ سے ہوتا ہے کہ اس کی طلب اللہ تعالیٰ کے لئے ہو اور اس سے مقصود اللہ تعالیٰ کا قرب ہو چنانچہ اسباب کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں اور ان شاء اللہ عزوجل عنقریب اس بارے میں توضیح کی جائے گی۔ **ادب (2)** طالب علم شغل دنیا کے تعلقات کم کر دے اور اپنے اقارب اور وطن سے دوری اختیار کرے اس لئے کہ تعلقات خارج اور مانع ہیں اور اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کے اندر دو دل نہیں بنائے تو جب فکر بٹا رہے گا۔ حقائق معلوم کرنے سے قصور رہے گا اسی لئے کسی نے کہا ہے کہ علم تجھے اپنا تھوڑا سا حصہ نہ دے گا جب تک تو اپنا تمام دل و جان اس کے حوالہ نہ کرے۔ جب تو ایسا کرے گا تو تھوڑا سا حصہ جو تجھے علم دے گا اس سے تجھے خطرہ ہے نامعلوم نافع ہو یا نہ اور جو فکر کہ بہت امور میں بٹا رہتا ہے اس کا حال نالے جیسا ہے جس کا پانی پھیلے تو کچھ زمین پی جاتی ہے اور کچھ ہوا سکھا دیتی ہے۔ تو اس میں اتنا نہیں رہتا کہ اکٹھا ہو کر کھیتی میں پہنچے **ادب (3)** علم پر تکبر نہ کرے اور نہ استاد پر حکومت ظاہر کرے بلکہ اپنے معاملات ہر حال میں بالکل استاد کے اختیار پر چھوڑ دے اور اس کی نصیحت کو ایسا مانے جیسا جاہل بیمار طبیب مشفق و حاذق کی مانتا ہے اور چاہیئے کہ استاد سے عجز و انکسار سے پیش آئے اور اس کی خدمت سے ثواب و شرف کا طالب ہو۔ **حکایت** ۔ حضرت شعبی رحمتہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک نماز جنازہ پڑھی بعد فراغت آپ کا خچر قریب کر دیا گیا کہ اس پر سوار ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تشریف لا کر رکاب تھام لی زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ وآلہ واصحابہ وسلم کے چچا زاد آپ رکاب چھوڑ دیں آپ نے فرمایا کہ ہمیں یونہی حکم ہے کہ علماء اور بزرگوں سے اسی طرح پیش آئیں انہوں نے آپ کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور کہا کہ ہمیں بھی یہی حکم ہے کہ اپنے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت کے ساتھ اسی طرح کریں۔ **حدیث** ۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایماندار کی عادت میں نہیں کہ خوشامد کرے مگر علم کی طلب میں **فائدہ** ۔ طالب علم کو چاہیئے کہ علم پر تکبر نہ کرے۔ مثلاً علم پر تکبر اس طرح بھی ہو سکتا ہے کہ اس عالم سے پڑھیں گے جو معروف و مشہور ہو دوسروں سے علم پڑھنے میں کترائے یہ عین حماقت ہے۔ اس لئے کہ علم نجات اور سعادت کا سبب ہے تو جو شخص کسی موذی درندہ یا جانور سے خوفزدہ ہو وہ اس بات میں فرق نہیں کرے گا کہ اس سے بھاگنے کی تدبیر کوئی مشہور آدمی بتائے یا گمنام انسان ظاہر ہے کہ آخرت میں غضب خداوندی کا ضرر بہ نسبت درندہ کے ضرر کے سخت ہو گا اور حکمت مومن کی گمشدہ چیز ہے۔ جہاں مل جائے اسے غنیمت جانے اور جو کوئی وہاں تک پہنچائے تو وہ اس کا احسان مند ہو گا۔ خواہ کوئی ہو اسی لئے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے }

العلم حرب للفتی المتعالی ۔ کالسیل حرب للمکان العالی

ترجمہ ۔ علم کو متکبر سے ہمیشہ ایسی نفرت ہے جیسے سیلاب کو مکانات سے عداوت۔

خلاصہ یہ کہ علم عجز اور خصوصی لگاؤ کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ۔ (پ26 قٓ37) ترجمۂ ۔ بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لئے جو دل رکھتا ہے یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔ (کنزالایمان)

اور اہل دل سے یہ مراد ہے کہ علم کی قابلیت اور سمجھنے کی استعداد رکھتا ہو پھر سمجھنے پر قادر ہونا ہی کافی نہیں جب تک کہ حضورِ قلب سے متوجہ نہ ہو تاکہ جو کچھ کان میں ڈالا جائے اسے اچھی طرح سن کر انکسار اور شکر اور خوشی اور منت کے ساتھ قبول کرے استاد کے سامنے شاگرد کو ایسا رہنا چاہئے جیسے نرم زمین کہ جس پر بہت بارش برسے اور وہ سب پی جائے کہ جب استاد کوئی سا طریقہ تعلیم بتائے اس کی پیروی کرے اپنی رائے کو دخل نہ دے اس لئے کہ مُرشِد اگر خطا پر بھی ہوگا تو وہ خطا خود شاگرد کے حق میں اس کے ثواب سے زیادہ مفید ہے کیونکہ تجربہ سے ایسی باتیں دقیق معلوم ہوتی ہیں جن کے سننے سے تعجب ہوتا ہے مگر ان کا فائدہ بہت ہوتا ہے۔ مثلاً بہت سے بیمار گرم مزاج ہوتے ہیں کہ طبیب ان کا علاج بعض اوقات گرم دواؤں سے کرتا ہے تاکہ حرارت اتنی قوی ہو جائے کہ علاج کا صدمہ اٹھا سکے تو جس شخص کو فن علاج میں واقفیت حاصل نہیں اسے اس علاج سے تعجب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر اور موسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے تنبیہہ فرمادی کہ حضرت خضر نے فرمایا اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ۝ وَکَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰی مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا۔ (الکہف 67 ص68) ترجمۂ کنزالایمان: کہا آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے اور اس بات پر کیونکر صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں۔ پھر شرط کرلی کہ چپ رہنا اور جب تک میں نہ کہوں مت پوچھنا چنانچہ فرمایا فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰۤی اُحْدِثَ لَکَ مِنْهُ ذِکْرًا۔ (کہف 70) ترجمۂ کنزالایمان ۔ تو آپ اگر میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صبر نہ کیا اور بار بار خضر علیہ السلام کو ٹوکتے رہے یہاں تک کہ یہی امر دونوں میں جدائی کا باعث ہوا۔ خلاصہ یہ کہ جو شاگرد اپنے استاد کی رائے کے سامنے اپنی رائے اور اختیار باقی رکھے گا وہ اپنے مقصد سے محروم رہے گا۔ سُوال اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ فَسْئَلُوْۤا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (النحل 43) ترجمۂ کنزالایمان ۔ تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔ اس سے سُوال کرنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے؟

جواب واقع میں پوچھنا درست ہے لیکن جن چیزوں کے پوچھنے کی اجازت استاد دے وہی پوچھے۔ اس لئے کہ ایسی بات پوچھنا جس کی تمہیں سمجھ نہیں بری بات ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پوچھنے سے منع فرمایا تھا غرضیکہ وقت سے پہلے سوال نہ کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ استاد کو معلوم ہے کہ تمہیں کس چیز کی ضرورت ہے اور وہ کس وقت بتانی چاہئے اور ہر مقام میں مراتب درجات کا ایک وقت ہوتا ہے۔ وقت سے پہلے اس کا جاننا ناموزوں ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ عالم کا حق یہ ہے کہ اس سے سوال نہ کرو اور جواب میں اس کو طعنہ مت دو اور جب وہ تھک جائے تو اصرار نہ کرو اور جب اٹھے تو اس کا کپڑا مت پکڑو اور اس کا بھید ظاہر نہ کرو اور نہ اس کے پاس کسی کی غیبت کرو اور نہ اس کی لغزش پکڑو اور لغزش کرے تو اس کا عذر قبول کرو اور اس کی عزت و توقیر کو اپنے اوپر لازم سمجھو جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی حفاظت کرے۔ اس کے آگے مت بیٹھو اگر اسے کوئی ضرورت ہو تو تمام لوگوں سے پہلے اس کے لئے اٹھو۔

(ادب 4) یہ ہے طالب علم ابتدائے امر میں لوگوں کے اختلاف سننے سے احتراز کرے علم دنیا کا طالب ہو یا علم آخرت کا اس لئے کہ اختلافات سننے سے مبتدی کی عقل متحیر اور ذہن پریشان اور رائے سست ہو جاتی ہے اور ادراک اور اطلاع سے ناقدر ہو جاتا ہے بلکہ یوں چاہئے کہ اول ایک عمدہ طریقہ جو استاد کے نزدیک پسندیدہ ہو اس کا تو یقین کرے پھر اس کے بعد مذاہب اور ان کے شبہات سنے اور اگر اس کا استاد ایک رائے کے اختیار کرنے میں پختہ نہ ہو اور اس کی عادت یہی ہو کہ ایک مذہب سے دوسرے میں بدلتا رہتا ہو اور ان کے اقوال کو نقل کرتا ہو تو ایسے استاد سے بچنا چاہئے۔ اس لئے کہ ایسا شخص ہدایت کم کرتا ہے اور گمراہ زیادہ بھلا اندھوں کو اندھا راہ بتانے کے لائق کب ہے اور اس طرح کا انسان ابھی وادی حیرت اور صحرائے نابینائی میں ہے۔ او خویشتن گم است کرا رہبری کند (جو خود گم ہے دوسرے کی کیا رہبری کرے گا۔) مبتدی کو شبہات سے منع کرنا ایسے ہے جیسے نو مسلم کو کفار سے ملنے سے اور منتہی کو اختلافات میں نظر کرنے کی ترغیب ایسے ہے جیسے قوی الایمان کو کفار کے ملنے کی ترغیب دی جائے۔ اس لئے کہ ہر کارے را مردے باید (ہر کام کے لئے مرد چاہئے) یہی وجہ ہے کہ وہ بزدل کو کفار پر حملہ کے لئے نہیں بلکہ بہادر آدمی کو اس کے لئے بلایا جائے گا اور بعض ضعیفوں نے اس دقیقہ سے غافل ہو کر یہ گمان کر لیا کہ جو مسابلات قوی لوگوں سے منقول ہیں ان میں اقتداء کرنا درست ہے۔ یہ نہ جانا کہ زبردستوں کے معاملات کمزوروں کے معاملات سے جدا ہیں۔ فائدہ۔ بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھے ابتداء میں دیکھا وہ تو صدیق ہو گیا اور جس نے انتہا میں دیکھا وہ زندیق (کافر) ہوا اس لئے کہ انتہا میں اعمال باطن پر ٹھہر جاتے ہیں اور ظاہر کے اعضاء صرف فرائض اور حرکات سے ساکن ہو جاتے ہیں تو دیکھنے والوں کو یہی محسوس ہوتا ہے کہ یہ سستی اور کاہلی سے بیکار رہتا ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ تو دل کی نگرانی عین حضوری کے اندر اور دائمی ذکر کا لزوم ہے جو تمام اعمال سے بہتر ہے اور ضعیف آدمی قوی کے ظاہر حال کو دیکھ کر جانتا ہے کہ یہ لغزش ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی پانی کے لوٹے میں تھوڑی سی نجاست ڈال دے اور اس کا عذر یہ کرے کہ سمندر میں تو اس کی ہزار گنا نجاست ڈال دیتے ہیں اور وہ کوزہ سے کہیں بڑا ہے تو جو بات سمندر کے لئے درست ہے وہ لوٹے کے لئے بطریق اولیٰ درست ہونی چاہئے۔ اس بیچارے کو یہ معلوم نہیں کہ سمندر اپنی قوت کی وجہ سے نجاست کو پانی بنا لیتا ہے اور سمندر کے غلبہ سے نجاست بھی پانی ہو جاتی ہے لیکن تھوڑی نجاست لوٹے پر غالب ہے وہ لوٹے کو اپنی طرح پلید کر دیتی ہے اسی لئے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے وہ امر جائز ہے جو غیروں کے لئے جائز نہیں۔ مثلاً آپ کے لئے نو بیبیاں

مباح ہوئیں اس لئے کہ آپ میں بڑی قوت تھی جس کی وجہ سے عورتوں میں عدل فرماتے تھے لیکن دوسرا شخص دو پر بھی عدل نہیں کرسکتا بلکہ ان کے درمیان کا نقصان خود اس حد تک بڑھ جائے گا کہ ان کی رضامندی کی طلب میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی تک نوبت پہنچے گی بھلا جو شخص فرشتوں کو لوہاروں پر قیاس کرے اسے کب فلاح نصیب ہوگی۔

(ادب 5) طالب علم عمدہ علوم میں سے کوئی فن اور کوئی قسم بدون دیکھے اس کے مقصود اور علت نمائی سے مطلع ہو جائے پھر اگر زندگی وفا کرے تو اس میں کمال پیدا کرنے کا طالب ہو ورنہ جو اہم ہو اس میں مشغول ہو کر اس کو تو کامل کرلے اور باقی علوم میں سے تھوڑا تھوڑا حاصل کرلے کیونکہ علوم ایک دوسرے کے مددگار اور آپس میں وابستہ ہیں وہ لوگ جو علم نہیں سیکھتے تو وہ عداوت کی وجہ سے ہے کہ جو چیز کسی کو معلوم نہیں ہوتی اس کا دشمن ہوا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَاِذْ لَمْ یَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَیَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِیْمٌ (الاحقاف ۱۱) (ترجمہ) اور جب وہ راہ نہیں پاتے تو کہیں گے کہ قدیم کا جھوٹ ہے۔ کسی شاعر نے کہا۔

ع ومن یک ذافم مر مریض ❁ یجد مرابه الماء الزلالا

(جس کے منہ کا اپنا مزہ کڑوا ہو وہ شیریں پانی کو کڑوا محسوس کرے گا)

غرضیکہ عمدہ علوم اپنے مدارج کے موافق یا تو بندے کو اللہ تعالیٰ کی راہ کا سالک بنادیتے ہیں یا سلوک میں کسی قسم کی اعانت کرتے ہیں مقصود سے دوری اور نزدیکی میں ہر ایک علم کا ایک مقام خاص ہے جو لوگ ان علوم سے آگاہ ہیں وہ ایسے ہیں جیسے جہاد میں گھاٹیوں اور گھاتوں کے محافظ ہوتے ہیں اور ہر ایک کے لئے ان میں سے ایک مرتبہ ہے اور اپنے درجے کے موافق آخرت میں ہر ایک کے لئے ثواب ہے۔ بشرطیکہ اس علم سے اللہ تعالیٰ کی رضا مد نظر ہو۔

(ادب 6) علم کے فنون سے کسی فن کو یکبارگی اختیار نہ کرے بلکہ ترتیب کا لحاظ رکھے اور جو اہم ہوا سے شروع کرے اس لئے کہ عمر تو تمام علوم کے لئے کافی نہیں ہوا کرتی۔ اس لحاظ سے احتیاط ضروری ہے کہ ہر چیز میں سے عمدہ حاصل کرے اور اس میں سے تھوڑی سی پر قانع ہو اور تھوڑے سے علم کے باعث جتنی قوت ہو وہ تمام اس علم کے مکمل کرنے میں صرف کرے جو اشرف علم ہے یعنی علم آخرت کی دونوں قسموں (1) معاملہ (2) مکاشفہ میں سے اور علم معاملہ کی علت نمائی علم مکاشفہ کا انجام اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے اور ہماری غرض علم مکاشفہ سے وہ اعتقاد نہیں جسے عوام آباؤاجداد سے سنتے آئے ہوں یا کہیں سے زبانی یاد کرلیا ہو اور نہ طریقہ کلام مراد ہے کہ مخالف کے مقابلہ میں بات بنی رہے کہ وہ جرم قدح نہ کرسکے۔ چنانچہ کلام جاننے والے کی غایت یہی ہے بلکہ علم مکاشفہ سے ہماری غرض ایک یقین ہے جو اس نور کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ بندے کے دل میں ڈال دیتا ہے جبکہ وہ اپنے باطن کو مجاہدہ کرکے خباثتوں سے پاک کرلیتا ہے یہاں تک کہ ہوتے ہوتے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان جیسے مرتبے تک پہنچ جاتا ہے۔ جس کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہادت یوں دی کہ اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان تمام عالم کے ایمان سے تولا جائے تو اس کا پلڑا بھاری رہے گا اور ہمیں معلوم نہیں کہ جس بات کا معتقد عام

آدمی ہے جسے علم کلام کا عالم تیار کرتا ہے کہ وہ عالم بھی عامی سے صرف کلام کی صنعت میں بڑھ کر ہے۔ ورنہ ایمان کی وجہ سے تو وہ ایک دوسرے سے بڑھ کر نہیں۔ اسی لئے اس فن کا نام کلام ہوا۔ یہ نہ سمجھنا کہ یہ صنعت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہیں آتی تھی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں ان سے فائق تھے بلکہ ان کی فضیلت کی بات عامی اور متکلم کے عقائد کے سوا تھی یعنی اس راز اور مخفی ازالہ کے سبب ان کو فضیلت تھی جو ان کے سینے میں ڈالا گیا تھا اور تعجب اس شخص سے ہے کہ اس جیسے اقوال صاحب شرع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنے پھر اس کے موافق جو کچھ سنے اس کی تحقیر کرلے اور کہے کہ یہ صوفیوں کی بے ہودہ باتیں ہیں جو سمجھ میں نہیں آتیں۔ اس میں انسان کو غور و فکر کرنا چاہئے کہ ان باتوں سے ایمان جاتا رہتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ انسان کو بھید کی معرفت کا حریص ہونا چاہئے جو فقہا اور متکلمین کے علمی سرمایہ سے خارج ہے اور اس کا راستہ بجز اس کے نہ ملے گا کہ اس کی طلب کے حریص ہوں۔

(فائدہ) تمام علوم میں اشرف اور سب کی علت نمائی حق تعالیٰ کی معرفت ہے اور وہ ایک دریا بے کنار ہے جسکا کنارہ معلوم نہیں۔ اس میں تمام لوگوں سے بڑھ کر انبیاء علیہم السلام کا درجہ ہے پھر اولیاء کا پھر ان کے پیروکاروں کا۔

حکایت! دو حکیموں کی تصویر کسی مسجد میں نظر پڑی ایک کے ہاتھوں میں ایک پرچہ ہے جس میں لکھا ہے کہ اگر تم ہر ایک چیز کو درست کر لو تو یہ نہ جانو کہ ایک چیز کو بھی درست کیا ہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کو نہ پہچانو اور یہ یقین نہ کرو کہ مسبب الاسباب اور تمام چیزوں کا ایجاد کرنے والا وہی ہے اور دوسرے کے ہاتھ کے پرچے میں یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی معرفت سے پہلے میں پانی پیتا تھا اور پیاسا رہتا تھا یہاں تک کہ جب اس کو پہچانا تو پئے بغیر ہی پیاس بجھ گئی۔

(ادب 7) کسی فن میں قدم نہ رکھے جب تک کہ اس سے پہلے کے فن کو پورا نہ کرلے اس لئے کہ علوم ترتیب ضروری سے مرتب ہیں اور ایک علم دوسرے علم کا راستہ ہے تو توفیق یافتہ وہی ہے جو اس ترتیب اور درجات کا لحاظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰهُمُ الۡکِتٰبَ یَتۡلُوۡنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ (پ 1 البقرہ 121) ترجمہ ۔ جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ جیسی چاہیے اس کی تلاوت کرتے ہیں۔ (کنزالایمان)

یعنی ایک فن سے آگے نہیں بڑھتے جب تک کہ علم و عمل کی رو سے اسے پختہ نہ کرلیں اور چاہئے کہ جس علم کے سیکھنے کا ارادہ کرلے اس سے اوپر کے علم پر ترقی کرنے کی نیت ہو اور اگر کسی علم میں لوگوں کا اختلاف واقع ہو یا کوئی اس میں خطا کرے یا اپنے علم کے مطابق علم نہ کرے تو چاہئے کہ ان وجوہ سے اس علم کو نکما نہ کہہ دے جیسے بعض لوگ معقولات اور فقیہات کو نہیں دیکھتے اور کہتے ہیں کہ اگر ان کی کچھ اصل ہوتی تو جو لوگ ان کے ماہر ہیں ان کو ملتی اور کتاب معیار العلم میں ہم اس شبہ کا جواب لکھ چکے ہیں اور بعض لوگ طبیب کی خطا دیکھ کر طب کو نکما سمجھتے ہیں اور ایک نجومی کی باتیں اتفاقاً" سچ نکلنے سے کچھ لوگ اس کی درستی کے معتقد ہوتے ہیں اور کچھ لوگ دوسرے نجومی کی خطا معلوم کرکے اس کو بے کار بتاتے ہیں حالانکہ سب غلطی پر ہیں بلکہ یوں چاہئے کہ جس چیز کو فی نفسہ جان لیں کہ کیسی ہے ہر شخص کسی علم میں اتنا تجربہ نہیں رکھتا کہ اس کی سب جزئیات سے واقف ہو اسی لئے

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ حق مردوں سے مت پہچانو بلکہ حق معلوم کر لو پھر حق والوں کو خود جان جاؤ گے۔

ادب (8) وہ سبب معلوم کرے جس سے علوم کا شرف حاصل ہوتا ہے اور شرف دو چیزوں کی وجہ سے ہوتا ہے (1) اول ثمرہ کے شرف سے (2) دلیل کی پختگی اور قوت سے مثلاً علم دین اور طب اول کا ثمرہ زندگی ابدی ہے اور دوسرے کا ثمرہ زندگانی فانی ہے۔ اس اعتبار سے علم دین اشرف ہوگا کہ اس کا ثمرہ اشرف ہے اور علم حساب اور علم نجوم کو اگر دیکھو تو حساب کی دلیلیں پختہ اور قوی ہیں اسے نجوم پر شرف ہے اور اگر حساب کو علم طب کے لحاظ سے دیکھیں تو اس صورت میں طب کو ثمرہ کے اعتبار سے شرف ہے اور حساب کو دلیل کی رو سے اور ثمرہ کا لحاظ کرنا بہ نسبت دلائل کے بہتر ہے اس لئے طب حساب سے اشرف ہے اگرچہ علم طب اکثر تخمین اور قیاس سے ہے اس تقریر سے ظاہر ہوا کہ تمام علوم سے اشرف علم اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسول کو جاننے کا ہے پھر وہ علم جو ان علوم تک پہنچنے کا ذریعہ ہو تو اب بجز اس علم کے دوسرے علم کی طرف رغبت اور حرص نہیں کرنی چاہئے۔

(ادب 9) طالب علم کا ارادہ علم سے سردست تو یہ ہو کہ اپنے باطن کو آراستہ اور فضیلت سے مزین کرے اور انجام یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور فرشتوں اور مقربین ملاء اعلیٰ کی ہمسائیگی حاصل ہو اور علم سے غرض حصول حکومت اور مال و جاہ اور بے وقوفوں سے جھگڑنے اور ہمسروں پر فخر کرنے کی نیت نہ ہو جس شخص کی نیت علم سے قرب الٰہی ہو تو لازماً" ایسے علم کو طلب کرے جو اس کے مقصود کے بالکل قریب ہو یعنی علم آخرت کا طالب ہو اور باوجود اس کے اس کو یہ نہیں چاہئے کہ علم فتاویٰ اور علم نحو اور علم لغت جو کتاب اور سنت کے متعلق ہیں۔ سوائے ان کے اور علوم کو (جن کا ذکر ہم نے مقدمات اور متممات میں کیا ہے وہ فرض کفایہ علوم کے اقسام میں سے ہیں) حقارت کی نظر سے نہ دیکھے اور ہم نے جو علم آخرت کی تعریف میں بہت زیادہ مبالغہ کیا ہے اور اس سے یہ سمجھنا کہ دوسرے علوم برے ہیں اس لئے کہ جو لوگ ان علوم کے عالم ہیں ان کا حال مثل ان لوگوں کے ہے جو سرحدوں کی حفاظت اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ یعنی ان میں سے بعض لوگ تو لڑتے ہیں اور بعض لوگ مدد کرتے ہیں اور کچھ ان کو پانی پلاتے ہیں اور کچھ سواریوں کی حفاظت اور خدمت کرتے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی ثواب سے خالی نہیں۔ بشرطیکہ اس کی نیت اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنے کی ہو یہ نیت نہ ہو کہ مال غنیمت ملے گا۔ دور حاضرہ کے علماء کا یہی حال ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ یَرۡفَعِ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ ۙ وَالَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ (المجادلۃ 11) (ترجمہ) اللہ تعالیٰ ایمان والوں اور علم والوں کے درجات بلند کرتا ہے۔ اور ارشاد فرمایا هُمۡ دَرَجٰتٌ عِنۡدَ اللّٰهِ (ترجمہ) ان کے درجات بلند ہیں۔

غرضیکہ اہل علوم کی فضیلت اعتباری اور اضافی ہے کہ کسی کی نسبت سے اعلیٰ ہیں اور کسی کے لحاظ سے ادنیٰ یہ نہیں کہ بذات خود حقیر ہوں۔ مثلاً اگر صرافوں کو بادشاہوں کی بہ نسبت کم رتبہ کہا جائے تو اس سے یہ ثابت نہ ہو گا کہ اگر جاروب کشوں کی بہ نسبت ان کو قیاس کریں تب تو زرگر حقیر ہوں گے۔

انتباہ - یہ گمان نہ کرنا چاہئے کہ جو علم اعلیٰ رتبہ سے کم ہو وہ بے قدر ہے بلکہ یوں جاننا چاہئے کہ سب سے اعلیٰ رتبہ انبیاء علیہم السلام کا ہے پھر اولیاء کا پھر ان علماء کا جو علم میں راسخ ہیں پھر نیک بندوں کا موافق ان کے درجات کے خلاصہ یہ کہ جو ذرہ برابر بھلائی کرے گا اس کا ثواب اسے ملے گا اور جو شخص علم سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ کرے گا خواہ کوئی سا علم ہو تو وہ علم اسے مفید ہو گا اور لازماً" اس کا رتبہ بلند کرے گا۔

(ادب 10) علم کی نسبت کے بارے میں اصل مقصود کے متعلق معلومات حاصل کرے تاکہ جو مقصود سے قریب ہو اس کو بعید پر ترجیح دے اور جو علم اہم ہو اسے اختیار کرے اور اہم کا معنی یہ ہے کہ جو فکر میں ڈالے اور ظاہر ہے کہ دنیا اور آخرت میں بجز اپنے حال کے اور کوئی چیز فکر میں نہیں ڈالتی اور چونکہ تم سے نہیں ہو سکتا ہے کہ دنیا کے مزوں اور آخرت کی راحتوں کو یکجا لے سکو - چنانچہ قرآن مجید میں اس کا ذکر آچکا ہے اور نور بصیرت بھی اس کا شاہد ہے جو بمنزلہ آنکھ سے دیکھنے کے ہے اس سے معلوم ہوا کہ زیادہ اہم علم وہی ہے جو ابدالاباد تک رہے اور اس صورت میں دنیا ایک منزل ہو جائے گی اور بدن سواری اور اعمال مقصود کی طرف چلنا اور مقصود بغیر دیدار الٰہی کے اور کچھ نہیں کہ تمام لذات و راحت اسی میں ہے۔ گو اس جہان دنیا میں اس کی قدر کم لوگ جانتے ہیں اور علوم کو اگر اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور اس کی ذات پاک کے دیدار کی نسبت دیکھو تو تین قسم کے ہیں اور دیدار سے وہ غرض ہے جس کے طالب انبیاء علیہم السلام تھے اور وہی اس کو سمجھتے تھے وہ دیدار مراد نہیں جو عوام اور کلام والوں کے ذہن میں ہے۔ ان قسموں کو تم ایک مثال سے سمجھو وہ یہ ہے کہ اگر کسی غلام سے کہا جائے کہ اگر تو حج کرے گا اور اعمال کو کامل طور پر بجا لائے گا تو تو آزاد بھی ہو گا اور سلطنت بھی ملے گی اور اگر تو حج کا راستہ شروع کرے گا اور اس کی تیاری کرے گا اور راہ میں کوئی مانع پیش آئے گا تو تو بھی آزاد ہو جائے گا۔ یہ بندہ غلامی سے رہائی پائے گا مگر سلطنت کی سعادت سے مشرف نہ ہو گا تو غلام مذکورہ کو تین طرح کے کام پیش آئیں گے۔ (1) سفر کرنا یعنی سواری خریدنا اور مشک اور غلہ وغیرہ خریدنا۔ (2) وطن سے جدا ہو کر کعبہ کو منزل بمنزل چلنا۔ (3) اعمال حج میں مشغول ہونا اور ایک ایک رکن بترتیب ادا کرنا ان تینوں حالتوں اور احرام اور طواف رخصت سے فارغ ہو کر غلام مذکورہ مستحق آزادی اور سلطنت کا ہو گا اور ہر حال میں غلام مذکور کے بہت سے مراتب ہیں۔ یعنی شروع سامان سے اس کے آخر تک اور آغاز سفر سے اس کے تمام ہونے تک اور ابتدائے ارکان حج سے اس کے انجام تک بہت سے درجات ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو شخص ابھی زاد راہ اور سواری کی تیاری میں ہو یا چلنا شروع کر دیا ہو وہ سعادت سے اتنا قریب نہ ہو گا جتنا وہ شخص ہو گا جس نے ارکان حج شروع کر دیئے کیونکہ وہ دو حالات طے کر چکا ہے اور نہایت قریب پہنچ گیا ہے۔ جب یہ مثال معلوم ہو چکی تو سمجھ لیجئے کہ علوم کی بھی تین قسمیں ہیں (1) وہ علوم جو بمنزلہ سامان سفر کے خریدنے کے ہیں۔ وہ علم طب اور فقہ ہیں اور جو علوم کہ دنیا میں بدن کی مصلحتوں کے متعلق ہیں اور ایک قسم بمنزلہ جنگل کے چلنے اور گھاٹیوں کے طے کرنے کے ہیں اور وہ صفات کی کدورتوں سے باطن کو پاک کرنا اور ان اونچی گھاٹیوں پر چڑھنا ہے جن سے سوائے توفیق یافتہ لوگوں کے اگلے پچھلے سب عاجز ہیں تو یہ امور راہ کے چلنے میں داخل ہیں۔ (2)

ان کا علم حاصل کرنا ایسا ہے جیسے راہ کے اطراف و منازل جان لینا بغیر ان کے طے کرنے کے کافی نہیں۔ اسی طرح تہذیب اخلاق کا جان لینا کفایت نہیں کرتا جب تک ان پر عمل نہ کرے۔ گو عادتوں کی تہذیب بغیر علم کے نہیں ہو سکتی (3) وہ قسم ہے جو بمنزلہ حج اور اس کے ارکان کے ہے اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات اور فرشتوں اور افعال کا علم اور ان باتوں کا علم جو علم مکاشفہ کے معانی ہیں ہم لکھ آئے ہیں اس قسم کے بعد رہائی اور سعادت نصیب ہوتی ہے مگر رہائی یعنی سلامتی تو ہر سالک طریق کو نصیب ہوتی ہے بشرطیکہ اس کی غرض اور مقصد حق ہو اور سعادت کو پہنچنا بجز اللہ تعالیٰ کے عارفین کے اور کسی کو نہیں ملتا اور یہی لوگ مقرب ہوتے ہیں اور انہیں پر اللہ تعالیٰ کی ہمسائیگی میں رحمت اور راحت و ایمان و جنت نعیم کا انعام نصیب ہوتا ہے اور جو لوگ کمال کے مرتبے سے ادھر رہ گئے ہیں ان کو نجات اور سلامتی حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے۔ فَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ فَرَوْحٌ وَّ رَیْحَانٌ وَّ جَنَّتُ نَعِیْمٍ وَ اَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ۔ (الواقعہ / 91) ترجمہ۔ (پھر وہ مرنے والا اگر مقربین سے ہے تو راحت ہے اور پھول اور چین کے باغ اور اگر دہنی طرف والوں سے ہو تو اے محبوب تم پر سلام ہو داہنی طرف والوں سے۔ (ترجمۂ کنزالایمان)

اور جو لوگ کہ متوجہ بہ مقصد نہ ہوئے اور اس کی طرف حرکت نہ کی یا حرکت کی تو مگر نہ بغرض فرمانبرداری اور بندگی کے بلکہ کسی دنیاوی غرض کے لئے تو وہ لوگ اصحاب شمال اور گمراہوں میں سے ہیں ان کے لئے یہ ارشاد ہے فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّ تَصْلِیَةُ جَحِیْمٍ (الواقعہ 93) ترجمۂ کنزالایمان (تو اس کی مہمانی کھولتا پانی اور بھڑکتی آگ میں دھنسانا۔

فائدہ۔ جان لینا چاہئے کہ اس میں علماء کے نزدیک یہ امر حق الیقین ہے یعنی انہوں نے ان کو اپنے باطن کے مشاہدہ سے دریافت کر لیا ہے جو آنکھوں کے مشاہدہ کی بہ نسبت قوی تر اور ظاہر تر ہے صرف سننے کی حد سے ترقی کر گئے ہیں اور ان کا حال ایسا ہے جیسے کوئی خبر سنے اور اسے سچ جانے پھر آنکھ سے دیکھ کر یقین کرے اور دوسروں کا حال ایسا ہے کہ خبر کی تصدیق اعتقاد و ایمان کی خوبی کی وجہ سے حاصل کر لے مگر آنکھوں سے دیکھنا نصیب نہ ہوا ہو غرضیکہ سعادت علم مکاشفہ کے بعد ہے اور علم مکاشفہ علم معاملہ کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ یعنی طریق آخرت کے چلنے اور صفات کی گھاٹیوں کے طے کرنے کے بعد نصیب ہوتا ہے اور صفات مذمومہ کو مٹانے کی راہ چلنا صفات کے جاننے اور طریق علاج اور چلنے کی کیفیت معلوم کرنے کے بعد ہے اور یہ امر بدن کی سلامتی اور اسباب تندرستی کی موافقت کے جاننے پر منحصر ہے اور بدن کی سلامتی اجتماع اور ایک دوسرے کی مدد کرنے سے ہے جس سے کہ پوشاک اور غذا اور سکونت ملا کرتی ہے وہ سلطان کے متعلق ہے۔ اور اس کا قاعدہ لوگوں کو عدل و سیاست کے طور پر منتظم رکھنے کا فقیہ کے تصور میں رہتا ہے اور صحت کے اسباب طبیب کے خیال میں اور جس نے کہا ہے کہ علم دو ہیں۔ (1) علم بدن (2) علم دین۔ اس سے فقہ کا اشارہ ہے اس نے علوم مروجہ ظاہری کو مراد لیا ہے نہ علوم باطنی کو اب ہم اس کی وجہ لکھتے ہیں کہ ہم نے علم طب اور فقہ کو بمنزلہ تیاری زاد و راحلہ کے کیوں کہا ہے؟ تو معلوم کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ

کے قرب کے حاصل کرنے کو اس کی طرف چلنے والا دل ہے بدن نہیں اور ہماری غرض دل سے وہ گوشت نہیں جو آنکھ سے معلوم کیا جاسکتا ہے بلکہ وہ ایک لطیفہ اور بعید ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لطائف اور اسرار سے جو حواس سے معلوم نہیں ہوتا اور کبھی اس کو روح کہا کرتے ہیں اور بعض اوقات نفس مطمئنہ بولتے ہیں اور شرع اس کو دل سے تعبیر فرماتی ہے۔ اس لئے کہ دل اس بعید کی پہلی سواری ہے اسی کے ذریعہ سے تمام بدن اس کی سواری اور آلہ بن رہا ہے اور اسی بعید کا دل بخوبی علم مکاشفہ سے معلوم ہوتا ہے اور وہ راز قابل افشاء نہیں بلکہ اس کے ذکر نے کی بھی اجازت نہیں اور غایت اجازت اس میں یہ ہے کہ اس قدر بیان کرے کہ وہ ایک جوہر نفیس اور گوہر عزیز ہے کہ ان اجسام محسوس کی بہ نسبت اچھا اور امرالٰہی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ۔ (بنی اسرائیل 85 پ 15) ترجمہ کنزالایمان (اور تم سے روح کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ کہ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے) اور تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے مگر اس کی نسبت تمام اعضائے بدن کی نسبت سے اشرف ہے کیونکہ خلق اور امر دونوں ہی اللہ کے ہیں اور عالم امر عالم خلق کی بہ نسبت اشرف ہے اور یہ جوہر نفیس جو اللہ تعالیٰ کی امانت کا حامل ہے اور اس رتبہ میں آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں سے مقدم ہے کہ وہ اس بوجھ کے اٹھانے سے ڈر کر انکار کر گئے۔ یہ عالم امر سے ہے اور اس بیان سے اس کے قدیم ہونے کا اشارہ مت سمجھنا۔ اس لئے کہ جو روح کے قدیم ہونے کا قائل ہے وہ جاہل اور مغالطہ کھانے والا ہے۔ اس کو واقفیت نہیں کہ کیا کہتا ہے۔ اب ہم عنان بیان کو اس فن سے روکتے ہیں کہ جس امر کے ہم درپے ہیں اس سے یہ فن خارج ہے۔ مقصود یہ ہے کہ یہ لطیفہ اپنے رب کی طرف سعی کرنے والا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ امر رب تو اللہ تعالیٰ ہی مقصد رہے اور اسی کی طرف اس کا رجوع اور بدن اس لطیفے کی سواری ہے جس پر سوار ہو کر اسی کے ذریعہ سے چلتا ہے تو بدن اللہ تعالیٰ کی راہ میں دل کے لئے ایسا ہے جیسے بدن کے لئے راہ حج میں سواری ہوتی ہے یا مشک جس میں پانی بھرا رہتا ہے اور بدن کو اسکی حاجت ہوتی ہے۔ غرضیکہ جو عمل اس کا مقصود بدن کی مصلحت ہے وہ سواری کی مصلحتوں میں داخل ہے۔ اب ظاہر ہے کہ طب سے بھی بدن کی بہتری مقصود ہے۔ اس لئے کہ بدن کی صحت کی نگہداشت کے لئے کہیں اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور اگر انسان بالفرض اکیلا ہوتا تو کیا تعجب تھا کہ فقہ کی ضرورت نہ پڑتی لیکن اس کی پیدائش اس طرح ہوئی ہے کہ تنہا زندہ نہیں رہ سکتا کیونکہ تمام کام اکیلے سے نہ ہو سکیں گے کہ کھانے کے لئے ہل جوتنا' بیج بونا' پیسنہ' پکانا اور لباس اور سکونت کا حاصل کرنا اور ان تمام چیزوں کے آلات تیار کرنا ایک شخص کس طرح کر سکتا ہے تو اس اعتبار سے دوسروں میں ملنا اور ان سے مدد چاہنا ضروری ہوا اور جب آدمی ملے اور ان کی خواہشات ابھریں تو شہوت کے اسباب کو انہوں نے کھینچا تانی کی اور آپس میں نزاع اور قتل کرنے لگے اور ان لڑائی جھگڑوں سے برباد ہونے لگے اور سبب ہلاکت کا یہی نزاع اور مخالفت ظاہری ہوئی جیسے اندر کی خلطوں کے بگاڑ سے بربادی ہوا کرتی ہے اور طب سے (جو نزاع اور فساد خلطوں میں ہو جاتا ہے) اس کا بچاؤ کیا جاتا ہے اور سیاست اور عدل سے ظاہر کے فساد کو دور کر کے خواہشات میں اعتدال کر دیا جاتا ہے اور خلطوں کے معتدل رکھنے کا طریقہ

معلوم کرنا طب کا کام ہے لوزجواپنے نفس پر مجاہدہ نہ کرے وہ ایسا ہے کہ اونٹنی لے کر اس کو گھاس نہ دے اور مشک لے کر اسے تیار کرے لیکن راہ حج میں قدم نہ رکھے لور جو شخص کہ عمر بھر ان کلمات کے دقیقوں میں پڑا رہے جو فقہ کی بحثوں و مناظروں میں آتے ہیں وہ ایسا ہے کہ عمر بھر ایسے وسواس میں ڈوبا رہے۔ جن سے حج کے لئے مشک مضبوط کی جاتی ہے اور ایسے فقیہوں کو اصلاح قلب یعنی ذریعہ علم مکاشفہ کے طریق پر چلنے والوں سے وہ نسبت ہے جو مشک کی درستی میں رہنے والوں کو راہ حج چلنے والوں سے یا اس کے ارکان کے بجالانے والوں سے ہے۔ اس پر غور کرو لور اس شخص کی نصیحت قبول کرو جو اس کا صلہ و انعام نہیں چاہتا اور تمہیں یہ بات بہت سی محنت کے بغیر حاصل نہ ہوگی۔ عوام لور خواص سے علیحدہ ہونے کے لئے جرات کامل کرنی پڑے گی اور صرف اپنی خواہش کے بموجب ان کی پیروی کرنے سے باز آنا ہو گا۔ طالب علم کے لئے اتنے ہی آداب کافی معلوم ہوتے ہیں۔

معلم (استاد) کے آداب

علم کے متعلق آدمی کے چار حال ہیں جیسے مال کے حاصلات میں چار حال ہوتے ہیں۔ مثلاً مال والا (1) جب مال پیدا کرتا ہے اس وقت کمانے والا کہلاتا ہے۔ (2) کمائی جمع کرتا ہے تو دولت مند ہو جاتا ہے۔ کہ اسے دوسرے سے مانگنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ (3) مال کو خود اپنی ذات پر خرچ کرتا ہے تو وہ مستفع و متمتع ہوتا ہے۔ (4) مال دوسروں کو دیتا ہے۔ اس صورت میں سخی اور اہل جود گنا جاتا ہے اور یہ پچھلی حالت دیگر حالتوں سے اشرف ہے۔ اسی طرح علم کا حال ہے وہ بھی مال کی طرح حاصل کیا جاتا ہے اور اس کی چار حالتیں ہیں۔ (1) طلب کا زمانہ (2) علم پر ایسا عبور ہونا کہ سوال کی ضرورت نہ رہے (3) جس علم کو حاصل کر لیا ہے اس میں فکر کر کے اس سے مستفید ہونا (4) دوسرے کو اس سے فائدہ پہنچانا یہ حال سب سے اشرف ہے۔ اس لئے کہ جو شخص علم حاصل کر کے اس پر عمل کرے اور لوگوں کو علم سکھائے اسے زمین و آسمان و ملکوت میں عظیم کہا جاتا ہے اس کا حال آفتاب کی طرح ہے کہ دوسروں کو روشنی دیتا ہے اور خود بھی روشن ہے یا مشک جیسا ہے کہ دوسروں کو معطر کرتا ہے اور خود بھی خوشبوناک ہے۔

علم بے عمل کی مثال۔ جو دوسروں کو بتاتا ہے خود علم کے مطابق عمل نہیں کرتا اس کا حال دفتر کا سا ہے کہ دوسروں کو اس سے فائدہ ہوتا ہے اور خود علم سے خالی ہے یا سان جیسا ہے کہ لوہے کو تیز کر دیتی ہے اور خود نہیں کاٹتی یا سوئی جیسا ہے کہ غیروں کے لئے لباس تیار کرتی ہے اور خود ننگی رہتی ہے یا چراغ کی بتی ہے کہ اوروں کو روشنی دیتی ہے اور خود جلتی رہتی ہے۔ چنانچہ کسی کا شعر ہے۔ ما ھوا الا زبانة وقدت تضئ للناس وھی تحرق بے عمل علم فتیلہ شمع ہے لوگوں کو روشن کرتی ہے خود جلتی ہے۔ فائدہ: جب انسان تعلیم میں مشغول ہوتا ہے تو ایک بڑا کام اور نہایت درجہ کا خطرہ اپنے ذمہ لیتا ہے۔ اسی لئے اسے اس کے آداب و قواعد کو یاد کرنا چاہئے۔

آداب و قواعد ۔ (1) ادب ۔ شاگردوں پر شفقت کرے اور انہیں اپنے بیٹوں کے برابر جانے جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ انما انا لکم مثل الوالدی بولدہ۔ میں تمہارے لئے باپ کی طرح ہوں۔ استاد آخرت کی آگ سے شاگردوں کو بچانے کا عزم رکھے۔ ماں باپ اپنے بچے کو دنیا کی آگ سے بچانے سے استاد کی ذمہ داری اہم ہے اسی لئے استاد کا حق ماں باپ سے بڑھ کر ہے۔ اس لئے کہ باپ اس کی زندگی اور وجود فانی کا سبب

ہے اور استاد زندگانی باقی کا، اگر استاد نہ ہوتا تو جو چیز باپ سے حاصل ہوئی تھی وہ دائمی ہلاکت کی طرف پہنچ جاتی۔ استاد کی بدولت زندگانی اخروی دائمی نصیب ہوئی ہے مگر استاد سے ہماری مراد علوم آخرت کا معلوم یا دنیا کے علوم آخرت کی نیت سے رہبری کرنے والا ہے نہ کہ دنیا کے ارادہ کا اس لئے کہ تعلیم دنیا کے ارادہ سے تو خود بھی تباہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی تباہ کرتا ہے۔ (ایسی تعلیم سے اللہ پناہ دے) جس طرح کہ ایک شخص کے بیٹوں کا دستور ہے کہ آپس میں پیار و محبت سے رہتے ہیں اور مقاصد پر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک استاد کے شاگردوں میں دوستی اور یاری ہونی چاہئے اگر ان کا مقصود آخرت ہوتی ہے تب تو ایسے ہی ہوتے ہیں اگر شاگردوں کی مراد دنیا ہوتی ہے تو آپس میں بغض و حسد ہوتا ہے اس لئے کہ علماء اور آخرت کے لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سفر کرنے والے اور دنیا سے اس کی طرف گزر جانے والے ہیں اور دنیا کے سال اور مہینے اس راہ کی منزلیں ہیں اور جو مسافر شہروں کو جاتے ہیں راہ میں ان کو رفیق کا ملنا دوستی اور یاری کا سبب ہو جاتا ہے اور جب جنت اعلیٰ کا سفر ہو تو اس کے راستے میں رفیق کے ساتھ محبت کیسے نہ ہو گی اور سعادت اخروی میں تنگی نہیں ہے کہ ایک کو مل جائے اور دوسرا محروم رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آخرت کے لوگوں میں نزاع اور حسد نہیں ہوتا۔ بخلاف دنیا کی دولت کے کہ ان میں گنجائش نہیں اسی لئے ہمیشہ ان کے بارے میں لڑائی جھگڑے رہتے ہیں اور جو لوگ کہ علوم سے طلب ملازمت کی طرف مائل ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (الحجرات 10 پ 26) (ترجمہ) مسلمان مسلمان بھائی ہیں۔ سے خارج ہیں اور اس آیت کے مضمون میں داخل ہیں۔ اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ (پ25 الزخرف 67) ترجمہ ـ گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار۔ (کنزالایمان)

ادب (2) ـ تعلیم کے بارے میں صاحب شریعت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کرے یعنی علم سکھانے پر نہ صلہ طلب کرے نہ اور کسی طرح کے انعام کی نیت ہو نہ شکریہ کا خواہاں ہو بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے قرب طلب کرنے کے لئے تعلیم دے اور یہ نہ جانے کہ شاگردوں پر میرا احسان ہے بلکہ ان کا احسان مند ہونا اور یہ تصور کرنا لازم ہے کہ مجھے انہیں کے سبب سے فضیلت ملی ہے کہ انہوں نے اپنے دلوں کو میرے حوالہ کیا کہ میں ان میں علوم کا بیج بو کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کروں۔ جیسے کوئی شخص تمہیں اپنی زمین عاریت کے طور پر دے تاکہ تم اس میں کھیتی باڑی کرو ظاہر ہے کہ زمین والے کے فائدے کی بہ نسبت اس سے تمہیں زیادہ فائدہ ہوگا۔ پس جب استاد کو تعلیم میں شاگرد کی بہ نسبت ثواب اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ قرب ہوتا ہو تو پھر شاگردوں پر احسان رکھنے کے کیا معنی۔ اگر شاگرد نہ ہوتا تو استاد کو یہ ثواب کہاں سے ملتا اسی لئے بجز اللہ تعالیٰ کے ثواب کے کسی سے کوئی بدلہ نہ مانگنا چاہئے۔ چنانچہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے۔ قل ما اسئلکم علیہ اجرا۔ ترجمہ ـ (میں تمہارے سے اس کی مزدوری نہیں مانگتا) اس لئے کہ مال دنیا کی چیزیں بدن کی خادم ہیں اور بدن نفس کی سواری ہے اور مخدوم علم ہے کہ اس کی وجہ سے انسان کا شرف ہے تو جو علم کے بدلے میں مال طلب کرے اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی شے کو نجاست لگ گئی ہو اور وہ اس کو صاف کرنے کے لئے اپنے منہ سے رگڑے تو ظاہر ہے کہ اس میں مخدوم کو

خادم کر دے گا اور خادم مخدوم اور یہ کمال درجہ کی حماقت ہے اور ایسا شخص قیامت میں مجرموں کے ساتھ اپنا سر اوندھا کئے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو گا۔ خلاصہ یہ کہ شرافت اور بزرگی استاد کو حاصل ہے۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا ارادہ اللہ تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے کا ہے ان کی علم فقہ اور کلام میں اور ان کی تدریس میں نوبت کہاں تک پہنچی ہے کہ مال اور جاہ خرچ کر کے سلاطین کی خدمت میں جاگیریں حاصل کرنے کے لئے ذلتیں اٹھاتے ہیں اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان کو کوئی نہ پوچھے اور نہ ان کے پاس کوئی جائے پھر طرفہ یہ کہ استاد شاگرد سے بھی توقع رکھتا ہے کہ میری ہر مشکل میں کام آئے گا اور میرے عزیزوں کی مدد کرے گا اور میرے دشمنوں سے عداوت رکھے گا اور ضروریات دنیوی میں گدھے کی طرح میرا کام کرے گا اور تمام ضروریات میں میرا فرمانبردار بنا رہے گا۔ اگر اس کے کام میں ذرا بھی قصور کرے گا تو پھر استاد صاحب اس کے دلی دشمن ہیں اس طرح کا عالم دین نہایت کمینہ ہے جو اپنے لئے ایسے مقاصد ذہن میں رکھے بلکہ وہ اس پر خوش ہو اور اس سے اسے کوئی عار نہ ہو کہ اس کی غرض بڑھانے سے علم کا پھیلانا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی نزدیکی اور اس کے دین کی مدد ہو غرض کہ استاد کی نشانیاں اور علامات دیکھو تاکہ مغالطہ میں پڑنے کی اقسام معلوم ہو جائیں۔

ادب (3) _ شاگرد کی نصیحت میں کوئی کسر نہ چھوڑے۔ مثلاً اگر وہ قابلیت سے پہلے کسی مرتبے کے درپے ہو یا علم ظاہر حاصل کرنے سے پہلے علم باطن اور مخفی اسرار میں مشغول ہونا چاہے تو اسے منع کرے پھر اسے تنبیہ کرے کہ علوم کی طلب قرب الٰہی کے لئے ہو نہ کہ ملازمت طلبی اور فخر کرنے کے لئے اس کی برائی اس کے دل میں جس قدر ممکن ہو مضبوط کرے۔ اس لئے کہ عالم فاجر کی اصلاح کم ہوتی ہے اور خرابی زیادہ پس اگر استاد اپنے شاگرد کے باطن سے یہ معلوم کرے کہ یہ شخص دنیا ہی کے لئے علم کا طالب ہے تو جس علم کی طلب ہو اس سے دریافت کرے اگر وہ علم فقہ میں جھگڑا کرنے کا اور کلام اور مقدمات کے فتاویٰ اور احکام میں مناظرہ کرنے کا خواہاں ہو تو اسے ان سے منع کر دے کہ یہ علوم آخرت کے علم نہیں اور نہ ان علوم میں سے ہیں جن کے بارے میں کسی بزرگ کا قول ہے کہ ہم نے علم غیر اللہ کے لئے سیکھا۔ علم نے انکار کیا کہ بجز اللہ تعالیٰ کے کسی اور کے لئے ہو۔ علم تفسیر اور حدیث اور علم آخرت میں اسی طرح سلف صالحین مشغول رہتے تھے اور اخلاق نفس کو پہچاننا اور ان کی تہذیب و کیفیت معلوم کرنا ضروری ہے۔ پس اگر طالب علم ان علوم کو دنیا کی غرض سے سیکھے تو استاد اس کی مخالفت کرے۔ اس لئے کہ طالب علم وعظ کی طمع اور لوگوں کو اپنے قدموں میں لانے کی لالچ سے ان پر مستعد ہوتا ہے اور بعض اوقات اثنائے تحصیل میں انجام سے آگاہ ہو جاتا ہے اس لئے کہ ان میں وہ علوم ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے خوف دلائیں اور دنیا کو نظروں میں مقید اور آخرت کو عظیم بنا دیں اور اس سے توقع ہوتی ہے کہ بالآخر طالب مذکور راہ راست پر آ جائے اور جن امور کی نصیحت دوسروں کو کرے ان سے خود بھی عملاً دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔ اور لوگوں میں مقبول ہونے اور جاہ پیدا کرنے کی محبت علم کی تحصیل میں ایسے ہے جیسے پرندوں کے شکار کے جال کے گرد دانہ ڈال دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں شہوت پیدا کی تاکہ انسانی نسل اس ذریعہ سے باقی رہے اور محبت جاہ کو بھی

اسی لئے پیدا کیا ہے کہ علوم کے قائم رہنے کا سبب ہو یہ انہیں علوم مذکورہ میں ہو سکتی ہے مگر محض اختلافی مسائل اور کلام کے جھگڑے اور ان کے فروعات عجیبہ کو معلوم کرنا یہ ایسے ہیں کہ اگر انسان ان میں مشغول رہے اور دوسرے علوم سے اعراض کرے تو دل کی سختی اور اللہ تعالیٰ سے غافل رہنا اور گمراہی میں پڑا رہنا اور جاہ کا طالب ہونا ان سے بڑھتا ہے۔ اس لئے ان کا کوئی فائدہ نہیں مگر جسے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے بچالے' ان باتوں کے ساتھ اور کوئی علم دینی ملا لے تو البتہ فائدہ ہو سکتا ہے اور تجربہ اور مشاہدہ کی طرح اس پر کوئی دلیل نہیں اس لئے عبرت اور چشم بصیرت کھولنی چاہئے تاکہ اس کی تحقیق نصیب ہو۔

حکایت _ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ علیہ کو کسی نے غمگین دیکھ کر ملال کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ ہم دنیا داروں کے لئے تجارت گاہ بن گئے ہیں۔ ایک عام آدمی ہمارے ہاں علم پڑھتا ہے یہاں تک کہ جب مکمل علم حاصل کرلیتا ہے تو قاضی یا حاکم اور افسر بنا دیا جاتا ہے۔

ادب (4) _ یہ تعلیم کے بارے میں عمدہ اور دقیق ہے وہ یہ کہ شاگرد کو برے اخلاق سے جب تک ہو سکے کنایہ اور پیار سے منع کرے تصریح اور توبیخ کے ساتھ نہ جھڑکے اس لئے کہ تصریح ہیبت کا حجاب دور کرتی ہے اور اختلاف کرنے پر جرات کا باعث اور اصرار پر حریص ہونے کا موجب بنتی ہے چنانچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم جو تمام اساتذہ کے استاد ہیں' ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر آدمیوں کو مینگنیاں توڑنے سے منع کردیا جائے تو وہ انہیں ضرور توڑیں گے اور کہیں گے ہمیں جو ان سے منع کیا گیا ہے تو ضرور ان میں کوئی اہم بات ہے۔ (فائدہ) اس پر حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کا قصہ شاہد ہے جنہیں درخت کے پاس جانے سے منع کر دیا گیا تھا ہم نے یہ قصہ اس لئے نہیں یاد دلایا کہ یہ ایک قصہ ہے بلکہ اس لئے کہ اس سے عبرت حاصل کی جائے۔ نیز ایک وجہ تصریح کی یہ بھی ہے کہ جو نفوس اچھے اور تیز ذہن ہوتے ہیں وہ کنایہ کے بھی معانی نکال لیتے ہیں اور مقصود کو سمجھ جانے کی خوشی اس کے بموجب عمل کرنے کی رغبت دلاتی ہے تاکہ دوسروں کو معلوم ہو کہ یہ بات اس کی دانائی سے بھی مخفی نہ رہی۔

ادب (5) _ استاد جیسے علم سکھاتا ہو اسے چاہئے کہ شاگرد کے دل میں اس علم کے بالائی علم کی برائی نہ ڈالے جیسے لغت پڑھانے والے کی عادت ہوتی ہے کہ علم فقہ کو برا کہا کرتا ہے اور فقہ سکھانے والے کی عادت ہوتی ہے کہ علم حدیث اور تفسیر کی برائی بیان کرتا ہے کہ یہ علوم صرف نقلی اور سماع کے متعلق اور بڑھیوں کے لائق ہیں (معاذاللہ) عقل کو ان میں دخل نہیں اور علم کلام والا فقہ سے نفرت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ فقہ ایک فرع ہے جس میں عورتوں کے حیض کا بیان ہے وہ علم کلام کے مرتبہ تک کہاں پہنچ سکتا ہے جس میں ذکر صفت رحمان ہے بعض اساتذہ میں یہ عادات بری ہیں ان سے پرہیز کرنا چاہئے بلکہ جو استاد ایک علم کی تعلیم کا کفیل ہو اسے چاہئے کہ شاگرد پر دوسرے علم کے سیکھنے کی راہ بھی نکال دے اور اگر کئی علوم کا کفیل ہو تو ان میں ترتیب کا لحاظ رکھے کہ شاگرد ایک رتبہ سے

دوسرے پر ترقی کرتا جائے۔

ادب (6) _ شاگرد کے سامنے مسئلہ بیان کرنے میں صرف اس کی سمجھ پر کفایت کرے ایسی بات نہ کہے جس تک اس کی عقل نہ پہنچے تاکہ وہ اس سے نفرت نہ کرنے لگے یا اس کی عقل خبط میں پڑے اور اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی پیروی کرے۔ (حدیث) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم انبیاء علیہم السلام کے گروہ ہیں ہمیں تو یہ حکم ہے کہ لوگوں کو ان کے مراتب میں رکھیں اور ان کی عقول کے مطابق ان سے گفتگو کریں تو استاد کو بھی چاہئے کہ شاگرد کے سامنے حقیقت امر کو ظاہر کرے تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ شاگرد اسے اچھی طرح سمجھ جائے گا۔ (حدیث) نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی کسی قوم کے سامنے ایسی بات کہتا ہے کہ جس کو ان کی سمجھ نہیں پہنچتی تو ان میں سے بعض لوگوں میں فتنہ برپا ہو جاتا ہے۔ (فائدہ) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس میں بہت سے علوم ہیں بشرطیکہ ان کے سمجھنے والے ہوں۔ میں اس لئے ظاہر نہیں کرتا کہ ان علوم کا کوئی متحمل نہیں۔ آپ نے سچ فرمایا کہ نیک بندوں کے دل بھیدوں کی قبریں ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عالم کو لائق نہیں کہ جو کچھ جانتا ہو اسے ہر ایک سے کہہ دے یہ اس صورت میں ہے کہ طالب علم اسے سمجھتا ہو مگر اس سے فائدہ لینے کا اہل نہ ہو اور جس صورت میں سمجھتا ہی نہ ہو تب تو بطریق اولیٰ اسے ذکر نہیں کرنا چاہئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جواہر سور کی گردن میں مت ڈالو اور حکمت جواہر سے بہتر ہے اور جو شخص اسے براجانتا ہے وہ فنا زیر سے بدتر ہے اسی لئے کسی بزرگ نے کہا ہے کہ ہر شخص کو اس کی عقل کے پیمانے کے مطابق ناپو اور اس کی سمجھ کی ترازو کے مطابق اس کے لئے سخن بولو تاکہ اس کے نقصان سے بچے رہو اور وہ تم سے نفع پائے ورنہ وہ تنگی حوصلہ کے سبب نہ مانے گا۔ کسی نے ایک عالم دین سے کوئی بات پوچھی اس نے جواب نہ دیا سائل نے کہا کہ تم نے سنا نہیں کہ رسول اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص علم مفید کو چھپائے گا قیامت میں اس کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی۔ عالم دین نے جواب دیا کہ لگام رہنے دو تم جاؤ اگر کوئی سمجھنے والا آئے گا اس سے چھپاؤں گا تو وہ مجھے لگا دے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ولا تؤتوا السفہاء اموالکم ترجمہ (بے وقوفوں کو مال مت سپرد کرو)۔ اس میں بھی یہی تنبیہہ ہے کہ علم جس شخص کو خراب کرکے ضرر پہنچائے اسے علم نہ سکھانا بہتر ہے اور غیر مستحق کو کوئی چیز دینے میں بہ نسبت مستحق کے نہ دینے میں ظلم سے کم نہیں بلکہ دونوں میں ظلم برابر ہے۔ چنانچہ کسی نے کہا ہے۔ (ا)

انثر درابین سارحة النعم — فاصبح مخزونا براعیة الغنم
لانھم امسوا بجھل لقدرہ — فلا انا اضحٰی ان اطوقه الھم
فان لطف اللّٰہ اللطیف بلطفه — وصادفت ابلا لذ ملوم والحکم
نشرت مفید ا ورستفدت مودة — والا فمخزون لدی ولکتنم
فمن منح الجھال علماء اضاعه — ومن منع المستوجبین فقد ظلم

(ترجمہ) (1) میں گوہر و موتی جانوروں پر نچھاور کر کے محزون ہوں کہیں لوگ مجھے بکریوں کا چرواہا کہیں گے (2) اس لئے کہ چرواہوں کو موتیوں کی قدر و منزلت نہیں میں انہیں دانستہ کیسے گدھوں کا ہار بناؤں (3) اگر اللہ تعالیٰ مہربان کا فضل و لطف ہو تو علم کے اہل کو علم و حکمت نصیب ہو (4) مفید کو بکھیروں اور ازراہ محبت نثار کروں۔ (5) ورنہ جہلاء کو عطا کرنا علم کو ضائع کرنا ہے اور اہل سے علم کا روکنا سراسر ظلم ہے۔

ادب (7) – جب شاگرد کا حال معلوم ہو جائے کہ کم سمجھ ہے تو استاد کو چاہئے کہ اسے موٹی بات بتائے اور اس سے یہ نہ کہے کہ اس میں کوئی دقیق بات بھی ہے جو تجھے نہیں بتائی گئی کیونکہ اس کے کہنے سے شاگرد کی رغبت پھیکی پڑ جائے گی اور اس کے دل کو پریشانی ہو گی اور یہ وہم کرے گا کہ استاذ صاحب بتانے سے دریغ کرتے ہیں کیونکہ اپنے گمان میں ہر ایک یہی سمجھتا ہے کہ میں ہر علم دقیق کے قابل ہوں اور ہر شخص اللہ تعالیٰ سے اس پر راضی ہے کہ میری عقل کامل بنائی اور بڑا کم عقل وہ ہے جو اپنی عقل کے کمال سے زیادہ خوش ہوا اس سے یہ معلوم ہوا کہ عوام میں سے اگر کوئی شرع کا پابند ہو اور جو عقائد کہ سلف سے منقول ہیں بلا تشبیہ اور بغیر کسی تاویل کے اس کے دل میں مضبوط ہوں اس کا باطن بھی اچھا ہو اور اس کی عقل کو اس سے زیادہ کا تحمل نہ ہو ایسے شخص کے اعتماد کو پریشان نہ کرنا چاہئے بلکہ اسے کام میں مشغول ہونے دینا چاہئے اس لئے کہ اگر اس کے سامنے ظاہری تاویلات ذکر کی جائیں تو عوام کی قید سے نکل جائے گا اور خواص میں داخل ہونا اس کو میسر نہ ہوگا تو جو اسے آڑ گناہوں میں تھی وہ دور ہوجائے گی پھر پورا شیطان سرکش بن کر خود کو اور غیروں کو ہلاک کرے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ عوام کے سامنے باریک علموں کی حقیقتیں بیان ہی نہیں کرنی چاہئیں بلکہ ان کو تو صرف عبادات اور جن کاموں میں وہ ہوں ان میں ایمانداری کی تعلیم کرنا مناسب ہے اور قرآن کے مضمون کے مطابق جنت کی رغبت اور دوزخ کے خوف سے ان کے قلوب کو پر کرنا چاہئے اور کسی شک و شبہ کی تحریک ان کے سامنے نہ کی جائے کہ اگر ان کے دل میں شبہ اٹک جاتا ہے ان کا نکلنا دشوار ہو جاتا ہے اسی وجہ سے وہ ہلاک و تباہ ہو جاتے ہیں۔ بہرحال عوام کے لئے بحث کا باب مفتوح نہ کرنا چاہئے ورنہ انہیں ان کے کام سے ضائع کرنا ہے جس پر کہ خلق خدا کے قائم رہنے کا مدار اور خواص کی دائمی زندگی کا وقوف ہے۔

ادب (8) _ استاد اپنے علم کے مطابق عمل کرتا ہو ایسا نہ ہو کہ کہے کچھ اور عمل کرے اس کے خلاف بلکہ اس سے بڑھکریوں کہے کہ علم تو دل کی آنکھ سے ہوتا ہے اور عمل ظاہر کی آنکھ سے اور ظاہر میں لوگ بہت ہیں۔ استاد اگر علم کے خلاف عمل کرے گا تو ہدایت نہ پائے گا جو شخص خود ایک کام کرے اور دوسروں کو کہے کہ اس کو نہ کرو تو یہ زہر قاتل ہے۔ عوام اس کا مذاق اڑائیں گے بلکہ تہمت لگائیں گے اور اس برے عمل کرنے کے زیادہ حریص ہوں گے اور کہیں گے کہ یہ کام اچھا اور مزہ دار نہ ہوتا تو استاد صاحب کیوں اختیار کرتے اور استاد کو اگر شاگرد کے لحاظ سے دیکھو تو ایسا ہے جیسے گارے کو نقش سے اور لکڑی کو سایہ سے نسبت ہے تو جس چیز میں خود نقش نہ ہوگا وہ گارے میں کیسے نقش کر دے گی اور لکڑی اگر خود سیدھی نہ ہوگی تو اس کا سایہ کیسے سیدھا ہوگا۔ اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ (البقرہ ۴۴ پ1) ترجمہ کنزالایمان _ (کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو) اسی وجہ سے گناہوں کا وبال عالم دین پر بہ نسبت جاہل کے زیادہ ہوتا ہے اس لئے کہ عالم دین کے گناہ میں مبتلا ہونے سے ایک عالم تباہ ہو جاتا ہے اور اس کی لوگ پیروی کرتے ہیں اور جو شخص کہ کوئی برا طریقہ نکالتا ہے تو اس پر اپنا گناہ بھی اور جو کوئی اس طریقے پر چلے گا اس کا گناہ بھی اس پر ہوتا ہے اسی لئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ دو شخصوں نے میری کمر توڑ دی۔ (1) اس عالم نے کہ اپنی عزت ضائع کر دی ہو اور اعلانیہ گناہوں کا مرتکب ہوا۔ (2) اس جاہل نے کہ زاہد بن رہا ہو اس لئے کہ جاہل اپنے زاہد بننے سے لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے اور عالم ارتکاب خطا سے مغالطہ میں ڈالتا ہے۔ (واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب)

علم کے سبب سے پیدا ہونے والی آفات

علم اور علماء کے فضائل میں جو کچھ وارد ہوا ہے اسے تو ہم بیان کر چکے ہیں اور علماء سوء کے بارے میں بہت سخت وعید آئی ہے یہاں تک کہ قیامت میں زیادہ عذاب اور سخت اور لوگوں کی نسبت انہیں پر ہوگا۔ اس لئے ان علامات کا جاننا جو علمائے دنیا کو علمائے آخرت سے علیحدہ کر دیں' بہت ضروری ہیں اور ہماری غرض علماء دنیا سے علماء سوء ہے جن کی غرض علم سے دنیا میں چین اڑانا اور اہل دنیا کے نزدیک جاہ و منزلت کا ذریعہ ہو جاتا ہے۔

احادیث مبارکہ ۔ (حدیث-1) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت میں تمام لوگوں سے سخت تر عذاب اس عالم پر ہوگا جسے اللہ تعالیٰ نے اس کے علم سے نفع نہ دیا ہو اور فرمایا۔ انسان عالم نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے علم پر عمل نہ کرے۔ (حدیث-2) فرمایا العلم علمان علم علی اللسان فذلک حجۃ اللّٰہ تعالٰی علی ابن آدم وعلم فی القلب وذلک العلم النافع۔ علم دو ہیں۔ علم بر زبان یہ ابن آدم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجت ہو گا اور علم بر قلب یہی علم نافع ہے۔ (حدیث-3) فرمایا کہ آخر زمانے میں عابد جاہل ہوں گے اور علماء فاسق۔ (حدیث-4) فرمایا علم کو اس غرض سے مت سیکھو کہ اس سے علماء پر فخر اور بے وقوفوں سے بحث کرو اور لوگوں کے منہ اپنی طرف پھیرو اور جو کوئی ایسا کرے گا تو وہ دوزخ میں جائے گا۔ (حدیث-5) فرمایا جو شخص اپنا علم چھپائے اسے اللہ تعالیٰ آگ کی لگام دے گا۔ (حدیث-6) فرمایا کہ میں دجال کی بہ نسبت غیر دجال سے تم پر زیادہ فکر کرتا ہوں کسی نے عرض کی وہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ گمراہ کرنے والے ائمہ سے ڈرتا ہوں (حدیث_7) فرمایا جو شخص علم میں زیادہ ہو لیکن ہدایت کی اس میں کمی ہو وہ اللہ تعالیٰ سے دوری میں زیادہ ہوگا۔ (حدیث-8) حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ کب تک آخر شب میں چلنے والوں کیلئے تم راستہ صاف کرو گے اور خود حیرت والوں کے ساتھ کھڑے رہو گے۔ غرضیکہ یہ احادیث اور ان کے علاوہ اور بھی اس پر دلالت کرتی ہیں کہ علم کا خطرہ بڑا ہے اس لئے کہ عالم یا تو ہلاکت ابد کا معترض ہوتا ہے یا سعادت جاوید کا اور علم میں غوروخوض کرنے سے اگر سعادت ضائع کرے گا تو سلامتی سے بھی محروم رہے گا۔

اقوال صحابہ وغیرھم رضی اللہ عنہم ۔ (1) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس امت پر زیادہ تر

خوف منافق عالم کا ہے لوگوں نے عرض کی کہ منافق کس طرح عالم ہو سکتا ہے فرمایا کہ زبان کا تو عالم ہو لیکن دل اور عمل کے لحاظ سے جاہل۔ (2) حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ تو ان لوگوں میں نہ ہو کہ علم و حکمت تو مثل علماء اور حکماء جیسی ہو اور عمل میں بے وقوفوں کے برابر ہو۔ (3) کسی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں علم سیکھنا چاہتا ہوں مگر ڈر ہے کہ کہیں اس کو ضائع نہ کروں آپ نے فرمایا کہ ضائع کرنے کے لئے تمہارا چھوڑنا کافی ہے۔ (4) ابراہیم بن عقبہ سے کسی نے کہا کہ لوگوں میں زیادہ ندامت کس کو ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا میں اسے جو ایسے شخص پر احسان کرے کہ وہ اس کا ممنون نہ ہو اور موت کے وقت اس عالم کو ہو گی جس نے علم میں کوتاہی کی۔ (5) خلیل بن احمد نے کہا کہ آدمی چار ہیں۔ نمبر(1) فی الواقع علوم جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ میں اہل علم ہوں وہ عالم ہے اس کا اتباع کرو۔ (2) علوم جانتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ وہ غافل ہے اسے ہوشیار کرو۔ (3) علوم نہیں جانتا اور جانتا ہے کہ وہ عالم نہیں ایسا شخص ہدایت کے قابل ہے اسے ہدایت کرو۔ (4) علوم نہیں جانتا اور یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ عالم نہیں تو وہ جاہل ہے اسے ترک کرو۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ علم عمل کو پکارتا ہے اگر عمل نے ہاں کی تو بہتر ورنہ علم رخصت ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن مبارک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان جب تک طلب علم میں رہتا ہے تب تک عالم ہوتا ہے اور جب یہ گمان کرتا ہے کہ میں جان چکا تب جاہل ہو جاتا ہے۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے تین آدمیوں پر ترس آتا ہے۔ (1) اپنی قوم میں عزت رکھتا تھا پھر وہ ذلیل ہو گیا۔ (2) اپنی قوم میں تونگر (مالدار) تھا پھر وہ مفلس ہو گیا۔ (3) وہ عالم جس سے دنیا کھیلا کرتی ہو۔ حضرت حسن رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء کا عذاب دل کا مرجانا ہے اور دل کی موت یہ ہے کہ آخرت کے عمل سے دنیا کی طلب ہو اور پھر ایک قطعہ پڑھا۔

عجبت لمبتاع الضلالة بالهدى ❊ ومن یشتری دنیاه بالدین اعجب
ومن اعجب من هذین من باع دینه ❊ بدنیا سواه فهو من دین اعجب

(ترجمہ) _ مجھے اس سے تعجب ہے جو ہدایت دے کر گمراہی خریدے۔ اس سے بڑھ کر تعجب کیا ہے جو دین دے کر دنیا خریدے لیکن ان دونوں میں بڑھ کر مجھے اس پر تعجب ہے جو دنیا لے کر دین بیچے۔

بے عمل علماء کی سزا _ (1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان العالم لیعذب عذابا یطوف به اهل النار استعظاما لشدة عذابه (ترجمہ) عالم کو ایسا عذاب دیا جائے گا کہ تماشہ دیکھنے کے لئے لوگ اس کے گرد آئیں گے۔ فائدہ _ اس عالم سے مراد بے عمل عالم ہے۔ (2) حضرت اسامہ بن زید فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ یوتی با لعالم یوم القیمة فیلقی فی النار فتندلق امعائه فیدوربها کما یدور الحماد بالرحی فیطوف به اهل النار فیقولون مالک فیقول کنت امر باالخیر و لا اتیه وانهی عن الشر اتیه (ترجمہ) قیامت میں عالم کو لایا جائے گا پھر اسے آگ میں ڈالا جائے گا اس کی آنتیں نکل پڑیں گی وہ انہیں لے کر ایسے گھومے گا جیسے گدھا چکی لئے گھومتا ہے۔ دوزخی اس کے گرد ہوں گے۔ اس سے

پوچھیں گے تیرا کیا حال ہے وہ کہے گا میں اوروں کو عمل کا کہتا اور خود نہیں کرتا تھا۔ برائی سے روکتا تھا لیکن خود اس کا ارتکاب کرتا۔ (فائدہ) عالم بے عمل کے دوہرے عذاب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے دانستہ نافرمانی کی اس لئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ[النساء ١٤٥] (پ5) ترجمہ _ بے شک منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہیں اس لئے کہ انہوں نے علم کے بعد انکار کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو نصاریٰ سے بدتر فرمایا باوجودیکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو ثالث' ثلثہ۔ تیسرا تین کا نہیں کہا لیکن چونکہ انہوں نے علم کے بعد انکار کیا اس لئے سب سے بدتر ٹھہرے۔ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ[١٤٦ ع ط] (پ2) ترجمہ _ (ایسے جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں۔ اور ارشاد فرمایا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ۔[٨٩] (پ1) ترجمہ _ (جب انہیں پہنچا جسے انہوں نے پہچان رکھا تھا' اس کے منکر ہوئے سو منکروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔) بلعم بن باعور کے قصے میں ہے۔[1]

بلعم بن بعورا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک عابد و زاہد آدمی تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گستاخی کی وجہ سے تباہ ہوا ہے۔

---

[1] بلعم باعور جس کا واقعہ مفسرین نے اس طرح بیان کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جبارین سے جنگ کا قصد کیا اور سرزمین شام میں نزول فرمایا تو بلعم باعور کی قوم اس کے پاس آئی اور اس سے کہنے لگی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت تیز مزاج ہیں اور ان کے ساتھ کثیر لشکر ہے۔ وہ یہاں آئے ہیں ہمیں ہمارے بلاد سے نکالیں گے اور قتل کریں گے اور بجائے ہمارے بنی اسرائیل کو اس سرزمین میں آباد کریں گے تیرے پاس اسم اعظم ہے اور تیری دعا قبول ہوتی ہے تو نکل اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر اللہ تعالیٰ انہیں یہاں سے ہٹا دے بلعم باعور نے کہا تمہارا برا ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی ہیں اور ان کے ساتھ فرشتے ہیں اور ایماندار لوگ ہیں کیسے ان پر دعا کروں میں جانتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا مرتبہ ہے۔ اگر میں ایسا کروں تو میری دنیا اور آخرت برباد ہو جائے گی مگر قوم اس سے اصرار کرتی رہی اور بہت الحاح و زاری کے ساتھ انہوں نے اپنا یہ سوال جاری رکھا تو بلعم باعور نے کہا کہ میں اپنے رب کی مرضی معلوم کر لوں اور اس کا یہی طریقہ تھا کہ جب کبھی کوئی دعا کرتا پہلے مرضی الٰہی معلوم کر لیتا اور خواب میں اس کا جواب مل جاتا چنانچہ اس مرتبہ بھی اس کو یہی جواب ملا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ہمراہیوں کے خلاف دعا نہ کرنا اس نے قوم سے کہہ دیا کہ میں نے اپنے رب سے اجازت چاہی تھی مگر میرے رب نے ان پر دعا کرنے کی ممانعت فرما دی تب قوم نے اس کو ہدیے اور نذرانے دیئے جو اس نے قبول کئے اور قوم نے اپنا سوال جاری رکھا تو پھر دوسری مرتبہ بلعم باعور نے رب تبارک و تعالیٰ سے اجازت چاہی اس کا کچھ جواب نہ ملا اس نے قوم سے کہہ دیا کہ مجھے اس مرتبہ کچھ جواب ہی نہ ملا تو قوم کے لوگ کہنے لگے کہ اگر اللہ کو منظور نہ ہوتا تو وہ پہلے کی طرح دوبارہ بھی منع فرماتا اور قوم کا الحاح اور اصرار بھی اور زیادہ ہوا۔ حتیٰ کہ انہوں نے اس کو فتنہ میں ڈال دیا اور آخر کار وہ بد دعا کرنے کے لئے پہاڑ پر چڑھا تو جو بد دعا کرتا تھا اللہ تعالیٰ اس کی زبان کو اس کی قوم کی طرف پھیر دیتا تھا اور اپنی قوم کے لئے جو دعائے خیر کرتا تھا بجائے قوم کے بنی اسرائیل کا نام اس کی زبان پر آتا تھا قوم نے کہا اے بلعم یہ کیا کر رہا ہے۔ بنی اسرائیل کے لئے دعا کرتا ہے ہمارے لئے بددعا کہا یہ

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ○ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ (پ9 الاعراف 176_175) ترجمہ _ اور اے محبوب انہیں اس کا احوال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا تو شیطان اس کے پیچھے لگا تو گمراہوں میں ہو گیا اور ہم چاہتے تو آیتوں کے سبب اسے اٹھا لیتے مگر وہ تو زمین پکڑ گیا اور اپنی خواہش کا تابع ہوا تو اس کا حال کتے کی طرح ہے تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکالے اور چھوڑ دے تو زبان نکالے۔ (کنزالایمان)

یہی حال عالم بدکار کا ہے بلعم کو بھی کتاب اللہ ملی تھی مگر وہ شہوات میں جم گیا اس لئے اسے کتے سے تشبیہ دی گئی کہ برابر ہے اسے حکمت ملی یا نہ ملی وہ شہوات کی طرف ہانپتا ہے۔ (نمبر3) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ علماء سوء کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص نہر کے منہ پر رکھ دیا جائے کہ نہ وہ خود پانی پئے نہ پانی کو بہنے دے کہ کھیتی میں جائے اور علماء سوء کی مثال ایسی ہے جیسے باغات کے پختہ نالے کہ باہر گچ ہے اور اندر بدبو یا بعض قبور کہ اوپر سے آباد ہیں اور اندر مردوں کی ہڈیاں۔ (فائدہ) ان احادیث و اقوال سے معلوم ہوا کہ جو عالم دنیا داروں میں سے ہے وہ جاہل سے بھی رذیل ترین حال اور سخت عذاب میں مبتلا ہو گا۔

باعمل علماء کی علامات _ جو لوگ فلاح پانے والے اور مقرب ہیں وہ آخرت کے عالم ہیں اور ان کی بہت سی علامتیں ہیں۔ (1) اپنے علم کی وجہ سے دنیا کی طلب نہ کرے اس لئے کہ کم تر درجہ عالم کا یہ ہے کہ دنیا کی حقارت اور خست کو درست اور ناپائیداری اور آخرت کی بزرگی اور پائیداری اور اس کی نعمتوں کی صفائی اور اس کی سلطنت کی بڑائی معلوم کرے اور جان لو کہ دنیا آخرت ایک دوسرے کی ضد اور مثل دو سوکنوں کے ہیں کہ جب ایک کو راضی کرو تو دوسری ناخوش اور ترازو کے دو پلوں کی طرح ہیں کہ جتنا ایک جھکے اتنا ہی دوسرا اٹھے یا مشرق و مغرب جیسے ہیں کہ جتنا ایک کے پاس ہو اتنا ہی دوسرے سے دور ہو یا دو پیالوں کی طرح ہیں جن میں سے ایک پر ہے اور دوسرا خالی تو جس قدر بھرے ہوئے میں سے خالی میں پانی کو ڈالو گے اتنا ہی بھرا ہوا خالی ہو گا اور جو شخص دنیا کی حقارت اور اس کی کدورت اور اس کی لغزش کا مزہ نیش کے ساتھ نہیں جانتا اور نہ یہ جانے کہ جو لذت دنیوی صاف بے خلش ہوتی ہے وہ بھی کچھ مدت بعد گزری جاتی ہے تو ایسے شخص کی عقل میں فساد ہے اس لئے کہ مشاہدہ اور تجربہ سے امر مذکور ثابت ہے تو جس کو عقل ہی نہ ہو وہ علماء میں سے کس طرح ہو گا اور جو شخص کہ آخرت کی بزرگی اور ناپائیداری کو نہیں جانتا وہ کافر مسلوب الایمان ہے تو جس کا ایمان ہی نہیں وہ عالم کیسے ہو گا اور جو شخص دنیا و آخرت کا ضد ہونا نہیں جانتا اور یہ کہ ان دونوں کو جمع کرنا ایک طمع بے سود ہے وہ تمام انبیاء کی شریعتوں سے

میرے اختیار کی بات نہیں میری زبان میرے قبضہ میں نہیں ہے اور اس کی زبان باہر نکل پڑی تو اس نے اپنی قوم سے کہا میری دنیا و آخرت دونوں برباد ہو گئیں۔ (خزائن العرفان صدر الافاضل مراد آبادی قدس سرہ)

بلعم باعورا کے مزید حالات فقیر اویسی غفرلہ کی تفسیر "فیوض الرحمٰن" ترجمہ روح البیان پارہ نمبر9 کا مطالعہ کیجئے۔

ناواقف ہے وہ قرآن مجید کا اول سے آخر تک منکر ہے ایسا شخص بھی علماء میں شمار نہیں ہو سکتا اور جو شخص ان سب باتوں کو جان کر آخرت کو دنیا پر اختیار نہ کرے تو وہ شیطان کا اسیر ہے کہ اس کی شہوت نے اس کو تباہ کر دیا اور بد بختی اس پر غالب آ گئی۔ اور جن لوگوں کے یہ درجات ہوں گے وہ علماء کے زمرہ میں کیسے متصور ہو سکتے ہیں۔

(فائدہ) حضرت داؤد علیہ السلام سے مروی ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ عالم جس وقت اپنی شہوت کو اختیار کرتا ہے تو ادنیٰ بات اس کے ساتھ میں یہ کرتا ہوں کہ اس کو اپنی مناجات کے مزہ سے محروم کر دیتا ہوں اے داؤد میری کیفیت ایسے عالم سے نہ پوچھنا جسے دنیا نے پاگل بنا دیا ہے ورنہ وہ تجھے میری محبت سے روک دے گا اس قسم کے لوگ میرے بندوں کے حق میں رہزن ہیں۔ اے داؤد جب کسی کو میرا طالب دیکھو تو اس کی خدمت کرو۔ اے داؤد جو شخص کسی بندے بھاگے ہوئے کو میری طرف لاتا ہے میں اسے بڑا ہوشیار خبردار لکھتا ہوں اور جس کو ایسا لکھ دیتا ہوں اس کو کبھی عذاب نہیں کرتا اسی وجہ سے حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ علماء کی سزا دل کا مر جانا ہے اور دل کی موت عمل آخرت کے عوض میں دنیا کا طلب کرنا ہے۔ یحیٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ رازی فرماتے ہیں کہ جب علم اور حکمت سے دنیا طلب کی جاتی ہے تو ان کی قدر جاتی رہتی ہے۔ مسعود بن مسیب نے فرمایا کہ جب تم عالم کو دیکھو کہ وہ راز افشا کرتا ہے تو وہ چور ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جب تم عالم دنیا کا طالب دیکھو تو تم اسے دین میں متہم جانو اس لئے کہ کسی چیز کا طالب خواہش میں گرفتار رہتا ہے۔ مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ میں نے بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ عالم جب دنیا کی محبت کرتا ہے تو اس کی سب سے ادنیٰ سزا یہ ہے کہ اپنی مناجات کی حلاوت اس کے دل میں سے نکال لیتا ہوں۔

(حکایت) کسی نے اپنے بھائی کو لکھا کہ تجھے علم عنایت ہوا ہے اپنے علم کے نور کو گناہوں کے اندھیرے میں مت بجھانا ورنہ جس روز اہل علم اپنے علم کے اجالے میں چلیں گے تو تاریکی میں رہے گا۔ یحیٰ بن معاذ رازی رحمتہ اللہ علیہ دنیا کو یوں کہا کرتے تھے کہ علم والو تمہارے محل قیصر کے سے ہوں گے اور مکانات کسریٰ کے سے اور کپڑے بہت قیمتی اور موزے جالوت کی طرح اور سواریاں قارون جیسی اور برتن فرعون جیسے اور گناہ جاہل کی طرح اور مذہب شیطان والا تو شریعت محمدی علی صاحبہا السلام کہاں۔ کسی نے فرمایا

وارا عی الشاۃ یحمی الذائب عنہا ۞ فکیف اذا الرعاۃ لہا ذئاب

(ترجمہ) بھیڑیئے سے بکریوں کو چرواہے بچاتے ہیں لیکن جب وہ چرواہے ہی بھیڑیئے بن جائیں تو پھر کیا کیا جائے۔ کسی اور نے فرمایا۔

یا معشر القراء یا ملح البلد ۞ ما یصلح الملح اذا الملح فسد

(ترجمہ) اے علم والو اے شہر کے نمکین گفتارو _ بتاؤ کہ وہ نمک خاک کھانے کو صحیح بنائے گا جب خود نمک خراب ہو۔

فائدہ _ کسی نے ایک عارف سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک کیا حکم ہے۔ اس شخص کے بارے میں جسے گناہوں سے

راحت ہوتی ہے کیا وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانتا۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو اس میں شک نہیں کرتا کہ جس کے نزدیک دنیا بہ نسبت آخرت کے ترجیح رکھتی ہے۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانتا حالانکہ یہ شخص بہ نسبت آخرت کے عالم کے مرتبہ میں کم ہے۔ (فائدہ) یہ گمان کرنا کہ مال کے ترک سے علمائے آخرت کے مرتبہ تک پہنچنے کا نام ہے بلکہ جاہ و مراتب کی طلب کا ضرر مال سے زیادہ ہے۔ (حکایت) بشر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا کہ لفظ "حدثنا" جو روایت کے لئے بولا جاتا ہے۔ دنیا کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جب تم کسی سے حدثنا کہتے ہوئے سنو تو وہ یہ کہتا ہے کہ مجھے جگہ دو یعنی میری عزت کرو۔ (حکایت) ایک بزرگ کی کتابوں کے دس دفتروں سے زائد دفتر تھے وہ کہتے ہیں کہ مجھے خواہش تھی کہ حدیث بیان کروں لیکن بیان نہ کی۔ جب یہ خواہش دل سے جاتی رہے تو پھر حدیث بیان کی۔ (فائدہ) بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ یا کسی اور بزرگ کا قول ہے کہ جب تمہیں خواہش ہو کہ حدیث بیان کر تو خاموش رہو اور جب خواہش نہ ہو تب بیان کرو اس کی وجہ یہ ہے کہ تعلیم اور ارشاد کے منصب ملنے سے جاہ کی لذت تمام دنیوی لذتوں سے بڑھ کر ہے تو جو اپنی خواہش پوری کرے گا وہ دنیا داروں سے ہو گا اسی لئے سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حدیث کا فتنہ مال اور اہل اور اولاد کے فتنے سے بڑھ کر ہے اور کیونکہ اس کا فتنہ قابل خوف نہ ہو کہ حضور سرور انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد خداوندی ہوا۔ وَلَوْ لَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا (پ۱۵ بنی اسرائیل) (اور اگر ہم تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف کچھ تھوڑا سا جھکتے۔ (کنز الایمان)

ارشادات سہل تستری رحمتہ اللہ علیہ (1) حضرت سہل تستری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ تمام دنیا ہے اس میں آخرت صرف نیک اعمال کا نام ہے اور اس میں اعمال تمام بیکار ہو جاتے ہیں سوائے اخلاص کے۔ (2) انہی کا ارشاد ہے کہ علماء کے سوا تمام انسان مردے ہیں اور با عمل علماء کے سوا تمام لوگ دیوانے ہیں اور عالم اخلاص ہو گا۔ ولیوں کے سوا سب مغالطہ میں ہیں اور اخلاص والوں کو یہ خوف ہے کہ ان کا انجام کیا ہو گا۔ (فائدہ) ابو سلیمان درانی نے فرمایا کہ جب آدمی حدیث کی طلب کرے یا نکاح کرے یا طلب معاش کے لئے سفر کرے تو وہ دنیا کا مائل ہو چکا اس میں ان کی غرض طلب حدیث سے اونچی سندیں طلب کرنی ہیں یا ایسی حدیث کی طلب کہ جس کی آخرت میں حاجت نہ ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس شخص کی رفتار آخرت کی طرف ہو وہ دنیا کی راہ کی طرف متوجہ ہو تو وہ اہل علم کیونکر ہو گا اور جو کلام کا طالب اس لئے ہو کہ اس سے لوگوں کی آزمائش کرے نہ اس غرض سے کہ اس پر عمل کرے تو وہ اہل علم کیسے ہو گا۔ صالح بن حسان نفری رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے بہت سے اکابر اساتذہ سے ملاقات کی وہ سب بد عمل محدث سے پناہ مانگتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من طلب علما مما يبتغى به وجه الله تعالى يصيب عرضا من الدنيا لم يجد عرف الجنة يوم القيامة (ترجمہ) علم کی اس نیت سے طلب ہو کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو لیکن کوئی دنیوی مراتب کے حصول کی غرض سے حاصل کرے تو وہ قیامت میں جنت

کی خوشبو نہ پائے گا۔

(1) حضرت عبداللہ تستری رحمتہ اللہ علیہ بہت بڑے عارف کامل صاحب کرامات' عباسی خاندان کے حکمران المتہدی باللہ نے حکومت تخت سنبھالا تو باوجود عابد زاہد شجاع اور ذی فہم ہونے کے غیرذمہ دار مشیروں کے ہتھے چڑھ گیا۔ شورشوں نے ایسا جنم لیا کہ اس کے تخت و تاج و استحکام نہ مل سکا اور اسے صرف گیارہ ماہ پندرہ دن کے بعد موسیٰ بن بغا نے ایک عبرت ناک سزا (خصئے دبا کر) دے کر موت کے منہ میں دھکیل دیا۔

اب المعتمد علی اللہ کو لوگوں نے جیل سے نکال کر تخت حکومت پر بٹھا دیا مگر یہ حکومت کرنے کی بجائے لہو و لعب میں منہمک ہو گیا عوام کے آرام و سکون کو اپنی آرام پسندی کے داؤ پر لگا دیا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طرف زنگیوں نے بصرہ اور اس کے گرد و نواح میں لوٹ مار شروع کردی اور قرب و جوار کے شہروں کو تباہ و برباد کرکے ان میں آگ لگا دی اور ہر طرف قتل و غارت گری کر کے تباہی مچا دی تو دوسری طرف ایران کے صفاریہ خاندان کے بانی یعقوب بن لیث نے خراسان' سیستان' فارس' کرمان' ہرات اور بلخ کو فتح کرکے خلافت بغداد کو زبردست زک پہنچائی اس صفاریہ حکومت کا صدر مقام سیستان تھا۔

حکمرانوں کی کوتاہیاں عوام کے سر پر عذاب بن کر نازل ہوئیں۔ مقتول کی لاش پر جس نے نوحہ کیا وہ بھی قتل کر دیا گیا اور جس نے قتل کرنے والوں کا ساتھ دیا وہ بھی بعد میں مار دیا گیا صفاریہ خاندان والوں میں ایک بادشاہ عمر بن اللیث بھی سیستان کے تخت پر متمکن ہوا مگر اس کے ہاتھ میں خون کی پیاسی تلوار تھی جس نے بھی سلطنت بغداد کی تعریف میں ایک جملہ کہا۔ عمرو کی تلوار نے اس کی زبان کو کاٹ کر رکھ دیا معمولی معمولی باتوں پر لوگوں کو جیلوں میں ٹھونسنا شروع کردیا لوگوں میں خوف و ہراس پھیل گیا وہ گھروں میں ہی قید ہو کے رہ گئے۔

چنانچہ 266ھ (880ء) میں جب رومی دندناتے ہوئے آئے اور خانہ کعبہ کے قیمتی زریں پردوں کو لوٹنا شروع کیا تو کوئی بھی ان کی راہ میں رکاوٹ نہ بنا۔

قدرت نے یہ بے حسی دیکھی تو حجاز' عراق اور بلخ کو قحط سالی میں مبتلا کر دیا اور گندم کی ایک بوری (اڑھائی من کے قریب) 150 دینار (موجودہ پاکستانی سکہ 14000 روپے) میں بکنے لگی لوگوں پر فاقے آنے لگے زنگیوں کے سردار (سپہ سالار) بہبود نامی نے نبوت کا دعویٰ کردیا تو حکومت نے اس دعویٰ نبوت پر بھی کوئی توجہ نہ دی۔ ختم نبوت پر عقیدہ رکھنے والے خود ہی دیوانوں کی طرح ایک دیوار بن گئے اور ایک لاکھ پچاس ہزار نوجوانوں نے اپنے سروں کا نذرانہ بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کردیا ان نعرہ رسالت لگانے والوں نے دن رات یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) پکارا اور اس وقت تک دم نہیں لیا جب تک بہبود جھوٹے نبی کا سر کاٹ نہیں لیا سر کاٹا تو پھر نیزے کی انیوں پر اس کی نمائش کی گئی اور زمانے میں آنے والے ایسے جھوٹے مدعیان نبوت پر واضح کیا گیا کہ مسلمان ناموس رسالت کی حفاظت یوں کیا کرتے ہیں۔

مگر لہو لعب اختیار کرنے والے حکمرانوں کے باعث جو عذاب مسلمانوں پر آ رہے تھے وہ ابھی تھمے نہیں۔ اچانک عراق کی راجدھانی میں ہیضہ کی وباء پھوٹ پڑی اور 256ھ سے 270ھ تک (870ء تا 884ء) میں جس قدر لوگ جنگوں میں مرے ان سے بھی زیادہ لوگ اس وباء کے باعث موت کے منہ میں چلے گئے۔

کیا مسلمانوں کا مرنا اب ختم ہو گیا تھا؟ نہیں ابھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی فصلوں کو ویران کرنا تھا ان کے مویشیوں کو بھوکے مارنا تھا۔ 278ھ بمطابق 892ء کا آغاز ہوا تو دریائے نیل کا پانی خشک ہو گیا کہیں تری کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ خشک سالی نے بھی اپنے اثرات دکھانے شروع کر دیئے جس کی وجہ سے قحط پڑ گیا۔

اتنے لوگ مرتے رہے مگر وقت کے حکمرانوں نے اپنی عیاشیوں کے حصار سے باہر نکلنا پسند نہیں کیا اب مسلمانوں نے اذانیں دینی شروع کر دیں ان کے سجدوں میں انکساریاں عود کر آئیں۔ لوگ اپنے خالق کے دربار میں گڑگڑانے لگے جہاں وہ اپنے گناہوں کی معافیاں مانگتے وہیں عیش پرست حکمرانوں سے نجات کی دعائیں بھی مانگتے۔

خداوند کریم کو ان لوگوں کی بھیگی ہوئی آنکھیں پسند آ گئیں۔ ان کے گڑگڑانے میں عاجزی ہی عاجزی دکھائی دی۔ ان کے سجدوں میں خلوص نظر آیا۔ 279ھ (893ء) میں المعتمد علی اللہ کے لئے زہر کا پیالہ تیار کروایا اور تنگ آنے والوں نے اس کے حلق میں اتارنے کے لئے ایک کثیر رقم محافظ کو ادا کی اور اسے ابدی نیند سلا دیا۔ بعض کہتے ہیں اسے گلا دبا کر ہمیشہ کے لئے خاموش کروایا گیا اور ادھر عمر بن اللیث کو بیمار کردیا اسے خارش نے جکڑ لیا سارا جسم متورم ہو گیا پھپھوے پھوٹنے لگے۔ خارش ہوتی تو اپنے ہی ہاتھوں سے زخم چھیل دیتا خون اور پیپ ہر وقت رستا رہتا کوئی شخص اس کے پاس بیٹھنے کو تیار نہ تھا اس کے اپنے بیوی بچے اس سے دور رہتے تعفن بدبو اور کراہت کے علاوہ انہوں نے سن رکھا تھا کہ خارش اچھوت کی بیماری ہے خارش ایک جسم سے دوسرے جسم کو لگ جاتی ہے۔لہٰذا وہ اس کے قریب نہ آتے۔

شاہی محل کا ایک کمرہ اس کے لئے مخصوص کر دیا گیا وہ وہیں پڑا رہتا نوکروں کو آواز دیتا تو وہ بھی اکثر اوقات اس کی بات سنی ان سنی کر دیتے۔

حکیم اور طبیب آتے انہوں نے اپنے سارے نسخے آزما لئے مگر آرام نہیں آنا تھا نہ آیا ایک دن کسی ظریف الطبع نوجوان نے کہا کہ بادشاہ کو گندے پانی میں نہلاؤ خارش سے آرام آ جائے گا۔ یہ بات آہستہ آہستہ بادشاہ کے کانوں تک پہنچ گئی ایک رات بادشاہ رات کے اندھیرے میں اٹھا اور گندے چھپڑ میں داخل ہو گیا خوب ڈبکیاں لگا لگا کر نہایا پھر اسی طرح لتھڑے جسم کے ساتھ ادھر ادھر پھرتا رہا صبح کے وقت پانی گرم کرکے دوبارہ نہایا کپڑے تبدیل کئے یہ عمل نہ جانے اس نے کتنے دن تک کیا مگر افاقہ اب بھی نہیں ہوا آخر جسم گلنے لگا کرموں نے سر نکالے تو چیخ اٹھا۔

لوگو! میں مرنا چاہتا ہوں آؤ میرا گلہ دبا دو یا میرا گلا کاٹ دو میں اس اذیت ناک زندگی سے تنگ آ گیا ہوں اگر اس دنیا میں میرا کوئی مسیحا نہیں ہے تو کوئی عزرائیل ہی بن کے آ جائے اور مجھے اس عذاب زندگی سے چھٹکارا دلائے۔

روحانی دنیا میں یہ دور حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمتہ اللہ علیہ کا ہے آپ کا مقام صوفیائے کرام میں بہت بلند ہے اگر انہیں مقتدائے صوفیا کہا جائے تو یقیناً بے جا نہ ہوگا آپ فاقہ کشی اور شب زندہ دار ولی تھے آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ یعنی کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ ---- اس وقت میں نے جو جواب دیا تھا مجھے اب بھی یاد ہے

آپ کی ابتدائی تربیت آپ کے ماموں حضرت محمد بن سوار نے فرمائی جو بذات خود بھی ایک درویش اور ولی کامل تھے آپ کی غذا ستر شبانہ روز کے بعد صرف ایک بادام ہوا کرتی تھی کسی نے آپ کے اس بغیر کھائے پیئے کے گزارہ کرنے کے بارے میں پوچھا۔

فرمایا شروع شروع میں مجھے نہ کھانے سے نقاہت ہوتی اور کھانے سے قوت محسوس ہوتی تھی مگر اب اس کے بالکل خلاف ہوتا ہے کھاتا ہوں تو نقاہت ہوتی ہے' نہیں کھاتا ہوں تو قوت ملتی ہے۔

آپ نے پیدل حج فرمایا حج کے دوران میں حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور واپس آ گئے وہ لوگوں سے کوئی سوال نہ کرتے تھے اور نہ ہی لوگوں کے کسی سوال کا جواب دیتے تھے۔ بس دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے رہتے تھے۔

ایک دن خلاف معمول فرمایا لوگو! آؤ مجھ سے جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔

لوگوں کا ایک جم غفیر اکٹھا ہو گیا اپنا سوال کئے بغیر سب نے یک زبان ہو کر پوچھا کہ پہلے آپ کسی کے سوال کا جواب نہ دیتے تھے آج آپ نے سب کچھ بتا دینے کا دعویٰ کیسے کرلیا؟

فرمایا لوگو! تم شاید نہیں جانتے تھے آج سے پہلے میرے استاد حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ حیات تھے ان کی زندگی میں مجھے جرات نہ تھی کہ میں کسی کو کچھ بتاؤں چونکہ آج ان کا وصال ہو گیا ہے لہٰذا میں ان لوگوں کو محروم نہیں رکھنا چاہتا جو کوئی علمی مسائل دریافت کرنا چاہتے ہیں لہٰذا ایسے لوگوں کو میں خود دعوت دے رہا ہوں۔

لوگوں کو اس بات پر یقین نہ آیا اور ان کی اس بات کو ایک مجذوب کی بات سے زیادہ اہمیت نہ دی۔ تاہم بعض لوگوں نے یہ دن اور تاریخ نوٹ کر لی اور تحقیق کرنے لگے۔ جلد ہی ان لوگوں کو پتہ چل گیا کہ حضرت سہل بن عبداللہ تستری کی بات درست تھی۔ واقعتاً حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ وصال فرما گئے تھے پھر تو لوگوں کا ایک جمگھٹا آپ کے گرد رہنے لگا جو شخص جس قسم کی حاجت لے کر آتا آپ کا فیض کرم سے مالا مال ہو کے جاتا۔

یہ خبر کشاں کشاں سیستان کے بادشاہ عمر بن اللیث تک بھی پہنچ گئی کسی خادم سے کہا جاؤ حضرت سہل بن عبداللہ تستری کو بلا لاؤ خادم نے عرض کیا حضور وہ فقیر آدمی ہے انہوں نے حاجتوں سے منہ موڑ رکھا ہے کیونکہ آپ کے ہاں تشریف لائیں گے آپ کو خود ہی ان کے ہاں جانا ہوگا۔

مگر میں اس تکلیف دہ بیماری کے باعث کیسے جاؤں میری سزا کا اشتہار تو پہلے ہی لگا ہوا ہے۔ اب مزید مجھے رسوا نہ کرو جاؤ کہہ کے تو دیکھو شاید آ جائیں۔

بادشاہ کا نوکر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا بادشاہ کی بیماری کا ذکر کیا اور بلائے جانے کا پیغام دیا مگر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی کسی بات پر توجہ نہیں دی آپ لوگوں میں فیوض و برکات بانٹتے رہے کچھ ہجوم کم ہوا تو نوکر نے پھر آگے بڑھ کر اپنے آنے کا مقصد بیان کیا۔

آپ نے فرمایا نوجوان! فقیر کو امراء کے ہاں جانا پسند نہیں ہے اس معاملے میں مجھے مجبور سمجھیں۔

نوکر نے جاکر بادشاہ سے ساری حقیقت بیان کر دی۔

بادشاہ نے کہا ہاں وہ واقعی بے نیازی کی دولت سے مالا مال ہیں ہم احتیاج والے ہیں ہمیں ہی ان کے ہاں جانا چاہئے جاکر دوسرے خدام کو بلا لاؤ اور مجھے وہاں ان کی بارگاہ میں لے چلو۔

اب بادشاہ کے لباس کو تبدیل کیا گیا اور چارپائی پر لٹا کر بالکل مردوں کی حیثیت میں آپ کے پاس لے جایا گیا۔

لوگوں نے بادشاہ کو اس حالت میں دیکھا تو توبہ توبہ کرنے لگے وہ بادشاہ جس نے قتل کا حکم دیتے ہوئے ذرا بھر خوف خدا نہ کیا آج کس قدر بے بسی اور بے چارگی کے عالم میں کرموں کی خوراک بن رہا ہے۔ گویا ایک ایک کرم مخلوق خدا پر روا رکھے گئے ظلموں کا بدلہ لے رہا ہے۔ اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کے قطرے تیر رہے تھے اس کے لبوں پر سے مسکراہٹیں چھین لی گئیں تھیں اس کے جسم کی حرکتیں مفلوج ہو گئی تھیں۔ اس کی زبان بات کرتے ہوئے لڑکھڑاتی تھی۔

حضرت صاحب اس وقت ایک گزرگاہ کے کنارے بیٹھے فیض عام کا لنگر بانٹ رہے تھے۔

لوگوں نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا کہ بادشاہ کی چارپائی آ رہی ہے کیا خبر وہ مر گیا ہو بیچارہ کئی دنوں سے بیمار تھا آپ نے فرمایا۔

ہاں وہ بیمار ہے مگر اسے ابھی مرنا نہیں ہے اس کی زندگی عبرت گاہ جہان بنی ہے۔

تھوڑی ہی دیر بعد بادشاہ کی چارپائی شارع عام میں رکھ دی گئی ہر گزرنے والے نے اسے دیکھا جو لوگ بادشاہ تک فریاد لے

جانے میں بے بس تھے اب بادشاہ ان کی راہوں میں پڑا تھا۔

سیستان کے پورے شہر میں خبر پھیل گئی کہ بادشاہ عمر بن اللیث کو حضرت سہل بن عبداللہ تستری کی خدمت میں لایا گیا ہے وہ بھاگ بھاگ کر آنے لگے وہ بادشاہ کو دیکھتے اور بادشاہ بھی ہر آنے والے کو دیکھتا ان دیکھنے والوں میں وہ بچے بھی دکھائی دیئے جو اس کی تلوار سے یتیم ہو گئے تھے۔ ان بوڑھوں نے بھی دیکھا جن کے بڑھاپے کے سہاروں کو چھین لیا گیا تھا۔ ان دیکھنے والوں میں وہ عورتیں بھی آئیں جن کے سہاگ بادشاہ نے لوٹ لئے تھے اور اگر نہیں آئے تو وہ لوگ بادشاہ کو نہیں آئے تھے جو اس کی جیلوں میں بند پڑے تھے اور ان کی بہو بیٹیاں فاقوں کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو چکی تھیں۔

اب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہ کے کارندوں سے فرمایا ذرا اس ہجوم کو ایک طرف کر دو تو بادشاہ کو مجھ سے اور میری بادشاہ سے بات ہو۔

بادشاہ کے کارندوں نے بازو پکڑ کر ایک حلقہ بنا دیا جس میں بادشاہ کی چارپائی رکھی تھی۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا عمرو! کیا بات ہے ایک بوریہ نشین فقیر کے ہاں آپ کی آمد کس لئے ہے۔

بادشاہ نے نحیف و ناتواں آواز میں عرض کیا حضور مرنے کے قریب ہوں بس جلدی سے مار دیجئے۔

نہیں مرنے کی تمنا درست نہیں ہے۔ موت کو یاد رکھو مرنے کی خواہش نہ کرو لا تقنطو من رحمۃ اللہ (اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے) فقیر اور امیر تو بھی مخلوق خدا کے آرام و سکون کے لئے ہیں اگر یہ مایوس ہو جائیں اور مرنے کی تمنا کرنے لگیں تو مظلوم کو ظلم کے پنجوں سے کون بچائے گا مخلوق ہونے کے اعتبار سے ہم سب برابر ہیں۔ خالق کائنات کی زمین پر جس طرح ایک بادشاہ اور شہنشاہ کو زندہ رہنے کا حق ہے اسی طرح ایک غریب اور نادار کو بھی ہے۔ ایک شخص دوسرے کے حقوق کا محافظ تو ہے حقوق کو سلب کرنے یا چھیننے کا حق کسی کو نہیں ہے۔

بادشاہ نے عرض کیا جب لوگ کسی سے نفرت کرنے لگیں تو پھر اس کے زندہ رہنے کا کیا فائدہ ہے۔

مگر نفرت کئے جانے سے پہلے اس نے لوگوں کے دل کیوں نہ جیتے اس نے محبت اور پیار کیوں نہ بانٹا اس نے نفرتوں کا بیج کیوں بویا۔

مگر حضرت صاحب میں تو بیمار ہوں میری بیماری نے ہی مجھے قابل نفرت بنا دیا ہے اب تو مجھے اپنے آپ سے نفرت ہونے لگی ہے۔

عمرو! جانتے ہو یہ بیماری تمہیں کس نے لگائی؟

بادشاہ اس سوال پر چپ رہا آپ نے فرمایا۔

ہاں ہاں بیماریاں اور صحتیں اس رب کی طرف سے ہیں جو خیر و شر کا مالک ہے جو روشنی اور تاریکی کا خالق ہے جو ظالم کو تائب ہونے کی مہلت دیتا ہے اور مظلوم کو ظلم برداشت کرنے کے حوصلے۔ اے عمرو صحت و جوانی اور اقتدار کے نشے میں تم نے لوگوں پر جو زیادتیاں کی ہیں ان پر نادم ہو جاؤ سچے دل سے توبہ کر لو اور اپنے رب سے وعدہ کرو کہ آئندہ اس کی مخلوق کو اپنے ظلموں کا تختہ مشق نہیں بناؤ گے تو اس کی رحمت کے نظارے دیکھنا وہ بڑی جلدی توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔

آپ میرے لئے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس تکلیف سے نجات عطا فرمائے میں نے عرض کیا نا دعا اس کے حق میں اثرانداز ہوتی ہے جو تائب ہو چکا ہو۔ لہٰذا تم پہلے توبہ کر کے ان قیدیوں کو رہا کرو جو تم نے بغیر کسی وجہ کے قیدخانوں میں ڈال رکھے ہیں اور ان قیدیوں سے معافی مانگو جن کا قصور فقط یہ ہے کہ انہوں نے آپ کی غلط بات میں ہاں میں ہاں نہیں ملائی یا جنہوں نے غیراسلامی حرکتوں پر اتفاق نہیں کیا۔

حضور! میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ ایسے تمام قیدیوں کے لئے دروازے کھول دوں گا۔

نہیں ابھی جیل خانہ جات کے نگران اعلیٰ کے نام حکم نامہ لکھو پھر آپ کے حق میں دعا کروں گا۔

بادشاہ نے اسی وقت میر منشی کو طلب کیا اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش کے مطابق تمام قیدیوں کی رہائی کے احکام لکھوا دیئے۔

اب آپ نے بادشاہ کے حق میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے عرض کیا۔

بار الہا! جس طرح تو نے اپنی نافرمانی کی ذلت اس کو عطا کی اسی طرح میری عبادت کی عظمت بھی اس کو دکھا دے تاکہ اس پر واضح ہو جائے کہ مجھے نافرمانوں کی نسبت فرمانبرداروں سے زیادہ تعلق ہے۔ اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں اسے صحت عطا فرما میں چاہتا ہوں چارپائی پر آیا ہے اب خود چل کر اپنے گھر میں جائے۔

اگرچہ لوگوں کو ایسا ہونا مشکل دکھائی دے رہا ہے مگر تو علیٰ کل شئی قدیر ہے تیرے لئے کیا مشکل ہے۔

آپ نے اپنے ہاتھ منہ پر پھیرے پھر بادشاہ کے جسم پر پھونک ماری بادشاہ اسی وقت صحت یاب ہونا شروع ہو گیا کرم معدوم ہو گئے۔ خارش کے زخم ہر آن مندمل ہونے لگے کھجلی کی تکلیف یک دم رفع ہو گئی بادشاہ کو سکون ملنے لگا۔

لوگوں نے پہلے یہی کچھ دیکھا تھا کہ تکلیف آنے میں دیر نہیں لگتی جانے میں دیر لگتی ہے مگر حضرت سہل بن عبداللہ تستری کی یہ کرامت تھی کہ تکلیف کے جانے کی رفتار تکلیف کے آنے کی نسبت زیادہ تھی۔ بادشاہ ہر لمحے صحت یاب ہو تا گیا بالاخر اٹھ بیٹھا اور حضرت صاحب کے قدموں میں گر گیا اور ایک خطیر رقم کا نذرانہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا مگر آپ نے قبول نہیں فرمایا کہنے لگے۔

ہمیں آپ کے مال و دولت کی ضرورت نہیں ہے یہ جن کا حق ہے انہیں دو یا غربا میں بانٹ دو۔

بادشاہ چلا گیا آپ کا ایک مرید آگے بڑھا عرض کیا حضور! آپ کے علم میں ہے کہ میں مقروض ہوں آپ بادشاہ کا نذرانہ قبول فرما کر مجھے دے دیتے تاکہ میرا قرض ادا ہو جاتا۔

آپ نے فرمایا ہمیں ان بادشاہوں کے مال و دولت کی ضرورت نہیں ہے یہ تو غریبوں کا نچوڑا ہوا خون ہے آؤ میرے قریب آؤ میں آپ کو مال و دولت دکھاؤں آپ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا فرمایا اپنے گردو پیش دیکھو تمہیں کیا دکھائی دیتا ہے۔

مرید کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں' پکار اٹھا۔

حضور! ہر ایک چیز سونے کی ہے۔

فرمایا اب بتاؤ ہم نے بادشاہوں کے مال و دولت کو کیا کرنا ہے لے لو جتنا سونا چاہتے ہو تاکہ تمہارا قرض ادا ہو جائے۔

حضور! میں تو دیکھ کر ہی مالا مال ہو گیا ہوں ایک رتی بھر سونا اٹھانے کی مجھ میں ہمت نہیں ہے۔

اب آپ نے اپنے اس مرید کو اتنا مال دے دیا جس سے اس کا قرض ادا ہو گیا ایک دو دن کے بعد بادشاہ نے غسل صحت کیا اور ایک جشن کا اہتمام کیا۔ حضرت سہل کو بھی اس میں شمولیت کی دعوت دی مگر آپ نہیں گئے بادشاہ ہمیشہ کے لئے آپ کے عقیدت مندوں میں شامل ہو گیا آپ کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتا رہتا اور کاروبار سلطنت سے متعلق مشورے لیتا رہتا۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری کے وصال کے بعد آپ کی قبر مبارک سے کافی عرصے تک یہ آواز آتی رہی۔

اللہ کے سوا نہ کوئی معبود ہے نہ اس کا کوئی شریک۔

تذکرۃ الاولیاء از حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ
تاریخ الخلفاء از امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ترجمہ مولانا غلام رسول مہر
فیروز سنز اردو انسائیکلو پیڈیا
جامع اللغات از خواجہ عبدالمجید بی اے
(ماخوذ از ماہنامہ نورالاسلام شرق پور شریف ضلع شیخوپورہ پاکستان)

اور اللہ تعالیٰ نے علماء سو کی یہ صفت بتائی ہے کہ علم کی وجہ سے دنیا کھاتے ہیں اور علماء آخرت کی صفت عاجزی اور زہد بیان فرمائی۔ چنانچہ دنیا والے علماء کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ واذ اخذ اللّٰہ میثاق الذین اوتوا الکتب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ فنبذوہ وراء ظھورھم واشتروا بہ ثمنا قلیلا۔ (پ ۴ آل عمران 187) (ترجمہ) جب اللہ نے اہل کتاب سے عہد لیا کہ تم لوگوں کو صاف صاف بتاؤ گے اور علم کی کوئی بات نہ چھپاؤ گے۔ انہوں نے اسے پیٹھ کے پیچھے ڈال دیا اس کے عوض حقیر دنیا خریدی۔

اور علماء آخرت کی شان میں بیان فرمایا۔ وان من اھل الکتب لمن یومن باللّٰہ وما انزل الیکم وما انزل الیھم خاشعین للّٰہ لا یشترون بایت اللّٰہ ثمنا قلیلا اولئک لھم اجرھم عند ربھم۔ (ترجمہ) اور بعض اہل کتاب وہ ہیں کہ وہ اللہ پر اور وہ جو آپ پر اور ان کی طرف نازل کئے گئے پر ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ سے خوف کر کے بعوض آیات تھوڑا ثمن نہیں خریدتے ان کے لئے ان کے رب تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا اجر ہے۔

فائدہ _ بعض اکابر سلف نے بیان فرمایا ہے کہ علماء انبیاء کے گروہ میں اٹھیں گے اور قاضیوں کا حشر سلاطین کے زمرہ میں ہوگا اور جس فقیہ کا علم سے مقصد دنیا کی طلب ہو وہ بھی قاضیوں کے حکم میں ہے۔ (حدیث) حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت نبی پاک صاحب لولاک حضور اکرم سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کو وحی بھیجی کہ جو دین کے سوا اور لالچ کے لئے عالم بنتے ہیں تاکہ عمل کرنے کے لئے بلکہ آخرت کے عمل سے بھی دنیا طلب کرتے اور لوگوں کی نظروں میں بکروں کی کھال پہنتے ہیں لیکن ان کے دل بھیڑیوں جیسے ہیں اان کی زبان شہد سے میٹھی اور دل معبدے سے زیادہ کڑوا ہے۔ وہ مجھے فریب دیتے ہیں بلکہ میرے ساتھ ٹھٹھا کرتے ہیں آپ انہیں کہہ دیں کہ میں ان کے لئے ایسا فتنہ برپا کروں گا جس پہ دنیا والے حیران رہ جائیں گے۔ (حدیث) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت کے عالم دو ہیں۔ (ا) اللہ تعالیٰ نے اسے علم دیا اور اس نے اس کو لوگوں میں خرچ کیا اور اس پر مال کی حرص نہ کی۔ بقدر ضرورت تھوڑا سا خریدا تو ایسے شخص پر اڑنے والے پرندے اور سمندر کی مچھلیاں اور زمین کے چوپائے یعنی جانور اور کراماً کاتبین رحمت بھیجتے ہیں اور وہ قیامت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں سردار بزرگ

ہو کر آئے گا۔ یہاں تک کہ رسل کرام (علیہم السلام) کے ساتھ ہوگا۔ (2) جس عالم نے اللہ تعالیٰ کے بندوں سے بخل کیا اور مال کی طمع کی اور علم کے عوض میں تھوڑا سا مال خریدا تو وہ قیامت میں آگ کی لگام دیا ہوا آئے گا۔ ایک پکارنے والا پکارے گا کہ یہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں علم دیا مگر اس نے علم پر بخل کیا اور اس کے بندوں کو نہ سکھایا اور طمع کا دامن پھیلایا اور علم کے عوض تھوڑا سا پانی خریدنا اس کے لئے یہ علم عذاب بنا رہے گا۔ یہاں تک کہ تمام آدمیوں کے حساب سے فراغت ہو جائے۔

حکایت ایک شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت کیا کرتا تھا۔ عوام میں اس نے کہنا شروع کر دیا کہ مجھ سے موسیٰ صفی اللہ نے ایسا کہا اور موسیٰ نجی اللہ نے ایسا کہا اور موسیٰ کلیم اللہ نے یوں ارشاد فرمایا۔ یہاں تک کہ اس کے پاس بہت سا علم ہو گیا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے نہ دیکھا تو اس کا حال پوچھنا شروع کیا مگر کہیں اس کا سراغ نہ ملا۔ یہاں تک کہ ایک دن وہ آپ کی خدمت میں ایک خنزیر کے گلے میں سیاہ رسی ڈالے ہوئے لایا گیا اور عرض کیا گیا کہ آپ فلاں شخص کو جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ کہا گیا یہ خنزیر وہی شخص ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا کہ یا اللہ اس کو اصلی صورت پر بنا دے تاکہ اس سے پوچھوں کہ کس وجہ سے اس نوبت تک پہنچا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اگر تم ان صفات سے مجھے یاد کرو گے جو آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کے انبیاء اور اولیاء نے مجھے پکارا ہے تب بھی میں اس کی اصلی شکل کے لئے نہ مانوں گا لیکن جس سبب سے میں نے اس کی صورت مسخ کی ہے وہ بتائے دیتا ہوں کہ یہ شخص دین کے بدلے میں دنیا طلب کیا کرتا تھا۔ (حدیث) حضرت معاذ بن جبل سے موقوفاً اور ایک روایت میں مرفوعاً مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عالم کی مصیبت یہ ہے کہ بولنا اس کے نزدیک صرف لوگوں کو سنانے کے لئے اچھا ہو حالانکہ تقریر میں زینت اور زیادتی ہو جاتی ہے اور صاحب تقریر خطا سے مامون نہیں اور خاموشی میں سلامتی اور علم ہے۔ (فائدہ) علماء میں سے بعض وہ ہیں کہ اپنے علم کو جمع رکھتا ہے۔ یہ نہیں چاہتا کہ وہ دوسرے کو بھی ہو تو وہ شخص دوزخ کے پہلے طبقے میں ہو گا۔ اور بعض وہ ہیں کہ اپنے علم میں بادشاہ کی طرح ہیں ہو کہ اگر اس پر کچھ اعتراض کیا جائے یا اس کے حق میں کچھ سستی کی جائے تو آگ بگولا ہو جائے۔ یہ شخص دوزخ کے دوسرے طبقے میں رہے گا اور بعض وہ ہیں کہ اپنے علم اور عمدہ حدیثوں کو خاص شرف اور دولت والوں کے لئے بیان کرتا ہے اور جن لوگوں کو احادیث کی حاجت ہوتی ہے ان کو اہل نہیں جانتا۔ یہ شخص دوزخ کے تیسرے طبقے میں رہے گا اور بعض وہ ہیں کہ اپنے آپ کو فتویٰ کے لئے تیار رکھتا ہے۔ اور سخت حکم بتاتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ تکلیف دینے والوں سے بغض رکھتا ہے۔ یہ شخص دوزخ کے چوتھے طبقے میں ہوگا اور بعض وہ علوم ہیں کہ اپنے علم کو لوگوں میں بلندی اور یادگار اور مروت ٹھہراتے ہیں وہ چھٹے طبقے میں رہے گا اور بعض وہ ہے کہ کبر اور عجب کو خفیف جانتا ہے اگر وعظ کہتا ہے تو سختی کرتا ہے اور اگر اس کو کوئی نصیحت کرتا ہے تو ناک چڑھاتا ہے۔ ایسا شخص دوزخ کے ساتویں طبقے میں ہوگا۔ (فائدہ) چاہئے کہ علم میں خاموشی اختیار کی جائے تاکہ شیطان پر غلبہ ہو اور بغیر کسی عجیب بات کے

مت ہنسو اور نہ بغیر حاجت کے اپنی جگہ سے ہٹو اور ایک روایت میں ہے کہ ان العبد لینشر له من الثناء لیملاء ..... ما بین المرشق والمغرب وما یذن عند اللہ جناح بعوضۃ (ترجمہ) بعض لوگوں کی تعریف ایسی پھیل جاتی ہے کہ مشرق و مغرب میں اس کی داستانیں ہوتی ہیں وہ اللہ کے نزدیک مچھر برابر بھی نہیں ہوتا۔

حکایت ـ حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ مجلس وعظ سے اٹھے ایک خراسانی نے ایک گٹھڑی جس میں پانچ ہزار درہم اور دس تھان باریک کپڑے کے تھے آپ کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کی کہ دراھم تو خرچ کرنے کے لئے ہیں اور کپڑا پہننے کے لئے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عافیت سے رکھے یہ خرچ اور تھان اٹھا لو اسے اپنے ہی پاس رہنے دے ہمیں اس کی ضرورت نہیں جو شخص میرے جیسے کی مجلس میں بیٹھے گا اور اس جیسی نذر قبول کرے گا وہ جس دن اللہ تعالیٰ کے سامنے جائے گا تو دین سے بے بہرہ ہو کر جائے گا۔ (حدیث) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعا" اور موقوفا" مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر عالم دین کے پاس نہ بیٹھو بلکہ اس عالم کے پاس بیٹھو کہ وہ پانچ امور سے دوسری پانچ چیزوں کی طرف بلائے۔ (1) شک سے یقین کی طرف (2) ریاء سے اخلاص کی طرف (3) دنیا سے آخرت کی طرف (4) کبر سے تواضع کی جانب (5) عداوت سے خیر خواہی کی طرف۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖ قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ○ وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ۔ (پ20 القصص 80) (ترجمہ) تو اپنی قوم پر نکلا اپنی آرائش میں بولے وہ جو دنیا کی زندگی چاہتے ہیں کسی طرح ہم کو بھی ایسا ملتا جیسا قارون کو ملا بے شک اس کا بڑا نصیب ہے۔ اور بولے وہ جنہیں علم دیا گیا خرابی ہو تمہاری اللہ کا ثواب بہتر ہے اس کے لئے جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے اور یہ انہیں کو ملتا ہے جو صبر والے ہیں۔ (کنزالایمان)

فائدہ ـ اس آیت میں اہل علم کی صفت دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے کی وجہ سے فرمائی اور آخرت کے علماء کی یہ صفت ہے کہ اس کا فعل قول کے خلاف نہ ہو بلکہ کوئی چیز کرنے کو جبھی کہے کہ جب پہلے خود اس کا عامل ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ (پ1 البقرہ 44) (ترجمہ) کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو۔ اور فرمایا كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (پ28 الصف 3) (ترجمہ) کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات وہ کہو جو نہ کرو۔ اور حضرت شعیب علیہ السلام کے قصہ میں ارشاد فرمایا وَمَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰی مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ (پ12 ہود 88) (ترجمہ) اور میں نہیں چاہتا ہوں کہ جو بات سے تمہیں منع کرتا ہوں آپ اس کے خلاف کرنے لگو اور فرمایا وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَیُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ اور اللہ سے ڈرو اور تمہیں اللہ تعالیٰ سکھاتا ہے اور فرمایا وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا۔ (ترجمہ) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سنو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ اے ابن مریم علیہما السلام تم خود کو نصیحت کرو تمہارا نفس نصیحت پذیر ہو جائے پھر لوگوں کو نصیحت کرو ورنہ مجھ سے حیا کرو۔ (حدیث) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ مررت لیلة اسریٰ

بی باقوام کان تقرض شفاھم بمقاریض من نار فقلت من انتم فقالوا کنا نامر بالخیر ولا ناتیہ وننھی عن الشر ونا تیہ (ترجمہ) جس رات مجھے معراج ہوئی میرا ایسے لوگوں پر گزر ہوا جن کے ہونٹ مقراضوں سے کاٹے جا رہے تھے میں نے پوچھا تم کون ہو عرض کی ہم وہ ہیں جو دوسروں کو نیکی کا کہتے تھے لیکن خود نہ کرتے اور برائی سے لوگوں کو منع کرتے لیکن خود برائی سے باز نہیں آتے تھے۔ (حدیث) اور تمام اچھوں سے اچھے علماء باعمل ہیں۔ (حکایت) اوزاعی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نصاریٰ کے مقبوں نے جناب الٰہی میں شکایت کی کہ کفار کے مردوں کی بدبو ہمیں ستاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم بھیجا کہ علماء سوء کے پیٹ میں زیادہ بدبو ہے اس بدبو سے جو تمہارے اندر ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی بدبو نہیں۔ (حکایت) فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ قیامت میں بت پرستوں سے علماء سوء کا حساب ہو گا۔ (حکایت) ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص نہیں جانتا اس کو تو ایک دفعہ ہلاکت ہے اور جو جانتا ہے اور عمل نہیں کرتا اس کے لئے سات بار خرابی ہے۔ (حکایت) شعبی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ کچھ لوگ جنت کے دوزخ کے بعض لوگوں کو دیکھ کر کہیں گے کہ دوزخ میں کیسے گئے ہو ہمیں تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعلیم اور تادیب کے طفیل جنت میں داخل کیا وہ کہیں گے کہ ہم اوروں کو خیر کا حکم کرتے تھے۔ خود نیک کام نہیں کرتے تھے۔ (حکایت) حضرت حاتم رحمتہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قیامت میں اس عالم سے زیادہ حسرت اور کسی کو نہ ہوگی جس نے لوگوں کو سکھایا اور لوگوں نے اس پر عمل کیا اور خود اس نے عمل نہ کیا تو لوگ اس کے سبب سے مقصد کو پہنچ گئے اور وہ خود تباہ ہو گیا۔ (حکایت) مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ عالم جب اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتا تو اس کی نصیحت دلوں سے ایسے دور چلی جاتی ہے جیسے قطرہ چکنے پتھر پر سے دور ہوتا ہے اور آپ نے ایک قطعہ پڑھا۔ (1) یا واعظ الناس قد حجت منھا اذعبت امورا انت ناتیھا (2) اصحبت تنصحھم بالواعظ مجتھداً ۔ خاموبقات لعمری انت جانبھا (3) تعیب دنیا و نارسنا غبین لھا ۔ وانت اکثر منھم رغبة فیھا۔ (ترجمہ) (1) اے واعظ لوگوں کو نصیحت کرتے ہو لیکن خود بدعملی میں متہم ہو کہ جن امور کے عیوب بیان کرتے ہو ان پر خود عمل کرتے ہو۔ (2) وعظ کرنے میں تو بہت محنت کرتے ہو لیکن کیا فائدہ ۔ کیونکہ جن تباہیوں سے روکتے ہو ان سے تم خود کنارہ کش نہیں۔ (3) دنیا اور طالب دنیا کی تو تم مذمت کرتے ہو، لیکن تم خود ان سے بڑھ کر طالب دنیا ہو ۔

کسی اور شاعر نے کہا۔ لا تنہ عن خلق وتاتی مثلہ ۔ عار علیک اذا فعلت عظیم۔

(ترجمہ) لوگوں کو تو روکتے ہو لیکن خود اس پر عمل کرتے ہو تم پر سخت ننگ و عار ہے جبکہ تم اس پر عمل کرتے ہو۔

حکایت ۔ ابراہیم بن ادہم فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں میرا ایک پتھر پر گزر ہوا جس پر لکھا تھا کہ مجھے الٹ کر عبرت حاصل کرو میں نے اسے پلٹا تو اس پر لکھا تھا کہ تو جو کچھ جانتا ہے اس پر تو عمل کرتا ہی نہیں پس ایسا علم کیسے طلب کرتا ہے جو تجھ معلوم نہیں۔ (فائدہ) ابن سماک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ اللہ کی

یاد دلاتے ہیں اور خود اسے بھولے ہوئے ہیں اور بہت ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈراتے ہیں لیکن خود اس پر دلیر ہیں اور بہت سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کرنے والے ہیں اور خود اس سے دور ہیں۔ اور بہت سے اس کی طرف اوروں کو بلاتے ہیں اور خود اس سے بھاگتے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھتے ہیں لیکن اس کی آیات سے خود علیحدہ ہیں۔ (فائدہ) ابراہیم بن ادھم فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے کلام کو فصیح کیا تو اس میں غلطی نہ کی مگر اعمال میں غلطی کی اسے درست نہ کیا۔ (فائدہ) اوزاعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب خوش تقریری کو دخل ہوتا ہے تو خشوع جاتا رہتا ہے۔ (حدیث) مکحول عبدالرحمٰن بن غنم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھ سے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ ہم علم کا چرچا مسجد قبا میں کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ جس قدر چاہو سیکھ لو اللہ تعالیٰ تم کو ثواب ہرگز نہ دے گا۔ جب تک کہ عمل نہ کرو گے۔ (فائدہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جو شخص علم سیکھتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی عورت خفیہ زنا کرے اور اس کو حمل ہو جائے اور جب حمل ظاہر ہو تو رسوا ہو۔ اسی طرح جو شخص علم کے مطابق عمل نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن مجمع میں رسوا کرے گا۔ (فائدہ) حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ عالم کی لغزش سے ڈرو اس لئے کہ لوگوں میں اس کی قدر بڑھی ہے۔ لغزش میں لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں۔ (فائدہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ عالم لغزش کرتا ہے تو اس کی لغزش سے ایک عالم کو لغزش ہو جاتی ہے اور یہ بھی آپ ہی کا ارشاد ہے کہ تین باتیں ہیں جن سے دنیا کے لوگ برباد ہو جاتے ہیں ایک ان میں سے عالم کی لغزش ہے۔ (فائدہ) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ دل کی شیرینی کھاری ہو جائے گی اور عالم کو اس وقت علم سے فائدہ نہ ہوگا اور نہ طالب علم کو اس وقت کچھ علم سے نفع ہوگا۔ ان علماء کے دل مثل زمین شورے ہوں گے کہ اس پر پانی کے قطرے گرتے ہیں اور ذرہ برابر بھی ان میں شیرینی معلوم نہیں ہوگی اور یہ حال اس وقت ہوگا کہ علماء کے دل دنیا کی محبت کی طرف اور آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے کی طرف مائل ہوں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ دلوں میں سے حکمت کے چشمے نکال لے گا اور ہدایت کی شمعوں کو گل کر دے گا جب ان علماء سے ملو گے تو زبان سے کہیں گے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں مگر بدکاری ان کے عمل میں ظاہر ہوگی' زبان کی بڑی ارزانی ہوگی اور دل کی نہایت گرانی قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں یہ اس لئے ہوگا کہ اساتذہ نے غیراللہ کے لئے سکھایا اور شاگردوں نے غیراللہ کے لئے سیکھا۔ تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ہے کہ جس چیز کو تم نہیں جانتے اس کے علم کی طلب مت کر جب تک کہ جس قدر تم کو معلوم ہے اس پر عمل نہ کرلو۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم ایسے زمانے میں ہو کہ اگر کوئی شخص اپنے علم کے دسویں حصہ پر بھی عمل کرے گا تو نجات پائے گا اور یہ بات جھوٹوں کی کثرت کی وجہ سے ہوگی۔ (فائدہ) جان لو کہ عالم کی مثال قاضی کی ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ القضاۃ ثلثۃ قاض قضی بالحق وھو یعلم فذلک فی الجنۃ وقاض قضی بالجور وھو یعلم اولا یعلم

فہما فی النار۔ (ترجمہ) قاضی (حاکم) تین ہیں (1) حکم دے حق کا اور وہ اسے جانتا ہے جنت میں جائے گا۔ (2) ظلم کا فیصلہ کرے اسے علم ہو یا نا یہ دونوں جہنم میں جائیں گے۔ (فائدہ) کعب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آخر زمانے میں ایسے علماء ہوں گے کہ لوگوں کو دنیا میں زہد کرنے کا کہیں گے اور خود زہد سے محروم ہوں گے اور لوگوں کو ڈرائیں گے اور خود نہ ڈریں گے اور حکام کے پاس آنے سے اوروں کو منع کریں گے اور خود ان کے پاس جائیں گے اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دیں گے اور زبان کی کمائی کھائیں گے۔ پاس امراء کو بٹھائیں گے فقراء سے انہیں نفرت ہوگی۔ علم کی کمائی پر ایسے لڑیں گے جیسے عورتیں مردوں سے۔ اگر ان کا کوئی ہم نشیں کسی دوسرے کے پاس جاکر بیٹھے گا تو اس سے غصہ کریں گے۔ یہ علماء سوء متکبر اور اللہ کے دشمن ہیں۔ (حدیث شریف) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کبھی شیطان تم پر علم کے ذریعہ سے غلبہ پا جائے گا۔ صحابہ نے عرض کیا یہ کیسے ہو گا آپ نے فرمایا وہ یوں کہے گا کہ علم سیکھو اور جب تک سیکھ نہ چکے تب تک عمل مت کر پس آدمی علم میں مصروف رہتا ہے اور عمل میں لیت و لعل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ مرجاتا ہے اور کچھ عمل نہیں کرتا۔

حکایت : سری سقطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص علم ظاہر کا حریص تھا اس نے عبادت کے لئے تنہائی اختیار کی میں نے اس سے تنہائی کی وجہ پوچھی کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہتا ہے کہ اللہ تجھے ضائع کرے علم کو کب تک ضائع کرے گا میں نے جواب دیا کہ میں تو اس کو یاد کرتا ہوں اس نے کہا کہ اس کا یاد کرنا یہ ہے کہ اس کے مطابق عمل کرو اس لئے میں نے تحصیل علم کو ترک کرکے عمل کی طرف توجہ کی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ علم کثرت روایت سے نہیں ہوتا بلکہ علم خوف خدا عزوجل سے ہے۔

حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جتنا چاہو علم سیکھ لو اللہ تعالیٰ ہرگز ثواب نہ دے گا جب تک کہ عمل نہ کرو گے اس لئے کہ بے وقوفوں کا مقصود علم سے روایت کرنا ہے اور علماء کی غرض رعایت اور پاسداری ہے۔ امام مالک کا ارشاد ہے کہ علم کا حاصل کرنا اور اس کا پھیلانا دونوں اچھے ہیں بشرطیکہ نیت درست ہو۔ مگر دیکھو کہ جو چیز صبح سے لے کر شام تک تمہارے ساتھ رہے اس پر دوسری چیز اختیار نہ کرو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ قرآن پاک اس لئے نازل ہوا ہے کہ اس پر عمل کرو تم نے اس کے پڑھنے پڑھانے کو عمل ٹھہرالیا عنقریب کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ وہ اس کو نیزہ کی طرح سیدھا کریں گے وہ بہتر نہیں ہوں گے اور وہ عالم جو عمل نہیں کرتا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ بیمار دوا کی صفت بیان کرے یا بھوکا شخص لذیذ کھانوں کے نام ان کے مزے بیان کرے اور اسے وہ کھانے نہ ملیں اور اس شخص کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد اقدس ہے۔ "وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ" خرابی ہے تمہارے لئے ان اموں جو تم بتاتے ہو۔ انبیاء ۱۸

حدیث : حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جن چیزوں سے میں اپنی امت پر ڈرتا ہوں ان میں سے عالم کی لغزش اور قرآن پاک میں منافق کا جھگڑنا علمائے آخرت کی ایک علامت یہ ہے کہ اس کی ایسے علم کی طرف

توجہ ہو جو آخرت میں کام آئے اور طاعت میں رغبت دلائے اور ان علوم سے اجتناب کرے جن کا فائدہ کم اور گفتگو اور لڑائی اور جھگڑا بہت ہو اس لئے کہ جو شخص اعمال کے علم سے روگردان ہو کر لڑائی جھگڑے میں مشغول ہو اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی بیمار کو بہت سی تکالیف ہوں اور وہ کسی طبیب حاذق سے ملے اور وقت بھی تنگ ہو شاید کہ جلد چلا جائے ایسے وقت میں وہ طبیب مذکور سے دواؤں کی خاصیت اور طب کی عجیب باتیں سکھانے کا کہے، حکیم نے کہا تو نے اصل علم میں کیا حاصل کیا ہے عرض کیا کہ اصل علم کیا ہے آپ نے فرمایا کہ تو نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اس نے کہا کہ ہاں آپ نے فرمایا کہ تو نے اس کے حق میں کیا کیا اس نے عرض کیا کہ کچھ نہیں۔

آپ نے فرمایا کہ تو نے موت کو پہچانا عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا کہ اس کی تیاری کی کہا کچھ نہیں آپ نے فرمایا کہ تو اب جا اور پہلے ان امور میں پختہ ہو تب تجھے علم طب کے عجائب بھی بتا دیں گے بلکہ سیکھنا اس علم کا ہونا چاہئے جیسے شیخ بلخی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد حاتم اصم تھے۔

حکایت : ایک دن شفیق نے حاتم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا کہ تم کتنے دنوں سے میرے ساتھ ہو عرض کی 33 سال سے۔ شفیق نے فرمایا کہ اس عرصے میں تم نے مجھ سے کیا سیکھا۔ حاتم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا کہ آٹھ مسئلے انہوں نے فرمایا کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ میرے اوقات تمہارے لئے ضائع ہوگئے کہ تم نے صرف آٹھ مسئلے سیکھے حاتم رحمتہ اللہ علیہ نے کہا استاد میں جھوٹ نہیں بولتا۔ میں نے واقعی آٹھ مسئلے سیکھے ہیں۔ فرمایا کہ بتاؤ کون سے آٹھ مسئلے ہیں۔

(1) میں نے خلق خدا کو دیکھا تو معلوم کیا ہر ایک شخص کا کوئی محبوب ہوتا ہے اور قبر تک وہ اپنے محبوب کے ساتھ رہتا ہے جب قبر میں پہنچ جاتا ہے تو وہ محبوب سے جدا ہو جاتا ہے اس لئے میں نے اپنا محبوب نیکیوں کو ٹھہرالیا کہ جب قبر میں جاؤں تو میرا محبوب بھی میرے ساتھ رہے شفیق رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم نے بہت اچھا سیکھا۔

(2) میں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد میں غور کیا۔

"وَاَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَہَی النَّفۡسَ عَنِ الۡہَوٰی فَاِنَّ الۡجَنَّۃَ ہِیَ الۡمَاۡوٰی"(پ 30 النزعات 41) اور جو ڈرا اللہ کے ہاں پیش ہونے کو اور نفس کو خواہشات سے روکا تو بیشک اس کا ٹھکانا جنت ہے۔

اور سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان اقدس درست ہے اس لئے اپنے نفس کے تقاضے دور کرنے کی محنت کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مضبوط ہوگیا۔

(3) دنیا کو دیکھا تو اس میں یہ پایا کہ جس کے پاس کوئی چیز مقرر قیمت کی ہے اس کو اٹھا کر رکھ چھوڑتا ہے اور حفاظت کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کے قول کو دیکھا۔ "مَا عِنۡدَکُمۡ یَنۡفَدُ وَمَا عِنۡدَ اللّٰہِ بَاقٍ" تمہارے پاس جو ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی رہے گا۔ النحل 96 پ 14

تو جو کچھ قدر و قیمت کی چیز میرے ہاتھ لگی اس کو میں نے اللہ تعالیٰ کو پھیر دی تاکہ اس کے پاس موجود رہے۔

(4) لوگوں کو دیکھا تو ہر ایک کا میلان مال اور حسب و نسب اور شرافت کی طرف پایا اور ان امور میں جو غور کیا تو

بیکار معلوم ہوئے پھر اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد کو سوچا وہ فرماتا ہے۔

"اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ" (پ 26 الحجرات 13) "بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔" (ترجمۂ کنزالایمان)

اسی لئے میں نے تقویٰ اختیار کیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم اور بزرگ ہو جاؤں۔

(5) لوگوں کو دیکھا کہ آپس میں ایک دوسرے پر بدگمانی کرتے اور ایک دوسرے کی برائی بیان کرتے ہیں اسی وجہ سے حسد پیدا ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کے قول کی طرف دیکھا۔

"نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَّعِیْشَتَهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا" (پ 25 الزخرف 32) "ہم نے انہیں زیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا۔" اس لئے میں نے حسد کو چھوڑ کر خلقِ خدا سے کنارہ کیا اور جان لیا کہ قسمت اللہ پاک کے یہاں ہے اس لئے خلقِ خدا کی عداوت چھوڑ دی۔

(6) لوگوں کو دیکھا کہ ایک دوسرے سے سرکشی اور کشت و خون کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا تو فرمایا۔

ترجمۂ کنزالایمان:

"اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا" (پ 22 فاطر 6) "بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو۔" اس لئے میں نے صرف اس اکیلے کو اپنا دشمن ٹھہرا لیا اور کوشش کی کہ اس سے بچتا رہوں اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کی عداوت کی گواہی فرما دی ہے اس وجہ سے اس کے سوا میں نے اور مخلوق کی عداوت چھوڑ دی۔

(7) لوگوں کو دیکھا کہ ہر ایک روٹی کپڑے کے خواہاں ہیں اور اس کے حصول میں اپنے نفس کو ذلیل کرتے ہیں اور ناجائز امور میں قدم رکھتے ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد پر غور کیا وہ فرماتا ہے۔ "وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُهَا" (پ 12 ہود 6) "اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو۔" (کنزالایمان) میں سمجھا کہ میں اللہ تعالیٰ کے ان حیوانوں سے ہوں جن کا رزق اس کے ذمہ کرم ہے اس لئے میں ان باتوں میں مشغول ہوا جو مجھ پر حق تعالیٰ کے حقوق ہیں اور میرا رزق جو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اس کی طلب ترک کر دی۔

(8) میں نے خلق خدا کو دیکھا کہ وہ ہر ایک کسی چیز پر بھروسہ کرتا ہے کوئی اپنی زمین پر بھروسہ کرتا ہے کوئی تجارت پر کوئی صنعت پر کوئی اپنے بدن کی تندرسی پر غرضیکہ ہر ایک اپنی جیسی مخلوق پر بھروسہ کرتا ہے میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف جو رجوع کیا تو یہ ارشاد ہوا۔

"وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَهُوَ حَسْبُهٗ" (پ 28 الطلاق 3) "اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔" اسی لئے میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا کہ وہی مجھے کافی ہے حضرت شفیق بلخی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اے حاتم اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق دے۔

میں نے توراۃ اور انجیل اور زبور اور قرآن پاک کے علوم پر نظر کی تو ان سب کی اصل انہیں آٹھ مسائل

میں پایا جو ان آٹھوں مسئلوں پر عمل کرے۔ وہ گویا چاروں آسمانی کتابوں کا عامل ہے۔

خلاصہ : یہ کہ اس طرح کے علم کا ادراک اور سمجھنے کا قصد علماء آخرت ہی کرتے ہیں اور علماء دنیا تو ان امور میں مشغول ہوتے ہیں جن سے مال و جاہ حاصل ہو اور یہ ان علوم کو نقصان دیتے ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو بھیجا ہے۔

فائدہ : حضرت ضحاک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اکابر کو ایسا پایا کہ ایک دوسرے سے بجز ورع کے اور کچھ نہ سیکھتے تھے اور آج بجز کلام کے اور کچھ نہیں سیکھتے ایک علامت علماء آخرت کی یہ ہے کہ کھانے اور پینے میں آسائش کی طرف اور لباس میں مزہ اٹھانے اور مکان اور اسباب میں زینت کی طرف مائل نہ ہو بلکہ ان تمام امور میں میانہ روی اختیار کرکے اور اس بارے میں سلف صالحین اور اکابرین کی مشابہت پیدا کرے۔ اور تمام امور مذکورہ میں مقدار قلیل پر گزارہ کرے جس قدر ان چیزوں کی طرف خواہش کی قلت ہوگی اسی قدر اللہ تبارک و تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا اور علماء آخرت کے مراتب کی طرف ترقی کرے گا۔

حکایت : حضرت ابوعبداللہ خواص (حاتم اصم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد) بیان کرتے ہیں کہ میں حاتم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ رے (شہر) میں گیا ہمارا قافلہ تین سو تیس آدمیوں کا تھا جج کے ارادے سے نکلے تھے سب کمبل پوش تھے کسی کے پاس توشہ دان اور کھانا نہ تھا ہم ایک شخص سوداگر کے یہاں اترے جو بہت مال و دولت نہ رکھتا تھا مگر فقیر دوست تھا اس نے اس رات ہماری ضیافت کی جب صبح ہوئی تو اس نے حاتم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا کہ آپ کو کچھ ضرورت ہو تو فرمائیے کہ میں ایک عالم فقیہ کی عیادت کو جانا چاہتا ہوں انہوں نے فرمایا کہ مریض کی بیمار پرسی اور عالم فقیہ کو دیکھنا ثواب ہے میں بھی چلتا ہوں وہ عالم فقیہ جو بیمار تھا محمد بن مقاتل رے کا قاضی تھا جب ہم دروازے پر پہنچے تو دروازہ کرسی دار بہت اچھا تھا حاتم ششدر رہ گئے کہ عالم کا دروازہ ایسا ہے پھر جب اجازت کے بعد اندر گئے تو دیکھا کہ مکان پردہ دار' وسیع خوبصورت فرش دار ہے۔

حاتم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور بھی متحیر ہوئے پھر اس مقام پر گئے جہاں قاضی تھا۔ وہاں فرش نرم بچھا ہوا تھا اس پر قاضی لیٹا ہوا تھا۔ اور سرہانے ایک غلام پنکھا لئے کھڑا تھا تاجر نے قاضی کے سرہانے کی طرف بیٹھ کر حال پوچھا لیکن حاتم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کھڑے رہے قاضی نے ان کو بیٹھنے کے لئے اشارہ کیا' فرمایا کہ میں نہیں بیٹھوں گا۔ قاضی نے پوچھا کوئی ضرورت ہے۔ فرمایا ہاں۔ قاضی نے کہا فرمائیے ایک مسئلہ پوچھنا ہے کہا دریافت کرو فرمایا۔ تم اٹھ کر بیٹھ جاؤ تو پوچھوں۔ قاضی اٹھ بیٹھا۔ حاتم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا تم نے علم کس سے سیکھا ہے۔ کہا معتبر علماء سے جنہوں نے میرے سامنے حدیث بیان کی۔ کہا انہوں نے کس سے پڑھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا کہ صحابہ کرام نے کس سے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ نے کس سے کہا۔ حضرت جبرائیل علیہم السلام نے اللہ کی طرف سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک یہ علم پہنچایا۔ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو

اور انہوں نے علمائے معتبر کو اور علماء نے مجھے۔ حاتم نے کہا کہ تم نے کہیں سنا ہے کہ جس شخص کے گھر میں کرسی اور وسعت دنیا زیادہ ہو اس کا مرتبہ اللہ کے نزدیک بڑا ہوتا ہے۔ قاضی نے کہا نہیں۔ حاتم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا کہ پھر آپ نے ان سے کیا سنا۔ قاضی نے کہا یوں سنا ہے کہ جو دنیا میں زہد کرے اور آخرت کی خواہش اور مساکین سے محبت کرے اور آخرت کے لئے سامان مقرر کر لے تو اس کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا ہوگا۔ حاتم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ پھر تم نے کس کا اقتداء کیا۔ رسول اللہ و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور صلحاء رحمہم اللہ کا یا فرعون اور نمرود کی پیروی کی۔ جنہوں نے سب سے پہلے گچ اور اینٹ سے عمارت بنائی تھی۔ اے علمائے سوء تمہارے جیسوں کو دیکھ کر وہ جاہل جو دنیا پر لڑتے اور اس کے حریص ہیں کہتے ہیں کہ علماء اس حال پر ہیں تو ہم ان سے کیوں پیچھے رہیں۔ یہ کہہ کر حاتم وہاں سے چلے آئے۔ حاتم کی گفتگو سے ابن مقاتل (قاضی) کی بیماری اور زیادہ ہوگئی اور رے کے لوگوں کو بھی معلوم ہوگیا کہ حاتم میں اور قاضی میں یہ گفتگو ہوئی ہے۔

حکایت : قزوین کا طنافسی اس قاضی کی بہ نسبت اور زیادہ برا تھا۔ حاتم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے پاس قصداً چلے گئے اندر جاکر کہا کہ میں ایک عجمی آدمی ہوں میں چاہتا ہوں کہ دین کا آغاز اور مفتاح نماز یعنی وضو سکھلا دو۔ طنافسی نے غلام سے کہا ایک برتن میں مجھے پانی لاؤ۔ وہ پانی لے آیا طنافسی نے بیٹھ کر وضو کیا اور تین تین بار اعضاء دھوئے اور پھر کہا کہ اس طرح مسلمان وضو کرتے ہیں حاتم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا۔ آپ کھڑے رہیں تاکہ تمہارے سامنے میں وضو کروں تاکہ وضو کا مسئلہ ہے وہ پختہ ہو جائے طنافسی کھڑے رہے اور حاتم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ وضو کرنے کو بیٹھے اور وضو میں اپنے ہاتھ چار چار مرتبہ دھوئے طنافسی نے کہا کہ میاں تم نے اسراف کیا حاتم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا کس بات میں کہا کہ تم نے اپنے ہاتھ چار چار مرتبہ دھوئے۔ حاتم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ سبحان اللہ میں نے ایک چلو پانی میں اسراف کیا تم نے ان نازونعم کے جمع کرنے میں اسراف نہیں کیا۔ طنافسی نے جان لیا کہ ان کو وضو سیکھنے کی غرض نہ تھی بلکہ یہی امر جتانا منظور تھا۔ سنکر گھر میں چلے گئے اور چالیس دن تک سامنے نہ آئے۔ پھر جب حاتم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بغداد میں گئے تو بغداد والے ان کے پاس آئے۔ اور کہا کہ اے ابوعبدالرحمان تم ایک عجمی شخص ہو اور کڑک کر بات کہتے ہو مگر جو کوئی تم سے گفتگو کرتا ہے اسے تم زک دیتے ہو۔ فرمایا کہ میرے ہاں چند خصلتیں ہیں جن سے میں اپنے بالمقابل پر غالب رہتا ہوں۔ جب بالمقابل بات صحیح کہتا ہے تو میں خوش ہوتا ہوں اور جب وہ خطا کرتا ہے تو رنج کرتا ہوں لیکن اپنے نفس کو قابو میں رکھتا ہوں کہ بالمقابل سے جھگڑا نہ کرے۔

حکایت : حاتم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی بات جب حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو پہنچی آپ نے فرمایا سبحان اللہ۔

وہ بڑا دانا آدمی ہے ہم بھی ان کے پاس چلتے ہیں۔ جب مجمع حضرت حاتم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس آیا امام احمد

رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے سوال کیا اے ابو عبدالرحمٰن (حاتم انکی کنیت ہے) سلامتی کس چیز میں ہے حاتم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اے ابو عبداللہ جب تک تم میں چار خصلتیں نہ ہوں گی۔ تب تک دنیا سے سلامت نہ رہو گے۔

(1) لوگ اگر جہالت کریں تو تم درگزر کرو۔

(2) اپنی جہالت ان سے روکو۔

(3) اپنی چیز ان کو دو۔

(4) دوسروں کی چیز سے ناامید رہو۔

جب ایسے ہو جاؤ گے تو سلامت رہو گے۔

حکایت : حاتم علیہ الرحمتہ حاکم مدینہ کے پاس گئے وہاں کے لوگ آپ کے استقبال کو آئے آپ نے پوچھا یہ کون سا شہر ہے لوگوں نے کہا کہ "مدینۃُ النبی" یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا محبوب شہر۔ آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا محل کہاں ہے؟ تاکہ میں بھی اس میں نماز پڑھوں۔

لوگوں نے کہا کہ آپ کا تو کوئی محل نہ تھا۔ آپ کا گھر تو ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ حاتم نے کہا کہ آپ کے صحابہ کے محلات ہی بتا دو۔ انہوں نے کہا کہ ان کے محلات نہ تھے' ان کے گھر تو زمین سے لگے ہوئے تھے۔ (یعنی چھوٹے تھے) حاتم علیہ الرحمتہ نے کہا کہ لوگو! یہ شہر فرعون کا ہے لوگوں نے ان کو گرفتار کیا اور سلطان کے پاس لے گئے اور کہا کہ یہ عجمی کہتا ہے کہ یہ مدینۃُ الفرعون" یعنی فرعون کا شہر ہے۔ حاتم سے۔ حاکم نے کہا کس لئے ایسا کہا؟ حاتم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا کہ جلدی نہ کرو۔ میں ایک عجمی مسافر ہوں' جب شہر میں آیا تو لوگوں سے پوچھا کہ یہ کس کا شہر ہے انہوں نے جواب دیا "مدینۃُ الرَّسُوْل" ہے۔

میں نے کہا کہ آپ کا محل کہاں ہے؟

اور تمام ماجرا حرف بہ حرف کہہ کر فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تو فرماتا ہے۔ "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ"(پ 21' الاحزاب 21) ترجمہ - (بیشک تمہیں رَسُولَ اللہ کی پیروی بہتر ہے)(کنزالایمان)

اب میں پوچھتا ہوں کہ تم نے کس کا اتباع کیا ہے؟

آیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یا فرعون کا جس نے سب سے پہلے اینٹ اور گچ سے عمارت بنائی۔

حاکم نے لاجواب ہو کر ان کو رہا کر دیا۔

فائدہ : اکابر اسلاف کی عادت زہد اور زینت کے ترک میں اپنے مقام میں اور بھی مذکور ہوگی جو اس مدعا پر شاہد ہے۔

مسئلہ : تحقیق یہ ہے کہ یہ امر مباح ہے زینت کرنا حرام تو نہیں لیکن اس میں انہماک سے اس سے انس ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اس کا ترک کرنا دشوار ہو جاتا ہے اور ہمیشہ زینت میں رہنا بغیر ایسے سامان کے ممکن نہیں ہوتا کہ اکثر اس کی رعایت کرنے سے مداہنت اور خلق کی طرف داری اور ان کی نمائش و دیگر امور ممنوعہ کا ارتکاب لازم آتا ہے

اور احتیاط اسی میں ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے اس لئے کہ جو دنیا میں منہمک (گھستا) ہے یقیناً اس سے باہر سلامت نہیں نکلتا اور اگر باوجود دنیا میں مصروف رہنے کے سلامتی ہو جایا کرتی' حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ترک دنیا میں کبھی مبالغہ نہ فرماتے۔ مروی ہے۔ "نزع القميص المعلم ونزع خاتم الذهب في اثنا الخطبة" ترجمہ۔ "آپ نے خطبہ کے دوران منقش قمیص اور سونے کی انگشتری اتار پھینکی۔" اور ان کے سوا اور امور جن کا بیان عنقریب آئے گا۔ (ان شاء اللہ)

حکایت : یحیٰی بن یزید نوفلی نے حضرت مالک بن اَنَس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا۔ "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" "وَصَلَّى اللّٰهِ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ فِي الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ" یحیٰی بن یزید نوفلی کی طرف سے مالک بن انس کو بعد حمد و صلوۃ کے معلوم ہو کہ میں نے سنا ہے کہ تم باریک کپڑے پہنتے ہو اور پتلی چپاتیاں کھاتے ہو اور نرم بچھونے پر بیٹھتے ہو اور اپنے دروازہ پر دربان مقرر کرتے ہو حالانکہ تم مجلس علم میں بیٹھتے ہو۔ تمہارے پاس دور دراز سے لوگ سوار ہوکر آتے ہیں اور تم کو اپنا پیشوا کر رکھا ہے اور تمہارے کہنے سے راضی ہیں تو تم کو خوف خدا اور تواضع اور انکسار کو لازم سمجھنا چاہیے۔ میں نے یہ خط نصیحت کے طور پر لکھا ہے اور اسکی خبر بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں۔ والسلام۔

خط کا جواب : حضرت مالک بن انس نے اس خط کا یہ جواب لکھا۔ "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ" مالک بن انس کی طرف سے یحیٰی بن یزید کو اللہ تعالیٰ کا سلام تم پر ہو۔ آپ کا خط پہنچا۔ اب میں نصیحت پر عمل کروں گا اللہ تعالیٰ تم کو تقویٰ سے متمتع کرے اور اس نصیحت کے عوض میں جزائے خیر دے اور میں بھی اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگتا ہوں کہ گناہوں سے بچنے اور اس کی اطاعت بجالانے کی طاقت بغیر اس کی مدد کے نہیں ہے۔

یہ جو آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ میں باریک کپڑے پہنتا ہوں اور پتلی چپاتی کھاتا ہوں اور نرم فرش پر بیٹھتا ہوں اور دربان رکھتا ہوں سو واقع ہیں۔ ایسا ہے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتا ہوں مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ" (پ 8' اعراف 32) "تم فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی اور پاک رزق۔" اور میں جانتا ہوں کہ اس کا ترک کرنا بہ نسبت نہ کرنے سے بہتر ہے اور آپ اپنی خط و کتابت سے مجھ کو فراموش مت کرنا۔ ہم بھی خط و کتابت آپ سے نہ چھوڑیں گے۔ والسلام۔"

فائدہ : حضرت امام مالک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے اقرار کو دیکھیے مثلاً فرمایا کہ اس کا نہ کرنا ارتکاب کی بہ نسبت اچھا ہے۔ یہ بھی حکم کیا کہ یہ امر مباح ہے اور حقیقت (واقع) میں دونوں باتوں میں سچ فرمایا اور حضرت امام مالک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جیسا بلند مرتبے والا اس جیسی نصیحت میں اگر انصاف اور اعتراف گوارا کرے تو اس کا نفس مباح کی حدود کو معلوم کرنے پر بھی قادر ہوگا۔ تاکہ امور مباح کو کرنے سے مداہنت اور ریا اور مکروہات میں مبتلا ہونے سے

محفوظ رہے مگر کسی دوسرے شخص کو یہ حوصلہ نہیں کہ مباح کی حدود پر قانع رہے اس لئے مباح سے لذت حاصل کرنے میں بہت خوف ہے اور خوف الٰہی سے یہ امر بہت دور ہے۔

(2) علمائے آخرت کی ایک خاصیت (علامت) خوف الٰہی ہے اور خوف خدا کا مقتضی بھی ہے کہ خطرے کی جگہ سے دوری اختیار کرے (افسروں اور لیڈروں اور ممبروں اور) حکام سے دور رہے اور جب تک ان سے علیحدگی کی صورت ممکن ہو کبھی ان کے پاس نہ جائے۔ بلکہ ان کے ملنے سے احتراز کرے۔ گو وہ خود اس کے پاس آئیں اس لئے کہ دنیا شیریں اور سبز ہے اور اس کی باگ حکام کے قبضہ میں ہے' اور جو شخص حکام سے ہے اس کو کچھ نہ کچھ تکلیف ان کی رضاجوئی اور دلداری میں کرنی پڑتی ہے۔[1]

باوجودیکہ وہ اکثر ظالم ہوتے ہیں اور ہر دیندار کو ان سے رکنا اور ان کے ظلم کو اظہار کرکے ان کو دل تنگ کرنا اور ان کے حرکات کی برائی بیان کرنا واجب ہے اور جو ان کے پاس جائے گا وہ یا تو ان کی زینت کی طرف توجہ کرے گا اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو حقیر جانے گا یا ان پر انکار کرنے سے خاموش رہے گا تو مداہنت میں مبتلا ہوگا۔

اپنے کلام کو بہ تکلف ان کی مرضی کے مواقف ان کے افعال کو درست کرنے کے لئے ادا کرے گا اور یہ صریح جھوٹ ہوگا یا اس بات کی طمع ہوگی کہ ان کی دنیا میں سے کچھ ملے اور یہ حرام ہے۔ باب حلال و حرام میں مذکور ہوگا (ان شاء اللہ) کہ کن حکام کے اموال میں کیا لینا جائز ہے اور کس کا ناجائز صلہ ہو۔ یا انعام اور جاگیر وغیرہ وغیرہ)

---

[1] ہمارے دور میں 1416ھ تک علماء کہلوانے والوں کا حال نہایت ہی زبوں سے زبوں تر ہے کہ جمہوریت (انگریز لعنتی کا بچھایا ہوا جال) بعض کو قرآن و احادیث سے ثابت کرنے کے لئے زمین و آسمان کے قلابے ملا رہے ہیں۔ پھر جو حکومت چند روز کے لئے قائم ہو جاتی ہے تو وہ اپنے خبث باطنی پر یا انگریزوں کی تقلید میں ملک پر اپنا کوئی نظریہ عوام پر مسلط کرنا چاہتی ہے تو اکثر علماء کہلوانے والے جہلاء اس نظریہ کو قرآن و احادیث سے ایسے طریقہ سے ثابت کر رہے ہیں کہ گویا وہ آیات و احادیث وارد بھی ہوئی ہیں تو اسی غلط نظریہ کے لئے (معاذ اللہ) اس کے خلاف کوئی آواز اٹھائے تو سب سے پہلے یہی جہلا علماء کہلوانے والے اس حق گو صدا بلند کرنے والے کو پھانسی پر لٹکانے پر آمادہ ہوتے ہیں ورنہ اس غریب کو جیل کا منہ تو ضرور دکھاتے ہیں ہمارے دور میں ہزاروں مسائل ان جاہلوں' مولوی نما کہلوانے والوں کی زد میں ہیں۔ مثلاً منصوبہ بندی ہو یا حکومت کا سودی کاروبار ہو وغیرہ وغیرہ۔ ایک محقق صاحب نے تو عورت کی سربراہی کے بھرپور دلائل قائم کرکے حدیث بخاری شریف کی تاویل اور اس کے راویوں کو ایسے بری طرح کمزور کرنے کی سعی لاحاصل کی کہ جسے سن کر اور پڑھ کر سوائے خون کے آنسو بہانے کے کیا کیا جاسکتا ہے زمانہ قریب میں خلا بازوں نے چاند پر پہنچنے کا دعویٰ کیا حضرات علمائے کرام نے اسے قرآن و حدیث سے ثابت کر کے دکھلا دیا اور ایک منچلے مفسر نے اس مسئلہ کو آیت لتركبن طبقا" عن طبق (پ ا شتقق) ضرور تم بمنزل چڑھو گے۔ سے اثبات فرمایا (خدام الدین لاہور) اگرچہ بعد کو اسی حرکت ناشائستہ سے اظہار ندامت کیا لیکن جوانی ہے کہ پھر آجکل ایک ٹیڈی مجتہد و مفسر سے چاند پر پہنچنے کی دلیل قائم کرکے اپنے جاہل معتقدرون سے داد تحسین حاصل کر رہا ہے (یہ ایک طویل درد بھری کہانی ہے) مجھے دور اکبری کا ایک واقعہ یہاں لکھنے میں مناسبت معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ اکبر بادشاہ نے جب دین الٰہی کی بنیاد ڈالی تو با

خلاصہ : یہ کہ حکام کی ملاقات تمام خرابیوں کی کنجی ہے اور علمائے آخرت کا طریقہ احتیاط ہے۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "من بداجفا ومن اتبع الصید غفل ومن اتی السلطان افتتن"

ترجمہ۔ "جو جنگل میں زندگی بسر کرتا نظر آتا ہے اور شکار کے پیچھے پڑتا ہے وہ غفلت کا شکار ہوتا ہے اور جو حکام کے پاس آتا ہے وہ فتنہ میں مبتلا ہوتا ہے۔"

حدیث : "سیکون علیکم امراء تعرفون منھم و تنکرون فمن انکر فقد بری ومن کرہ فقد سلم ولکن من رضی و تابع ابعدہ اللہ تعالٰی قیل افلا نقاء تلھم قال صلی اللہ علیہ وسلم لا ما صلوا۔"

ترجمہ۔ "عنقریب تم پر حکام مسلط ہوں گے بعض کو تم جانتے ہوگے اور بعض کو نہیں جانتے ہو گے جو ان سے دور رہا وہ بری الذمہ رہا جس نے ان سے کراہت کی وہ بچ گیا اور جو ان سے راضی کرانے کے تابع ہوا۔ اللہ نے اسے اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ کسی نے کہا کیا ہم ان سے جہاد نہ کریں۔ آپ نے فرمایا جب تک وہ نماز پڑھیں ان سے جہاد نہ کرو۔"

فائدہ : حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جہنم میں ایک جنگل ہے جس میں وہی علماء رہیں گے جو بادشاہوں کی ملاقات کو جاتے ہیں حضرت حذیفہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے آپ کو فتنہ کی جگہ سے بچاؤ لوگوں نے پوچھا کہ وہ کونسی جگہیں ہیں فرمایا امراء کے دروازے کہ جب کوئی تم میں سے کسی امیر (لیڈر)

مسلمان اللہ - اللہ، برہمن رام رام، کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اپنے مشیروں سے مشورہ کیا کوئی ایسی صورت نکل آئے جس سے مسلمان اور ہندو ایک گھاٹ پر پانی پئیں اور ان میں مذہبی یکجہتی پیدا ہو جائے۔ مشیروں نے مشورہ دیا کہ ہندوؤں کی سر کی چوٹی کٹوا دیجئے اور مسلمانوں سے داڑھی منڈوا لی جائے۔ اس مشورہ کو ہندو تو مان جائیں لیکن مسلمان بلا دلیل ہرگز نہ مانیں گے۔ ہاں اگر علماء قرآن و حدیث سے دلیل ڈھونڈ لیں تو پھر مسئلہ آسان ہے۔ علماء سوء نے کہا ہاں ہم احادیث صحیحہ سے ثابت کر دیتے ہیں کہ داڑھی منڈانا ضروری ہے چنانچہ اس حدیث "اعفوا اللحی" سے ثابت کر دکھلایا کہ داڑھی منڈاؤ اس لئے عفو کا لغوی معنی ہی مٹانا ہے۔ واعف عنا اللہ سے اپنے گناہوں کے مٹانے کی استدعا کی جاتی ہے اور نویں پارے میں ہیں حتی عفوا ہے یہاں بھی عفو یعنی مٹا ہے۔ وغیرہ وغیرہ (ہندوستان کا شاندار ماضی مطبوعہ انڈیا) ایسے علمائے سوء نے اکبر بادشاہ سے تو داد حاصل کر لی اور چند روز خوب چین اڑائے لیکن نامعلوم مقبور میں ان کا کیا حال ہوگا۔

میرے بھولیو مولویو! اپنی زندگی پر طائرانہ و غائرانہ نگاہ ڈالو کہ آپ کس پانی میں ہیں۔ اگر لحات زندگی پیروی رسول اور اسوۂ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں بسر ہو رہی ہے تو مبارک اگر اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف زبانی زر زبان اللہ۔ اللہ دردل گاؤ خر والا معاملہ ہے کہ گفتار تو مومنانہ ہے لیکن کردار و رفتار شاہانہ تو پھر ابھی اپنا محاسبہ فرمالیں ورنہ پچھتانا کام نہ آئے گا۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

کے پاس جاتا ہے تو اس کے جھوٹ کی تصدیق کرتا ہے اور اس کی شان میں وہ بات کہتا ہے جو واقع میں نہیں ہے۔ اسی کو خوشامد و چاپلوسی کہا جاتا ہے۔ جس سے عرش خدا کانپ جاتا ہے اور خوشامدی اور چاپلوس دوزخ کا ایندھن بنتا ہے۔ (اضافہ اویسی غفرلہ)

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علماء اللہ تعالیٰ کے بندوں پر رسل کرام کے امین ہیں جب تک کہ سلاطین سے میل جول نہ کریں اور جب ایسا کریں تو انہوں نے رسل کرام (علیٰ نبیّنا و علیہم صلوٰۃ والسلام) کی خیانت کی ان سے ڈر کر ان سے الگ ہو جاؤ۔

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ غیبی خبر آج ہمارے دور میں نمایاں ہے کہ جو لیڈر ہم پر مسلط ہیں ان کی کیفیت عیاں ہے اور عوام میں سے جو ان سے تعلق جوڑتا ہے اسکے حالات بھی مخفی نہیں اور جو ان سے دوری اختیار کرتا ہے اس کے کوائف بھی سب کو معلوم ہیں۔ اسی کیفیت پر آج یوں دعا مانگی جائے۔ ؎

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے　　خصوصاً لیڈران بے حیا سے　　اویسی غفرلہ

حکایت : حضرت اعمش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے کہا کہ آپ نے علم کو زندہ کر دیا اس لئے کہ آپ سے بہت لوگ علم سیکھتے ہیں۔ فرمایا ذرا صبر کرو جتنے سیکھے ہیں ان میں سے ایک تہائی تو تکمیل سے پہلے مرجاتے ہیں اور ایک تہائی سلاطین کے دروازوں پر جاچمٹتے ہیں وہ تمام خلق خدا سے برے ہیں ان کی تہائی سے کمترین غریب لوگوں کو فلاح نصیب ہوتی ہے۔

فائدہ : سعید بن المسیب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب تم عالم کو دیکھو کہ امراء کے پاس آتا جاتا ہے تو اس سے احتراز کرو کہ وہ چور ہے اور حضرت اوزاعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز اس عالم سے زیادہ بری نہیں جو حکام (افسروں) کے پاس جائے۔ تجربہ شاہد ہے کہ جو مولوی لیڈروں اور افسروں (حاکموں، دنیا داروں کے ہاں دنیوی امور کے لئے آمدورفت رکھتا ہے وہ چمچہ مشہور ہو جاتا ہے۔ دین کے عشاق کی نظروں میں وہ گراہوا انسان سمجھا جاتا ہے۔ (اویسی غفرلہ)

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بدترین علماء وہ ہیں جو امراء کے پاس جاتے ہیں اور بہترین حکام وہ ہیں جو علماء کے پاس آتے ہیں۔

فائدہ : مکحول دمشقی کہتے ہیں کہ جو شخص قرآن پاک سیکھے اور دین میں تفقہ پیدا کرے پھر وہ خوشامد اور طمع کی وجہ سے سلطان (حکام) کی صحبت اختیار کرے تو وہ بقدر اپنے قدموں کے دوزخ کی آگ میں گھستا ہے۔

فائدہ : سمنون کہتے ہیں کہ عالم کے حق میں کیا ہی برا ہے کہ کوئی مجلس میں آئے اور وہ عالم کو نہ پائے اور جب اس کا حال پوچھے تو یہ کہیں کہ وہ حاکم کے یہاں ہے۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں بزرگوں کا قول سنتا تھا۔ کہ جب

عالم کو دیکھو کہ دنیا سے محبت رکھتا ہے تو اس کو تم اپنے دین میں متہم جانو یہاں تک کہ اس مضمون کا میں نے تجربہ کرلیا۔ یعنی جب حاکم کے یہاں گیا اور وہاں سے نکلنے کے بعد اپنے نفس کا محاسبہ کیا تو معلوم ہوا کہ اس کو بہت دوری ہوگئی حالانکہ جس طریقہ سے میں حکام سے ملتا ہوں تم دیکھتے اور جانتے ہو کہ انہیں سخت اور برا بھلا کہتا ہوں اور اکثر ان کی خواہش کی مخالفت کرتا ہوں اور یہی چاہتا ہوں کہ اس تک جانے کی نوبت ہی نہ آئے باوجود اس کے میں ان سے کچھ لیتا نہیں نہ اس کے گھر کا پانی پیؤں پھر فرمایا کہ اب ہمارے زمانے کے علماء بنی اسرائیل کے علماء سے بھی بدتر ہیں کہ بادشاہوں (حاکموں) کو جائز امور بتاتے نہیں بلکہ جو ان کی مرضی کے موافق ہو۔ وہی انہیں سناتے ہیں اگر ان کو وہ امور سکھا دیں جو ان پر واجب اور جن میں ان کی نجات ہے تو حکام ان سے نفرت کریں اور اپنے پاس ان کا آنا برا سمجھیں حالانکہ یہ اللہ کے نزدیک ان کی نجات کا باعث ہے کہ انہیں کوئی حق سمجھائے اور وہ اس پر عمل کریں۔)

فائدہ : حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ تمہارے سے پہلے لوگ اس لئے بلند مرتبہ بزرگ تھے کہ وہ اسلام میں عملی طور پر وافر حصہ رکھتے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تعلیم یافتہ اور آپ کی سیرت مبارکہ کے مطابق زندگی بسر فرماتے تھے۔

فائدہ : حضرت بدرالدین مبارک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ ان بزرگوں میں سے سعد بن ابی وقاص بھی ہیں۔

فائدہ : حضرت حسن رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اکابر سلاطین (حکام) کے پاس نہیں جاتے تھے بلکہ ان سے نفرت کرتے تھے۔ (حکایت) حضرت سعد بن ابی وقاص کو صاحبزادوں نے کہا کہ بعض لوگ اسلامی علوم اور صحبت رسول اللہ میں آپ کے برابر نہیں۔ وہ بادشاہوں کے پاس جاتے ہیں اگر آپ بھی جائیں تو بہتر ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹے دنیا مردار ہے اور کچھ لوگوں نے اس کو گھیر رکھا ہے بخدا میں حتیٰ الوسع ان کا شریک نہ ہوں گا انہوں نے کہا کہ آپ بھوک کی لاغری میں مرجاؤ گے فرمایا کہ میں ایمان کے ساتھ لاغری میں مرجانا اچھا جانتا ہوں کہ نفاق کے ساتھ موٹا ہو کر مروں۔

فائدہ : حضرت حسن رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ بخدا حضرت سعد نے بیٹوں کو لاجواب کردیا۔ اور خوب حجت قائم کی اس لئے کہ مٹی گوشت اور موٹاپن کو کھا پی جائے گی لیکن ایمان کو نہ کھائے گی۔

درس عبرت : اس میں اشارہ ہے کہ بادشاہوں کے پاس جانے سے آدمی نفاق سے یقیناً نہیں بچتا جو ایمان کی نقیض ہے۔

حکایت : ابوغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اے مسلمہ بادشاہوں کے دروازوں پر مت جانا اس لئے کہ تم کو ان کی دنیا میں سے جبھی کچھ ملے گا جب تمہارے دین میں سے وہ اس سے بہتر

لے لیں گے۔

انتباہ : علماء کے لئے یہ امر ایک بڑا فتنہ اور شیطان کا ایک سخت ذریعہ علماء کو گمراہ کرنے کا ہے۔ خصوصاً ایسے علماء جن کی آواز اچھی اور کلام شیریں ہو اس لئے کہ شیطان ہمیشہ اس کو یہی سمجھاتا ہے کہ ۔ سلطانوں کے پاس جانے اور ان کو نصیحت کرنے سے وہ لوگ ظلم سے باز رہیں گے اور شریعت کے احکام ان میں جاری اور قائم ہو جائیں گے اور ہوتے ہوتے یہ خیال دل میں ڈال دیتا ہے کہ تمہارا ان کے پاس جانا دین میں داخل ہے پھر جب وہ عالم ان کے پاس جاتا ہے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ کلام میں نرمی اور مداہنیت اور ان کی تعریف اور خوشلد نہ کرے اور ان امور میں دین کی خرابی ہے اور اکابر اسلام یوں کہا کرتے تھے کہ علماء جب علم سے کچھ جان لیتے تھے تو عمل کرتے تھے اور عامل ہونے پر مشغول رہتے تھے اور شاغل ہونے کے بعد۔ گمنام ہوتے تھے اور گمنام ہونے کی وجہ سے ان کی طلب ہوتی تھی اور طلب پر وہ بھاگا کرتے تھے (اور آج موقعہ کی تلاش میں ہیں کہ ۔ خدا وہ دن کرے کہ ان کے ہاں جائیں ہم۔

۔ اب تو یوں سمجھاتا ہے کہ جاؤ مشہوری ہو گی اخبارات میں نام چھپے گا۔ ریڈیو، ٹیلی وژن میں تقریروں کا موقع ملے گا تمہارا خوب چرچا ہو گا اور زندگی خوب ٹھاٹھ باٹھ سے بسر ہو گی۔ (اویسی غفرلہ) اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پ۲ البقرۃ ۱۵۶

حکایت : حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو خط لکھا بعد حمد و صلوٰۃ کے التماس ہے کہ آپ مجھے ایسے لوگ بتائیں جن سے میں اللہ تعالیٰ کے احکام میں مدد لیا کروں آپ نے جواب میں لکھا کہ اہل دین تمہارے پاس آنے کے نہیں اور دنیا والوں سے تم کو غرض نہیں۔ تاہم تم اشراف لوگ اپنے ساتھ رکھو کہ وہ لوگ اپنے شرف کو آلودگی خیانت سے محفوظ رکھتے ہیں۔

فائدہ : حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے عمر بن عبدالعزیز کو یوں لکھا کہ حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دور میں سب سے زیادہ زاہد تھے تو جب اہل دین کو ایسے نیک حاکم کے پاس جانے سے بھی گریز کرنا شرط ہو تو دوسرے حاکم کی طلب اور اس سے میل جول رکھنا کیسے مناسب ہو گا۔

اکابر علماء کی دنیا دار مولویوں کو نصیحت : حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور ابراہیم بن ادہم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور یوسف بن اسباط رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ دنیا کے علماء یعنی علمائے مکہ اور علمائے شام وغیرہ کے علماء کو عیوب و نقائص بیان کرتے تھے کہ تم دنیا کی طرف اور بادشاہوں کی ملاقات کی۔ جانب مائل ہو یہ اچھا عمل نہیں۔ *

۔ ہمارے دور سے متصل گزشتہ صدی تک یہی کیفیت رہی کہ علمائے حق اور مشائخ اہلسنت دنیا داروں اور حکام و افسروں اور وزراء و صدور اور گورنروں اور امراء وغیرہ ایسے

(۱) علمائے آخرت کی ایک علامت یہ ہے کہ فتویٰ دینے میں جلدی نہ کرے بلکہ جب تک اس سے بچے رہنے

کی سبیل معلوم ہو تب تک توقف اور احتراز ہی کرے پس اگر کوئی ایسا مسئلہ پوچھے جسے قرآن یا قطعی حدیث یا اجماع یا قیاس ظاہر سے یقیناً جانتا ہو تو حکم بتا دے۔ اگر ایسا مسئلہ پوچھے جس میں شک ہو تو کہہ دے کہ مجھے معلوم نہیں۔ اور اگر ایسا مسئلہ پوچھے جس کا حکم غالباً اپنے اجتہاد اور تخمین سے صحیح معلوم ہو تو اس میں احتیاط کرے بلکہ دوسرے کے حوالہ کر دے۔ کہ اس سے پوچھ لو (اگر دوسرا بتا سکتا ہو) احتیاط کا مرتبہ یہی ہے اس لئے کہ اجتہاد کا بوجھ اپنی گردن پر رکھنا بہت سخت ہے۔

حدیث : حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "العلم ثلثة کتاب ناطق و سنة قائمة ولا ادری" ترجمہ۔ "علم تین ہیں۔ (1) کتاب اللہ۔ (2) سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (3) لاادری یعنی مسئلہ کی لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے کہنا میں نہیں جانتا۔ یہ بھی علم ہے جسے دور حاضر میں آج لاعلمی کا اظہار اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔)

فائدہ : شعبی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ لاادری نصف علم ہے اور جو شخص ایسے موقع میں کہ مسئلہ نہ جانتا ہو اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرنے کو چپ رہے۔ تو اس شخص سے ثواب کم نہ ہوگا جو صحیح اور سچ جواب بتا دے اس لئے کہ نہ جاننے کا اقرار کرنا نفس پر نہایت ہی سخت ہے غرضیکہ عادات صحابہ رضی اللہ عنھم اور اکابرین کی عادت یوں تھی کہ لاعلمی لاادری کہہ دینا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دستور تھا کہ جب کوئی فتویٰ پوچھتا تو فرماتے کہ فلاں کے پاس جاؤ وہ لوگوں کے مسائل کا کفیل ہے۔

2 - حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص لوگوں کو ہر مسئلہ کا فتویٰ دے وہ بے شک مجنون ہے اور فرمایا کہ علم کی ڈھال لاادری ہے اگر کوئی آدمی اس سے چوک جائے تو پھر اس کی خیر نہیں۔3 - حضرت ابراہیم بن ادھم فرماتے ہیں کہ شیطان پر اس عالم سے زیادہ کوئی سخت نہیں جو علم ہی سے بولے اور علم ہی کیساتھ سکوت کرے شیطان کہتا ہے کہ اسے دیکھو کہ اس کے بولنے سے اس کا خاموش رہنا مجھ پر بہت بھاری ہے۔ 4 - بعض اکابر نے ابدال کی صفت بیان کی ہے۔ کہ ان کی غذا فاقہ ہے اور کلام ضرورت یعنی جب تک ان سے کوئی کچھ نہ پوچھے تب تک نہ بولے اور جب کوئی کچھ پوچھتا ہے اور ایسا شخص دیکھتے ہیں کہ وہ بتا دے گا تو چپ رہتے ہیں اگر مجبور ہوتے تو جواب دیتے اور یہ لوگ سوال سے پہلے بولنے کو تقریر کی خفیہ خواہش میں شمار کرتے تھے۔

حکایت : حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شخص پر گزرے کہ وہ لوگوں کے سامنے تقریر کر رہا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ یہ یوں کہتا ہے کہ مجھے جان لو۔

* بعض اکابر کا قول ہے کہ عالم وہ ہے کہ جب کسی مسئلہ کے متعلق اس سے دریافت کیا جائے تو اسے یوں محسوس ہو کہ گویا اس کی داڑھ نکالی جارہی ہے۔* حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے کہ تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ ہمیں پل بناؤ اور اس پر سے دوزخ کی طرف عبور کرو۔* حضرت ابو حفص نیشاپوری فرماتے کہ عالم وہ ہے کہ سوال

کے وقت ڈرے کہ قیامت کو کہیں یہ سوال نہ ہو کہ کہاں سے جواب دیا تھا۔* حضرت ابراہیم تیمی سے اگر کوئی مسئلہ پوچھتا تو روتے اور فرماتے کہ تمہیں میرے سوا کوئی دوسرا نہ ملا کہ مجھ پر چڑھائی کردی۔* ابوالعالیہ ریاحی اور ابراہیم نخعی اور ابرہیم ادہم اور سفیان ثوری رحمھم اللہ دو یا تین آدمیوں کے سامنے کچھ بیان کیاکرتے اور جب لوگ زیادہ ہوجاتے تو رک جاتے۔ (یعنی مجمع باز نہ تھے۔ اس سے دور حاضرہ کے ہمارے مقررین حضرات عبرت حاصل کریں کہ مجمع نہ ہو تو تقریر نہیں کرتے بلکہ ہمارے دور کے نعت خواں ان سے چند قدم آگے ہیں اللہ مقررین وغیرہ کو سمجھ دے۔)

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے۔ "ما ادری اعزیر بنی ام لا ادری ان التبع ملعون ام لا ما ادری ذوالقرنین بنی ام لا" *

ترجمہ - "میں نہیں جانتا کہ عزیز نبی ہے یا نہ اور میں نہیں جانتا کہ تبع ملعون ہے یا نہ اور میں نہیں جانتا کہ ذوالقرنین نبی ہے یا نہ۔"

حدیث : جب حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھاکہ تمام جگہوں میں بہتر کونسی جگہ ہے اور بدترین کونسی؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں۔* یہاں تک کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا۔ انہوں نے عرض کیاکہ معلوم نہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بتایاکہ تمام جگہوں میں بہتر جگہ مسجدیں ہیں اور تمام جگہوں میں بد تر بازار ہیں۔ لحہ

* حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اگر کوئی مسائل پوچھتا تھا تو آپ ایک کا جواب دیتے تھے اور نو کے جواب میں کچھ نہ کہتے۔* حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نو کا جواب دیتے تھے اور ایک کے جواب میں خاموش رہتے۔* فقہائے سلف میں ایسے لوگ بہت تھے جو یہ کہہ دیتے تھے میں نہیں جانتا۔ میں نہیں جانتا اور یہ بھی جانتا ہوں کہنے والے کم تھے۔* حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور* حضرت مالک بن انس اور احمد بن حنبل اور فضیل بن عیاض اور بشر بن حارث سب ایسے ہی تھے کہ لاادری۔ اکثر کہتے تھے* حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ میں نے اس مسجد میں ایک سو بیس صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) دیکھے وہ سب ایسے ہی پائے کہ جب کسی سے کوئی فتویٰ پوچھا جاتا یا حدیث پوچھی جاتی تو یہی چاہتا کہ کوئی اس سوال سے ہمیں بچائے اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جب ان میں سے کسی پر جب کوئی سوال پیش ہوتا تو وہ اس کو دوسرے کے پاس بھیجتے وہ تیسرے کے پاس یہاں تک کہ ہوتے ہوئے پھر اول کے پاس آجاتا۔

ا۔ اس حدیث سے منکرین کمالات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو خوش ہوں گے کہ اس روایت سے ثابت ہوا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تینوں سے لاعلم ہیں۔ (معاذ اللہ) حالانکہ یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ اس لئے کہ ضروری نہیں کہ جہاں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمادیں کہ فلاں واقعہ میں نہیں جانتا تو اس سے ثابت ہو جائے کہ آپ اسے ہمیشہ کے لئے نہیں جانتے یا

صرف اسی وقت اس پر بے شمار دلائل قائم کئے جا سکتے ہیں یہاں صرف اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ حدیث ہذا میں جن تین امور سے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ذات سے نفی فرمائی ہے انہی کو خود مفصل بیان فرمایا ہے۔ مثلاً فرمایا (1) میں نہیں جانتا کہ عزیر نبی ہے یا نہ حالانکہ یہ نہ صرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عزیر علیہ السلام کی نبوت کو جانتے ہیں بلکہ آپ کی امت کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ عزیر علیہ السلام نبی ہیں۔ (2) تبع کے متعلق لاعلمی کا اظہار فرمایا حالانکہ خود اس کے مفصل واقعات بیان فرمائے منجملہ ان کے ایک ملاحظہ ہو۔

تبع کا واقعہ

اول حمیری مرحوم بادشاہ ہفت اقلیم نے اپنی سلطنت کا دورہ شروع کیا' بارہ ہزار حکیم اور عالم' اور ایک لاکھ تیس ہزار سوار اور ایک لاکھ تیرہ ہزار پیادہ اپنے ہمراہ لئے اور اس شان سے روانہ ہوئے کہ جہاں بھی قیام کرتے تھے اس قدر شوکت شاہی دیکھ کر مخلوق خدا چاروں طرف سے نظارہ کو جمع ہو جاتی تھی اور بادشاہ کی تعظیم و تکریم بجا لاتی۔ مگر مکہ مکرمہ کی زمین پر جب بادشاہ نے قیام کیا تو اہل مکہ سے کوئی دیکھنے بھی نہ آیا تب بادشاہ نے اپنے وزیراعظم سے دریافت کیا تو وزیر نے جواب دیا کہ مکہ مکرمہ میں ایک گھر ہے جس کو بیت اللہ کہتے ہیں اس کی اور اس کے خادموں کی جو یہاں کے باشندے ہیں بڑی تعظیم و تکریم کرتے ہیں اور جتنا ہمارا لشکر ہے اس سے کہیں زیادہ دور اور نزدیک کے لوگ اس گھر کی زیارت کو آتے ہیں اور اس کی تعظیم بجا لاتے ہیں اور ہر طرح سے یہاں کے خادموں کی خدمت کر کے جاتے ہیں پھر آپ کا لشکر کا رعب اور شوکت شاہی اس کے خیال میں کیا آئے اور جو خود اپنی تعظیم کرانے کے عادی ہیں ان کو کسی کی تعظیم کرنا کیونکر پسند آئے ---

یہ سن کر بادشاہ کو بہت غصہ آیا اور قسم کھائی کہ جب تک بیت اللہ کو بنیاد سے نہ اکھڑوا دوں (معاذ اللہ) اور یہاں کے مردوں کو قتل کروا کے عورتوں کو قید نہ کرلوں اس وقت تک یہاں سے کوچ نہ کروں گا ---- یہ کہنا تھا کہ آنکھ اور ناک و کانوں سے ایسا متعفن مادہ اور پیپ بہنے لگا کہ کسی میں بھی اس کی بدبو کے سبب سے بادشاہ کے پاس بیٹھنے کی بھی طاقت نہ رہی اور جتنا علاج کیا بیماری بڑھتی ہی گئی --- شام کے وقت ایک عالم ربانی بادشاہ کے ہمراہی عالموں سے تشریف لائے اور بعد دیکھنے نبض کے فرمایا کہ نبض سے کوئی مرض معلوم نہیں ہوتا ہے بالکل تندرستوں کی سی نبض ہے۔ لا محالہ یہ کسی گناہ کی خداوند کریم کی طرف سے سزا ہے یہ قہر الٰہی ہے۔ اے بادشاہ کہیں آپ نے کوئی برا ارادہ تو نہیں کیا ہے جواب میں بادشاہ نے اقرار کیا اور اپنی قسم کا پورا حال ظاہر کر دیا یہ سن کر فوراً ہی ان عالم ربانی نے فرمایا کہ اے بادشاہ اس کا واحد علاج اس ارادہ سے توبہ ہے۔ لہٰذا توبہ کرو' اور کچھ بارگاہ حق سبحانہ وتعالیٰ میں نذر بھی مان لو۔

پہلا غلاف کعبہ : بادشاہ نے اسی وقت خداوند کریم جل جلالہ و عم نوالہ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا کہ اے پاک گھر کے مالک و مولیٰ اگر مجھ کو اسی رات میں صحت ہو گئی تو میں بیت اللہ پر "دوہرے ریشمی غلاف چڑھا دوں گا اور سات سات اشرفی اور سات سات جوڑے ریشمی' اہل مکہ کی خدمت میں نذر کروں گا۔

مرض کافور ہو گیا: بعد توبہ کرنے اور نذر ماننے بادشاہ کے' یہ عالم ربانی بادشاہ سے رخصت ہو کر ابھی خیمہ شاہی کے دروازہ تک ہی پہنچے تھے کہ نائب بادشاہ نے عالم صاحب کو آواز دی کہ فی الواقع یہ مرض نہ تھا بلکہ واقعی جو آپ نے فرمایا کہ عتاب الٰہی ہے۔ حقیقت میں یہ

مجھ پر عتاب اور قہر الٰہی تھا۔ توبہ کرنے کے بعد ہی یہ مرض ختم ہو گیا اور مجھ کو کامل شفاء و صحت ہو گئی ہے اب بحمد اللہ مجھ پر بیماری کا کوئی اثر نہیں ہے ---- اسی وقت بادشاہ تبع اول حمیری نے عوام لشکریوں کو حکم دیا کہ شب شب دوہرے ریشمی غلاف تیار کیے جائیں چنانچہ اسی رات کو غلاف تیار ہوئے اور صبح ہوتے ہی نہایت شان و شوکت سے کعبہ شریف پر چڑھائے گئے اور تمام اہل مکہ مرد وزن' بچے و بوڑھوں کو سات سات اشرفی اور سات سات ریشمی جوڑے نذر کئے' خانہ کعبہ کی زیارت سے مشرف ہو کر پھر کوچ کیا اور اس زمین مقدس پر پہنچے جہاں اب مدینہ طیبہ آباد ہے اور وہیں ایک پانی کے چشمے کے متصل لشکر نے قیام کیا۔

انصار رسول آباد ہوتے ہیں : بادشاہ کے ہمراہیوں میں سے چار سو نے مع اس عالم کے جن کی تدبیر سے بادشاہ کو آرام ہوا تھا' وہاں کی مٹی چکھی' کنکریوں کو سونگھا اور ہجرت گاہ نبی کی جو علامتیں انہوں نے کتب سابقہ میں پڑھی تھیں اس کے مطابق اس زمین مطہر کو پایا' دلوں نے تصدیق کی اور انہوں نے آپس میں یہ عہد کر لیا کہ ہم یہاں ہی مر جائیں گے مگر ہم اس مقدس زمین کو چھوڑ کر کہیں نہ جائیں گے۔ اگر ہماری قسمت نے یاوری کی کبھی نہ کبھی جب پیغمبر آخر الزمان سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہاں تشریف لائیں گے اور بموجب پیش گوئی تورات اور انجیل و زبور وغیرہ ضرور ہجرت فرما کر اس زمین پاک پر تشریف لائیں گے جب ہمارا ضرور مدعائے دلی حاصل ہو گا اور حضرت کی زیارت کا لطف اٹھائیں گے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے مراتب اخروی حاصل کریں گے ---- اور اگر یہ دولت نصیب نہ ہو گی تو ہماری قبروں پر تو ضرور کبھی نہ کبھی ان کی نعلین کریمین (پاپوش) کی خاک اڑ کر تو پڑ ہی جائے گی جو ہماری نجات کو کافی ہے۔

یہ بات سن کر تبع اول حمیری بادشاہ نے ان عالموں کے بسنے کے واسطے چار سو مکان بنوا دیے اور اس عالم ربانی کے مکان کے پاس ایک مکان بہ نیت سکونت جناب رسالت سرور کائنات حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنایا اور چار چار سال کے لئے سب کے واسطے کھانے اور پہننے کا سامان مہیا کر دیا۔

بادشاہ کی عرضی سرور کائنات کے نام : اور اپنی عقیدت سے ایک عرضی لکھی مضمون اس عرضی کا یہ تھا۔ کمترین مخلوقات تبع اول حمیری کی طرف سے گزارش ہے کہ اے اللہ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کے دن اپنی شفاعت سے مجھے محروم نہ رکھنا۔

اس عریضہ کو ملفوف کر کے مہر لگا کر اس عالم ربانی کے سپرد کیا اور وصیت کی کہ نسلاً بعد نسل برابر وصیت جاری رہے کہ یہ عرضی حضور رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچے جب بھی آپ کا ظہور ہو۔

اس عالم ربانی کی اولاد سے سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ اقدس پایا اور اعلان سن کر حضرت ابویعلی کے ہاتھ وہ عرضی مکہ مکرمہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کی اور مدینہ طیبہ تشریف لانے کی دعوت دی۔

علم غیب کی جھلک : جب حضرت ابویعلی مکہ مکرمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے دیکھتے ہی حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا تم ابو علی ہو اور تمہارے پاس تبع حمیری کا خط میرے نام ہے حضرت ابو علی کہتے ہیں میں سن کر حیران ہو گیا اور چونکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابھی نہیں پہچانتا تھا میں نے عرض کی کہ آپ کی صورت جادوگروں کاہنوں والی تو معلوم نہیں ہوتی تو حالت جان پہچان کے بغیر آپ نے مجھے کیسے جان لیا اور عرضی کا علم کیسے ہوا۔ آپ نے فرمایا میں خاتم النبیین ہوں لاؤ وہ عرضی جو تبع نے بھجوائی۔ آپ نے پڑھ

کر تین بار فرمایا مرحبا بالتبع بالاخ الصالح۔

حضور مدینہ پاک : جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پاک تشریف لائے اور تبع کے بنائے ہوئے اپنے مکان میں جو ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں تھا۔ رونق افروز ہوئے اور اونٹنی بحکم خدا اسی جگہ پر بیٹھی ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ یہ ابوایوب انصاری رضی اللہ انہی چار سو علماء کی اولاد میں تھے جنہوں نے مدینہ پاک کو اولاً آباد کیا تھا۔

تبع کے ایمان کی گواہی : حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "لا تسبعو تبعا فانه مومن" تبع کو برا مت کہو وہ مومن تھا (وفاء الوفاء) تبع کے متعلق مزید فقیر کی تصنیف و محبوب مدینہ کا مطالعہ فرمایئے (جواب 2) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم مبارک تدریجی طور ظاہر ہوا۔ جس کے متعلق اظہار کا وقت نہیں اس کو لاعلمی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مثلاً حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق پہلے فرمایا کہ مجھے ان پر فضیلت مت دو "لا تفضلوني علي يونس بن متي" (بخاری) لیکن بعد کو اپنی فضیلت علی الاطلاق جملہ انبیاء و رسل بلکہ جملہ کائنات پر ظاہر فرمائی۔ یہاں بھی وہی ہوا کہ پہلے تبع کے متعلق لاادری فرمایا بعد کو اس کی مکمل سوانح بیان فرما دی۔ (بجواب 3) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری محض تعلیم امت ہے جس طرح تعلیم کا تقاضا ہوتا ہے آپ اسی طرح خود کو ظاہر فرماتے ہیں علم و لاعلمی و اختیار و عدم اختیار کا وہاں کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ مثلاً آپ بوقتہ بھوک شکم اقدس پر پتھر باندھتے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہ تھا کہ آپ کو بھوک ستاتی اس لئے کہ آپکو آپ کا رب کھلاتا پلاتا (بخاری) جیسے پیٹ اقدس پر پتھر باندھنا محض تعلیم تھی یہاں بھی یہی سمجھانا مطلوب تھا کہ جس مسئلہ کا علم نہ ہو لا ادری کہہ دیا کرو؟ (بجواب 3) لا ادری میں درایہ کی نفی ہے یعنی اٹکل اور گمان سے جاننا علم کی نفی نہیں اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اٹکل بچو [illegible] سے پاک ہے مزید فقیر کی کتاب علیہ انما سول میں یہی حال سکندر کے متعلق ہے اس کی تفصیل فقیر کی تفسیر فیوض الرحمٰن ترجمہ روح البیان پ 16 پڑھئے۔

حکایت : اصحاب صفہ میں کسی کے پاس ایک سری بھنی ہوئی بطور ہدیہ آئی اور وہ سب اس وقت بہت عسرت سے بسر کرتے تھے۔ انہوں نے دوسرے کو ہدیہ کر دی اور دوسرے نے تیسرے کو اسی طرح رفتہ رفتہ پھر اسی کے پاس آگئی۔

ا۔ اس حدیث پر بھی منکرین کمالات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بغلیں بجاتے ہیں بلکہ اسی کو بطور قانون استعمال کرتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کوئی علم نہ تھا جب تک جبریل علیہ السلام حاضر نہ ہوتے۔ اس حدیث کے جوابات وہی ہیں جو ہم تبع کے متعلق لاعلمی کے اظہار کے لئے ہم نے لکھے۔

ایک جواب اور بڑھا لیجئے وہ یہ کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر معاملہ میں جبریل علیہ السلام کا انتظار نہیں فرماتے تھے اور نہ ہی جبریل علیہ السلام کے آپ محتاج تھے اور نہ ہی ہر وحی جبریل علیہ السلام لاتے نزول وحی کی آٹھ قسمیں ہیں انہیں میں ایک یہ بھی ہے جو بذریعہ جبریل علیہ السلام پیش کی جاتی اور جن مواقع پر جبریل علیہ السلام کا انتظار کیا جاتا یا ان سے کسی مسئلہ کا سوال کیا جاتا اور وہ اللہ کے ہاں حاضری کا عرض کرتا اس میں یہ راز تھا کہ یہود (اہل کتاب) اپنی کتابوں میں اور اپنے بڑوں سے اسی طرح دوسرے عوام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ایک علامت یہ بھی ذہن میں رکھتے تھے کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پکی یہی نشانی ہے کہ ان کے ہاں جبریل علیہ السلام حاضر ہو گا اور وہ از خود کوئی بات نہ سنائیں گے ان کی ہر بات وحی خدا ہو گی۔ اس لئے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم بعض اوقات جبریل علیہ السلام کا انتظار فرماتے یا ان سے پوچھتے تو یہودیوں کو اپنی نبوت کی یقین دہانی کے لئے نہ کہ آپ کی لاعلمی وجہ بعض سے ایسے مواقع بھی پیش آئے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے جبریل علیہ السلام نے لاعلمی کا اظہار کیا مثلاً جب کہیعص لائے تو عرض کی "کاف" آپ نے فرمایا علمت (میں نے جان لیا) ھا عرض کی علمت میں نے جان لیا ص تک عرض کرتے گئے اور آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) علمت فرماتے گئے۔ ان پر وحی لانے والا فرشتہ حضرت جبریل علیہ السلام حیران رہ گیا۔ (روح البیان پارہ اول تفسیر الم)

فائدہ : غور کیجئے کہ دور حاضرہ میں علماء کا معاملہ کیسا الٹا ہوگیا۔ کہ جس چیز سے لوگ پہلے بھاگتے تھے وہ اب ان کی مطلوب ہوگئی۔ اور جو مطلوب تھی اس سے نفرت کرنے لگے فتویٰ دینے سے بچنے کی خوبی اس حدیث سے بھی معلوم ہوتی ہے۔ جو بعض اکابر نے مرفوعاً بیان کی ہے کہ لوگوں کو فتویٰ نہ دیں مگر تین آدمی ماموریا امیریا متکلف اور بعض اکابر فرماتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم چار چیزیں ایک دوسرے پر ٹالا کرتے تھے۔ (1) امامت (2) وصیت (3) امانت (4) فتویٰ۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ جس کو علم کم ہوتا ہے تو وہ جلد فتویٰ دینے کو تیار ہو جاتا تھا۔ اور جو زیادہ پرہیزگار ہوتا تھا وہ فتویٰ کو سب سے زیادہ دوسرے پر ٹالتا تھا اور صحابہ اور تابعین کا شغل پانچ چیزوں میں تھا۔ (1) قرآن پاک کی تلاوت (2) مسجدوں کی آبادی (3) اللہ تعالیٰ کا ذکر (4) اچھی بات کا امر کرنا (5) بری بات سے منع کرنا اس کی وجہ یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے۔ "یاکل کلام ابن آدم علیہ لا الہ الا ثلثۃ امر بالمعروف اونھی عن المنکر اوذکر اللہ"(بنی آدم کا ہر کلام اسے غیر مفید ہے سوائے تین کے (1) امر بالمعروف (2) نہی عن المنکر (3) ذکر اللہ۔)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "لَا خَیْرَ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَیْنَ النَّاسِ" النساء پ 5 / 114

حکایت : بعض علماء نے ایک اجتہاد کرنے والے اور فتویٰ دینے والے کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ تم فتویٰ اور قیاس کیا کرتے تھے۔ اس کا کیا حال ہے اس نے ناک چڑھائی اور منہ پھیرلیا اور کہا کہ ہم نے کچھ نہ پایا اور اس کا انجام اچھا نہ ہوا۔ حضرت ابن حصین کہتے ہیں کہ علماء ایسے ہی سوال کا جواب کہہ دیتے ہیں کہ اگر وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش ہوتا تو اس کے لئے آپ تمام اہل بدر کو جمع فرماتے۔

☆ علامت علمائے آخرت سکوت (خاموشی) ہمیشہ سے اہل علم کی علامت اور طریقہ رہا ہے بلاضرورت ہرگز کوئی بات نہ کرے۔

حدیث : جب تم کسی کو دیکھو کہ خاموشی اور زہد اس عنایت ہوا ہے تو اسے سے قریب ہو جاؤ۔ کہ اسے حکمت تعلیم کی جاتی ہے۔ بعض اکابر کہتے ہیں کہ عالم دو ہیں۔ (نمبر1) عوام کا عالم وہ مفتی ہے۔ جو بادشاہوں کا مصاحب ہو۔ (2) خواص کا عالم۔ وہ توحید اور دل کے اعمال کا عالم ہے۔ ایسے لوگ خلوت میں تنہا رہتے ہیں۔

اکابر علماء و صلحاء : * مشہور تھا کہ امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ دجلے کی طرح ہیں کہ ہر شخص اس میں سے چلو بھرلیتا ہے۔ * بشر بن حارث مثل میٹھے کنویں کے ہیں جو اوپر سے ڈھکا ہوا ہو کہ اس پر ایک ایک ہی شخص قصد کرتا ہے۔

فائدہ : پہلے زمانہ میں یوں کہا کرتے تھے کہ فلاں شخص عالم ہے اور فلاں متکلم۔ اور فلاں کو کلام میں زیادہ دسترس ہے اور فلاں علم میں زیادہ ہے۔ * ابو سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کلام کی بہ نسبت معرفت سکوت سے قریب تر ہے۔ * بعض نے فرمایا کہ جب علم بہت ہوتا ہے تو کلام زیادہ ہوتا ہے لیکن علم کم ہو جاتا ہے۔ * حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خط لکھا اور ان دونوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھائی چارہ کر دیا تھا۔

حکایت : چنانچہ بخاری میں جحیفہ سے مروی ہے کہ خط کا مطلب یہ تھا کہ بھائی میں نے سنا ہے کہ تمہیں لوگوں نے مسند طبابت پر بٹھایا ہے۔ اور مریضوں کا علاج کرتے ہو۔ مگر سوچ لو اگر واقع میں تم طبیب ہو تب تو تمہاری گفتگو بھی شفا ہے اور اگر بہ تکلف طبیب ہوگئے ہو تو بھائی خدا سے ڈرو مسلمان کو جان سے نہ مار دینا۔ اس خط کے بعد حضرت ابو دردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی دوا پوچھتا تو توقف کرتے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب کوئی سوال کرتا تو فرماتے کہ ہمارے آقا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھو۔ * حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اگر کوئی سوال کرتا تو فرماتے کہ حضرت جابر ابن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھو۔ * حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے کہ حضرت سعید بن المسیب سے دریافت کرلو۔

حکایت : ایک صحابی نے حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے بیس حدیثیں بیان کیں۔ کسی نے ان کی تفسیر پوچھی انہوں نے فرمایا کہ میں بجز روایت کے اور کچھ نہیں جانتا۔ حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک ایک حدیث کی تقسیم جدا جدا بیان فرمائی۔ سامعین کو ان کی تفسیر اور یادداشت کی خوبی سے تعجب ہوا۔

حکایت : صحابی نے ایک مٹھی بھر کنکروں کی اٹھا کر ان لوگوں کو مار کر فرمایا۔ کہ تم مجھ سے علمی بات پوچھتے ہو حالانکہ یہ عالم تمہارے ہاں موجود ہے۔

علمائے آخرت کی علامت : علم باطن کے سیکھنے اور دل کی نگرانی اور طریق آخرت کے پہچاننے اور اس کے چلنے کا زیادہ اہتمام رکھنا اور مجاہدہ و مراقبہ سے ان امور کی حقیقت معلوم کرنے کی صحیح اور سچی امید کرنا اس لئے کہ مجاہدہ سے مشاہدہ اور دل کے علوم کی باریکیاں پیدا ہوتی ہیں پھر۔ ان سے دل میں حکمت کے چشمے پھوٹتے ہیں اور کتابیں اور تعلیم اسباب کافی نہیں بلکہ اگر سالک مجاہدہ کرے اور دل کا نگران رہے اور اعمال ظاہری و باطنی بجالائے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے خلوت میں حضور دل اور فکر صاف سے بیٹھے اور اس کے ماسوا منقطع ہو جائے۔ تاکہ ان گنت

حکمتیں اس کے دل پر مفتوح ہوں کیونکہ کلید الہام اور منبع کشف' یہی امور ہیں۔ اس لئے کہ بہت سے طالب علم ایسے ہیں کہ بہت دنوں تک سیکھتے رہے مگر جس قدر پڑھا اس سے ایک لفظ بھی آگے نہ بڑھے اور بہت ایسے ہیں کہ ضروری علم پر کفایت کرکے عمل پر اور دل کی نگرانی پر سعی کی تو اللہ تعالیٰ نے لطیف حکمتیں ان کے لئے ایسی کھول دیں جن میں عقلاء متحیر رہ گئے اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص عمل کرے اس عمل پر جو اس نے سیکھا تو اسے اللہ تبارک و تعالیٰ اس چیز کا علم سکھائے جو اس نے نہیں سیکھی سابقہ کتابوں میں وارد ہے کہ اے بنی اسرائیل یہ نہ کہو کہ علم آسمان میں ہے اس کو زمین پر کون اتارے گا یا علم زمین کی تہوں میں ہے اس کو اوپر کون لائے گا یا علم سمندر پار ہے اس کو ادھر کون لائے بلکہ یوں کہو کہ علم دلوں میں ہے تم میرے سامنے روحانیوں کے سے آداب برتو اور صدیقوں کے اخلاق اختیار کرو۔ میں تمہارے دلوں میں وہ علم ظاہر کروں گا کہ وہ تمہیں ڈھانپ لے۔

فائدہ : حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اکثر علماء و عباد و زہاد دنیا سے گئے لیکن ان کے دل مقفل رہے۔ بجز صدیقوں اور شہیدوں کے قلوب کے کسی کے قلوب نہ کھلے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ " وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ"(پ 7 الانعام 59) اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی انہیں وہی جانتا ہے۔(ترجمہ کنزالایمان)

فائدہ : اگر اہل دل کے دل کا ادراک نور باطن * سے علم ظاہر پر حاکم اور غالب نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے کہ اپنے دل سے فتویٰ لو اگرچہ لوگ خلاف حکم اور فتویٰ لگادیں۔

حدیث شریف قدسی : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "لا یزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی احبه فاذا احبته کنت سمعه الذی یسمع به" "بندہ ہمیشہ نوافل سے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔" ۱۔

۱۔ اہل دل کے اس علم کا نام فراست ہے جسے ہم اولیائے کرام کے لئے کشف سے تعبیر کرتے ہیں اور علم فراست احادیث صحیحہ سے ثابت ہے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اتقوا فراسته المومن فانه ینظر بنور اللّٰه (ترمذی) مومن کی فراست سے ڈرو اس لئے کہ وہ نور الہٰی سے دیکھتا ہے۔ اس علمی فراستہ کو علمائے حق اہلسنت علم لدنی کہتے ہیں اس کے دلائل تو فقیر نے اپنے رسالہ الدراستہ علم فی الفراستہ" میں لکھے ہیں چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

(ا) حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ شیخ شیرازی کی عقائد سے نقل کرکے لکھتے ہیں۔

نعتقد ان العبد ینقل فی الاحوال حتی یصیر الی نعت الروحانیة فیعلم الغیب

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ بندہ جب ترقی مقامات کو حاصل کرکے صفت روحانی تک پہنچتا ہے تو غیب جاننے لگتا ہے یعنی اس مقام کو طے کرنے کے بعد اس کو غیب حاصل ہوجاتا ہے۔

(2) یہی ملا علی قاری اسی کتاب عقائد سے مرقات شرح مشکوۃ میں نقل کرتے ہیں۔

يطلع العبد على حقائق الاشياء و ينجلى له الغيب وغيب الغيب

اس بندے پر ترقی مقامات کے حصول کے بعد تمام اشیاء کی حقائق روشن ہوتے ہیں بلکہ غیبوں کا غیب بھی اس پر روشن ہو جاتا ہے۔

(3) یہی ملا علی قاری اسی مرقات میں فرماتے ہیں۔

الناس ينقسم الى فطن يدرك الغائب كالمشاهد وهم الانبياء والى من الغالب عليهم متابعة الحس والوهم فقط وهم اكثر الخلائق فلا يديهم من معلم يكشف لهم المغيبات وما هو الا نبى المبعوث لهذا الامر۔

لوگ دو قسم کے ہیں ایک وہ زیرک جو غیب کو شہادت کی طرح جانتے ہیں۔ یہ انبیاء کی جماعت ہے دوسرا وہ جن پر صرف حس اور وہم کی پیروی غالب ہے اکثر مخلوق اسی قسم کی ہے ان کو ایک سکھانے والے کی ضرورت ہے جو ان پر غیبوں کو کھول دے اور ایسا کرنے والا صرف نبی ہو سکتا ہے جو اسی امر کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔

(4) یہی ملا علی قاری "شرح فقہ اکبر" میں ابو سلیمان درانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔

ان فراسته مكاشفه النفس ومعاينه الغيب وهى من مقامات الايمان۔

مومن کی جس فراست کا ذکر حدیث شریف میں ہے وہ روح کے کشف اور غیب کے معائنہ کا نام ہے جو مقامات ایمان میں سے ایک مقام ہے۔

فائدہ: اس لئے کہ بہت سے باریک معانی (قرآن مجید کے اسرار) ایسے شخص کے دل میں آجاتے ہیں جو صرف ذکر اور فکر میں لگا رہتا ہے۔ حالانکہ وہ معانی تفسیروں میں کہیں نہیں ہوتے جو بڑے بڑے مفسروں کو معلوم نہ ہوں اسی کو معلوم ہوتے ہیں جو باارادہ معرفت اپنے دل کا نگران رہے اور اگر یہ معنی مفسرین کے سامنے پیش کئے جائیں تو وہ بھی صحیح بتائیں اور جان لیں کہ یہ صاف دلوں اور اللہ تعالیٰ کے الطاف کا پرتو ہے کہ اس کی طرف ہمتوں کی توجہ سے حاصل ہوا یہی حال مکاشفہ و معاملہ کے علوم کے اسرار اور دلوں کے خطرات کی باریکیوں کا ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک ایسا دریا ہے جس کی تہہ نہیں ہر ایک طالب علم اپنی قسمت کے موافق اور جس قدر حسن عمل کی توفیق اسے ملتی ہے اسی قدر اس میں غوطہ لگاتا ہے اسے انہیں علمائے حق کی صفت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک طویل حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ انسانوں کے دل ظروف ہیں ان سب میں بہتر وہ ہیں جن کے اندر خیر زیادہ ہو۔

سالکین کی اقسام: تین اقسام ہیں۔ (1) عالم ربانی (2) بطور نجات کے سیکھنے والے (3) بے وقوف کہ ہر باطل پر بلانے والے کے تابع ہو جائیں جدھر کی ہوا ادھر کو پھر جائیں ان لوگوں نے علم کے نور سے روشنی حاصل کی نہ کسی مضبوط چیز کا سہارا لیا۔ علم مال سے بہتر ہے علم علماء کی حفاظت کرتا ہے اور اے دنیا دار تو مال کی حفاظت کرتا ہے۔ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے اور مال اس سے کم ہوتا ہے اور علم کی محبت ایک دین قابل اختیار ہے جس سے زندگی میں اطاعت کمائی جاتی ہے اور مرنے کے بعد ذکر خیر علم حاکم ہے اور مال محکوم اور مال کا فائدہ اس کے جانے

سے دور ہو جاتا ہے۔ جو لوگ مالدار تھے اور ان کے جتھے کے جتھے تھے سب مر گئے اور علماء زندہ رہیں گے جب تک کہ زمانہ باقی ہے پھر آپ نے ایک لمبا سانس لیا اور اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہاں علم بہت ہی ہے بشرطیکہ اس کے یاد کرنے والے مجھے ملیں بلکہ میں تو طالب کو مامون نہیں پاتا یا تو ایسا ہے کہ دین کے آلہ کو دنیا کی طلب میں استعمال کرتا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی نعمتوں سے اس کے اولیاء پر تکیہ کرتا ہے اور اس کی حجت سے اس کی مخلوق کی مدد کرتا ہے۔ یا ایسا کہ اہل حق کا مطیع و منقاد تو ہے مگر اول ہی شبہ سے اسکے دل میں شک جم جاتا ہے خبردار کہ باطن کے بوجھ نہ یہ رکھتا ہے نہ وہ بلکہ لذات کے حریص اور طلب شہوت کے بندے اور خدمت گار ہیں یا مال کے جمع کرنے والے اور خزانہ بنانے کے فریفتہ اور اپنی خواہش کے فرمانبردار اور نہایت حریص۔ وہ چرنے والے جانوروں کی طرح ہیں جب علم کے محافظ مرجائیں گے تو کیا علم یوں جاتا رہے گا نہیں بلکہ ایسے لوگوں سے زمین خالی نہ ہوگی جو اللہ تعالیٰ کی حجت قائم کریں یا تو ظاہر اور علانیہ ہوں گے یا چھپے ہوئے اور مغلوب تاکہ اللہ تعالیٰ کی حجتیں اور دلیلیں بیکار نہ رہیں اور یہ لوگ کتنے ہیں اور کہاں ہیں یہ لوگ گنتی میں کم اور قدر و قیمت میں اعظم ہیں ان کے وجود ظاہر میں مفقود اور ان کی تصویریں دلوں میں موجود ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے سبب سے اپنی حجتوں کی حفاظت کرتا ہے تاکہ وہ ان حجتوں کو اپنے جیسے لوگوں کے حوالہ کریں اور ان کے دلوں میں انہیں محفوظ اور پختہ کر دیں۔ علم نے ان کو حقیقت امر پر پہنچا دیا تو یقین کی روح سے جا ملے۔

فائدہ : جن امور کو دولت مند مشکل جانتے ہیں۔ انہوں نے سہل پایا اور جس امر سے غافلوں کو وحشت تھی اس سے انہوں نے دل بہلایا۔ دنیا ایسے اجسام سے (کہ جن کی ارواح محل اعلیٰ سے وابستہ ہیں) آباد ہے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اس کے اولیاء اور امین ہیں اور اس کے دین کی طرف بلانے والے اور اس کی زمین کے سلاطین پھر آپ روئے اور فرمایا کہ مجھے ان کے دیدار کا بہت اشتیاق۔ ہے پس یہ مضمون جو آپ نے آخر کو ذکر فرمایا علمائے آخرت کا وصف ہے۔ اور یہ وہی علم ہے جو اکثر عمل سے اور کثرت مجاہدہ سے حاصل ہوتا ہے۔ * علامت علمائے آخرت کی ایک علامت علمائے آخرت کی ایک یہ ہے کہ یقین کے قوی کرنے میں اس کی توجہ۔ بہت زیادہ ہو اس لئے کہ یقین دین کا راس ہے۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے کہ "الیقین الایمان"(یقین ایمان کامل ہے) تو علم یقین کا سیکھنا ضروری ہوا یعنی اس کی ابتداء سیکھے پھر دل کو اس کا طریق خود ظاہر ہو جائے گا۔ اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ یقین سیکھو۔

فائدہ : اس کا معنی یہ ہیں کہ یقین والوں کے پاس بیٹھو اور ان سے علم یقین سنو اور ان کی پیروی پر مداومت کرو تاکہ تمہارا یقین قوی ہو جائے جیسا کہ ان کا یقین قوی ہوگیا۔ اس لئے کہ تھوڑا سا یقین بہت سے عمل سے بہتر ہے۔

حدیث شریف : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جب عرض کیا گیا کہ ایک آدمی کا یقین اچھا ہے لیکن گناہ بہت

کرتا ہے اور ایک شخص عبادت میں محنت کرتا ہے لیکن یقین کم ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی آدمی ایسا نہیں جس کا کوئی گناہ نہ ہو لیکن جس کی عقل اور عادت یقین ہے اسے کو گناہ ضرر نہیں۔ اس لئے جب گناہ کرتا ہے تو توبہ اور استغفار کرتا اور پشیمان ہوتا ہے وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور کچھ نیکی بچ جاتی ہے جس سے وہ جنت میں جاتا ہے۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چیز تمہیں دی گئی وہ یقین اور عزیمت صبر ہے جسے ان دونوں سے حصہ ملا اسے کوئی پروا نہیں اگرچہ اسے شب بیداری اور دن کے روزے نہ ملیں۔

حکایت : حضرت لقمان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے بیٹے کو جو نصیحت کی اس میں یہ بھی ہے کہ بیٹا عمل کی استطاعت یقین کے بغیر نہیں ہوتی اور انسان اتنا ہی کرتا ہے جتنا اس کو یقین ہوتا ہے اور عامل کا یقین جب تک کم نہیں ہوتا تب تک وہ عمل میں کوتاہی نہیں کرتا۔

فائدہ : حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ توحید ایک نور ہے اور شرک آگ ہے تو شرک کی آگ سے جتنی نیکیاں مشرکوں کو ملتی ہیں اس سے زیادہ توحید کے نور سے موحدوں کی برائیاں جل جاتی ہیں اور نور سے مرد کامل کا یقین ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بعض مقامات پر موقنین کے ذکر سے اشارہ فرمایا ہے۔ کہ یقین خیرات اور سعادت کا ذریعہ ہے۔

سوال : یقین کے کیا معنی ہیں اور اس کے قوی اور ضعیف ہونے سے کیا مراد ہے۔ جب تک یہ سمجھ لیا جائے اس کی طلب میں مشغول ہونا بیکار ہے کیونکہ جب اس کی صورت سمجھ میں نہ آئے گی تو اس کی طلب ممکن نہ ہوگی۔؟

جواب : یقین ایک لفظ مشترک ہے دو فریق اس کو دو مختلف معنی میں بولتے ہیں۔

(۱) اصطلاح مناظرہ اور اہل علم شک کے نہ ہونے کو یقین کہتے ہیں اس لئے کہ نفس جس چیز کی تصدیق کرتا ہے اس کے چار مقامات ہیں۔ ان چار مقامات کی تفصیل یوں ہے۔

* تصدیق اور تکذیب برابر ہوں اس کو شک کہتے ہیں مثلاً اگر تم سے کسی خاص شخص کی نسبت دریافت کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اس کو عذاب کرے گا یا نہیں اور اس کا حال تمہیں معلوم نہیں تو تمہارا نفس اثبات اور نفی میں سے کسی طرف میل نہ کرے گا۔ اسی لئے تم اس پر کوئی حکم نہیں لگاؤ گے بلکہ دونوں باتوں میں برابر ہیں۔

(2) ایک طرف مائل ہوگے تو یہ بھی جانتے ہو کہ دوسری وجہ بھی ہو سکتی ہے۔ مگر اس کا امکان ایسا ہے کہ وہ اول کی ترجیح کا مانع ہے مثلاً جس شخص کو تم نیک بخت اور متقی جانتے ہو اگر اس کا حال پوچھا جائے کہ اگر یہ اسی حالت پر مر جائے تو عذاب ہوگا یا نہیں تو تمہارا دل اس کے عذاب نہ ہونے پر زیادہ مائل ہوگا۔ بہ نسبت عذاب کے اس لئے کہ نیک بختی کی علامتیں ظاہر ہیں اور باوجود اس کے تم اس کے باطن میں کوئی امر۔ عذاب کے ہونے کا

موجب تجویز کرسکتے ہو تو یہ تجویز اول میل کے ساتھ ہے۔ مگر اس کی ترجیح مانع نہیں اس کیفیت کا نام ظن ہے۔

(3) نفس کسی چیز کی تصدیق کی طرف اس طرح مائل ہو کہ وہ تصدیق نفس پر چھا جائے اور اس کا خلاف دل میں نہ گزرے اور اگر گزرے تو نفس اس کے قبول کرنے سے انکار کرے مگر یہ تصدیق معرفت واقعی کے ساتھ نہ ہو یعنی اگر اس حال والا اس امر میں خوب تامل کرے اور شک ڈالے اور تجویز کو سنے تو اس کے نفس میں گنجائش اس شبہ کے ممکن ہونے کی ہو جائے اس حال کو اعتقاد قریب بہ یقین کہتے ہیں۔ جیسے عوام کا اعتقاد تمام امور شرعیہ میں کہ صرف سننے کی وجہ سے ان کے قلوب میں جم گیا ہے۔ یہاں تک کہ ہر فرقہ اپنے مذہب کے صحیح ہونے کا اعتقاد کرتا ہے اور اپنے امام اور پیشوا کو حق جانتا ہے کہ وہی صحیح فرماتا ہے اگر کوئی انہیں کہے کہ تمہارے امام سے خطا بھی ہو سکتی ہے تو وہ اسے قبول نہ کریں گے۔

(4) تصدیق اور معرفت حقیقی جو دلیل سے حاصل ہوتی ہے کہ جس میں نہ خود شک میں ہو نہ دوسرے کو شک میں ڈالنا مقصود ہو تو جب اس میں شک کا ہونا اور ہو سکنا دونوں نہ ہوں وہ اہل مناظرہ اور کلام کے نزدیک یقین کہلاتا ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کسی عاقل سے کہا جائے کہ عالم میں کوئی چیز موجود ایسی بھی ہے جو قدیم ہو تو وہ بالبداہتہ یعنی فوراً اس کی تصدیق نہیں کرسکتا اس لئے کہ قدیم محسوس چیز نہیں۔ جیسے چاند اور سورج محسوس ہو رہے ہیں۔ مثلاً ان کے وجود کی تصدیق آنکھ کی حس سے ہوتی ہے اور کسی چیز قدیم ازلی کا جاننا بدیہی اولی نہیں کہ بلا تامل کہہ دیا جائے جیسے یوں جاننا کہ ایک سے زیادہ ہے بلکہ ایسا بھی نہیں جیسا اس جملہ کو جاننا کہ کسی حادث کا وجود بغیر سبب کے محال ہے کہ اس جملہ کا علم بھی بدیہی ہے کسی غور و فکر کا محتاج نہیں۔

فائدہ : معلوم ہوا کہ عقل کی طبیعت کا اقتضا یہ ہے کہ قدیم کے وجود کی بداہت تصدیق کرنے میں توقف کرے پھر اس میں بعض لوگ تو ایسے ہیں کہ اس بات کو سن کر تصدیق کرتے ہیں اور اسی پر ڈٹ جاتے ہیں۔ تو اس قسم کی تصدیق اعتقاد ہے اور یہ تمام حال عوام کا ہے اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ وہ قدیم کے وجود کو دلیل سے تصدیق کرتے ہیں۔ مثلاً یوں کہا جائے کہ اگر کوئی قدیم موجود نہ ہو تو سب موجودات حادث رہیں گے اور جب سب حادث ہوں گے تو بالکل بلاسبب حادث ہوں گے۔ یا ایک بلاسبب حادث ہوگا اور یہ محال ہے تو جس سے محال لازم آئے وہ خود محال ہے اس دلیل سے عقل میں کسی قدیم کے موجود ہونے کی تصدیق یقیناً لازم آئے گی اس لئے کہ موجودات کی تین اقسام ہیں۔

(1) کل حادث (2) کل قدیم (3) بعض قدیم اور بعض حادث۔ اگر سب قدیم ہوں تو مطلب حاصل ہے اس لئے کہ قدیم کا وجود ثابت ہوگیا اور اگر کل حادث ہوں تو محال ہے کیونکہ اس کے سبب بغیر۔ حادث کا وجود ماہیت ہوتا ہے تو تیسری قسم یا پہلی قسم ثابت ہوگی اور وہی مطلوب ہے اور علم کہ اس طرح حاصل ہوتا ہے۔ وہ ان لوگوں کے نزدیک یقین کہلاتا ہے خواہ دلیل سے ہو جیسا ہم نے ذکر کیا۔ خواہ حس سے یا عقل کی سرشت تقاضا سے۔

جیسے حادث کے بعد سبب محال ہونے کا علم ہے یا متواتر سننے سے جیسے مکہ مکرمہ (اور مدینہ طیبہ) کے موجود

ہونے کا علم ہے یا تجربہ سے جیسے جوش والوہ دست آور ہے۔ بہرحال اہل مناظرہ کے نزدیک یقین کے بولنے کی شرط شک کا نہ ہونا ہے تو جس علم میں شک نہ ہوگا وہ ان کے نزدیک یقین کہلائے گا اور اس اصطلاح کے مطابق یقین کو قوی اور ضعیف نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ شک کے نہ ہونے میں قوت و ضعف کا کوئی فرق نہیں کہ اس کے مطابق یقین میں بھی قوت و ضعف ہو۔

(2) اصطلاح فقہاء و صوفیہ و اکثر علماء اس اصطلاح میں یقین وہ ہے کہ اس میں وہم اور شک کا لحاظ نہ کیا جائے بلکہ اس کا دل پر استیلاء اور غلبہ دیکھا جائے تاکہ یوں کہہ سکیں کہ فلاں شخص کا یقین موت پر ضعیف ہے باوجودیکہ موت میں وہ شک نہیں کرتا یا یہ کہ فلاں شخص کا یقین روزی پہنچنے پر قوی ہے حالانکہ ہو سکتا ہے کہ بعض اوقات اس کو روزی نہ ملے۔

خلاصہ : یہ کہ جب نفس کسی چیز کی تصدیق پر مائل ہو اور یہ تصدیق دل پر اس طرح غالب ہو جائے کہ نفس میں اسی کا تصور اور حکم ہو۔ اور اسی کی وجہ سے اچھی شے کی رغبت اور بری چیز سے نفرت ہو۔ اس حالت کو یقین کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ موت کے بارے میں بموجب پہلی اصطلاح کے یقین سب کو نہیں ہے اس لئے کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ وہ موت کی طرف کبھی خیال تک نہیں کرتے اور نہ اس کی تیاری میں ہیں۔ گویا ان کو اس کا یقین ہی نہیں او ربعض کے دل پر یہ یقین ایسا مسلط ہوتا ہے کہ اپنی تمام ہمت کو اسی کی تیاری میں ایسا مستغرق رکھتے ہیں کہ کسی دوسری۔ چیز کی اس میں گنجائش ہی نہیں تو اس جیسی حالت کو یقین کا قوی ہونا بولتے ہیں اسی وجہ سے بعض نے کہا ہے کہ جس یقین میں شک نہ ہو۔ اور وہ ایسے شک کے مشابہ ہو جائے کہ جس میں یقین نہ ہو مثلاً موت کے سوا اور کوئی دوسرا امر مجھے معلوم نہیں اور بموجب اس اصطلاح کے یقین کی صفت قوت اور ضعف کے ساتھ ہو سکتی ہے۔

فائدہ : ہم نے جو علامت علمائے آخرت کی لکھی کہ ان کی توجہ یقین کے پختہ اور قوی کرنے کی طرف ہو تو ہماری غرض اس یقین سے ہے جو دونوں اصطلاحوں کے موافق ہو یعنی اول تو شک کا دور ہونا پھر نفس پر یقین کا مسلط ہونا اس طرح کہ غلبہ اور حکم نفس اور تصرف اس کے اندر یقین ہی کا ہو جائے۔

یقین کی اقسام : ہماری تقریر بالا سے ثابت ہوگیا کہ یقین تین قسموں پر تقسیم ہوتا ہے۔

(1) قوی اور ضعیف (2) زیادہ اور کم ہونا۔ (3) پوشیدہ اور ظاہر ہونا یعنی قوی اور ضعیف ہونا بموجب دوسری اصطلاح کے ہے کہ دل پر اس کا استیلاء اور غلبہ کیسا ہے اور قوت اور ضعیف میں۔ یقین کے معانی کے درجے بے انتہا ہیں اور موت کی تیاری میں مخلوق بھی انہی یقین کے معنوں کے فرق کے بموجب مختلف ہے اور یقین کی پوشیدگی اور ظہور میں بھی انکار نہیں ہو سکتا تو اصطلاح۔ دوم کے بموجب اور نہ اول اصطلاح کے موافق مثلاً تم کو جو تصدیق مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے موجود ہونے کی ہے اور حضرت موسیٰ اور یوشع علیہما السلام کے وجود کا یقین ہے۔

باوجودیکہ تمہیں ان دونوں تصدیقوں میں شک نہیں اسی لئے کہ منشا دونوں کا خبر متواتر ہے۔ مگر اول تصدیق کو تم اپنے دل میں واضح اور ظاہر پاتے ہو بہ نسبت۔ دوسری کے اسی لئے کے سبب اول میں قوی تر ہے یعنی مخبروں کا بہت ہونا۔ اسی طرح مناظر خفی و ظہور کا فرق اپنے نظریات میں دیکھتا ہے جو دلائل سے معلوم ہوتے ہیں کیونکہ جو بات ایک دلیل سے واضح ہوگی وہ اتنی ظاہر نہ ہوگی جو بہت سے دلائل سے واضح ہوگئی باوجودیکہ شک کے نہ ہونے میں دونوں برابر ہیں۔

اس فرق کا کبھی اہل کلام انکار کرتے ہیں جو علم کی کتابوں اور سنت سے حاصل کرتے ہیں۔ اور وہ اپنے نفس کے ادراک پر غور نہیں کرتے کہ ہر حال میں تفاوت رہتا ہے اور یقین کی کمی زیادتی متعلقات کی کمی بیشی سے ہوتی ہے۔ جیسے ہم کہتے ہیں کہ فلاں شخص اس سے علم میں زیادہ ہے یعنی اس کی معلومات زیادہ ہیں اسی وجہ سے کبھی عالم تمام شرع کی باتوں پر یقین قوی رکھتا ہے اور کبھی بعض باتوں پر قوی الیقین ہوا کرتا ہے۔

سُوال : ہم نے یقین کی قوت اور ضعف اور قلت اور کثرت اور پوشیدگی اور ظہور کے معنی بموجب اصطلاح اول یعنی نفی شک کے اور بموجب اصطلاح ثانی یعنی دل پر استیلاء کے سمجھ لئے مگر متعلقات یقین کے معنی کیا ہیں۔

(1) یقین کے محل کون سے ہیں (2) کن چیزوں میں یقین مطلوب ہوتا ہے۔ جب ہمیں یہ معلوم نہ ہو کہ یقین کون سی چیزوں میں مطلوب ہوتی ہے۔ ہم ان کی طلب کیسے کریں گے۔؟

جواب : یقین کا محل وہ چیزیں ہیں جو انبیاء علیہم السلام اول سے آخر تک لائے ہیں۔ اس لئے کہ یقین ایک معرفت مخصوص کا نام ہے اور اس کے متعلق وہ معلومات ہیں جن کو شریعتیں لائی ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے شمار کی ہمت نہیں ہو سکتی۔ مگر ہم ان میں سے بعض بتائے دیتے ہیں جو یقین کے محلوں کی اصل ہیں۔

مثلاً : توحید یعنی تمام اشیاء کو مسبب الاسباب سے سمجھنا اور درمیانی وسائل پر التفات نہ کرنا بلکہ وسائل کو اس کے زیر فرمان سمجھنا اور ان کا اثر کچھ نہ جاننا تو جو شخص ان امور کی تصدیق کرے گا وہ موحد ہوگا۔

پھر اگر تصدیق کے ساتھ دل میں سے امکان شک بھی دور ہو جائے گا تب تو بمطابق پہلی اصطلاح موقن ہوگا۔ اگر ایمان کے ساتھ تصدیق اس طرح غالب ہو جائے درمیانی چیزوں پر غصہ ہونا اور ان سے راضی ہونا اور ان کا ممنوں ہونا دل سے دور ہو جائے اور ان کو اپنے دل میں ایسا سمجھے جیسے قلم اور ہاتھ کو لکھنے والے سے نسبت ہے اور وہ قلم اور ہاتھ کا نہ ممنوں ہوگا اور نہ ان پر غصہ کرے گا بلکہ ان کو آلہ سمجھے گا تو اس صورت میں دوسری اصطلاح کے موافق اہل یقین ہوگا اور یہ یقین اشرف اور پہلے یقین کا ثمر اور روح ہے اور جب کسی انسان کو ثابت ہو جائے کہ سورج، چاند، ستارے، جمادات، نباتات اور تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کے امر کی اس طرح مسخر ہے جیسے قلم کاتب کے ہاتھ میں اور قدرت ازلی ہی سب کی مصور ہے تو اس کے دل پر توکل اور رضا اور تسلیم کا غلبہ ہو جائے گا۔ غضب کینہ، حسد اور بد خلقی سے بری اور پاک ہو جائے گا ایک محل یقین کا تو یہ ہوا۔ دوسرا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو رزق کی

کفالت فرمائی ہے "وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا" (پ 12' ہود 6)

ترجمہ۔ اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم نہ ہو۔(کنزالایمان)

اس پر اعتماد اور یقین کرے کہ یہ رزق ضرور ضرور پہنچے گا اور جو کچھ میری قسمت میں ہے وہ میرے پاس بھیج دیا جائے گا اور جب یہ بات دل پر غالب ہو جائے گی تو رزق شرعی طور پر حاصل کرے گا اور جو چیز اس سے فوت ہو جائے گی اس پر افسوس نہ کرے گا اور نہ حرص و طمع کا دامن پھیلائے گا۔

اور اس یقین سے بھی اس سے طاعات اور عمدہ اخلاق ظاہر ہوں گے۔ تیسرا یہ کہ دل پر مضمون اس آیت کا غالب ہو۔

"فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ" (پ 30' الزلزال 7) ترجمہ۔ "تو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا۔(کنزالایمان)

یعنی ثواب اور عذاب کا یقین ہو۔ یہاں تک کہ یہ سمجھے کہ طاعات کو ثواب سے ایسی نسبت ہے جیسے روٹی کو پیٹ بھرنے سے اور گناہوں کو عذاب۔ سے وہ علاقہ ہے جیسے زہروں اور سانپوں کو ہلاک کرنے سے تو جیسے۔ شکم سیری کے لئے روٹی حاصل کرنے کا حریص ہوتا ہے اور تھوڑی۔ بہت (جتنا ہو)اس کی حفاظت کرتا ہے اسی طرح طاعات کا حریص ہو' اور تھوڑی بہت سب کو بجالانے کا مشتاق ہو اور جس طرح زہر کے قلیل اور کثیر سے اجتناب کرتا ہے اسی طرح گناہوں میں سے ادنیٰ اور اعلیٰ۔ اور تھوڑے اور بہت سے اجتناب کرے گا۔ اس امر میں یقین بموجب اصطلاح اول کے تو اکثر اہل ایمان کو ہوتا ہے مگر اصطلاح ثانی کے موافق خاص مقرب شخصیات کو ہوا کرتا ہے اور اس یقین کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنی حرکات اور سکنات اور خطرات کو دیکھتا رہتا ہے اور تقویٰ اور ہر قسم کی برائی سے بچنے میں مبالغہ کرتا ہے اور جس قدر یہ یقین غالب ہوگا اسی قدر گناہوں سے احتراز اور طاعات کے لئے تیاری زیادہ ہوگی۔

(4) یقین کرے کہ اللہ تعالیٰ میرے ہر حال میں مجھ پر مطلع ہے اور میرے دل کے وسوسوں اور خفیہ خطروں اور فکروں کو دیکھتا ہے اس بات کا یقین۔ بموجب اصطلاح اول کے تو ہر ایماندار کو ہوتا ہے یعنی کسی کو اس امر میں شک نہیں مگر دوسری اصطلاح کے بموجب اس کا یقین کامیاب ہے اور وہی مقصود ہے۔ البتہ صدیقوں کو اس مرتبہ کا یقین ہوا کرتا ہے اور اس یقین کا ثمرہ یہ ہے کہ انسان تنہائی میں بھی اپنے تمام کاموں میں۔ باادب رہتا ہے جیسے کوئی شخص کسی بڑے بادشاہ کی نظروں کے سامنے بیٹھا ہو جو اسے دیکھتا رہتا ہے تو وہ ہر وقت گردن جھکائے اپنے تمام اعمال میں ادب کا لحاظ رکھتا ہے اور ایسی حرکت سے (جو مخالف ادب کے ہو) احتراز کرتا ہے اسی طرح جب یہ معلوم کرلے کہ اللہ تعالیٰ میرے باطن پر ایسا مطلع ہے مخلوق ظاہر پر مطلع ہوتی ہے تو ظاہر کے اعمال اور باطن کی فکر میں یکساں رہنا چاہئے بلکہ باطن کی آبادی اور صفائی اور زینت اور پاکی میں جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہر وقت ہے۔ زیادہ مبالغہ کرنا چاہئے بہ نسبت ظاہر کے بناؤ سنگار کے جو لوگوں کے لئے کرتے ہیں اور یہ مقام یقین کا حیا اور خوف اور انکسار ذلت' مسکنت' خضوع اور اخلاق عمدہ کا مورث ہوا کرتا ہے اور یہ اخلاق بڑی بڑی طاعات کے موجب ہوتے ہیں خلاصہ یہ

کہ ان امور میں سے کسی امر میں یقین کا حال مثل' درخت کے ہے اور یہ اخلاق دل میں مثل شاخوں کے ہیں جو اس درخت سے نکلے ہوں اور اعمال اور طاعات جو اخلاق سے صادر ہوتے ہیں۔ وہ بمنزلہ پھلوں اور کلیوں کے ہیں کہ شاخوں سے نکلتی ہیں۔ غرضیکہ یقین اصل اور اساس ہے اور اس کے محل اور مقام نسبت مقامات مذکورہ بالا کے بہت زیادہ ہیں۔ (چنانچہ عنقریب جلد چہارم میں (ان شاء اللہ) بیان ہوگا) یہاں لفظی معنی سمجھانے کے لئے اس قدر کافی ہے۔

(7) علمائے آخرت کی ایک علامت یہ ہے کہ غمگین ہوکہ انکساری سے سر جھکائے خاموش رہے صورت اور لباس اور سیرت اور حرکت اور سکون اور گفتار اور خاموشی سب میں خوف کا اثر ظاہر ہو' جب کوئی اس کی صورت دیکھے تو خدا یاد آجائے۔ اور ظاہر حال ہی اس کے عمل کی دلیل ہو۔ علمائے آخرت کی عاجزی اور ذلت اور مسکنت ان کے بشرے ہی سے معلوم ہو جاتی ہے اور بعض اکابر کاقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو کوئی لباس اس سے بہتر نہیں پہنایا کہ وقار کے ساتھ انکساری ہو یہ لباس انبیائے علیہم السلام کا ہے اور نیک بخت صدیقوں اور علماء کی علامت ہے۔ اور گفتگو زیادہ کرنا اور خوش تقریر میں لگا رہنا اور ہنسی میں غرق رہنا اور حرکت اور کلام میں تیزی کرنا شیخی اور اللہ تعالیٰ کے عذاب عظیم۔ اور شدت غضب سے بے خوف اور غافل رہنے کی علامات ہیں اور ان دنیا داروں کا طریقہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو بھولے ہوئے ہیں۔

علماء کی اقسام :

بقول سہل تستری علماء تین قسم ہیں۔

(1) اللہ تعالیٰ کے امر سے واقف مگر اس کے ایام سے ناواقف یہ وہ لوگ ہیں کہ حلال اور حرام کے بارے میں حکم کرتے ہیں۔ یہ علم خوف خدا کا مورث نہیں ہوتا۔

(2) اللہ کو جانتے ہیں اور اس کے امر اور ایام کو نہیں جانتے یہ لوگ عوام ایماندار ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ کو بھی جانتے ہیں اور اس کے امر اور ایام سے بھی واقف ہیں۔ یہ لوگ صدیق ہیں اور خوف اور عاجزی صرف انہیں پر غالب ہوتی ہے۔

فائدہ : ایام سے اقسام عقوبات پوشیدہ اور باطنی نعمتیں مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ نے پہلے اور پچھلے لوگوں کو مرحمت فرماتا ہے۔ پس جس شخص کا علم ان چیزوں پر محیط ہوگا اس کو خوف بھی زیادہ ہوگا اور عاجزی بھی ظاہر ہوگی۔

فاروقی نصائح : حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ علم سیکھو اور علم کے لئے وقار اور حلم بھی سیکھو اور جس سے علم سیکھتے ہو اس کے لئے تواضع کرو اور جو تم سے علم سیکھے اسے چاہئے کہ تمہارے سامنے عاجزی و تواضع کرے۔ جابر علماء مت بنو تاکہ تمہارا علم جہل کے برابر نہ ہو۔

فائدہ : کسی بزرگ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو علم دیتا ہے تو اس کو علم کے ساتھ حلم اور عاجزی اور

خوش خلقی اور نرمی بھی دیتا ہے علم مفید اسی کا نام ہے ایک اور بزرگ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ علم اور زہد اور تواضع اور خلق حسن عنایت فرمائے تو متقیوں کا امام ہے۔

حدیث شریف : بعض لوگ میری امت میں سے ایسے بہتر ہیں کہ ظاہر میں تو خدا تعالیٰ کی رحمت کی وسعت سے ہنستے ہیں اور خفیہ طور پر اسکے عذاب کے خوف سے روتے ہیں ان کے بدن زمین میں ہیں اور دل آسمان میں ان کی جانیں دنیا میں ہیں اور عقلیں عقبیٰ میں وقار کے ساتھ چلتے ہیں اور وسیلے سے تقریب الٰہی کرتے ہیں یعنی جس امر کو باعث تقرب جانتے ہیں اس کو بجالاتے ہیں۔

فائدہ : حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حلم علم کا وزیر ہے اور نرمی اس کا باپ اور تواضع اس کا لباس۔ حضرت بشر بن حارث رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جو علم سے (حکومت یعنی ملازمت وغیرہ کا طالب ہو تو اللہ تعالیٰ کا تقرب اس سے عداوت رکھتا ہے اس لئے کہ وہ آسمان اور زمین میں مبغوض ہے۔

حکایت : بنی اسرائیل کی حکایات میں مروی ہے کہ ایک حکیم نے تین سو ساٹھ حکمت کی کتابیں لکھیں یہاں تک کہ حکیم نامی گرامی ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی پر وحی بھیجی کہ فلاں شخص سے کہہ دو کہ تو نے اپنی بک بک سے زمین بھردی اور اس میں سے کسی عمل میں تو نے میری رضا و خوشنودی کی نیت نہیں کی اور میں تیری بک بک سے کچھ بھی قبول نہیں کرتا جب حکیم کو معلوم ہوا تو نادم ہوا اور وہ لکھنا لکھانا ترک کرکے عوام میں گھل مل گیا اور بازاروں میں عوام کے ساتھ اور بنی اسرائیل کے ساتھ کھانا پینا اختیار کیا اور اپنے میں عاجزی کی عادت ڈالی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی پر وحی بھیجی کہ اس سے کہہ دو کہ اب تجھے میری رضامندی کی توفیق نصیب ہوئی۔

حکایت : حضرت اوزاعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بلال بن سعد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا حال بیان فرمایا کرتے تھے۔ کہ تم میں سے کوئی اگر کوتوال کے سپاہی کو دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے اس سے پناہ مانگتا ہے اور اگر علمائے کو دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے اس سے پناہ مانگتا ہے اور اگر علمائے کو دیکھتا ہے تو اپنی عادتیں ان کے مطابق بنانے کی کوشش کرتا ہے حالانکہ وہ علماء حکومت و ملازمت اور دنیاداری کے شوقین ہیں تو انہیں برا نہیں سمجھتے حالانکہ سپاہی کی بہ نسبت زیادہ مستحق نفرت اور دشمنی کے یہی علماء ہیں جو (دنیا کے عاشق ہیں)۔

حدیث : کسی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ وسلم سے پوچھا کہ اعمال میں سے افضل عمل کونسا ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ محرمات سے بچنا اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں رطب اللسان رہنا پھر کسی نے سوال کیا کہ دوستوں میں کون سا اچھا ہوتا ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ذکر خدا کرو تو وہ تمہاری مدد کرے اگر تم اللہ تعالیٰ کو بھول جاؤ تو وہ تمہیں یاد دلائے پھر پوچھا کہ ساتھیوں میں کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب میں برا ساتھی وہ ہے کہ جب تم اللہ کو بھولو تو وہ یاد نہ دلائے اور جب اس کا ذکر کرو تو مدد نہ کرے پھر پوچھا

کہ لوگوں میں سے زیادہ عالم کون سا ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ خوف رکھتا ہو پوچھا کہ آپ ہم میں سے بہتر لوگ بیان فرمائیں کہ ہم ان کے پاس بیٹھا کریں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بہتر وہ لوگ ہیں کہ جب ان پر نظر پڑے خدا یاد آجائے۔ پوچھا کہ تمام لوگوں میں برے کون سے ہیں؟

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الٰہی میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں۔ (یہ کلمہ ان کے شر سے پناہ میں رہنے کے لئے ارشاد فرمایا۔) لوگوں نے مکرر عرض کیا کہ آپ ہمیں بتائیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ علماء ہیں جب بگڑ جائیں یعنی دنیا اندوزی میں منہمک ہو جائیں۔)

حدیث شریف : آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن تمام لوگوں سے زیادہ امن اسے ہوگا جو دنیا میں فکر زیادہ کرتا تھا اور آخرت میں زیادہ وہ ہنسے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ رویا ہوگا اور سب سے زیادہ خوش وہ ہوگا جو دنیا میں بہت دنوں رنج میں رہا ہوگا۔

رذیل علماء کی نشانی : حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا کہ میرا ذمہ ہے اور میں اس کا ضامن ہوں کہ کسی قوم کی زراعت عمل کو تقویٰ کے ہوتے ہوئے ہلاکت اور تباہی اور نقصان نہ ہوگا اور نہ کسی کام کی جڑ کو ہدایت کے ہوتے خشکی کا زیان لوگوں میں سب سے بڑا جاہل وہ ہے جو خوف خدا کی قدر نہ کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے برا وہ شخص ہے جو علم کو ہر جگہ سے جمع کر کے فتنہ کی تاریکیوں میں ہاتھ پاؤں مارتا رہتا ہے ایسے ویسے اور رذیل لوگوں نے اس کا نام عالم رکھ دیا اور وہ علم میں ایک دن بھی سلامت زندہ نہ رہا صبح کو اٹھتے ہی وہ چیز بہت سی لی جس میں سے تھوڑی بہ نسبت بہت کے اچھی ہے یہاں تک کہ جب گندے سڑے پانی سے سیراب ہو جاتا ہے اور بے فائدہ امور کی کثرت کرتا ہے تو لوگوں کے لئے مفتی بن بیٹھتا ہے کہ جو امر غیر پر مشتبہ ہے اسے اس سے حاصل کرے اور جب کوئی مبہم بات اس کے سامنے پیش ہوتی ہے تو اس کے لئے اپنی تجویز سے ایک لغو قیاس بنالیتا ہے تو وہ شخص شبہات کی تاریکیوں سے مکڑی کے جالے میں ہے یہ نہیں جانتا کہ میں نے خطا کیا ٹھیک کہا بہت سی جہالتوں کا مرتکب اور بے سمجھے عقلی ڈھکوسلے مارتا ہے جس چیز کو نہیں جانتا اس کا عذر نہیں کرتا کہ بچ جائے اور نہ علم کو سختی سے مضبوط پکڑتا ہے کہ غنیمت پائے۔ خون ناحق اس کے ہاتھوں ہوتے ہیں اور اس کے حکم سے زنا حلال ہوتے ہیں۔ بخدا کہ جو سوال اس کے پیش ہوتا ہے تو اس کے جواب کی قدرت حاصل ہے اور نہ جو اسے سپرد ہوتا ہے اس کے لائق ہے قابل یہی لوگ ہیں کہ عذاب اور عتاب کے مستحق ہیں۔ بلکہ ایسے رذیل علماء تو زندگی بھر ماتم اور گریہ کے لائق۔ اے رذیلو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد کہ علم سنو تو خاموش رہو اور اسے بکواسات میں نہ ملاؤ۔ ورنہ دل میں اس کی تاثیر نہ ہوگی۔

فائدہ : بعض سلف صالحین کا قول ہے کہ عالم جب ایک دفعہ ہنستا ہے تو ایک لقمہ منہ سے نکال پھینکتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ استاد میں اگر تین امور ہوں تو ان کے سبب سے شاگرد پر پوری نعمت ہوگی (1) صبر (2) ادب (3) اچھی

سمجھ۔ خلاصہ یہ کہ جو اخلاص کلام اللہ میں مذکور ہیں علمائے آخرت ان سے خالی نہیں ہوتے۔ عوام قرآن مجید کو عمل کے لئے نہیں سیکھتے۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ ہماری عمر گزری کہ یہی دیکھا گیا کہ صحابہ قرآن مجید پر سب سے پہلے بیشتر ایمان لائے اور جب سورۃ نازل ہوتی تھی تو ہم اس کے حرام اور حلال اور امر اور نہی کو جان لیتے تھے۔ اور سورۃ میں جس جگہ توقف کرنا چاہئے وہ مقام معلوم کر لیتے تھے۔ اور اب میں ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ ان کو ایمان سے پہلے قرآن ملتا ہے اور وہ الحمد سے لے کر آخر قرآن تک پڑھ جاتے تھے۔ یہ نہیں جانتے کہ اس میں حکم کیا ہے اور منع کس امر سے ہے۔ اور کس جگہ توقف کرنا چاہئے۔ اس کو گلے چھوہاروں کی طرح بکھیرتے چلے جاتے ہیں۔

حدیث شریف : ایک روایت میں ہے کہ ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن مجید سے پہلے ایمان عنایت ہوا تھا اور عنقریب تمہارے بعد کچھ لوگ آئیں گے ان کو ایمان سے پہلے قرآن ملے گا کہ وہ اس کے الفاظ و حروف کو درست کریں گے اور اس کے حدود یعنی امر و نہی کو ضائع کریں گے اور کہیں گے کہ ہم نے پڑھا ہے ہم سے زیادہ پڑھنے والا کون ہے اور ہم نے جانا ہم سے زیادہ جاننے والا کون ہے * ان کا حصہ قرآن سے بھی اسی قدر ہے بعض روایت میں ہے کہ یہ لوگ اس امت کے برے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ پانچ اخلاق ہیں جو علمائے آخرت کی علامت ہیں اور وہ قرآن مجید کی پانچ آیتوں سے سمجھے جاتے ہیں۔ 1۔ خوف 2۔ خشوع 3۔ عاجزی کی 4۔ حسن خلق 5۔ آخرت کو دنیا پر اختیار کرنا جو اس آیت سے مفہوم ہوتا ہے۔ پا22 فاطر28

"اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا" ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ سے وہی ڈرتے ہیں اس کے بندوں میں جو علم والے ہیں۔ اور خشوع اس آیت سے "خٰشِعِیْنَ لِلّٰہِ لَا یَشْتَرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ثَمَنًا قَلِیْلًا۔" ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کی آیتوں کے بدلے ذلیل دام نہیں لیتے پ4 آل عمران 199 ۔ اور عاجزی اس آیت سے۔ "وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ" ترجمہ۔ اور اپنے بازو نیچے رکھ ان کے واسطے جو تیرے ساتھ ہیں ایمان والے اور حسن خلوق اس سے۔ "واخفض جناحک لمن اتبعک من المومنین۔" ترجمہ۔ سو کچھ اللہ کی مہر ہے جو تو نرم دل انکو۔ اور زہد اس سے۔ "وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَکُمْ ثَوَابُ اللّٰہِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا" القصص 80 اور کہا ان لوگوں نے جنہیں علم دیا گیا ہلاکت ہے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کا ثواب بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ "فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّہْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ" 126 ترجمہ۔ پس جس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ اس کو ہدایت دے کھول دیتا ہے سینہ اس کا اسلام کے لئے۔

۱۔ آج دیکھ لیجئے کہ قاری صاحب علماء حضرات اکثر کا حال کیسا ہے؟ اویسی غفرلہ 12

تو کسی نے عرض کیا کہ اس شرح سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا کہ جس وقت دل میں ڈالا جاتا ہے اس کے لئے سینہ کھل جاتا ہے عرض کیا کہ اس کی پہچان بھی ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں دنیا سے علیحدہ رہنا اور دار آخرت کی طرف رجوع کرنا اور موت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری کرنا۔

(8) علمائے آخرت کی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ اکثر علم سے اعمال کے متعلق گفتگو کرنا اور جو چیزیں عمل کو فاسد اور دلوں کو پریشان اور تشویش میں ڈالتی اور وسوسوں کو ابھارتی اور شر کو اٹھا کھڑا کرتی ہیں ان سے بحث نہ کرنا کیونکہ دین کی اصل شر سے بچنا ہے۔ اور اسی لئے کسی نے کہا ہے۔ "عرفت امشر لا للشر لکن لتوقیہ ومن لا یعرف اشر من ----" ترجمہ۔ شر کو پہچان نہ اس لئے کہ وہ شر ہے بلکہ اس لئے کہ اس سے بچاؤ ہو۔ جو شر کو نہیں جانتا وہ اس میں لازماً واقع ہوگا۔

فائدہ : اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ آسان ہے۔ ان سب میں اعلیٰ یہ ہے کہ زبان و دل سے اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مداومت کرے لیکن اس کی خوبی جب ہے کہ جو چیز اعمال کو مفسد اور دل کی پریشان کرنے والی ہو۔ اس کو پہچانے اور اس کی شاخیں اور فروعت بہت ہیں اور طریق آخرت کے چلنے میں اکثر ان کی ضرورت ہوتی ہے اور اکثر لوگ ان میں مبتلا ہوتے ہیں اس لئے ان کا پہچاننا ضروری ہے۔

علمائے سوء کی مذمت : علمائے سوء کی نشانی ہے کہ وہ ملازمت کے چکر میں امور حکومات اور مقدمات کے بطور اصول فروع سیکھا کرتے اور ان کے درپے رہتے ہیں اور ایسی صورتوں کے گھڑنے میں محنت اٹھاتے ہیں کہ سالوں تک کبھی واقع نہ ہوں اگر واقع ہوں تو انہیں خود کو کوئی فائدہ نہ ہو۔ بلکہ غیروں کے لئے مفید ہوں اور ان کے وقوع کی صورت میں بھی ان کے بتانے والے بہت ہوں اور جو چیزیں کہ ان علماء کے ساتھ ہروقت ہیں اور رات دن ان کے خطروں اور وسوسوں اور اعمال میں مکرر ہوتی ہیں ان کو چھوڑ دیتے ہیں اور جو شخص کہ اپنی ضرورت لازمی ہروقت ہونے والی کو ترک کرے اور دوسرے کے لئے ایسی تکالیف اختیار کرے کہ جو بالکل بیکار ہو اور اس سے خلق خدا کے تقرب اور مقبول ہونے کو اللہ تعالیٰ کے تقرب اور قبول پر اختیار کرتا ہو اور یہ لالچ ہو کہ امراء دنیا دار اسے فاضل محقق اور عالم مدقق کہیں تو اس کے برابر سعادت سے (علمائے سو کو) دور اور کوئی نہ ہوگا۔

علمائے سو کی سزا : اسکا بدلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ہے کہ نہ تو دنیا میں خلق خدا کے نزدیک ہوکر متنفع ہوں نہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے یہاں قرب بلکہ زمانہ کے مصائب اور تلخ زندگی گزرے گی پھر قیامت میں مفلس تہی دست بن جائے گا اور علمائے آخرت کے مرتب اور مقربین کی فلاح اور کروفر دیکھ کر پچھتائے گا اور یہ بڑا بھاری نقصان ہے۔

فائدہ : حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کلام اور گفتگو میں زیادہ تر انبیائے علیہم السلام کے مشابہ اور سیرت اور طریق حق میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب تر تھے ان کے ان دونوں امور میں تمام امت کا اتفاق ہے اور ان کا وعظ اکثر قلوب کے خطرات اور وقائع اعمال کی خرابیوں اور نفسوں کے وسوسوں اور نفس کی خواہشوں میں سے خفیہ اور اسرار و رموز کے متعلق ہوا کرتا تھا۔

حکایت : کسی نے حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا کہ آپ ایسی تقریر کرتے ہیں جو ہم اوروں سے

نہیں سنتے۔ آپ نے تقریر کس سے سیکھی فرمایا۔ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ کسی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا وہ گفتگو کرتے ہیں کہ آپ کے سوا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اور کسی سے ہم نہیں سنتے آپ نے کہاں سے سیکھی۔ فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اس تقریر سے خاص فرمایا ہے۔ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو آپ سے خیر کا حال پوچھا کرتے تھے اور میں آپ سے شر کا حال پوچھتا تھا۔ اس خوف سے کہ کہیں میں اس میں مبتلا نہ ہو جاؤں اور میں نے جان لیا تھا کہ خیر میرے پاس تو آئے گی ایک روایت میں یہ ہے کہ میں نے جان لیا کہ جو شر کو نہیں پہچانتا وہ خیر کو بھی نہیں جانتا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا صحابہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کرتے تھے کہ جو شخص ایسا ایسا نیک کام کرے اس کیا ثواب ہے۔ یعنی اعمال اور ان کے فضائل کا حال پوچھتے ہیں اور میں پوچھا کرتا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلاں فلاں اعمال کو کون سی چیز فاسد کر دیتی ہے جب آپ نے مجھے دیکھا کہ عمل کی آفتوں کا حال پوچھتا ہوں تو مجھے خاص یہی علم سکھلایا۔

علم غیب حضرت حذیفہ : آپ منافقوں کے حالات جاننے میں بھی مخصوص تھے یعنی علم نفاق اور اس کے اسباب اور فتنہ کی باریکیوں کے جاننے میں یکتا تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم آپ سے احوال عام کے علاوہ خاص فتنوں کا پوچھا کرتے تھے اور لوگ ان سے منافقوں کا حال پوچھتے تو جتنے باقی موجود ہوتے ان کا شمار بتلا دیتے نام نہ بتاتے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے اپنا حال پوچھا کرتے کہ مجھ میں تو کوئی نفاق کی بات نہیں وہ آپ کو بری از نفاق اور صاف فرما دیتے اور جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کا جنازہ پڑھنے کو بلائے جاتے تو اگر آپ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنازہ کے ساتھ شریک اور موجود پاتے تو نماز پڑھتے اگر وہ نہ ہوتے تو نماز نہ پڑھتے۔

فائدہ : حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام صاحب السر یعنی راز دار تھا۔ *

ا؎ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان کمالات کے مطالعہ کے بعد اس قوم کی بدبختی کا حال بھی پڑھ لیجئے جن کا عقیدہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منافقین کا علم نہ تھا کہ وہ کون ہیں یہاں ہیں اسی لئے تو وہ آپ کو بہت سخت نقصانات پہنچاتے تھے اس عقیدہ پر آیات و احادیث کا انبار لگا دیتے ہیں لا تعلمھم نحن نعلمھم تو انہیں نہیں جانتا میں ہی انہیں جانتا ہوں منافقین جو کہ ہر وقت ساتھ رہتے تھے ان کے متعلق بھی معلومات نہ تھیں چہ جائیکہ علم کلی۔

جواب : (1) یہی خیال تو منافقین کا تھا کہ ہم باوجودیکہ ساتھ رہتے ہیں لیکن ہمارا انہیں کوئی علم نہیں لیکن بوجہ مصلحت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی باتیں سن کر غیبی باتیں تو بتا دیتے لیکن ان کو علیحدہ رہنے کا حکم نہ دیتے جب تک ان کو علیحدہ رہنے کا حکم نازل نہ ہوا۔ (2) لَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ (سورہ محمد رکوع 3 آیت 30) آپ ان کی بات سنتے ان کو جان لیتے ہیں۔ جمل حاشیہ جلالین میں ہے۔

فکان بعد ذالک لا یتکلم منافق عند النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا عرفہ ویستدل علی فساد

"اس آیت کے بعد کوئی منافق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کلام نہ کرتا مگر آپ اس کو پہچان لیتے اور اس کے اندرونی فساد اور اس کی منافقت پر دلیل پکڑتے۔"

جب ان کو علیحدہ کرنے کا حکم ہوا تو مجلس میں بیٹھے ہوئے ہر ایک مرد اور عورت کا نام لے لے کر اٹھا دیا جیسا کہ عینی شرح بخاری ج 4 ص 221 میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

خطب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الجمعۃ فقال اخرج یا فلاں فانک منافق فاخرج منہا ناسا

حضور نے جمعہ کا خطبہ دیا اس میں فرمایا اے فلاں نکل جا اس لئے کہ تو منافق ہے اس میں بہت سے آدمیوں کو آپ تفسیر صاوی اور شرح شفا للملا علی قاری ج 1 ص 241 میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ

"جن منافقوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکالا تھا ان کی تعداد اس وقت 470 "چار سو ستر" تھی جن میں سے تین سو مرد اور ایک سو ستر عورتیں تھیں۔"

(3) جب کسی پر غصہ کیا جاتا ہے اور کوئی اس کی سفارش کرنے لگے تو غصہ والا کہتا ہے کہ اس خبیث کو تو نہیں جانتا اس کی خباثت مجھے معلوم ہے حالانکہ اس کی نالائقی سے ہر ایک واقف ہوتا ہے چونکہ منافقین کے بارہ میں سخت سزائیں بیان کی جاری تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے لئے رحم کھاتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے فرمایا۔ چنانچہ اگلا ٹکڑا اسی تقریر کا قرینہ ہے۔

محمد ۳۰ پ ۲۶ سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَيْنِ پ ۱۱ التوبۃ ۱۰۱ علاجہم دوبارہ

(4) الخ لَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ سے پہلے اتری ہے (حاشیہ تفسیر حل تحت آیت ھذا۔

اور علم اصول کا قاعدہ ہے کہ جو مضمون پہلے ہو اور وہ مجمل ہو تو اس کی تفصیل بعد والی آیت میں آ جاتی ہے جیسا کہ آیت اعتراض کے اجمال کو دوسری آیہ سورہ محمد میں مفصل کیا گیا۔

(9) علمائے آخرت کی نشانیوں میں سے انکا ایک یہ قاعدہ بھی ہے کہ وہ قلب کے مقامات و احوال پر توجہ رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ قرب الٰہی کی جانب سعی کرنے والا دل ہی ہے اور اب یہ فن کمیاب اور پرانا بھی ہوگیا اگر کوئی عالم دین اس فن کی تحصیل کے درپے ہوتا ہے تو لوگوں کو عجیب معلوم ہوتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ صرف واعظوں کا دھوکا ہے تحقیق کہاں ہے۔ تحقیق صرف مناظروں میں سمجھتے ہیں۔ * واقع میں کسی نے سچ کہا ہے۔۔

(1) الطرق شتی و طرق الحق مفردۃ — والسالکون طریق الحق افراد

(2) لا یعرفون ولا تدری مقاصدھم — فھم علی مھل یمشون قصاد

(3) والناس فی غفلتہ عما یرادھم — فجلھم عن سبیل الحق رقاد

ترجمہ (1) طریقے مختلف بکثرت ہیں لیکن حق کا طریقہ نرالا ہے ہاں جو اس نرالے راستہ پر چلنے والے سالک ہیں وہ بھی نرالے ہیں۔

(2) نہ انہیں کوئی جان سکتا ہے نہ ان کے مقاصد کی کسی کو خبر ہے وہ اپنے ذوق پر چلتے رہتے ہیں اور ان کا جو مقصد ہے اسی کے وہ راہی

فائدہ : اکثر لوگ اس چیز کی طرف راغب ہوتے ہیں جو سہل تر اور ان کی طبیعت کے موافق ہو اس لئے کہ حق تلخ ہے اور اس پر آگاہی مشکل اور اس کا دریافت کرنا نہایت سخت اور اس کا طریق دقیق ہے خصوصاً دل کے صفات کو معلوم کرنا اور اس کو برے اخلاق سے پاک کرنا کہ یہ تو ہمیشہ کی جان کنی ہے اور جو شخص اس کے درپے ہوتا ہے وہ ایسا ہے جیسے دوا پینے والا دوا کی تلخی پر باسیلہ شفائے آئندہ صبر کرتا ہے۔ ایسے ہے کہ گویا عمر بھر روزے رکھتا ہے کہ وہ بھی سختیوں کی برداشت اس لئے کرتا ہے کہ مرنے پر اس کی عید ہو جائے پس اسے طریق کی رغبت کس طرح ہو سکتی ہے۔

فائدہ : مشہور ہے کہ بصرہ میں ایک سو بیس واعظ تھے جو نصیحت وپند کیا کرتے تھے مگر علم یقین اور دلوں کے حالات اور باطن کے صفات پر سوائے تین شخصوں کے کوئی گفتگو نہ کرتا تھا وہ سہل تستری صبیحی وعبدالرحیم تھے اوروں کے واعظ میں اتنے لوگ ہوتے تھے کہ شمار سے زائد اور ان تین کے وعظ میں بہت کم ہوتے تھے زیادہ سے زیادہ دس یا کم و بیش اس لئے کہ نفیس اور عمدہ چیز کے اہل خاص لوگ ہوتے ہیں اور جو چیز عوام کو دی جاتی ہے وہ آسان ہوتی ہے اس کے جاننے والے بھی بہت ہوتے ہیں۔

(10) : علمائے آخرت کی ایک علامت یہ ہے کہ اپنے علوم میں اعتماد اپنی بصیرت اور دل کی صفائی کے ادراک پر کرتے ہیں کتابوں اور صحیفوں پر انہیں کوئی اعتماد نہیں ہوتا اور نہ اس چیز پر جو دوسرے کے سننے سے تقلید کے لئے صرف صاحب شریعت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافی ہیں جس کا آپ نے امر فرمایا۔ اسمیں آپ ہی کی تقلید کرے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید بھی اس وجہ سے ہے کہ ان کا عمل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہوگا پھر جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال کے قبول کرنے میں پیروی بجا لائے تو چاہئے کہ ان کے اسرار کے سمجھنے کا حریص ہو اس لئے کہ پیروی اسی لئے کرتا ہے کہ صاحب شریعت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس فعل کو کیا ہے اور آپ کا عمل کرنا کسی راز کے باعث ہوگا۔ اسی لئے چاہئے کہ اعمال اور اقوال کے اسرار کے باب میں خوب تلاش کرے کیونکہ اگر جو کچھ سنے گا اسے یاد کرے گا تو وہ خود علم کا برتن ہو جائے گا اگرچہ عام نہ ہوگا اسی لئے سابق زمانہ میں اس قسم کے سالک کو کہا کرتے تھے کہ فلاں شخص علم کے برتنوں میں سے ہے اسے عالم نہ کہتے تھے۔ جس حال میں کہ علم تو خوب یاد کرے لیکن فعل کی حکمت اور اسرار سے ناواقف ہو تو اس کو عالم نہ کہیں گے اور جس کے دل سے پردہ اٹھ گیا اور نور ہدایت سے منور ہوگیا وہ بذات خود

ہیں۔ (3) جو ان کے مقاصد ہیں ان سے لوگ غافل ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اکثر ان کے راہ حق سے غافل بلکہ نشہ بلکہ خواب میں ہیں۔

ا۔ دور حاضرہ میں یہ وباء سیاست کے رنگ میں ہے کہ الثا یہ یہی مصیبت کے مارے یاد خدا میں بسر کرنے والوں کو طعنہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ حجروں کو چھوڑ کر میدان سیاست میں آ جاؤ بے چارے خود تو ذلیل ہیں دوسروں کو بھی ذلیل کرنا چاہتے ہیں (اولیی غفرلہ)

متبوع اور پیشوا ہو جاتا ہے اسے لائق نہیں کہ دوسرے کی تقلید کرے اسی لئے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سوائے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کوئی ایسا شخص نہیں کہ اس کی تمام باتیں مان لی جائیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علمی سلسلہ : حضرت ابن عباس نے فقہ حضرت زید بن ثابت سے سیکھی تھی اور قرأت حضرت ابی بن کعب کو سنائی تھی۔ پھر ان دونوں علوم میں دونوں اساتذہ سے اختلاف کیا۔ بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ جو کچھ ہمیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہنچا ہے اس کو تو ہم بسروچشم مانتے ہیں اور جو صحابہ سے پہنچا ہے اس میں سے بعض کو اختیار ہے اور بعض پر عمل نہیں کرتے۔ اور جو تابعین سے پہنچا ہے تو وہ بھی انسان ہیں اور ہم بھی اور صحابہ کی فضیلت اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حالات کے قرائن کو دیکھا ہے اور جو باتیں کہ قرائن سے معلوم ہوئیں ان پر ان کا دل متعلق ہوا اور اسی تعلق سے مبنی بر صواب ہے اور مشاہدہ قرینوں کا ایسا ہے کہ روایت اور الفاظ میں داخل نہیں ہوتا بلکہ آپ پر نور نبوت کا فیض اتنا تھا کہ اکثر خطا سے محفوظ تھے اور جب کہ غیر سے سنی ہوئی بات پر اعتماد کرنا ناپسند تقلید ہے تو کتابوں اور تصنیفوں پر اعتماد کرنا تو زیادہ بعید ہے۔

تصنیف کتب بدعت : علمی کتابیں اور تصنیفات بدعت ہیں کہ زمانہ صحابہ اور کسی قدر تابعین کے شروع زمانہ میں کوئی کتاب یا تصنیف نہ تھی ہجرت کے ایک صدی بعد تو یعنی اکثر صحابہ اور بعض تابعین جیسے سعید بن مسیب اور حسن بصری اور دوسرے عمدہ تابعین کی وفات کے ایک سو بیس سال بعد یہ کام شروع ہوا بلکہ پہلے ائمہ حدیث کی کتابوں کا لکھنا اور تصنیف کرنا برا جانتے تھے اس غرض سے کہ لوگ ان کتابوں کے باعث یاد کرنا اور قرآن کا پڑھنا کہیں چھوڑ نہ بیٹھیں اور کہتے تھے کہ جیسے ہم یاد کیا کرتے تھے ویسے تم بھی یاد کیا کرو 1 - اسی لئے حضرت ابوبکر صدیق بعض دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قرآن مجید کے مصحف میں جمع کرنا مناسب نہ سمجھا اور فرمایا کہ ہم ایسا کام کیوں کریں جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں کیا اور اس بات سے ڈرے کہ لوگ کہیں لکھے ہوئے قرآن پر بھروسہ کرکے اس کی تلاوت نہ چھوڑ دیں۔ اور یہ فرمایا کہ قرآن کو ایسا ہی رہنے دو کہ ایک دوسرے سے سیکھ کر پڑھ لیا کریں تاکہ ان کا شغل اور مقصود باقی رہے یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض صحابہ نے قرآن کے لکھنے کو کہا اس خوف سے کہ لوگ سستی اور کاہلی نہ کریں۔ یا یہ کہ اگر پڑھنے میں کسی کلمہ یا مشابہات کے خلاف ہو تو کوئی اصلی ایسی نہ ملے جس سے اس خلاف کو دور کریں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل بھی اس بات کے لئے کھل گیا اور قرآن مجید کو ایک مصحف میں جمع کیا۔ 2 - امام احمد بن حنبل امام مالک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ پر موطا تصنیف کا انکار کرتے تھے * کہ جو بات صحابہ رضی اللہ علیہم نے نہیں کی اسے نہ کرو۔ اور کہتے ہیں کہ سب سے پہلی تصنیف' سب سے پہلی کتاب جو اسلام میں تصنیف ہوئی وہ ابن جریج کی کتاب ہے جس میں آثار اور تفسیریں ہیں جو مجاہد اور عطاء اور شاگرد ان حضرت عباس سے مروی ہیں۔ یہ کتاب مکہ مکرمہ میں

تصنیف ہوئی۔ اس کے بعد معمر بن راشد صنعانی کی کتاب متضمن سنن ماثورہ نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام یمن میں تیار ہوئی۔ پھر امام مالک کی موطا مدینہ میں۔ پھر سفیان ثوری کی جامع تالیف ہوئی۔

چوتھی صدی کی بدعت : چوتھی صدی میں کلام کی تصنیفات ایجاد ہوئیں اور جنگ و جدل اور مقالات بے ہودہ میں غور و خوض کثرت سے ہونے لگا اور لوگوں کو اس کی طرف رغبت ہوئی اور قصوں اور وعظ گوئی کا شوق ہوا تو اس وقت سے علم یقین کم ہونے لگا۔ بعد کو تو یہ حال ہوا کہ دلوں کا عمل اور نفس کے صفات کا حال دریافت کرنا اور شیطان کے ساتھیوں کا معلوم کرنا ایک عجیب بات ہو گئی اور تمام لوگوں نے اس طرف سے منہ پھیر لیا۔ صرف چند لوگ رہ گئے جن میں ان علوم کا شوق ہوا۔ اب عالم وہی کہلاتا جو مناظرہ کرنے والا اور کلام جاننے والا ہو یا وعظ میں خوب چوڑے چکنے الفاظ اور مقفی عبارتوں سے بیان کرے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے سننے والے عوام ہوتے ہیں ان کو یہ تمیز نہیں کہ علم واقع میں کونسا اور غیر واقع کونسا اور صحابہ کی سنت اور علوم انہیں کو معلوم نہیں۔ تاکہ اس کی نسبت سے دیکھ لیتے کہ اب کے عالم ان کے بالکل مخالف ہیں اسی وجہ سے جسے کچھ کہتے سنا عالم کہہ دیا اسی طرح پچھلے بھی اگلوں کی پیروی کرتے آئے اور علم آخرت ذہنوں سے بہت دور چلا گیا سابقہ زمانے میں دین ایسا ست ہو گیا تو دور حاضرہ کا کیا حال ہو گا۔ غور فرمایئے نوبت کس حد تک پہنچی ہے کہ اگر کوئی علم کلام وغیرہ سے انکار کرے تو مجنون کہلاتا ہے اسی لئے بہتر یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کی فکر میں لگے اور خاموش ہو کر زندگی بسر کرے۔

(11) : علمائے آخرت کی ایک علامت یہ ہے کہ بدعات اور نو ایجادات امور سے بچے اگرچہ اس پر تمام عوام نے اتفاق کرلیا ہو جو چیز صحابہ کے بعد بدعت ہوئی اس پر لوگوں کے اتفاق کرلینے سے مغالطہ نہ کھائے بلکہ صحابہ کے حالات اور سیرت اور اعمال کی جستجو کا حریص ہو اور یہ دریافت کرے کہ ان کی ہمت اکثر کن باتوں میں مصروف تھی۔ درس و تدریس اور تصنیف اور مناظرہ اور قاضی اور حاکم ہونے اور اوقاف کے متولی اور یتیموں اور وصیتوں کے مال کے امین بننے اور سلاطین سے ملنے اور ان سے خوب صحبت رکھنے میں کیا صحابہ ان امور میں مصروف تھے یا خوف اور غم اور فکر اور مجاہدہ اور ظاہر باطن کے مراقبہ اور چھوٹے بڑے گناہوں کے بچنے اور نفس کی خفیہ خواہشوں کے ترک کرنے اور شیطان کے حیلوں کو دریافت کرنے وغیرہ و دیگر علوم باطن میں مشغول تھے یقین کیجئے کہ اس زمانہ میں زیادہ عالم اور حق سے قریب تر وہ ہے جو صحابہ کے زیادہ قریب اور مشابہ اور اکابرین سلف صالحین کے طریق سے زیادہ واقف ہو اس لئے کہ دین انہیں لوگوں سے لیا گیا ہے اس لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہم میں بہتر وہ شخص ہے جو دین کا زیادہ تابع ہو۔

حکایت : حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مذکورہ بالا ارشاد اس وقت فرمایا تھا کہ کسی نے آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ آپ نے فلاں شخص کا خلاف کیا۔ اگر تم زمانہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موافق ہو تو اس کی پروا نہ کرو کہ اپنے زمانہ کے لوگوں کی مخالفت ہو کیونکہ لوگوں نے اپنی طبیعتوں کی خواہش کی وجہ سے ایک قیا

ٹھہرا لیا اور ان کا نفس اس بات کو گوارہ نہیں کرتا کہ اقرار کریں کہ ہماری رائے جنت سے محروم ہونے کی موجب ہے۔ تو ایسی بات کے مدعی ہوئے کہ جنت کی سبیل بجز اس رائے کے اور کوئی نہیں اسی وجہ سے حضرت حسن بصری نے فرمایا ہے کہ اسلام میں دو نئے شخص پیدا ہوگئے۔ (1) وہ جس کی رائے فاسد ہے اور وہ کہتا ہے کہ جنت صرف اسی کے لئے ہے جس کی رائے میری رائے جیسی ہو۔ (2) وہ دولت مند دنیا پرست وہ دنیا کے لئے ناخوش ہوتا ہے اور اس کے لئے راضی اور اسی کی طلب کرتا ہے کہ عزیزو تم ان دونوں کو ترک کر دو اور انہیں جہنم میں جانے دو۔ اور کوئی شخص اس دنیا میں ایسا ہو کہ ادھر تو دنیا دار اسے اپنی دنیا کی طرف بلاتا ہے اور ادھر بدعتی اپنی رائے فاسد کی طرف اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے دونوں سے محفوظ رکھا ہو اور وہ سلف صالحین کی پیروی کا مشتاق ہو کہ ان کے افعال کو معلوم کرتا ہو اور ان کے آثار کی اقتداء کرکے اجر عظیم کا خواہاں ہو تو تم بھی ویسے ہی ہو جاؤ۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفاً" اور مرفوعاً" دونوں طرح مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دو ہی باتیں ہیں۔ (1) کلام (2) سیرت کلام میں سے عمدہ تو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اور سیرت میں سے بہتر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت ہے خبردار خود کو نئے امور بدعت سے دور رکھو کہ تمام امور بدتر سے امور بدعت ہیں اور جو نئی بات ہے وہ بدعت ہے اور جو بدعت ہے وہ گمراہی ہے خبردار اپنی عمر زیادہ مت سمجھو ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے جان لو کہ جو چیز آنے والی ہے وہ نزدیک ہے دور وہی ہے جو آئی نہیں۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا کہ خوشحالی ہے اسے جس نے اپنے عیب دیکھ کر دوسرے لوگوں کے عیب سے پہلوتہی کیا اور جو مال کہ بغیر معصیت کے کمایا اس میں سے خرچ کیا۔ اور فقہ اور حکمت والوں سے محبت کی اور لغزش اور معصیت والوں سے احتراز کیا خوش حالی ہے اس کو جس نے اپنے علم کے مطابق عمل کیا اور جو مال اس کے ہاں بچا وہ راہ خدا میں دے ڈالا اور جو بات کہ زائد از ضرورت ہو اسے زبان سے نہ نکالا۔ طریقہ سنت اس پر محیط ہے اور اس نے سنت سے بدعت کی طرف تجاوز نہ کیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے کہ آخر میں سیرت کا بہتر ہونا بہت سے عمل کی بہ نسبت اچھا ہوگا اور فرمایا کہ تم لوگ ایسے زمانے میں ہو کہ تم میں سے اب بہتر وہ ہے جو امور خیر میں جلدی کرتا ہے اور عنقریب تمہارے بعد ایسا وقت آئے گا کہ اس میں بہتر وہ ہوگا جو ثابت قدم رہے گا اور کام کی بجاآوری میں توقف کرے اس عطائے آخرت کی علامات میں ایک یہ ہے کہ کام کی بجاآوری میں توقف کرے اس لئے کہ شبہات بہت ہوں گے۔

فائدہ : سچ فرمایا اس لئے کہ اس وقت اگر کوئی شخص توقف نہ کرے اور جن امور میں تمام مبتلا ہیں ان میں ان کی موافقت کرے اور انہیں کی طرح امور میں غور و خوض کرے تو جیسے وہ تباہ ہوئے ویسے یہ بھی تباہ ہو جائے گا۔

فائدہ : حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے بھی عجیب تر بات فرمائی ہے کہ تم لوگوں کی نیکی اس وقت میں پہلے زمانے کی برائی ہے اور جسے تم اب برائی جانتے ہو پہلے وقت میں وہ بھلائی تھی اور تم جب تک ہی خیر سے رہو

گے جب تک کے حق کو پہچانو گے اور تمہارے عمل امر حق کو نہ چھپا دیں گے۔

فائدہ : واقعی درست فرمایا کہ اس زمانے کی اکثر بھلائیاں ایسی ہیں کہ صحابہ کے وقت میں ان پر انکار ہوتا تھا مثلاً آج کل بھلائی کے دھوکے میں مسجدوں کو مزین اور آراستہ کرتے ہیں اور اس کی عمارت کے باریک کاموں میں بہت بڑا مال خرچ کرتے ہیں اور عمدہ قالینوں کا فرش بچھاتے ہیں حالانکہ پہلے مسجد میں بوریوں کا بچھانا بھی بدعت گنا جاتا تھا۔[1] *

مسجد کا فرش بدعت : مسجد کا فرش پکا بنانا حجاج بن یوسف کی ایجاد ہے۔[2] * اکابرین سلف صالحین تو مسجد کی مٹی پر بہت کم فرش بچھاتے تھے یہی حال مناظرہ اور جدل کی دقیق باتوں میں مشغول ہونے کا ہے کہ اس کو بھی اس زمانے کے لوگ بہت برا سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بڑے ثواب کی بات ہے حالانکہ سلف صالحین میں یہ امر برا متصور ہوتا تھا۔ بدعت میں داخل ہے۔

مسئلہ : قرآن اور اذان میں راگ کی سی آواز کرنا اور صفائی میں مبالغہ کرنا اور طہارت میں وسوسہ کرنا اور کپڑوں کی نجاست دور کے سبب سے فرض کرلینا مگر کھانوں کے حلال اور حرام میں تساہل برتنا جو سب سے زیادہ ضروری ہے اور اس کے سوا بہت سے امور بدعت ہیں۔[3] *

فائدہ : حضرت عبداللہ ابن مسعود نے سچ فرمایا کہ آج تم ایسے زمانے میں ہو جس میں خواہش نفس علم کے تابع ہے پھر ایسا زمانہ آئے گا کہ اس میں علم خواہش نفس کے تابع ہوگا * امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے کہ لوگوں نے سنت کو چھوڑ کر غرائب امور پر توجہ کی ان میں علم نہایت کم ہے اللہ عزوجل مدد کرے۔ (آمین)[4] * مالک بن انس فرماتے ہیں کہ زمانہ گزشتہ میں لوگ وہ امور نہیں پوچھتے تھے۔ جو آج پوچھتے ہیں اور نہ علماء حرام و حلال کو بیان کرتے تھے۔ میں نے ان کو دیکھا کہ یہ کہا کرتے تھے کہ یہ مستحب ہے وہ مکروہ ہے اس سے یہ غرض ہوتی تھی کہ ان لوگوں کی نظر کراہت اور استحباب کے دقائق میں ہوا کرتی تھی حرام سے تو ظاہر ہے کہ بچا ہی کرتے تھے۔[5] * ہشام بن عروہ کہا کرتے تھے کہ علماء سے آج وہ باتیں نہ پوچھو جو انہوں نے اپنے جی سے تراشی ہیں اس لئے کہ ان کا جواب انہوں نے خود بنا رکھا ہے بلکہ ان سے سنت کا پوچھو کہ اس کو جانتے ہی نہیں۔ ابو سلیمان درانی کہا کرتے تھے کہ جس کے دل میں کوئی امر خیر الہام کیا جائے تو اسے چاہئے کہ اس پر عمل نہ کرے جب تک کہ اس کا ہونا احادیث یا صحابہ سے نہ سن لے اگر آثار میں اس کا وجود پایا جاتا ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر کرے کہ جو بات اس کے دل میں پڑی وہ آثار کے مطابق ہوئی۔

فائدہ : آپ نے یہ اس لئے فرمایا کہ اب جو نئی باتیں یعنی نئی بدعات ہوگئی ہیں ان کو سن کر انسان بھی دل میں پختہ عہد کرلیتا ہے اور اس سے بعض اوقات دل کی صفائی میں فرق آجاتا ہے اور اس کے باعث امر باطل کو حق خیال کرنے لگتا ہے اس لئے احتیاط ضروری ہے کہ جو امر دل میں آئے اس کی تائید اثار سے کرے۔

بدعت : جب نماز عید میں مروان نے عیدگاہ کے قریب منبر بنوالیا تو حضرت ابوسعید خدری نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے مروان یہ کیا بدعت ہے۔ مروان نے کہا کہ یہ بدعت نہیں بلکہ یہ بہتر ہے تم جانتے ہو لوگ زیادہ ہو گئے ہیں اسی لئے میں نے چاہا کہ سب کو آواز پہنچے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں اس سے بہتر تم ہرگز نہ کرو گے بخدا کہ میں آج کے بعد تیرے پیچھے نماز نہ پڑھوں گا۔

فائدہ : حضرت ابوسعید نے منبر کو اس لئے برا جانا اور مروان پر اعتراض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید کے خطبے اور بارش کی اذان میں کمان یا لاٹھی پر سہارا دے کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ (منبر پر خطبہ نہیں دیتے تھے۔

مذمت بدعت : (1) حدیث مشہور ہے "من احدث فی دیننا مالیس منه فهو رد" "جس نے نیا امر نکالا جو دین میں ہے تو وہ مردود ہے۔ (2) جو دھوکہ دے میری امت کو اس پر لعنت ہے اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور کل آدمیوں کی کسی نے عرض کیا کہ آپ کی امت کو دھوکہ دینا کیا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کوئی بدعت پیدا کرے اور لوگوں کو اس پر ترغیب دے۔ (3) حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے کہ ہر روز یوں پکارتا ہے کہ جو کوئی خلاف سنت کرے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت اسے نصیب نہ ہوگی۔

فائدہ : جو شخص بدعت خلاف سنت ایجاد کرے دین میں خطاوار ہوتا ہے اس کی نسبت گناہگار سے ایسی ہے جیسے کسی بادشاہ کی سلطنت تباہ کرنے والے کو ہے۔

فائدہ : جو صرف کسی خدمت خاص میں بادشاہ کے کہنے کا خلاف کرے تو یہ تقصیر بادشاہ کبھی معاف کر دیتا ہے مگر سلطنت کے درہم برہم کرنے کا قصور معاف نہیں کرتا۔ بعض اکابرین سلف صالحین نے ارشاد فرمایا کہ جس بات میں سلف صالحین نے گفتگو کی ہے اس سے سکوت کرنا ظلم ہے۔ اور جس بات میں انہوں نے سکوت کیا ہے اس میں گفتگو کرنا تکلف ہے۔ ایک اور بزرگ نے فرمایا ہے کہ امر حق گراں ہے جو شخص اس سے بڑھتا ہے وہ ظالم ہے اور جو اس میں کمی کرتا ہے وہ عاجز ہے اور جو اس پر توقف کرتا ہے وہ کفایت کرتا ہے۔

(4) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طریق اوسط کو لازم پکڑو جس کی طرف آگے جانے والا لوٹ آئے اور پیچھے چلنے والا بڑھ جائے۔ (5) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ گمراہی والوں کے دلوں میں اس کی بھی حلاوت ہوتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ "وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا" (ترجمہ) اور چھوڑ دے ان کو جنہوں نے اپنا دین ہنسی کھیل بنالیا (کنزالایمان) اور فرمایا۔ "اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا۔" (فاطر 9 پ 22)۔ ترجمہ کنزالایمان: تو کیا وہ جس کی نگاہ میں اس کا برا کام آراستہ کیا گیا کہ اُس نے اسے بھلا سمجھا ہدایت والے کی طرح ہو جائے گا۔

فائدہ : جو چیز صحابہ کے بعد پیدا ہوئی اور مقدار ضرورت اور حاجت سے زائد ہے وہ لہو و لعب میں داخل ہے۔

حکایت : ابلیس علیہ اللعنۃ نے زمانہ صحابہ میں اپنا لشکر پھیلا دیا۔ متفرق کر دیا تاکہ صحابہ کو گمراہ کریں لیکن وہ سب

اس کے پاس بہت تھکے ماندے پھر کر آئے۔ اس نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے کہا کہ ہم نے صحابہ جیسے لوگ نہیں دیکھے کسی بات میں ہمارا داؤ ان پر نہیں چلتا۔ انہوں نے ہمیں تھکا دیا مار دیا۔ ابلیس نے کہا کہ واقعی تم ان پر قدرت نہ پاؤ گے۔ اس لئے کہ وہ اپنے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی صحبت میں رہے اور کلام اللہ کے نزول کو دیکھا۔ مگر عنقریب ان کے بعد کچھ لوگ ہوں گے ان سے تمہاری غرض پوری ہوگی۔ جب تابعین کا زمانہ آیا تو پھر شیطان نے لشکر پھیلا دیا اور وہ بدستور شکستہ حال واپس آئے اور کہا کہ ہم نے ان سے عجیب تر لوگ دیکھے ہی نہیں اگر کہیں ہمارا داؤ چل گیا اور کوئی گناہ ان سے کرا لیا تو جب شام ہونے لگتی ہے وہ اپنے رب تعالیٰ سے مغفرت چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔ ابلیس نے کہا کہ تمہیں ان سے کچھ نہ ملے گا اس لئے کہ ان کا اسلام درست ہے اور اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کے اتباع میں چست و چالاک ہیں مگر بعد کو ایک قوم ہوگی جس سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور تم ان سے خوب کھیلو گے اور خواہش نفس کی باگوں سے ان کو جدھر چاہو گے کھینچ لو گے اگر وہ صرف استغفار کریں گے انہیں معاف نہ کیا جائے گا اور توبہ کریں گے نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دے۔

فائدہ : راوی کہتا ہے کہ جب خیرالقرون کے بعد لوگ پیدا ہوئے تو ابلیس نے ان میں بدعتیں پھیلا دیں اور انہیں ان کی نظروں میں اچھا کر دیا اسی لئے انہوں نے بدعتوں کو حلال جانا اور انہیں دین ٹھہرا لیا کہ ان سے استغفار کرتے ہیں نہ توبہ ان پر دشمن غالب ہوگئے ہیں۔ جدھر چاہتے ہیں ادھر کھینچتے ہیں۔

سوال : ابلیس تو نظر نہیں آتا نہ کسی سے باتیں کرتا ہے تو اس حکایت بیان کرنے والے نے کیسے جانا کہ ابلیس نے یوں کہا تھا؟

جواب : اہل دل کو جو ملکوت کے حال اور اسرار معلوم ہوتے ہیں تو کبھی تو الہام کے طور پر معلوم ہوتے ہیں کہ دل میں بطور خطرہ کے پڑ جاتے ہیں کہ ان کو خبر نہیں اور کبھی بطور سچے خواب کے اور کبھی بیداری میں مثالوں کے دیکھنے سے معانی ظاہر ہو جاتے ہیں جیسے خواب میں ہوا کرتا ہے اور بیداری میں معلوم ہو جانا اسرار کا نبوت کے اعلیٰ درجات سے ہے جیسے سچے خواب چھیالیسواں حصہ ہوتا ہے۔

فائدہ : خبردار تم یہ علم پڑھ کر ایسا نہ کرنا جو چیز تمہاری عقل ناقص کی حد سے باہر ہو اس کو انکار کرنے لگو کہ اس میں بڑے بڑے ماہر تباہ ہوگئے جن کو دعویٰ تھا کہ ہم علوم معقول کو جانتے ہیں وہ علم عقلی جو اولیاء اللہ کی باتوں کے انکار کی طرف بلائے۔ اس سے جہالت بہتر ہے۔ * اور جو شخص ان باتوں کا انکار اولیاء اللہ کے لئے کرتا ہے اسے انبیائے علیہم السلام کا بھی انکار کرنا پڑتا ہے اور انسان دین سے باہر ہو جاتا ہے بعض عارفین نے فرمایا کہ ابدال اطراف زمین میں چلے گئے اور عوام کی نظروں سے چھپ گئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اس زمانے کے علماء کو دیکھنے کی تاب نہیں اس لئے کہ علماء ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کو نہیں جانتے حالانکہ اپنے گمان اور جاہلوں کے خیال میں وہ عالم

ہیں۔ سہل تستری فرماتے ہیں کہ بڑی مصیبت ہے جہالت سے جاہل رہنا اور عوام کی طرف نظر کرنا اور اہل غفلت کا کلام سننا انتباہ جو عالم دین کہ دنیا میں پھنسا ہوا ہے اس کا قول نہیں سننا چاہئے بلکہ جو کچھ کہے اس میں اس کو متہم جاننا چاہئے اس لئے کہ ہر آدمی کا دستور ہے کہ اپنی محبوب چیز میں پھنسا رہتا ہے اور جو چیز محبوب کے موافق نہیں ہوتی اس کو دفع کیا کرتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا" (الکہف 28) اور نہ کہا مان اس کا جس کا دل غافل کیا ہم نے اپنی یاد سے اور پیچھے لگا ہے اپنی خواہش کے اور اس کا کام حد پر نہ رہنا)اور عوام گناہگار اپنی تقصیر اور خطا کا اقرار کرے استغفار اور توبہ کرتے ہیں اور یہ جاہل جو اپنے آپ کو عالم تصور کرتا ہے۔ وہ انہیں علوم میں مشغول رہتا ہے جو دنیا کے وسائل ہوں اور طریقہ دین پر چلنے سے غافل رہ کر نہ توبہ کرتا ہے اور نہ استغفار بلکہ مرتے دم تک اسی اپنی دھن میں لگا رہتا ہے اور چونکہ بجز ان لوگوں کے جن کو خدا بچائے اکثر لوگوں پر یہی حال غالب ہے اور ان کی درستی کی طمع نہیں رہی تھی۔

انتباہ: اہل دنیا محتاط آدمی کے لئے احسن طریقہ یہی ہے کہ ان سے علیحدہ ہو کر گوشہ نشین بیٹھا رہے۔ چنانچہ اس کا ذکر باب عزلت میں ان شاء اللہ آئے گا۔ اسی وجہ سے یوسف بن اسباط نے حذیفہ مرعشی کو لکھا تھا کہ تم میرے بارے میں کیا خیال کرتے ہو میں تو ویسا رہ گیا کہ کوئی میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یاد کرنے والا نہیں جو ملتا ہے تو اس کے ساتھ بات کرنا معصیت ہی ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ذکر کا اہل کوئی نہیں ملتا۔

فائدہ: انہوں نے درست فرمایا اس لئے لوگوں سے ملنا غیبت کرنے اور سننے سے خالی نہیں یا بری بات کو دیکھ کر چپ رہنا پڑتا ہے اور بہتر حال آدمی کا یہ ہے کہ علم سکھائے یا سیکھے اور اگر غور کرے تو جان لے کہ سیکھنے والے کی غرض یہی ہے کہ علم کو ذریعہ طلب دنیا اور وسیلہ شر بنائے تو ظاہر ہے کہ استاد اس بارے میں اس کا معین اور مددگار اور اسباب شر کا تیار کرنے والا ہوگا جیسے وہ شخص کہ تلوار رہزنوں کے ہاتھ بیچے اور علم بھی مثل تلوار کے ہے اس میں خیر کی استعداد لیاقت وہی ہے جو تلوار میں جہاد کے لئے۔ اسی وجہ سے تلوار ایسے شخص کے ہاتھ بیچنا کہ اس کے حال کے قرینوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رہزنی کے لئے چاہتا ہے۔ جائز نہیں۔

فائدہ: یہاں تک علمائے آخرت کی بارہ علامات ہوئیں۔ ان میں سے ہر ایک بعض کے اخلاق علمائے سلف صالحین کے موجود ہیں تو تمہیں دو شخصوں میں سے ایک ہونا چاہئے یا تو ان صفات کے ساتھ متصف ہو جاؤ یا اپنی تقصیر کے مقر ہو کر ان صفات کے قائل رہو مگر خبردار ان دو کے سوا تیسرے مت ہونا ورنہ تمہارے دل میں شبہ پڑ جائے گا کہ دنیا کے ذریعہ کو دین کہنے لگ گئے اور جھوٹوں کی سیرت کو علمائے راسخین کی علامت قرار دو گے اور اپنے جہل اور انکار کے باعث ہلاک ہونے والوں کی جماعت میں مل جاؤ گے جن کے بچنے کی امید نہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے شیطان کے فریبوں سے پناہ مانگتے ہیں کہ انہیں میں سب ہلاک ہوئے اور اس سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمیں ان لوگوں میں سے بنائے جنہیں دنیا کی زندگی اور ابلیس مکار دھوکہ اور مغالطہ نہ دے سکے۔ آمین۔ بجاہ النبی الامین صلی اللہ

علیہ وسلم

عقل کی فضیلت : عقل کا شرف ان اشیاء سے ہے جن کے بیان کی ضرورت نہیں بالخصوص ایسے حال میں کہ پہلے علم کا شرف معلوم ہوگیا اور ہم جانتے ہیں کہ عقل علم کا منبع اور مطلع اور اصل ہے علم کو عقل سے نسبت ایسے ہے جیسے پھل کی نسبت درخت سے یا نور کی نسبت سورج سے یا جیسے آنکھ کی نسبت نگاہ سے ہے تو جو چیز دنیا و آخرت کی سعادت کا وسیلہ ہو وہ اشرف و افضل کیسے نہ ہوگی۔ اس میں شک بھی کیوں ہو جبکہ جانور باوجود اپنی تمیز ناقص ہونے کے عقل سے مرعوب ہے یہاں تک جانوروں میں جو بدی میں سب سے بڑا اور ضرر اور رعب میں زیادہ ہو جب انسان کی صورت دیکھتا ہے تو اس سے مرعوب ہو جاتا ہے اور خوف کھاتا ہے اس لئے اس کو اتنا شعور ہے کہ انسان مجھ پر غالب ہو جائے گا کیونکہ تدابیر اور حیلوں میں انسان مخصوص ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بوڑھا اپنی قوم میں ایسا ہے جیسا نبی اپنی امت میں۔

فائدہ : یہ فضیلت مال کی کثرت اور جثہ کے بڑے ہونے اور طاقت کے زیادہ ہونے سے نہیں ہوتی بلکہ تجربہ میں زیادہ ہونے سے ہے جو عقل کا ثمرہ ہے اسی وجہ سے ترکوں اور کردوں اور عرب کی بدووں اور تمام خلق خدا کے جہال کو دیکھتے ہو باوجودیکہ جانوروں کے مرتبہ سے قریب ہی ہوتے ہیں مگر اپنی شریعت سے بوڑھوں کی توقیر کرتے ہیں اسی وجہ سے جب بعض دشمنوں نے حضور ﷺ کو شہید کرنا چاہا جب ان کی نظر آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر پڑی اور روشنی سرمہ چشم بصیرت ہوئی تو تھرا گئے اور نور نبوت آپ ﷺ کے عارض تاباں کا ان کی نظروں میں جھلکنے لگا اگرچہ یہ نور عقل کی طرح آپ ﷺ کی ذات مجمع کمالات میں پوشیدہ تھا۔ بہرحال عقل کا شرف "تو بدابتا" معلوم ہوتا ہے مگر ہمارا مقصد یہ ہے کہ جو آیات اور احادیث اس کے شرف کے بارے میں آئی ہوں ان کو ذکر کریں۔ (آیتہ قرآنیہ) اللہ تعالیٰ نے عقل نام نور فرمایا ہے۔ 1۔ "اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" (النور 35) (ترجمہ) اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔ (کنزالایمان)

2 - جو علم کہ عقل سے حاصل ہوتا ہے اسے روح اور وحی اور حیات سے تعبیر فرمایا۔ "وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا" (الشوریٰ 52) اور یونہی ہم نے تمہیں وحی بھیجی ایک جانفزا چیز (کنزالایمان)

3 - فرمایا "اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ" (انعام 122) (کنزالایمان) اور کیا وہ مردہ تھا تو ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لئے ایک نور کر دیا جس سے لوگوں میں چلتا ہے

فائدہ : جہاں کہیں نور اور تاریکی کا ذکر فرمایا ہے وہاں مراد علم اور جہل ہے جیساکہ اس آیت میں ہے۔ آیت نمبر 4 "يُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ" (احزاب 43) (ترجمہ کنزالایمان) کہ تمہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف نکالے۔ احادیث مبارکہ حضور ﷺ فرماتے ہیں اے لوگو اپنے خدا کو سمجھو اور آپس میں ایک دوسرے سے عقل کی نصیحت کرو اس وجہ سے کہ جس بات کا تمہیں حکم ہوا ہے اور جس سے منع کئے گئے ہو جان لو گے اور جان لو کہ عقل تمہیں تمہارے رب کے

نزدیک بزرگی دے گی۔ اور جان لو کہ عاقل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اگرچہ صورت میں برا اور قدر میں حقیر اور مرتبہ میں کم اور شکستہ حال ہو اور جاہل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے اگرچہ صورت کا اچھا ہو اور قدر کا بڑا مرتبہ کا شریف اور خوش ہیبت اور فصیح اور خوب بولتا ہو جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے اس کی بہ نسبت سور اور بندر زیادہ عاقل ہیں۔ اور دنیا دار اگر تمہاری تعظیم کریں تو اس کے مغالطہ میں نہ آؤ ورنہ خسارہ والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

احادیث مبارکہ : (۱) حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا اور اس کو فرمایا کہ سامنے ہو، وہ سامنے ہوئی پھر فرمایا کہ پشت پھیر اس نے پشت پھیری پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے قسم ہے اپنی ذات اور بزرگی کی کہ میں نے کوئی مخلوق تجھ سے زیادہ مکرم پیدا نہیں کی میں تجھی سے لوں گا اور تجھے سے دوں گا اور تیرے ہی سبب سے ثواب دوں گا اور تیرے ہی سبب سے عذاب کروں گا۔

سوال : عقل اگر عرض ہے تو اجسام سے پہلے کیسے پیدا ہوئی اور اگر جوہر ہے تو جوہر کیسے ہو سکتا ہے کہ اپنی ذات سے قائم ہو اور کسی مکان میں نہ ہو گا؟

جواب : عقل کی پیدائش علم مکاشفہ میں سے ہے اس کا ذکر کرنا علم معاملہ میں مناسب نہیں اور ہمارا مقصد علوم معاملہ کا ذکر ہے۔ (3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے سامنے ایک شخص کی تعریف کی گئی یہاں تک کہ صحابہ نے مبالغہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کی عقل کیسی ہے۔ عرض کیا کہ ہم عبادت اور اقسام خیرات میں اس شخص کی محنت آپ کی خدمت میں ذکر کرتے ہیں اور آپ اس کی عقل کا حال دریافت فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ احمق آدمی اپنی جہالت کی وجہ سے بدکاری سے زیادہ برائی کرلیتا ہے۔ (4) حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ سے قریب ہونے کے درجات عقول کے موافق بلند کئے جائیں گے۔ (6) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے کسب میں عقل کی زیادتی کے برابر کوئی چیز نہیں۔ عقل کی زیادتی اس کی ہدایت کی طرف رہنما ہوتی ہے اور ہلاکت سے باز رکھتی ہے اور انسان کا نہ ایمان کامل ہو سکتا ہے نہ دین راست اور درست ہو سکتا جب تک اس کی عقل کامل نہ ہو۔ (6) حضور سرور عالم ﷺ کا ارشاد ہے۔ "ان الرجل یدرک بحسن خلقه درجة الصائم ولا یتم الرجل حسن خلقه حتی یتم له عقله فقد ذلک تم ایمانه واطاع ربه و عصٰی عدوه ابلیس" ترجمہ۔ انسان اپنی خوش خلقی سے درجہ روزہ دار شب بیدار کا پاتا ہے۔ اور کبھی انسان کا خلق کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی عقل کامل نہ ہو پس اس وقت اس کا ایمان کامل ہوتا ہے اور اپنے رب کا فرمانبردار اور اس کے دشمن شیطان کا نافرمان ہوتا ہے۔ (7) حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک تکیہ ہے اور ایمان کا تکیہ عقل ہے تو اس کی عبادت اس کی عقل ہی کے مطابق ہوگی۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ بدکار دوزخ میں یوں کہیں گے۔ "لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيٓ أَصْحٰبِ السَّعِيْرِ۔" (پ 29 الملک 10)

29 الملاء)(ترجمہ۔) اگر ہم ہوتے سنتے یا بوجھتے نہ ہوتے دوزخ والوں میں سے۔ (8) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمیم داری سے پوچھا کہ تم میں سرداری کیا چیز ہے کہا عقل۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے درست کہا میں نے حضور ﷺ سے بھی یہی سوال کیا تھا آپ (ﷺ) نے بھی یہی جواب دیا جو تو نے دیا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے سوال کیا کہ سرداری کیا چیز ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا عقل ہے۔ (9) برا بن عازب سے مروی ہے کہ ایک دن حضور ﷺ سے لوگوں نے کثرت سے سوال کئے تو آپ نے فرمایا اے لوگو ہر چیز کی ایک سواری ہے اور مرد کی سواری عقل ہے اور تم میں دلیل و حجت میں بہتر وہ ہے جو عقل میں بڑھ کر ہو۔ (10) حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ نے غزوہ احد سے مراجعت فرمائی لوگوں کو کہتے سنا کہ فلاں شخص فلاں سے زیادہ بہادر ہے اور فلاں شخص زیادہ سفر آزمودہ ہے اسی لئے وہ اس سے سفر کی تجربہ کاری میں کم ہے۔ اسی طرح کی اور باتیں کہتے تھے۔ حضور ﷺ نے سن کر ارشاد فرمایا ان امور کا تمہیں علم نہیں لوگوں نے عرض کیا وہ کس طرح آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے قتال اس قدر کیا جس قدر اللہ تعالیٰ نے ان کو عقل عنایت کی تھی اور ان کی جیت اور نیت بھی ان کی عقلوں کے مطابق ہوئی ان میں سے جو کوئی جن مقامات مختلف پر پہنچا تو اسی عقل کی بدولت قیامت کا دن ہوگا تو اپنی نیتوں اور عقلوں کے مطابق مراتب پائیں گے۔ (11) براء بن عازب سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کی طاعت میں کوشش اور جدوجہد عقل سے کی اور ایماندار انسانوں نے اپنی عقول کے موافق کوشش کی تو جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے وہی عقل میں زیادہ ہوتا ہے۔ (12) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور سرور عالم ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ لوگوں کو فضیلت دنیا میں کس چیز سے ہے۔ آپ نے فرمایا عقل سے میں نے عرض کیا کہ آخرت میں کس چیز سے؟ آپ نے فرمایا عقل سے میں نے عرض کیا اعمال کے عوض جزا نہ ہوگی؟ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے عائشہ انہوں نے عمل بھی اتنا کیا ہوگا جتنی اللہ عزوجل نے اُن کو عقل دی ہوگی۔ تو جتنا عقل ملی اتنے ہی عمل ہوں گے اور جس قدر عمل کیا ہوگا اس کی اتنی جزا ہوگی۔ (13) حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر فرشتے کا ایک لاؤنہ اور سامان ہے اور ایماندار کا سامان اور آلہ عقل ہے اور ہر چیز کی ایک سواری ہے انسان کی سواری عقل ہے اور ہر چیز کا رکن ہے اور دین کا رکن عقل ہے اور ہر قوم کی ایک غایت ہے اور بندوں کی غایت عقل ہے اور ہر ایک قوم کا ایک نگہبان ہے اور عابدین کا نگہبان عقل ہے اور ہر سوداگر کا اثاثہ اور پونجی ہوتی ہے اور جدوجہد کرنے والوں کی پونجی عقل ہے اور ہر اہل بیت کے لئے ایک منتظم ہے اور صدیقین کے گھر کا منتظم عقل ہے اور ہر اجاڑ کی ایک آبادی ہے اور آخرت کی آبادی عقل ہے اور ہر آدمی کے لئے ایک پیچھے رہنے والا ہوتا ہے جس کی طرف منسوب ہوتا ہے اور اس کے باعث ذکر کیا جاتا ہے اور صدیقوں کے پیچھے رہنے والا جس کی طرف کہ وہ منسوب ہوں اور جس کے باعث ذکر کئے جائیں عقل ہے اور ہر سفر کے لئے ایک بڑا خیمہ ہوتا ہے اور ایمانداروں کا خیمہ عقل ہے۔ (14) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایمان والوں میں سب سے زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں قائم ہو اور اسکے بندوں کی خیرخواہی کرے اور اس کی عقل کامل ہو اور اپنے نفس کو نصیحت کو اور دانا بینا ہو کر بموجب عقل، زندگی بھر

عمل کرکے فلاح و نجات کو پہنچے اور فرمایا کہ تم میں سے کامل تر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ خوف رکھتا ہو اور جس چیز کا اسے حکم ہو اور جس چیز سے منع کیا گیا ہو اس میں اس کی نظر سب سے اچھی ہو اگرچہ خیر و بھلائی میں کم تر ہو۔

(2) **عقل کی حقیقت اور اس کی اقسام** : عقل کی تعریف اور اس کی حقیقت میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ اور اکثر نے اس کا خیال نہیں رکھا کہ یہ لفظ مختلف معنوں پر بولا جاتا ہے اور یہی ان کے اختلاف کی وجہ ہوئی حق یہ ہے کہ لفظ عقل مشترک ہے اور چار معنوں پر بولا جاتا ہے جسے لفظ عین چند معنوں پر بولا جاتا ہے۔ تو یوں نہیں کہ تمام اقسام کی ایک تعریف تلاش کی جائے بلکہ ہر ایک قسم کا حال جداگانہ واضح کرنا چاہئے۔ (1) عقل سے مراد وہ صفت ہے جس کے باعث انسان تمام حیوانات سے ممتاز ہے یعنی جس کی وجہ سے علوم نظری کے قبول کرنے اور خفیہ صفات فکری کے سوچنے کی اس کو استعداد ہوئی ہے اور یہ وہی معنی ہے جو حارث بن اسعد محاسی نے مراد لیا ہے چنانچہ عقل کی تعریف میں انہوں نے کہا ہے کہ وہ ایک قوت ہے کہ جس سے آدمی علوم نظری کے ادراک کے لئے مستعد ہوتا ہے گویا کہ وہ ایک نور ہے جو دل میں ڈالا جاتا ہے جس کے باعث آدمی ادراک کے قابل ہو جاتا ہے اور جس شخص نے اس تعریف کا انکار کیا اور عقل کو صرف بدیہی علم کے جاننے پر منحصر رکھا۔ اس نے انصاف نہیں کیا اس لئے کہ جو شخص علوم سے غافل یا سوتا ہو اس کو بھی عاقل کہتے ہیں باوجودیکہ اسے اس وقت علوم نہیں ہوتے۔ صرف اس قوت کے موجود ہونے کی وجہ سے عاقل کہتے ہیں جس طرح زندگی ایک قوت ہے کہ جس سے بعض حیوانات علوم نظری کے قابل ہو جاتے ہیں اور بالفرض انسان اور گدھے کا قوت طبیعی اور محسوس چیزوں کے ادراک کرنے میں برابر کرنا جائز ہے اور یوں کہا جائے کہ ان دونوں میں کچھ فرق نہیں بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ اپنی عادت جاری کی وجہ سے انسان میں علوم پیدا کر دیتا ہے اور گدھے اور جانوروں میں پیدا نہیں کرتا تو یہ بھی جائز ہو سکتا ہے کہ گدھے اور جمادات میں زندگی کے بارے میں برابری کر دی جائے کہ ان میں کچھ فرق نہیں بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ گدھے میں حرکت بموجب عادت جاری کے پیدا کر دیتا ہے کیونکہ اگر کوئی گدھا کو مردہ پتھر فرض کرے تو واجب ہوگا کہ جو حرکت اس سے معلوم ہوتی ہے اس کو یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ اس حرکت کو اس میں جس ترتیب سے اسے معلوم ہے) کے پیدا کرنے پر قادر ہے اور جس طرح کہ یہ کہنا واجب ہے کہ گدھے اور جماد کی حرکات میں یہی فرق ہے کہ گدھے میں ایک قوت خاص ہے اسی طرح انسان کو جانور سے ممتاز ہونے میں کہنا چاہئے کہ انسان علوم نظری کے ادراک کرنے میں ایک قوت رکھتا ہے جس کو عقل کہتے ہیں اور عقل مثل آئینہ کے ہے جو دوسری چیزوں سے اس لئے ممتاز ہے کہ صورتوں اور رنگوں کی نقل کر دیتا ہے اور ان صورتوں وغیرہ کا اس میں منعکس ہونا ایک صفت خاص کی وجہ سے ہے جو جلا کہلاتی ہے اسی طرح آنکھ بھی پیشانی سے ان صفات اور حالات میں علیحدہ ہے جن سے اس کو لیاقت دیکھنے کی ہوئی ہے اور قوت کے علوم کی طرف وہ نسبت ہے جیسے آنکھ کو نگاہ کی طرف ہے اور قرآن و شریعت کو اس طرح سمجھنا چاہئے۔ (2) عقل سے مراد وہ علوم ہیں جو باتمیز لڑکے کی ذات میں ہوا کرتے ہیں یعنی جائز چیزوں کے جائز ہونے اور محال چیزوں کے محال ہونے کا علم مثلاً اس بات کا علم کہ دو ایک سے

زائد ہے اور ایک شخص کا ایک ہی وقت میں دو جگہ رہنا ممکن نہیں اور یہ وہ معنی ہے جو بعض اہل کلام نے عقل کی تعریف میں مراد لیا ہے چنانچہ کہا ہے کہ عقل بعض بدیہی علوم ہیں جیسے جائز چیزوں کے امکان کا علم اور محال باتوں کے محال ہونے کا علم ہے اور یہ معنی بھی فی نفسہ درست ہیں اس لئے یہ علوم موجود ہیں اور ان کو عقل کہنا بھی ظاہر ہے مگر خرابی اس میں یہ ہے کہ اس وقت مذکورہ بالا امور کا انکار کیا جائے اور کہا جائے کہ بجز ان علوم بدیہی کے عقل اور کچھ نہیں۔

(2) عقل ان علوم کو کہتے ہیں جو امور روزمرہ کے حالات دیکھنے اور ان کے تجربوں سے حاصل ہوں کیونکہ جو شخص تجربوں میں مشاق اور طریقوں سے واقف ہو جاتا ہے اس کو اسم کے مطابق عقل کہا کرتے ہیں۔ غرضیکہ علوم تجربہ کی بھی ایک جداگانہ علوم کی قسم ہے جس کو عقل کہا کرتے ہیں۔ (4) عقل اس کو کہتے ہیں کہ اس قوت طبعی کی طاقت اتنی ہو جائے کہ امور انجام کو جاننے لگے اور جو خواہش کہ سردست لذت کی خواہاں ہو' اس کو مٹا دے اور دبائے رکھے جب یہ قوت انسان میں آجاتی ہے تو اس قوت والے کو عاقل کہتے ہیں اس اعتبار سے کہ وہ امور پر اقدام اور جرات اس طرح کرتا ہے جس طرح کے انجام کا فکر مقتضی ہے یہ نہیں کہ سردست کی خواہش کے مطابق مرتکب ہو جائے اور یہ قسم انسانی خواص میں سے انسانوں اور حیوانوں سے علیحدہ ہے یہ کہ اول معنی عقل کے تو سب کی جڑ اور بنیاد اور منبع ہے اور دوسری اول کی فرع اور اس سے قریب ہے اور تیسری اول اور دوم کی فرع ہے اس لئے کہ قوت طبیعی اور علوم بدیہی سے تجربوں کا علم حاصل ہوتا ہے اور چوتھی معنی ثمرہ آخری اور علت غائی ہے پس اول کی دونوں عقلیں پیدائشی ہیں اور اخیر کی دونوں کسب سے حاصل ہوتی ہیں۔

اثبات عقول اور احادیث مبارکہ : (1) حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی شے اپنے نزدیک عقل سے بزرگ تر پیدا نہیں فرمائی۔

فائدہ : اس حدیث شریف میں عقل اول مراد ہے۔ حدیث شریف نمبر2 جب انسان اپنی تمام نیکی اور اعمال صالح سے تقرب حاصل کرتا ہے تو اپنی عقل سے تقرب حاصل کرتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا۔ میرے نزدیک عقلیں دو ہیں۔ نمبر1 طبعی نمبر2 سمعی فرمایا کہ سمعی کا کوئی فائدہ نہیں اگر طبعی نہ ہو۔ جیسے سورج کے نور کا کوئی فائدہ نہیں اگر آنکھ میں نور نہ ہو۔

فائدہ : اس میں عقل کی چوتھی مراد ہے۔ (3) سرور عالم ﷺ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تو عقل میں زیادہ ہے تاکہ اپنے رب سے قرب میں زیادہ ہو جائے۔ انہوں نے عرض کی کہ فدا ہوں آپ پر میرے ماں باپ مجھ سے یہ کیسے ہو سکے گا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے محارم سے اجتناب کر اور اس کے فرائض ادا کر تو عاقل ہو جائے گا اور اعمال میں سے نیکی کیا کر تو اس دنیا میں تیری بڑائی اور کرامت بڑھے گی اور ان کی وجہ سے اپنے رب کریم کا قرب مزید تجھے حاصل ہوگا ہے۔ اس میں بھی عقل کی چوتھی قسم مراد ہے۔ (4) سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

کہ حضرت عمرؓ اور ابی بن کعب ؓ اور ابو ہریرہ ؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ تمام لوگوں میں بڑا عالم کون ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ عاقل۔ عرض کی سب میں زیادہ عابد کون ہے۔ آپ نے فرمایا عاقل۔ پھر عرض کیا کہ سب میں افضل کون ہے آپ ﷺ نے فرمایا عاقل۔ انہوں نے عرض کیا کہ عاقل وہی نہیں جو مروت کامل رکھتا ہو اور ظاہر میں فصیح ہو اور ہاتھ کا سخی ہو اور منزلت میں بڑا آپ نے فرمایا کہ سب باتیں تو دنیا کی چیزیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک متقیوں کے لئے آخرت بہتر ہے۔ عاقل وہ ہے جو متقی ہو اگرچہ دنیا میں خسیس اور ذلیل ہو حدیث عاقل وہی ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کے رسولوں کی تصدیق کرے اور اس کی اطاعت بجالائے۔

فیصلہ از امام غزالی : صحیح اور حق یوں معلوم ہوتا ہے کہ لفظ عقل اصل لغت اور استعمال عقل جبلی کے لئے موضوع تھا اور علوم پر جو استعمال ہوا تو صرف اسی وجہ سے کہ علوم اس قوت کے اثرات ہیں جیسے کسی شے کی تعریف اس کے ثمرہ سے کر دیا کرتے ہیں۔ مثلاً کہہ دیتے ہیں کہ علم خوف خدا ہے اور عالم وہی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اس لئے کہ خوف خدا علم کا ثمرہ ہے اسی طرح لفظ عقل کو اگر اس کے کسی ثمرہ پر بول دیں تو یہ بھی مجاز کی طرح ہوگا مگر اس میں مقصود لغت کی بحث نہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ یہ چاروں قسمیں موجود ہیں اور لفظ عقل ان سب پر بولا جاتا ہے اور ان چاروں میں سے بجز اول قسم کے اور کسی کے وجود میں اختلاف نہیں اور صحیح یہ ہے کہ وہ بھی موجود ہے بلکہ سب کی اصل ہے اور یہ علوم سب کے سب اس قوت جبلی میں آئے ہوئے ہیں لیکن اس طرح ظاہر ہوتے ہیں کہ جیسا سبب ہو جو ان کو موجود کرلے یہاں تک کہ یہ علوم ایسے تو نہیں ہیں جو اس قوت پر باہر سے آتے ہوں تو ضروری ہے کہ اس میں چھپے ہوئے ہوں اور پھر کسی وجہ سے ظاہر ہو جائیں جیسے کنواں کھودنے سے پانی نکل آتا ہے پھر جمع ہو کر محسوس ہو جاتا ہے یوں ہیں کہ باہر سے اس میں کوئی چیز ڈالی جاتی ہے اس طرح بادام میں تیل اور گلاب کے پھول میں خوشبو رہتی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى" (پ 9 الاعراف 172) ترجمہ: اے محبوب یاد کرو جب تمہارے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں خود ان پر گواہ کیا کیا میں تمہارا رب نہیں سب بولے کیوں نہیں۔ (کنزالایمان)

فائدہ : اس آیت میں مراد قرار و حدانیت سے نفوس کا اقرار ہے نہ زبانوں کا کیونکہ اقرار کے اعتبار سے تو کوئی اقراری ہے اور کوئی منکر اور یہی حال ہے اس ارشاد خداوندی میں۔ "وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ" پ 25 زخرف 87 (ترجمہ)۔ اور اگر پوچھے تو ان سے کس نے پیدا کیا ہے تو بے شک ہی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔

یعنی اگر ان کے احوال کا اعتبار کیا جائے تو ان کے نفس اور باطن اس کے شاہد ہوں گے۔ اور فرمایا "فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا" پ 21 روم 30 "ترجمہ۔ وہی تراش ہے اللہ تعالیٰ کی جس پر تراشا لوگوں کو یعنی ہر آدمی کی جبلت اسی بات پر

ہوئی ہے کہ اللہ عزوجل پر ایمان لائے بلکہ اشیاء کو ان کی ماہیت کے مطابق پہچانے یعنی سرنشت انسانی گویا اس معرفت کو متضمن ہے اس لئے کہ اس میں لیاقت اس کے ادراک کے بہت قریب ہے۔ پھر چونکہ سرشت کے اعتبار سے ایمان نفسوں میں گزرا ہوا ہے۔ اسی لئے لوگوں کی دو قسمیں ہوئیں۔ (1) جس نے روگردانی کی اور اپنی سرشت کی چیز کو بھول گیا تو وہ کافر ہے۔

(2) وہ جس نے اپنے خیال کو دوڑایا اور اس کو یاد آگیا جیسے کوئی گواہ بنایا جاتا ہے اور کسی غفلت کی وجہ سے اس امر کو بھول جاتا ہے پھر یاد آجاتا ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یاد دہانی کے لفظ بہت سے مقامات پر ارشاد فرمائے۔ " لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ "ترجمہ۔ شاید وہ دھیان کریں اور "وليذكر اولوالالباب"ترجمہ۔ اور تا سوچ کریں عقل والے اور "واذكروا نعمة الله عليكم وميثاقه الذي واثقكم "ترجمہ۔ اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر اور اس عہد کو جو تم نے ٹھہرایا۔ اور "وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ"ترجمہ۔ اور ہم نے آسان کیا قرآن سوچنے کے لئے تو پھر ہے کوئی سوچنے والا۔

فائدہ: اس قسم کا نام تذکر رکھنا بعید نہیں تذکر دو قسم ہے۔ (1) صورت دل میں حاضر ہو اور وجود کے بعد جاتی رہی ہو تو اس کو یاد کرلے۔ (2) وہ صورت سرشت سے آدمی میں ہے اسے یاد کرلے اور یہ حقائق اس کے سامنے موجود اور ظاہر ہیں جو نور عقل سے دیکھتا ہے۔ اور جسکا تکیہ صرف سننے پر ہے یہ کشف اور نہ دیکھنے پر اس پر یہ باتیں ثقیل ہیں۔ مثلاً وہ لوگ جو ان جیسی آیات میں خبط میں پڑتے ہیں اور تذکر کے معانی اور نفوس کے اقرار کی تاویل میں طرح طرح کے تکلف کرتا ہے اور احادیث اور آیات میں اس کے خیال میں بہت سے اختلافات معلوم ہونے لگتے ہیں اور کبھی یہ امر اتنا اس پر غالب آتا ہے کہ انہیں بچشم حقارت دیکھنا اور ان میں بے معنی اور لغو ہونے کا معتقد ہو جاتا ہے ایسے شخص کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اندھا کسی گھر میں جائے اور برتن جو اس میں بے ترتیب رکھے ہوں ان پر پھسل کر گر پڑے اور کہے کہ یہ برتن راہ میں سے علیحدہ کیوں نہیں کئے جاتے اور اپنے موقع پر کیوں نہیں رکھے جاتے تو اس سے یہ کہا جائے کہ برتن تو سب اپنے ٹھکانوں میں ہیں مگر نظر کا خلل جناب میں ہے یہی حال نظر باطنی کا ہے کہ اس کے نقصان کے باعث آیات اور احادیث میں اختلافات اور خرابی محسوس ہوتی ہے حالانکہ ان میں اختلافات کچھ بھی نہیں ہاں ان کی اپنی عقل کا قصور ہے نظر کی غلطی ہے۔

فائدہ: باطن کا نقصان بہ نسبت نظر آنکھ کے نقصان کے زیادہ اور بڑا ہے اس لئے نفس مثل سوار کے ہے اور بدن مثل گھوڑے کے ہے اور ظاہر ہے کہ سوار کا اندھا ہونا بہ نسبت گھوڑے کے اندھے ہونے کے زیادہ مضر ہے اور باطن کی بصیرت سے مشابہت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ "مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی"(پ 27 النجم 11) ترجمہ جو دیکھا اسے قلب سے نہ جھٹلایا۔ اور فرمایا "وَكَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔"(پ 7 الانعام 76) اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں۔ ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور اس لئے کہ وہ عین الیقین میں ہو جائے (کنزالایمان)

چنانچہ ارشاد فرمایا۔ "فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ" (پ ۱۷ الحج ۴۶) ترجمہ۔ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوئے جو سینوں میں ہیں۔ اور فرمایا "وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا" (پ ۱۵ بنی اسرائیل ۷۲) ترجمہ۔ اور وہ دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہے اور راہ حق زیادہ دور ہوا ہے۔

فائدہ: یہ امور جو انبیائے علیہم السلام کو ظاہر ہوئے تھے وہ بعض تو چشم ظاہر کے سبب سے اور بعض چشم باطن سے معلوم ہوئے تھے مگر سب کا نام دیکھنا ہے۔ خلاصہ یہ کہ چشم بصیرت مقبول نہ ہوگی اسے دین سے بجز پوست اور مثالوں کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ وہ دین کے اور حقیقت کو نہ پہنچے گا۔ (یہ بیان واقعی ان الفاظ کا ہوا جس پر لفظ عقل بولا جاتا ہے۔)

(3) لوگوں کا عقل کم یا زیادہ ہونا: عقل کے کم یا زیادہ ہونے کے بارے میں بھی علماء نے اختلاف کیا ہے جنہیں علم کم ہے ان کی تقریر کے نقل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اہم اور مناسب یہ ہے کہ جو امر حق صریح ہو اس کے بیان کرنے کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ تو اس کے متعلق حق صریح یہ ہے کہ عقل کی تمام قسموں میں سوائے قسم دوم کے کمی بیشی ہو سکتی ہے یعنی علم بدیہی جائز چیزوں کے امکان اور محالات کے امتناع کا ایسے ہے کہ اس میں کمی بیشی نہیں مثلاً جو یہ معلوم کرایا جائے کہ دو ایک سے زیادہ ہیں تو اسے یہ بھی معلوم کرنا ہوگا کہ ایک جسم کا دو جگہ میں ہونا محال ہے اور ایک ہی چیز کا قدیم اور حادث ہونا نہیں ہو سکتا اسی طرح اور مثالیں بہت ہیں جنہیں محقق طور پر بغیر شک کے کیا جاتا ہے۔ عقل کی مگر تین اقسام میں کمی بیشی ہوتی ہے جیسے چوتھی قسم یعنی قوت کا اس درجہ پر زیادہ ہونا کہ شہوات کو مٹا دے اس میں ظاہر ہے کہ لوگ متفاوت ہوتے ہیں بلکہ صرف ایک شخص کے حالات میں بھی کمی بیشی ہوا کرتی ہے۔ اور یہ تفاوت کبھی تو شہوت کے تفاوت کی وجہ سے ہوا کرتا ہے کیونکہ عاقل کبھی بعض شہوات کے چھوڑنے پر قادر ہوتا ہے اور بعض پر نہیں ہوتا مگر ان کا ترک کرنا کچھ امر محال نہیں مثلاً جو آدمی زنا کے ترک سے عاجز ہوتا ہے لیکن جب بوڑھا ہو جاتا ہے تو اس کی عقل کامل ہو جاتی ہے تب اس کے چھوڑنے پر قادر ہوتا ہے اور شہوت نمود نمائش اور حکومت کی شہوت بڑھانے سے قوت بڑھتی جاتی ہے۔ نہ ضعف میں اور کمی بیشی اس قسم کی کبھی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ شہوت کا ضرر جس علم سے معلوم ہوتا ہے اس میں تفاوت ہوتا ہے اسی وجہ سے بعض مضر کھانوں سے طبیعت تو پرہیز کرنے پر انسان قادر ہوتا ہے دوسرا شخص جو عقل میں طبیعت کے برابر ہوتا ہے اس سے نہیں ہو سکتا کہ پرہیز کرلے گو اس کو فی الجملہ اعتقاد ہوتا ہے کہ اس کھانے میں ضرر ہے مگر چونکہ طبیعت کا علم کامل ہے اس وجہ سے اس کا خوف بھی زیادہ ہوتا ہے تو اس صورت میں خوف شہوت کے مٹانے میں عقل کا مددگار اور سامان ہو جاتا ہے اس طرح جاہل کی نسبت عالم گناہوں کے چھوڑنے پر زیادہ قدرت رکھتا ہے کیونکہ معاصی کے ضرر کو عالم خوب جانتا ہے لیکن اس سے ہماری مراد عالم حقیقی ہے مجیب سقیب یعنی شہوت پرست مراد نہیں۔ پس اگر تفاوت شہوت کی وجہ سے تو عقل کے تفاوت کی طرف رجوع نہ کرے گا اور اگر علم کی وجہ سے ہوگا تو اس

قسم کے علم کو بھی ہم عقل کہہ چکے ہیں اس وجہ سے کہ یہ علم قوت طبعی کی طاقت کو بڑھاتا ہے تو گویا اس علم کا تفاوت ہوا اور کبھی یہ تفاوت صرف عقل کی قوت میں تفاوت ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے مثلاً جب وہ قوت قوی ہوگی تو ظاہر ہے کہ شہوت کا قلع قمع بھی بہت کرلے گی۔ تیسری قسم جو علم تجربوں سے ہے اس میں بھی لوگ کم و بیش ہوتے ہیں بعض جلد بات کو سمجھ جاتے ہیں اور ان کی رائے اکثر ٹھیک ہوتی ہے اور بعض ایسے نہیں ہوتے پس اس قسم میں تفاوت کا انکار نہیں ہو سکتا کہ ظاہری تفاوت یا تو اختلافات طبیعت کی وجہ سے ہوگا یا مواظبت کے تفاوت کی وجہ سے۔ اور قسم اول میں جو اصل ہے یعنی قوت طبعی تو اس کے تفاوت ہونے میں انکار تو گوارہ نہیں کیونکہ اس کا حال مثل نور کے ہے جو نفس پر چمکتا ہے اور اس کا مطلع اور ابتدائے چمک سن تمیز کے وقت ہوتا ہے پھر ہمیشہ بڑھتا ہے اور زیادہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ آہستہ آہستہ تقریباً چالیس سال کی عمر تک کامل ہو جاتا ہے جیسے صبح کی روشنی ابتدا میں ایسی خفیہ ہوتی ہے کہ اس کا معلوم کرنا مشکل ہوتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ آفتاب کے نکلنے پر کامل و مکمل ہو جاتی ہے اور فرق کی بیشی کا نور بصیرت میں مثل آنکھ کے نور کے ہے کہ چندھے اور تیز بینائی والے میں فرق معلوم ہوتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی عادت اپنی مخلوق میں اسی طرح جاری ہے کہ ایجاد بتدریج ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ قوت شہوت لڑکے میں بالغ ہونے کے وقت یکبارگی نہیں ظاہر ہوتی۔ بلکہ تھوڑی تھوڑی ظاہر ہوتی ہے اسی طرح تمام قوتوں اور صفتوں کا حال ہے پس جو شخص اس قوت طبعی میں کمی بیشی کا منکر ہو وہ گویا دائرہ عقل سے خارج ہے اور جو شخص یہ سمجھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عقل بھی ایسی تھی (معاذاللہ) جیسے کسی دیہاتی یا گنوار کی ہوتی ہے تو وہ شخص خود گنوار سے بدتر ہے۔ بہرحال قوت میں کمی بیشی کا انکار کیسے ہو سکتا ہے اگر اس میں تفاوت نہ ہوتا تو علوم کے سمجھنے میں لوگ متفاوت کیوں ہوتے۔ بعض تو کم ذہن ہیں کہ بہت سا سمجھانے اور استاد کے مغز مار کھانے سے سمجھتے ہیں اور بعض ذہین ایسے ہیں کہ ادنیٰ رمز و اشارہ میں سمجھ جاتے ہیں اور کوئی بعض ایسے کامل کہ خود اس کے نفس سے امور حقائق جوش مارتے ہیں کہ سیکھنے کی نوبت نہیں پہنچتی جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا "یَکَادُ زَیۡتُہَا یُضِیۡٓءُ وَ لَوۡ لَمۡ تَمۡسَسۡہُ نَارٌ ؕ نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡرٍ" ترجمہ۔ قریب ہے کہ اس کا تیل بھڑک اٹھے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے نور پر نور ہے۔ (کنز الایمان) پ۱۸ النور ۳۵

یہ لوگ کاملین انبیاء ہیں۔ (علیٰ نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام) وہ باریک امور خود ان کے قلوب اقدس میں بغیر سیکھنے اور کسی سے سننے کے روشن ہو جاتے ہیں اسے الہام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسی کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ روح القدس نے میرے دل میں ڈال دیا ہے کہ جسے تم چاہو دوست بنالو اس سے تمہیں جدا ہونا ہوگا۔ اور جتنا چاہو جی لو تم رحلت فرمانے والے ہو اور جتنا عمل چاہو کرلو اس کی خبر تمہیں ملے گی۔ یہ فرشتوں کا نبیوں کو اس طرح وحی خبر دینا وحی سے علیحدہ ہے اس لئے کہ وحی میں کان سے آواز کا سننا اور آنکھ سے فرشتے کو دیکھنا ہوتا ہے اور الہام میں یہ بات نہیں اس لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دل میں ڈال دیا اور الفاظ سے ارشاد نہیں فرمایا اور وحی کے درجات بہت ہیں اور ان میں غور و خوض کرنا علم معاملہ میں مناسب نہیں بلکہ یہ

علم مکاشفہ سے متعلق ہے اور تم یہ گمان نہ کرنا کہ وحی کے درجات کا معلوم کرلینا وحی کے مرتبہ کا مقتضی ہوتا ہے۔ اس لئے کہ کسی چیز کا جاننا اور چیز ہے اور اس کا حاصل کرنا اور چیز مثلاً طبیب بیمار صحت کے درجات سے واقف ہے اور عالم فاسق عدالت کے درجات جانتا ہے حالانکہ طبیب میں صحت اور عالم مذکور میں عدالت کا وجود نہیں۔ ثابت ہوا کہ شے کا جاننا اور اس کا حاصل ہونا چیز ہے مگر اسی طرح جو نبوت اور ولایت کو جان لے تو وہ ضروری نہیں کہ نبی اور ولی ہو جائے یا جو تقویٰ اور ورع کو پہنچانے تو وہ متقی ہو جائے اور انسانوں میں سے بعض کا ایسا ہوتا کہ خود اپنے نفس سے متنبہ ہو کر سمجھ لے اور بعض بغیر تنبیہہ اور تعلیم کے نہ سمجھے اور بعض کو تنبیہہ اور تعلیم بھی کارگر نہ ہو جیسے زمین کہ اس کی بھی تین قسمیں ہیں۔ (1) وہ کہ جس میں پانی جمع ہوتا ہے اور زور پکڑتا ہے اور خود چشمہ اس میں سے بہنے لگتا ہے۔ (2) وہ جس میں کنواں کھودنے کی ضرورت ہوتی ہے اور پانی بغیر کھودنے کے نہیں نکلتا۔ (3) اس میں کنواں کھودنے سے بھی پانی نہیں نکلتا۔ خشک ہی رہتی ہے اور اس تقسیم کی وجہ یہ ہے کہ زمین کے جو ہر اپنی صفتوں میں مختلف ہوتے ہیں۔ یہی حال نفسوں کا قوت عقل کے مختلف ہونے میں ہے۔

فائدہ : عقل کی بیشی پر دلیل وہ روایت ہے جو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے ایک حدیث طویل بیان فرمائی اور اس کے آخر میں عرش کی عظمت کا ذکر فرمایا اور یہ کہ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ الٰہی تو نے کوئی چیز عرش سے بھی بڑی پیدا کی ہے ارشاد فرمایا کہ ہاں عقل عرش سے بڑی ہے۔ عرض کیا کہ اس کی مقدار کتنی ہے۔ حکم ہوا کہ اس پر تمہارا علم محیط نہ ہوگا۔ تمہیں بالوں کے شمار کا علم ہے عرض کی نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے عقل کو ریت کے ذرات کی گنتی کے مطابق مختلف ذرات پر پیدا کیا ہے کہ بعض لوگوں کو ایک رتی ملی ہے اور بعض کو دو اور کسی کو تین اور کسی کو چار رتی پھر کوئی ایسا ہے جس کو ایک فرق کی مقدار یعنی قریب آٹھ سیر کے عنایت ہوئی اور بعض کو ایک وسق یعنی اونٹ کے بوجھ کے برابر اور کسی کو اس سے بھی زائد مرحمت ہوئی۔

سُوال : جب عقل کا یہ حال ہے تو صوفی عقل کو اور معقول کو کیوں برا کہتے ہیں۔؟

جواب : اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں نے لفظ عقل اور معقول کو اصلی معنی پر چھوڑ کر مجادلہ اور مناظرہ کے نقل کردیا ہے۔ جسے علم کلام کہتے ہیں کہ اب معقول کا معنی یہ رہ گیا ہے کہ جھگڑنا اور طرف ثانی کا الزام دینا ہو سکے تو صوفیوں سے یہ تو ہو نہ سکا کہ لوگوں سے یہ اقرار کراتے کہ تم نے اس علم کو غلطی سے معقول ٹھہرالیا ہے اس لئے کہ یہ بات تو لوگوں کے دل میں جم گئی ہے اور زبان پر راسخ شدہ بات تو صوفیوں کے غلط بتانے سے ان کے دلوں سے کب مٹ سکتی تھی۔ اسی لئے انہوں نے اس عقل اور معقول کی مذمت کی جنہیں لوگ عقل اور معقول یعنی علم کلام کہتے ہیں ورنہ نور بصیرت باطنی جس سے اللہ تعالیٰ کو پہچانا جاتا ہے اور اس کے رسولوں کی تصدیق کی جاتی ہے اس کی مذمت کیسے متصور ہو سکتی ہے۔

اس کی تعریف تو اللہ تعالیٰ نے خود فرمائی ہے اگر اس کی مذمت کی جائے گی تو تعریف کون سی چیز کی ہوگی کیونکہ اگر شرع قابل تعریف ہے تو اس کی درستی کا علم کون سی چیز سے ہے۔ اگر درستی بڑی عقل سے ہے جس پر کہ اعتبار نہیں تو شریعت بھی بری ٹھہرتی ہے۔ (معاذاللہ)

سوال : شریعت کی صحت چشم یقین اور نور ایمان سے معلوم ہے۔ تو اس قول پر لحاظ نہ کرنا چاہئے۔

جواب : ہماری مراد جو کچھ عقل سے ہے وہی عین الیقین اور نور ایمان سے ہے یعنی وہ صفت باطنی جس سے کہ انسان جانوروں سے ممتاز ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کی وجہ سے امور کی حقیقت معلوم کرتا ہے اور اکثر اس طرح کے خبط ان لوگوں کی جہالت سے اٹھتے ہیں جو حقائق کو الفاظ سے طلب کرتے ہیں اور چونکہ الفاظ میں لوگوں کی اصطلاحیں خبط ہورہی ہیں اس لئے وہ بھی خبط کرتے ہیں عقل کے بیان میں اسی قدر کلام کافی معلوم ہوتا ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم بالصواب۔) اللہ تعالیٰ کی عنایت سے باب العلم مکمل ہوا۔

انتباہ : حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ جب ایک بحث ختم کرتے ہیں تو اس کے خاتمہ کی عبارت فقیر یہاں اس لئے تحریر کرتا ہے تاکہ قارئین غور فرمائیں کہ امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے طریقے و عقیدے دور حاضرہ میں کس جماعت کو نصیب ہیں۔

اصلی عبارت : "والحمدللّٰہ وحدہ اولاً واٰخرہ و صلی اللّٰہ تعالٰی علی سیدنا محمد وعلی کل عبد مصطفٰی من اہل الارض والسماء"

اول و آخر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اللہ تعالیٰ رحمت بھیجے ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور اپنے ہر برگزیدہ بندے پر جو کہ وہ زمین میں ہے یا آسمانوں میں۔

اس کے بعد باب 2 قواعد العقائد کا بیان شروع ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ثم انشاء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

نوٹ : امام غزالی کے دور کے عقائد و مذاہب میں سے بعض عقائد تو آج بھی جوں کے توں ہیں کیونکہ عقائد اہلسنّت میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوسکتی البتہ مذاہب میں تبدیلی ہوتی رہی اور تاقیامت ہوتی رہے گی اسی لئے ہر دور میں اہلسنّت کو بدمذاہب کے مقابلہ میں اپنے عقائد کا اظہار ضروری چنانچہ ہر دور میں اہلسنّت کے عقائد کتب اسلاف میں موجود ہیں۔ امام غزالی قدس سرہٗ کے عقائد کو برقرار رکھتے ہوئے فقیر دور حاضرہ کے مذاہب کے بالمقابل بیان کردہ جو اہلسنّت کے عقائد کی تفصیل ضروری ہے لیکن چونکہ کتاب اخلاق المفہوم ترجمہ احیاء العلوم اس کی متحمل نہیں اس لئے انہیں علیحدہ کتابی شکل میں شائع کیا جارہا ہے۔ الموسوم بہ کشف الغمہ فی عقائد اہلسنہ اس کا مطالعہ ضرور فرمائیں تاکہ بدمذہبوں کے عقائد سے محفوظ رہیں ابتدا اس جلد میں امام غزالی قدس سرہ کے بیان کردہ عقائد پر مختصر حاشیہ لکھ دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

وہ علوم جن کے الفاظ بدل گئے

واضح ہو کہ برے علوم جو شرعی علوم میں مخلوط ہوگئے اس کا سبب یہ ہے کہ لوگوں نے عمدہ اسماء کو اپنی فاسد اغراض کی وجہ سے دوسرے معنوں میں بدل ڈالا ہے اور جو غرض ان الفاظ سے ہے پہلے زمانہ کے سعید لوگوں اور قرون اولیٰ کے بزرگوں سے مراد لیا کرتے تھے بعد والوں کو ان الفاظ کی تحریف کرکے اور مقصود ٹھہرالیا ہے اور وہ پانچ الفاظ ہیں۔ (1) فقہ' (2) علم' (3) توحید' (4) تذکیر (5) حکمت۔ یہ الفاظ عمدہ ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ موصوف تھے وہ دین کے رکن ہوتے تھے مگر اب یہ الفاظ برے معنوں میں منقول ہوگئے ہیں اس لئے جو ان سے موصوف ہوتا ہے اس کی مذمت کرنے سے دلوں کو نفرت ہوتی ہے کیونکہ یہ تو اول عمدہ لوگوں پر بولے جاتے تھے۔ مثلاً لفظ فقہ ہے اس میں دور حاضرہ کے لوگوں نے خصوصیت سے تصرف کیا ہے۔ نقل و تبدیل نہیں کیا یعنی فقہ کو اس معنی میں خاص کر دیا کہ فتووں کے عجیب فروعات اور ان کی علتوں کے دقائق کو جاننا اور ان میں بہت سی گفتگو کرنا اور جو اقوال ان سے متعلق ہوں ان کو یاد کرنا فقہ کہلاتا ہے تو جو شخص ان رموز میں خوب غورو خوض کرکے بہت زیادہ مشغول ہوتا ہے وہ بڑا فقیہ کہلاتا ہے حالانکہ پہلے زمانے میں لفظ فقہ کے یہ معنی نہ تھے بلکہ مطلق طریق آخرت اور نفسوں کی آفتوں کے دقائق اور مفسدات اعمال کے جاننے اور دنیا کی حقارت کو خوب طرح حاوی ہونے اور لذت آخرت سے اچھی طرح واقف ہونے اور دل پر خوف چھائے رہنے کا نام فقہ تھا اور اس کی دلیل ارشاد خداوندی ہے۔ لیتفقھوا فی الدین ولینذر قو مھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون۔ 11 التوبہ (121)

ترجمہ کنزالایمان: کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو پہنچائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔ جس فقہ سے کہ ڈرانا اور خوف دلانا ہوتا ہے وہ یہی فقہ ہے جو ہم نے بیان کی نہ طلاق اور عتاق کے مسئلے اور لعانی اور مسلم اور اجارہ کے فروعات کہ ان سے ڈرانا اور خوف دلانا کچھ بھی نہیں بلکہ اگر ہمیشہ انہیں میں مشغول رہے تو دل کو سخت کرتے ہیں اور خوف کو دل سے نکالتے ہیں چنانچہ جو لوگ انہی کے در پے ہو رہے ہیں ان کا حال دیکھ لو اللہ جل شانہ بھی ارشاد فرماتا ہے ۔ لھم قلوب لا یفقھون بھا (9 الاعراف نمبر179) وہ دل رکھتے ہیں جنہیں سمجھ نہیں۔ اس سے ایمان کی باتیں نہ سمجھنے سے مراد ہے۔ فتاویٰ نہ سمجھنے سے غرض نہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فقہ اور فہم ایک ہی معنی کے لئے دو لفظ ہیں اور استعمال کی رو سے زمانہ سابق اور زمانہ حال میں انہی معنوں میں بولے جاتے ہیں جو ہم نے لکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ لا نتم اشد رھبۃ فی صدور ھم من اللہ ذلک بانھم قوم لا یفقھون پ 28 الحشر نمبر14۔ ترجمہ ان کے دلوں میں اللہ سے زیادہ تمہارا ڈر ہے یہ اس لئے وہ نا سمجھ لوگ ہیں۔

فائدہ :# اس میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو کم ڈرنے اور لوگوں کے دبدبہ جاننے کو فقہ کی کمی پر حوالہ فرمایا ہے۔ غور فرمایئے کہ یہ امر فروعات فتاویٰ کی یاد نہ رکھنے کا ثمرہ ہے یا جن رموز کو ہم نے لکھا ہے ان کے نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے علماء' فقہا' حکماء تھے یعنی یہ

لوگ دانا اور حکیم اور فقیہہ بھی تھے حالانکہ وہ لوگ فتاویٰ کے فروعات کو نہ جانتے تھے حضرت سعد بن ابراہیم زہری سے کسی نے پوچھا کہ مدینہ منورہ کے باشندوں میں سے کون زیادہ فقیہہ ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ خوف رکھتا ہے۔

فائدہ:# انہوں نے فقہ کے ثمرہ کو بتا دیا اور خوف خدا علم باطن کا ثمرہ ہے نہ کہ فتاویٰ اور مقدمات۔

حدیث شریف:# حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کیا میں تم کو پورا فقیہہ نہ بتا دوں۔ لوگوں نے عرض کی کہ ارشاد ہو۔ آپ نے فرمایا کہ پورا فقیہہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ کرے اور نہ ہی اپنے اور اس کے فیض سے انہیں مایوس کرے اور قرآن کے سوا دوسری چیز کی رغبت میں قرآن کو ترک نہ کرے۔

فائدہ:# انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو بیان فرمایا کہ لان اقعد مع قوم یذکرون اللّٰہ تعالٰی من غدوۃ الی طلوع الشمس احب الی من ان اعتق اربع رقاب۔ (ترجمہ) مجھے ان لوگوں کے پاس بیٹھنا جو صبح سے طلوع آفتاب تک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اس سے محبوب تر ہے کہ چار غلام آزاد کروں۔ تو یزید قاشی اور زیاد نمیری رضی اللہ عنہما کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ ذکر کی مجلس ہی تمہاری مجلسیں ہیں کہ تم میں سے ایک قصہ کہتا ہے اور وعظ کہتا ہے اور خطبہ پڑھتا ہے اور حدیث مسلسل بیان کر دیتا ہے ہم تو یوں کرتے تھے کہ بیٹھ کر ایمان کا ذکر کرتے اور قرآن کو سمجھنے اور دین میں فہم حاصل کرتے اور اللہ کی نعمتیں اپنے اوپر شمار کرتے۔

فائدہ:# اس روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے قرآن کے سمجھنے اور نعمتوں کے شمار کرنے کو دین کی سمجھ یعنی فقیہہ فرمایا۔

حدیث :# میں یہ ارشاد ہے کہ آدمی پورا فقیہہ نہیں ہوتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک میں لوگوں کو اپنے اوپر ناخوش نہ کر لے اور قرآن کیلئے بہت سی وجوہ اعتقاد نہ کرے۔ یہ روایت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے اور اس میں ایک جملہ اور ہے کہ پھر وہ اپنے نفس پر متوجہ ہوا اور سب سے زیادہ اس سے ناخوش ہے۔

حکایت:# فرقد سنجی رحمتہ اللہ علیہ نے حسن بصری سے کوئی بات پوچھی آپ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ فقہاء آپ کے خلاف کہتے ہیں۔ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے فرقد تو نے فقیہہ اپنی آنکھ سے کہیں دیکھا ہے فقیہہ تو وہ ہے جو دنیا میں زاہد اور آخرت میں راغب اور دین کی سمجھ رکھنے والا اور اپنے رب کی عبادت پر مداومت کرنے والا اور پرہیز گار اور اپنے نفس کو مسلمانوں کی اغراض سے بچانے والا اور ان کے اموال کی طرف توجہ نہ کرنے والا اور اہل اسلام کی جماعتوں کا خیر خواہ ہو۔

فائدہ:# یہ تمام باتیں آپ نے فرمائیں اور یہ نہ فرمایا کہ فروعات فتاویٰ کا حافظ ہو اور ہم یہ تمہیں کہتے کہ لفظ فقہ کو علم آخرت پر ہی بولا کرتے تھے اب جو اس کو خاص کر دیا ہے تو اس خصوصیت سے بعض لوگوں کو دھوکا ہو گیا اور صرف فتاویٰ کے احکام ہی کے ہو رہے اور علم آخرت اور دلوں کے احکام سے روگردانی کر لی اور اپنی اس تجویز پر طبیعت کی طرف سے ایک سہارا پایا کیونکہ علم باطن تو دقیق ہے اور اس پر عمل کرنا مشکل اور اس کے باعث اور عہدوں اور جاہ و مال کا ملنا دشوار ہے اس لئے شیطان نے بوجہ اس فقہ ظاہری کے دلوں پر قبضہ جمانے کا خوب ہی موقع پایا کہ وہ فقہ جو شروع میں عمدہ علم تھا اس کو خاص اس علم فتاویٰ کے لئے کر دیا۔

علم:# بیشتر اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی آیات کے جاننے اور بندوں' انسانوں اور عام مخلوقات میں اس کے افعال کو پہچاننے کیلئے بولتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا تھا۔ مات تسعۃ اعشار العلم (ترجمہ علم کے نو حصے جاتے رہے) آپ نے علم کو معرفت بولا پھر خود اس کی تفسیر کر دی کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا علم مراد ہے۔ اس لفظ میں بھی لوگوں نے خصوصیت سے تصرف کیا ہے یعنی اکثر یہ مشہور کر رکھا ہے کہ جو شخص بالمقابل سے مسائل فقیہہ وغیرہ میں خوب مناظرہ کرے اور اس میں مصروف رہے حقیقت میں عالم وہی ہے اور فضیلت کا عمامہ اسی کے سر پر ہے اور جو مناظرہ میں مہارت نہ رکھتا ہو اس میں پہلو تہی کرے اس کو ضعیف جانے' اسے اہل علم میں شمار نہیں کرتے حالانکہ علم کے یہ معنی دور سابق میں تھے یہ انہی لوگوں کا تصرف ہے بلکہ جو کچھ علم اور علماء کی فضیلت میں وارد ہوا ہے وہ انہی علماء کی صفت ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے احکام اور افعال اور صفات کو جانتے ہوں اب عالم ان کو کہنے لگے کہ علم شرع سے تو کچھ بھی نہ جانتا ہو صرف مسائل خلافیہ میں لڑنے جھگڑنے کا طریقہ یاد ہو ایسے لوگ بڑے علماء میں گنے جاتے ہیں گو تفسیر اور حدیث اور مذہب وغیرہ کو خاک نہ جانے اور یہی امر بہت سے طالب علموں کے حق میں بہت مہلک ہے۔

توحید:# جس کے معنی اب یہ ہیں کہ فن کلام اور طریق جدل سے واقف ہونا اور طرف ثانی کی مخالف باتوں پر حاوی ہونا اور ان باتوں کے بارے میں بہت سے سوال بنا ڈالنے اور کثرت سے اعتراض نکالنے اور طرف ثانی کو الزام دینا یہاں تک کہ اکثر جدید فرقوں نے ایسے لوگوں میں سے اپنا لقب اہل عدل و توحید ٹھہرا لیا ہے اور کلام والوں کا نام توحید کا عالم رکھا ہے باوجود یکہ جو باتیں خاص اس فن کی ہیں ان میں سے کوئی بھی سابق زمانہ میں نہ تھی بلکہ وہ لوگ اس شخص پر جو جدل اور خصومت کا باب کھولتا تھا سخت انکار سے پیش آتے تھے اور جن امور پر قرآن مجید شامل ہے یعنی دل کا تصفیہ و نفس کا تزکیہ کہ ذہن اسے سنتے ہی قبول کرتے ہیں انہیں ہر ایک جانتا تھا۔ انہیں قرآن مجید کا پورا علم تھا اور ان کے نزدیک توحید امر آخرت کا نام تھا۔ اکثر کلام کو سمجھتے تک نہ تھے تو اس پر عمل کیا کرتے وہ حقیقی توحید یہ ہے کہ تمام امور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعتقاد کرنا' اس طرح کہ اسباب اور ذریعہ کی طرف توجہ نہ

رہے یعنی خیر اور شر کو بجز خداوند کریم کے اور کسی طرف سے اعتقاد نہ کرے اور یہ توحید ایک بڑا مرتبہ ہے جس کا ایک ثمرہ توکل ہے جس کا بیان باب توکل میں آئے گا۔ (ان شاء اللہ) اور اس کا ایک ثمرہ خلق خدا کی شکایت نہ کرنا اور ان پر غصہ نہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی ہونا اور تمام کام اسی کے حوالے کر دینا۔

حکایت:# جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہوئے صحابہ نے کہا ہم آپ کیلئے طبیب کو بلاتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ طبیب نے ہی تو مجھے بیمار کیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ جب آپ بیمار ہوئے تو صحابہ نے کہا کہ طبیب نے آپ کے مرض کے باب میں کیا کہا ہے کہ تو آپ نے فرمایا کہ طبیب نے کہا انی فعال لما یرید (میں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں) باب توکل اور توحید میں اس کے دلائل مذکور ہوں گے۔

فائدہ:# توحید ایک جوہر نفیس ہے اور اس کے دو پوست ہیں ایک مغز سے بہ نسبت دوسرے کے دور ہے لوگوں نے لفظ توحید پوست اور اس فن کیلئے جس سے پوست کی حفاظت ہو کیلئے خاص کر دیا اور مغز کو بالکل چھوڑ دیا پس توحید کا اول پوست تو یہ ہے کہ زبان سے کہو لا الہ الا اللہ اور یہ توحید وہ ہے جو تثلیث کے خلاف ہے جس کے قائل نصاریٰ ہیں مگر یہ توحید کبھی منافق سے بھی سرزد ہوتی ہے جس کا باطن ظاہر کے خلاف ہے اور دوسرا پوست توحید کا یہ ہے کہ قول زبان سے کہا ہے دل میں اس کے مضمون کا خلاف و انکار نہ ہو بلکہ ظاہر قلب میں اس مضمون کا اعتقاد اور تصدیق موجود ہو اور یہ توحید عوام کی ہے اور علم کلام والے ہی ایسی توحید کو اہل بدعت سے بچاتے ہیں جیسا کہ پہلے گزرا اور مغز توحید یہ ہے کہ تمام امور کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس طرح اعتقاد کرے کہ بیچ کے وسائط پر التفات نہ رہے اور اس کی عبادت یوں کرے کہ جس سے خاص اسی کو معبود ٹھہرائے۔ دوسرے کی عبادت نہ کرے اس توحید سے جو خواہش نفس کے پیرو ہیں وہ خارج ہیں اس لئے کہ جو شخص اپنی خواہش کی اتباع کرتا ہے وہ اپنی خواہش کو معبود بنا لیتا ہے چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ پارہ ۲۵ الجاثیہ ۲۳ بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرالیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ بدتر معبود جس کی پرستش زمین میں کی جائے وہ نفس کی خواہش ہے۔ (فائدہ) واقع میں اگر کوئی تامل کرے تو جان لے کہ بت پرست بت کی عبادت نہیں کرتا بلکہ اپنی خواہش نفس کی عبادت کرتا ہے۔ اس لئے کہ اس کا نفس اپنے آباؤاجداد کے دین کی طرف مائل ہے اور وہ اسی میل کا اتباع کرتا ہے اور نفس کا میل کرنا خوگرفتہ چیزوں کی طرف انہیں باتوں میں سے ہے جس کو خواہش نفس کہتے ہیں۔ اس توحید سے خلق خدا پر غصہ

*** اور معتزلہ فرقہ جو خود کو اہل التوحید والعدل کہا کرتے تھے اور دور حاضرہ میں یہ لقب نجدیوں وہابیوں اور دیوبندیوں نے اپنے منتخب کیا ہے۔ معتزلہ کا تعارف اور نجدیوں وہابیوں کا خود کو اہل توحید کہلانے کی وجہ حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں جو اسی بحث کے آخر میں ہے۔ اویسی غفرلہ

کرنا اور ان کی طرف التفات کرنا بھی خارج ہے اس لئے کہ جو شخص تمام باتوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعتقاد کرے گا وہ دوسرے پر کیسے غصہ کرے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اسلاف صالحین اسی مقام کو توحید کہتے تھے اور یہ مقام صدیقوں کا ہے لیکن آج کل کے لوگوں نے اسے کس چیز کی طرف بدل ڈالا اور کون سے پوست پر اکتفا کرلیا اور اس کو مدح اور فخر کے بارے میں کیسے تمسک ٹھہرالیا باوجود یکہ جو اصل تعریف کی بات تھی اس سے بالکل خالی ہیں اور اس کا حال ایسا ہی ہے جیسے کوئی صبح کو اٹھ کر قبلہ رخ ہوکر کہے۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا (الانعام نمبر79) میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان زمین بنائے ایک اسی کا ہوکر۔ اگر اس کے دل کی توجہ خاص اللہ تعالیٰ کی طرف نہ ہوگی تو ہر روز اول ہی اول اللہ تعالیٰ سے جھوٹ بولا کرے گا۔ اس لئے کہ منہ سے مراد اگر ظاہر کا رخ ہے تو اس کا رخ تو کعبے کی طرف ہے اور اس کو صرف جہتوں سے پھیر کر کعبہ کی طرف کیا ہے اور کعبہ آسمان و زمین بنانے والے کی طرف نہیں جو کعبہ متوجہ ہو جائے وہ تو جگہ کے احاطے سے نرالا ہے اور اگر منہ سے مراد کی توجہ ہے تو مقصود عبادت ہے تو جس صورت میں کہ دل دنیوی حاجات اور اغراض میں مبتلا ہے اور مال و جاہ کے جمع کرنے کے حیلے بنا رہا ہے اور بالکل اسی کی طرف متوجہ ہے۔ اس صورت میں یہ قول کیسے سچا ہوگا کہ میں نے اپنا منہ کیا اسی کی طرف جس نے آسمان و زمین بنائے یہ جملہ اصل حقیقت توحید سے خبر دیتا ہے۔ واقع میں توحید والا وہی ہے کہ سوائے واحد حقیقی کے اور کسی کو نہ دیکھے اور اپنے دل کے رخ کو بجز اس کے اور طرف نہ پھیرے اور یہ توحید اس ارشاد کا ماننا ہے کہ قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون (ترجمہ) فرمایئے تو اللہ پھر انہیں چھوڑے وہ اپنی بک بک میں کھیلا کریں۔ اور اس سے مراد زبانی قول نہیں اس لئے کہ زبان تو دل کے حال کی خبر دیتی ہے کبھی سچی ہوتی ہے اور کبھی جھوٹی اور اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کی جگہ دل ہے جو توحید کا معدن اور منبع ہے۔

ذکر و تذکیر:# اس کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ پ27 الذاریات 55 (ترجمہ) اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔ (کنزالایمان)

فضائل ذکر # ذکر کی مجلسوں کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔

احادیث مبارکہ: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعو اقیل وماریاض الجنۃ قال مجالس الذکر (ترجمہ) جب تم جنت کے باغات میں گزرو تو چرو عرض کی گئی جنت کے باغات کیا ہیں فرمایا ذکر کی مجلسیں۔

حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ان اللہ تعالٰی ملائکۃ سیاحین فی الھوا سوے ملئکۃ الخلق اذا راؤا مجالس الذکر ینادی بعضھم بعضا" الا للھلموا الی بغیتکم فیا تونھم ویعفون بھم ویستمعون الا فاذکروالله واذکروا بانفسیکہ (ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو ہوا میں سیر کرتے ہیں

مخلوق کے ملائکہ کے علاوہ جب وہ ذکر کی مجالس دیکھتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ چلو تمہارا مطلب یہاں ہے پھروہ اہل مجلس کو گھیر لیتے ہیں پھران سے ذکر سنتے ہیں۔ خبردار اللہ کا ذکر کرو اور نفسوں کو سمجھایا کرو۔

فائدہ : ذکر و تذکیہ کو لوگوں نے بدل کر ان باتوں کا نام رکھ دیا جن کو زمانہ حال کے واعظ ہمیشہ لوگ بیان کرتے ہیں یعنی قصے اور اشعار اور شطمیات و توہمات حالانکہ قصے سنانا بدعت ہیں۔ اور اکابر سلف صالحین نے قصہ گو کے پاس بیٹھنا منع فرمایا ہے۔

حدیث : ابن ماجہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و سلم کے وقت قصے نہ تھے نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ اور نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں۔ یہاں تک کہ فتنہ پیدا ہوا اور قصہ گو نکل کھڑے ہوئے۔

حکایت : حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ایک دن مسجد سے نکل کر باہر چلے گئے اور فرمایا کہ مجھے قصہ گو نے مسجد سے نکالا اگر وہ نہ ہوتا تو میں نہ نکلتا۔

حکایت : حمزہ کہتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری سے کہا کہ ہم قصہ گو کی طرف اپنے منہ کریں۔ انہوں نے فرمایا کہ بدعتیوں کی طرف سے اپنی پیٹھ پھیرلیا کرو۔

حکایت : ابن عون کہتے ہیں کہ میں ابن سیرین کے پاس گیا اور عرض کی کہ آج کچھ نہ ہوا کہ امیر نے قصہ گوؤں کو قصہ کہنے سے منع کردیا۔ آپ نے فرمایا کہ امیر کو بہتر توفیق ملی۔

حکایت : اعمش رحمۃ اللہ علیہ بصرہ کی جامع مسجد کے اندر تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ایک شخص بیان کررہا ہے اور کہتا ہے کہ ہم سے اعمش نے روایت کی آپ حلقہ کے اندر گھس گئے اور اپنی بغل کے بال اکھاڑنے لگے۔ واعظ نے کہا کہ تمہیں شرم نہیں آتی کہ مسجد میں بال اکھیڑ رہے ہو۔ اعمش نے فرمایا کہ میں کیوں شرم کروں میں تو امر مسنون کررہا ہوں اور تو جھوٹا ہے کہ کہتا ہے اعمش نے مجھ سے کہا ہے۔ میں اعمش ہوں میں نے تمہیں نہیں کہا۔

فائدہ : احمد کا قول ہے۔ کہ تمام لوگوں میں زیادہ جھوٹے قصہ گو اور بھیک مانگنے والے ہیں۔

حکایت : حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بصرہ کی جامع مسجد میں قصہ گو کو نکلوا دیا جب حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے وعظ سنا تو انہیں نہ نکالا اس لئے کہ وہ علم آخرت اور موت کے یاد دلانے اور نفس کے عیوب اور آفتوں کے عمل پر متنبہ کرنے اور شیطانوں کے وسوسے اور ان سے بچنے کی تدبیر کے بارے میں گفتگو کررہے تھے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اور اس کی شکرگزاری سے بندہ کا قاصر ہونا ذکر فرما رہے تھے اور دین کی حقارت اور عیب

اور ناپائیداری اور بے وفائی اور آخرت کا خطرہ اور اس کے احوال کا اندیشہ بتا رہے تھے۔

خلاصہ : یہ کہ عمدہ تذکیر شرعی یہی ہے جس کیلئے احادیث میں ترغیب وارد ہے۔

حدیث شریف : :# حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجلس ذکر میں حاضر ہونا ہزار رکعت سے بہتر ہے اور مجلس علم میں آنا ہزار بیماروں کی عیادت اور ہزار جنازہ کے ساتھ جانے سے افضل ہے۔ کسی نے پوچھا تو قرآن مجید کی تلاوت سے بھی آپ نے فرمایا کہ قرآن کا پڑھنا بھی علم ہی سے مستفید ہے۔

فائدہ:# عطار رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ایک مجلس ذکر ستر مجلسوں کا کفارہ ہوتی ہے ان چکنی باتیں بتانے والوں نے ان حد بیثوں کو اپنی صفائی کیلئے ٹھہرالیا ہے اور اپنی خرافات کا نام تذکیر رکھ لیا ہے حالانکہ وہ ذکر کی راہ بھول کر قصوں میں مصروف ہیں جن میں کمی اور بیشی اور اختلاف کو دخل ہے اور جو قصے قرآن میں وارد ہیں ان سے خارج ہیں اس لئے کہ بعض قصے ایسے ہیں جن کا سننا مفید ہوتا ہے اور بعض کا سننا مضر ہوتا ہے۔ اگرچہ سچے ہوں۔

فائدہ : جو شخص قصے کہانیوں کو اپنے لئے اختیار کرتا ہے اس پر سچ اور جھوٹ ملاتا ہے اور مفید اور مضر میں اختلاط ہو جاتا ہے۔ اسی لئے ایسے قصے گو کو منع کیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

قصہ گوئی کا جواز:# حضرت احمد رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سچے حالات بیان کرنے والوں کی بڑی ضرورت ہے پس اگر قصہ کسی نبی علیہ السلام کا یا دین کے متعلق ہو اور کہنے والا بھی سچا ہو تو ایسے قصے سننے میں کوئی حرج نہیں مگر بیان کرنے والے کو چاہئے کہ جھوٹ سے احتراز کرے اور نیز ان احوال کی حکایات سے جن میں لغزشوں اور سستیوں کا اشارہ پایا جائے جن کے معلوم کرنے سے عوام کی فہم قاصر ہے بیان نہ کرے اور ایسی لغزش نادر بھی ذکر نہ کرے جس کے پیچھے لغزش کرنے والے نے بہت سی نیکیاں کی ہوں جن سے وہ لغزش چھپ گئی ہو اس لئے کہ ادنیٰ شخص اس سے اپنی لغزش اور خطا پر تمسک کیا کرتا ہے اور اپنے لئے عذر کی تمہید کرکے حجت یوں کیا کرتا ہے کہ فلاں مشائخ کے حال میں یوں بیان کرتے ہیں۔ اور ہم سب گناہوں کے درپے ہیں اگر میں نے خطا کی تو کیا عجب ہے کہ فلاں شخص جو ایسا بزرگ اور مجھ سے افضل تھا اس نے بھی یہ خطا کی تھی اور اس بات سے اسے لاعلمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر جرات ہو جاتی ہے پس ان دونوں امر سے اگر قصہ گو بچا رہے تو قصے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور ان قیود کے ساتھ میں عمدہ قصے وہی ہیں جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں ہیں۔

غلط کار لوگ:# بعض لوگ ایسے ہیں کہ طاعات کے باب میں رغبت کی حکایت گڑھ لینا درست جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا قصد ان سے خلق خدا کو حق کیطرف بلانے کا ہے اور یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے اس لئے کہ سچ میں بہت گنجائش ہے وہ کیا تھوڑا ہے کہ جھوٹ کی حاجت ہو اور جو چیزیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نے ذکر فرمائی ہیں ان کے ہوتے ہوئے وعظ میں نئی یا اختراع کی ضرورت نہیں اور کیسے نہ ہو کہ قافیہ کا تکلف مکروہ ٹھہرا ہے اور بناوٹ میں شمار کیا گیا۔

حکایت:# سعد بن ابی وقاص کے صاحبزادے عمر آپ کے پاس کسی کام کیلئے آئے آپ نے سنا کہ وہ مقفی عبارت سے حاجت بیان کرتے ہیں آپ نے کہا اس لئے میں تجھے برا جانتا ہوں کہ تو مقفی عبارت سے ضرورت بیان کرتا ہے۔ اسی لئے تیری حاجت پوری نہ کروں گا جب تک کہ تو توبہ نہ کرے۔

حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم نے عبداللہ بن رواحہ سے تین کلمے مقفی سن کر ارشاد فرمایا کہ اے ابن رواحہ اپنے آپ کو سجع سے دور رکھ۔

فائدہ:# اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو سجع دو کلموں سے زیادہ ہو وہ داخل تکلف اور ممنوع ہے۔

حدیث: ایک شخص نے جنین کے خون بہا میں یہ الفاظ کہے۔ کیف ندی من لا شرب والا اکل ولا صاح والا استھل ومثل ذلک یطل (ہم ایسے کی دیت کیسے دیں جس نے نہ پیا نہ کھایا نہ چیخا نہ چلایا اس جیسا تو خون معاف ہوتا ہے۔ حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دیہاتیوں اعراب کے سجع کے موافق سجع کر (یعنی دیہاتیوں کی طرح سادہ گفتگو کر)

مذمت اشعار گوئی:# مواعظ میں اشعار کی کثرت بری بات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ (پ 19 الشعراء 224) یہ شعراء کا ایک اصطلاحی لفظ ہے یعنی وعظ وغیرہ بر تکلف کا فیہ بجی کرو' وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہو۔ (ترجمہ) اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں۔ اور فرمایا اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ (پ19 الشعراء 225) ترجمہ کیاتم نے نہ دیکھا کہ وہ ہر نالے میں سرگرداں پھرتے ہیں اور فرمایا وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ (پ 23 یٰسین 29) اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے۔) جن اشعار کی عادت واعظوں کی ہو رہی ہے ان میں سے اکثر وہی ہوتے ہیں جن میں عشق کا وصف اور معشوق کی خوبصورتی اور وصال کی راحت اور جدائی کا درد مذکور ہوتا ہے اور مجلس وعظ میں عوام اور جہال سبھی جمع ہوتے ہیں جن کے باطن شہوات سے پر ہوتے ہیں اور ان کے دل بھی خوبصورتوں کی طرف التفات کرنے سے خالی نہیں ہوتے۔ پس اشعار ان کے دلوں میں سے اس چیز کو ابھارتے ہیں جو ان میں چھپی رہتی ہے اس لئے شہوات کی آگ ان میں بھڑک اٹھتی ہے اور چیختے اور وجد کرتے ہیں خلاصہ یہ کہ اشعار میں اکثر یا تمام کا انجام تباہی و خرابی ہوتی ہے۔

شعر گوئی کا جواز:# وہ اشعار کہ جن میں نصیحت اور حکمت ہو اور وہ بھی دلیل اور انس دلانے کے طور ہو' دیگر کسی قسم کا شعر استعمال نہیں کرنا چاہئے۔

اس آیت میں شعراء اسلام کا استثنا فرمایا گیا وہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حمد لکھتے ہیں' اسلام کی مدح لکھتے ہیں۔ پند و نصائح لکھتے ہیں۔ اس پر اجر و ثواب پاتے ہیں۔ بخاری شریف میں ہے کہ مسجد نبوی میں حضرت حسان کیلئے منبر بچھایا جاتا تھا وہ اس پر کھڑے ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مفاخر پڑھتے تھے اور کفار کی بدگوئیوں کا جواب دیتے تھے اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے حق میں دعا فرماتے جاتے تھے۔ بخاری کی حدیث میں ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بعض شعر حکمت ہوتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں اکثر شعر پڑھے جاتے تھے جیسا کہ ترمذی میں جابر بن سمرہ سے مروی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ شعر کلام ہے۔ بعض اچھا ہوتا ہے بعض برا اچھے کرلو' برے کو چھوڑ دو شعبی نے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق کہتے تھے حضرت علی ان سب سے زیادہ شعر فرمانے والے تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور شعر ان کے لئے ذکر الٰہی سے غفلت کا سبب نہ ہوسکا بلکہ ان لوگوں نے جب شعر کہا بھی تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کی توحید اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت بیان کی۔ مزید تحقیق نعت خوانی کا ثبوت اور نعت خوانی پر انعام میں دیکھیے۔

حدیث شریف:# حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان من اشعر لحکمۃ بیشک بعض شعر حکمت ہوتے ہیں۔

مسئلہ : اگر مجلس میں دین کے خواص لوگ جمع ہوں اور معلوم ہو کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ اور کوئی نہ ہو تو ایسے لوگوں کو شعر ضرر نہیں کرتا۔ اس لئے کہ سننے والا جو کچھ سنتا ہے اس کو اسی چیز پر ڈھال لیتا ہے جو اس کے دل پر غالب ہوتی ہے۔ (چنانچہ اس کی تحقیق ان شاء اللہ الکریم باب السماع میں مذکور ہوگی)

اس مختصر سی بحث میں حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے جواز و عدم جواز کا بیان فرمایا۔ آیۃ عدم جواز ان شعراء کفار کے حق میں نازل ہوئی جو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو میں شعر کہتے تھے اور کہتے تھے کہ جیسا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہتے ہیں ایسا ہم بھی کہہ لیتے ہیں اور ان کی قوم کے گمراہ لوگ ان سے ان اشعار کو نقل کرتے تھے۔ ان لوگوں کی آیت میں مذمت فرمائی گئی کہ وہ ہر طرح کی جھوٹی باتیں بناتے اور ہر لغو و باطل میں سخن آرائی کرتے تھے۔ جھوٹی مدح کرتے تھے' جھوٹی ہجو کرتے تھے۔ بخاری کی حدیث میں ہے کہ اگر کسی کا جسم پیپ سے بھر جائے تو یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ شعر سے پر ہو۔ مسلمان شعراء جو اس طریقہ سے اجتناب کرتے ہیں اس حکم سے مستثنیٰ کئے گئے چنانچہ اسی آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا الا الذین امنوا وعملوا الصلحت وذکروا اللہ کثیراً وانتصروا من بعد ما ظلموا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[19] مگر اس کے کہ ان پر ظلم ہو' نمبر 194 اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم' نمبر 195 کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

حکایت: حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ چھ یا دس آدمیوں میں وعظ کیا کرتے تھے اور اگر زیادہ ہوتے تو کچھ نہ کہتے اور ان کی مجلس میں کبھی پورے بیس آدمی نہ ہوتے۔

حکایت: اور ایک دفعہ ابن سالم کے مکان کے دروازے پر کچھ لوگ جمع ہوئے ان میں سے کسی نے کہا آپ وعظ بیان فرمایئے آپ کے یار موجود ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ میرے یار نہیں یہ تو مجلس کے لوگ ہیں۔ میرے یار اور مخصوص لوگ ہیں۔

شطحیات کی بحث: # شطح سے ہماری تحقیق غرض ان دو قسموں سے ہے جنہیں بعض جاہل صوفیوں نے گڑھا ہے۔ (۱) عشق الٰہی وصال کے بارے میں بعض لوگ بڑے لمبے چوڑے دعوے کرتے ہیں جس کے بعد اعمال ظاہری کی کچھ حاجت نہیں سمجھی جاتی یہاں تک کہ بعض لوگ اتحاد کا مظاہرہ کرنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حجاب اٹھ گیا تو دیدار کا مشاہدہ ہوتا ہے اور خطاب حضوری حاصل ہوتی ہے اور کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حکم ہوا اور ہم نے یہ کہا اور اس بارے میں حسین بن منصور حلاج کی مشابہت کرتے ہیں جوکہ وہ جو اسی طرح کے چند کلمات بولنے سے سولی دیئے گئے تھے اور ن کے اناالحق کہنے کو اور حضرت بایزید .سطامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کو سند لاتے ہیں۔ حضرت بایزید قدس سرہ سے منقول ہے کہ آپ نے سبحانی سبحانی کہا تھا اور یہ فن ایسا ہے کہ جس کا ضرر عوام میں بہت ہوا، یہاں تک کہ بعض کسانوں نے اپنا کام چھوڑ کر اسی طرح کے دعوے کرنا شروع کردیئے اس لئے کہ یہ کلمات طبیعت کو اچھے معلوم ہوتے ہیں کہ اس میں کچھ ظاہری عمل نہیں کرنا پڑتا نہ مقامات اور احال کیلئے تزکیہ نفس کرنا پڑتا ہے تو پھر کم فہم اپنے لئے ایسے دعوے کیوں نہ کریں؟ اور کلمات خبط اور مہمل بات کیوں نہ بکیں اگر کوئی ان پر اس بارے میں انکار کرے تو جواب میں کہتے ہیں کہ اس کاانکار غلط اور بے سود مناظرہ ہے۔ ایسا علم حجاب ہے اور مناظرہ نفس امارہ کا کام ہے اور یہ جو ہم کو حاصل ہے بریعہ مکاشفہ نورحق اور تصفیہ باطن سے معلوم ہوا ہے۔ غرضیکہ اس طرح کے امور دنیا میں پھیل گئے اور ان کا ضرر عوام کو اتنا بڑھ گیا کہ اگر ان میں سے کوئی اس طرح کی کچھ بات کہے تو اس کا مار ڈالنا دس آدمیوں کےزندہ رکھنے کی نسبت اچھا ہوگا اور حضرت بایزید .سطامی رحمتہ اللہ علیہ کا جو قول منقول ہے اول تو اس کی صحت میں کلام ہے اور اگر بالفرض ان سے وہ الفاظ کسی نے سنے تو غالبًا بر سبیل حکایت تعالیٰ کے ارشاد کو اپنے جی میں مکرر کہتے ہوں گے جیسے قرآن مجید میں خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فاعبدنی (پ 16 طہ 14) بیشک میں ہی ہوں اللہ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ خلاصہ یہ کہ اس سے یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ اپنا حال بیان کرتے بلکہ ابطور حایت ہی جاننا چاہئے تھا۔ (2) ایسے شطحیات جو سمجھ میں نہ آئیں وہ ظاہرا تو اچھے ہوں لیکن ان کے معانی ہولناک اور کسی طرح کا ان سے فائدہ نہ ہو اور یہ کلمات یا تو خود کہنے والے کی بھی سمجھ میں نہیں آتے بلکہ اپنی عقل کے ضبط اور خیال کی پریشانی کے باعث کہتا ہے اور اس خبط کی وجہ یہ ہے کہ جو کلام اس

کے کان میں پڑتا ہے اس کے معنی کم یاد کرتا ہے اور اکثر تو ایسا ہی یا خود تو سمجھتا ہے لیکن وہ دوسروں کو نہیں سمجھا سکتا اور ایسی عبارت نہیں بنا سکتا جس سے اس کا مافی الضمیر معلوم ہو اس لئے کہ اسے علم کی مہارت کم ہے اور طریق معانی کو الفاظ میں ادا کرنے کا نہیں سیکھا اس طرح کے کلام سے کچھ فائدہ نہیں۔ بجز اس کے دلوں کو پریشان اور دلوں اور ذہنوں کو حیران کرے یا اس سے وہ معنی سمجھ لئے جائیں جو اس سے مقصود نہیں اور اس صورت میں ہر شخص اس کو اپنی خواہش اور طبیعت کے مطابق سمجھے گا۔

حدیث 1: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کوئی تم میں سے کسی سے ایسی حدیث بیان کرے جسے وہ نہ سمجھتا ہو تو وہ ان پر ایک بلا ہوگی۔

حدیث 2: فرمایا لوگوں سے وہ باتیں کرو جنہیں وہ جانتے ہوں اور جنہیں وہ نہ جانتے ہوں ان کا ذکر نہ کرو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب ہو۔

فائدہ: یہ ایسے کلام کے بارے میں ہے کہ کہنے والا اسے سمجھتا ہو مگر سننے والے کی عقل اس کو نہ پہنچتی ہو ایسے کلام کا کہنا جائز نہیں ہوگا۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ جس کلام کو خود سننے والا بھی نہ سمجھے اس کو کہنا کیسے درست ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حکمت ایسے لوگوں کو نہ سناؤ جو اس کے لائق نہ ہوں ورنہ حکمت پر تمہاری زیادتی ہوگی اور جو اس کے اہل ہوں ان سے حکمت کو نہ روکو ان پر ظلم ہوگا اپنا حال نرم دل طبیب کی طرح کرلو کہ جہاں مرض دیکھے وہاں دوا لگا دے۔ ایک روایت میں ہے کہ جو شخص حکمت نااہلوں میں بیان کرے وہ جاہل ہے اور حکمت کے اہل اسے روکے وہ ظلم کرتا ہے یہی حکمت کا ایک حق ہے اور کچھ لوگ اس کے اہل ہیں پس ہر ایک اہل حق کو اس کا حق دینا چاہئے۔

مسئلہ: طاعات میں وہ امور بھی شامل ہیں جو ہم نے شطح میں ذکر کئے ہیں اور ایک امران کے علاوہ ہے کہ وہ خاص طاعات میں ہے یعنی شریعت کے ظاہر الفاظ سے جو مراد مفہوم ہوتی ہے اس کو نہ لینا اور ان سے امور باطنی ایسے نکالنا کہ ذہن میں ان کا فائدہ نہ آتا ہو جیسے فرقہ باطنیہ قرآن مجید میں تاویلیں کرتا ہے تو یہ بھی حرام ہے اور اس کا نقصان بھی بہت زیادہ ہے اس لئے کہ جب الفاظ کے ظاہری معنی بغیر دلیل نقلی شارع کے اور بغیر کسی حاجت و ضرورت عقلی کے چھوڑ دیئے گئے تو اس سے الفاظ پر اعتماد جاتا رہے گا اور اس کے کلام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نفع ساقط ہوگا کیونکہ جو کچھ لفظوں سے سمجھا جاتا ہے اس پر تو اعتماد نہ رہا اور باطن سب کا ایک طرح کا نہیں ہوتا اس میں خطرے ایک دوسرے کے خلاف ہوا کرتے ہیں اور مختلف طور پر الفاظ کو ڈھال سکتے ہیں یہ امر بھی عام

بدعتوں میں سے ہے جن کا ضرر زیادہ ہوتا ہے اورطاعات والوں کا مقصود ایک امر غریب نکالنا ہے اس لئے کہ غریب کی طرف نفس مائل ہوتا ہے اور اس سے لذت پاتا ہے اس تدبیر کے باطنیہ فرقہ نے ساری شریعت کو برباد کردیا کہ ظاہر الفاظ کو تاویلیں کرکے پنی رائے کے مواقف بنالیا چنانچہ ان کے مذہب کا رد ہم نے کتاب مستظہری میں لکھا ہے۔ طاعات والوں کی تاویل کی ایک مثال یہ ہے کہ ان کے بعض اذھب الی فرعون انه طغی (ترجمہ) فرعون کی طرف جا اس نے سرکشی کی ہے) کا معنی یوں کہتے ہیں کہ اس میں دل کی طرف اشارہ ہے اور فرعون سے مراد وہی ہے اور سرکش بھی ہر انسان پر وہی ہے اور وان الق عصاک کا یہ معنی ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کے جس چیز پر بھروسہ اور اعتماد ہو اس کو پھینک دینا چاہئے اور اس حدیث تسحروا فان فی السحور برکۃ سحری کھاؤ کہ سحری کھانے میں برکت ہے۔ کے متعلق کہتے ہیں کہ مراد سحر کے وقت استغفار ہے اور اس طرح تاویلات کرتے ہیں یہاں تک کہ قرآن کو اول سے آخر تک ظاہری معنی اور اس تفسیر سے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دوسرے علماء سے منقول ہے بدل دیتے ہیں اور ان تاویلات میں سے بعض کا باطل ہونا تو یقیناً معلوم ہو جاتا ہے مثلاً فرعون سے دل کو مراد لینا اس لئے کہ فرعون ایک شخص مخصوص تھا کہ اس کا ہونا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اسے اسلام کی طرف بلانا متواتر ہم تک پہنچا ہے اور جیسے ابوجہل اور ابولہب وغیرہما کافروں میں سے کہ وہ موجود شخص تھے' وہ شیطانوں اور فرشتوں سے نہ تھے جو حس سے معلوم نہیں ہوئے تاکہ ان لفظوں کو باطنی معنی میں ڈھال لیا جائے ایسے ہی حال سحر سے استغفار مراد لینے کا ہے۔

حدیث: حضور نبی اکرم نور مجسم شافع روز محشر صلی اللہ علیہ وسلم کھانا اس وقت نوش فرماتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ھلموا الی لغذاء المبارک اس برکت والے کھانے کی طرف آؤ۔ تو اس طرح کی تاویلیں خبر متواتر اور حس سے باطل ٹھہرتی ہیں اور بعض ظن سے معلوم ہوتی ہیں اور وہ ایسے امور ہیں کہ حواس یعنی دیکھنے وغیرہ سے متعلق نہ ہوں۔ بہرحال یہ سب تاویلیں حرام اور گمراہی اور لوگوں کے دین کو خراب کرتی ہیں اور ان میں سے کچھ بھی صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول نہ ہوا نہ تابعین سے نہ حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ سے باوجودیکہ وہ خلق خدا کو اسلام کی طرف بلانے اور ان کو نصیحت کرنے کے عاشق تھے۔

حدیث: حضور علیہ الصلوے والسلام کا ارشاد ہے کہ من فسبر القرآن برایه فلیتبو مقعده من النار (ترجمہ) جو قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرتا ہے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے۔ اس کی مراد بھی اسی طرح کی تاویل کرنے سے ہے یعنی آدمی کی غرض اور رائے ایک امر کے ثابت اور مقرر کرنے کی ہو اور اس غرض کے ثبوت کیلئے قرآن کو شاہد بنالے اور اس کے لفظوں سے اپنی غرض نکالے بغیر اس کے کوئی دلالت لفظی لغت کی وجہ سے یا دلالت نقلی موجود ہو اور اس حدیث سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ قرآن کی تفسیر استنباط اور فکر سے نہ کرنی چاہئے اس لئے کہ بہت

سے آتیں ہیں۔ جن کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور مفسرین کرام سے پانچ اور چھ اور سات معنی منقول ہیں اور سب کو معلوم ہے کہ وہ تمام حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے ہوئے نہیں ہوں گے کیونکہ وہ معانی بعض اوقات ایک دوسرے کی ضد ہوتے ہیں کہ جس کی آئیتیں جمع نہیں ہوسکتی تو ضروری ہے کہ ان کے فہم کی خوبی اور طول فکر سے حاصل ہوئے ہوں گے اور اس لئے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا۔ اللھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل اے اللہ اسے دین کی سمجھ دے اور اسے قرآن کی تاویل سمجھا۔) اہل طاعات میں ایک گمراہ غلط تاویل کرتا ہے۔ باوجودیکہ اسے معلوم ہے کہ یہ معنی مقصود نہیں اور پھر کہتا ہے کہ میرا ارادہ عوام کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کا ہے تو اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک ایسے امر میں جو واقع میں حق ہو مگر شریعت میں اس کا ذکر نہ ہو حضور اکرم ہادی اعظم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر جھوٹی حدیث بنا دے یا ہر وہ مسئلہ جو وہ حق حق سمجھے تو کوئی حدیث حضور صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم سے والے تو یہ ظلم اور گمراہی ہے اس حدیث شریف کے مضمون میں ہے۔ من کذب علی متعمدا فلیتبو مقعدہ من النار جو مجھ پر عملاً جھوٹ بولتا ہے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے بلکہ الفاظ کی تاویل کرنا اس سے بھی بڑھ کر ہے اس لئے کہ اس سے تو الفاظ کا اعتبار ہی بیکار ہوتا ہے اور قرآن کے سمجھنے اور اس سے فائدہ حاصل کرنے کیلئے طریقہ کو بالکل درہم برہم کرتا ہے۔

فائدہ: شیطان نے لوگوں کے ارادے کو اچھے علوم کی طرف سے کس طرح برے علوم کی طرف پھیر دیا اور یہ ساری باتیں علمائے سو کے نام بدلنے کی بدولت ہیں پس تم اگر ان کا اتباع صرف شہرت کی وجہ سے کرو گے اور جو معانی کہ قرون اول میں معروف تھے ان کی طرف توجہ نہ کرو گے تو تمہارا برا حال ہوگا کہ حکمت کے سبب سے اشرف علم کی طلب ترک کردو گے، کسی نام کے حکیم کا اتباع کرو گے اور یہ خبر نہ ہو کہ حکمت پہلے کیا تھی اور اب کیا ہے۔

حکمت:# حکیم کا لفظ اب شاعر اور طبیب اور منجم پر بولتے ہیں بلکہ جو شخص سڑکوں پر عوام کے ہاتھوں میں زہر ڈالتا ہے اس کو بھی حکیم کہتے ہیں حالانکہ حکمت وہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ تعریف فرماتا ہے يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا پ 3 البقرہ 269 حکمت دیتا ہے جسے چاہے اور جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی۔ (ترجمہ کنزالایمان)

حدیث:# حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اس کے متعلق فرمایا کہ حکمت کا ایک کلمہ اگر آدمی سیکھے تو اس کے حق میں دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

فائدہ : غور فرمایئے کہ پہلے حکمت کیا تھی اور اب کس طرف منقول ہوگئی اسی پر باقی الفاظ کو قیاس کرلو اور علمائے سو کے دھوکے اور فریب میں نہ آؤ اس لئے کہ دین کا فریبی بہ نسبت شیطانوں کے بڑھ کر ہے کیونکہ شیطان انہی

کے ذریعہ سے لوگوں کے دلوں میں دین کو نکالتا ہے۔

حدیث : جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ بدترین خلق کون ہیں تو آپ نے انکار کیا اور فرمایا کہ الٰہی بخش دے یہاں تک کہ مکرر پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ علمائے سو ہیں۔

فائدہ: جب اچھے اور برے علم کو تم جان چکے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ دونوں ایک دوسرے میں کس وجہ سے ملتبس ہو جاتے ہیں اب تمہیں اختیار ہے کہ اپنے نفس کی بھلائی چاہو تو سلف صالحین کی اقتداء کرو اور اگر چاہو فریب میں گرنا چاہو تو پچھلوں کی مشابہت اختیار کرو جتنے علوم کہ سلف کو پسند تھے وہ سب مٹ گئے اور جن پر کہ اب لوگ اوندھے منہ گرتے ہیں وہ اکثر بدعت اور نوپید ہیں۔

حدیث : حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان بھی ہے کہ بدا الاسلام غربیا وسیعود غربیا کما بدا فطوبی للغربا فقیل من الغرباء قال الذین یصلحون ما افسدہ الناس والذین یحیون ما اماتوہ من سنتی (ترجمہ) اسلام شروع بھی غریب یعنی تنہا اور عنقریب غریب ہو جائے گا۔ جیسے شروع ہوا تھا پس خوشخبری ہے غربا کو عرض کی گئی غرباء کون ہیں فرمایا وہ جو میری سنّت کی اصلاح کرتے ہیں جسے لوگوں نے بگاڑ دیا اور میری سنت کو مٹا دیا تو انہوں نے اسے زندہ کیا۔ **حدیث** : لوگ اس چیز پر تمسک رکھنے والے ہوں گے جس پر آج تم متمسک ہو۔ حدیث میں ہے کہ غرباء نیک بخت بہت کم ہیں۔ بدبخت ان سے بغض رکھنے والے بہت ہیں بہ نسبت دوستی رکھنے والوں کے۔

فائدہ : اس طرح غریب ہو گئے کہ جو کوئی ان کا ذکر کرتا ہے اس کے لوگ دشمن ہو جاتے ہیں اسی لئے سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر حق بات کہتا تو لوگ اس سے عداوت رکھتے۔

فائدہ: واضح ہوا کہ اس اعتبار سے علم تین قسم ہے۔ (1) اس میں سے تھوڑا بہت برا ہو۔ (2) اس کا قلیل اور کثیر اچھا ہو اور جس قدر بہت ہو اسی قدر بہتر اور عمدہ ہے۔ (3) اس میں سے بقدر کفایت تو اچھا ہو اور مقدار سے زائد قابل تعریف نہ ہو اور یہ تینوں قسمیں بدن کی طرح ہیں کہ ان میں سے بعض حالت تھوڑی ہو یا بہت اچھی گنی جاتی ہے جیسی تندرستی اور خوبصورتی اور بعض حالت بری گنی جاتی ہے کم ہو یا زیادہ جیسے بدصورتی اور بدخلقی اور بعض حالتیں ایسی ہیں کہ ان میں میانہ روی اچھی متصور ہوتی ہے جیسے مال دانائی کہ اسراف قابل تعریف نہیں گو وہ بھی خرچ کرنا ہے جیسے شجاعت تہور کی تعریف نہیں اگرچہ وہ بھی شجاعت کی جنس ہے اسی طرح علم کامل ہے اس کی اول قسم جو تھوڑا ہو یا بہت برا ہی گنا جائے یعنی ایسا علم کہ جس میں نہ دین کا فائدہ ہو نہ دنیا کا یا نقصانات بہ نسبت فائدے کے زیادہ ہو جیسے علم سحر اور طلسمات اور نجوم میں کہ بعض میں تو کچھ فائدہ نہیں اور عمر نفیس چیز جو عمدہ سرمایہ انسانی ہے اس میں صرف کرنا مفت برباد کرنی ہے اور نفیس چیزوں کا برباد کرنا برا ہے اور بعض ایسے ہیں کہ بہ نسبت اس

فائدے کے جو اس علم سے مقصود ہوتا ہے یعنی دنیوی حاجت کبھی کوئی پوری ہو جاتی ہے اس کا نقصان زائد ہوتا ہے بلکہ وہ فائدہ بہ نسبت نقصان کے ہیچ معلوم ہوتا ہے اور جو علم اس سرے سے دوسرے سرے تک اچھا ہی ہے وہ علم اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کے صفات اور افعال کا خلق خدا میں اس کی عادت باری کا ہونا اور دنیا پر آخرت کی ترجیح کی حکمت وغیرہ اس لئے کہ یہی علم مطلوب بالذات اور وسیلہ سعادت اخروی ہے اس میں جس قدر کوشش کی جائے مقدار واجب سے کم ہوگی کیونکہ یہ وہ دریا ہے کہ جس کی گہرائی معلوم نہیں ہوتی تمام گھومنے والے اس کے کناروں پر ہی پھرتے ہیں جتنا جس سے ہوسکتا ہے اتنی گردش کرتا ہے اس کے اندر بجز انبیاء اور اولیاء اور پختہ علماء کے اور کوئی نہیں جاتا۔ لوگ بموافق اختلاف اپنے درجوں اور قوتوں کی مقدار کہ جس قدر کہ تقدیر الٰہی نے ان کے حق میں لکھ دیا ہے اس میں غور و خوض کرتے ہیں یہ وہی علم پوشیدہ ہے کہ کتابوں میں نہیں لکھا جاتا اس علم پر تسیع ہو جانے کیلئے کہ علم سیکھنا اور آخرت کے علماء کے حالات دیکھنے مفید ہوتے ہیں یہ تو ابتداء میں چاہئے اور انجام کیلئے اس عمل پر مدد مجاہدہ اور قلب کا تصفیہ اور دنیا کے تعلقات سے اسے خالی کرنے اور دنیا میں انبیاء اور اولیاء کی مشابہت پیدا کرنے سے ملتی ہے جو کوئی اس علم کیلئے اس طرح سعی کرے گا تو اس کا نصیب ہے تو اسے مل جائے گا' کوشش سے نہیں ملے گا۔ ہاں مجاہدہ کی ضرورت اس میں ضروری ہے بغیر مجاہدہ کے کچھ نہیں ہوتا کہ ہدایت کی کنجی سوا اس کے اور کوئی نہیں اور تیسری طرح کے علوم جو ایک مقدار خاص تک اچھے ہیں وہ ہیں جنہیں ہم فروض کفایہ میں لکھ آئے ہیں کہ ان میں ہر علم کے تین درجے ہیں۔

(۱) بقدر کفایت و حاجت وہ تو ادنیٰ ہے (2) متوسط سے زائد کہ آخر تک اس کی انتہا نہ ہو سمجھدار آدمی کو چاہئے کہ ان میں سے ایک کو اختیار کرے یا تو اپنے نفس کی فکر کرے یا جب اپنے نفس سے فارغ ہو جائے تو دوسرے کی فکر کرے مگر ایسا ہرگز نہ کرے کہ اپنے نفس کی اصلاح سے پہلے دوسرے کی اصلاح میں مشغول ہو اگر اپنے نفس کا دھندا کرنا ہو تب اس علم میں مشغول ہو جو تم پر فضول عین بحسب اقتضائے حالات ہوتا جائے اور جو اعمال ظاہر کے متعلق ہوں مثلاً نماز اور روزہ اور طہارت لیکن بڑا ضروری اور اہم مسئلہ یہ ہے کہ جسے تمام لوگوں نے چھوڑ رکھا ہے وہ دل کی صفات کا علم ہے اور یہ کہ ان میں سے کون سی اچھی ہے اور کون سی بری اس لیے کہ کوئی آدمی ایسا نہیں جو بری صفتوں سے مبرا اور حرص و حسد اور ریاء اور کبر اور عجب وغیرہ اس کے اندر نہ ہوں اور یہ صفات سب ہلاک کرنے والی ہیں اور ان کو ویسے ہی چھوڑ دینا اور صرف اعمال ظاہری میں مشغول رہنا ایسا ہے کہ آدمی خارش یا پھوڑوں کی تکلیف میں ظاہر بدن پر لیپ کرکے اور اندر کا مواد قصد اور سینگی سے نکالنے میں سستی کرے اس طرح نام نہاد علماء اور کٹھ ملا اعمال ظاہری ہی بتائے ہیں جیسے سڑکوں پر بیٹھنے والے طبیب ظاہر بدن پر لیپ کرنے کو کہتے ہیں لیکن اصل بیماری کی طرف توجہ کم کرتے ہیں آخرت کے علماء پر باطن کی صفائی اور مواد شر دور کرنے کے (کہ ان کی جڑیں اکھاڑ ڈالی جائیں) اور کچھ نہیں بتاتے اور ان کی جڑیں دل کے اندر ہیں اور اکثر لوگ

جو اعمال ظاہری کے پابند ہیں اور دلوں کی صفائی نہیں کرتے اس کی وجہ یہ ہے کہ ظاہر کے اعضاء کے اعمال آسان ہیں اور دل کے اعمال مشکل جیسے کوئی شخص کڑوی اور بدمزہ دوا پینے کو سخت جان کر ظاہر بدن پر لیپ کردے لیکن اندرونی بیماری درد میں مبتلا رہتا ہے مواد بڑھتا جاتا ہے اس کے سبب سے اور روگ دوگنے ہو جاتے ہیں۔

پس اگر تمہارا مقصد آخرت اور طلب نجات ہے اور ہلاک ابدی سے بچاؤ منظور ہے تو باطن کے ہر مرض اور ان کے علاج کے علم میں مشغول ہو (جیسا کہ ہم نے اسی کتاب جلد ثالث میں اس کی تفصیل لکھی ہے) اس کے جاننے سے تم ان عمدہ مقامات پر لازماً پہنچ جاؤ گے جو اسی کتاب کی جلد چہارم میں مذکور ہیں)۔ کیونکہ دل جب بری بات سے خالی ہوتا ہے تو اچھی بات سے پر ہو جاتا ہے اور زمین جب گھاس سے صاف کی جاتی ہے تب اس میں کھیتی اور چمن کی بہار ہوتی ہے اور جب تک تمہیں اس فرض عین سے فراغت نہ ہو جائے تب تک فرض کفایہ میں مصروف نہ ہو خصوصاً اس وقت جب کوئی یہ جانتا ہو اور تعمیل کرتا ہو اس لیے کہ جو شخص اپنی جان ہلاک کر کے دوسرے کی اصلاح کے درپے ہو تو وہ بے وقوف ہے مثلاً اگر سانپ اور بچھو کسی کے کپڑوں میں گھس کر اس کے قتل کے درپے ہوں اور وہ ایک پنکھا ڈھونڈتا پھرے کہ جس سے دوسرے کی مکھیاں اڑائے یا کوئی ایسا ہو کہ سانپ اور بچھو کسی کو درد اور رنج پہنچائیں تو وہ اس کے کام نہ آئے اور نہ اس کو مصیبت سے چھڑائے تو اس سے بڑھ کر احمق کون ہو گا کہ اپنی جان کی فکر تو نہ کرے دوسرے کے لیے بے فائدہ کاوش کرے۔

فائدہ : اگر تمہیں اپنے نفس کی صفائی سے فراغت ملے اور ظاہر اور باطن کے گناہ چھوڑنے پر قید ہو جائے اور عادت اور دائمی طور پر تمہیں حاصل ہو جائے اور ایسا ہونا کچھ بھی بعید نہیں تو پھر فروض کفایہ میں مشغول ہو جانے میں حرج نہیں اور اس میں ترتیب اور درجہ کا لحاظ رکھنا چاہئے یعنی اول کلام مجید پھر حدیث شریف پھر علم تفسیر پھر دیگر علوم قرآنی ناسخ و منسوخ اور موصول مفصول اور محکم متشابہ پہنچانا اسی طرح حدیث کے علوم سیکھنے چاہئیں پھر ان سے فروغ میں مشغول ہو یعنی علم فقہ کے مذاہب معتبرہ جاننا چاہئے نہ کہ خلد حیا پھر اصوف فقہ اس طرح باقی دیگر علوم کو جاننا جہاں تک کہ عمر میں گنجائش ہو مگر عمر کو ایک فن خاص میں مصروف کرو اس خیال سے کہ اس میں کمال پیدا ہو اس لیے کہ علوم بہت ہیں اور عمر تھوڑی اور یہ علوم دوسرے مقصود کے لیے آلات اور مقدمات ہیں خود مطلوب بالذات نہیں اور جو چیز کہ غیر کے لیے مطلوب ہو اس میں یہ نہیں چاہئے کہ اصل مقصود بھلا دیا جائے اور ذریعہ کی کثرت کی جائے اور علم لغت مروج ہیں اسی قدر پر اکتفا کرو جس سے کہ کم از کم عربی زبان سمجھ سکو اور جو لغت کم رائج ہو ان میں سے اس قدر جان لو کہ قرآن اور حدیث کے تمام الفاظ پر تقیت ہو جائے اس سے زیادہ میں غور و خوض کرنا کچھ ضروری نہیں اسی طرح نحو میں اسی قدر پر اکتفا کرو جو قرآن اور حدیث کے متعلق ہو اور جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ علم کے تین مراتب ہیں (1) بقدر کفایت (2) متوسط (3) درجہ کمال۔ تو ہم حدیث اور تفسیر اور فقہ اور کلام میں ان تینوں مراتب کو بتائے دیتے ہیں تاکہ دیگر علوم کو تم انہیں پر قیاس کر سکو پس علم تفسیر میں مقدار کفایت

یہ ہے وہ تفسیر قرآن مجید کے حجم سے دوگنی ہے جسے علی واحدی نیشا پوری کی تفسیر جس کا نام وجیز ہے اور متوسط درجہ یہ ہے کہ قرآن کے حجم سے تگنی ہو جیسے تفسیر نیشا پوری جس کو وسیط کہتے ہیں اور درجہ کمال اس سے زائد ہے جس کی کوئی خاص ضرورت نہیں اور عمر بھر تک اس کا انجام بھی نہیں ہوتا اور حدیث میں مقدار کفایت یہ ہے کہ مضمون بخاری اور مسلم کا کسی شخص فاضل اور متن حدیث کے واقف سے سمجھ لو اور راویوں کے نام کا یاد کرنا ضروری نہیں اس لیے کہ یہ کام تمہارے سے پہلے لوگ کر چکے ہیں بلکہ سب کچھ لکھ گئے ہیں ہاں اس میں اتنا چاہئے کہ ان کی کتابوں کو معتبر سمجھو اور یہ بھی تم پر لازم نہیں کہ بخاری اور مسلم کے الفاظ حدیث کو حفظ کرو بلکہ اتنی مہارت حاصل کر لو کہ ضرورت کے وقت جس مسئلہ کی ضرورت ہو ان میں سے نکال سکو اور متوسط درجہ یہ ہے کہ جتنا کتب حدیث کی صحیح ہیں ان سب کو صحیحین کے ساتھ پڑھ لو اور درجہ کمال یہ ہے کہ جو کچھ احادیث منقول ہیں ضعیف ہوں یا قوی صحیح ہوں یا معلل سب کو پڑھو اور اسناد کے ساتھ بہت سے طرق اور راویوں کے حالات اور ان کے اسماء اور اوصاف معلوم کرو اور فقہ میں مقدار کفایت یہ ہے کہ جسے مختصر مزنی رحمۃ اللہ علیہ جسے ہم نے خلاصۃ المختصر میں لکھا ہے اور متوسط وہ ہے جو مختصر کی تین گنا ہو یعنی اتنی بڑی ہو جتنا بڑا ہماری کتاب فقہ میں وسیط ہے اور درجہ غایت کو اسے سمجھو جسے بسیط میں لکھا ہے ایسے ہی دیگر بڑی بڑی کتب فقہ (جیسے بہار شریعت ، فتاویٰ رضویہ و تحریم) کلام کا مقصود صرف اتنا ہے کہ جو عقائد اہل سنت نے سلف صالحین سے نقل کیے ہیں وہ محفوظ رہیں دیگر عقائد کوئی مطلب نہ ہو اور اگر کچھ ہے تو امور کے حقائق کا کشف ہو جانا سوائے کشف حالات کے ان سے اور کوئی غرض نہیں ہاں مقصود حفظ سنت کے لیے علم کلام کی مقدار ضروری ہے اور وہ عرض وہ ایک مختصر رسالہ عقائد سے بھی حاصل ہو سکتی ہے جس کے مضمون کو رسالہ العقائد (کتاب احیاء العلوم جلد اول میں آ رہا ہے) کافی ہے اور متوسط درجہ کی مقدار یہ ہے کہ سو ورق کا رسالہ ہو جیسا کہ ہم نے کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد لکھی ہے اور اس علم کی ضرورت اسوجہ سے ہے کہ اس سے بدعتی سے مناظرہ کیا جا سکے اور اس کی بدعت کو واضح کر کے عوام کے قلوب سے اس کے عقائد نکال دیئے جائیں اور یہ صرف عوام کے لیے کار آمد ہے بشرطیکہ ان کا تعصب بڑھ نہ گیا ہو اور رہا خود بدعتی اگر وہ تھوڑا سا بھی مناظرہ معلوم کر لیتا ہے تو پھر بہت کم دیکھنے میں آیا ہے کہ اسے علم کلام مفید ہو کیونکہ اس کو تقریر میں خاموش بھی کرا دو تب بھی اپنا مذہب نہ چھوڑے گا اور اپنے نفس کو ناقص سمجھ کر فرض کر لے گا کہ اس بات کا جواب ضرور ہو گا مگر مجھے نہیں آتا طرف ثانی مغالطہ دیتا ہے اور قوت مناظرہ سے حق کو مشتبہ کر ڈالتا ہے اور عوام کا چال یہ ہوتا ہے کہ اگر ذرا سی تقریر میں حق سے منحرف ہو جاتا ہے وہ معمولی تقریر سے پھر صحیح ہو سکتا ہے بشرطیکہ تعصب بڑھ نہ گیا اور اگر تعصب اور خواہش نفسانی میں گرفتار ہو گا تو پھر عام آدمی سے بھی ناامیدی ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ بے موقع کا غلط تصور نفسوں میں عقائد کو پختہ کر دیتی ہے اور یہ آفت علمائے سو میں ہے کہ ناحق تعصب میں مبالغہ کرتے اور مخالفین کو بچشم حقارت دیکھتے ہیں اور اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ

لوگ بھی مکافات اور مقابلہ پر آمادہ ہو جاتے اور باطل کی مدد زیادہ کرتے ہیں اور جس کا ان پر الزام لگایا جاتا ہے اس کو خوب مضبوطی سے تمسک کرتے ہیں اگر علماء حضرات براہ مہربانی اور رحمت و خیر خواہی انہیں خلوت میں نصیحت کر دیتے اور تعصب اور حقارت سے قطع نظر کرتے تو غالبًا کامیاب ہوتے لیکن چونکہ جاہ بغیر لوگوں کی پیروی کے راس نہیں ہوتا اور پیروی پر پہل لوگوں کا میلان تعصب اور طرف ثانی کو لعن و دشنام کے نہیں آتا اس لیے علماء نے تعصب کو اپنی عادت بلکہ حربہ ٹھہرا لیا ہے اور کہتے ہیں کہ ہم دین کی حفاظت کرتے اور مسلمانوں کی طرف سے لڑتے ہیں اور واقع میں اس صورت سے خلق خدا کی بربادی اور نفسوں میں بدعت پر جم جانا ہوتا ہے اور وہ امور خلافیہ جوان پچھلے زمانوں میں ایجاد ہوئے ہیں اور ان میں وہ تحریریں اور تصنیفیں اور مناظرے تیار ہوئے ہیں ایسے زمانہ سلف صالحین میں نہ تھے اس سالک تو ان کے گرد بھی نہ پھرنا اور ان سے ایسی طرح سے بچنا جیسے زہر قاتل سے اس لیے کہ وہ مرض لا علاج ہے یہ وہی بیماری ہے جس نے تمام فقہاء کو آپس کی حرص اور مباحات میں مبتلا کر رکھا ہے (چنانچہ عنقریب ہم ان کے آفات اور عوامل بیان کریں گے) جب کبھی اس کی تقریر پر کوئی اعتراض کرتا ہے تو وہ رسمی عالم کہتا ہے کہ جسے کوئی بات سمجھ نہیں آتی وہ اس کا دشمن ہوا کرتا ہے تو تمہیں اس کے کہنے سے یہ گمان نہ ہو کہ ہم صوفیہ بھی اس علم سے ناواقف ہیں بلکہ ہم نے تو اس فن میں ایک عمر تلف کی اور تصنیف اور تحقیق اور جدال اور بیان میں پہلے لوگوں پر گوئے سبقت لے گئے مگر پھر اللہ تعالیٰ نے ہم کو راہ راست الہام کیا اور اس فن کے عیب پر مطلع فرمایا تب ہم اسے ترک کر کے اپنے نفس کی فکر میں مشغول ہوئے اسی لیے تمہیں نصیحت قبول کرنی چاہئے کہ تجربہ کار کا کہنا ٹھیک ہے۔

سوال : فتویٰ شریعت کا رکن ہے اور اس کی علتیں بغیر علم خلاف کے معلوم نہیں ہوتیں اس لیے اس کا جاننا ضروری ہے؟ (جواب) اس سے تم مغالطہ میں نہ آنا کیونکہ مذہب کی علتیں خود مذہب میں مزکور ہیں ان سے جو باتیں زائد ہیں وہ مفت کے جھگڑے میں کہ قرن اول کے لوگ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کو نہ جانتے تھے حالانکہ دوسروں کی بہ نسبت علم فتویٰ کو یہ حضرات زیادہ جانتے تھے بلکہ یہ عیس قطع نظر اس سے کہ علم مذہب میں کچھ مفید نہیں فقہ کے مذہب کو خراب کرتی اور ضرر پہنچاتی ہیں اس لیے کہ جس شخص کے لیے مفتی کا فکر شاہد ہو جاتا ہے تو اگر مفت کی طبیعت میں ذوق صحیح فقہ کا ہوتا ہے تو اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ اس سے جدل کی شرائط کے بموجب حکم کا اجرا نہیں ہو سکتا اور جس شخص کی طبیعت جدل کی رسموں کی عادی ہوتی ہے اس کا ذہن جدل کے مقتضات کو مانتا ہے اور فقہ ماننے سے پہلو تہی کرتا ہے اور اس فن میں وہی لوگ مشغول ہوتے ہیں جن کو شہرت اور جاہ کی طلب ہوتی ہے اور بہانہ کرتے ہیں کہ ہم مذہب معتبر کی علتیں تلاش کرتے ہیں حالانکہ بعض اوقات ساری عمر گزر جاتی ہے اور ان کی ہمت مذہب کے جاننے پر مصروف نہیں ہوتی علتوں ہی میں بسر ہو جاتی ہے اس لیے چاہئے کہ جن کے شیطانوں سے بھی بچو اور انسانوں کے شیطانوں سے بھی احتراز کرو کہ ان لوگوں نے بہکانے اور گمراہ

کرنے میں شیاطین جن کو راحت دی ہے خلاصہ اس تمام تقریر کا یہ ہے کہ تم دنیا میں اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اکیلا فرض کر لو کہ عورت اور پیشی اور حساب اور بہشت اور دوزخ سامنے ہیں پھر کرو کہ ان سامنے کی چیزوں میں کون سی بات تمہارے لیے کار آمد ہے اس کو اختیار کرو اس کے سوا باقی سب کو ترک کر دو۔

حکایت : بعض مشائخ نے کسی عالم کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ جن علوم سے تم جھگڑا کیا کرتے اور ان کے متعلق مناظرے کرتے تھے بتاؤ تمہارا کیا بنا عالم نے اپنی ہتھیلی پھیلا کر اس میں پھونک ماری اور کہا کہ سب خاک کی طرح اڑ گئے مجھے صرف دو رکعتیں کام آئیں جو رات کو میں نے ادا کی تھیں۔ حدیث شریف میں ہے ماضل قوم بعدی هدی کانو علیه الا الواجدل ثم قرء ماضر بوه لک الا جدلا بل هم قوم خصمون (ترجمہ) کوئی قوم ہدایت کے بعد گمراہ نہیں مگر وہ قوم جو ہدایت جھگڑوں پر اتر آئے پھر آپ ﷺ نے آیت پڑھی کہ انہوں نے ہم سے نہ کہی مگر ناحق جھگڑے کو بلکہ وہ ہیں جھگڑنے والے لوگ میں ہے واماالذین فی قلوبہم زیغ کا معنی بیان فرمایا کہ هم اهل الجدل الذین عنا هم افل تعالٰی بقولیه واحد رهم ان ففتنوک (ترجمہ) جن لوگوں کے دل میں ٹیڑھا پن ہے ان سے

جھگڑالو مراد ہیں وہ جن کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان سے ڈرو کہ وہ کہیں تمہیں اس میں ڈالیں۔**فائدہ** بعض اکابر کا قول ہے کہ آخر زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے کہ عمل کا دروازہ ان پر بند کر دیا جائے گا اور جدل کا دروازہ ان کے لیے کھول دیا جائے گا بعض احادیث میں وارد ہے کہ تم ایسے زمانے میں ہو کہ اس میں عمل کا الہام ہوا ہے اور عنقریب ایک قوم ایسی ہو گی کہ ان کے دلوں میں جدل ڈالا جائے گا اور حدیث مشہور میں وارد ہے کہ البغض الخلق الی اللہ تعالٰی الا لدا الخصم (ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض وہ ہے جو سخت جھگڑالو ہے۔ ایک

روایت میں یہ ہے کہ جس قوم کی گفتگو ملی وہ عمل سے روک دی گئی (فائدہ) علی بن بصیر حمصی رحمۃ اللہ علیہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے خلیل بن احمد کو بعد وفات کے خواب میں دیکھ کر کہا کہ ہم کو خلیل سے زیادہ کوئی عاقل نہیں ملتا کہ اس سے کچھ پوچھیں خلیل نے فرمایا کہ جس بات میں ہم مصروف تھے اس کا حال بھی تم نے معلوم کیا ہم کو تو سوائے ان کلمات سبحان اللہ والحمد للہ و لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کوئی شے مفید نہ ہوئی۔

باب 2

قواعد العقائد

توحید باری تعالیٰ : اس میں چار فصل ہیں۔ (1) عقیدۂ اہلسنّت۔ اس فصل میں اہلسنّت کے عقائد کا بیان ہے۔ کلمہ لاالٰہ اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا اور ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے۔ ہم امام غزالی کی عربی حمد و صلوۃ چھوڑ کر مقصد کے متعلق عرض کرتے ہیں۔

پہلا جملہ توحید پر مشتمل ہے۔ اس میں چند رموز ضروری ہیں۔ (1) عقیدہ وحدانیت یعنی یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں یکتا ہے کوئی اس جیسا نہیں حمد ہے کوئی اس کا مقابل نہیں نرالا ہے کوئی اس کے جوڑ نہیں' قدیم اور ازلی ہے جس کا اول اور ابتداء نہیں ہمیشہ قائم ابدی ہے جس کا آخر اور انتہا نہیں' قیوم ہے' اس کو انقطاع نہیں دائم ہے جس کو کبھی فنا نہیں بزرگی کی صفتوں سے موصوف ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ زمانوں اور مدتوں کے گزرنے اور طے ہو جانے سے اسے نہیں کہہ سکتے کہ ہو چکا ہے بلکہ وہی سب سے اول اور وہی سب سے آخر اور وہی ظاہر اور وہی باطن ہے۔ عقیدہ (2) تنزیہ یعنی عقیدہ رکھنا کہ نہ وہ جسم صورت والا ہے نہ جوہر محدود اور ذی مقدار اور نہ وہ غرض ہے اور نہ اس میں کوئی عرض حلول کئے ہوئے ہے بلکہ نہ وہ کسی موجود کے مشابہ ہے نہ اس کے کوئی موجود مانند نہ اس کے جوڑ کا کوئی نہ وہ کسی کے جوڑ کا۔ نہ کوئی مقدار اس کو محدود کر سکے اور نہ اطراف و جہات اس کو محیط ہوں اور نہ آسمان و زمین اس کو گھیر سکیں اور یہ کہ وہ عرش پر اس طرح ہے جس طرح کہ اس نے خود فرمایا اور جس اعتبار سے کہ اس نے قصد کیا ہے یعنی عرش کو چھونے اور اس پر جمنے اور جگہ پکڑنے اور اس میں حلول کرنے اور دوسری جگہ ٹلنے سے پاک ہے عرش اس کو نہیں اٹھاتا بلکہ عرش اور حاملین عرش سب کو اس کی قدرت اٹھائے ہوئے ہے اور سب اس کے قبضہ قدرت میں دبے ہوئے ہیں اور وہ عرش اور آسمان اور حدود زمین تک کی سب چیزوں کے اوپر ہے اور اس کی فوقیت اس طرح ہے کہ اس سے اس کو نہ عرش سے قرب ہو نہ زمین سے دوری بلکہ عرش اور آسمان کے نزدیک ہونے اور زمین اور خاک سے دور ہونے سے اس کے مراتب بلند ہیں اور باوجود اس کے وہ ہر موجود چیز کے قریب ہے اور بندے کی رگ گردن سے بھی قریب تر ہے اور تمام چیزوں کے پاس موجود ہے کیونکہ اس کی نزدیکی اجسام کے نزدیک ہونے کے مشابہ نہیں جس طرح کہ اس کی ذات اجسام کی ذات سے مشابہ نہیں وہ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا اور نہ اس میں کوئی چیز حلول ہے وہ اس سے برتر ہے کہ اس کا محیط کوئی مکان ہو جیسے اس سے پاک ہے کہ کوئی وقت اسے گھیر سکے۔ بلکہ وہ مکان اور زمان کے بننے سے موجود تھا اور وہ اب بھی ویسا ہے جیسا پہلے تھا اور یہ کہ وہ اپنی مخلوق سے اپنی صفات میں جدا ہے نہ اس کی ذات

میں اس کے سوا اور دوسرا۔ اور نہ کسی دوسرے میں اس کی ذات اور یہ کہ وہ بدلنے اور انتقال سے مقدس ہے نہ حوادث اس میں حلول کریں نہ عوارض کا اس پر نزول بلکہ وہ اپنی بزرگی صفات میں فنا اور زوال سے ہمیشہ منزہ ہے اور اپنی صفات کمال میں کسی زیادتی سے حاجت نہیں جس سے اس کا کمال پورا ہو اور یہ کہ عقلوں کے سبب سے اس کا وجود بذات خود معلوم ہے اور اس کا انعام اور احسان اچھے لوگ پر جنت میں یہ ہے کہ اپنی دولت دیدار اور لذت رویت کو پورا کرنے کے لئے اپنی ذات کو آنکھوں سے دکھا دے گا۔

عقیدہ نمبر3 : قدرت و حیات یعنی یہ اعتقاد کرنا کہ اللہ تعالیٰ ہی حی اور قادر ہے اور جبار اور قاہر۔ نہ اس کو عاجزی عارض ہو نہ قصور اور نہ غفلت ہو نہ فساد نہ اس پر فنا آئے نہ موت۔ وہی ہے ملک اور ملکوت والا اور عزت اور جبروت کا مالک سلطنت اور قہر اور خلق اور امر سب اسی کا ہے آسمان اس کی قدرت کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہیں اور مخلوقات سب اس کی مٹھی میں ہے۔ تخلیق و اختراع میں وہی نرالا ہے اور ایجاد اور ابداع میں وہی یکتا ہے۔ مخلوق اور ان کے اعمال اور ان کے رزق اور موت کا اندازہ مقرر فرمایا۔ کوئی قدرت کی چیز اس کے قبضہ سے جدا نہیں اور نہ اس کی قدرت سے امور کے تغیرات علیحدہ نہ اس کی قدرت کی چیزوں کا احصا ہو سکتا ہے نہ اس کے معلومات کی انتہا ہو سکتی ہے۔

عقیدہ نمبر5 : علم یعنی یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ تمام معلومات کو جانتا ہے' زمین کی تہوں سے لیکر آسمان کے اوپر تک جو کچھ ہوتا ہے سب پر محیط ہے اس کے علم سے ایک ذرہ بھی آسمان اور زمین کا چھپا نہیں بلکہ کالی رات میں سخت پتھر پر چیونٹی کے رینگنے کو اور ہوا کے بیچ میں ذرہ کے چلنے کو جانتا ہے۔ اور کھلی بات کو جانتا ہے اور دلوں کے وسوسوں اور خطرات کے حرکات اور باطن کے پوشیدہ راز پر مطلع ہے اس کا علم قدیم ازلی ہے جس سے وہ ازل میں موصوف رہا ہے۔ ایسا علم نہیں کہ اس کی ذات میں حلول اور انتقال سے نیا پیدا ہوا ہو۔

عقیدہ نمبر6 : ارادہ یعنی اعتقاد کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو اپنے ارادہ سے بنایا اور نو پیدا چیزوں کا انتظام وہی کرتا ہے کہ ملک اور ملکوت میں جو کچھ تھوڑا یا بہت' چھوٹا یا بڑا خیر یا شر۔ نفع یا ضرر۔ ایمان یا کفر۔ معرفت یا جہالت۔ کامیابی یا محرومی۔ زیادتی یا کمی۔ طاعت یا معصیت سب اس کے حکم اور تقدیر اور حکمت سے ہوتی ہے کہ جس چیز کو چاہا وہ ہوئی اور جس کو نہ چاہا وہ نہ ہوئی پلک کا جھپکنا یا خطرہ کا ناگہاں آنا اس کے ارادہ سے باہر نہیں بلکہ وہی مبدی اور معید ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی اس کے حکم کا رد کرنے والا نہیں نہ کوئی اس کی قضا پیچھے ہٹانے والا۔ اور نہ بجز اس کی توفیق و رحمت کے بندہ کو اس کی نافرمانی سے اور نہ اس کے منشا ارادہ کے سوا کسی کو اطاعت کی طاقت۔ اگر تمام انسان اور جن اور فرشتے اور شیطان متفق ہو کر عالم میں کسی ذرہ کو بغیر اس کے ارادے اور منشاء کے حرکت یا سکون دینا چاہیں تو یہ ان سے کبھی نہ ہو سکے گا۔ اس کا ارادہ تمام صفتوں کے ساتھ اس کی ذات سے قائم ہے اور ہمیشہ سے ان اوصاف کے ساتھ متصف اشیاء کے ہونے کو جن وقتوں میں مقرر فرمایا ارادہ ازل میں کیا تو جیسا ارادہ کیا اسی

طرح اپنے اپنے وقت میں بغیر تقدم اور تاخر کے موجود ہوئیں بلکہ اس کے علم کے موافق اور ارادے کے مطابق بغیر کسی تبدل اور تغیر کے واقع ہوئیں اور امور کا انتظام اس طرح فرمایا کہ اس میں نہ فکروں کی ترتیب کی نوبت ہوئی نہ کچھ دیر کا انتظار اسی وجہ سے کوئی شان اور حالی اس کو دوسری شان سے غافل نہیں کرتا۔

عقیدہ نمبر8 : سننا اور دیکھنا یعنی یہ اعتقاد کرنا کہ اللہ تعالیٰ سمیع اور بصیر ہے دیکھتا ہے اور سنتا ہے کوئی سننے کی چیز کیسی ہی ہو اور دیکھنے کی چیز کیسی ہی باریک ہو اس کے سننے اور دیکھنے سے بچ نہیں رہتی نہ دوری اس کے سننے کو مانع ہے نہ تاریکی اسکے دیکھنے کی مزاحم۔ دیکھتا ہے مگر حدقہ چشم اور پلک سے منزہ ہے اور سنتا ہے مگر کانوں اور ان کے سوا خون سے مبرا ہے جیسا علم میں دل سے اور پکڑنے میں عضو سے اور پیدا کرنے میں آلہ سے پاک ہے جیسے اس کی ذات پاک مخلوق کی ذات کی طرح نہیں۔ اسی طرح اس کی صفات بھی مخلوق کی صفات کے مشابہ نہیں۔

عقیدہ نمبر9 : کلام یعنی یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ کلام کرنے والا ہے اور اپنے کلام ازلی قدیم سے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے امر اور نہیں اور وعدہ وعید فرمایا ہے اس کا کلام مخلوق کے کلام کے مشابہ نہیں کہ ہوا کے اندر سے یا اجرام کے صدمے سے آواز پیدا ہوتی ہے یا جاننا کہ اللہ تعالیٰ کلام کرنے والا ہے اور اپنے کلام ازلی قدیم سے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے امر اور نہی اور وعدہ وعید فرمایا ہے اس کا کلام مخلوق کے کلام کے مشابہ نہیں کہ ہوا کے اندر سے یا اجرام کے صدمے سے آواز پیدا ہوتی ہے یا زبان کی حرکت اور ہونٹوں سے حرف پیدا ہوں بلکہ وہ ان سب سے جداگانہ ہے اور قرآن اور توریت اور انجیل اور زبور اس کی کتابیں ہیں اس کے انبیائے علیہم السلام پر اتریں اور قرآن مجید کی تلاوت زبانوں سے ہوتی ہے اور اوراق پر لکھا جاتا ہے اور دلوں میں حفظ کیا جاتا ہے اور باوجود اس کے وہ قدیم ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ قائم ہے اس سے جدا نہیں ہو سکتا کہ علیحدہ ہو کر اوراق میں منتقل ہو جائے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا کلام بغیر آواز اور حروف کے سنا جس طرح کہ ابرار آخرت میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو بغیر جوہر اور عرض کے دیکھیں گے اور جب کہ اللہ تعالیٰ میں یہ صفات ہیں تو وہ حی اور علیم اور قادر اور مرید اور سمیع اور متکلم صرف اپنی ذات سے نہیں بلکہ حیات اور قدرت اور سمع اور بصر اور کلام سے ہے۔ افعال یعنی اعتقاد کرنا کہ جو چیز سوا اللہ تعالیٰ کے موجود ہے وہ اسی کے فعل سے حادث اور اسی کے عدل سے فیض یاب ہے اور سب سے اچھی طرح اور اکمل اور اتم اور اعدل طور پر اس کا ظہور ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے افعال میں حکیم اور اپنے احکام میں عادل ہے اس کے عدل کو بندوں کے عدل پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ بندے سے ظلم متصور ہو سکتا ہے بایں طور کہ غیر کے ملک میں تصرف کرے اور اللہ تعالیٰ سے ظلم متصور نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کو غیر کی ملک ملتی ہی نہیں کہ اس میں اس کا تصرف ظلم کہا جائے غرضیکہ جو کچھ اس کے سوا ہے انسان اور جن اور فرشتہ اور آسمان و زمین اور حیوان اور سبزہ اور جماد اور جوہر اور عرض اور مدرک اور محسوس وہ سب حادث ہیں اس نے اپنی قدرت سے اس کو عدم سے اختراع کیا اور پردہ نیستی سے نکال کر ہست فرمایا کیونکہ ازل

میں وہ اکیلا موجود تھا۔ دوسرا کوئی اس کے ساتھ نہ تھا۔ بعد اس کے اپنی قدرت کے ظاہر کرنے اور ارادۂ سابق کے متحقق کرنے کے لئے مخلوق کو پیدا کیا۔ یہ نہیں کہ اسے خلق کی طرف کچھ حاجت اور ضرورت ہو پیدا کرنے اور اختراع کرنے اور تکلیف میں صرف فضل کرتا ہے نہ یہ کہ اس پر یہ امور واجب ہوں اور انعام اور اصلاح میں صرف جود فرماتا ہے نہ بایں طور کہ اس کے ذمہ لازم ہو فضل اور احسان اور نعمت اور منت سب اسی کے لائق ہے اس لئے کہ وہ اس پر قادر تھا کہ اپنے بندوں پر طرح طرح کے عذاب ڈال دیتا اور ان کو اقسام مصائب اور آلام میں مبتلا کر دیتا اور یہ امور اس سے عدل کے طور پر ہی ہوتے نہ برے ہوتے نہ ظلم اللہ تعالیٰ ایماندار بندوں کو طاعات پر اپنے کرم اور وعدہ کے مطابق ثواب عنایت فرماتا ہے۔ بندہ کے استحقاق کی وجہ سے اور اپنے اوپر لازم ہونے کے سبب سے نہیں دیتا اس لئے کہ اس پر کسی کے لئے کوئی فعل واجب نہیں اور نہ اس سے ظلم متصور ہو سکے اور نہ کسی کا اس پر کوئی حق واجب اور اس کا حق طاعتوں میں خلق پر واجب ہے اسی نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی زبانوں سے واجب کیا ہے صرف عقل کی رو سے واجب نہیں فرمایا بلکہ رسولوں کو بھیجا اور ان کا سچ معجزات سے ثابت فرمایا تو انہوں نے اس کے حکم اور نہی اور وعدہ وعید کو مخلوق تک پہنچایا اس لئے مخلوق پر رسولوں کو سچا جاننا اور جو احکام لائے ہیں ان کا ماننا واجب ہے۔

رِسالت کا بیان : کلمہ کے دوسرے جملہ کا معنی یعنی رسولوں کی گواہی دینا اس میں یہ اعتقاد کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی امی قریشی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام عرب و عجم اور جن و انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور ان کی شریعت سے تمام شریعتوں کو منسوخ کیا بجز ان کے جن کو ان میں سے برقرار رکھا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام انبیاء پر فضیلت دی اور آپ کو تمام انسانوں کا سردار بنایا اور لا الہ الا اللہ کی توحید پر گواہی دینے کو ایمان نہیں مانا جب تک کہ اس میں رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شہادت یعنی محمد رسول اللہ نہ ملایا جائے اور جس بات کی خبر آپ نے دنیا و آخرت کے امور میں دی ہے مخلوق پر لازم فرما دیا کہ آپ کو اس میں سچا جانیں اور کسی بندے کا ایمان قبول نہیں فرمایا جب تک کہ وہ مرنے کے بعد کے حالات پر جن کی خبر آپ نے دی ہے ایمان نہ لائے۔

منکر و نکیر کا سوال : یہ دونوں ہولناک مہیب صورت ہیں کہ بندے کو قبر میں روح اور جسم کے ساتھ سیدھا بٹھا کر اس سے توحید اور رسالت کا سوال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے اور تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے اور وہ دونوں قبر کے امتحان لینے والے ہیں اور دفن کرنے کے بعد پہلا آزمائشی سوال ہوتا ہے۔

قبر کے عذاب پر ایمان لانا : قبر کا عذاب حق ہے اور حکمت و عدل کے ساتھ روح اور جسم دونوں پر جس طرح اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوگی ہوگا۔

میزان پر ایمان لانا : اس کے دو پلے اور ایک زبانہ بیچ میں پکڑ کر اٹھانے کا ہوگا۔ اور اس کے پلے اتنے بڑے ہوں

گے جتنے آسمان و زمین کے طبقات ہیں اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اعمال تولے جائیں گے اس دن باٹ (تولنے کا مقررہ وزن) ذرہ اور راء برابر ہوں گے تاکہ عدل خوب اور کامل ہو اور نیکیوں کے صحیفے اچھی صورت میں نور کے پلے میں ڈالے جائیں گے اور جس قدر ان نیکیوں کے درجے کے نزدیک ہوں گے اسی قدر ان سے ترازو (اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے) بھاری ہوگی اور برائیوں کے صحیفے بری صورت میں اندھیرے پلے میں ڈالے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے عدل کے باعث ترازو ہلکی ہو جائے گی۔

پُل صراط پر ایمان لانا : دوزخ کی پشت پر ایک پل تلوار سے تیز تر اور بال سے زیادہ باریک بنا ہوا ہے جس پر سب کا گزر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کافروں کے پاؤں اس پر پھسل جائیں گے اور دوزخ میں گر جائیں گے اور ایمان والوں کے پاؤں اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس پر جمیں گے اور وہ دارلقرار کو پہنچا دیئے جائیں گے۔

حوض پر ایمان لانا : یہ حوض حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے مومن اس کا پانی جنت میں داخل ہونے سے پہلے اور پل صراط سے گزرنے کے بعد پئیں گے اس میں سے ایک گھونٹ پیئے گا وہ بعد کو کبھی پیاسا نہ ہوگا اس کا عرض ایک مہینہ کی راہ ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور اسکے گرد نور کے پیالے آسمان کے تاروں کے مطابق ہیں اور اس میں دو پرنالے جنت کے چشمہ کوثر سے گرتے ہیں۔

حساب پر ایمان لانا : لوگ حساب کے بارے میں مختلف ہوں گے۔ بعض سے تو حساب میں باریکی کی جائے گی بعض سے چشم پوشی بعض ایسے ہوں گے کہ وہ بے حساب جنت میں داخل ہوں گے اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مقرب ہوں گے اور اللہ تعالیٰ انبیائے علیہ السلام میں جس سے چاہے گا سوال کرے گا کہ تم نے پیام رسالت پہنچا دیا اور کافروں میں سے جس سے چاہے گا رسولوں کو جھٹلانے کی بازپرس کرے گا۔ اور اہل بدعت سے سنت اور مسلمانوں سے اعمال کا سوال کرے گا۔ ایمان لانا اہل توحید سزا کے بعد دوزخ سے نکلیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جہنم میں کوئی مومن نہ رہے گا۔

فائدہ : اس سے معلوم ہوا کہ مومن ہمیشہ دوزخ میں نہ رہے گا۔

شفاعت پر ایمان لانا : ہمارے نبی علیہ السلام کی شفاعت کبریٰ کے بعد سب سے پہلے شفاعت انبیاء کریں گے پھر علماء پھر شہداء پھر تمام مسلمان اور ہر ایک کی جتنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت ہوگی اسی قدر اس کی شفاعت منظور ہوگی اور جو ایماندار ایسے بچ جائیں گے کہ ان کی سفارش کسی نے نہ کی ہوگی ان کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے دوزخ سے نکالے گا اس کے بعد دوزخ میں کوئی ایماندار ہمیشہ نہ رہے گا بلکہ جس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہوگا وہ بھی دوزخ میں نہ رہے گا۔

اعتقاد کرنا صحابہ علیہم الرضوان افضل ہیں : ان کی ترتیب افضلیت اس طرح ہے کہ بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام

لوگوں سے افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اچھا گمان رکھے اور ان کی یوں تعریف کرے جیسے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ اور یہ سب امور ایسے ہیں کہ احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں اور آثار ان پر شاہد ہیں۔

فائدہ : جو شخص ان پر یقین سے معتقد ہوگا وہ اہل حق اور اہل سنت جماعت میں ہوگا اور گمراہی اور بدعت والوں کی جماعت سے علیحدہ رہے گا۔ ہم اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ کمال یقین عنایت فرمائے اور دین پر اپنی رحمت سے ثابت رکھے کہ وہ ارحم الرحمین ہے (وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین وعلی کل عبد مصطفیٰ)

دعوت و ارشاد میں تدریجی مراحل اور اعتقادات میں درجہ بندی کی وجہ : جو کچھ ہم نے اوپر لکھا ہے وہ بچوں اور بچیوں کو ابتداء سن تمیز میں سکھانا چاہئے تاکہ اس کو یاد کرلیں۔ پھر بڑا ہونے پر ان کو اسکے معانی تھوڑے کھلتے جائیں گے چھوڑ بچوں اور بچیوں کو ابتداء میں یاد کرا لینا چاہئے - پھر سمجھنا پھر اعتقاد اور یقین اور اس کا تصدیق کرنا۔ لڑکوں کے ذہن میں بغیر دلیل کے آجاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہر انسان کے دل پر ہے کہ ابتداء میں اس کو ایمان کی طرف بلا حجت اور برہان کے کھول دیتا ہے اور اس کا انکار نہیں ہو سکتا اس لئے کہ تمام عوام کے عقائد کا آغاز صرف تلقین اور تعلیم محض ہے ہاں وہ اعتقاد جو صرف تقلید سے حاصل ہوتا ہے وہ ابتداء میں کسی قدر ضعف سے خالی نہیں ہوتا یعنی اگر اس کے دل میں اعتقاد مذکورہ کا خلاف ڈال دیا جائے تو اعتقاد سابق دور ہو سکتا ہے اس لئے اس اعتقاد کو لڑکوں کے دل میں خوب تقویت کر دینی چاہئے تاکہ پختہ ہو جائے اور اعتقاد کی تقویت کا طریقہ یہ نہیں کہ فن مناظرہ اور کلام جان لے بلکہ طریقہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت اور اس کی تفسیر اور حدیث پڑھنے اور اس کے معانی سمجھنے میں مشغول ہو اور روزمرہ کی عبادت بجاآوری میں لگ جائے تو اس تدبیر سے جو کچھ قرآن مجید کی دلائل اور حجتیں اس کے کان میں پہنچیں گی اور احادیث کے ان کے شواہد دیکھے گا اور عبادات کے انوار سے منور ہوگا اور نیک بختوں کے مشاہدے اور ان کی ہم نشینی سے متاثر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں ان کی عاجزی اور ان کے خوف خداوندی کے دیکھے گا تو یہ تمام امور اس کے باعث ہوں گے کہ اس کا اعتقاد روزبروز مضبوط ہوتا جائے۔ بس ابتدا میں بچوں کو ان عقائد کا سکھلا دینا بمنزلہ سینے میں بیج ڈالنے کے ہے اور یہ لوازم اس کے لئے مثل پانی دینے کے ہیں تاکہ درخت بڑھ کر مضبوطی پکڑ جائے اور ایک شجرہ طیبہ ہو جس کی جڑ جمی رہے اور شاخ آسمان میں پہنچے اور چاہئے بچوں کے کان مناظرہ اور کلام سے بچائے جائیں اس لئے کہ جھگڑا اور مناظرہ سے بات دل میں بیٹھتی نہیں بلکہ مٹ جاتی ہے اس سے بناؤ کم ہے اور بگاڑ زیادہ ہوتا ہے۔

فائدہ : بچوں کے عقائد کو مناظرہ سے تقویت کرنے کی مثال ایسی ہے کہ کوئی ہتھوڑا لے کر درخت کی جڑ میں مار کر

کہے کہ اس سے میری غرض یہ ہے کہ اس جڑ سے مضبوط ہو اور درخت موٹا ہو جائے حالانکہ ہتھوڑا اجزاء کو متفرق کر کے درخت کو مٹا کر رکھ دے گا۔ اکثر یونہی ہوتا ہے تجربہ شاہد ہے مزید کچھ بیان کی ضرورت نہیں۔ (مصرع) شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ سنی بات دیکھی جیسی کیسے ہو سکتی ہے۔

فائدہ: عوام سے جو نیک بخت اور پرہیزگار ہیں ان کے عقائد کو اہل کلام اور مناظرہ کے ماہروں کے عقائد سے مقابلہ کر کے دیکھ کر معلوم ہو گا کہ عوام کے عقیدے تو بلند پہاڑ کی طرح جمے ہوئے ہیں کہ کسی آفت اور بجلی سے نہیں ہل سکتے اور اہل کلام جو اپنے عقیدوں کی حفاظت فن مناظرہ سے کرتے رہتے ہیں ان کے عقیدے ایسے ہوں گے جیسے روڑا ہوا میں لٹکا دیا جائے کہ ہوا سے کبھی تو وہ ادھر جھک جاتا ہے کبھی ادھر جھک جاتا ہے کیونکہ جو کوئی ان سے اعتقاد کی دلیل سنتا ہے اس کو تقلید طریقے سے مانتا ہے جیسے خود اعتقاد کو تقلید کے طور پر حاصل کرتا ہے یعنی دلیل اور مدلول کے سیکھنے میں کچھ فرق نہیں دونوں میں تقلید ہوتی ہے تو دلیل کا سیکھنا اور بات ہے اور نظر کا مستقل ہونا اور چیز ہے جو اس سے بہت دور ہے پھر لڑکے کا نشوونما اگر اس عقیدہ پر ہو تو اگر پھر وہ دنیا کمانے میں مشغول ہو جائے گا) تب اسے سوائے اس عقیدہ کے اور واضح نہ ہو گا۔ مگر اہل حق کا سا اعتقاد رکھنے کی وجہ سے آخرت میں سلامت رہے گا اس لئے کہ شرع نے عرب کے مومنوں کو اتنا ہی حکم دیا ہے کہ ظاہر عقیدہ کے مطابق تصدیق مضبوط کر لیں اور بحث و تفتیش اور دلائل کو بہ تکلف بنانے کا حکم ہرگز نہیں کیا۔ اور اگر شخص مذکور طریقہ آخرت کے چلنے والوں میں سے ہونا چاہئے اور اس کی توفیق رفیق ہو گی یہاں تک کہ عمل میں مشغول ہو کر تقویٰ کے درپے ہو گا اور نفس کو خواہش سے باز رکھ کر ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول ہو گا تو اس کے لئے ہدایت کے دروازے کھل جائیں گے اور نور الٰہی سے جو مجاہدہ کے سبب اس کے دل میں پڑے گا ان عقائد کی تحقیق واضح ہو جائے گی کیونکہ مجاہدہ سے دل میں نور ڈالنے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا۔ "وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ" (پ ۲۱ العنکبوت ۶۹) (وہ لوگ جو ہم میں ہیں البتہ تحقیق ہم انہیں ہدایت دیں گے اپنے راستوں کی اور بیشک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے) اور یہ نور ایک جوہر نفیس ہے کہ صدیقوں اور مقربوں کے ایمان کی غایت وہی ہے۔ وہ راز جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں ڈالا گیا اسی سے آپ تمام خلق خدا سے افضل ہوئے۔ وہ بھی اسی نور کی طرف اشارہ ہے اور اس راز کے کھلنے بلکہ تمام اسرار کے معلوم ہونے کے بہت سے درجات ہیں۔ جتنا کوئی مجاہدہ کرے گا اور باطن کو جس قدر صاف کرے گا اور غیر اللہ سے اسے پاک رکھے گا نور یقین سے زیادہ روشنی حاصل کرے گا اور اسی قدر اسرار بھی کھلیں گے۔

فائدہ: اسے یوں سمجھنا چاہئے جیسے طب اور فقہ اور دوسرے علوم کے اسرار میں لوگ اپنی محنت کے مطابق اور بقدر اپنی ذکا اور دانائی کے مختلف ہوا کرتے ہیں تو جس طرح علم کے یہ درجات بے انتہا ہیں اسی طرح درجات اسرار بھی بے پایاں ہیں۔

سوال: مناظرہ اور کلام سیکھنا نجوم کی طرح برا ہے یا مباح (مستحب) ہے۔

جواب: اس مسئلہ میں دونوں طرف سے بہت مبالغہ اور اسراف ہے بعض تو کہتے ہیں کہ اس کا سیکھنا بدعت اور حرام ہے۔ انسان شرک کے سوا کوئی گناہ کر کے مرے اس سے بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے علم کلام کے ساتھ جائے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا سیکھنا واجب اور فرض کفایہ یا فرض عین ہے اور یہ تمام علوم و اعمال سے بہتر اور ثواب کے امور میں عمدہ ہے اس لئے کہ اس کا سیکھنا علم توحید کی تحقیق کرنا اور اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف مخالفین سے مقابلہ کرنا ہے۔

فائدہ: امام شافعی اور امام مالک اور احمد اور سفیان ثوری اور تمام محدثین اس کی حرمت کے قائل ہیں۔ لیکن وہ علم کلام جس میں محض فلسفہ ہے ورنہ جس میں عقائد کی تحقیق نہ ہے وہ تو عمل علم ہے۔)

مذمت علم کلام: (حکایت) ابو عبدالاعلیٰ کہتے ہیں کہ جس دن امام شافعی نے حفص قرد سے مناظرہ کیا تھا وہ معتزلہ میں سے علم کلام کا ماہر تھا۔ میں نے سنا کہ امام صاحب فرماتے تھے کہ اگر انسان شرک کے سوا تمام گناہوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملے اس سے بہتر ہے کہ کچھ بھی علم کلام کے ساتھ اس کے سامنے لے جائے۔ میں نے حفص کی بھی ایک روایت سنی جس کو میں نقل نہیں کر سکتا اور یہ بھی امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں اہل کلام کی ایک ایسی بات پر مطلع ہوا ہوں کہ مجھے کبھی اس کا گمان نہ تھا۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کے تمام منہیات میں سوائے شرک کے مبتلا ہو اس کے حق میں اس سے بہتر ہے کہ علم کلام میں نظر کرے۔ کرابیسی روایت کرتے ہیں کہ امام شافعی سے کسی نے کوئی مسئلہ علم کلام پوچھا تو آپ نے غصہ ہو کر فرمایا کہ اس کا حال حفص قرد اور اس کے ساتھیوں سے پوچھنا چاہئے۔ خدا تعالیٰ ان کو رسوا کرے اور جب امام شافعی بیمار ہوئے تو حفص قرد ان کے پاس گیا آپ نے پوچھا کہ کون ہے۔ اس نے کہا میں ہوں حفص قرد آپ نے فرمایا کہ اللہ تیری حفاظت اور نگہبانی نہ کرے یہاں تک کہ کس امر میں تو مبتلا ہے اس سے توبہ نہ کر لے۔ اور یہ بھی آپ کا ارشاد ہے کہ اگر انسان کو معلوم ہو جائے کہ علم کلام میں کتنی بری بدعت ہیں تو اس سے ایسے بھاگے جیسے شیر سے بھاگتے ہیں اور فرمایا کہ جب تم کسی کو یہ کہتے سنو کہ اسم عین مسمی ہے یا مسمی غیر کا تو جان لو کہ وہ اہل کلام سے ہے اور اس کا کوئی دین نہیں۔ زعفرانی کہتے ہیں کہ امام شافعی نے فرمایا ہے کہ اہل کلام کے باب میں میری تجویز یہ ہے کہ انہیں کوڑے لگوا کر تمام قبیلوں میں پھرایا جاوے اور منادی کرائی جائے کہ یہ سزا ہے اس کی جو کتاب اللہ اور حدیث کو چھوڑ کر علم کلام میں مشغول ہو امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اہل کلام کو فلاح کبھی نہ ہوگی اور جو شخص کلام کو دیکھے اس کو ایسا کم پاؤ گے کہ اس کے دل میں نقصان نہ ہو اور کلام کی برائی میں آپ نے یہاں تک مبالغہ کیا کہ حارث محاسی سے باوجود ان کے زہد اور پرہیزگاری کے ملنا چھوڑ دیا اس وجہ سے کہ انہوں نے ایک کتاب بدعتیوں (اہل کلام) کے رد میں لکھی تھی اور فرمایا کہ کم بخت پہلے تو تو ان کی بدعت نقل کرتا ہے اب اس کا جواب لکھتا ہے تو گویا لوگوں کو اپنی تصنیف سے رغبت دلاتا ہے کہ بدعت کو دیکھیں

اور ان شبہات کا مطالعہ کریں پھر یہی امران کی رائے اور بحث کا موجب ہو جائے۔ یہ بھی امام کا قول ہے کہ علمائے کلام بددین ہیں اور امام مالک فرماتے ہیں کہ بھلا اگر کلام والے کے مقابل ایسا شخص آئے جو اس سے زیادہ لڑاکا ہو تو ہر روز ایک نیا دین ایجاد کرلے گا۔ اس سے یہ غرض ہے کہ لڑنے والوں کا کلام ایک دوسرے کی ضد ہوا کرتا ہے تو جو غالب ہوگا دوسرے کو اسی کی رائے اختیار کرنی پڑے گی اور یہ بھی فرمایا کہ اہل بدعت او راہل ہو (خواہش نفسانی) کی گواہی درست نہیں اور آپ کے شاگرد کہتے ہیں کہ اہل ہو اسے آپ کی غرض اہل کلام ہیں خواہ کسی مذہب پر ہوں۔ امام یوسف رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جو علم کی طلب کلام سے کرتا ہے وہ بددین ہو جاتا ہے۔ امام حسن کا ارشاد ہے کہ اہل ہو اسے نہ مناظرہ کرو اور نہ ان کے پاس بیٹھو اور نہ ان کا قول سنو اور تمام محدثین کا کلام کی برائی پر اتفاق ہے اور جتنی تاکید شدید انہوں نے علم کلام کی مذمت میں فرمائی ہیں وہ خارج ازحد و شمار ہیں۔ اور فرمایا ہے کہ صحابہ نے باوجود حقائق کے زیادہ واقف ہونے اور دوسروں کی بہ نسبت الفاظ کی ترتیب میں فصیح تر ہونے کے کلام سے سکوت فرمایا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ جو خرابی اس سے پیدا ہوتی ہے وہ اس سے واقف تھے اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا "ھلک المتبنلون" یعنی ہلاک ہوئے وہ لوگ کہ جو بحث کلام میں زیادہ غور کرتے ہیں اور محدثین یہ حجت بھی پیش کرتے ہیں کہ اگر علم کلام دین سے ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کا حکم ضرور فرماتے بلکہ اس کا طریقہ سکھلائے دیتے اور یا کم از کم اس کی تعریف فرماتے کیونکہ صحابہ کو استنجا تک تو تعلیم فرمائی اور فرائض کے یاد کرنے کا ارشاد فرمایا اور تقدیر کی گفتگو سے منع فرمایا ارشاد کیا کہ تقدیر کے بارے میں خاموش رہو۔ اور اسی پر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی پر مضبوط ہے۔ ظاہر ہے کہ صحابہ ہم سب کے اساتذہ ہیں۔

فضائل علم کلام: دوسرا فرقہ جو علم کلام کو اچھا جانتے ہیں وہ یوں دلیل کرتے ہیں کہ اگر علم کلام میں یہ خرابی ہے کہ اس میں جوہر اور عرض اور دوسری اصطلاحات نادرہ جو صحابہ کے عہد میں نہ تھیں' موجود ہیں تب تو کچھ بات بنتی ہے اس لئے کہ ہر ایک علم میں افہام و تفہیم کے لئے اصطلاحات ہیں' مثلاً حدیث تفسیر فقہ میں بہت سی اصطلاحات ہیں کہ اگر ان کو صحابہ پر پیش کرتے تو وہ ان کو نہ سمجھتے جیسے قیاس کی اصطلاحات سے نقض تعدیہ فساد وضع کی گئی ہیں۔ غرضیکہ الفاظ کی اصطلاح مقصود صحیح پر دلالت کرنے کے لئے ہے جیسے ایک نئی صورت کا برتن بنا کر مباح چیز میں استعمال کریں اس میں کوئی خرابی نہیں اگر علم کلام میں خرابی لفظ کے اعتبار سے نہیں اور معنوں کے اعتبار سے ہے تو ہماری غرض اس سے صرف یہ ہے کہ عالم کے حادث ہونے کی اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور صفات کی دلیل پہچانیں جس طرح کہ وہ شرع میں ثابت ہوں پس اللہ تعالیٰ دلیل کے ساتھ پہچاننا حرام کہاں سے ہوا۔ اگر علم کلام میں یہ خرابی ہے کہ اس کا انجام شوروشغب اور تعصب اور عداوت اور کینہ ہے تو یہ بے شک حرام ہے اس سے بچنا جب ہے جیسے کہ علم حدیث تفسیر فقہ کے جاننے سے بعض لوگوں کو کبر اور عجب اور نمود اور طلب ملازمت ہوتی ہے کہ ان کی بھی حرمت میں کچھ شک نہیں اور ان سے احتراز کرنا واجب ہے مگر علم سے منع کرنا نہ چاہئے۔

اس خیال سے کہ انجام کو یہ خرابی ہوگی اور دلیل کا ذکر کرنا اور اس کا طلب کرنا اور اس کے حال سے بحث کرنا ممنوع کیسے ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "لیھلک من ھلک عن بینة ویحیٰی من حی عن بینة" (پ 10) اور فرمایا "قل ھل عندکم من علم فتخرجوہ لنا۔" اور فرمایا "ان عندکم من سلطان الم تر الی الذی حاج ابرھیم فی ربہ ان اتاہ الملک" اور فرمایا "قل فللّٰہ الحجت البالغتہ" اس کی کچھ حجت اور برہان بھی ہے اور فرمایا "ولو جئتک بشئی مبین" اور فرمایا "قل فللّٰہ الحجتہ اللّٰہ البالغتہ" یہاں تک کہ فرمایا "فبھت الذی کفر"

فائدہ : اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حجت اور جدل مناظرہ کرنا اور دشمن کو ساکت کر دینا تعریف کے طور پر ارشاد فرمایا اور فرمایا "وذلک حجتنا آتینا ھا ابرھیم علی قوم" اور فرمایا "قالو اینوح قد جادلتنا فاکثرت جدالنا" فرعون کے قصہ میں فرمایا "ومارب العلمین" غرضیکہ قرآن مجید اول سے آخر تک کفار کے ساتھ حجتیں ہیں چنانچہ عمدہ دلیل متکلموں کی توحید میں یہ آیت ہے "لوکان فیھما النھتہ الا اللّٰہ لفسدتا" اور نبوت کے بارے میں یہ آیتا ہے۔ "ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتو ابسورة من مثلہ" اور محشر میں اٹھنے کے بارے میں یہ آیت ہے "قل یحیھا الذی انشاھا اول مرة" ان کے سوا اور آیت اور دلائل ہیں اور ہمیشہ تمام رسل کرام صلوت اللہ علیہم منکروں سے لڑتے اور جھگڑے اور جدل و حجت کرتے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وجادلھم بالتی ھی احسن" اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی منکروں سے حجت اور جدال کیا کرتے تھے مگر بوقت ضرورت ان کے وقت میں ضرورت کم تھی اور سب سے اول بد عتیوں سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجاولہ کا طریقہ نکالا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خوارج سے مناظرہ کے لئے بھیجا۔

روئداد مناظرہ ابن عباس بہ خواج : آپ نے خوارج سے فرمایا کہ تم اپنے امام کی سزا کے طلب گار کیوں ہو انہوں نے کہا کہ اس نے قتل کیا اور قیدی اور غنیمت ہمیں نہیں دی۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ یہ امر کفار کی لڑائی میں ہوتا ہے۔ اچھا بتاؤ کہ اگر حضرت عائشہ جمل کی لڑائی میں قید ہو جاتیں اور وہ تم سے کسی کے حصے میں پڑتیں تو کیا تم ان سے وہی معاملہ برتتے جو اپنی لونڈیوں سے کرتے ہو۔ حالانکہ وہ نص قرآنی رو سے تمہاری ماں ہیں خوارج نے جواب دیا نہیں۔

فائدہ : اس مناظرہ سے دو ہزار آدمی آپ کی اطاعت میں آگئے۔

مناظرہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ : آپ نے ایک تقدیر کے منکر سے مناظرہ کیا اور وہ اپنے مذہب سے تائب ہوا۔

مناظرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم : آپ نے ایک قدریہ سے مناظرہ کیا۔

مناظرہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ : آپ نے یزید بن عمیرہ سے ایمان کے بارے میں مناظرہ کیا

اس کو فرمایا کہ اگر تم کہو کہ میں ایماندار ہوں تو یہ ضروری ہے کہ کہو میں جنت میں جاؤں گا یزید بن عمیرہ نے کہا کہ اے صاحب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ آپ کی خطا ہے۔ ایمان تو اسی کا نام ہے کہ اللہ پر اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں پر اور مرنے کے بعد اٹھنے اور وزن اعمال پر ایمان لائیں۔ اور نماز اور روزہ' اور زکوٰۃ بجا لائیں۔ بعض ایسے گناہ ہیں کہ اگر یقین ہے کہ وہ بخش دیئے جائیں گے تب کہیں گے کہ ہم اہل جنت سے ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ واقع میں تم نے درست کہا بخدا مجھے سے خطا ہوئی۔

سوال : صحابہ کرام اس میں غور خوض کم کرتے تھے اس میں منہمک نہیں ہوتے تھے اور بات مختصر کرتے تھے جو زیادہ ہوتی تھی اور وہ ضرورت کے وقت تصنیف و تدریس نہیں کرتے تھے اور کوئی فن نہیں مقرر کیا تھا۔

جواب : صحابہ کرام کا اس میں مصروف نہ ہونا تو اس وجہ سے تھا کہ ضرورت کم تھی کیونکہ اس زمانہ میں بدعت کم ظاہر ہوتی تھی اور تقریر کے مختصر ہونے کی یہ وجہ تھی کہ تقریر بالمقابل کے ساکت کرنے اور اس کے قائل ہونے اور شبہ کے دور ہونے اور امر حق کے واضح ہونے کے لئے ہوا کرتی ہے۔ پس اگر اس کا اعتراض یا اس کا اصرار زیادہ ہوگا تو ضرور ہے کہ الزام بھی لمبا چوڑا ہوگا۔ صحابہ بعد تقریر شروع فرمانے کے کسی ترازو یا پیمانہ سے اس کی مقدار کم نہیں کرتے تھے کہ اس سے زیادہ نہ ہوگی اور تدریس اور تصنیف کے وہ درپے نہ ہوئے تو اپنی عادت کی وجہ سے چنانچہ انہوں نے فقہ اور تفسیر اور حدیث میں بھی تدریس اور تصنیف نہیں فرمائی تو اگر فقہ میں تصنیف کرنا اور نادر صورتوں کا بتانا جو کمتر واقع ہوں۔ درست ہے بایں لحاظ کہ اگر اس طرح کی صورت ہو جائے تو مسئلہ کام آجائے یا صرف جودت طبع اور تیزی ذہن طالبوں کو منظور ہو تو ہم بھی مناظرہ کے طریقوں کو چلائیں اور ترتیب دیں کہ شاید شبہہ پڑنے اور بدعتی کے جوش و خروش کرنے کے وقت کار آمد ہوں۔ یا ذہین طالب علموں کا تیز ہو جائے کہ بوقت ضرورت فوراً بے تامل جواب دے سکیں رک نہ رہیں جیسے لڑائی کے لئے ہتھیار بنایا کرتے ہیں کہ موقع سے پہلے بیکار ہوتے ہیں۔ مگر وقت پر کام آتے ہیں یہ دونوں طرف کی تقریریں ہیں۔

فیصلہ از امام غزالی : ہمارے نزدیک مختار اور تحقیق یہ ہے کہ ہر حال میں مطلق کلام کو برا کہنا یا ہر حال میں اس کی تعریف دونوں صحیح نہیں بلکہ اسباب میں۔ تفصیل ہونی چاہئے اس کے لئے اول یہ معلوم کرنا چاہئے کہ حرمت دو قسم ہے۔ (۱) کوئی چیز اپنی ذات سے حرام ہو جیسے شراب اور مردار اور اپنی ذات سے حرام ہونے کی ہماری یہ غرض ہے کہ اس کے حرام ہونے کی علت خود اس کے اندر کوئی وصف ہو۔ جیسے شراب میں نشہ کرنا اور مردار میں موت ہے۔ پس اس طرح کی چیز کو جب ہم سے کوئی پوچھے گا تو ہم یہی کہیں گے کہ مطلقاً حرام ہے۔ اس کا خیال نہ کریں گے کہ اضطرار کے وقت مردار مباح ہے یا گلے میں ٹکڑا اٹک جائے اور اس کے اترنے کے لئے سوائے شراب کے اور کوئی چیز بہنے والی نہ ہو تو شراب اس غرض کے لئے مباح ہے۔ (2) غیر کی وجہ سے حرام ہو جیسے کوئی مسلمان بیع کر چکا اس پر خیار کے وقت میں بیع کرنا یا اذان جمعہ کے وقت بیع کرنا۔ یا مٹی کا کھانا کہ ان کی حرمت اس وجہ سے ہے کہ

ان میں ضرر ہے اور جو چیز ایسی ہو اس کی دو نوع ہیں۔ (ا) اس کی تھوڑی اور بہت دونوں مضر ہو تو اس کو بھی مطلق ہی کہا جائے گا کہ حرام ہے۔ جیسے مثلاً زہر ہے کہ تھوڑی اور بہت ہر طرح قاتل ہے۔ (2) کثرت کے وقت مضر ہوتی ہے جیسے شہد کہ اگر گرم مزاج کثرت سے کھائے تو مضر ہے یا جیسے مٹی کا کھانا کہ اس کی کثرت مضر ہے تو ایسی چیز پر اباحت کا اطلاق کیا جائے گا غرضیکہ شراب پر حرمت اور شہد پر حلت کا اطلاق بااعتبار غلبہ احوال ہے اگر کوئی چیز ایسی ہو کہ جس میں حالات ایک دوسرے کے مخالف ہوں تو اس کے حکم میں بہتر اور التباس سے دور تریہ ہے کہ تفصیل دار بیان کیا جائے ہم علم کلام کو دیکھتے ہیں تو اس میں نفع بھی پاتے ہیں اور ضرر بھی اسی لئے کہتے ہیں کہ علم کلام اپنے نفع کے اعتبار سے نفع کے توقع کی وجہ سے حلال ہے یا مستحب یا واجب جس طرح کا حال مقتضی ہو اور اپنے ضرر کے اعتبار سے ضرر کے محل میں حرام ہے۔ علم کلام کا ضرر یہ ہے کہ شبہات کو ابھارتا ہے اور عقائد کو یقین اور پختگی سے دور کر دیتا ہے یہ بات علم کلام کے شروع میں ہو جاتی ہے اور دلیل سے پھر پختگی پھر ان خرابیوں سے کسی کو حق پر واپس لانے میں شک ہے۔ اس میں لوگ مختلف ہوتے ہیں بعض دلیل کے بعد درست ہو جاتے ہیں۔ بعض درست نہیں ہوتے یہ ضرر تو اس کا امر حق کے اعتقاد میں ہے اور ایک ضرر اس میں اور ہے کہ بدعتیوں کا اعتقاد بدعت پر جم جاتا ہے اور دلوں میں ایسا مضبوط ٹھہر جاتا ہے کہ اس کے لواز ظہور میں آتے ہیں اور اسی پر اصرار کے زیادہ حریص ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ ضرر اسی تعصب کی وجہ سے ہوتا ہے جو مناظرہ کے باعث پہچان میں آتا ہے اور اسی لئے تم دیکھتے ہو کہ عام بدعتی کا اعتقاد نرمی سے بہت جلد زائل ہو سکتا ہے جس صورت میں کہ اس کا نشوونما ایسے شہر میں ہو جس میں جدل و تعصب ہو تب تو اگر اگلے پچھلے سب اس پر متفق ہو کر آئیں تب بھی اس کے سینہ سے بدعت نہ نکال سکیں گے بلکہ خواہش نفس اور تعصب اور بعض جھگڑوں اور فرقہ مخالف کی خصومت اس کے دل پر غالب ہوتی ہے اسی لئے حق بات کے ادراک سے اسے روکتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر اس سے کہا جائے کہ تمہیں یہ منظور ہے کہ اللہ تعالٰی تمہارے سامنے سے پردہ دور کر دے تو تم آنکھوں سے دیکھ لو کہ امر حق مخالف کی طرف ہے تو وہ اس امر کو اس نظر سے برا جانے گا کہ اس سے طرف ثانی کو خوشی ہوگی اور یہ بڑا گزرا مرض ہے جو عام شہروں میں پھیل گیا ہے اور یہ ایک قسم کا فساد ہے جس کو جدل کرنے والوں نے تعصب کی وجہ سے برپا کیا ہے۔

علم کلام کے فوائد : اس علم کے بیشمار فوائد ہیں مثلاً حقیقت کا منکشف ہونا اور ان کی ماہیت اصلی کا پہچاننا اس سے ثابت ہوا۔ کہ کلام میں یہ مطلب شرکی نہیں۔ غالباً کشف حقیقت اور معرف ماہیت کی نسبت خبط میں ڈالنا اور گمراہی زیادہ ہوتی ہے اور اس بات کو اگر تمہارے سامنے کوئی محدث یا کٹھ ملا کہے گا تب تم اپنے دل میں کہو گے کہ چونکہ یہ علم سے ناواقف ہیں اور انسان جس چیز کو نہیں جانتا اس کا دشمن ہوا کرتا ہے اسی لئے برا کہتے ہیں لیکن ہم نے اس علم کو خوب آزمایا ہے اور اس کے مسائل غایت تک پہنچے اور جو علم اس سے مناسبت رکھتے تھے ان میں بھی خوب مہارت پیدا کی۔ مگر بعد کو یہی پایا کہ اس علم کے ذریعہ سے معرفت حقائق کی راہ مسدود ہے اسی وجہ سے اس

علم سے ہمیں نفرت ہوگئی۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ بعض امور کے انکشاف اور وضاحت سے یہ علم خالی نہیں مگر یہ بات بہت کم ہے اور ایسے امور ظاہر میں ترقی ہوتی ہے کہ فن کلام میں غور نہ کرنے سے بھی غالباً وہ سمجھ میں آجائیں تو اس نفع کا تو کوئی اعتبار نہیں بلکہ علم کلام کا نفع صرف بات ہے یعنی جس عقیدہ کو ہم نے بیان کیا ہے اس علم کے ذریعہ سے اس کی حفاظت عوام پر متصور ہے اور بدعتیوں کے شک و شبہ اور جدل کرنے سے ان کا بچاؤ ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ جو عام آدمی ضعیف ہوتا ہے بدعتی کا جدل اس کو گھیر لیتا ہے پس وہ بے چارہ کلام کی وجہ سے اس کا مقابلہ کرسکتا ہے تو یہ فاسد امر کا فاسد امر سے مقابلہ ہوتا ہے۔ مگر پھر بھی اس کے اعتراض کو ہٹا سکتا ہے اور انسان کے لئے وہی عقیدہ عبادت میں شمار کیا جاتا ہے جسے ہم لکھ چکے ہیں اس لئے کہ وہ شریعت میں وارد ہے۔ اسی لحاظ سے کہ اس میں ان کے دین اور دنیا کی خوبی ہے اور سلف صالحین نے اس پر اجماع کیا ہے اور علماء کے لئے اس کی حفاظت عوام کے حق میں بدعتوں کے دھوکوں سے داخل عبادت ہے جیسے سلاطین کے لئے ان کے اموال کو ظالموں اور غاصبوں کی لوٹ کھسوٹ سے بچانا امر ثواب ہے اور جب اس علم کا فائدہ اور ضرر معلوم ہو چکا تو علماء کو چاہئے کہ جیسے طبیب حاذق دوائے پرخطر کو استعمال کرتے ہیں اور سخت خراش جگہ اور حاجت کے لئے استعمال نہیں کرتے اسی طرح علم کلام کو بھی بوقت ضرورت اور بقدر حاجت استعمال کریں اور علم کلام کے استعمال کا طریقہ عوام جو اپنے پیشوں اور کاروباروں میں مشغول ہیں انہیں واجب ہے کہ جو حقائق انہوں نے سیکھے ہیں انہیں پر چھوڑ دیئے جائیں بشرطیکہ حق پر ہوں جیسے ہم نے سیکھے ہیں اس لئے کہ ایسے لوگوں کو کلام کا سکھانا ان کے حق میں ضرر محض ہے کیونکہ اکثر انہیں شک ابھر آتا ہے اور غلط اعتقاد حرکت میں آجاتا ہے اور بعد کو اس پر ایسے ڈٹ جاتے ہیں کہ ان کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ (1) عامی معتقد بدعت کو امر حق کی طرف نرمی کے طور پر نرم کلام سے بلانا چاہئے اور ایسی گفتگو اس کے سامنے کرنی چاہئے جس سے نفس کو قناعت اور دل میں تاثیر ہو، اور دلائل قرآن اور حدیث کے طریقہ کے قریب ہو اور کسی قدر اس میں نصیحت اور تخویف بھی ہو تعصب کی طریق نہیں سمجھانا چاہئے کیونکہ اسکے حق میں جدل کی نسبت نرمی اور نصیحت ہی زیادہ کارآمد ہے اس لئے کہ عام آدمی جب متکلموں کی شرط کے مطابق جدل سے سنے گا تو اس کا یہ اعتقاد ہوگا کہ یہ ایک فن مناظرہ ہے جسے مخالف نے سیکھا ہے اور مجھے بھی اسی طرف کھینچنا چاہتا ہے تاکہ بتدریج لوگوں کو اپنے اعتقاد کی طرف گھسیٹے اگر عام آدمی جواب سے عاجز ہوگا تو فرض کرے لے گا کہ میرے مذہب والے بھی اس کا دفعیہ کرسکتے ہوں گے پس ایسے آدمی کے ساتھ جدل حرام ہے۔ (2) اس شخص کے ساتھ کہ شک میں پڑ گیا ہو اسے بھی نرمی سے گفتگو کرنی چاہئے اس لئے کہ شک کا دور کرنا نرمی اور وعظ اور ان دلائل سے سمجھانا چاہئے جو فہم سے قریب اور مقبول اور کلام کے مشکلات بعید ہوں۔ (3) جدل کو غایت درجہ تک پہنچا دینا صرف ایک مقصد میں مفید ہے اس کی صورت یہ ہے کہ کسی عام آدمی نے ایک قسم کا جدل سن کر بدمذہبی اور بدعت کا اعتقاد کرلیا ہو تو اس جدل کا مقابلہ اسی جیسے جدل سے کیا جائے تاکہ عامی مذکور اعتقاد حق کی طرف واپس آجائے اور یہ ایسے شخص کے حق میں ہوگا جس کا حال معلوم ہو کہ وعظ اور ہولناک امور پر قانع نہیں

بلکہ مجادلہ سے انس رکھتا ہے اس لئے کہ اس کی نوبت ایسی حالت پر آگئی ہے کہ بغیر جدل کے علاج نہیں اور کوئی تدبیر اسے مفید نہ ہوگی تو ایسے کو جدل بتانا مضائقہ نہیں اور یہ جن علاقوں میں جہاں بدمذہبی اور بدعت ہو اور ان میں مختلف مذاہب نہ ہوں تو ایسے علاقوں میں پہلے انہیں اعتقادات کے بیان پر اکتفا کرنا چاہیئے جو ہم نے ذکر کیے ہیں اور دلائل کے درپے نہیں ہونا چاہیئے اور ان کے شبہ کا انتظار کرنا چاہیئے جب کوئی شبہ واقع ہو تو بقدر حاجت اس کا ذکر کر دینا چاہیئے اور اگر بدمذہبی بدعت پھیلی ہوئی ہو اور خطرہ ہو کہ کہیں نوجوان فریب میں نہ آجائیں تو اس وقت اس قدر دلائل جو ہم نے اپنے رسالہ قدسیہ میں بیان کئے ہیں نوجوانوں کو سکھا دیئے ہیں کوئی نہیں کہ اس کے سبب سے بدمذہبی اور بدعات کے جھگڑوں کی تاثیر سے بچے رہیں اور یہ مقدار دلائل مختصر ہے اور چونکہ وہ رسالہ قدسیہ بھی مختصر ہے اس لئے ہم نے انہیں اس میں درج کیا ہے۔ (5) اگر مبتدی صاحب ذکا ہے اور اپنی طبیعت کی تیزی سے سوال پر واقف ہوگیا ہو یا اس کے دل میں شبہ اٹھ کھڑا ہوا تو یہ پرخطر مرض پیدا ہوا ہے اب جائز ہے کہ اس مقدار تک ترقی کی جائے جسے ہم نے رسالہ الاقتصادفی الاعتقاد میں ذکر کیا ہے وہ بقدر چھ سات اجزا ہوگا۔ اس میں قوائد عقائد اور مباحثہ متکلمین وغیرہ کے سوا اور کوئی حجت نہیں اگر یہ کتاب اس کو کافی ہو تب تو استاد اس فن میں کوئی شے اسے سکھائے اور اگر اس پر وہ قانع نہ ہو تو مرض پرانا ہوگیا بلکہ مرض بڑھ گیا اب استاد کو حتی الوسع اس کے ساتھ نرمی برتنی چاہیئے اور انتظار کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کوئی سبب بنائے کہ اس پر امر حق واضح ہو جائے وہ شک شبہ پر اصرار کرکے کرونی خویش آمدنی پیش کا مصداق بننا چاہتا ہے کیونکہ جس قدر مضمون کو کتاب اقتصاد خواہ اور اس جیسی تصنیف شامل ہے اس سے توقع ہے کہ مفید ہو۔

فائدہ : مضامین جو علم کلام میں ہیں اور احاطہ نفع سے خارج وہ دو قسم ہیں۔ (1) وہ قواعد عقائد کے سوا اور امور جیسے اعتقادات یعنی اسباب و علل اور ادراکات یعنی علوم و قوئ اور راکو ان یعنی موجودات کے حل سے بحث کرنا اس میں غور خوض کرنا کہ رویت جس کی نقیض نام منع یا اندھاپن تمام غیر مرئی چیزوں کے لئے ایک ہی منع ہے یا جتنی چیزیں کہ ان کی رویت ممکن ہے ان کے لئے موافق ان کے شمار کے منع ثابت ہے جیسے عنصریات کی بحث ہوتی ہے ان کے سوا اسی طرح کی واہیات باتیں گمراہ کرنے والی ہیں۔ (2) انہیں قواعد عقائد کے دلائل میں بہت سی تقریریں اور زیادہ سوال جواب کئے جائیں اس طرح پر تقریر کو غایت درجہ پر پہنچانا ایسے شخص کے حق میں جو اس قدر پر قانع نہ ہو۔ گمراہی اور جہالت کے سوا اور کچھ فائدہ نہیں اس لئے کہ بہت سی گفتگو اس طرح کی ہیں کہ طول دینے اور بڑھانے سے اس میں قوت ہو جاتی ہے۔

سوال : ادراکات اور اعتقادات اور حکمتوں کے حالات بیان کرنے سے دلوں کے تیز ہو جانے کا فائدہ اور دل دین کا آلہ ہے جیسے تلوار جہاد کا آلہ ہے تو دل کے تیز کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں؟

جواب : یہ قول ایسے ہوگا جیسے کوئی کہے کہ شطرنج کھیلنا دل کی تیزی کے لئے ہے تو وہ کھیل بھی دین میں سے ہے

اس طرح کا حیلہ ایک خام خیال ہے۔ شریعت کے جتنے علوم ہیں ان سب سے دل کو تیزی ہوتی ہے اور ان میں سے کسی طرح کے ضرر کا خوف نہیں اس تقریر سے علم کلام میں سے جس قدر عمدہ ہے اور اس قدر بری ہے معلوم ہوگیا کہ جس وجہ سے علم کلام کی مذمت ہے اور کس وجہ سے تعریف ہے اور کس کو مفید ہے اور کس کو مضر ہے تمام تفصیل واضح ہوگئی۔

سُوال: اس کا تو آپ اقرار کر چکے کہ بدعتیوں کے دفع کرنے کے لئے علم کلام کی ضرورت ہے اور اس زمانہ میں بدعتیں بہت ہوگئیں بلکہ یہ مصیبت عام ہوگئی ہے اور اس کی ضرورت نہایت اہم ہے تو ضروری ہے کہ اس کا علم جاننا فرض کفایہ ہو جیسے اموال کی حفاظت اور عہدۂ قضا اور تولیت وغیرہ کا بجالانا فرض کفایہ ہے جب تک کہ علماء اس علم کے پھیلانے اور تدریس اور بحث میں مشغول نہ ہوں گے تو وہ دین کیسے باقی رہے گا۔ اگر بالفرض اس کو ترک کر دیا جائے تو ظاہر ہے کہ بالکل مٹ جائے گا۔ اور صرف طبیعتوں میں اتنا قوت نہیں کہ بدعتیوں کے شبہ کا حل کر دے جب تک کہ اس فن کو نہ سیکھیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فن کی تدریس اور بحث اس زمانہ میں فرض کفایہ ہے۔ بخلاف زمانہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہ اس وقت اس میں اس علم کی طرف ضرورت نہ تھی۔؟

جواب: واقع میں ہر ایک شہر میں اس علم کا جاننے والا علیحدہ علیحدہ ہونا چاہیئے کہ جو بدعتی اس شہر میں شبہ پیدا کریں وہ اسے جواب دیں اور بغیر تعلیم کے ہیہ دیں قائم نہ رہے گا لیکن ہماری غرض یہ ہے کہ اس علم کا علی العموم سب کو سکھانا اچھا نہیں جیسے فقیہ تفسیر کی تفصیل ہوتی کیونکہ فقہ اور تفسیر تو بمنزلہ غذا کے ہیں اور علم کلام مثل دوا کے غذا کے ضرر کا خوف نہیں لیکن دوا ضرر کے خطرہ سے خالی نہیں جیسا کہ ہم اس کے ضرر کی اقسام کو بیان کر چکے ہیں۔

تعلیم علم الکلام کی شرائط: جس بندہ خدا میں تین خصلتیں پائی جائیں صرف اسے یہ علم سکھایا جائے۔ (1) سیکھنے والا علم ہی کی تحصیل کے لئے وقف اور اسی کا حریص ہو اس لئے کہ اگر طالب علم صرف پیشہ ور ہوگا اور علم کلام میں لگ جائے گا تو یہ شغل اس کو علم کی تکمیل اور شبہات کے دور کرنے کا مانع ہوگا۔ جب کبھی اس کو شکوک پیش آئیں۔ (2) صاحب ذکا اور فطنت اور فصاحت ہو اس لئے کہ غبی آدمی کو اس کے سمجھنے سے فائدہ نہ ہوگا اور ایسے غبی کو مستحق متکلیم تقریر کرنے والے کی حجت مفید نہیں ہوگی اسی لئے غبی کے حق میں علم کلام کے ضرر کا خطرہ ہے اسی لئے اس کے لئے کسی فائدہ کی توقع نہیں۔ (3) اس کی طبیعت میں صلاحیت اور دیانت اور تقویٰ ہو اور اس علاقہ میں علمی عملی اعتبار سے اگر کوئی بھی غالب اور اعلیٰ نہ ہو اس لئے کہ بدکار آدمی ادنیٰ شبہ سے دین سے علیحدہ ہو جاتا ہے اگر اس کے حق میں جواز کا فتویٰ دیں تو وہ لذتیں جو دین کی وجہ سے حاصل تھیں وہ اس شبہ سے رفع ہوگئیں تو اب اسے یہ خواہش نہیں ہوتی کہ شبہ کو دور کیا جائے بلکہ شبہ کو غنیمت جانتا ہے کہ دین کی تکلیفات کی برداشت سے رہائی ملی تو ایسے آدمی سے جس قدر خرابی ظہور میں آتی ہے وہ اصطلاح کی بہ نسبت زیادہ ہوتی ہے۔

خلاصہ : جب تم ان قسموں کو معلوم کر چکے تو اس سے واضح ہوا کہ علم کلام میں حجت عمدہ ہی ہے جو قرآن کی حجتوں کی جنس سے ہو یعنی اس میں کلمات نرم اور دلوں میں تاثیر کرنے والے اور نفسوں کو قانع کرنے والے بولے جائیں ایسی تقسیمات اور دقیق باتوں کو اس میں دخل نہ دیا جائے جسے اکثر لوگ نہ سمجھیں بلکہ یہ اعتقاد کریں کہ یہ مقرر کا ایک شعبدہ اور ہنر ہے جسے عوام کو دھوکہ دینے کے لئے سیکھا ہے اور اگر اس جیسا اور ہنروالا اس کے مقابلہ میں ہو تو اس کی برتری کچھ بھی نہ ہو۔ اور یہ بھی تم نے معلوم کرلیا ہوگا کہ امام شافعی اور دوسرے اکابر نے جو اس علم میں غور اور خوض کرنے اور اس کے انہماک سے منع فرمایا ہے تو اس کی وجہ یہی تھی کہ اس میں وہ نقصان پائے جاتے ہیں جن پر ہم اشارہ کر آئے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو خوارج کے ساتھ اور حضرت علی سے تقدیر وغیرہ کے بارے میں مناظرہ منقول ہیں وہ کلام واضح اور ظاہر اور ضرورت کی وجہ سے تھے۔ اس طرح کا مناظرہ ہر حال میں بہتر ہے ہاں ہر زمانہ میں ضرورت کی کمی بیشی میں اختلاف ہوا کرتا ہے تو بعید نہیں کہ اس کی وجہ سے حکم بھی ہر زمانہ میں مختلف ہو۔ پھر جو عقیدہ خلق خدا کے لئے عبادت مقرر ہوا ہے اس کا حکم اس کی طرف پھیرنے اور اس کے بچانے کا طریقہ وہ ہے جو اوپر ذکر کیا گیا مگر شبہہ کا دور کرنا اور حقائق کا واضح ہونا اور اشیاء کو جوں کا توں معلوم کرنا اور اس عقیدہ کے حق کے الفاظ سے جو امور سمجھے جاتے ہیں اور ان کے اسرار کو معلوم کرنا بجز اس کے میسر نہیں ہو سکتا کہ مجاہدہ کرلے اور شہوات کو جڑ سے اکھاڑے اور بالکل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور جدل کے شائبہ سے اپنی فکر کو صاف کرکے اس پر مداومت کرلے اور یہ بات اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جو شخص اس کے درپے ہو اس کے جتنا نصیب میں ہوتا ہے موافق درپے ہونے اور موافق استعداد محل، بموجب تصفیہ مطلب کے عنایت ہوتا ہے اور یہ وہ سمندر ہے جس کی نہ تہہ معلوم ہو سکے نہ کنارہ پر پہنچا جا سکے۔

سُوال : آپ کی اس تقریر سے یہ بات پائی جاتی ہے کہ ان علوم کے معانی ظاہر ہیں اور اسرار بھی ہیں اور بعض ان میں اتنا صاف ہیں کہ اول ہی نظر سے معلوم ہو جاتے ہیں اور بعض پوشید ہیں کہ مجاہدہ اور ریاضت اور طلب کامل اور فکر صاف اور باطن کو مطلوب کے سوا ہر ایک دنیوی شغل سے خالی رکھنے سے واضح ہو جاتے ہیں اور یہ بات عجیب نہیں کہ شریعت کے مخالف ہو اس لئے کہ شریعت کا ظاہر اور باطن دو نہیں اس کا ظاہر اور باطن ایک ہی ہے۔؟

جواب : ان علوم کا دو قسم ہونا یعنی پوشیدہ اور ظاہر ہونا ایسا ہے کہ کوئی عقلمند اس کا انکار نہ کرے گا اس کا انکار وہی کم ہمت کرتے ہیں جنہوں نے بچپن میں کوئی چیز سیکھی اور جم گئے اور بلندی کی عنایت اور علماء اور اولیاء کے درجات پر ترقی نہ کی ورنہ علوم کا منقسم ہونا دو قسموں مذکور پر شروع کے دلائل سے ظاہر ہے۔

احادیثِ مُبارکہ : حدیث نمبر ا۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "ان للقران ظاهرا وباطنا وحدا ومصلحا" (ترجمہ۔) قرآن کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور ایک نہایت اعلیٰ انتہائی مقام ترقی پر۔ (ابن حبان بروایت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (2) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا

کہ یہاں علوم بہت سے ہیں بشرطیکہ ان کے یاد کرنے والے مجھے ملیں۔ (3) حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہم گروہ انبیاء کو حکم ہے کہ لوگوں سے ان کی عقول کے موافق کلام کریں۔ (4) فرمایا کہ جس نے کسی قوم سے ایسی حدیث بیان کی کہ جس کو ان کی عقل نہ پہنچ سکے تو وہ ان کے لئے فتنہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعَالِمُوْنَ" یہ مثالیں ہم کہاوتیں بیان کرتے ہیں لوگوں کے لئے انہیں وہی سمجھتے ہیں جو عقل والے ہیں۔ (5) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض علوم مثل در مکنون کے ہیں کہ انہیں بجز اللہ تعالیٰ جاننے والوں کے اور کوئی نہیں جانتا۔

حدیث : اسے باب العلم میں ہم لکھ آئے ہیں۔ (6) فرمایا "لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا۔" ترجمہ۔ جو میں جانتا ہوں اگر تمہیں معلوم ہو جائے تو تم ہنسو کم اور روؤ گے بہت۔

مخالفین سے ہمارا سوال ہے کہ اگر یہ راز نہ تھا تو عوام کے ادراک کے قصور کی وجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بتانے سے کیوں خاموش رہے۔[1]

ازالہ وہم : صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اس کا افشا کیوں نہ فرمایا۔ اس میں تو کچھ شک ہی نہیں کہ اگر آپ ان سے ذکر فرماتے تو وہ اس کی تصدیق ضرور کرتے لیکن بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے بیان بھی فرمایا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کے متعلق ارشاد فرمایا۔ "اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مثلهن یتنزل الامر بینهن" ترجمہ۔ اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور زمینیں بھی ان جیسی امرالٰہی ان کے درمیان اترتا ہے۔

[1] آجکل اسی قسم کے سوالات وہابی غیر مقلد اور نجدی اور ان کے ہم نوا فرقے کرتے ہیں۔ 12 اویسی غفرلہ

اگر میں اس کی تفسیر کروں تو تم مجھے سنگسار کر دو۔ ایک روایت میں ہے کہ تم مجھے کافر کہو۔ (2) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے علم کے دو ظرف یاد کئے ہیں۔ ایک میں نے لوگوں میں منتشر کر دیا۔ اگر دوسرا منتشر کروں تو میرے گلے کی مری کٹ جائے۔ (3) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزوں اور نمازوں کی زیادتی سے افضل نہیں ہوا بلکہ ایک راز کی وجہ سے جو اس کے سینہ میں ڈالا گیا۔

فائدہ : اس میں شک نہیں کہ یہ راز دین کے متعلق تھا اور جو بات کے قواعد دین سے ہوتی ہے وہ اپنے ظاہر کے اعتبار سے دوسری چیز کی بہ نسبت پوشیدہ نہیں ہوتی۔

اقوال عارفین : (1) سہیل تستری * فرماتے ہیں کہ عالم کے تین علم ہوتے ہیں۔ (1) علم ظاہر اہل ظواہر کو دیا ہے۔ (2) علم باطن سوائے اس کے اہل کے اور کسی کے سامنے ظاہر نہ کیا جائے۔ (3) وہ علم جو بندوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے یہ کسی کے سامنے ظاہر نہیں کیا جاتا۔ بعض عارفین نے ارشاد فرمایا کہ ربوبیت کا راز اظہار کرنا کفر ہے۔

(3) بعض نے فرمایا ہے کہ ربوبیت کا ایک راز ہے اگر وہ ظاہر ہو جائے تو نبوت بیکار ہو جائے اور نبوت کا ایک راز ہے اگر عیاں ہو تو علم بیکار ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے جاننے والوں کا ایک راز ہے کہ اگر وہ اس کو افشاء کریں تو احکام بیکار ہو جائیں۔

فائدہ : اس قائل نے اگر اپنے قول سے بعض علوم کا بیکار ہونا ضعفاء کے حق میں بوجہ ان کے قصور فہم کے مراد نہیں لیا تو درست نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ اس میں کچھ تناقض نہیں اور کامل وہی ہے جس کا نور معرفت نور ورع کو بجھا نہ دے اور ورع کا مدرک نبوت ہے۔

سوال : ان آیات اور اخبار میں تاویلات ہوا کرتی ہیں تو ظاہر اور باطن کے اختلاف کی کیفیت بتانا چاہئے اس لئے کہ اگر باطن ظاہر کے خلاف ہے تب تو شریعت بیکار ہو جاتی ہے اور یہ ان پاگلوں کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ حقیقت خلاف شریعت ہے یہ قول کفر ہے اس لئے کہ شریعت ظاہر سے مراد ہے اور حقیقت باطن سے پھر اگر باطن مخالف ظاہر کے نہیں۔ تو باطن اور ظاہر دونوں ایک ہی ہیں اس سے تقسیم نہ رہی۔ اور شریعت کا کوئی راز ایسا نہ ٹھہرے گا جس کا افشاء کیا جائے۔؟

جواب : یہ سوال ایک بڑے امر کا متحرک ہے۔ اور علوم مکاشفہ کی طرف متوجہ کرتا ہے علم معامل جو ہمارا مقصود ہے اور ہمیں صرف یہی بیان کرنا منظور ہے لیکن مختصرا واضح کئے دیتا ہوں کیونکہ جو عقائد ہم نے ذکر کئے ہیں وہ قلوبّ کے اعمال سے متعلق ہیں اور ہمیں بھی یہی حکم ہے انہیں قبول کر کے دل کو ان کی تصدیق پر پختہ کردیں۔ ہمیں اس کا امر نہیں کہ کسی ذریعہ سے ان کی حقیقتوں کی ظہور کے خواہاں ہوں اس بات کا حکم عوام کو نہیں ہوا اور اگر عقائد اعمال میں سے نہ ہوتے تو ہم انہیں اس کتاب میں درج نہ کرتے اور اگر ظاہر دل کے متعلق نہ ہوتے اس کے باطن سے متعلق ہوتے تو اس کتاب کے نصف اول میں نہ لکھتے کیونکہ حقیقت کا کشف دل کے باطن اور سر کی صفت ہے مگر چونکہ ظاہر اور باطن کے خلاف ہونے کے بارے میں تقریر کی نوبت آگئی۔ اس لئے اس کے حل کرنے کے لئے کچھ مختصر تقریر کی ضرورت ہوئی۔

جاہل پیروں کا رد : جو کہتا ہے کہ حقیقت شریعت کے خلاف ہے یا باطن ظاہر کی نقیض ہے تو وہ ایمان کی بہ نسبت کفر کے قریب ہے اصلی یہ ہے کہ جو اسرار کہ صرف مقربین کو معلوم ہوتے ہیں اور ان کے علوم میں اکثر لوگ مقربین کے شریک نہیں اور مقربین کو ان کے افشاء سے منع کر دیا ہے۔ ا وہ پانچ قسم ہیں۔ (1) وہ چیز بذات خود دقیق ہو جس کے سمجھنے سے اکثر فہم عاجز ہوتے ہوں تو اس کے ادراک کے لئے خواص لوگ مختص ہوتے ہیں اور ان پر لازم ہے کہ اس کا افشاء ایسے لوگوں پر نہ کریں جو اس کے اہل نہ ہوں ورنہ اس کا افشاء ان کے حق میں فتنہ ہوگا اس لئے کہ ان کے فہم اس کے معلوم کرنے سے قاصر ہیں اور روح کا راز مخفی رکھنا اسی قسم ہے۔ اسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا افشا نہ کرنا اسی لئے ہے کہ روح کی حقیقت ان اشیاء میں سے ہے کہ اس کے ادراک سے فہم

عاجز اور اس کے تصور ماہیت سے قاصر ہے یہ گمان 2 نہ کرنا کہ حقیقت روح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی واضح نہ تھی کیونکہ جو روح کو نہ جانے گا وہ گویا اپنے نفس سے واقف نہ ہوگا اور اپنے نفس کو نہ جانے گا وہ اپنے رب کو کس طرح پہچانے گا اور یہ بھی بعید نہیں کہ روح کی حقیقت بعض اولیاء اور علماء کو معلوم ہو جائے گو وہ انبیاء نہ ہوں۔ مگر چونکہ شریعت کے آداب کے پابند ہوتے ہیں اسی لئے جس سے شرع نے سکوت کیا ہے اس سے وہ بھی سکوت کرتے ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں بعض عقائد اس طرح ہیں کہ عوام کی سمجھ ان کے ادراک سے قاصر ہوتی ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان میں سے صرف ظاہر کو ذکر فرما دیا۔ مثلاً علم و قدرت وغیرہ کو آسان طریقہ سے بیان فرمایا اس کے باوجود بھی بعض فرقوں نے علم و قدرت کے ساتھ اپنی مشابہت کا وہم کرکے سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہماری جیسی ہو (جیسے فرقہ شبہہ تفصیل حاشیہ میں دیکھئے۔) کیونکہ ان میں جو اوصاف مسمی بعلم و قدرت تھے انہوں نے ایک قسم کے قیاس سے اس کے علم و قدرت کو وہم کرلیا اور اگر اللہ تعالیٰ کے صفات میں سے ذکر کیا جائے جن کے مناسب اور مشابہ مخلوق میں نہ پائے جائیں تو اس کو نہ سمجھیں گے بلکہ جماع کی لذت اگر بچے اور نامرد کے سامنے ذکر کی جائے تو وہ دونوں اس کو کھانے کی چیز کی مناسبت سے سمجھیں گے اور ایسی سمجھ اصل پر نہ ہوگی۔ اور جتنا فرق کہ کھانے اور جماع کی لذت میں ہے اس سے کہیں زیادہ تفاوت خلق خدا کے علم و قدرت اور اللہ تعالیٰ کے علم قدرت میں ہے۔

{1} کا ذاکہ خبر شد خبر ش باز نیاید (سعدی قدس سرہ) (جسے خبر ہوئی پھر اس کی خبر نہ آئی) اویسی غفرلہ

{2} اس عبارت سے ان گمراہوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ حقیقت روح نبی کریم علیہ السلام کو معلوم نہ تھی۔ اس میں ہمارے دور کے جاہل پیروں کا رد ہے۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ ایسے اقوال پر کفر کا فتویٰ دیتے ہیں ان کی اصل عبارت ملاحظہ ہو ممکن ہے کسی جاہل پیر کو کسی سے عربی عبارت پڑھنے سننے کے بعد ہدایت نصیب ہو۔ احیاء العلوم ج ص 106 نے کہا کہ

فان الباطن ان کان منضاقضا للظاھر ففیہ البطال الشرع وھو قول من قال ان الحقیقۃ خلاف الشریعۃ وھو کفر۔

اس لئے کہ اگر باطن ظاہر کے متناقض ہو تو اس سے ابطال شرع لازم آتا ہے اور یہ اس جاہل کا قول ہے جو کہتا ہے کہ حقیقت شریعت کے خلاف ہے اور ایسا کہنا کفر ہے۔

اس سے مزید بعض جاہل پیروں کے لئے کہا جاسکتا ہے۔ اویسی غفرلہ

خلاصہ : یہ کہ انسان بجز اپنے نفس اور اپنے ایسے صفات جو اسے اس وقت حاصل ہیں اور چیز کا ادراک نہیں کرتا۔ (یا کوئی صفت اس کو پہلے حاصل تھی) اس کے قیاس سے دوسری چیز کو سمجھتا ہے پھر بھی اس بات کو مانتا ہے کہ میری صفت اور دوسری صفت میں شرف اور کمال کی وجہ سے فرق ہے مثلاً انسان کی طاقت میں صرف اپنی ہی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے وہ باتیں ثابت کرے جو کہ اسم میں خود میں موجود ہیں یعنی فعل اور علم اور قدرت اور ارادہ وغیرہ اور اس کی تصدیق کرے کہ اس کے یہ صفات اکمل اور اشرف ہیں کہ انسان کی بڑی دوڑ یہی ہے کہ انسان

اپنے صفات کے گرد پھرے اور جس عظمت اور جلال کے ساتھ خدا تعالیٰ خاص ہے اس تک رسائی نہ ہو اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک" ترجمہ۔ میں تیری ثنا کا احاطہ نہیں کرسکتا تو اس طرح کے لائق ہے جیسے تو نے خود اپنی ثنا بیان فرمائی۔

ازالہ وہم : اس کا یہ معنی نہیں کہ جو کچھ میں نے معلوم کیا ہے اس کے بیان کرنے سے عاجز ہوں بلکہ یہ مراد ہے کہ کنہ جلال کے ادراک سے قصور کا مقر ہوں اسی لئے کسی عارف نے کہا ہے کہ حقیقت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو بجز اس کی ذات پاک کے اور کسی نے نہیں پہچانا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ شکر ہے اللہ عزوجل کا جس نے مخلوق کیلئے اپنی معرفت کی سبیل سوائے معرفت عجز کے اور کچھ نہیں دیا۔

فائدہ : اب ہم قلم کی باگ اس طرف سے روک کر غرض کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ پوشیدہ امور میں سے ایک قسم وہ ہے جس کے ادراک سے فہم عاجز ہو اور اس قسم سے روح بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بعض صفات بھی اس میں داخل ہیں غالبًا اس جیسے امور کی طرف حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا۔ "ان اللہ سبحانہ سبعین حجابا" من نور لو کشفھا لا حرقت بحات وجہ کل من ادرکہ بصرہ"

میں سے جس کے ذکر سے انبیاء اور صدیقین باز رہتے ہیں وہ ہیں کہ بذات خود سمجھ میں آتی ہے اور فہم ان کے ادراک سے فہم قاصر نہیں مگر ان کا ذکر اکثر سننے والوں کو ضرر رساں ہے لیکن انبیاء صدیقین کو مضر نہیں۔

فائدہ : تقدیر کا ازالہ جس کے افشاء سے منع فرمایا گیا ہے وہ اسی قسم میں داخل ہے اور یہ بھی بعید نہیں کہ بعض حقائق کا ذکر کرنا بعض کو مضر ہو جیسے سورج کی روشنی بعض انسانوں کے لئے بالخصوص چمگادڑ کو مضر ہوتی ہے۔ یا گلاب کی خوشبو گبروئے کو ضرر پہنچاتی ہے مثلاً اگر ہم کہیں کہ کفر اور زنا اور گناہ اور برائی سب اللہ تعالیٰ کے حکم اور ارادہ و مشاء سے ہے تو یہ بات فی نفسہ درست ہے مگر اس کا سننا عوام کو مضر ہوا یعنی ان کو اس کے یہ وہم ہوگا کہ یہ امر کم عقلی پر دلالت کرتا ہے اور حکمت کے خلاف اور بری بات پر راضی ہونا اور ظلم ہے منکرین تقدیر سے جیسے ابن راوندی اور دوسرے مردود اس چلے وہم سے ملحد ہوگئے۔

فائدہ : راز تقدیر اگر افشا کیا جائے تو اکثر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عجز کا وہم ہوگا کیونکہ جس سے کہ یہ وہم ان کا دور ہو اس کے سمجھنے سے ان کا فہم قاصر ہے مثلاً اگر کوئی کہے کہ قیامت کی مدت اتنی ہے کہ وہ ایک ہزار سال یا اس سے کم و بیش کے بعد واقع ہوگی تو یہ مضمون سمجھ میں آتا ہے مگر اس کا ذکر عوام کی مصلحت اور ضرر کے خوف سے نہیں کیا گیا کہ شاید اگر مدت بہت ہوئی اور انہوں نے عذاب میں دیر کی تو کچھ پروا نہ کریں گے اور اگر اللہ تعالیٰ کے علم میں قریب ہوتی اور ذکر کردی جاتی تو خوف زیادہ ہوتا اور آدمی اعمال سے روگردان ہو جاتے اور دنیا خراب ہوتی اگر یہ وجہ درست ہو تو دوسری قسم کی ایک مثال ہو سکتی ہے۔ اگر اس کو صریح ذکر کیا جائے تو سمجھ میں آجائے اور اس میں کوئی ضد بھی نہ ہو۔ مگر اس کا ذکر بطور استعارہ اشارہ کے کیا جاتا ہے تاکہ اس کا اثر سننے والے کے دل میں

زیادہ ہو اور مصلحت اس میں یہی ہے کہ اس کا اثر زیادہ ہو۔ مثلاً اگر کوئی کہے کہ میں نے فلاں شخص کو دیکھا کہ خنزیروں کی گردن میں موتیوں کا ہار ڈالتا ہے تو اس نے اس قول میں اشارہ کیا کہ علم اور حکمت نا اہلوں کو سکھاتا ہے بس سننے والا کبھی اس کا ظاہری معنی سمجھے گا اور محقق جب جانے گا کہ اس کے پاس نہ موتی تھے اور نہ اس کے گھر میں خنزیر ہے تو وہ راز باطن کو سمجھ جائے گا اور اس بارے میں انسان مختلف ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح کا مضمون اس قطعہ میں کسی شاعر نے کہا ہے۔

(1) رصحلان خیاط و آخر حاتک۔۔ متنقا بلان علی السماک الاعزل

(2) لا زال ینسج ذالک خرقہ مدبر ویجہ صاحبہ ثباب المقبل

ترجمہ۔ (1) دو مرد ہیں ایک درزی دوسرا جولاہ۔ آمنے سامنے ہو کر آسمان پر کام کر رہے ہیں۔ ایک کپڑا بنتا ہے جب آسمان متوجہ ہوتا ہے دوسرا سیتا ہے جب انسان پیٹھ پھیرتا ہے۔

فائدہ : اس قطعہ میں شاعر نے آسمان کے اقبال اور ادبار کے بارے میں دو کاریگروں سے تعبیر کیا ہے غرضیکہ اس قسم کا نتیجہ یہ ہے کہ معنی کو اس صورت میں بیان کریں کہ خود ہی معنی صورت میں پائے جائیں۔ مثلاً حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مسجد اینٹ سے ایسے سکڑتی ہے جیسے کھال آگ پر۔

فائدہ : سب کو معلوم ہے کہ مسجد کا صحن ظاہر میں اینٹ سے نہیں سکڑتی بلکہ یہ معنی ہیں کہ مسجد کی مکرم جگہ اور قابل تعظیم ہے۔ اور اس میں اینٹ کا ڈالنا اس کی حقارت اور مسجدیت کے خلاف ہے جیسے آگ کھال کے اجزاء کے خلاف ہے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان مقدس ہے۔ مایخشی الذی یرفع راسہ قبل الامام یحول اللہ راسہ راس الحمار ترجمہ۔ کیا وہ شخص جو نماز میں امام سے سر پہلے اٹھاتا ہے اس سے نہیں ڈرتا کہ اس کا سر گدھے جیسا ہو۔

ا۔ امام غزالی قدس سرہ کے زمانہ تک ممکن ہے ایسا نہ ہوا ہو لیکن ان کے زمانہ کے بعد ایک واقعہ ایسا ہوا ہے جیسا کہ حاشیہ ترمذی شریف

فائدہ : یہ امر ظاہر میں تو نہ کبھی ہوا اور نہ ہوگا مگر معنی سے ہوا کرتا ہے۔ یعنی گدھے کا سا سر رنگ اور شکل میں نہیں ہوتا بلکہ خاصیت میں یعنی بے وقوفی اور کم ذہنی میں ہو جاتا ہے کہ جو شخص اپنا سر امام سے پہلے اٹھائے تو بے وقوفی اور حماقت سے اس کا سر گدھے کا سر ہوگیا۔ یہی معنی مقصود ہے صورت مقصود نہیں صورت تو کا سانچا ہوتی ہے۔

نکتہ : اس کی بے وقوفی کی وجہ یہ ہے کہ جو امام کی اقتداء بھی کرتا ہے پھر اس سے آگے بھی بڑھتا ہے تو نہایت احمق کہ دو باتیں جو ایک دوسرے کے خلاف ہیں ان کو جمع کرتا ہے۔

فائدہ : اس راز کا خلاف ظاہر ہونا یا تو دلیل عقلی سے معلوم ہوتا ہے یا دلیل شرعی سے عقلی تو اس طرح ہے کہ

حقیقی معنی پر اس کا عمل ناممکن نہ ہو۔ جیسے حدیث شریف میں ہے۔ قلب المومن بین اصبعین من اصابع الرحمن ترجمہ۔ مومن کا دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ کیونکہ اگر بالفرض ہم مومنوں کے دلوں کو تلاش کریں تو ان میں انگلیاں نہ ہوں گی اس سے معلوم ہوا کہ انگلیوں سے قدرت کی طرف اشارہ ہے جو انگلیوں کا سر اور روح مخفی ہے اور قدرت سے انگلیوں کے ساتھ اس وجہ سے کنایہ فرمایا کہ اقتدار کے سمجھانے میں اس کو بڑا اثر ہے جیسے کہتے ہیں کہ یہ چیز یا آدمی یا کام ہماری چٹکی میں ہے اور اسی قدرت سے کنایہ کرنا اس آیت میں۔ انما قولنا لشی اذا اردناہ ان نقول لہ کن فیکون

ترجمہ۔ کسی شے کو ہمارا کہنا کہ ہو جا تو جب ہم چاہیں گے وہ ہو جائے گی۔

ظاہر معنی نہیں ہو سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد کن اشیاء کے خطاب کے لئے ہے اگر اس کے وجود سے ہے تو محال ہے اس لئے کہ معدوم چیز خطاب نہیں سمجھتی اور اگر بعد وجود کے ہے تو اس کو پیدا کرنے کی ضرورت نہیں۔ مگر چونکہ اس طرح کا کنایہ نہایت درجہ کے سمجھانے میں بہت اثر رکھتا ہے اس لئے اس کتاب کی طرف رجوع فرمایا اور دلیل شرعی اس طرح ہے کہ ظاہری معنوں پر اس محمول کرنا ممکن ہے مگر شریعت میں مروی ہے کہ اس کے ظاہر کے سوا اور معنی لئے گئے ہیں جیسے اس آیت کی تفسیر میں اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتۡ اَوۡدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحۡتَمَلَ السَّيۡلُ زَبَدًا رَّابِيًا (پ۱۳ الرعد ۱۷)

ترجمہ۔ اتارا آسمان سے پانی پھر بہے نالے اپنے موافق اپنے اوپر لایا وہ جھاگ پھولا ہوا۔

فائدہ : پانی سے مراد قرآن ہے اور جنگلوں سے دل کہ بعض نے بہت سی قرآن کی برداشت کی اور بعض نے کم اور بعض نے بالکل نہ کی۔ اور جھاگ سے مراد کفر اور نفاق ہے کہ اگرچہ وہ ظاہر اور پانی کے اوپر ہوتا ہے مگر اس قرار نہیں ہوتا اور ہدایت جو لوگوں کے کار آمد اور مفید ہے وہ نیچے ٹھہرتی ہے۔

فائدہ : اس قسم کے مضامین میں بعض نے اتنا غلط کیا ہے کہ اتنا غوطہ لگایا جو امور آخرت میں وارد ہوئے ہیں۔ یعنی میزان اور پل صراط وغیرہ کی بھی تاویل کر ڈالی حالانکہ ان کا معنی بدلنا بدعت ہے کیونکہ شریعت سے بطریق روایت وہ معنی نہیں پہنچے اور ظاہر کے بموجب انکار ہونا محال نہیں تو ان کا ظاہر پر محمول کرنا واجب ہے۔ (4) آدمی اول ایک چیز کا مجمل معلوم کرلے پھر اس کو مفصلاً تحقیق اور ذوق کے ساتھ ادراک کرے کہ وہ شے اس کا حال اور کیفیت لازم ہو جائے تو ان دونوں علموں میں فرق ہوگا۔ اور اول مثل پوست کے ہوگا۔ دوسرا مثل مغز کے اول مثل ظاہر کے ہوگا اور دوسرا مثل باطن کے مثلاً کسی انسان کو اندھیرے میں یا فاصلہ سے ایک وجود دکھائی دے تو اس کو اس وقت کسی قدر علم ہوگا۔ مگر جب اس کو نزدیک سے یا اندھیرے کے دور ہونے کے بعد دیکھے گا تو پہلے علم اور دوسرے علم میں فرق پائے گا لیکن یہ دوسرا علم اول کی ضد نہیں ہوگا بلکہ اس کا کامل کرنے والا ہوگا اسی طرح علم اور ایمان اور تصدیق کے حال کو سمجھنا چاہئے مثلاً آدمی کبھی عشق اور مرض موت کے وجود کی تصدیق کرتا ہے مگر جب ان میں

مبتلا ہوتا ہے تب ان کا علم پہلے کی بہ نسبت زیادہ متحقق ہو جاتا ہے بلکہ انسان کے حالات اور شہوت اور عشق اور دوسری چیزوں میں تین طرح کے جدا جدا ہیں اور ہر ایک کا ادراک مشکل ہے اول تو اس حال کے وقوع سے پہلے معلوم کرنا دوسرا وقوع ہونے کے وقت اس کی تصدیق تیسرا اس کے گزر جانے کے بعد ادراک کرنا' مثلاً بھوک کا ادراک جانے کے بعد کرو تو وہ اس ادراک سے علیحدہ ہوگا جو بھوک کے زوال سے پہلے تھا پس یہی حال علوم دین کا ہے کہ بعض علوم ذوق بغیر کامل ہو جاتے ہیں اور پہلے کی بہ نسبت باطن کی طرح ہوتے ہیں مثلاً اگر بیمار آدمی تندرستی کا علم ہو اور تندرست کو بھی ہو تو دونوں کے علم میں بہت فرق ہے غرضیکہ ان چاروں قسموں میں مخلوق کم و بیش ہوتی ہے اور ان میں سے کسی میں باطن ظاہر کے خلاف نہیں بلکہ اس کا متمم اور مکمل ہے جیسے مغز پوست کا مکمل ہوتا ہے۔ (5) زبان حال کو زبان قال سے تعبیر کیا جائے۔ کم فہم آدمی ظاہر پر واقف ہوکر اس کو یوں اعتقاد کرلیتا ہے جیسے وہ ظاہر میں ہے لیکن حقائق کا واقف ہوتا ہے وہ اس کا راز معلوم کرلیتا ہے مثلاً یوں کہیں کہ دیوار نے میخ سے کہا کہ تو مجھ کو کیوں چیر ڈالتی ہے۔ میخ نے جواب دیا کہ اس سے پوچھ جو مجھے ٹھوکتا ہے یا جو پتھر میرے سر پر لگتا ہے وہ مجھے میری رائے پر نہیں چھوڑتا تو یہ مثال ہے زبان قال سے زبان حال کو تعبیر کرنے کی اسی قبیل سے ہے۔
آیتہ ذیل کا مضمون ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَآ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ (پ 24 ختم السجدہ نمبر 11) ترجمہ۔ پھر آسمان کی طرف قصد کیا اور وہ دھواں تھا تو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں حاضر ہو خوشی سے چاہے ناخوشی سے۔ دونوں نے عرض کی کہ ہم رغبت سے حاضر ہوتے ہیں۔ (کنزالایمان)

آواز اور حرفوں سے ہونا ضروری جسے وہ دونوں سنیں اور پھر آواز و حروف سے کہیں کہ ہم آئے خوشی کم سمجھ آدمی اس سے حقیقی جو ناخوشی اور خوشی۔ فرض کرلیتا ہے حالانکہ دانا آدمی جانتا ہے کہ یہ زبان حال ہے اور اس سے یہ جلانا مطلوب رہے کہ وہ دونوں مسخر اور حکم کے تابع ہیں اور انہیں اللہ کی طرف بے اختیار آنا پڑتا ہے اسی طرح آیت وان من شی الا یسبح بحمدہ ترجمہ۔ کوئی شے نہیں جو اللہ کی تسبیح حمد کے ساتھ نہ پڑھتی ہو۔ غبی کو اس میں ضرورت پڑتی ہے کہ جمادات کے لئے زندگی اور عقل اور آواز اور حروف سے بولنا فرض کرے۔ تاکہ وہ سبحان اللہ اپنی بولی میں کہیں اور ان کی تسبیح ثابت ہو لیکن اہل بصیرت جانتے ہیں کہ اس سے مراد زبان کی گفتگو نہیں بلکہ اپنے وجود سے زبان حال سے گویا ہیں اور ان کی تسبیح اور تقدیس اور وحدانیت کی شاہد ہے جیسے شیخ سعدی کا شعر ہے۔۔
ہر گیا ہے کہ از زمین روید -- وحدہ لاشریک لہ گوید۔ ترجمہ۔ جو گھاس زمین سے اگتا ہے وہ وحدہ لا شریک لہ کہتا ہے۔

یا جیسے کہتے ہیں کہ صنعت اپنے صانع کے حسن تدبیر اور کمال علم پر شاہد ہے اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ وہ زبان سے کہتی ہے کہ میں گواہ ہوں بلکہ اپنی ذات اور حال سے اس کی شہادت مراد ہوتی ہے اسی طرح جتنی چیزیں ہیں وہ اپنی ذات سے ایجاد کرنے والے کی محتاج ہیں جو ان کو پیدا کرکے باقی رکھے اور ان کے اوصاف کو قائم رکھے اور ہر حال میں ان کو بدلتا رہے تو وہ اپنی ضرورت کی وجہ سے اپنے خالق کی پاکی پر شاہد ہیں اور ان کی شہادت اہل

بصیرت کو معلوم ہوتی ہے نہ ان لوگوں کو جو ظاہر بین ہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ولکن لا تفقھون تسبیحھم ترجمہ۔ لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ اور جن لوگوں کے فہم۔ میں قصور ہے وہ بالکل ہی نہیں سمجھتے مگر مقرب اور علمائے حق اس میں اپنی اپنی عقل اور بصیرت کے موافق سمجھتے ہیں لیکن اس کی ماہیت اور کمال کو وہ بھی نہیں سمجھتے اس لئے کہ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی تقدیس اور تسبیح پر بہت سی شہادتیں ہیں جیسے شعر مشہور ہے۔۔

وفی کل شی لہ آیتہ تدل علی انہ الواحد

ترجمہ۔ اور ہر شے میں نشانی ہے جو دلالت کرتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔

علم معاملہ میں ان شہادتوں کی تعداد بیان کرنا زیبا نہیں خلاصہ یہ کہ یہ فن بھی ان امور میں سے ہے جن کے علم میں اصحاب ظواہر اور ارباب بصائر مختلف ہیں اور جن سے باطن کا جدا ہونا ظاہر سے پایا جاتا ہے اور اس مقام میں صاحبان مقامات کو زیادتی اور میانہ روی ہے تو بعض زیادتی کی طرف یہاں تک کہ بہک گئے کہ تمام الفاظ ظاہر کے اکثر کو بدل ڈالا حتیٰ کہ آخرت میں جو امور ہوں گے ان کو بھی کہتے ہیں کہ زبان حال سے ہوں گے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ(پ 23 یٰسین نمبر65) اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور ان کے پاؤں ان کے کئے کی گواہی دیں گے۔ اور یہ ارشاد وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ(پ 24 حم السجدۃ نمبر21) ترجمہ۔ اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے تم نے ہم پر کیوں گواہی دی وہ کہیں گی ہمیں اللہ نے بلوایا جس نے ہر شے کو گویائی بخشی۔ اسی طرح تمام خطاب جو منکر نکیر سے ہوں گے اور میزان اور پل صراط اور حساب میں اور دوزخیوں کے اور جنتیوں کے مناظرے اور دوزخیوں کا ان سے استدعا کرنا کہ پانی یا جو کچھ تمہیں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے ہمیں دو ان سب کو زبان حال سے کہتے ہیں۔ دوسروں نے یہ مبالغہ کیا کہ تاویل کو بالکل اڑا دیا انہیں میں سے امام احمد بن حنبل ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کن فیکون میں بھی تاویل کو منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ خطاب حروف اور آواز سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہر لحظہ موافق شمار ہونے والی چیزوں کے ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں نے ان کے بعض شاگردوں سے سنا ہے کہ آپ نے بجز تین مقامات کے اور ہر جگہ سے تاویل اڑا دی ہے اور وہ تین مقامات یہ ہیں۔

(1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد الحجر الاسود یمین اللہ فی ارضہ ترجمہ۔ حجراسود زمین میں اللہ کا داہنا ہاتھ ہے۔ (2) قلب المومن بین اصبعین من اصابع الرحمن ترجمہ۔ مومن کا دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دوانگلیوں کے درمیان ہے۔ (3) انی لاجد نفس الرحمن من جانب الیمین میں رب رحمان کی خوشبو یمن سے پاتا ہوں۔ میں تاول نہیں کرتے اور تاویل نہ کرنے کی طرف اصحاب ظواہر نے بھی میل کیا ہے۔ امام احمد پر گمان یہی ہوتا ہے کہ وہ قطعاً جانتے ہوں گے کہ استواء سے مراد اس پر ٹھہرنا نہیں اور نہ نزول سے غرض نقل مکانی ہے مگر تاویل نہ کرنے کے لئے انہوں نے تاویل سے منع فرمایا ہے کہ خلق خدا کی بہتری کی رعایت اسی میں ہے کیونکہ اگر باب تاویل مفتوح ہو تو کام ہاتھ سے نکل جائے گا۔ پھر فساد کا سنبھالنا مشکل ہوگا اور میانہ روی کی حد سے

تجاوز کرنا ہوگا اس لئے کہ میانہ روی کی حد کا کوئی ضابطہ مقرر نہیں کہ وہاں تک ہے اور بس۔ ایسی صورت میں تاویل سے منع کرنے کا حرج نہیں اور سلف صالحین کی سریت بھی اسی کی شاہد ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ ان امور کو جس طرح ہیں اسی طرح رہنے دو یہاں تک کہ جب حضرت امام مالک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی نے استوا کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ استواء کے معنی معلوم اور کیفیت مجہول اور اس پر ایمان واجب ہے اور اس کا ظاہری حال سے گفتگو بدعت ہے اور بعض نے میانہ روی کی طرف میل کیا ہے اور جو امور صفات الٰہی سے متعلق ہیں انہیں تاویل کو دخل دیا ہے اور جو امور آخرت سے متعلق ہیں ان کو ظاہر الفاظ کے مطابق چھوڑ کر تاویل سے منع کیا ہے۔ یہ حضرت ابوالحسن اشعری کے پیروکار ہیں۔ اور معتزلہ نے تجاوز عن الحد کیاکہ اللہ تعالیٰ کے صفات میں سے رویت کی تاویل کی اور اس کے سمیع اور بصیر ہونے میں تاویل کی اور معراج میں کر کے کہا کہ معراج جسم سے نہیں ہوئی اور عذاب قبر اور میزان اور پل صراط اور تمام احکام آخرت میں تاویل کر ڈالی لیکن اجسام کے اٹھنے اور حشر اور جنت اور دوزخ کے اقراری ہیں کہتے ہیں کہ جنت میں کھانے اور پینے اور سونگھنے کی چیزیں اور نکاح اور جمیع محسوس لذتیں موجود ہیں اور دوزخ کا جسم محسوس ہے اور کھالوں کا جلانا ہے اور چربیوں کا پگھلانا ہے اور ان متزلہ نے جو اس درجہ تک ترقی کی تو فلاسفران سے بھی بڑھ گئے، انہوں نے جتنا امور باتیں آخرت میں ہوں گے سب کے معانی بدل دیئے اور اس کے قائل ہوئے کہ رنج اور لذتیں صرف عقلی اور روحانی ہوں گی، اجسام کا حشر نہ ہو گا صرف نفس ہی باقی رہیں گے اور ان پر راحت اس قسم کی ہو گی جو اس سے ان کا ادراک نہ ہو، اور یہ سب فرقے اعتدال سے آگے بڑھ گئے فیصلہ امام غزالی امرحق اور میانہ روی کی حد تو یہ ہے کہ بالکل تاویل میں اتنا نہ بڑھ جائے جیسے مذکورہ فرقوں کا گزرا اور نہ اتنا پیچھے ہٹ جائے جیسے حنبلی فرقہ ہے۔ مگر یہ تاویل کی حد نہایت دقیق ہے اوراس پر بجز توفیق یافتہ لوگوں کے وہ امور کو نور الٰہی سے دیکھتے ہیں صرف سننے سے ادراک نہیں کرتے اور کوئی واقف نہیں اور ان لوگوں کو جب امور کے اسرار اصل حقیقت کے مطابق واضح ہو جاتے ہیں تب یہ الفاظ و ارادہ کو دیکھتے ہیں اور اس وقت اگر الفاظ کے مطابق اس امر کے پایا جو نور یقین سے انہوں نے مشاہدہ کیا ہے تب تو ان کو ویسا ہی ثابت رکھتے ہیں۔ اگر خلاف پایا تو اس کی تاویل کرتے ہیں لیکن جو ان امور کی معرفت صرف سننے سے حاصل ہوتا ہے اس میں اگر کسی کا قدم نہیں جمتا اور نہ اس کے ٹھہرنے کی کوئی جگہ معین ہے تو ایسے شخص کے لئے مناسب تر امام احمد کا مقام ہے۔

اب چونکہ ان امور میں میانہ روی کی حد خوب واضح کرنا علم مکاشفہ میں داخل ہے اور اس کا بیان بہت طویل ہے لہٰذا ہم اسمیں غور و خوض نہیں کرتے اس سے غرض یہ بھی ہے کہ ظاہر کی باطن سے موافقت اور مخالفت کا بیان کیا جائے۔ سو ان پانچوں قسموں سے بہت سی باتیں واضح ہوگئیں اور جو عقیدے کہ ہم اول میں لکھ آئے ہیں وہ ہماری سمجھ میں جمہور عوام کے لئے کافی معلوم ہوتے ہیں کہ اول درجہ میں ان کو بجز ان امور کے متعقد ہونے کے اور کسی چیز کا حکم نہیں ہوتا مگر جس صورت میں کہ بدعت کے شائع ہونے سے اسی عقیدہ کے فساد کا خوف ہو، اس وقت دوسرے درجہ میں ایسے عقیدے کی طرف ترقی کرنی پڑتی ہے جس میں مختصر اور روشن دلیلیں بغیر تعمق کے موجود

ہوں اسی لئے ہم اس بارے میں وہ روشن دلیلیں لکھتے ہیں اور اس بیان پر اکتفا کرتے ہیں جو ہم نے قدس والوں کو لکھا اور اس کا نام رسالہ قدسیہ در قواعد عقائد رکھا ہے اس رسالہ کو اس باب کی فصل نمبر3 میں بیان کرتے ہیں۔

اس کے بعد امام غزالی قدس سرہ رسالہ قدسیہ کا مطالعہ فرمایئے۔ اویسی غفرلہ

رسالہ قدسیہ فی قواعد العقاد

یعنی

عقائد سے متعلق دلائل ماہرہ

حمد و صلوٰۃ و سلام : حمد کے لائق وہ ذات ہے جس نے جماعت اہل سنت کو انوار یقین سے ممتاز کیا اور اہل حق کو دین کے ارکان کی راہ بتانے کے لئے سرفراز فرمایا۔ ٹیڑھونکے ٹیڑھاپن اور ملحدوں کی گمراہی سے انہیں بچا کر سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی کی توفیق بخشی اور سلف صالحین کے اعمال و اقوال کا اتباع ان پر ایسا آسان کر دیا کہ ان کی عقول کی مفضیات میں سے جبل متین پر تمسک کیا اور پہلے لوگوں کی سیرت و عقائد میں صاف راستہ بلادھڑک اختیار کیا عقول کے نتائج اور شرع منقول کے مقدمات کو قبول کرنے میں یک ساتھ کر کے جان لیا کہ جس کلمہ طیبہ کا کہنا ہمارے لئے عبادت ٹھہرا ہے' یعنی لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ صرف زبان سے اس کی شہادت دینے میں کچھ فائدہ اور ثمرہ مترتب نہیں جب تک کہ اس کے ان کے وہ اصول جن پر اس کلمہ کے جملوں کا مدار ہے نہ لئے جائیں۔

مقدمہ : یہ دونوں جملے باوجود اختیار کے چار امور کو متضمن ہیں۔ (1) اللہ تعالیٰ کی ذات کا اثبات (2) اس کی صفات' (3) اس کے افعال (4) اسکے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق۔

فائدہ : اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کی بنا چار ارکان پر ہے اور ہر ایک رکن کا مدار دس اصول پر ہے۔

رکن : (1) اللہ تعالیٰ کی ذات اور وحدانیت کی معرفت' اور اس کا مدار دس اصول پر ہے۔ یعنی یہ جاننا کہ وہ موجود ہے' (2) ازلی ہے' (3) ابدی ہے' (4) جوہر نہیں' (5) جسم نہیں' (6) عرض نہیں' (7) کسی جہت سے خصوصیت نہیں رکھتا' (8) کسی مکان پر ٹھہرا ہوا نہیں' بلکہ عرش پر اپنی شان کے لائق مستوی ہے' (9) آخرت میں اس کا دیدار ہوگا۔ (10) اکیلا ہے' بغیر شریک اور مثل کے۔

اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے کی پہچان : اس کے متعلق عمدہ طریقہ وہی ہے جس کی ہدایت قرآن مجید فرماتا ہے

ا۔ یہ ایک مستقل رسالہ ہے اسی لئے ہم نے اس کا ترجمہ مع حمد و ثنا اور درود مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھا تاکہ یہ علیحدہ بھی شائع ہو سکے۔ اویسی غفرلہ۔

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے بیان سے بڑھ کر اور کوئی بیان نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (1) اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ط (پ 30) النبا 16

ترجمہ۔ کیا ہم نے نہیں بنائی زمین کو بچھونا اور پہاڑ کو میخیں' اور تم کو بنایا جوڑے جوڑے اور بنائی نیند تمہاری تھکان رفع کرنے کے لئے اور بنائی رات اوڑھنا اور بنایا دن روزگار کو اور چنی تم سے اوپر سات چنائی مضبوط اور بنایا ایک چراغ چمکتا' اور اتارا نچڑتی بدلیوں سے پانی کا ریلا کہ نکالیں اس سے اناج اور سبزہ اور باغ پتوں میں لپٹ رہے۔

(2) ان فی خلق السموات والارض واختلاف الیل والنهار والفلک التی تجری فی البحربما ینفع الناس وما انزل اللّٰه من السماء من ماء فاحیابه الارض بعد موتها و بث فیها من کل دابة و تصریف الریح والحساب المسخر بین المساء والارض لایت لقوم یعقلون۔ (3) تمنون انتم تخلقونه ام نحن الخالقون۔ (ناللقوین پ 27) الواقعه)

فرمایا الم ترکیف خلق اللّٰه سبع سموت طبا قاو جعل القمر فیهن نور او جعل الشمس سراجا واللّٰه انبتکم من الارض نباتا ثم یعیدکم فیها ویخر جکم اخراجا۔

فائدہ : ادنیٰ شعور بھی ہو' وہ اگر ان آیتوں کے مضمون میں ادنیٰ تامل کرے اور آسمان و زمین کے عجائب مخلوقات الٰہی میں اپنی نظر کو گردش دے اور حیوانات اونباتات کی پیدائش نادر کو دیکھے توجان لے گا کہ اس امر عجیب اور بر ترتیب محکم کا کوئی بنانے والا ضرور ہے جو اس کو منظم اور محکم رکھتا ہے اور وقتاً" فوقتاً" ان کو مقدر کرتا ہے بلکہ غالباً نفوس کی اصل پیدائش کی شاہد ہے کہ وہ بالکل اس کی تسخیر کے نیچے دبے ہوئے اور اس کی تدبیر کے موافق بدلتے رہتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اَفِی اللّٰهِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط پ ۱۳ ابراہیم ۱۰

ترجمہ۔ کیا اللہ میں شک ہے وہ آسمانوں اور زمین پیدا کرنے والا ہے۔

اسی وجہ سے تمام انبیاء علیہم کو بھیجا کہ مخلوق کو توحید کی طرف بلائیں تاکہ وہ یہ کلمہ کہیں لاالہ الااللہ اور ان کو یہ کہنے کا حکم نہ ہو کہ ہمارا ایک معبود ہے کیونکہ یہ بات تو شروع پیدائش سے ان کی عقول کی سرشت میں موجود تھی' اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولئن سالتهم من خلق السموت والارض لیقولن اللّٰہاور فرمایا فاقم وجهک للدین حنیفا فطرة اللّٰه التی فطر الناس علیها لا تبدیل لخلق اللّٰه ذلک الدین القیم کواللہ تعالیٰ کے موجود ہونے کے بیان میں انسان کی سرشت اور قرآن مجید کے دلائل اتنا ہیں کہ حاجت دلیل کے ذکر کی ضرورت نہیں۔

عقلی دلیل : علمائے مناظرین کی تقلید کرکے ہم اس کی دلیل عقلی لکھتے ہیں' بدیہی امر ہے کہ حادث شے اپنے پیدا

ہونے میں کسی سبب کی محتاج ضرور ہوتی ہے جو اس کو حادث کرے اور عالم بھی حادث ہے تو ضروری ہے کہ وہ بھی اپنے حدوث میں کسی سبب کا محتاج ہو' اب ہمارا یہ قول کہ حادث اپنے حدوث میں کسی سبب کا محتاج ہوتا ہے یہ صاف اور واضح ہے کیونکہ جو حادث ہے وہ کیسی بھی خصوصیت رکھتا ہے کہ عقل میں اس وقت سے اس کا پہلے اور پیچھے ہونا بھی جائز ہے اس وقت خاص کے ساتھ اس کا مخصوص ہونا اور اس سے پہلے اور پچھلے وقت سے مخصوص نہ ہونا ظاہر ہے کسی سبب سے ہوگا' اور ہمارا یہ کہنا کہ عالم حادث ہے اس کی برہان یہ ہے کہ اجسام حرکت اور سکون سے خالی نہیں' اور حرکت اور سکون دونوں حادث ہیں اور جو چیز حادث چیزوں سے خالی نہ ہو' وہ بھی حادث ہے' نتیجہ نکلا کہ عالم حادث ہے' اس برہان میں تین دعوے ہیں۔ (1) اجسام حرکت اور سکون سے خالی نہیں اور یہ بات بدیہی ہے اور اس میں فکر و تامل کی حاجت نہیں اس لئے کہ اگر کوئی شخص کسی جسم کو یہ سمجھے کہ نہ متحرک ہے نہ ساکن تو یہ اس کی جہالت ہے اور وہ خارج از عقل و فراست ہے۔ (2) حرکت و سکون دونوں حادث ہیں' اس کی دلیل یہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے بعد آتے ہیں' اور ایک کا وجود دوسرے کے بعد ہوتا ہے اور یہ تمام اجسام میں مشاہدہ ہوتی ہیں اس لئے کہ جو ساکن ہے اس پر عقل حکم کرتی ہے کہ حرکت کرسکتا ہے اور جو متحرک ہے' اس کا ساکن ہونا عقل میں ممکن ہے' تو جو حالت اس وقت ان دنوں میں سے جسم پر طاری ہوگی وہ تو طاری ہونے کی وجہ سے حادیث ہوگی اور اس سے پہلے حالت بسبب عدم کے حادث ٹھہرے گی۔ اس لئے کہ اگر وہ حادث نہ ہو تو قدیم ہو تو اس کا عدم محال ہوگا' چنانچہ اس کا بیان اللہ تعالیٰ کے بقاء کے اثبات میں عنقریب آئے گا۔ (ان شاء اللہ) (3) جو چیز حوادث سے خالی نہ ہوگی وہ حادث ہوگی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر ایسا نہ ہو تو ہر حادث سے پہلے بہت سے حوادث ہوں گے جن کا ابتداء نہ ہوگا' اور اگر یہ حوادث سب مل کر منقطع نہ ہوں گے تو جو حادث اب موجود ہے اس کے وجود کی نوبت نہ پہنچی ہوگی اور جس چیز کی نہایت نہ ہو اس کا منقطع ہونا محال ہے اور ایک وجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض آسمان کے دورے ایسے ہوں کہ ان کی انتہا نہ ہوتو ضروری ہے کہ ان کی شمار جفت ہوگی یا طاق یا جفت اور طاق دونوں یا نہ جفت نہ طاق آخری صورتیں محال ہیں اس لئے کہ نفی اور اثبات کا اجتماع ہے کیونکہ جفت کے ثابت کرنے میں طاق کی نفی ہوتی ہے اور اس کے نفی کرنے میں طاق کا اثبات ہے اور صرف جفت بھی نہیں ہو سکتی کیونکہ جفت ایک کے زیادہ ہونے سے طاق ہو جاتی ہے تو بے نہایت چیز ایک کی زیادتی سے کیسے بدل سکتی ہے اور طاق بھی نہیں رہ سکتی' کیونکہ طاق ایک کی زیادتی سے جفت ہو جاتا ہے تو جس کے اعداد کی انتہا نہیں وہ ایک کی زیادتی سے کسی طرح بدل جائے گا اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ نہ طاق ہو نہ جفت کیونکہ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ عالم جو حوادث سے خالی نہیں' وہ بھی حادث ہے اور جب اس کا حادث ہونا ثابت ہوا تو اس کا اپنے حادث کرنے والے کی طرف محتاج ہونا بداہتا" معلوم ہوتا ہے۔

اصل :(2) یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ قدیم ازلی ہے جس کے وجود کی ابتداء نہیں بلکہ ہر ایک چیز سے پہلے اور ہر زندہ اور مردہ سے پہلے پیشتروہی ہے اور اس کی برہان یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ قدیم نہ ہو' حادث ہو (معاذاللہ) تو بھی کسی حادث

کرنے والے کا محتاج ہوگا۔ اور وہ دوسرا تیسرے کا' یہاں تک کہ یہ تسلسل بے نہایت ہو جائے گا اور جو شے متسلسل ہوتی ہے وہ حاصل نہیں ہوتی' یا یہ کہ ایک ایسے محدث پر نوبت پہنچے کہ قدیم یا سب سے اول ہو۔ (وھوالمطلوب) اس کا نام عالم بنانے والا اور حادث کرنے والا اور ظاہر کرنے والا اور خالق اور موجد ہے۔

اصل : (3) جاننا کہ اللہ تعالیٰ باوجود ازلی ہونے کے ابدی بھی ہے کہ اس کے وجود کا انتہا نہیں بلکہ وہی اول ہے۔ وہی آخر' وہی ظاہر' وہی باطن' اس لئے کہ جس کا قدیم ہونا ثابت ہوگیا اس کا معدوم ہونا محال ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ اگر معدوم ہو تو دو حال سے خالی نہیں' یا خود بخود معدوم ہو یا کسی معدوم کرنے والے کے مقابل کی وجہ سے معدوم ہو۔ پہلی صورت باطل ہے'کیونکہ اگر شے کا دوام متصور ہے اس کا معدوم ہونا خودبخود جائز ہو تو یہ بھی جائز ہوگا کہ کوئی چیز خودبخود موجود بھی ہو جایا کرے' اس لئے کہ جیسے وجود کا حادث ہونا سبب کا محتاج ہے اسی طرح عدم کا طارق ہونا بھی سبب کا محتاج ہے اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ کسی معدوم کرنے والے مقابل کی وجہ سے اس کا وجود معدوم ہو' اس لئے کہ یہ مقابل اگر قدیم ہے تو اس کے ہوتے ہوئے وجود کیسے ہو اور پہلی دونوں اصلوں سے وجود کا ہونا اور اس کا قدیم ہونا ثابت ہو چکا' تو جس صورت میں کہ مقابل ساتھ تھا' وجود کیسے ہو سکتا ہے اور اگر مقابل حادث ہے تب بھی باطل ہے اس لئے وجود اس حادث کا اسی قدیم کے باعث سے ہے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ حادث تو قدیم کا مقابلہ کرکے اس کے وجود کو قطع کردے اور قدیم اس کی ضد میں اس کے وجود کو دفع بھی نہ کرے۔ حالانکہ دفع کرنا بہ نسبت قطع کے آسان ہے اور قدیم بہ نسبت حادث کے قوی اولیٰ ہے۔

اصل : (4) یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ جوہر کسی جگہ میں نہیں' بلکہ وہ مکان و حیز کی مناسبت سے پاک اور برتر ہے' اس کی برہان یہ ہے کہ جوہر کہ ایک جگہ میں ہو وہ اس جگہ سے خصوصیت رکھتا ہے اور ضروری ہے اس میں یا تو مستقر ہوگا یا متحرک ہوگا کہ حرکت یا سکون سے خالی نہ ہوگا اور یہ دونوں چیزیں حادث ہیں اور جو چیز حوادث سے خالی نہ ہو وہ حادث ہوتی ہے اور اگر کوئی جوہر مکان میں ہو قدیم متصور ہو سکے تو عالم کے جواہر کا قدیم ہونا بھی متصور ہو سکے گا اور اگر اللہ تعالیٰ کو کوئی شخص جوہر کہے اور مکان میں نہ کہے تو تو لفظ کے اعتبار سے خطاوار ہے اور معنوی طور تو ہر لحاظ سے غیر معتبر ہے۔

اصل : (5) یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ جسم مرکب جواہر سے نہیں' اس لئے کہ جسم اسی کو کہتے ہیں جو جواہر سے مرکب ہو' اور جب کہ اس کا جوہر ہونا اور مکان خاص میں متحیز ہونا باطل ٹھہرا تو اس کا جسم ہونا بھی باطل ہوا' کیونکہ ہر ایک جسم ایک چیز کے ساتھ مخصوص ہے اور جدا جدا جواہر سے مرکب ہے اور اس کا خالی ہونا علیحدہ ہونے اور جمع ہونے اور حرکت اور سکون اور صورت اور مقدار سے محال ہے اور یہ سب حدوث کی علامات ہیں اور اگر یہ مان لیا جائے کہ عالم کا بنانے والا جسم ہے تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آفتاب یا ماہتاب یا اقسام جسم میں سے کسی اور چیز کے خدا ہونے کا اعتقاد کرلیا جائے۔ (معاذاللہ) پھر اگر کوئی گستاخ اللہ تعالیٰ کو جسم بنا دے اور جوہر سے مرکب ہونے کا ارادہ نہ کرے

تو اس کی یہ اصطلاح لفظوں میں غلط ہوگی اس سے جسمیت کی خطا بھی پائی جائے گی۔

اصل : (6) یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ عرض نہیں کہ کسی جسم سے قائم ہو یا کسی محل میں حلول کئے ہوئے ہو اس لئے کہ اجسام تو یقیناً حادث ہیں اور ان کا حادث کرنے والا ان سے موجود ہوگا' پس اللہ تعالیٰ کسی جسم میں کیسے حلول کر سکتا ہے اور ازل میں سب سے پہلے تنہا موجود تھا اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا نہ تھا۔ پھر اجسام اور اعراض کو اپنے بعد پیدا فرمایا ایک اور وجہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ علم اور قدرت اور ارادہ اور پیدا کرنے کے ساتھ موصوف ہے' چنانچہ اس کا بیان آگے آئے گا۔ یہ اوصاف اعراض پر محال ہیں بلکہ اوصاف اسی موجود کے لئے سمجھ میں آتے ہیں جو خود بخود قائم اور اپنی ذات سے بذاتہ ہیں۔

فائدہ : ان چھ اصول سے حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ موجود اور اپنے آپ قائم ہے نہ جوہر ہے نہ جسم اور نہ عرض اور عالم سب کا سب جوہر اور عرض اور جسم ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کسی کے مشابہ نہیں' اور نہ کوئی اس کے مشابہ' بلکہ وہ زندہ اور قیوم ہے کہ اس کی مانند کوئی چیز نہیں اور نہ خالق مخلوق کے مشابہ ہو سکتا ہے نہ قادر مقدور کے یا مصور تصویر جیسا ہو سکتا ہے اور اجسام اور اعراض سب اس کی پیدائش اور صنعت میں سے ہیں۔ تو ان کو یہ کہنا کہ اس کے مثل اور مشابہ ہیں محال ہے۔

اصل : (7) یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جہت کی خصوصیت سے پاک ہے۔ اس لئے کہ طرفین چھ ہیں۔ (1) اوپر (2) نیچے (3) داہنا یا (4) بایاں (5) آگے (6) پیچھے۔ اور یہ سب طرفین اللہ تعالیٰ ہی نے انسان کے لئے پیدا فرمائی ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی دو طرفین ایسی بنائیں کہ ایک زمین پر ٹکے' اس کو پاؤں کہتے ہیں اور دوسری اس کے مقابل ہے جس کا نام سر ہے۔ پس لفظ اوپر اس جہت کے لئے بنا جو سر کی طرف ہے اور نیچے اس کا نام ہوا جو پاؤں کی طرف ہیں' یہاں تک کہ چیونٹی اگر چھت میں الٹی ہو کر چلے تو اس کے حق میں کڑیوں کی جانب نیچے ہو جائے گی گو ہماری نسبت وہ اوپر کہلائے گی اور انسان کے لئے دو ہاتھ بنائے کہ اکثر ان میں سے ایک بہ نسبت دوسرے کے قوی تر ہوتا ہے تو جو قوی تر ہے اس کا داہنا نام ہوا' اور اس کے مقابل کا نام بایاں رکھا گیا اور جو جہت اول کی طرف پڑی اس کا نام داہنی اور بائیں طرف والی کا نام بائیں ہوا نیز اس کے لئے دو جانب بنائے کہ ایک طرف سے دیکھتا ہے اور اس طرف کو چلتا ہے تو جس طرف کو چلتا ہے اس کا نام ہوا' آگے' اس کے مقابل کا نام پیچھے ٹھہرا' پس یہ جہتیں انسان کے پیدا ہونے سے پیدا ہوئیں۔ اگر انسان بالفرض اس وضع پر نہ پیدا ہوتا بلکہ گول مثل گیند کے ہوتا تو ان جہتوں کا وجود بھی نہ ہوتا۔ پس اللہ تعالیٰ ازل میں کسی جہت سے خاص کسی طرح ہو سکتا ہے کہ جہتیں تو حادث ہیں اور نہ اب کسی طرح کسی جہت سے خاص ہو کر انسان کی پیدائش کے وقت تو خاص کسی سمت سے نہ تھا اور وہ منزہ ہے اس بات سے کہ اس کے لئے اوپر ہو کیونکہ وہ اس بات سے برتر ہے کہ اس کا سر ہو اور اوپر اسی جہت کو کہتے ہیں جو سر کی جانب ہو' اسی طرح اس کے لئے نیچے بھی نہیں کیونکہ نیچے اس سمت کا نام ہے جو پاؤں کی جانب ہو' اور

اللہ تعالیٰ پاؤں سے مبرا ہے اور یہ باتیں عقل کی نزدیک محال ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی جہت سے مختص ہو' یوں عقل میں آتا ہے کہ یا جوہر کی طرح اپنے حیز سے خصوصیت رکھے یا اعراض کی طرح جوہر سے مخصوص ہو' اور چونکہ اس کا جوہر او عرض ہونا دونوں محال ہیں کہ اس کا مختص ہونا جہت سے بھی محال ہے اور اگر جہت کے معنی ان دونوں معنوں کے سوا کچھ اور لئے جائیں تو وہ لفظ کے اعتبار سے غلط ہوں گے گو معنی درست ایک وجہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ عالم کے اوپر ہو تو اس کے محاذی ہوگا اور کسی جسم کا ماذی یا اس کے برابر ہوتا ہے یا اس سے چھوٹا یا بڑا' اور یہ تینوں امر ایسے ہیں کہ ان کے مقدار کی ضرورت اللہ تعالیٰ کے لئے پڑے گی' حالانکہ اس کی ذات اس سے بری ہے اور ہم دعا کے وقت ہاتھ آسمان کی طرف اس لئے اٹھاتے ہیں کہ دعا کا قبلہ وہی سمت ہے اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جس سے دعا کی طلب ہے اس میں صفت جلال کبریائی ہے اس لئے کہ بلندی کی جہت مجد اور برتری پر دال ہے' اللہ تعالیٰ قہر اور بزرگی اور غلبہ کی وجہ سے ہر ایک موجود کے اوپر ہے۔

اصل :(8) یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ پر عرش پر مستوی ہے ان معنوں سے جو اس نے استوا سے مراد لئے ہیں یعنی وہ معنی کہ اس کی کبریائی کے مخالف نہیں اور نہ اس میں حدوث اور فن کی علامات کو دخل ہے اور وہی معنی آسمان پر مستوی ہونے سے اس آیت میں ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا اور وہ دھواں مطلوب ہیں اور معنی صرف قہر اور غلبہ کی وجہ سے ہو سکتے ہیں جیسے اس شعر میں ہیں شاعر نے کہا۔

قد استوی بشر علی العراق من غیر سیف ودم مہراق

ترجمہ۔ بشر عراق پر مستوی ہوا نہ اسے تلوار کی ضرورت ہوتی اور نہ خون بہایا گیا (یعنی آسانی سے عراق پر غلبہ پایا)

فائدہ : اہل حق کو اس تاویل کی طرف رجوع کرنا پڑا جسے جیسے اہل باطل کو اس آیت کی تاویل کرنی پڑی۔

وھو معکم اینما کنتم وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں تم رہو' کہ سب نے اس کا یہی معنی کیا ہے۔ یعنی مع بھی ساتھ ہونا۔ یا اس سے غرض احاطہ علمی ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو قلب المومن بین اصبعین من اصابع الرحمن قدرت اور قہر پر محمول کیا اور الحجرا الاسود یمین اللّٰہ فی ارضہ ترجمہ۔ مومن کا دل اللہ کی انگلیوں میں ہے دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ کو بندگی اور تعظیم پر محمول اس لئے کیا گیا کہ اگر ان کو ظاہر الفاظ کے مطابق رہنے دیا جائے تو محال لازم آتا ہے اسی طرح استوا کو ٹھہرنے اور جگہ لینے کے معنوں میں رکھا جائے تو لازم آئے گا کہ جو جگہ لونگا وہ جسم ہوگا اور عرش سے لگا ہوا ہوگا یا تو اس کے برابر ہوگا اس سے چھوٹا ہو یا بڑا اور یہ محال ہے تو جس بات محال لازم آئے وہ خود محال ہے۔

اصل :(9) یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ باوجود صورت اور مقدار سے منزہ ہونے اور جہت و اطراف سے مقدس ہونے کے دار آخرت میں آنکھوں سے دکھائی دے گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (پ 29) ترجمہ۔ اس دن کچھ منہ تروتازہ ہوں گے رب کو دیکھتے۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ دکھائی نہیں دیتا۔ ارشاد خداوندی

ہے۔ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ۔ (پ 7 الانعام 103) ترجمہ ۔ آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں (کنزالایمان)

دیدارِ الٰہی ﷻ کے ارکان کے دلائل ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جواب میں خود ارشاد فرمایا لَنْ تَرَانِیْ (تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا) اس دلیل سے ہمارا سوال ہے کہ جو صفت اللہ تعالیٰ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معلوم نہ ہوئی اسے معتزلی کیسے پہچان گئے۔ ورنہ موسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوۃ والسلام باوجود دیدار کے استحالہ کس طرح دیدار کا سوال کیا' غالباً تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ جس بات سے انبیاء علیٰ نبینا علیہم الصلوۃ والسلام بظاہر بے خبر رہے اس سے اہل بدعت بطریق اولیٰ جاہل ہیں اور آیت رویت کو جو آخرت میں ظاہر پر محمول کیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے محال لازم نہیں آتا اس لئے کہ دیکھنا ایک قسم کا علم اور کشف ہے' فرق یہ ہے کہ کشف علم کی بہ نسبت کامل اور واضح تر ہے جب یہ درست ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے علم متعلق ہو اور وہ کسی طرف میں نہ ہو تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ روایت اس کے متعلق ہو جس صورت میں کہ وہ کسی جہت میں نہ ہو اور جیسے یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ خلق کو دیکھتا ہے اور ان کے مقابل نہیں تو یہ بھی درست ہوگا کہ خلق اس کو دیکھے اور مقابل نہ ہو اور جس طرح اس کا جاننا بغیر کیفیت اور صورت کے ہو سکتا ہے اس طرح کا دیکھنا بھی بے کیفیت و صورت کے ممکن ہے۔

اصل : (10) یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک اور یکتا بے مثل اور بے سہیم ہے پیدا کرنے اور ابداع میں تنہا ہے اور ایجاد و اختراع میں اکیلا' نہ اس کا کوئی مثل کہ مشابہ یا مساوی ہو اور نہ اس کا کوئی مقابل کہ اس سے نزاع کرے یا اس کے منافی ہو اور اس کی برہان یہ ارشاد خداوندی ہے۔ لو کان فیہما الھۃ الا اللہ لفسدتا۔ اگر ہوتے ان دونوں اور معبود خدا کے سوا تو دونوں (آسمان و زمین) خراب ہو جاتے۔ اس کی تقریر یہ ہے کہ اگر دو خدا ہوں اور ان میں سے ایک کوئی کام کرنا چاہے تو دوسرا اگر اس کی موافقت پر مجبور ہے' تو ظاہر ہے کہ دوسرا عاجز اور دبا ہوا ہوگا' اللہ قادر ہے تو دوسرا قوی اور غالب ہو اور اول ضعیف اور قاصر ٹھہرے گا تو اللہ تعالیٰ قادر نہ رہے گا۔

رکن : (2) اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت اس کی دارومدار بھی دس اصول پر ہے۔

اصل : (1) یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے اور اپنے اس ارشاد میں سچا ہے۔ وھو علی کل شی قدیر۔ وہ ہر شے پر قادر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عالم اپنی صنعت میں محکم اور اپنی تخلیق میں مرتب اور منظم ہے پس اگر ریشمی کپڑا عمدہ بنا ہوا اور نقش نگار سے بخوبی آراستہ دیکھ کر کوئی وہم کرے کہ اسے کسی مردہ نے بنا ہوگا (جو کچھ نہ کر سکے) یا کسی آدمی نے تیار کیا ہوگا جسے قدرت نہ تو وہ شخص دائرہ عقل سے خارج اور زمرہ حمقا و جہال میں داخل ہوگا اسی طرح اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے عالم کو دیکھ کر اس کی قدرت کا انکار نہیں ہو سکتا۔

اصل : (2) یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ تمام موجودات کا عالم اور تمام مخلوقات پر حاوی ہے' کوئی ذرہ آسمان و زمین میں اس

کے علم سے غائب نہیں' اپنے ارشاد میں سچا ہے (ت 2) وھو علی کل شی قدیر اور وہ ہر شے پہ قادر ہے۔ اور اس کے علم کی طرف اس ارشاد سے ہدایت فرماتا ہے۔ الا یعلم من خلق وھواللطیف الخبیر ط اس میں یہ ہدایت فرمائی کہ پیدا کرنے کو علم پر استدلال کرلو اس طرح کہ خلقت کی لطافت اور صنعت کی ترتیب اور نزاکت ادنیٰ چیز میں بھی اس بات پر بلاشبہ دال ہے کہ اس کا صانع ترتیب اور نظام کی کیفیت کو خوب جانتا ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے وہی ہدایت اور تعریف کے متعلق حرف آخر ہے۔

اصل : (3) یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ حی ہے اس لئے کہ جس کا علم اور قدرت ثابت ہو اس کی حیات ضروری ثابت ہوگی اگر قدرت والا عالم کی تدبیر کرنے والا ایسا تصور ہو سکے جو زندہ نہ ہو' تب تو حیوانات کی زندگی میں بھی ان کی حرکات و سکنات کے وقت شک ہو سکتا ہے اہل حرفہ اور اہل صنعت اور شہروں اور جنگلوں میں پھرنے والے' اور تاجر اور اطراف زمین کے مسافر جتنے ہیں سب کی زندگی میں شک ہو سکتا ہے اور یہ امر ورطہ جہالت اور گمراہی میں ڈالتا ہے۔

اصل : (4) یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ اپنے افعال کا ارادہ کرنے والا ہے' یعنی جو موجود ہے وہ اسی کی مرضی پر موقوف اور اسی کے اردے سے صادر ہے اور اسی نے اول پیدا کیا اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا جو چاہتا ہے کہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے صاحب ارادہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جو فعل اس سے صادر ہوتا ہے یوں بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی ضد بھی اس سے صادر ہو اور جو فعل کہ ضد نہیں رکھتا' ممکن ہے کہ تقدیم و تاخیر سے صادر ہو اور قدرت دونوں ضدوں اور وقتوں سے ایک ہی سی مناسبت رکھتی ہے تو ضروری ہے کہ ایک ارادہ ہو جو قدرت کو دونوں امور میں سے ایک کی طرف پھیر لائے۔

سوال : علم کے ہوتے ہوئے ارادہ کی ضرورت نہیں اور چیز موجود جو اپنے وقت میں پائی گئی اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت میں اس کے موجود ہونے کا علم پہلے سے ہے تو ہم کہیں گے کہ اس طرح تو قدرت کی حاجت بھی علم کے سامنے نہیں کہہ سکتے کہ چیز بغیر قدرت موجود ہوگئی کیونکہ پہلے سے اس کے موجود ہونے کا علم اس وقت میں تھا۔

اصل : (5) یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ سننے والا اور دیکھنے والا ہے اس سے قلوب کے وسوسے اور فکر و وہم کے خفیہ امور غائب نہ ہوں اور نہ اس کے سننے سے چیونٹی کی سیاہ چال سخت پتھر پر شب تاریک میں بچ رہے۔ اور اللہ تعالیٰ سمیع اور بصیر کیسے نہ ہوگا کہ سننا اور دیکھنا وصف کمال ہے' نقصان کی بات نہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس کی مخلوق اس کی نسبت کامل تر ہو' اور مصنوع صانع سے بڑھ کر ہو پھر حصہ کا اعتدال کہاں رہے گا جبکہ نقصان خالق کے حصے میں رہے اور کمال مخلوق میں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حجت اپنے چچا (آزر) سے کیسے صحیح ہوگی' ۔عنیان کا چچا (آزر) جہل کی وجہ سے بتوں کو پوجتا تھا' آپ نے اس سے کہا لم تعبد مالا یسمع ولا یغنی عنک شیاءا (ترجمہ۔) تو کیوں ایسے کو پوجتا ہے جو نہ سنے نہ دیکھے اور نہ کچھ تیرے کام آئے۔ تو اگر یہی سماع آپ کے چچا (آزر) کے معبود میں ثابت ہو جائے تو آپ کی حجت باطل اور دلیل ساقط ہو جائے اور ارشاد خداوندی سچا نہ ٹھہرے۔ وتلک حجتنا

اتینا ھا ابراہیم علی قومہ۔ ترجمہ۔ اور یہ دلیل ہے کہ ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم پر عطا فرمائی۔ اور جس طرح کہ خداوند کریم کا فاعل ہونا بغیر اعضاء کے اور عالم ہونا بغیر دل اور دماغ کے سمجھا گیا ہے' اسی طرح اسکا بینا ہونا بغیر آنکھ کے ڈھیلے کے اور سمیع ہونا بغیر کانوں کے سمجھنا چاہئے کہ دونوں امور میں کوئی فرق نہیں۔

اصل : (6) یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے اور اس کا کلام ایک صفت ہے جو اس کی ذات سے قائم ہے' نہ وہ آواز ہے اور نہ حرف' بلکہ اس کا کلام کسی دوسرے کے کلام کے مشابہ نہیں جیسے اس کا وجود دوسرے کے وجود کے مثل نہیں اور حقیقت میں کلام وہی ہے جو نفس کلام ہو' حروف اور آواز تو صرف ظاہر کرنے والے کے لئے ہیں جیسے حرکات اور اشارات سے بعض اوقات سمجھا دیا کرتے ہیں۔ (معتزلہ) نامعلوم یہ امر بعض انبیا پر کیسے مشتبہ ہوگیا حالانکہ جاہل کی عقل و دانش بھی اسے یہ کہنے سے نہ روکے کہ میری زبان تو حادث ہے مگر جو اس میں میری قدرت حادثہ کے سبب سے کلام پیدا ہوتا ہے وہ قدیم ہے تو اس کی عقل سے اپنی طمع توڑ دو اور اس کے ساتھ خطاب کرنے سے اپنی زبان بند کر دو جو یہ نہ سمجھے کہ قدیم اس کو کہتے ہیں جس کے پہلے دوسری چیز نہ ہو' اور بسم اللہ میں سین ہے اس سے پہلے ب ہے اس لئے سین ہرگز قدیم نہ ہوگا' تو ایسے شخص کی طرف خیال کرنے سے دل کو پاک کرو کیونکہ بعض بندوں کو ان مطالب سے دور رکھنے میں اللہ تعالیٰ کی کوئی حکمت ہے' جس کو وہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت نہیں کرسکتا اور جو شخص اس بات کو بعید جانتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں ایسا کلام سنا ہو جس میں آواز و حروف نہ ہو تو اس کو اس امر کا بھی انکار کرنا چاہئے کہ آخرت میں ایک ذات کو دیکھے جو نہ جسم ہے نہ رنگ ہے اگرچہ سمجھتا ہے کہ جو چیز رنگ اور جسم اور مقدار اور کیفیت سے مبرا ہے اس کو دیکھے گا حالانکہ اب تک ویسی چیز کوئی دیکھی نہیں تو سننے کے حاسہ میں بھی وہی سمجھنا چاہئے جو دیکھنے کے متعلق سمجھا ہے اگر یہ سمجھ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایک علم ہے کہ تمام موجودات کا علم ہے تو اس کی ذات کے لئے ایک صفت کلام بھی سمجھنا چاہئے کہ جتنی باتیں عبارات سے سمجھنے میں آتی ہیں وہ اس کا کلام ہے اور اگر یہ عقل میں آگیا ہے کہ ساتوں آسمان اور زمین اور بہشت اور دوزخ ایک چھوٹے سے پرچے پر لکھے جاتے ہیں اور دل میں ذرہ بھر جگہ میں یاد رہتے ہیں' اور یہ تمام اشیاء آنکھ کے ڈھیلے کے تل میں محسوس ہوتے ہیں مگر آسمان اور زمین اور بہشت اور دوزخ آنکھ کے تل اور دل اور پرچے میں نہیں آجاتے اسی طرح یہ بھی عقل میں لانا چاہئے کہ کلام زبانی زبانوں سے پڑھا جاتا ہے دلوں میں محفوظ ہوتا ہے' مصحف میں لکھا جاتا ہے لیکن کلام کی ذات ان چیزوں میں حلول نہیں کرتی' اس لئے کہ لکھنے سے کلام کی ذات حلول کر جائے اور آگ کا نام لکھنے سے کاغذ میں آگ کی ذات آجائے کاغذ کو جلا کر راکھ بنا دے۔

اصل : (7) کلام اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ قائم ہے' وہ قدیم ہے اسی طرح اس کے تمام صفات کا حال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حوادث کے لئے محل ہونا محال ہے کہ حوادث بدلتے رہتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں قدیم ہونے کا وصف وہی واجب ہے جو اس کی ذات کے لئے واجب ہو تاکہ اس پر تغیرات نہ آئیں اور اس میں حوادث

نہ سمائیں، بلکہ وہ ہمیشہ سے ازل میں عمدہ صفات کے ساتھ موصوف رہا ہے اور اسی طرح ابد میں رہے گا اور حالات کے تغیر سے منزہ ہے اس لئے کہ جو چیز محل حوادث ہوگی وہ حادث سے نہ بچ سکے گی اور جو چیز حوادث سے نہ بچے وہ حادث ہے اجسام پر جو وصف حادث ہونے کا ثابت ہے وہ اسی وجہ سے ہے کہ ان پر تغیر آتا ہے اور اوصاف بدلنے کو قبول کرتے رہتے ہیں تو اب خالق تغیر کے قبول کرنے میں اجسام کا شریک کیسے ہو جائے گا اور اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام قدیم اور اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور حادث صرف آوزیں ہیں جو کلام موصوف پر دلالت کرتی ہیں اور جس طرح کہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ لڑکے پیدائش سے پہلے اسے تحصیل علم کے لئے امر کرنا اس کے باپ کے ساتھ قائم ہوتا ہے یہاں تک کہ جب لڑکا پیدا ہوتا ہے اور اس کو عقل آتی ہے اور جو امر کہ باپ کے دل میں ہے اسکے متعلق اللہ تعالیٰ اس میں علم پیدا کردیتا ہے تو وہ اس امر کا مامور ہو جاتا ہے جو اس کے باپ کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور جب تک کہ لڑکا جان نہ لے گا تب اس امر کا وجود قائم رہے گا۔ اسی طرح یہ سمجھنا چاہئے کہ جس حکم پر کہ ارشاد خداوندی دال ہے۔

فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ (ترجمہ۔) تو اپنے جوتے اتار ڈالو۔ (کنزالایمان) پ۱۶ طٰہٰ ۱۲ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ قائم ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسکا خطاب آپ کے وجود کے بعد ہوا، یعنی جس وقت کہ اللہ تعالیٰ نے آپ میں اس حکم کی معرفت پیدا کی اور کلام قدیم کے سننے کے لئے کان بنائے۔

اصل : (8) اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ہے یعنی وہ ہمیشہ سے اپنی ذات اور صفات اور جو کچھ مخلوقات میں حادث ہوتا ہے سب کو ازل سے جانتا ہے اور جب کبھی مخلوقات حادث ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کو ان کا نیا علم پیدا نہیں ہوتا بلکہ یہ سب حوادث علم ازلی سے اس کے سامنے منکشف ہیں مثلاً ہمیں زید کے آنے کا علم آفتاب کے نکلنے کے وقت معلوم ہوا جب تک آفتاب نہ نکلے گا تب تک یہ علم بالفرض بنا رہے گا تو اس وقت زید کا آنا ہمیں اسی علم سے معلوم ہوگا کہ کوئی نیا علم اس کے لئے نہ ہوگا۔ پس اللہ تعالیٰ کے علم کو قدیم ہونا بھی اسی طرح سمجھنا چاہئے۔

اصل : (9) ارادہَ الٰہی قدیم ہے اور حوادث کے پیدا کرنے کے لئے ان کے اوقات مخصوصہ مناسبہ میں موافق علم سابق کے ازل میں متعلق ہوگیا ہے اس لئے کہ اگر اس کا ارادہ حادث کا محل ٹھہرتا ہے اگر اس کا ارادہ اس کی ذات کے سوا دوسرے میں حادث ہو تو وہ ارادہ کرنے والا نہ ہوگا۔ جیسے اگر حرکت تمہاری ذات میں نہ ہو تو تم متحرک نہ کہلاؤ گے اور جس طرح چاہو مان لو۔ دونوں صورتوں میں ارادہ کے حالات کے لئے دوسرے کی ضرورت ہوگی اور دوسرے کے لئے تیسرے کی، یہاں تک کہ نوبت تسلسل بے نہایت پہنچے گی جو محال ہے اس لئے اس کے ارادہ کا حادث ہونا بھی محال ہے۔ اور اگر یہ ممکن کہا جائے کہ ارادہ کا حادث ہونا بغیر دوسرے ارادہ کے ہے تو یہ بھی ہو سکے گا کہ عالم کا حادیث ہونا بغیر ارادے کے ہو۔

اصل : (10) یہ جاننا کہ اللہَ تعالیٰ علیم ہے علم سے، اور زندہ ہے حیات سے، قادر ہے قدرت سے، مرید ہے ارادہ

ہے، متکلم ہے کلام سے، سمیع ہے سننے سے، بصیر ہے دیکھنے سے، اور یہ اوصاف اس کے ان قدیم صفات سے ہیں۔ جو شخص یوں کہے کہ علیم ہے بغیر علم کے، تو گویا یوں کہتا کہ غنی ہے بغیر مال کے یا عالم ہے بغیر معلوم کے، اس لئے کہ علم اور معلوم اور عالم ایک دوسرے کے لئے لازم ہیں جیسے قتل اور مقتول اور قاتل، تو جس طرح قاتل بغیر مقتول کے متصور نہیں ہو سکتا اور نہ مقتول بغیر قاتل اور قتل کے اسی طرح عالم بغیر علم کے بھی ممکن نہیں اور نہ علم بغیر عالم کے بلکہ یہ تینوں عقلاً" لازم و ملزوم ہیں، ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے تو جو شخص عالم کو علم سے علیحدہ تجویز کرتا ہے اس کو چاہئے کہ عالم کو معلوم سے بھی جدا اور علم کو عالم سے علیحدہ کرے کیونکہ ان نسبتوں میں فرق نہیں سب ایک ہی ہیں۔

رکن :(3) اللہ تعالیٰ کے افعال کی معرفت۔ اس کا دارومدار بھی دس اصول پر ہے۔

اصل :(1) یہ جاننا کہ عالم میں جو حادث ہے وہ اسی کا فعل اور تخلیق و اختراع ہے اس کے سوا نہ کوئی خالق اور نہ کوئی ایجاد کرنے والا ہے۔ جس نے مخلوق کو بنایا اور پیدا کیا اور ان کی قدرت اور حرکت کو ایجاد فرمایا ہو، بندوں کے جتنے افعال ہیں وہ سب اسی کے پیدا کئے ہوئے اور اس کی قدرت سے وابستہ ہیں اور اس کی تصدیق اس آیت میں ہے۔ اللہ خالق کل شی۔ ترجمہ۔ اللہ ہر شے کا خالق ہے۔ واللہ خلقکم وما یقلون ترجمہ۔ اور اللہ نے تمہیں اور اعمال کو پیدا فرمایا۔ اور فرمایا وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِاجْهَرُوْا بِهٖ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (پ 29، الملک نمبر13) ترجمہ۔ اور تم اپنی بات آہستہ کہو یا آواز سے وہ تو دلوں کو جانتا ہے۔.. بندوں کو حکم کیا کہ اپنے اقوال و افعال اور اسرار اور دل کے وساوس سے بچے رہیں، اس لئے کہ وہ ان کے افعال کے منشاء سے باخبر ہے اور اپنے علم پر پیدا کرنے سے، استدلال فرمایا، اور وہ بندوں کے افعال کا خالق کیسے نہ ہو گا کہ اس کی قدرت کامل ہے، اس میں کسی طرح کا تصور نہیں اور اس کی قدرت بندوں کے بدنوں کی حرکتوں سے متعلق ہے اور حرکتیں ایک سی ہیں، اور قدرت کا متعلق ہونا سب سے برابر ہے تو کیا وجہ ہے کہ بعض حرکتوں سے متعلق ہو اور بعض سے نہ ہو، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حیوان کسی شے کو پیدا کرنے میں مستقل ہو، حالانہ مکڑی اور شہد کی مکھی اور تمام حیوانات سے وہ لطیف کام صادر ہوتے ہیں کہ جن میں عاقلوں کی عقل دنگ رہ جاتی ہے تو وہ کیسے مخترع (پیدا کرنے والے) ٹھہرے اور خداوند کریم مخترع نہ ہوا ان کو تو اپنے کاموں کی مفصل خبر بھی نہیں۔ ان کو مخترع کہنا بعید از قیاس ہے بلکہ مخلوقات سب عاجز ہے اور ملکوت کا مخترع صرف وہی ہے جو زمین و آسمان کا جبار ہے۔

اصل :(2) یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ کا مخترع ہونا بندوں کی حرکات کا اس بات کا موجب نہیں کہ وہ حرکات انسان کے تحت قدرت اکتساب کے طور پر نہ رہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے قدرت اور مقدور دونوں کو پیدا کیا اور ذی اختیار دونوں کو بنایا، قدرت بندے کا ایک وصف ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہے کسب بھی انسان کو عطائے الٰہی ہے اس کی اپنی

پیدا کردہ نہیں۔ اور حرکت بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کی' وہ انسان کی صفت اور کسب ہے یعنی وہ انسان کیا ایک وصف مسمی بقدرت پیدا ہوئی ہے۔ تو چونکہ حرکت دوسری صفت کی طرف منسوب ہے جس کو قدرت کہتے ہیں' اس وجہ سے بااعتبار اس نسبت کے اس کو کسب کہتے ہیں اور یہ حرکت انسان کی جبر محض نہیں ہو سکتی اس لئے کہ انسان ظاہری طور پر اپنی حرکت اختیاری اور لرزہ اضطراری میں فرق جانتا ہے اور یہ حرکت انسان کی خود پیدا کردہ کیسے ہو سکتی ہے کہ اس کو تو جتنا حرکتیں کسب سے کرتی ہیں ان کے اجزا کی تفصیل اور شمار کا علم بھی نہیں اور جب یہ دونوں باطل ہوئیں تو اعتقاد کے لئے ایک صورت درمیانی رہ گئی کہ حرکتیں اختراع کی رو سے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے قبضہ میں ہیں اور ایک دوسرے تعلق کے اعتبار سے جسے اکتساب کہتے ہیں انسان کی قدرت کے اختیار میں ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ جس قدرت کی چیز پر قدرت کا تعلق ہو وہ فقط اختراع ہی کی وجہ سے ہو مثلاً ازل میں اللہ تعالیٰ کی قدرت عالم سے متعلق تھی اور اختراع اس وقت صادر نہ ہوا اور اختراع کے وقت بھی قدرت عالم سے متعلق تھی مگر اس وقت دوسری طرح کا تعلق تھا خلاصہ یہ کہ قدرت ہونے سے ضروری نہیں کہ مقدور چیز اس سے صادر بھی ہو جائے۔

اصل :(3) کا فعل اگرچہ انسان کا کسب ہے لیکن یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے باہر ہو بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ملک ملکوت میں جو کچھ ہوتا ہے پلک جھپکنا ہو یا دل کا التفات خیر ہو یا شر' نفع ہو یا ضرر' اسلام ہو یا کفر' معرفت ہو یا مکر' کامیابی ہو یا نقصان' گمراہی ہو یا ہدایت' طاعت ہو یا معصیت' شرک ہو یا ایمان' سب اس کی قدر سے ہوتا ہے اور اس کے ارادے اور خواہش سے ظہور میں آتا ہے نہ کوئی اس کی قضا کو جا سکتا ہے اور نہ اس کے حکم کو پیچھے ہٹا سکتا ہے چاہے گمراہ کرے جسے چاہے ہدایت دے' جو کچھ وہ کرتا ہے اس سے باز پرس نہیں اور بندوں سے بازپرس ہوگی اور بندوں کے افعال کا اس کی مشیت سے ہونا دلیل نقلی سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ تمام امتِ باتفاق کہتی ہے کہ مَاشَاءُ اللّٰهُ کَانَ وَمَالَمْ یَشَاْ لَمْ یَکُنْ اللہ چاہے وہ ہو جو نہ چاہے وہ نہ ہو۔ اور اللہ فرماتا ہے اَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَی النَّاسَ جَمِیْعًا (پ ۱۳ الرعد ۳۱) ترجمہ۔ یہ کہ اگر اللہ چاہے تو تمام لوگوں کو ہدایت ہے۔ اور فرمایا وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا كُلَّ نَفْسٍ (پ ۲۱ السجدہ ۱۳) ترجمہ۔ اور اگر ہم چاہتے تو ہر جی کو ہدایت دیتے۔ اور اس کے لئے دلیل عقلی بھی ہے وہ یہ کہ اگر معاصی اور قصور کو اللہ تعالیٰ برا جانتا ہے اور ان کا ارادہ نہیں کرتا' وہ اسکے دشمن ابلیس لعین کے ارادہ سے ہوتے ہیں حالانکہ وہ دشمن خدا ہے اس کے ارادہ کے موافق زیادہ چیز ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے موافق کم ہوتی ہیں تو بتاؤ کہ مسلمان خدا تعالیٰ کی سلطنت کو ایسے مرتبے میں کس طرح گھٹا دیگا کہ اگر اس کے مرتبے پر کسی گاؤں کے ہمدرد رئیس کو کھڑا کر دیا جائے تو وہ بھی ایسی حکومت سے نفرت کرے گا یعنی اس گاؤں میں اگر کوئی اس کا دشمن ہو اور اس کے ارادہ کے مطابق زیادہ کام کرتا ہو اور نمبردار کے ارادہ کے موافق تعمیل کم ہوتی ہو تو وہ ایسی حکومت کو ذلت سمجھے گا اور اس سے دست بردار ہوگا چونکہ عوام میں اکثر نافرمانی ہوتی رہتی ہے اور یہ سب بموجب اہل بدعت (معتزلہ) کے اعتقاد کے اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے خلاف ہے تو یہ اس پر دال ہے کہ اللہ تعالیٰ ضعیف اور عاجز ہے۔

(معاذاللہ) جب یہ ثابت ہو چکا کہ کل عالم کے افعال اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے ہیں تو یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ سب اس کے ارادہ کے مطابق ہیں۔

سُوال : جس فعل کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اس سے منع کیسے فرماتا ہے' اور جس کا ارادہ نہیں کرتا اس کا حکم کیسے کرتا ہے؟

جواب : امر اور ہے اور ارادہ دگر مثلاً اگر کوئی آقا اپنے غلام کو مارے اور حاکم وقت آقا پر عتاب کرے اور وہ عذر کرے کہ اس غلام نے میرا کہنا نہ مانا تھا۔ حاکم وقت اسے توجھوٹ کہتا ہے اور وہ خود کو سچا ثابت کرنے کے لئے چاہے کہ کوئی ایسی بات غلام سے کہوں جو حاکم وقت سامنے نہ کرے تاکہ حاکم کو یقین ہو جائے کہ غلام کا مارنا بجا تھا۔ اس لئے غلام کو امر کرے کہ اس سواری پر بادشاہ کے سامنے زین باندھ دے تو اس آقا کا یہ امر ایسا ہے جس کی غلام سے تعمیل کرانا مطلوب نہیں۔ صرف غلام کی نافرمانی کا اظہار مطلوب ہے۔ اور اگر یہ امر نہ کرتا توبادشاہ کے سامنے اس کا عذر ٹھیک نہ تھا' اور اگر غلام سے تعمیل کا ارادہ ہو تو اپنے نفس کے قتل کا ارادہ کرنا پڑے۔ اور یہ ہو نہیں سکتا۔

اصل : (4) اللہ تعالیٰ تخلیق و اختراع میں اور بندوں کو مُکلف بنانے میں بندوں پر فضل اور احسان کرنے والا ہے' یعنی یہ اس کا محض فضل ہے کہ اس نے پیدا فرما کر اپنے احکام کا مُکلف بنایا اس سپر یہ امور واجب نہ تھے معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر واجب تھیں۔ اس لئے کہ اس میں بندوں کی بہتری ہے یہ ان قول کا محال ہے اس لئے کہ واجب کرنے والا اور حکم اور منع کرنیوالا تو وہ ہے کیسے دوسرے کی طرف سے وجوب کا مورد ہو سکتا ہے

فائدہ : (رد معتزلہ) واجب سے دو معنی مقصود ہوتے ہیں۔ (1) ایسا فعل کہ جسکے چھوڑنے سے آئندہ یا بالفعل نقصان ہو مثلاً کہیں کہ بندہ پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت واجب ہے یعنی اس کے ترک سے آئندہ آخرت میں اس پر عذاب ہو گا یا کہیں کہ پیاسے پر پانی کا پینا واجب ہے کہ اس کے ترک سے مرجائے گا۔ (2) ایسا فعل جس کے نہ ہونے سے محال لازم آئے' مثلاً کہیں کہ معلوم کا وجود واجب ہے یعنی اگر معلوم نہ ہو تو حال لازم آئے گا' وہ یہ ہے کہ علم جہل ہو جائے گا۔ اب اگر معتزلہ کی یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ پر پیدا کرنا باعتبار اول معنی کے واجب ہے تب تو گویا اللہ تعالیٰ کو کو معاذاللہ ضرر کا نشانہ بناتے ہیں اور اگر پیدا کرنا اسپر دوسرے معنوں کی وجہ سے تو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کیونکہ علم ازلی جب اللہ تعالیٰ میں ہے تو اس کے لئے معلوم کا وجود ضرور چاہئے اور اگر واجب کا کوئی تیسرا معنی جائے تو ہم نہیں سمجھے کیونکہ وہ جو یہ کہتے ہیں کہ بندوں کی بہتری کے لئے واجب ہے یہ کلام فاسد ہے اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ بندوں کی بہتری کو ترک کر دے اور اس سے اسے کوئی ضرر نہ پہنچے تو پھر اسکے حق میں وجوب کے کوئی معنی نہ ہوں گے۔ علاوہ ازیں بندوں کی بہتری تو اس میں ہے کہ ان کو جنت میں پیدا کر دیتا' اسباب کی طرف کون سا عاقل طمع کرتا کہ دارالمصائب (دنیا) میں اس کو پیدا کرے اور ہدف تیر معاصی کا نشانے بنے پھر عذاب کے خطرے اور حساب

کے خوف سے ڈرایا اور دھمکایا جائے۔

اصل : (5) اللہ تعالیٰ کو جائز ہے کہ بندوں کو ایسی بات کا حکم کرے جس کی طاقت ان میں نہ ہو' اس میں بھی معتزلہ خلاف کرتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ امر جائز نہ ہو تو پھر اس کے دفع کرنے کا سوال محال ہے حالانکہ سوال کرنا اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے ثابت ہے۔ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَالَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ(پ 3' البقرہ 286) ترجمہ۔ اے رب ہمارے اور ہم پر بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں طاقت نہ ہو۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خبر دی کہ ابوجہل آپ کی تصدیق نہ کرے گا' پھر ابوجہل کو یہ حکم کیا کہ تمام اقوال میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق کرے' حالانکہ ایک قول اس کا یہ بھی تھا کہ ابوجہل تصدیق نہ کرے گا تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس قول کی تصدیق کرے کہ تصدیق نہ کرے گا اس کی تصدیق تو امر محال ہے۔

اصل : (6) اللہ تعالیٰ کو روا ہے کہ اپنی مخلوق کو بغیر کسی جرم سابق اور ثواب آئندہ کے درد و عذاب پہنچائے اس میں معتزلہ کا خلاف ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ وہ اپنی ملک میں تصرف کرتا ہے' اس کا تصرف اس کی ملک سے تجاوز نہیں کرتا' اور ظلم اسے کہتے ہیں کہ دوسرے ملک میں بغیر اس کی اجازت کے تصرف کرے اور اللہ تعالیٰ پر ظلم محال ہے۔ کیونکہ اس کے سامنے دوسرے کی ملک نہیں ہے کہ اس میں تصرف کرنے سے ظلم ہو اور یہ ایک امر واقعی ہے اس کے امر کا وجود ہے۔ ہونے کی دلیل بھی ہے مثلاً ہم دیکھتے ہیں جانوروں کا ذبح کرنا اور انسانوں کا انہیں قسم و قسم کی تکلیف پہنچانا ظاہر ہے کہ انسان جانوروں کو ایذا دیتا ہے حالانکہ ان سے کوئی قصور سرزد نہیں ہوا۔

سوال : اللہ تعالیٰ جانوروں کو زندہ کرے گا' اور جس قدر انہوں نے تکلیفیں اٹھائی ہوں گی ان کا بدلہ ان کو عنایت کرے گا اور یہ بات اللہ تعالیٰ پر واجب ہے؟

جواب : جو یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ہر ایک چیونٹی پامال شدہ اور پاؤں میں روندی ہوئی کا زندہ کرنا واجب ہے تاکہ ان کو ان کی تکلیفوں کا ثواب دے تو وہ شخص دائرہ شریعت اور عقل دونوں سے خارج ہے اس لئے کہ ہم پوچھتے کہ اللہ تعالیٰ پر حشر اور ثواب دینے کے واجب ہونے سے کیا مراد ہے اگر یہ ہے کہ اس کے ترک سے اس کو ضرر ہوگا تب تو محال ہے اور اگر واجب کے کوئی اور معنی ہیں تو ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ وہ معنی غیر مفہوم ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جو معنی واجب کے ہیں' ان سے یہ قول خارج ہے۔

اصل : (7) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس پر واجب نہیں کہ جو بندوں کے حق میں زیادہ مناسب ہو اسی کی رعایت کرے اس لئے کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں بلکہ اس کے حق میں وجوب سمجھ میں نہیں آتا' اس لئے کہ جو کچھ وہ کرتا ہے اس سے پوچھ نہیں ہو سکتی۔ مخلوق سے باز پرس ہوتی ہے بتائیے کہ معتزلہ فرقہ جو کہتا ہے کہ مناسب تر فعل کا کرنا بندوں کے حق میں اللہ تعالیٰ پر واجب ہے وہ اس

مسئلہ مفروضہ میں کیا جواب دے گا کہ اگر آخرت میں ایک مردہ لڑکے اور ایک بالغ مردہ کے درمیان میں مناظرہ ہو اور وہ دونوں مسلمان مرے ہوں تو اللہ تعالیٰ بالغ کے درجے بڑھا دے گا اور دوسرے لڑکے پر اس کو فضیلت دے گا' اس لئے کہ بالغ نے اطاعت الٰہی میں بعد بلوغ کے محنت اٹھائی اور ایسا کرنا معتزلی کے قول کے مطابق اللہ تعالیٰ پر واجب ہے۔ پس اس صورت میں اگر مردہ لڑکا کہے کہ الٰہی تو نے اس کا مرتبہ کیوں زیادہ کیا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اس لئے کہ بالغ ہوا اور اطاعت میں محنت کی' پھر وہ مردہ لڑکا کہے گا کہ الٰہی تو نے مجھے بچپن میں ماردیا تھا' ترے اوپر واجب تھا کہ میری زندگی باقی رکھتا تاکہ میں بالغ ہو جاتا اور اطاعت میں کوشش کرتا' تو نے عدل نہ کیا کہ اس کی عمر زیادہ کی اور میری نہ کی' اس میں میرا قصور نہیں پھر کسی وجہ سے اس کو فضیلت دی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس لئے کہ مجھے معلوم تھا کہ اگر تو بالغ ہوتا تو شرک یا معصیت کرتا تو تیرے حق میں مناسب تر یہی تھا کہ بچپن میں مرجائے (یہ عذر اللہ تعالیٰ کی طرف سے معتزلہ بیان کرتے ہیں۔) اب ان پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ لڑکے کے سوال میں اس طرح ارشاد فرمائے گا تو اس وقت دوزخ کے طبقات میں سے کافر پکاریں گے کہ الٰہی یہ تو تجھے معلوم ہی تھا کہ ہم بڑے ہوکر شرک کریں گے تو تو نے ہمیں بچپن ہی میں کیوں نہ مار دیا ہم تو اس مسلمان لڑکے کے درجے سے کمتر پر بھی راضی تھے تو اس کا کیا جواب دیا جائے گا۔ (اس کا معتزلہ کے ہاں کوئی جواب نہیں۔) اسی لئے اہلسنّت کہتے ہیں کہ واجب ہے کہ خداوند کریم کے معاملات میں اس کی جلالت شان کی وجہ سے ایسی جرات ناموزوں ہے کہ کہا جائے کہ اس پر فلاں امرواجب ہے وغیرہ وغیرہ

سُوال : اللہ تعالیٰ بندوں کے حق میں مناسب تر فعل کی رعایت پر قادر ہے پھران پر اسباب عذاب کو مسلط کر دینا قبیح ہے اور حکمت سے بعید۔؟

جواب : قبیح کے معنی یہ ہیں کہ کوئی چیز غرض کے موافق نہ ہو' یہاں تک کہ ایک ہی چیز ایک شخص کے حق میں قبیح ہوتی ہے اور دوسرے شخص کے حق میں اگر اس کی غرض کے موافق ہو تو اچھی ہوتی ہے مثلاً کسی کا مارا جانا اس کے اقرباء قبیح جانتے ہیں اور اس کے دشمن اچھا سمجھتے ہیں اگر تمہاری غرض قبیح سے یہ ہے کہ امر اللہ تعالیٰ کی غرض کے موافق نہیں تو محال ہے اس لئے کہ اسے کوئی غرض نہیں اسی لئے ان معنوں کے اعتبار سے اس سے قبیح متصور نہیں جیسے کہ ظلم اس سے متصور نہیں یعنی ملک غیر میں اس کا تصریف کرنا ہو ہی نہیں سکتا ہے اسی لئے کہ ظلم بھی اس سے محال ہے اور اگر قبیح سے یہ مراد ہے کہ وہ اور ان کی غرض کے موافق نہ ہو تو اسکو اللہ تعالیٰ پر محال کیوں کہتے ہو یہ تو صرف ایک خیال ہے اس کے خلاف پر وہی صورت شاہد ہے جو ہم نے دوزخیوں کے فرضی مناظرہ کی صورت بیان کی ہے علاوہ ازیں حکیم کے معنی یہ ہے کہ چیزوں کی حقیقتوں سے آگاہ اور ان کے افعال کو اپنے ارادہ کے موافق مضبوط کرنے پر قادر ہو اور اس میں یہ بات نہیں پائی جاتی کہ مناسب تر کی رعایت حکیم پر واجب ہو اور ہم میں مثلاً حکما کہ کسی زیادہ مناسب امر کی رعایت کرتے ہیں وہ صرف اپنے لحاظ سے کرتے ہیں دنیا میں اس کی وجہ سے

تعریف حاصل ہو اور آخرت میں ثواب یا اس کی وجہ سے کوئی گرفت اپنے سے دفع کریں' اور یہ باتیں اللہ تعالیٰ پر محال ہیں اس لئے اصلح کی رعایت کا اس پر واجب ہونا بھی محال ہے۔

اصل : (8) اللہ تعالیٰ کی معرفت اور طاعت اس کی واجب کرنے اور اس کی شریعت کی وجہ سے واجب ہے عقل کی جہت وجہ سے واجب نہیں۔ معتزلہ اس میں بھی خلاف کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر عقل اللہ تعالیٰ کی طاعت کو واجب کرے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو بے فائدہ واجب کرے گی اور یہ محال ہے اس لئے کہ عقل لغو کی موجب نہیں ہوتی یا کسی فائدہ کے لئے واجب کرے گی اور فائدہ یا تو معبود کا ہو گا اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے کہ وہ تمام فوائد و اغراض سے پاک ہے بلکہ کفر اور ایمان اور طاعت اور عصیان اسکے حق میں دونوں برابر ہیں یا بندے کا فائدہ ہوگا اور یہ بھی محال ہے اس لئے کہ بالفعل بندے کی کوئی غرض اس سے متعلق نہیں بلکہ طاعت پر جو محنت کرتا ہے اور اپنے شہوات سے اس سے باعث باز رہتا ہے اس کا انجام بجز ثواب اور عتاب کے اور کچھ نہیں اور یہ کہاں سے معلوم کرلیا کہ اللہ تعالیٰ معرفت اور اطاعت پر ثواب عنایت کرے گا۔ عذاب نہ کرے گا اس کے نزدیک تو اطاعت اور معصیت برابر ہیں کیونکہ اس کو دونوں میں سے کسی طرف میلان نہیں اور نہ اس میں سے کسی کو اس کے ساتھ خصوصیت ہے بلکہ اس کی تمیز شریعت ہی سے معلوم ہوتی ہے اور جس نے اس امر کو مخلوق کے اوپر قیاس کیا کہ مخلوق کی شکرگزاری سے مخلوق خوش اور محفوظ ہوتی ہے اور ناشکری سے ناخوش ہوا کرتی ہے تو اسی طرح خالق کا حال کر طاعت سے اس کو راحت ہوتی ہے اور معصیت سے نہیں ہوتی تو یہ اس کی خطا ہے۔

سوال : جب طاعت اور معرفت کا وجوب بجز شریعت کے اور کسی چیز سے نہ رہا اور شریعت جب تک نہیں حاصل ہوتی مُکلف اس میں نظر نہ کرے تو اگر مُکلف شخص پیغمبر علیہ السلام سے تقریر کرے کہ عقل مجھ پر نظر کو واجب نہیں کرتی اور نہ شریعت بغیر نظر کرنے کے مجھ پر تاثیر کرے اور میں خود نظر پر جرات نہیں کرتا تو چاہئے کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کا جواب نہ دے سکیں؟ (معاذاللہ)

جواب : معترض کا کہنا ایسے ہے جیسے کہ زید عمرو سے کہے اور وہ کسی جگہ میں کھڑا ہو کہ تیرے پیچھے ایک درندہ بلا کو ہے اگر تو یہاں سے ٹلے گا تو وہ تجھے مار ڈالے گا اور اگر تو اپنا منہ پھیر کر دیکھے گا تو میرا سچ تجھے معلوم ہو جائے گا۔ اس کے جواب میں عمرو کہے کہ تیرا سچ جب تک میں مڑ کر نہ دیکھوں مجھے ثابت نہ ہوگا' اور جب تک تیرا سچ نہ ثابت ہو جائے تو مڑنا اور دیکھنا کیا ضروری ہے تو ظاہر ہے کہ اس قول سے عمرو کی حماقت ثابت ہوگی اور یہ خود تیر بلا کا نشانہ ہوگا' زید کا اس میں کیا ضرر ہوگا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تمہارے پیچھے موت ہے اور اس کے اس طرف درندے ہلاک اور دہکتی آگ ہے' اگر تم ان سے اپنی تدبیر بچاؤ کی نہ کرو گے تو تم کو وہ تباہ کریں گے اور میرا سچ تم کو میرے معجزات کے دیکھنے سے معلوم ہو جائے گا جو شخص معجزات کی طرف ملتفت ہو کر اپنا بچاؤ کرے گا --- وہ بچ جائے گا' اور جس نے التفات نہ کیا اور خطاؤں پر مصر رہا' وہ تباہ و برباد ہوگا۔ اگر سارے آدمی

ہلاک ہو جائیں تو اس میں میرا کوئی نقصان نہیں۔ میرا ذمہ تو صرف صاف صاف کہہ دینا ہے کہ شریعت موت کے بعد ہلاک درندوں کے ہونے کو بتاتی ہے اور عقل شریعت کے کلام کو سمجھنے اور جاننے کا فائدہ دیتی ہے اور جو باتیں شرع کے قول کے مطابق آئندہ ہوں گی۔ ان کا امان جانتی ہے اور طبیعت ضرر سے بچے رہنے پر ابھارتی ہے اور واجب ہونے کے معنی یہی ہیں کہ اس کے ترک کرنے سے ضرر ہو اور شریعت کو واجب کرنے والا کہتے ہیں اس سے یہ مراد ہے کہ شریعت اس ضرر کو بتاتی ہے جس کی توقع آئندہ کو ہو کیونکہ عقل تو اس بات کی ہدایت نہیں کرتی کہ شہوت کی پیروی کرنے سے موت کے بعد ضرر کا نشانہ بننا پڑے گا شرع اور عقل اور واجب کے متعلق ان کی تاثیر کا یہی معنی ہے اور اگر بالفرض مامور بہ کے ترک پر عذاب کا خوف نہ ہوتا تو وجوب بھی ثابت نہ ہوتا ----- اس لئے واجب تو اسی کو کہتے ہیں جس کے ترک کرنے سے آخرت میں کوئی ضرر متعلق ہو۔

اصل : (9) انبیائے علیہم السلام کا بھیجنا محال نہیں اس میں فرقہ براہمہ کا خلاف ہے' وہ کہتے ہیں کہ انبیائے علیہم السلام کے بھیجنے میں کوئی فائدہ نہیں' عقل کے ہوتے ان کی کوئی ضرورت نہیں ہم اہل اسلام کہتے ہیں کہ عقل سے وہ امور معلوم نہیں ہوتے جو آخرت میں نجات کے موجب ہوں' جیسے کہ عقل سے وہ دوائیں جو صحت کی مفید ہوں معلوم نہیں ہوتیں تو مخلوق کو انبیاء کی ہی حاجت ہے جسے عوام کو طبیب کی ضرورت ہے' فرق اتنا ہے کہ طبیب کا قول تجربہ سے سچ مانا جاتا ہے اور نبی کا معجزہ ہے۔

اصل : (10) اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبین اور پہلی شریعتوں یعنی یہود و نصاریٰ اور مجوسیوں کی ملتوں کا ناسخ بھیجا اور ظاہر معجزات اور غالب کرامات سے آپ کی تائید فرمائی جیسے چاند کا شق ہونا اور کنکروں کا تسبیح پڑھنا۔ جانوروں کا بولنا اور انگلیوں سے پانی بہنا وغیرہ اور آپکے اعلیٰ معجزات میں سے تمام عرب پر اسی اعلیٰ معجزہ کی وجہ سے آپ کو فوقیت ہوئی وہ اعلیٰ معجزہ قرآن مجید ہے کہ باوجودیکہ اہل عرب فصاحت و بلاغت میں دم بھرتے تھے ان کے مقابلہ پر قادر نہ ہوئے اس لئے کہ جو کچھ عمدگی اور ترتیب کی خوبی اور عبارت کی درستی اس میں ہے انسان کی طاقت نہیں کہ اس کو جمع کرسکے کفار نے ہر طرح کی مزاحمت کی مثلاً مسلمانوں کو گرفتار کرنا اور لوٹ لینا اور اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہید کرنے کا ارادہ کرنا اور وطن سے نکال دینا سب کچھ کیا مگر قرآن مثل نہ لاسکے باوجودیکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امی تھے اور کتابوں کا مطالعہ نہ تھا' علاوہ ازیں کلام مجید میں تمام لوگوں کی خبریں اور بہت سے امور میں غیب کے حالات بیان کردیئے ہیں جو بعینہ اس طرح ہے جیسے آپ نے فرمایا۔ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَ (پ 26 الفتح 27) تم بیشک مسجد حرام میں ضرور داخل ہوگے۔ اگر اللہ چاہے امن و امان سے اپنے بال منڈواتے یا ترشواتے۔ اور فرمایا الم غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون فی بضع سنین اور معجزہ جو رسول کے سچ ہونے پر دلالت کرتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فعل کہ جس سے انسان عاجز ہوں وہ بجز اللہ تعالیٰ کے دوسرے کا فعل نہ ہوگا تو

جب اس طرح کا فعل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صادر ہوگا تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ گویا یا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ رسول سچ کہتا ہے اور اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص بادشاہ کے حضور میں کھڑا ہو اور اس کی رعیت کے سامنے دعوٰی کرتا ہو کہ اس بادشاہ کا ایلچی ہوں تو اگر یہ شخص بادشاہ سے کہے کہ میں اس دعوے میں سچا ہوں تو آپ تین بار خلاف عادت اٹھئے اور بیٹھئے اور بادشاہ اس کے کہنے سے ویسا ہی کرے تو لوگ وہاں موجود ہوں گے انہیں یقین ہو جائے گا کہ بادشاہ نے گویا یہ کہہ دیا کہ ایلچی سچ کہتا ہے۔

رکن : (4)

سماعی امور کا بیان : یعنی جن امور کی حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی ہے انہیں سچ جاننا۔ اس کا دار و مدار دس اصول پر ہے۔

اصل : (1) حشر نشر ہوگا کہ شریعت میں اس کی خبر آچکی ہے اور اس کا سچ جاننا واجب ہے اس لئے کہ اس کا وجود عقل میں ممکن ہے کہ فنا کے بعد دوبارہ موجود ہونا اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں داخل ہے۔ جیسے اس نے پہلے پیدا کیا چنانچہ خود فرماتا ہے۔ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌ قُلْ یُحْیِیْھَا الَّذِیْٓ اَنْشَاَھَآ اَوَّلَ مَرَّۃٍ (پ 23 یٰسین 79) بولا ایسا کرتا ہے کہ ہڈیوں کو زندہ کرے جب بالکل گل جائیں گی تم فرما انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا۔ اس میں ابتداء میں پیدا کرنے سے دوبارہ پیدا کرنے پر استدلال فرمایا اور فرمایا وما خلقکم ولا بعثکم الا کنفس واحدۃ دوبارہ پیدا کرنا دوسری ابتداء ہے پس وہ مثل ابتدائے اول کے ممکن ہے۔

اصل : (2) منکر نکیر کا سوال احادیث سے ثابت ہے تو اس کی تصدیق بھی واجب ہے اس لئے کہ عقل کی رو سے وہ ممکن ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ زندگی دوبارہ کسی ایسی جز میں آجائے اور یہ امر ذات خود ممکن ہے اور اس پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا۔ میت کے اجزاء تو ساکن رہتے ہیں اور ہمیں منکر نکیر کا سوال سنائی نہیں دیتا کیونکہ سوتا آدمی بھی ظاہر میں ساکن ہوتا ہے مگر نیند میں ایسی رنجش اور لذتیں پاتا ہے کہ جاگنے کے بعد ان کا اثر محسوس کرتا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت جبرائیل علیہ السلام کا کلام سنتے اور انہیں دیکھتے تھے لیکن صحابہ کرام سنتے تھے نہ دیکھتے تھے۔ اور نہ ان کے علم میں سے کوئی چیز معلوم کر سکتے تھے۔ الا ماشاء اللہ کہ اس لئے ان لوگوں میں فرشتوں سے کچھ سننا اور انہیں دیکھنا پیدا نہیں کیا گیا تھا اسی لئے انہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نہ دیکھا -----

اصل : (3) عذاب قبر شریعت سے ثابت ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْھَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا وَّیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ (پ 24 المؤمن 46) آگ جس پر صبح و شام پیش کئے جاتے ہیں اور جب دن قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا فرعون والوں کو سخت تر عذاب میں داخل کرو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سلف صالحین سے مشہور چلا آیا ہے کہ وہ عذاب قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے اور قبر کا عذاب ممکن ہے تو اس کی تصدیق

واجب ہے اور میت کے اجزاء کا درندوں کے پیٹ میں اور پرندوں کے پوٹوں میں بٹ جانا عذاب قبر کی تصدیق کا مانع نہیں' اس لئے کہ عذاب کا ورد تو حیوان میں سے خاص اجزاء کو معلوم ہوا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ اجزائیں ادراک پھر دوبارہ پیدا کردے۔

اصل : (4) میزان جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ونصع الموازین القسط لیوم القیامۃ ترجمہ۔ اور ہم قیامت کے لئے عدل کا ترازو رکھیں گے۔ اور دوسری جگہ ارشاد ہے۔ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ (پ 18 المومنون 103 102)

بھاری ہوئیں وہی مراد کو پہنچے اور جنکی تولیں ہلکی پڑیں وہی ہیں جنھوں نے اپنی جانیں گھاٹے میں ڈالیں ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جتنا اعمال کا مرتبہ ہوتا ہے موافق نامہ اعمال میں وزن پیدا کردیتا ہے اس سے بندوں کے وزن کی مقداریں تمام کو معلوم ہو جائیں گی تاکہ ان پر واضح ہو جائے کہ اگر عذاب کرے گا تو عدل ہے اور اگر ثواب دے گا تو عفو اور فضل ہے۔

اصل : (5) پل صراط یعنی دوزخ کی پشت پر بنا ہوا پل ہے کہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ فاھدوھم الی صراط الجحیم وقفوھم انھم مسولون اور اس پل کا ہونا ممکن ہے اس لئے اس کا سچ جاننا بھی واجب ہے اور امکان کی وجہ ہے کہ جو شخص اس بات پر قادر ہے کہ پرند کو ہوا میں اڑا دے وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ آدمی اس پل کے اوپر چلائے۔

اصل : (6) جنت اور دوزخ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ (پ 4 آل عمران 133) ترجمہ۔ اور دوڑو اپنے رب کی بخشش اور ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑائی میں سب آسمان و زمین آجائیں۔ (کنزالایمان)

فائدہ : لفظ اعدت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت مخلوق ہے اس لئے اس کو باعتبار ظاہر الفاظ کے رہنے دینا واجب ہے کیونکہ اس میں کوئی محال نہیں۔

سال : روزجزا سے پہلے ان دونوں کے پیدا کرنے میں کوئی فائدہ نہیں۔

جواب : جو کچھ اللہ تعالیٰ کرتا ہے اس کی باز پرس نہیں۔

۱۔ عقلی گھوڑے دوڑانا ہمارا کام نہیں وہ مالک ہے جسے جس طرح چاہے کرے۔ ہمیں اس کی حکمت معلوم نہیں اس نے کسی حکمت سے اور اب اس کی موجودگی کی حکمتیں خود جانتا ہے۔ عذاب قبر کے معتزلہ منکر تھے۔ اب ہمارے دور میں منکرین حدیث یعنی پرویزی و چکڑالوی معتزلہ کی اتباع میں عذاب قبر کا انکار کرتے ہیں۔ ہمارے اسلاف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ نے جو معتزلہ کو جوابات لکھے اب منکرین

اصل :(7) خلافت کا ماننا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد امام برحق حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں' پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نص قطعی کسی امام پر نہیں فرمائی اس لئے کہ اگر بالفرض ایسا ہوتا تو اولیٰ یہ تھا کہ ظاہر تر ہوتا جو کوئی عالم یا امیر اپنے شہروں میں مقرر فرمایا ہو اور یہ کسی سے نہیں بلکہ یہ تو زیادہ ظاہر ہونا چاہئے تھا ایسا اہم مسئلہ کیسے چھپا رہا اور اگر ظاہر ہوگیا تو پھر کیسے مٹ گیا کہ ہم تک اس کا حال نہ پہنچا۔ خلاصہ یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کے پسند کرنے اور رغبت کی وجہ سے امام ہوئے۔

سوال : اگر خلافت کے لئے صریح نص نہیں تھی توتمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے برا کیا۔ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف کیا۔

جواب : یہ اعتراض اجماع کے انکار کا اظہار ہے اور اجماع کا انکار رافضیوں کے سوا اور کسی سے اس پر جرات نہیں ہوئی۔ اہل سنت کا اعتقاد ہے کہ تمام صحابہ کو بہتر و برتر کہا جائے۔ اور جس طرح کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی تعریف کی اسی طرح ان کی تعریف کرائے اور جو نزاع حضرت امیرمعاویہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں ہوا اس کی بنا اجتہاد پر تھی' یہ نہیں کرامت کے بارے میں حضرت معاویہ کی طرف سے انکار ہوا ہو بلکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گمان کیا کہ حضرت عثمان غنی کے قاتلوں کو سپرد کر دینے کا انجام یہ ہوگا کہ امامت کا معاملہ ابھی درہم برہم ہو جائے گا' ان کے قبائل بہت ہیں اور لشکر میں ملے جلے ہیں اس لئے انہیں امیرمعاویہ کے سپرد کرنے میں تاخیر کو اچھا جانا اور حضرت معاویہ نے یہ سمجھا کہ باوجود اتنے بڑے قصور کے ان کے بارے میں تاخیر کی یہ خلفاء ثلاثہ کے خلاف برانگیختہ کرنا اور کشت و خون ناحق کے درپے ہونا ہے اور بڑے بڑے علماء کا قول ہے کہ ہر مجتہد مصیب ہے اور بعض کہتے ہیں صواب کو پہنچنے والا ایک ہی ہوتا ہے اور یہ کسی اہل علم کی تجویز نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا ہو کہ وہ خطا پر تھے۔

اصل :(8) خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کی فضیلت ترتیب خلافت پر ہے' اس لئے کہ فضیلت فی الواقع وہ ہے' جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہو اور یہ بجز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور کوئی اس پر مطلع نہیں ہوتا اور ان سب

حدیث کو بھی ہمارے وہی جوابات کافی ہیں ان میں سے ایک آیت یہی ہے جو مذکور ہوئی۔ طریقہ استدلال ہیں انہیں دنیا میں تو یہ عذاب کہ وہ فرعون کے ساتھ غرق ہو گئے اور آخرت میں دوزخ میں جلائے جاتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا فرعونیوں کی روحیں سیاہ پرندوں کے قالب میں ہر روز دو مرتبہ صبح و شام آگ پر پیش کی جاتی ہیں اور ان سے کہا جاتا ہے یہ آگ تمہارا مقام ہے اور قیامت تک ان کے ساتھ یہی معمول رہے گا۔ مسئلہ اس آیت سے عذاب قبر کے ثبوت پر استدلال کیا جاتا ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ ہر مرنے والے پر اس کا مقام صبح و شام پیش کیا جاتا ہے جنتی پر جنت کا اور دوزخی پر دوزخ کا اور اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانا ہے تاآنکہ روز قیامت اللہ تعالیٰ تجھ کو اس کی طرف اٹھائے (اولیی غفرلہ)

کی تعریف میں آیات اور احادیث بکثرت وارد ہیں اور فضیلت کے دقائق اور اس کی ترتیب کو وہی جانتے ہیں جو وحی اور قرآن مجید کے نزول کو دیکھتے اور قرآن کے حال سے فضیلت کے دقائق معلوم کرتے تھے اگر وہ لوگ بر فضیلت کو اس ترتیب کے ساتھ نہ سمجھے ہوتے تو خلافت کو اس طرح ترتیب نہ دیتے اس لئے کہ وہ حضرات ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق وہ نہ ملامت گروں کے طعن سے ڈرتے تھے اور نہ ان کو امر حق سے کوئی مانع روک سکتا تھا۔

اصل :(9) امامت کی شرطیں اسلام اور بلوغ اور عقل اور آزادی کے بعد پانچ ہیں' (1) مرد ہونا (2) ورع (3) علم (4) کفایت (5) قریشی ہونا۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا الائمۃ من قریش ترجمہ۔ امام قریش میں سے ہوتے ہیں۔ اور جب بہت سے لوگ ایسے ہوں جن میں یہ پانچوں صفات موجود ہوں تو امام وہ ہوگا جس کے لئے اکثر کی بیعت ہو جائے اور جو اکثر لوگوں کا خلاف کرے وہ باغی ہے اس کو حق کے انقیاد کی طرف لوٹانا واجب ہے۔

اصل :(10) جو شخص امامت کا کفیل ہو اگر اس میں ورع اور علم کا وجود دشوار ہو اور اس کے معزول کر دینے سے ایسا فتنہ برپا ہوتا ہو' جس کی تاب لوگوں کو نہ ہو تو ہم یہی کہیں گے کہ اس کی امامت درست ہے اس لئے کہ معزول کر دیا جائے تو دو حال سے خالی نہیں یا دوسرا اس کی جگہ پر ہو یا بالکل امامت خالی رہے اگر پہلی صورت ہوگی' یعنی اس کی جگہ دوسرا مقرر کیا جائے گا تب تو جتنا ضرر مسلمانوں کو فتنہ برپا ہونے سے ہوگا وہ اس نقصان کی بہ نسبت زیادہ ہوگی جو امام مذکور میں شرط امامت کے ناقص ہونے کی وجہ سے ہوگا کیونکہ شروط مذکورہ صرف زیادتی مصلحت کے لئے ٹھہرائی گئی ہیں تو زیادتی مصلحت کے نہ ہونے کے خوف سے اصل مصلحت کو دور کرنا اچھا نہیں جیسے کوئی ایک محل بنانے کے لئے شہر گرا دے اگر دوسری صورت ہو یعنی ملک امام سے خالی رہے تو تمام حالات بگڑ جائیں گے یہ کسی طرح نہیں ہو سکتا اس لئے لازماً پہلے صورت قائم رہے گی' علاوہ ازیں ہم حکم دیتے ہیں کہ باغیوں کا حکم ان کے شہروں میں درست ہے اس نظر سے کہ ان کو حاجت ہوتی ہے' تو حاجت اور ضرورت کے ہوتے ہوئے امامت کیسے درست نہ ہوگی یہ چاروں رکن جو چالیس اصول پر مشتمل ہیں یہ عقائد کے قواعد ہیں جو کوئی ان کا معتقد ہوگا وہ اہل سنت و جماعت کے موافق اور اہل بدعت سے علیحدہ ہوگا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ اپنی توفیق سے ہمیں راستی پر رکھے اور اپنے جود و احسان و فضل سے راہ حق سے ہمیں نوازے۔ (وصلی اللہ علیٰ سیدنا و مولانا محمد و آلہ وصحابہ و بارک وسلم)

ایمان اور اسلام کا بیان

ان دونوں میں جو اتصال اور جدائی ہے جو کمی بیشی ان دونوں پر طاری ہوا کرتی ہے' اور سلف صالحین جو ان شاء اللہ ان دونوں کے بارے میں کہتے تھے ان کی پیروی میں ہم یہاں عرض کریں گے لہٰذا یاد رہے کہ ایمان و اسلام کے متعلق کہتے تھے تین مسئلے ہیں (ا) علماء کا اختلاف ہے کہ اسلام ایمان ہے یا کوئی دوسری چیز ہے اگر دوسری چیز ہے تو اس سے جدا پایا جاتا ہے یا اسی کے ساتھ متعلق اور لازم رہتا ہے بعض تو کہتے ہیں کہ دونوں ایک ہی ہیں اور بعض کا قول ہے کہ دو چیزیں ہیں اور ایک دوسری سے جدا جدا ہیں بعض کہتے ہیں کہ دو ہیں مگر ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ حضرت ابوطالب مکی نے اس بارے میں ایک بہت بڑی تقریر لکھی ہے ہم حق صریح کو بیان کرتے ہیں اور ایسی تقریر نقل نہیں کریں گے جس میں کوئی فائدہ نہ ہو۔

فائدہ : واضح ہو کہ اسلام و ایمان کے متعلق تین بحثیں۔ (ا) لغت میں دونوں لفظوں کے معنی کیا ہیں۔ (2) شریعت میں ان دونوں سے کیا مراد ہے۔ (3) ان دونوں کا حکم دنیا و آخرت میں کیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ بحث اول لغوی ہے اور دوسری تفسیری اور تیسری فقہی شرعی۔

بحث : معنی لغوی اس میں حق یہ ہے کہ ایمان تصدیق کو کہتے ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَآ اَنۡتَ بِمُؤۡمِنٍ لَّنَا (پ 13 یُوسُف 17) اور آپ کسی طرح ہمارا یقین نہ کریں گے۔ (ترجمۂ کنزالایمان)

فائدہ : مومان سے مراد مصدق یعنی تصدق کرنے والا اور اسلام کا معنی ہے فرمان ماننا اور سرکشی اور انکار اور عناد کو چھوڑنا' اور تصدیق کا ایک محل خاص ہے' یعنی وہ دل سے ہوتی ہے' اور زبان اس کی ترجمان (بیان کرنے والی) ہے اور ماننا عام ہے دل اور زبان اور اعضاء سب سے ہوتا ہے۔ کیونکہ جو تصدیق دل سے ہے وہ تسلیم اور ترک انکار ہے اسی طرح زبان سے اقرار کرنا اورطاعت اور انقیاد اعضاء سے کرنا ہے۔ خلاصہ یہ کہ لغت کے اعتبار سے اسلام عام ہے اور ایمان خاص اسلام کے اجزا میں سے اشرف کام ایمان ہے' اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک تصدیق تسلیم ہے لیکن ہر تسلیم تصدیق نہیں۔

بحث (2) : حق یہ ہے کہ شریعت میں ان کا استعمال تینوں طور پر آیا ہے یعنی دونوں کے معنی ہوں یا جدا جدا ہوں ایک کے معنوں میں دوسرے کے معنی داخل ہوں دونوں کے ہم معنی ہونے کی مثال قرآن میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فاخرجنا من کان فیھا من المومنین فما وجدنا فیھا غیر بیت من المسلمین ترجمہ۔ پھر بچا نکالا ہم نے جو وہاں ہم نے اہل ایمان پایا سوائے ایک گھر کے جو مسلمان کا تھا۔

فائدہ : بالاتفاق ثابت ہے کہ وہ ایک گھر تھا اس میں مومنین اور مسلمین تھے۔ اور ارشاد فرمایا یٰقَوۡمِ اِنۡ كُنۡتُمۡ اٰمَنۡتُمۡ بِاللّٰهِ فَعَلَيۡهِ تَوَكَّلُوۡۤا اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّسۡلِمِيۡنَ (پ 11 یونس 84) ترجمۂ کنزالایمان اے میری قوم اگر تم اللہ پر ایمان لائے تو اس پر بھروسہ کرو اگر تم اسلام رکھتے ہو ۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ [illegible]

بنا پانچ باتوں پر ہے۔ آپ کے ایمان کا پوچھا گیا تو اس کے جواب میں بھی یہی پانچوں رکن ارشاد فرمائے۔

فائدہ : معلوم ہوا کہ ایمان اور اسلام ایک ہی ہیں' اور دونوں کے جدا جدا ہونے کی یہ بھی قرآن مجید ہے قالت الاعراب اٰمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا (الحجرات ۱۴) گنوار بولے ہم ایمان لے آئے تم فرماؤ کہ تم ایمان تو نہیں لائے لیکن یوں کہو۔ کہ ہم نے ظاہری فرمانبرداری۔ اس آیت میں مراد فقط دل کی تصدیق ہے اور اسلام سے صرف زبانی یا اعضاء کی ظاہری فرمانبرداری مراد ہو۔

حدیث جبرائیل علیہ السلام : جب جبریل علیہ السلام نے حضور علیہ السلام سے ایمان کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ایمان لانا اللہ پر اور اس کے فرشوں اور کتابوں اور رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور مرنے کے بعد اٹھنے پر اور حساب پر خیروشر کو اسی کی طرف جاننے پر پھر پوچھا کہ اسلام کیا ہے تو جواب میں یہی پانچ خصلتیں ذکر فرمائیں' یعنی قول اور عمل سے تسلیم کرنے کو اسلام کہتے ہیں۔

حدیث : سعد بن ابی وقاص۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کو کچھ عطا فرمایا اور دوسرے کو کچھ نہ دیا تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ نے اس شخص کو چھوڑ دیا حالانکہ وہ مومن ہے یا مسلم دوبارہ وہی عرض کیا آپ نے دوبارہ وہی جواب دیا۔

فائدہ : معنی دوسرے میں داخل ہونے کی مثال یہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ اعمال میں سے کون سا عمل افضل ہے۔ آپ نے فرمایا اسلام' پھر سائل نے عرض کیا کہ اسلام کونسا افضل ہے آپ نے فرمایا کہ ایمان۔

فائدہ : اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں مختلف بھی ہیں اور ایک دوسرے میں داخل بھی اور یہ لغت کی رو سے استعمالات میں سب سے اچھا امر ہے اس لئے کہ ایمان اعمال میں سے ایک عمل ہے جو تمام اعمال سے افضل ہے اور اسلام تسلیم کا نام ہے خواہ دل میں یا زبان سے یا اعضاء سے اور ان سب میں بہتر وہ تسلیم ہے جو دل سے ہو اور دل کی تسلیم وہی تصدیق ہے جس کو ایمان کہتے ہیں اور ان دونوں کا استعمال جداگانہ طور خواہ تداخل یا ترادف کے طور پر مجاز فی اللغتہ کے طریق سے خارج نہیں مثلاً جداگانہ طور پر اس طرح ہو کہ ایمان کو فقط دل کی تصدیق کا نام کہیں تو یہ لغت کے موافق ہوگا اور اسلام کو تسلیم ظاہری ٹھہرائیں یہ بھی لغت کے موافق ہوگا اس لئے کہ تسلیم اگر تسلم کی بعض مقامات سے بھی ہوگئی تو اس کو بھی تسلیم ہی کہیں گے یہ تو شرط نہیں کہ جہاں جہاں معنی کلیا یا جانا ممکن ہو لفظ سے وہ تمام حاصل ہی ہو جیسے مثلاً اگر کوئی شخص دوسرے کو اپنے بدن کے کسی ٹکڑے سے چھوئے تو چھونے والا ہی کہلائے گا۔ گو تمام بدن چھونے میں شامل نہیں' اسی طرح لفظ اسلام کو صرف ظاہر کی تسلیم پر بولنا جس وقت کہ باطن کی تسلیم نہ ہو' لغت کے مطابق ہے اور اسی بنا پر اللہ تعالیٰ کا قول ہے قالت الاعراب امنا قل لم تومنوا

ولکن قولوا اسلمنا۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں کہ یا مسلم ہے اس لئے کہ آپ نے مومن کو مسلم پر ترجیح دی' اور ہماری غرض دونوں کے معنوں کے جدا ہونے سے یہی ہے کہ ایک دوسرے سے بڑھ کر ہو' اور تداخل کے طور پر بھی لغت کے موافق ہوگا' یعنی اسلام کو یہ ٹھہرالیں کہ دل اور قول اور عمل سب سے تصدیق کا نام ہے اور ایمان کو کہیں کہ بعض تصدیق کا نام ہے جو اسلام میں داخل ہے یعنی صرف دل کی تصدیق اور ہماری غرض تداخل سے یہی ہے اور ایمان کو خاص کردنیا اور اسلام کو عام کر دینا لغت کے موافق ہے اور اسی کے مطابق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب سائل نے عرض کیا کہ کونسا اسلام افضل ہے تو آپ نے فرمایا ایمان یعنی آپ نے ایمان کو خاص کرکے اسلام میں داخل کر دیا اور ان کے ایک معنی میں استعمال کی مثال یہ ہے کہ صورت میں اسلام معنی تسلیم کے لئے جائیں جو دل اور ظاہر دونوں سے ہو کیونکہ تسلیم بہرحال ہوگی اور ایمان کے معنی بھی یہی کردیئے جائیں' اس صورت میں صرف اتنا تصرف ہوگا کہ ایمان میں جو خصوصیت دل سے تسلیم کی تھی اس کو عام کر دیا جائے گا۔ اور ظاہر کی تسلیم کو بھی اس میں داخل کیا جائے گا اور یہ تصرف درست ہے اس لئے کہ ظاہر کی تسلیم قول اور عمل سے باطن کی تصدیق کا ثمرہ اور نتیجہ ہو جاتی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ درخت بولتے ہیں لیکن اس سے درخت مع پھل مراد ہوتا ہے تو اتنے تصرف سے ایمان اسلام کا ہم معنی اور اس کے مطابق ہو جائے گا اس سے زیادہ ہوگا نہ کم اسی بنا پر یہ ارشاد خداوندی ہے فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٣٦﴾ (الذاریات) پ ۲۷

بحث (3) : حکم شرعی۔ اسلام اور ایمان کے دو حکم ہیں' دنیوی' اخروی' حکم اخروی یہ ہے کہ آتش دوزخ سے نکالنا اور اس میں ہمیشہ رہنے کا مانع ہونا' کیونکہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یخرج من النار من کان فی قلب مثقال ذرۃ من الایمان

ترجمہ۔ جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہوگا وہ دوزخ سے نکلے گا۔

فائدہ : اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ حکم کس حکم پر مرتب ہوتا ہے یعنی وہ ایمان کون سا ہے جس کا نتیجہ آتش دوزخ سے نکلنا ہے۔ بعض کا قول تو یہ ہے کہ صرف یقین کرنے کا نام ایمان ہے' اور بعض کہتے ہیں کہ دل سے یقین کرنا اور زبان سے اقرار کرنا ہے اور بعض تیسری بات اور بڑھاتے ہیں یعنی اعضاء سے عمل کرنا۔ (فیصلہ امام غزالی قدس سرہ ہم اسباب میں اصل مقصد کو واضح کرتے ہیں کہ فی الواقع ایمان ان تینوں امور کا جامع ہوگا۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ بے شک اس کا ٹھکانا جنت ہے۔

یہ درجہ اول ہے درجہ دوم۔ دو یا تین پائی جائیں اور کچھ تیسری بھی ہو' یعنی یقین کرنا اور زبان سے کہنا اور کچھ عمل پائے جائیں مگر اس شخص نے ایک یا زیادہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب بھی کیا' تو اس صورت میں معتزلہ کہتے ہیں کہ وہ شخص ایمان سے خارج ہوا مگر کفر میں داخل نہیں ہوا بلکہ اس کا نام فاسق ہے وہ ایک درجہ ہے' ایمان اور کفر کے

درمیان معتزلہ کے نزدیک ایسا شخص دوزخ میں ہمیشہ رہے گا۔ اہلسنت کے نزدیک یہ قول باطل ہے چنانچہ ہم عنقریب اس کا بیان کریں گے۔

درجہ 3 : دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار پایا جائے۔ اور اعضاء سے اعمال نہ ہوں ایسے شخص کے حکم میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ حضرت ابوطالب مکی کا قول یہ ہے کہ ایمان بغیر عمل کے قائل نہیں ہوتا اور اس پر اجماع ہے ایسے دلائل کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ یہ قول ان کے مطلب کے خلاف علوم ہوتا ہے۔ مثلاً دلیل میں آیت نقل کی ہے الذین امنوا وعملوا الصلحت وہ لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمل ایمان کے سوا اور چیز ہے' ایمان میں داخل نہیں ورنہ عمل حکم معاد میں ہوگا۔ حضرت ابوطالب مکی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ تعجب یہ ہے کہ اس قول پر اجماع کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس کے باوجود پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ کسی شخص کو کافر نہ کہا جائے مگر اس صورت میں کہ جس چیز کا اقرار کر چکا ہے اس کا منکر ہو اور معتزلہ جو کبیرہ گناہوں کے سبب دوزخ میں ہمیشہ رہنے کے قائل ہیں ان کے قول کا آپ انکار کرتے ہیں حالانکہ جوان کے قول کا قائل ہے وہ بعینہٖ معتزلہ کے مذہب کا قائل ہوگا کیونکہ ہم اس سے یہ کہیں گے کہ جو شخص اپنے دل سے تصدیق کرے اور زبان سے گواہی دے اور اس وقت مرجائے تو وہ جنت میں جائے گا یا نہیں اس کے جواب میں وہ یہی کہے گا کہ ہاں جنت میں جائے گا تو اس صورت میں ایمان بغیر عمل کے ماننا پڑے گا اب ہم کچھ آگے بڑھ کر پوچھیں کہ وہی شخص اگر بالفرض اتنا زندہ رہے کہ اس پر ایک نماز کا وقت آجائے اور وہ اسے ترک کرکے مرجائے یا زنا کرے اور مرجائے تو وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا یا نہیں اگر وہ جواب دے کہ وہ دوزخ میں رہے گا تب تو معتزلہ کا مذہب مان لیا اگر کہے کہ نہیں تو اس بات کی تصریح ہے کہ عمل جزو ایمان نہیں اور نہ ایمان کے وجود میں عمل شرط ہے اور نہ اس کی وجہ سے جنت کا استحقاق ہے اگر یہ کہے کہ بہت مدت تک جیئے اور نماز نہ پڑھے اور نہ اور کوئی عمل شرعی بجا لائے تو ہم کہیں گے کہ مدت کو معین کرو' اور طاعت کا شمار بتاؤ جن کے چھوڑنے سے ایمان جاتا رہتا ہے اور کبائر کی گنتی کیا ہے جن کے ارتکاب سے ایمان باطل ہوتا ہے اور یہ ایسا ہے کہ اس کی مقدار معین نہیں ہوسکتی ورنہ کبھی کوئی اس طرف گیا ہے۔

درجہ 4 : دل کی تصدیق پائی جائے اور ہنوز نوبت زبان سے اقرار اور عمل میں مصروف ہونے کی نہ پہنچی ہو کہ مر جائے تو اس کا وہ جواب یہ کہے گا کہ اپنے اور خدا تعالیٰ کے نزدیک ایمان سے مراد اس مسئلہ میں اختلاف ہے جو شخص کہ ایمان مکمل ہونے میں قول زبانی کی شرط کرتا ہے اس کا یہ کہنا ہوگا کہ یہ شخص ایمان سے پہلے مرا' اور یہ قول فاسد ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ آخر میں دوزخ سے وہ شخص نکلے گا جسکے دل میں ذرہ بھر ایمان ہوگا اور اس کا دل تو ایمان سے بھرپور تھا یہ کیسے ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کی حدیث میں ایمان کی شرط بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتوں اور کتابوں اور روز

آخرت کی تصدیق کرلے جیسے پہلے بیان ہوا۔

درجہ 5 : دل سے تصدیق کرے عمر میں اتنی مہلت بھی ملے کہ شہادت کے دونوں کلمے کہہ لے اور ان کا واجب ہونا معلوم کر لے مگر ان کو زبان سے ادا نہ کرے تو یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ اسکا ادا نہ کرنا ایسا ہے جیسے نماز نہ پڑھنا اس لیے ہم کہیں گے کہ وہ شخص مومن ہے اور ہمیشہ دوزخ میں نہ رہے گا اس لئے کہ ایمان صرف دل کی تصدیق کا نام ہے اور زبان اس اعتقاد قلبی کا ترجمان ہے تو ضروری ہے کہ زبان کے ادا کرنے سے پہلے بھی ایمان کامل موجود ہوتا کہ اس کو زبان سے ادا کرے اور یہی ظاہر تر ہے اس لئے کہ بجز معانی کی پیروی کے اور کوئی سند نہیں' اور لغت کی رو سے ایمان دل کی تصدیق کو کہتے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دوزخ سے وہ شخص نکل جائے گا جس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہوگا اور اگر آدمی واجب امر کے بولنے سے سکوت کرے تو دل میں سے ایمان نہیں جائے گا جیسے فعل واجب کے نہ کرنے سے نیست نہیں ہوتا بعض کہتے ہیں کہ زبان سے کہنا بھی ایمان کا جزو اس لئے کہ شہادت دونوں کلمے دل کے حال سے خبر نہیں دیتے بلکہ وہ دوسرے معاملہ کی انشاء اور ابتداء اور التزام ہیں اول قول ظاہر تر ہے۔

فائدہ : اس قول میں فرقہ مرجیہ نے یہاں تک مبالغہ کیا ہے کہ یہ شخص کبھی آگ میں نہ جائے گا ان کا عقیدہ ہے کہ مومن اگرچہ نافرمانی کرے مگر دوزخ میں نہ جائے گا ہم اہلسنت ان کے قول کو بھی باطل کہتے ہیں۔

درجہ 6 : زبان سے کہے لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ مگر دل میں اس کی تصدیق نہ کرے تو اس میں شک نہیں کہ ایسا شخص آخرت کے حکم میں کافروں میں سے ہوگا اور ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور اس میں بھی شک نہیں کہ دنیا کے احکام میں جو متعلق بائمہ و حکام ہیں وہ مسلمانوں سے ہوگا اس لئے کہ اس کے دل پر تو خبر ہو نہیں سکتی ہم پر بھی لازم ہے کہ جو کچھ اس نے زبان سے کہا ہے اسے یہ خیال کریں کہ یہ قول اس کے قلبی حال کے مطابق ہے لیکن ایک تیسرے امر میں ہمیں شک ہے کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کے معاملہ میں حکم دنیوی اس پر کیا ہونا چاہئے مثلاً اسی حال میں اگر کوئی اس کا رشتہ دار مسلمان مرجائے اور اس کے بعد وہ اس سے ایمان کی تصدیق کرے پھر فتویٰ پوچھے کہ جب میرا رشتہ دار مرا تھا ایمان یعنی دل تصدیق نہ تھی مگر ظاہر ہے اسلام کیوجہ سے اس کی میراث مجھے مل گئی اور اب وہ میرے پاس ہے تو وہ اس معاملہ میں جو مجھ میں اور اللہ تعالیٰ میں ہے مجھ پر حلال ہے یا نہیں یا اسی پہلی حالت میں کسی مسلمان عورت سے اس نے نکاح کرلیا تھا اور پھر دل سے تصدیق کی تو اب اس پر نکاح کا دورہ کرنا لازم ہے یا نہیں' یہ حکم محل تردد ہے اس میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کہا جائے کہ دنیا کے احکام زبانی قول سے ظاہر اور باطن دونوں میں وابستہ ہیں اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ قول زبانی سے غیر شخص کے حق میں وابستہ ہیں اس لئے کہ اس کا باطن غیر پر ظاہر نہیں اور خود اس کو تو اپنے باطن کا حال ظاہر ہے کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ درمیان کیا معاملہ ہے اور ظاہر تر یہی ہے کہ اس کو وہ میراث ناجائز ہو اور نکاح کا پھر سے کرنا لازم آئے۔ (واللہ اجل علما ورسولہ)

الاعلیٰ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

محرم راز رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم غیب: حضرت حذیفہ اگر منافقین میں سے کوئی مرتا تھا تو اس کے نماز جنازہ پر حاضر نہ ہوتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس کی رعایت کرتے تھے کہ جس نماز جنازہ پر وہ نہ جاتے تھے آپ بھی تشریف نہ لے جاتے۔

فائدہ: نماز دنیا میں ایک فعل ظاہر ہے اگرچہ عبادات میں سے ہے۔ اور حرام سے بچنا بھی ان امور میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے واجب ہیں جیسے نماز کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے طلب الحلال فریضتہ بعدالفریضتہ (ترجمہ) طلب حلال فرض ہے فرض کے بعد۔ یہ تقریر اس قول کے خلاف نہیں کہ وراثت اسلام کا حکم ہے اور یہ بھی تسلیم ہے بلکہ ظاہر اور باطن دونوں کو شامل ہوتی ہے۔ فقہی اور ظنی ہیں اور ظاہر اور عام الفاظ اور قیاسات پر مبنی ہیں، تو جو شخص علوم میں قاصر ہو وہ یہ نہ سمجھے کہ اس امر میں یقین ضروری ہے اور عادت یہ ہوگئی ہے کہ ایسی چیز کو فن کلام میں ذکر کرتے ہیں جس میں حکم قطعی مطلوب ہوتا ہے تو جو شخص علوم میں عادتوں اور رسموں کی طرف نظر کرتا ہے اسے فلاح نہیں ہوگی۔

سوال: معتزلہ اور مرجیہ کو شب میں پڑنے کی کیا وجہ ہے۔ اور ان کے قول کے باطل ہونے کی کیا دلیل ہے۔

جواب: وجہ ان کے شبہوں کی عام آیات (قرآن مجید) ہیں، چنانچہ مرجیہ کہتے ہیں کہ مومن آگ میں نہ جائے گا۔ اگرچہ ہر طرح کے گناہ کرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا (الجن ۱۳) ترجمہ۔ تو جو اپنے رب پر ایمان لائے تو وہ نہ کھانے سے خائف ہو نہ زبردستی سے۔ اور فرمایا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ (الحدید ۱۹ پ ۲۷) ترجمہ۔ اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے وہی ہیں کامل سچے۔ اور فرمایا كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا (پ 29، الملک 9) ترجمہ۔ جب کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا اسکے داروغہ ان سے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا تھا کہیں گے کیوں نہیں ہمیں ڈر سنانے والے آئے۔ (کنزالایمان)

اس آیت میں لفظ القی فیھا کا عام ہے تو چاہئے کہ جو دوزخ میں ڈالا جائے۔ وہ تکذیب کرنے والا ہو اور فرمایا لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى۔(پ 30، الیل 15) نہ جائے گا اس میں مگر بڑا بدبخت جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔ (کنزالایمان)

فائدہ: اس آیت میں حصر اور اثبات اور نفی تینوں موجود ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بجز اشقیا اور مکذبین کے اور کوئی آگ میں نہ جائے گا اور فرمایا مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ (پ 20 النمل 89) جو نیکی لائے اس کے لئے اس سے بہتر صلہ ہے اور اس کو اس دن کی گھبراہٹ سے امان ہے۔ (کنزالایمان) تمام

حسنات کی جڑ ایمان ہے تو ایمان والے کو خوف کیسے ہوگا اور فرمایا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ اور اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ اور فرمایا انا لا یضیع اجر من احسن عملا ترجمہ۔ ہم نیک عمل والے کی نیکی ضائع نہیں کرتے۔ (کنزالایمان)

ردمرجئہ فرقہ : ان آیات سے ان کا مطلب حاصل نہیں ہوتا اس لئے کہ ان آیات میں جہاں ایمان کا ذکر ہے اس سے ایمان مع عمل مراد ہے' چنانچہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ لفظ ایمان سے کبھی اسلام بھی مراد لیا کرتے ہیں' یعنی دل اور قول اور عمل کی موافقت اور ایمان میں ہم یہ تاویل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دوزخ سے نکالا جائے گا وہ شخص جس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہوگا) سے بھی ایمان والے کا دوزخ میں جانا ثابت ہے کیونکہ اگر دوزخ میں نہ جائے گا تو باہر کیسے نکلے گا۔

دلائل مذہب حق اہلسنّت : ہمارا استدلال قرآن سے ہے۔ (1) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ (پ 5 النساء 116) اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔ (کنزالایمان) اس میں جو مغفرت کو اپنی مشیت سے مستثنیٰ فرماتا ہے تو اس سے مجرموں کا کوئی قسم ہونا صاف ظاہر ہے۔

(2) وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَہَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا ۔ (ترجمہ)۔ اور جو اللہ اور رسول کا فرمان نہ مانے اس کے لئے نار جہنم ہے۔ اس میں وہ ہمیشہ ٹھہرا رہے۔ (کنزالایمان)

ازالہ وہم : جو لوگ اس آیت میں کفر کو خصوصیت کا کہتے ہیں کہ یہ کافروں کا حال ہے تو یہ ان کی زبردستی ہے آیت اس کا کوئی قرینہ نہیں۔

(3) اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ فِیْ عَذَابٍ مُّقِیْمٍ۔ خبردار ظالم ہمیشہ کے عذاب میں ہوں گے۔ (کنزالایمان)

(4) وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَۃِ فَکُبَّتْ وُجُوْہُہُمْ فِی النَّارِ۔ جو برائی لائے ان کے منہ روندے گئے آگ میں۔ (کنزالایمان)

فائدہ : وہ عام آیات جو مرجئہ نے نقل کی ہیں ان کے مقابلے میں یہ آیات عام عذاب مجرموں کے عذاب پر دلالت کرتی ہیں اور تخصیص اور تاویل کرنے کے لئے دونوں جانبوں کو ضرورت ہے اس لئے کہ اخبار میں صاف مذکور ہے کہ عاصیوں کو عذاب ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَاِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُہَا (پ 16 مریم 71) ترجمہ۔ اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو۔ (کنزالایمان) گویا صریح ہے کہ آگ میں سب کو جانا ضروری ہے کیونکہ کوئی مومن گناہ کے ارتکاب سے خالی نہیں۔

ازالہ وہم : لَا یَصْلٰہَآ اِلَّا الْاَشْقَی الَّذِیْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی (پ 30 الیل 15-16) سے مراد ایک خاص جماعت ہے یا لفظ اشقیٰ سے بھی کوئی معین مراد لیا گیا ہے اور کُلَّمَآ اُلْقِیَ فِیْہَا فَوْجٌ سَاَلَہُمْ خَزَنَتُہَآ (پ 29 الملک 8) ترجمہ۔ اوپر گزرا ہے۔ میں فوج سے کافروں کی فوج

مراد ہے اور عام آیتوں کا خاص کرنا کچھ وقت کی بات نہیں بلکہ عام قاعدہ ہے اسی آیت کی وجہ سے (ایسے ہی طرح کی دوسری) ابوالحسن اشعری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور بعض اہل کلام عام الفاظ کا انکار ہی کر بیٹھے اور کہنے لگے کہ اس طرح کے الفاظ میں توقف کرنا چاہئے جبتک کہ کوئی قرینہ ظاہر نہ ہو کہ جس سے اسکا معنی واضح ہو۔

دلائل معتزلہ : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى (پ 16 طٰہٰ 82) ترجمہ۔ اور بیشک میں بہت بخشنے والا ہوں اسے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا پھر ہدایت پر رہا (کنزالایمان) اور فرمایا وَالْعَصْرِ ① اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ② اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (پ 30 العصر 1-2) ترجمہ۔ (کنزالایمان) اس زمانہ محبوب کی قسم بیشک آدمی ضرور نقصان میں ہے مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اسی طرح وہ آیات جو اس قسم کی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان میں عمل صالح کو ایمان کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ اور فرمایا وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا (پ 16 مریم 71) ترجمہ۔ اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو تمہارے رب کے ذمہ پر یہ بات ضرور ٹھہری ہوئی ہے۔ (کنزالایمان) ان آیات سے معتزلہ حجت پکڑتے ہیں۔

رد معتزلہ از امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ : آیات مذکور مخصوص عنہ البعض ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ویغفر مادون ذلک لمن یشاء اس کا ترجمہ اوپر مذکور ہوا۔ اس آیت کا تقاضا ہے۔ کہ شرک کے سوا اور گناہوں میں اس کی مشیت باقی رہی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانا کہ دوزخ سے نکلے گا وہ شخص جس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہو' اللہ تعالیٰ کا ارشاد اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا (پ 15 الکہف 30) اس کا ترجمہ گزرا ہے۔ اور فرمایا ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین ترجمہ اوپر مذکور ہوا۔ اسی پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک معصیت کی وجہ سے اصل ایمان اور تمام طاعات کا ثواب ضائع نہیں فرمائے گا اور یہ جو فرمایا ہے ومن یقتل مومنا متعمدا اس سے مراد یہ ہے کہ مقتول کو جان بوجھ کر ایمان ہی کی وجہ سے قتل کر ڈالے اور اس آیت کے نزول کا سبب بھی ایسے ہی تھا۔ *

سوال : آپ کی تقریر سے معلوم ہوا کہ مذہب مختار یہ ہے کہ ایمان بغیر عمل کے بھی ہوتا ہے' حالانکہ اکابرین صالحین کا قول یوں مشہور ہے کہ ایمان دل کی تصدیق اور قول زبانی اور عمل کا نام ہے تو اس قول سلف صالحین کا کیا مطلب ہے؟

جواب : عمل کو ایمان میں شمار کرنا کچھ بعید نہیں کیونکہ عمل ایمان کی تکمیل کرنے والا ہے' جیسے ہم کہتے ہیں کہ سر اور دونوں ہاتھ مل کر انسان ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اگر سر نہ ہو تو انسان بھی نہیں رہتا لیکن ہاتھ کٹا انسانیت سے خارج نہیں ہوتا' اسی طرح کہہ سکتے ہیں کہ تسبیحات اور تکبیرات نماز سے ہیں اگرچہ نماز ان کے نہ ہونے سے باطل نہیں ہوتی۔ ایسے ہی ایمان میں دل کی تصدیق بمنزلہ آدمی کے سر کے ہے کہ اگر وہ نہ ہو تو ایمان بھی نہ ہو' اور اعمال مثل آدمی کے ہاتھ پاؤں کے ہیں کہ بعض پہ فضیلت ہے۔ (ازالہ وہم) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو یہ ارشاد فرمایا لا یزنی الزانی حین یزنی وھو مومن ترجمہ۔ زانی زنا نہیں کرتا اس حال میں کہ وہ مومن ہو۔ صحابہ

نے اس حدیث سے معتزلہ والا مذہب اختیار نہیں کیا کہ زنا کے باعث آدمی ایمان سے باہر ہو جائے بلکہ اس کے نزدیک اس کا معنیٰ یہ ہے کہ فی الواقع اس کا ایمان کامل و مکمل نہیں رہتا جیسے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے کو کہتے ہیں کہ یہ آدمی نہیں یعنی اس میں مکمل انسانیت نہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہاتھ پاؤں کے کٹ جانے سے ماہیت انسانی بھی نہیں رہتی۔

سوال : کہ سلف صالحین کا اتفاق ہے کہ ایمان طاعت کے سبب سے زیادہ ہوتا ہے۔ اور معصیت کی وجہ سے کم ہوتا ہے پس اگر ایمان دل کی تصدیق ہی کا نام ہو تو اس میں کمی بیشی کیسے ہو سکتی ہے؟

جواب : درحقیقت سلف صالحین سچے گواہ ہیں اور ان کے قول سے منحرف ہونا کسی لائق نہیں جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے بے شک حق اور درست ہے مگر اس کے سمجھنے میں عقل و فکر چاہئے ان کے اقوال سے واضح طور پر ثابت ہے کہ عمل ایمان کا جزو نہیں کہ اس کے وجود کا رکن ہو بلکہ ایک زائد چیز ہے جس سے ایمان بڑھ جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ چیز اپنی ذات سے تو بڑھتی ہی نہیں' بلکہ زوائد سے بڑھا کرتی ہے' چنانچہ یہ کہہ سکتے ہیں انسان اپنے سر سے بڑھ جاتا ہے بلکہ یوں کہتے ہیں کہ داڑھی اور موٹاپے سے زیادہ ہوتا ہے' اسی طرح یہ نہیں کہہ سکتے کہ نماز' رکوع اور سجدے سے زیادہ ہوتی ہے' بلکہ وہ سنتوں اور مستحبات کے باعث بڑھا کرتی ہے پس سلف صالحین کے قول میں تصریح ہے کہ ایمان کا ایک وجود ہے پھر وجود کے بعد اس کا حال کی بیشی میں مختلف ہوا ہے۔

---

1 جیسا کہ مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت عیاش بن ربیعہ مخزومی کے حق میں نازل ہوئی وہ سبل ہجرت مکہ مکرمہ میں اسلام لائے اور گھر والوں کے خوف سے مدینہ طیبہ جا کر پناہ گزیں ہوئے ان کی ماں کو اس کو اس سے بہت بے قراری ہوئی اور اس نے حارث اور ابوجہل اپنے دونوں بیٹوں سے جو عیاش کے سوتیلے بھائی تھے۔ یہ کہا کہ خدا کی قسم نہ میں سایہ میں بیٹھوں نہ کھانا کھوں نہ پانی پیوں جب تک تم عیاش کو میرے پاس نہ لے آؤ وہ دونوں حارث بن زید بن ابی انیسہ کو ساتھ لے کر تلاش کے لئے نکلے اور مدینہ طیبہ پہنچ کر عیاش کو پالیا اور ان کو ماں کے جزع فزع بے قراری اور کھانا پینا چھوڑنے کی خبر سنائی اور اللہ کو درمیان دے کر یہ عہد کیا کہ ہم دین کے باب میں تجھ سے کچھ نہ کہیں گے اس طرح وہ عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ سے نکال لائے اور مدینہ سے باہر آکر اس کو باندھا اور ہر ایک نے سو سو کوڑے مارے پھر ماں کے پاس لائے تو ماں نے کہا کہ میں تیری مشکیں نہ کھولوں گی جب تک تو اپنا دین ترک نہ کرے پھر عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دھوپ میں بندھا ہوا ڈال دیا اور ان مصیبتوں میں مبتلا ہو کر عیاش نے ان کا کہا مان لیا اور اپنا دین ترک کر دیا۔ تو حارث بن زید نے عیاش کو ملامت کی اور کہا تو اسی دین پر تھا اگر یہ حق تھا تو تو نے حق کو چھوڑ دیا اور اگر باطل تھا تو تو باطل دین پر رہا یہ بات عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بڑی ناگوار گزری اور عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں تجھ کو اکیلا پاؤں گا تو خدا کی قسم ضرور قتل کروں گا اس کے بعد عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے اور انہوں نے مدینہ طیبہ ہجرت کی اور ان کے بعد حارث بھی اسلام لائے اور ہجرت کر کے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے لیکن اس روز عیاش موجود نہ تھے نہ انہیں حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

سوال: اعتراض تو ابھی قائم ہے یعنی تصدیق کسی طرح زیادہ اور کم ہو سکتی ہے' وہ تو ایک حالت کا نام ہے۔؟

جواب: جب ہم مداہنیت ترک کر دیں اور شوریوں کے شور کی پروا نہ کریں اور تحقیق کے چہرہ سے پردے ہٹا لیں تو یہ شبہہ بھی ہٹ جائے گا اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ لفظ ایمان مشترک ہے۔ اس کا استعمال تین طریقوں پر ہے۔ طریق (۱) اس کا اطلاق اس تصدیق پر کیا ہے جو بطور اعتقاد اور تقلید کے کشف کے طور پر انشرح صدر سے نہ ہو' اس طرح کا ایمان بجز خواص کے تمام مخلوق کا ہے۔ اور اعتقادات پر ایک گرہ ہوتی ہے کہ کبھی مضبوط ہو جاتی اور کبھی ڈھیلی جیسے ڈورے پر گرہ ہوا کرتی ہے کہ وہ بھی کبھی مضبوط اور کبھی کمزور پڑ جاتی ہے اور یہ صرف بات نہیں بلکہ حقیقت ہے نہ صرف عوام اہل اسلام میں بلکہ یہودیوں اور نصرانیوں اور اہل علالت حالات دیکھ لیں ان میں جن کے عقیدے سخت ہیں وہ اس طرح کے ہیں کہ اگر ڈرانے اور دھمکے یا وعظ و نصیحت یا برہان و حجت سے ان کو اس غلط

اسلام کی اطلاع ہوئی قبا کے قریب عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ پایا اور قتل کر دیا تو لوگوں نے کہا اے عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم نے بہت برا کیا۔ حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لا چکے تھے اس پر عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت افسوس ہوا اور انہوں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا اور کہا کہ مجھے تا وقت قتل ان کے اسلام کی خبر نہ ہوئی اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

انتباہ: ہمارے دور میں قتل و غارت کا بازار گرم ہے انسانوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کیا جا رہا ہے حالانکہ مسلمان کو عمداً قتل کرنا سخت گناہ اور گناہ کبیرہ ہے حدیث شریف میں ہے کہ دنیا کا ہلاک ہونا اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل ہونے سے ہلکا ہے پھر یہ قتل اگر ایمان کی عداوت سے ہو یا قاتل اس قتل کو حلال جانتا ہو تو یہ کفر بھی ہے۔ (فائدہ) خلود مدت دراز کے معنی میں بھی مستعمل ہے اور قاتل اگر صرف دنیوی عداوت سے مسلمان کو قتل کرے اور اس کے قتل کو مباح نہ جانے جب بھی اس کو جزا مدت دراز کے لئے جنہم ہے۔

(فائدہ) خلود کا لفظ مدت طویلہ کے معنی میں ہوتا ہے تو قرآن کریم میں اس کے ساتھ لفظ ابد مذکور نہیں ہوتا اور کفار کے حق میں خلود معنی دوام آیا ہے تو اس کے ساتھ ابد بھی ذکر فرمایا گیا ہے شان نزول یہ آیت مقیس بن خبابہ کے حق میں نازل ہوئی اس کے بھائی قبیلہ بنی نجار میں مقتول پائے گئے تھے اور قاتل معلوم نہ تھا بنی نجار نے بحکم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیت ادا کر دی اس کے بعد مقیس نے باغوائے شیطان ایک مسلمان کو بے خبری میں قتل کر دیا اور دیت کے اونٹ لے کر مکہ کو چلتا ہو گیا اور مرتد ہو گیا یہ اسلام میں پہلا شخص ہے جو مرتد ہوا (مسئلہ) جس میں اسلام کی علامت و نشانی پاؤ اس سے ہاتھ روکو اور جب تک اس کا کفر ثابت نہ ہو جائے اس پر ہاتھ نہ ڈالو ابوداؤد و ترمذی کی حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کوئی لشکر روانہ فرماتے حکم دیتے کہ اگر تم مسجد دیکھو یا اذان سنو تو قتل نہ کرنا (مسئلہ) اکثر فقہا نے فرمایا کہ اگر یہودی یا نصرانی یہ کہے کہ میں مومن ہوں تو اس کو مومن نہ مانا جائے گا کیوں کہ وہ اپنے عقیدہ ہی کو ایمان کہتا ہے اور اگر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے جب بھی اس کے مسلمان ہونے کا حکم نہ کیا جائے گا۔ جب تک کہ وہ اپنے دین سے بیزاری کا اظہار اور اس کے باطل ہونے کا اعتراف نہ کرے اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کفر میں مبتلا ہو اس کے لئے اس کفر سے بیزاری اور اس کو کفر جاننا ضرور ہے۔

عقیدے سے نکالنا چاہو تو ممکن نہیں کہ وہ نکل سکیں اور بعض اس طرح ہیں کہ ادنیٰ گفتگو سے شک میں پڑ جاتے ہیں اور ان کو عقیدے سے نکال دینا ذرا سے پھسلانے یا دھمکانے سے ممکن ہے باوجودیکہ ان کو اپنے عقیدے میں شک نہیں ہوتا' جیسے پہلے قسم کے لوگوں کو نہیں ہے لیکن دونوں قسموں کے لوگوں میں پختگی کے بارے میں فرق ہوتا ہے اور یہ بات اعتقاد امر حق میں بھی موجود ہے اور عمل کرنا اس پختگی کے بڑھانے میں اور زیادہ کرنے میں تاثیر کرتا ہے جیسے پانی درختوں کے بڑھنے میں تاثیر کرتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فزادتھم ایمانا (زیادہ کیا ان کے ایمان کو) اور ارشاد ہے ادوا ایمانا مع یمانھم تاکہ بڑھیں ایمان میں ان کے ایمان کے ساتھ۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا الایمان یزید و ینقص ایمان گھٹتا بڑھتا ہے۔ اور یہ کمی بیشی دل میں طاعات کی تاثیر سے ہوتی ہے۔ اور اس کو وہی شخص محسوس کرتا ہے' جو اپنے حالات کو دو وقتوں میں دیکھے اس وقت کہ عبادت میں مصروف ہو اور حضور دل سے خاص عبادت میں منہمک ہو۔ دوم اس وقت کہ عبادت نہ کرتا ہو تو جو حال اس کے ایمانی عقائد' دوسرے وقت میں ہوگا اس میں اور پہلے وقت کے حال میں فرق محسوس کرے گا کہ حالت اول کا عقیدہ ایسا ہوگا کہ اگر اس میں کوئی شخص شک ڈالنا چاہے تو اس کے قابو میں نہ آئے گا بلکہ جو شخص یتیم کے اوپر رحم کرنے کا معتقد ہے' جب اپنے اعتقاد کے موافق عمل کرے گا اور یتیم کے سر پر ہاتھ پھیر کر اس کے ساتھ لطف سے پیش آئے گا اس وقت اپنے باطن میں رحم کرنے کو مضبوط اور دوبالا پائے گا۔ اسی طرح تواضع کا معتقد جب تواضع کا عمل کرے گا اور دوسرے کے سامنے عاجزی کرے گا تو عمل کی وجہ سے اپنے دل میں تواضع کی زیادتی محسوس کرے گا۔ یہی حال دل کے تمام صفات کا ہے اور جب اعضاء پر ان کے باعث اثرات ہوتے ہیں تو اعمال کا اثر ان صفات پر پہنچتا ہے اور ان کو مضبوط اور زیادہ کر دیتا ہے۔ (اس کا بیان جلد سوم مہلکات اور جلد چہارم منجیات میں کیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ)

فائدہ : ظاہر ہے باطن کے متعلق ہونے کی وجہ اور عقائد اور دلوں سے اعمال کے وابستہ ہونے کی دلیل مذکور ہوگی اس لئے کہ یہ امر عالم ملکوت سے الم ملک کے متعلق ہونے کی جنس سے ہے اور ملک سے مراد عالم ظاہر ہے جو حواس سے معلوم ہوتا ہے اور ملکوت سے وہ عالم مراد ہے جو نور بصیرت سے نصیب ہوتا ہے اور دل عالم ملکوت میں سے ہے اور اعضا اور ان کے اعمال عالم ملک سے اور ان دونوں عالموں میں اس درجہ کا باریک دقیق تعلق ہے کہ بعض لوگوں نے یہی گمان کیا ہے کہ دونوں ایک ہیں اور بعض دوسروں نے یہ ظن کیا ہے کہ عالم بجز عالم شہادت یعنی ان اجسام محسوسہ کے اور کوئی نہیں اور جس نے دونوں عالموں کو معلوم کیا اور ان کے جدا جدا ہونے اور پھر آپس میں ایک دوسرے سے وابستہ ہونے کو دیکھا تو اسے کنایتاً اس قطعہ میں بیان کیا۔

۔ دق الزجاج ورقت الخمر ۔ وتشابھا فتشا کل الامر ۔ فکانما خمر و لا قدح ۔ وکانما قدح ولا خمر ۔

ترجمہ۔ رقت سے پیالہ اور دل میں اشتباہ ہوگیا ہے کیونکہ اب و تاب ایک طرح ہے۔

گویا اب صرف شراب ہی ہے پیالہ نہیں کیونکہ گویا پیالہ ہی ہے شراب نہیں۔

فائدہ : اصل مقصود کی طرف رجوع کرتے ہیں' اس لئے کہ یہ جملہ معترضہ علم معاملہ سے خارج ہے مگر علم مکاشفہ اور معاملہ میں بھی اتصال اور ارتباط ہے اسی لئے تم دیکھتے ہو کہ علم مکاشفہ ہردم علم معاملہ کی طرف جھکتا ہے بشرطیکہ تکلیف کے ساتھ اسے روکا جائے غرضیکہ ایمان کو اگر اس اطلاق کے مطابق جب دیکھی تو طاعت کیوجہ سے اس میں زیادتی ہو جانے کی صورت ہوتی ہے جو مذکور ہوئی اور اسی بنا پر حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان ایک سفید نشان ظاہر ہوتا ہے پس جب آدمی نیک عمل کرتا ہے تو وہ نشان بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ تمام دل سفید ہو جاتا ہے اور نفاق شروع میں ایک سیاہ نقطہ ہوتا ہے مگر جب انسان برے اعمال کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ زیادہ ہوتا ہے یہاں تک کہ دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے' اس پر مہر لگ جاتی ہے اور آپ نے یہ آیت پڑھی کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (پ 30 مطففین 14) ترجمۂ (کنزالایمان)۔ کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔

اطلاق 2 : ایمان کی تصدیق دل اور عمل دونوں مراد ہوں جیسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا الایمان یضیع و سعبون بابا یا فرمایا کہ زانی زنا نہیں کرتا جب زنا کرے وہ ایماندار ہے۔

فائدہ : جس صورت میں لفظ معنی میں عمل بھی داخل ہو تو ظاہر ہے کہ اعمال سے اس میں کمی بیشی ضروری ہوگی اور یہ بات کہ اس کی اس ایمان میں بھی زیادتی کمی ہوتی ہے اس کو صرف ایمان کہتے ہیں' اس میں اختلاف ہے اور ہم اشارہ کر چکے کہ اس میں بھی تاثیر ہوتی ہے۔

اطلاق 3 : ایمان سے مراد وہ تصدیق یقینی ہو جو کشف اور انشرح صدر اور نور بصیرت اور مشاہدہ کے طور پر یہ قسم دیگر قسموں کی بہ نسبت زیادتی اور کمی کے قبول سے دور تر ہے۔ تاہم یہ قول یہ ہے کہ جو امر یقینی کہ جس میں شک نہ ہو اس میں بھی نفس کا اطمینان مختلف ہوا کرتا ہے مثلاً دو کا عدد ایک سے زائد ہے۔ مخلوق اور حادث ہے اگرچہ ان دونوں میں سے کسی ایک میں شک نہیں لیکن جیسے اطمینان پہلی مثال پر ہے ایسا دوسری مثال پر نہیں بلکہ تمام یقینی امور واضح ہونے اور نفس کے ان پر اطمینان کرنے میں مختلف ہوا کرتے ہیں۔ (ہم نے اس مضمون کو باب العلم کی اس فصل میں لکھا ہے۔ جس میں علماء آخرت کی علامتیں مذکور ہوئی ہیں' اس لئے اب دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں) ان تمام اطلاقات سے ظاہر ہوا کہ جو کچھ سلف صالحین نے ایمان کے زائد اور کم ہونے کو کہا ہے وہ درست ہے اور کیسے درست نہ ہو کہ اخبار میں وارد ہو چکا ہے کہ دوزخ سے نکلے گا وہ شخص کہ اس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہو اور بعض احادیث میں دینار بھر کی قید ہے تو اگر دل کی تصدیق میں فرق نہ ہوتا تو ان مقداروں کے مختلف ہونے کے کیا معنی ہیں۔

سُوال : اس کی وجہ کیا ہے کہ سلف صالحین سے منقول ہے کہ ہم مومن ہیں۔ ان شاء اللہ لفظ شک کے لئے ہے

اور ایمان میں شک کرنا کفر ہے اور سلف صالحین تمام ایمان کے جواب میں یقین کے الفاظ بولنے اور روکتے اور اعتراض کرتے تھے چنانچہ سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص ہوں کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن ہوں تو وہ جھوٹا ہے اور جو کوئی کہے کہ میں حقیت میں مومن ہوں تو اس کا یہ کہنا بدعت ہے اس میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ جو شخص واقع میں مومن ہے وہ جھوٹا کیسے ہوگا' چونکہ واقع میں مومن ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی مومن ہوگا جیسے کوئی فی الواقع طویل القامتہ یا بوڑھا ہوا اور وہ اپنی اس صفت کو جانے تو وہ خدا کے نزدیک بھی ویسا ہی ہوگا' اسی طرح اگر کوئی شخص خوش یا غم زدہ یا سننے والا یا بینا ہو اس کا حال وہی ہے جو مذکور ہو اگر کسی آدمی سے پوچھا جائے کہ تم جان دار ہو تو اس کے جواب میں اگر وہ کہے کہ میں جان دار ہوں ان شاء اللہ تو یہ جواب بے موقع اور بے محل سمجھا جائے گا۔

فائدہ : حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے جب پوچھا گیا کہ ایمان کے جواب میں کیا کہنا چاہئے تو فرمایا کہ کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ ہم پر اتارا گیا تو اس جواب میں اور یہ کہنا کہ ہم مومن ہیں فرق کیا ہوا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کچھ کسی نے پوچھا کہ آپ مومن ہیں۔ آپ نے فرمایا ان شاء اللہ' سائل نے عرض کیا کہ اے ابوسعید آپ ایمان میں ایسا لفظ شک کا کیوں فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں ہاں کہہ دوں تو کہیں اللہ تعالیٰ یہ نہ فرما دے کہ اے حسن (سعدی) تو جھوٹ کہتا ہے اور پھر مجھ پر عذاب کا حکم ثابت ہو جائے نیز حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے کہ کونسی بات مجھ کو بے خوف کرتی ہے' اس امر سے کہ اللہ تعالیٰ کو جو امر ناخوش ہو وہ مجھ میں دیکھ کر مجھے برا جانے اور کہہ دے کہ چلا جا میں تیرا عمل قبول نہیں کرتا۔ تو میں بلاوجہ ہی عمل کرتا ہوں۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی کہے کہ تم مومن ہو تو کہو لا الہ الا اللہ ایک روایت میں فرمایا کہ ہمیں ایمان میں شک نہیں اور تیرا سوال کرنا بدعت ہے۔ عکرمہ سے کسی نے پوچھا کہ تم مومن ہو' جواب دیا کہ توقع رکھتا ہوں۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ) سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ہم اللہ پر اور اسکے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہم کون ہیں تو یہ لوگ جو استثناء کیا کرتے تھے اس کی وجہ کیا ہے۔

جواب : ان حضرات کا انشاء اللہ کہنا درست ہے اور اس کی چار وجہیں ہیں دو صورتوں میں تو ان شاء اللہ متعلق شک سے متعلق ہیں۔ مگر یہ شک اصل ایمان میں نہیں ہوتا' بلکہ ایمان پر خاتمہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور دو وجہیں ایسی ہیں کہ (ان شاء اللہ) شک سے متعلق نہیں۔

(2) اپنے ایمان میں یقین کے باوجود ان شاء اللہ اس وجہ سے کہا جائے کہ اس تزکیہ نفس اور اپنے منہ میاں مٹھو بننے کا خطرہ ہے اور اس کی برائی شریعت میں وارد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فلا تزکوا انفسکم تو اپنی پاکبازیاں نہ بولو۔ اور فرمایا الم ترالی الذین یزکون انفسھم کیا تو نے نہ دیکھے جو اپنی پاکبازیاں بولتے ہیں۔ اور فرمایا انظر کیف

یفترون علی اللہ الکذب ترجمہ۔ دیکھو وہ کیسے اللہ پر افتراء کرتے ہیں۔ کسی حکیم سے پوچھا گیا کہ سچ کونسا ہے کہا کہ آدمی کا خود اپنے نفس کی تعریف کرنا اور اس لئے کہ یامان بزرگی کے صفات میں سے سب سے برتر ہے اور اس کو یقین کے ساتھ کہنا اپنی برائی کرنا اس لئے ان شاء اللہ کہنا گو اس بڑائی کو کم کرنا ہے جیسے کسی سے کہیں کہ تم طبیب یا فقیہ یا مفسر ہو تو وہ جواب میں کہے ہاں ان شاء اللہ تو اس کی مقصد نہیں کہ اظہار شک کرتا ہے بلکہ اپنے نفس کو تحقیر کرنے کے لئے ان شاء اللہ کہتا ہے اس لئے کہ یہ لفظ خبر کی تصنیف کے لئے ہے جو کہ اوریوں تزکیہ نفس بھی ایک لازم شے ہے۔ تو گویا اس کے ضعیف کرنے کے لئے بول دیا اور جب ان شاء اللہ کی تاویل مد نظر رہے تو پھر جائز ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی سے کوئی برا وصف پوچھا جائے تو مثلاً یہ کہ تم چور ہو یا نہ تو اس میں ان شاء اللہ نہیں کہنا چاہئے۔

(2) ان شاء اللہ کہنے میں اللہ تعالیٰ کا نام ہر حال میں لینا اور ہر کام کو اس کی خواہش پر سپرد کرنا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہی قاعدہ تعلیم فرمایا۔ جیسا کہ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ (پ 15 ا لکہف 24) ترجمہ - اور نہ کہو کہ میں کل کروں گا مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ اسی پر اکتفا نہیں فرمایا کہ حوالہ مشیت انہیں مامور میں کیا جائے جن میں شک ہو بلکہ ارشاد فرمایا لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ اٰمِنِیْنَ مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَکُمْ وَ مُقَصِّرِیْنَ لَا تَخَافُوْنَ (پ 26 الفتح 27) ترجمہ کنزالایمان بیشک تم مسجد حرام میں داخل ہوگے اگر اللہ چاہے۔ امن و امان سے اپنے سروں کے بال منڈواتے یا ترشواتے بے خوف حالانکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ یہ لوگ بے شک داخل ہوں گے اور ہماری مشیت اس امر کے لئے ہو چکی ہے مگر مقصود یہ تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ طریقہ تعلیم فرمائے چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہی قاعدہ اختیار کیا کہ جس چیز کی آپ خبر دیتے خواہ وہ یقینی ہو یا مشکوک' سب میں ان شاء اللہ کہتے' یہاں تک کہ جب قبرستان میں جاتے تو فرماتے کہ تم پر سلام ہو' اے ایمان والو اور ہم ان شاء اللہ تم سے ملیں گے' حالانکہ ان سے ملنے میں کوئی شک نہیں لیکن ادب اسی کو چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام لیں اور امور کو اس سے وابستہ کریں۔

فائدہ : اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عرف میں اس کا استعمال رغبت اور تمنا کے اظہار میں ہوگیا ہے۔ مثلاً اگر تم سے کہا جائے کہ فلاں شخص جلد مرے گا اور تم جواب میں کہو ان شاء اللہ تو یہ سمجھا جائے گا کہ تمہیں اس کی موت کی رغبت ہے۔ یہ اس سے نہیں سمجھا اس کا کہ تم اس کی موت میں شک کرتے ہو اگر کہا جائے کہ فلاں کا مرض جلد دور ہو کہ درست ہو جائے گا تو تم کہو ان شاء اللہ تب بھی تمہاری رغبت اس کی شفایابی میں مفہوم ہوگی' غرضیکہ لفظ مذکور شک کے معنوں سے رغبت کے معنوں میں معدول ہوگیا ہے۔ یا ذکر اللہ کو زبان پر لانے کے لئے مستعمل ہوگیا ہے۔ کوئی امر ہو اس سے درست ہو۔ (3) وجہ۔ ان شاء اللہ کا دارومدار شک پر ہے اس کا معنی یہ ہے کہ میں فی الواقع مومن ہوں ان شاء اللہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے چند لوگوں کو خاص کر کے ارشاد فرمایا اولئک ھم المومنون حقا یعنی حقیقت میں وہی لوگ مومن ہیں اس آیت کی وجہ سے مومنوں کی دو قسمیں ہوگئیں اور اس صورت میں

ان شاء اللہ کا شک اصل ایمان کی طرف راجع نہیں' بلکہ ایمان کے کمال کی طرف راجع ہے اور ہر ایماندار اپنے ایمان کے کامل ہونے میں شک رکھتا ہے اور یہ شک کرنا کفر نہیں چونکہ کمال ایمان میں شک کا ہونا دو وجہ سے برحق ہے۔ (۱) نفاق ایمان کے کمال کو دور کر دیتا ہے اور نفاق ایک پوشیدہ امر ہے معلوم نہیں ہو سکتا کہ اس سے براءت حاصل ہوئی یا نہیں (2) ایمان طاعات کی وجہ سے کامل ہوا ہے اور کمال کے طور پر طاعات کا ہونا معلوم نہیں ہوتا اور عمل سے ایمان کا کامل ہونا اس وجہ سے ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (پ 26 الحجرات 65) ترجمۂ ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ و رسول پر ایمان لائے پھر شک نہ کیا اور اپنی جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی سچے ہیں۔ اس میں شک سچ ہوتا ہے اسی طرح فرمایا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓىِٕكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ (پ 2 البقرہ 177) ہاں اصل نیکی یہ کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر۔ (کنز الایمان)

فائدہ: اس آیت میں بیس اوصاف مومنین کے بیان فرمائے مثلاً پورا کرنا عہد کا اور سختیوں پر صبر کرنا وغیرہ پھر ارشاد فرمایا اولئک الذین صدقوا اور فرمایا یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (پ ۲۸ آیۃ ۱۱) اور فرمایا لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ (الحدید ۱۰) اور فرمایا دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ترجمہ۔ اللہ کے ہاں درجات ہیں۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا الایمان عریان والباسہ التقوی ترجمہ۔ ایمان ننگا ہے اس کی پوشاک تقویٰ ہے۔ اور فرمایا الایمان بضع وسبعون بابا ادنا ھا اماطتہ الاذی عن الطریق ان آلت ترجمہ۔ ایمان کے شہر کے اوپر ابواب نہیں عین ادنیٰ راستہ سے ایذا کا ہٹانا۔ احادیث سے معلوم ہوا کہ ایمان کا کمال اعمال سے وابستہ ہے اور نفاق اور شرک خفی کی براءت پر اسکے کمال کا متعلق ہونا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار چیزیں جس میں ہوں وہ خالص منافق ہے اگرچہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور کہے کہ میں مومن ہوں۔ جب بات کرے جھوٹ بولے' جب وعدہ کرے پورا نہ کرے' جب امانت سپرد کی جائے خیانت کرے' جب کسی سے جھگڑے تو بے ہودہ بکے۔ بعض روایت میں یہ ہے کہ جب عہد کرے فریب دے حضرت ابوسعید خدری کی حدیث میں ہے کہ دل چار ہیں۔ (۱) دل صاف جس میں چراغ روشن ہو وہ مومن کا دل ہے۔ (2) دل دورخا جس میں ایمان اور نفاق ہو' ایمان کی مثال اس میں ساگ جیسی ہے جیسے شیریں پانی بناتا ہے اور نفاق کی مثال اس میں ایسی ہے جیسے زخم کہ اس کو پیپ و خون بڑھاتے تو جونسا مادہ غالب ہوگا اسے اسی کا حکم دیا جائے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ جو مادہ غالب ہوگا وہ اس کو لے جائے گا اور فرمایا کہ اکثر اس امت کے منافق علماء قاری ہیں ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ میری امت میں کہ شرک چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے جو سخت پتھر پر رہیں گے' حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں آدمی ایک بات کہتا تھا جس کے باعث مرنے تک منافق ہو جاتا تھا لو میں تم سے وہی کلمہ دن میں دس دفعہ سنتا ہوں۔ بعض

علماء کا قول ہے کہ لوگوں میں نفاق سے قریب تر وہ ہے جو یہ سمجھے کہ میں نفاق سے بری ہوں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ منافق آج اس قدر سے زیادہ ہیں جتنے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں تھے اور وہ اس وقت اپنے نفاق کو پوشیدہ رکھتے تھے۔ مگر اب کے لوگ اسے ظاہر کرتے ہیں اور یہ نفاق ایمان کے سچے اور کامل ہونے کے مخالف ہے اور وہ پوشیدہ ہے اور اس سے دور تر وہی ہے جو اس سے خوف کرتا ہو اور قریب تر وہ ہے جو یہ سمجھے کہ میں اس سے بری ہوں۔

حکایت : حضرت حسن بصری سے کسی نے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ اب نفاق نہیں رہا آپ نے فرمایا کہ بھائی اگر منافق مرجائیں راستوں میں تم کو وحشت ہونے لگے یعنی منافق اس کثرت سے ہیں کہ اگر سب مرجائیں تو راستوں میں کوئی ملنے والا نہ رہے اور وحشت معلوم ہونے لگے یہ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا کسی اور کا قول ہے اگر منافقوں کی دمیں نکل آئیں تو پھر ہم سے نہ ہو سکے کہ زمین پر پاؤں دھر سکیں یعنی تمام زمین ان کی دموں سے چھپ جائے کہ وہ اتنا بکثرت ہیں۔

حکایت : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی کو سنا کہ حجاج بن یوسف کو کنایتہ کچھ کہتا تھا آپ نے فرمایا کہ اگر حجاج ہوتا اور تیری گفتگو سنتا تب بھی تو اس کا ذکر اسی طرح اس نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں اس کو نفاق تصور کیا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دنیا میں دو زبان والا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو منافقین کے زمرہ میں اٹھائے گا اور فرمایا کہ شدالناس ذوالوجھین الذی یاتی ھولاء بوجہ ویاتی ھولاء بوجہ ترجمہ۔ لوگوں میں بدتر وہ ہے جو دورخا ہے۔ ان کے پاس ایک رخ سے آئے دوسروں کے پاس دوسرے رخ سے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے کہا کہ بعض لو۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم نفاق سے نہیں ڈرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بخدا اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ میں نفاق سے ... سونے کے ٹیلوں سے یہ بات محبوب تر ہے اور یہ بھی آپ کا قول ہے زبان کا دل سے مختلف ہونا ... کا ظاہر سے اور مدخل کا مخرج سے جدا ہونا نفاق میں سے ہے۔

ا۔ ایمان والے وہ ہیں جو یقین لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر، پھر شبہ نہ لائے اور کوشش سے چلے اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے، ایسے ہی بند۔۔ سچے ہیں ت لیکن وہ ہے جو کوئی ایمان نے اللہ پر اور پچھلے دن پر اور فرشتوں پر اور کتاب پر اور نبیوں پر ض ت وہی لوگ سچے ہوئے ض ت ان لوگوں کے درجے ہیں اللہ کے یہاں ض ح ایمان ننگا ہے اور اس کی پوشش تقویٰ ہے حاکم بروایت ابودردا، سند ضعیف ح ایمان کی کچھ اوپر ستر قسمیں ہیں۔ ان میں سے کمتر دور کرنا ایذا کا راستہ سے ہے بخاری اور مسلم بروایت ابوہریرۃ 12 ح 7 بخاری و مسلم بروایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ 12 احمد بروایت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس میں لیث ابن ابی سلیم ہے جس میں اختلاف ہے۔

حکایت : ایک شخص نے حضرت حذیفہ سے عرض کیا کہ میں اللہ سے خوف کرتا ہوں کہ شاید میں منافق ہوں آپ نے فرمایا کہ اگر تو منافق ہوتا تو نفاق سے نہ ڈرتا نفاق سے بے خوف ہوا کرتا

فائدہ : ابن ابی ملیکہ نے کہا ہے کہ میں نے ایک سو تیس صحابہ کو اور ایک روایت میں ڈیڑھ سو صحابہ کو پایا ہے کہ سب نفاق سے ڈرتے تھے۔

حکایت : مروی ہے کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے چند صحابہ میں تشریف رکھتے تھے صحابہ نے ایک شخص کا ذکر کیا اور اس کی بہت سی ثناء کی' اسی اثنا میں وہ شخص نمودار ہوا کہ چہرے سے وضو کا پانی بچا ہوا ٹپکتا تھا اور اپنا جوتا ہاتھ میں لٹکائے تھا اور پیشانی پر سجدے کا گھٹا تھا' لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہی شخص ہے جس کی ہم نے تعریف کی' آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کے چہرے پر شیطان کی جھپٹ کا نشان معلوم ہوتا ہے۔ جب وہ شخص قریب آیا اور سلام کرکے بیٹھ گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جب تو نے ان لوگوں کو دیکھا تھا تو کیا تیرے دل میں یہ بھی گزرا تھا کہ ان میں سے کوئی مجھ سے بہتر نہیں اس نے کہا کہ واقعی یہی خیال گزرا تھا آپ نے اپنی دعا میں یہ الفاظ فرمائے۔ اللھم انی استغفرک لما علمت ولما لم اعلم اے اللہ میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اس سے جس کا مجھے علم ہے اور اس کے جس کا مجھے علم نہیں۔ کسی نے کہا کہ یارسول اللہ کیا آپ ڈرتے ہیں' آپ نے فرمایا کہ میں کس طرح بے خوف ہو جاؤں کہ دل تو اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں میں ہے جس طرح چاہتا ہے ان کو پھیر دیتا اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَالَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ (الزمر) ترجمہ۔ اور انہیں اللہ سے نظر آیا جو گمان نہ رکھتے تھے۔

فائدہ : اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ لوگ عمل کریں گے اور انہیں نیکیاں سمجھیں گے اور حالانکہ قیامت میں وہ اعمال ان کی برائی کے پلے میں ہوں گے۔ سری سقطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی کسی باغ میں جائے جس میں ہر طرح کے درخت ہوں اور ان پر تمام پرندے ہوں اور ہر پرندہ ان اس آنے والے سے ایک زبان میں گفتگو کرے اور کہے کہ اے اللہ کے ولی سلام اور اس کا دل اس بات پر مطمئن ہو تو وہ ان کے ہاتھوں میں گرفتار ہوگا خلاصہ یہ کہ ان اخبار اور آثار سے ثابت ہوگیا کہ نفاق کی باریکیوں اور شرک خفی کیوجہ سے معاملہ پر خطر ہے اور اس سے بے خوف رہنے کی کوئی صورت نہیں' یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنے نفس کا حال پوچھا کرتے کہ کہیں میرا ذکر تو منافقین میں نہیں ہوا۔

فائدہ : ابو سلیمان دارانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے بعض امراء سے ایک بات سنی' چاہا کہ اس کا انکار کروں مگر خوف ہوا کہ کہیں میرے قتل کا حکم نہ دے اور مجھے موت کا تو خوف نہ تھا مگر اس کا خوف تھا کہ جان نکلنے کے وقت دل پر یہ امر نہ پیش ہو جائے کہ خلق خدا کی نظروں میں اچھا ہوں اس لئے میں انکار سے باز رہا اور اس قسم

کا نفاق اصل ایمان کے خلاف نہیں ہوتا بلکہ اس کی سچائی اور کمال اور صفائی کے مخالف ہوتا ہے۔ نفاق دو قسم ہے۔ (1) دین سے خارج کرکے کافروں میں ملا دیتا ہے اور جو لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے ان کے زمرہ میں داخل کر دیتا ہے۔ (2) اپنے مرتکب کو ایک مدت کے لئے دوزخ تک پہنچا دیتا ہے یا علیین کے درجات اور صدیقوں کے مرتبہ سے کم کر دیتا ہے اس قسم میں شک ہوا کرتا ہے اسی کے لئے ان شاء اللہ کہنا مستحسن ہے اور اس قسم کے نفاق کی اصل ظاہر و باطن میں تفاوت کا ہونا' اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نڈر ہونا اور عجب اور دوسرے امور میں جن سے بجز صدیقوں کے اور کوئی بچا نہیں۔

درجہ 4 : ان شاء اللہ کہنا خاتمہ کے خوف کے باعث ہے کہ انسان کو معلوم نہیں کہ موت کے وقت ایمان سلامت رہے گا یا نہیں اگر خدانخواستہ خاتمہ کفر پر ہوا تو پہلا ایمان ضائع گیا' اس لئے کہ وہ تو انجام کو سلامت رہنے پر موقوف تھا جیسے روزہ دار سے دوپہر کے وقت پوچھیں کہ تیرا روزہ درست ہے اور وہ یقیناً کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں دن کے آکثر میں افطار کرتے تو پہلا قول اس کا جھوٹا ہو جائے گا اس لئے کہ روزے کی صحت آفتاب کے غروب ہونے تک پورا رہنے پر موقوف ہے گو سارا دن بھی روزے کا وقت ہے اسی طرح عمر کے تمام ایام کی درستی کی مدت ہیں' مگر اس کی صحت اور کمال خاتمے کے وقت پر موقوف ہے کہ مومن کے ساتھ ہی ایمان رہتا ہے اور خاتمہ کے حال میں شک ہے۔ اور نہایت خوف ناک ہے اسی وجہ سے بہت سے خوف کرنے والے اولیاء روتے رہتے ہیں کیونکہ خاتمہ پہلے مقدمہ اور مشیت ازلی کا ثمرہ ہے اور مشیت ازلی تب ظاہر ہوتی ہے جب وہ چیز جس پر حکم ہو چکا ہے' ظاہرا انسانوں سے کسی کو اس پر اطلاع نہیں' غرضیکہ خاتمہ کا خوف مثل سابقہ ازلی کے ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مل سے وہ چیز ظاہر ہوتی ہے کہ مشیت سابقہ اس کے خلاف ہو اس صورت میں کون جان سکتا ہے کہ میں انہیں لوگوں میں سے ہوں جن پر کاتب ازلی خاتمہ لکھ چکا ہے اور بعض نے وجاءت سکرۃ الموت بالحق آئی موت کی سختی حق کے ساتھ) کی تفسیر میں کہا ہے کہ حق سے مراد سابقہ ازلی ہے یعنی موت کے وقت اس کا ظہور ہو جائے گا۔ اور بعض اکابرین کہتے ہیں کہ اعمال میں سے صرف خاتمہ کے اعمال تولے جائیں گے۔ حضرت ابوداؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ کی قسم کھا کر کہا کرتے کہ اپنے ایمان کے چھن جانے سے نڈر ہوگا اس کا ایمان چھن جائے گا اور بعض کا قول ہے کہ گناہوں میں سے بعض گناہ ایسے ہیں کہ ان کی سزا خاتمے کا برا ہونا ہے۔ * اللہ تعالیٰ سے ہم اس گناہ سے پناہ مانگتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ روایت اور کرامت جھوٹا دعویٰ کرنے کی سزا ہے کہ خاتمہ برا ہو۔ اور بعض عارفین فرماتے ہیں کہ اگر بالفرض مجھے مکان کے دروازے پر شہید ہونا ملتا ہو اور حجرے کے دروازے پر صرف توحید پر مرنا حاصل ہو تو میں حجرہ کے دروازے پر توحید پر مرنا اختیار کروں' اس لئے کہ مجھے کیا معلوم ہے کہ صحن کو طے کرکے مکان کے دروازے تک جانے میں میرے دل کو توحید میں کیا تبدیلی ہو جائے گی۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اگر میں کسی شخص کو پچاس برس تک موحد نہ جانوں پھر میرے اور اس کے بیچ میں ستون حائل ہو جائے اور وہ مر جائے تو میں یہ کہوں گا کہ وہ توحید پر مرا اس لئے کہ اتنے عرصہ میں اسکے دل کا حال معلوم نہیں کہ ویسا ہی رہا ہو۔ ایک

حدیث میں ہے کہ جو کہے میں مومن ہوں' وہ کافر ہے اور جو کہے کہ میں عالم ہوں وہ جاہل ہے اور اس آیت کی تفسیر میں وتمت کلمة ربک صدقا وعدلا بعض کا قول ہے کہ صدق اس شخص کے لئے ہے کہ ایمان پر مرا ہو اور عدل اس کے لئے جو شرک پر مرا ہو اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے واللہ عاقبة الامور ترجمہ۔ انجام امور کا اللہ کے لئے ہے۔ اور جب شک اس درجہ کا ہے پس ان شاء اللہ کا کہنا واجب ہے کیونکہ ایمان اس کو کہتے ہیں کہ مفید جنت ہو۔ جیسے روزہ اسے کہتے ہیں کہ بری الذمہ کردے اور جو روزہ قبل غروب ٹوٹ جائے وہ بری الذمہ نہیں کرتا اس لئے کہ وہ روزہ نہیں کہلائے گا۔ ایسا ہی ایمان کا حال بلکہ اس بنا پر تو اگر گزشتہ روزے کا حال کوئی بعد کو پوچھے کہ تم نے کل روزہ رکھا تھا تو اس کے جواب میں کہنا چاہئے کہ ہاں ان شاء اللہ اس لئے کہ روزہ حقیقی وہ ہے جو مقبول ہو اور مقبول کو سوائے اللہ تعالٰی کے کوئی اور نہیں جانتا اور اسی وجہ سے ان شاء اللہ کہا ہر ایک عمل خیر میں اچھا ہے اور اس سے شک اس عمل کے مقبول ہونے میں ہوگا کیونکہ جب عمل کی تمام شرطیں ظاہر پائی جائیں تو کچھ بعض اسباب پوشیدہ جنہیں سوا اللہ تعالٰی کے اور کوئی نہیں جانتا اس عمل کے قبول ہونے کے مانع ہوا کرتے ہیں اس لحاظ سے اس میں شک کرنا اچھا ہے غرضیکہ ایمان کے جواب میں ان شاء اللہ کہنے کی یہی وجہ ہیں جو ہم نے مفصل عرض کر دی ہیں۔ الحمدللہ رسالہ قوعد العقائد۔ یہاں ختم ہوا اور وصلی اللہ علی سیدنا محمد والہ وعلٰی کل عبدہ المصطفٰی۔

اس کے بعد اسرارِ الطہارۃ کے ابحاث ہیں اور یہ کتاب العبادات کا حصہ چہارُم ہے۔)

فضائل طہارت

(احادیثِ مُبارکہ)

(1) حُضُور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے۔
الطھور شطر الایمان (ترجمہ۔) طہارت ایمان کا حصہ ہے۔
(2) حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے۔
بنی الدین علی النظافۃ ترجمہ۔ دین کی بنا صفائی پر ہے۔
(3) حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے۔
مفتاح الصلوۃ الطھور ترجمہ۔ نماز کی چابی طہارت ہے۔
اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد اقدس ہے۔
فِيهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ(پ 11 التوبہ 108) ترجمہ۔ اس میں وہ لوگ ہیں جو خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں اور ستھرے اللہ کو پیارے ہیں۔ (کنزُالایمان)
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔
الطھور نصف الایمان ترجمہ۔ طہارت ایمان کا آدھا حصہ ہے۔
اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد اقدس ہے۔ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ (پ 6 سورہ المائدہ 6) ترجمہ۔ اللہ عزوجل نہیں چاہتا ہے کہ تم پر کچھ تنگی رکھے، ہاں یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خُوب ستھرا کر دے۔ (کنزُالایمان)

فائدہ: اہل بصیرت کو ان روایات سے واضح ہوا کہ باطن کا سب سے زیادہ اہم امر طہارت کا ہے اس لئے کہ یہ بعید معلوم ہوتا ہے۔ کہ الطھور نصف الایمان کا سے مقصد یہ ہو کہ انسان اپنے ظاہر کو تو پانی بہا کر صاف و شفاف کرتا ہے لیکن باطن پلیدوں اور نجاستوں سے آلودہ رہے یہ ہرگز مطلوب نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ طہارت کی چار قسمیں ہیں اور ہر قسم میں جتنا ضرورت ہوتی ہے طہارت اس کا نصف ہے اور وہ چار قسمیں یہ ہیں۔
(1) ظاہر بدن کو حدث اور نجاست اور فضلات سے پاک کرنا۔
(2) اعضاء کو گناہوں اور خطاؤں سے پاک کرنا۔
(3) دل کو برے اخلاق اور خصائل ناپسندیدہ سے پاک کرنا۔
(4) باطن کو ماسوا اللہ سے پاک کرنا۔

یہ چوتھی قسم انبیاء علیہم السلام اور صدیقوں سے مخصوص ہے اور ہر ایک کا نصف ہوتا یونہی ہے۔

فائدہ: چوتھی قسم میں علت غائی یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کا جلال و عظمت منکشف ہو جائے۔ اور حقیقت میں معرفت الٰہی باطن میں کبھی سرایت نہ کرے گی جب تک ماسوا اللہ دل سے خارج نہ ہو جائے اسی لئے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد اقدس ہے۔

قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ(الانعام ۹۱) اے اللہ پھر انہیں چھوڑ دوان کی بیہودگی میں انہیں کھیلتا۔ (کنزالایمان)

اس لئے کہ وہ دونوں ایک دل میں جمع نہیں ہوتیں اور کسی کے اندر اللہ تعالیٰ سے دو دل نہیں بنائے کہ ایک میں معرفت الٰہی ہو اور دوسرے میں غیراللہ ہو پس دل کو غیراللہ سے پاک کرنا ضروری ہے۔ پس دل کی تغیر کی علت غائی یہ ہے کہ دل اخلاق حمیدہ اور عقائد اسلامی سے معمور ہو جائے اور ظاہر ہے کہ دل ان کے ساتھ متصف نہ ہوگا جب تک کہ ان کے مقابل کے برے اخلاق اور عقائد فاسدہ سے پاک نہ ہو پس یہاں بھی دو باتیں ہوئیں جن میں سے نصف دل کا پاک کرنا ہوا جو دوسری کے لئے شرط ہے۔ اس معنی پر فرمایا طہارہ شطرالایمان اسی طرح اعضاء کا مناہی سے پاک کرنا ایک امر ہے اور ان کا طاعات سے معمور کرنا دوسرا امر تو اعضاء کا پاک کرنا نصف ہوا اس عمل میں کا جو اعضاء سے ہونا چاہئے۔

علی ھذا القیاس ظاہر کی پاکی کو سمجھنا چاہئے پس طہارت کو نصف ایمان کہنا اس اعتبار سے ہے۔ جو اوپر مذکور ہوا۔ خلاصہ کلام یہ کہ ایمان کے یہ مقامات ہیں اور ہر مقام کا ایک درجہ ہے اور انسان بالائی درجے کو ہرگز نہیں پہنچتا جب تک کہ نیچے کے درجہ کو طے نہ کرلے۔ مثلاً باطن کو اخلاق ذمیمہ سے پاک کرنے اور صفات حمیدہ سے معمور ہونے کے مرتبہ تک نہ پہنچے گا جب تک کہ دل کی طہارت اخلاق ذمیمہ سے پاک نہ کرے اور اچھی علاوات سے اسے معمور نہ کرے۔ ایسے ہی جب تک اعضاء کو مناہی سے پاک کرکے طاعت میں مصروف نہ کرے گا وہ دل کی طہارت کو نہ پہنچے گا غرضیکہ جس قدر مقصود عزیز اور برگزیدہ ہوتا ہے اسی قدر اس کا طریقہ اور مسلک مشکل اور طویل تر ہوتا ہے اور اس میں گھاٹیاں بہت ہوتی ہیں۔ بنابریں یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ یہ امور صرف آرزو سے حاصل ہو جاتے ہیں اور بغیر کوشش کے سہل الوصول ہوتے ہیں ہاں جس کی چشم دل ان درجات کے دیکھنے سے اندھی ہوتی ہے وہ طہارت صرف ظاہر کی طہارت کو سمجھتا ہے جو بہ نسبت دیگر اقسام کے ایسی ہے جیسے مغز کا چھلکا اسی کو مقصود سمجھ کر اس میں خوب غور کرتا ہے اور اس کے مسائل و احکام میں نہایت مبالغہ کرتا ہے ایسے ہی جو اپنے تمام اوقات استنجا اور کانوں کی صفائی اور ظاہر کی ستھرائی میں صرف کرتا ہے۔ اسی لئے کہ بوجہ وساوس اور فساد عقل سے خیال کرتا ہے کہ طہارت مقصود اور برگزیدہ عمل یہی ظاہر کی طہارت ہے اس غریب کو اسلاف کی سیرت معلوم نہیں کہ وہ حضرت اپنی تمام ہمت و فکر کی طہارت میں مصروفیت رکھتے تھے اور طہارت ظاہری کی طرف خاص توجہ نہیں فرماتے تھے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجود اتنا علوشان کے ایک نصرانی عورت کے برتن سے وضو کیا تھا۔

صحابہ کرام کھانے کے بعد چربی وغیرہ کو دور کرنے کے لئے ہاتھ نہیں دھوتے تھے۔ بلکہ انگلیوں کو تلووں سے صاف کرلیا کرتے اور صابن وغیرہ سے ہاتھوں کی صفائی کو بدعت * کہتے تھے۔ ا۔ وہ مسجدوں میں زمین پر بغیر فرش کے نماز پڑھتے[۲] * وہ سفر پیدل طے کرتے[۳] * صحابہ میں جو سونے کے لئے بستر وغیرہ کچھ نہ بچھاتا بلکہ خاک پر لیٹ رہتا وہ اکابر اولیا میں سے تصور ہوتا تھا[۴] * وہ استنجا میں ڈھیلوں پر اکتفا کیا کرتے تھے۔ (پانی سے استنجا بہت کم ہوتا تھا)[۵] * حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے اہل صفہ فرماتے ہیں کہ ہم گوشت بھنا ہوا کھاتے رہتے تو اقامت ہو جاتی تو ہم انگلیوں کو کنکروں میں ڈال کر مٹی سے مل لیتے تھے اور نماز میں شامل ہو جاتے۔[۶] * حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہم صابن وغیرہ نہ جانتے تھے ہمارے رومال ہمارے پاؤں کے تلوے ہوتے تھے کہ جب کوئی چکنائی کھاتے تو تلووں سے ہاتھ پونچھ لیتے۔

ا۔ اور یہ بدعت آج کل اتنی عام ہے کہ کھانے کے بعد صابن سے ہاتھ وغیرہ صاف کرنا اعلیٰ تہذیب تصور ہوتا ہے۔ اور وہ لوگ اس بدعت میں ملوث ہیں جو میلاد شریف اور اعراس اولیاء کو بدعت سیہ اور افعال شرکیہ کہتے ہیں۔ اویسی غفرلہ

بدعات : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس کے بعد چار چیزیں (بدعات) ایجاد ہوئیں۔ (1) چھلنی (2) صابن وغیرہ (3) دسترخوان (4) پیٹ بھر کر کھانا

انتباہ : جس قوم کو ہر مسئلہ و معمول اہلسنّت بدعت نظر آتی ہے وہ مذکورہ بالا بدعات سے توبہ کا اعلان کریں۔

فائدہ : خلاصہ یہ ہے کہ اسلاف کی توجہ صرف باطن کی نظافت پر تھی یہاں تک کہ بعض کا قول ہے کہ نماز جوتوں سمیت پڑھنا افضل ہے۔ 3۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی نعلین مبارک اتاری تھی جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو خبر دی تھی کہ ان میں قذر (مکروہ) شے ہے اور لوگوں نے اپنے جوتے اتارے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اپنے جوتے کیوں اتار ڈالے۔ * امام نخعی نماز میں جوتے اتارنے کو برا جانتے اور کہتے کہ میں خیال کرتا ہوں کہ کوئی محتاج ان کے جوتے اٹھا کر نہ لے جائے غرضیکہ ان امور ظاہری میں اسلاف اس طرح تساہل کرتے تھے بلکہ راستے کی کیچڑ میں ننگے پاؤں چلتے کبھی اس پر بیٹھ جاتے اور مسجدوں میں زمین پر نماز پڑھتے۔ جو اور گیہوں کی روٹی کھاتے حالانکہ ان کو جانور پاؤں سے روندہ کرتے اور اس پر پیشاب کرتے تھے اور اونٹ اور گھوڑوں کے پسینے سے احتراز نہیں کرتے تھے باوجودیکہ وہ اکثر نجاستوں کے مقامات میں آیا جایا کرتے تھے ان میں کسی کے حال میں نہیں لکھا کہ نجاست کی باریکیوں میں سوال کرتا ہو وہ تو اس طرح سادگی سے ان میں عامیانہ زندگی بسر کرتے اور اب وہ نوبت آگئی کہ رعونت کا نام ستھرائی رکھا گیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ دین کی اصل ہے بلکہ آج تو اکثر لوگ اکثر اوقات ظاہر کی صفائی میں لگے رہتے ہیں جیسے مشاطہ نائن دلہن کو سنوارا کرتی ہے حالانکہ ان کے

ا۔ بدعت پانچ کی پانچ اقسام ہیں۔ ان میں سے ایک یہی ہے اسے اصطلاح شرع میں بدعت مباحہ کہا جاتا ہے۔ (اویسی غفرلہ)

باطن کبر اور عجب اور جہالت اور ریا اور نفاق کی آلودگیوں سے بھرے ہوئے ہیں اور وہ ان قبائح کو برا نہیں جانتے اور نہ اس سے تعجب کرتے ہیں اگر کوئی استنجا کرنے میں صرف ڈھیلوں پر اکتفا کرے یا زمین پر ننگے پاؤں چلے یا مسجد کے زمین یا بوریوں پر مصلے بچھا کر نماز پڑھے یا زمین پر جوتے کے بغیر چلے یا کسی بڑھیا کے برتن سے یا کسی بے تکلف آدمی کے برتن سے وضو کرے تو اس پر قیامت برپا کرتے اور سخت انکار سے پیش آتے ہیں اور اس کا لقب ناپاک آدمی ٹھہراتے ہیں اور اپنی نشست و برخاست سے انہیں نکال دیتے ہیں۔

سوال : کہ یہ عادات جو صوفیہ نے اپنی صورتوں اور نظافت کے بارے میں ایجاد کی ہیں کیا تم انہیں کو ممنوع اور برا کہتے ہو؟

جواب : ہم مطلقاً برا نہیں کہتے بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ستھرائی اور **تکلف** اور برتنوں اور آلات تیار کرانا اور چھلیوں

ا۔ ہمارے دور میں غیر مقلدین وہابی اس رسم کو زندہ رکھے ہوئے ہیں لیکن نمازیں برباد کر رہے ہیں۔ اس لئے کہ جوتا پہن کر صحابہ کے لئے تو بات بنتی ہے کہ ان کے جوتے پتھریلی زمین کو لگ کر پاک ہو جاتے لیکن ہمارے ملک میں جوتے الٹا نجاستوں کا مرکز بن جاتے ہیں اور یہ قانون شرعیہ مسلم ہے کہ ایک علاقہ کے احکام کو دوسرے علاقہ پر قیاس کرنا حماقت ہے تفصیل دیکھئے فقیر کی تصنیف **علیہ الماسول** (اویسی غفرلہ)

ا۔ اس حدیث کو مخالفین حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لاعلمی کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ (جواب نمبرا) جوتے مبارک میں کوئی ایسی نجاست نہ لگی تھی جس سے نماز جائز نہ ہوتی۔ ورنہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پاپوش مبارک اتارنے پر اکتفانہ کرتے بلکہ نماز ہی از سرنو پڑھتے مگر جب ایسا نہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ کچھ ایسی نجاست ہی نہ تھی جس سے نماز درست نہ ہوتی۔ (جواب) جبریل علیہ السلام کا خبر دینا اظہار عظمت و رفعت شان ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کہ کمال تنظیف و تطہیر حضور کے حال شریف کے لائق ہے۔ اس سے عدم علم آنسرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر استدلال ایک عام خیال ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ شریف میں فرماتے ہیں۔

وقذر بفتح قاف ذال معجمہ دراصل آنچہ مکروہ پندار و طبع و ظاہراً نجاستے بنود کہ نماز باں درست نبا شد بلکہ چیزے بود مستقدر کہ طبع آزانا خوش دارد والا نماز از سر میگرفت کہ بعضے نماز باں گزار دہ بود و خبرداران جبریل بر آوردن از پا جہت کمال تنظیف و تطہیر بود کہ لائق بحال شریف دے بود۔

ترجمہ : قذرد بفتح قاف و ذال معجمہ) وہ شے جس سے طبع کو نفرت ہو اور وہ بظاہر نجاست بھی نہ تھی کہ اس کے ہوتے نماز نہ ہو بلکہ ایک ایسی شے تھی جس سے طبیعت نفرت کرے ورنہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نماز کا اعادہ فرماتے حالانکہ آپ نماز کا کچھ حصہ اسی جوتے سے ادا فرما چکے تھے باقی رہا جبریل علیہ السلام کا خبر دینا وہ محض تنظیف و تطہیر کے طور تھا کہ وہ آپ کے بلند و ارفع شان کے لائق نہ تھا۔

بلکہ اس کے ساتھ کھانا پینا ملنا بھی چھوڑ دیتے ہیں افسوس کہ انکسار اور شکستہ حالی کو (جو جزو ایمان ہے) ناپاکی اور رعونت کو ستھرائی کہتے ہیں دیکھئے اس وقت بری بات اچھی ہوگئی ہے اور اچھی بری اور دین کی رسم ایسے جاتی رہے جیسے اس کی ماہیت اور علم جاتا رہا۔

کا استعمال اور لنگی غبار کے دور کرنے کے لئے اوڑھنی ان کے علاوہ دیگر سازوسامان اگر بلا کسی قید کے لحاظ کریں تو یہ چیزیں بذات خود مباح ہیں۔ مگر بعض اوقات ان میں احوال اور نیات کے شامل ہونے سے اچھی بھی ہو سکتی ہیں اور بری بھی۔

فائدہ : ان کے مباح ہونے کی وجہ تو ظاہر ہے کہ جو شخص ان پر عمل کرتا ہے۔ وہ اپنے مال اور بدن اور کپڑوں میں تصرف کرتا ہے اور یہ تصرف مباح ہے۔ بشرطیکہ اس میں مال کا تکلف اور اسراف نہ ہو اور ان چیزوں کے برا ہونے کی صورت یہ ہے کہ ان کو دین کی اصل ٹھہرالیا جائے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد اقدس ہے۔

بنی الدین علی النظافة دین کی بنا صفائی ستھرائی پر ہے۔

اس کی تفسیر انہیں امور کو سمجھیں جو اوپر مذکور ہوئے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص اس میں پہلے لوگوں کی طرح تساہل کرے تو اس پر اعتراض کریں۔

وجہ ممانعت : امور مذکورہ ممانعت کی ایک اور وجہ ہوسکتی ہے اس کی یہ صورت ہے کہ ان امور سے غرض ظاہر کی زینت اور مخلوق کی نظروں میں اچھا معلوم ہونا ہو تو اس صورت میں یہ امور داخل ریائے ممنوع ہوں گے پس ان دونوں اعتبار سے امور بالا برے ہوسکتے ہیں۔

وجہ امامت : امور مذکورہ بالا کے اچھے ہونے کا یہ طریقہ ہے کہ ان سے غرض بہتری ہو نہ زینت اور جوان کو ترک کرے تو اس پر اعتراض نہ کیا جائے اور نہ ان کو چاہئے نماز کے اول وقت تاخیر واقع ہو اور نہ ان میں مصروف ہونے سے کوئی عمل ان سے بہتر یا تربیت علم وغیرہ چھوٹنے پائے پس اگر ان تمام باتوں سے متصف ہوں تو ان کو مباح کہتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ نیت کی وجہ سے ثواب بھی حاصل ہو لیکن اس قسم کے امور میں ثواب ان بیکار لوگوں کو ہوتا ہے جو بالفرض اگر طہارت میں مصروف نہ ہو تو سونے میں یا بکواسات میں مشغول ہوں تو ایسے لوگوں کا طہارت میں لگا رہنا بہتر ہے۔ اس لئے کہ اس سے اور کچھ نہ ہوگا یہ تو ضرور ہوگا کہ ذکرالٰہی اور عبادت کی یاد ان کے سامنے ہوگی۔

اسی لئے اگر یہ امور اسراف اور برائی کی طرف نہ جھک جائیں تو غافل لوگوں کے حق میں بہتر ہیں مگر علم و عمل والوں کو چاہئے کہ وہ اپنے اوقات ان امور میں حاجت کی تعداد پر صرف کریں۔ زائد از حاجت ان کے حق میں اچھا نہیں بلکہ اس نفیس جوہر یعنی طہارت زندگی سے اور عمدہ فوائد لیں تو یہی بہتر و افضل ہے۔ اس قیمتی جوہر کو ضائع نہیں کرنا چاہئے۔

ازالۂ وہم : اس سے تعجب بھی نہیں کرنا چاہئے کہ ایک شے بعض لوگوں کے حق میں اچھی ہے دوسروں کے حق میں بری کیوں اس لئے کہ ایسا ہوا کرتا ہے۔

مثلاً نیکیوں کی خوبیاں مقربوں کے حق میں برائیاں ہوتی ہیں اور بیکار آدمی کو لائق نہیں کہ صوفیوں پر نظافت کے

بارے میں اعتراض کرے اور خود اس کا پابند نہ ہو اور دعویٰ کرے کہ میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مشابہت کرتا ہوں اس لئے کہ مشابہت تو اس میں ہوتی ہے کہ بجز امر اہم کے اور کسی بات کی فرصت نہ ہو۔

حکایت : حضرت داؤد طائی ا سے کسی نے کہا کہ تم اپنی داڑھی میں کنگھی کیوں نہیں کرتے انہوں نے جواب دیا کہ مجھے فرصت کہاں۔ یہ امر تو بے کاری سے متعلق ہے۔

فائدہ : ہمارے خیال میں عالم دین اور نیک نمازی کو مناسب نہیں کہ دھوبی کے دھوئے کپڑوں میں وہم کرے کہ لوگ اس نے دھونے میں کمی کی ہوگی اور خود ان کے دھونے میں اوقات ضائع کرے کیونکہ پہلے زمانہ کے لوگ تو کچی ہوئی پوستین سے نماز پڑھ لیا کرتے تھے حالانکہ دھوئے ہوئے اور کچے ہوئے میں طہارت اور نجاست کے بارے میں بہت بڑا فرق ہے بلکہ ان کا دستور تھا کہ نجاست کو جب آنکھ سے دیکھتے تو اس سے اجتناب کرتے یہ نہیں کہ باریک باتیں نجاست کے بارے یں شبہات نکالا کرتے ہوں بلکہ وہ تو ریا اور ظلم کی باریکیاں سوچتے تھے۔

حکایت : حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ مع اپنے ایک رفیق کے ایک مکان کے اونچے دروازے پر گزرے۔

رفیق کو اشارہ فرمایا کہ تو اونچا محل مت بنانا اس لئے کہ لوگ اس مکان کو نہ دیکھتے اگر اس کا مالک کبھی اتنا اسراف نہ کرتا۔

فائدہ : اس سے ثابت ہوا کہ دیکھنے والا مسرف کے اسراف پر مددگار ہوتا ہے۔

فائدہ : اپنے ذہن کو ہمہ تن اس طرح کے حقائق کے نکالنے میں لگاتے تھے نجاستوں کے وہم اور وسوسوں میں خود کو نہ پھنساتے تھے۔

انتباہ : اگر کوئی عالم دین عامی آدمی کو دیکھے کہ وہ اس اپنے کپڑے دھونے میں احتیاطی تدبیر کے ساتھ منہمک ہے تو اسے نہ ٹوکے تو بہتر ہے اس لئے کہ سستی کی بہ نسبت تو بہتر یہی ہے اور عامی مذکور کو یہ فائدہ بھی ہے کہ اس کا نفس امارہ ایک مباح کام میں لگا ہوا ہے اتنی دیر میں معاصی سے باز رہے گا۔ کیونکہ نفس اگر کسی کام میں مصروف نہیں ہوتا تو انسان کو اپنے دھندے میں لگا دیتا ہے

مسئلہ : جب عامی مذکور عالم دین کے کپڑے دھونے سے عالم دین کا تقریب چاہتا ہے تو یہ امر اس کے نزدیک تمام امور ثواب کی بہ نسبت افضل ہے اس لئے کہ عالم میں کا وقت اس جیسے کاموں کے منہمک ہونے سے اشرف ہے تو عامی کے منہمک ہو جانے سے عالم کا وقت محفوظ رہے گا اور عامی کے لئے اشرف وقت یہ ہے کہ ایسے ہی کاموں میں مصروف ہو تو اس پر ہر طرف سے خیر و برکت ہوگی۔

ا۔ حضرت داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ صوفی حنفی تھے حضرت امام ابوحنیفہ کے تلامذہ میں سے تھے۔ اویسی غفرلہ

فائدہ : اس مثال سے دیگر اعمال کے نظائر اور ان کے فضائل کی ترتیب اور ایک دوسرے پر ان کی تقدیم کو سمجھ لینا چاہئے اس لئے کہ عمر کے لمحات کو افضل کام میں صرف کرنے کے خوب حساب کرنا اس سے اہم ہے کہ تمام دنیوی امور میں باریک بینی کی جائے۔

تحقیق طہارت ظاہرہ

ہماری مذکورہ بالا تقریر سے ظاہر ہوگیا کہ طہارت کے چار مرتبے ہیں لیکن ہم صرف ایک قسم کی نظافت کا ذکر کرتے ہیں یعنی ظاہر کی طہارت کو اس لئے کہ ہم اس کتاب کے اول حصے میں عمداً بجز ظاہری امور کے اور کچھ نہیں لکھتے۔ طہارت ظاہری تین قسم ہے۔

(ا) نجاست ظاہری سے پاک ہونا (2) نجاست حکمی سے پاک ہونا جسے حدث کہتے ہیں۔ (3) بدن کے زوائد سے پاک ہونا اور فضلات بدن سے کاٹنے یا استرے یا نورا لگانے سے طہارت حاصل ہوتی ہے۔

ظاہری نجاست سے پاک ہونے کا طریقہ : اس میں تین امور کا مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

(ا) کسی شے کو دور رکھنا ہے اور اسے کس چیز سے دور کریں۔ (2) دور کرنے کا طریقہ (3)دور کرنے کی چیزیں (فضلات جن کا دور کرنا ضروری ہیں۔) وہ تین ہیں۔(ا) جماوات یعنی جن میں حیات نہیں۔ (2) حیوانات (3) اجزاء حیوان۔

(جماوات) : سوائے شراب کے اور کن زدہ نشہ آور چیز کے تمام پاک ہیں اور حیوانات سوائے کتے اور سور کے اور جو چیز ان دونوں سے پیدا ہو کے سوا سب پاک ہیں۔

مسئلہ : حیوان جب مرجائیں تو سوا پانچ حیوانوں کے تمام نجس ہیں۔ اور وہ پانچ یہ ہیں۔

(ا) آدمی (2) مچھلی (3) ٹڈی (4) سیب کا کیڑا اس میں داخل ہے' (5) وہ کیڑا جو کھانے یا سرکہ وغیرہ میں پڑ جاتا ہے۔ وہ جانور جس میں بہتا ہوا خون نہیں جیسے مکھی اور گبریلا وغیرہ کہ اس طرح کی چیزیں اگر پانی میں گر جائیں تو پانی نجس نہ ہوگا۔

مسئلہ : حیوانات کے اجزاء دو طرح ہیں۔

ا؎ حضرت امام غزالی قدس سرہ نے یہاں تمام مسائل فقہ شافعی کے مطابق لکھے جو حنفی سالک کو ان پر عمل کرنے سے بجائے فائدہ کے نقصان ہو گا بلکہ بعض مسائل میں کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہو گا اس کے علاوہ اسی حالت کی عبادت نہ صرف ضائع جائے گی بلکہ قیامت میں اس شائع شدہ اسی لئے فقیر نہایت ہی انتصار کے ساتھ موقعہ بموقعہ نشاندہی کرتا جائے گا۔ تفصیل کے لئے سالک کو ضروری ہے کہ وہ فتاویٰ رضویہ ورنہ کم از کم بہار شریعت کا مطالعہ ضرور کرے بلکہ جو بحث احیاء العلوم سے متعلق ہو اس کا بیان بہار شریعت سے ضرور دیکھ لے۔

(ا) حیوان سے علیحدہ ہوگئے ہوں ان کا حکم مردہ کا ہے مگر بال علیحدہ ہونے سے ناپاک نہیں ہوتا اور ہڈی ناپاک ہو جاتی ہے۔ (2) وہ رطوبتیں جو حیوان کے اندر سے نکلتی ہیں۔ ان میں سے جو اس طرح کی ہیں کہ تبدیل نہیں ہوتی اور ان کے ٹھہرنے کی جگہ مقرر نہیں وہ پاک ہیں جیسے آنسو اور پسینہ اور لعاب اور رینٹ اور جن چیزوں کا ٹھکانا مقرر ہے اور وہ تبدیل ہوتی ہیں وہ نجس ہیں بجز اس چیز کے جو حیوان کی اصل ہو مثلاً منی اور انڈے یہ پاک ہیں اور تمام حیوانات کا خون اور پیپ اور پاخانہ اور پیشاب نجس ہے۔

مسئلہ : نجاسات تھوڑی ہوں یا بہت ان میں سے کچھ نہیں سوائے پانچ چیزوں کے ڈھیلے سے استنجا کرنے کے بعد اگر کچھ نجاسات کا اثر رہ جائے تو معاف ہے بشرطیکہ نکلنے کی جگہ سے بڑھ نہ جائے۔

مسئلہ : راستوں کے کیچڑ اور گوبر کا غبار راہ میں معاف ہے اگرچہ نجاست کا یقین ہو مگر اس قدر معاف ہے کہ اس سے بچنا دشوار ہو۔ یعنی جس پر یہ حال گزرے اسے کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ اس نے خود لتھیڑا ہے۔ یا پھسل کر گر پڑا ہے

مسئلہ : وہ نجاست کہ موزوں کے تلوے میں لگ جاتی ہے اس وجہ سے کہ راستوں میں پڑی رہتی ہے تو وہ بھی رگڑنے کے بعد معاف ہے اس لئے کہ اس کے دور کرنے میں حرج ہے۔

مسئلہ : پسّوں کا خون تھوڑا ہو یا زیادہ لیکن اگر عادت کی حد سے گزر جائے تو معاف نہیں خواہ اپنے کپڑے سے میں ہو یا غیر کے کپڑے سے۔

مسئلہ : پھنسیوں کا خون اور جو اس سے پیپ اور خون بہے معاف ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مہاسے کو رگڑ دیا اس میں سے خون نکلا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو نہ دھویا اور نماز پڑھ لی۔

مسئلہ : وہ رطوبات جو ناسور سے نکلتی ہیں یا فصد کے بعد خون ٹپکتا رہتا ہے یہ بھی معاف ہیں لیکن جو امور کم واقع ہوں۔ جیسے زخم لگنا وغیرہ تو اس کا حکم خون استحاضہ کی طرح ہے اس پر پھنسیوں کا قیاس نہ ہوگا کیونکہ اس سے کوئی انسان خالی نہیں۔

فائدہ : شریعت میں جوان پانچویں نجاستوں سے چشم پوشی کی گئی اس سے معلوم ہوا کہ طہارت کا معاملہ سہولت پر مبنی ہے اور جو کچھ اس بارے میں بدعات ہوئے ہیں وہ صرف وسوسہ ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔

وہ چیزیں جن سے نجاست دور کرنا ضروری ہے : دو طرح ہیں (1) جامد (2) بہتی ہوئی۔

جامد : یہ استنجا کا ڈھیلا یہ خشک کرنے سے پاک کر دیتا ہے اور اس میں شرط ہے کہ سخت اور پاک اور نجاست کو چوستا اور حرمت نہ رکھتا ہو اور بہتی چیزوں میں سے سوائے پانی کے اور کسی چیز سے نجاست دور نہیں ہوتی اور پانی بھی

سب دور نہیں کرتے۔ بلکہ (2) نجاست دور کرنے والا وہ پانی جو پاک ہو اور کسی بے ضرورت شے کے ملنے سے اس میں تغیر فاحش نہ ہو گیا ہو۔

مسئلہ: اگر پانی میں کوئی نجس شے مل جائے جس سے اس کا مزا یا رنگ یا بو بدل جائے تو وہ پانی پاک نہیں رہتا۔

مسئلہ: اگر نجاست کے پڑنے سے ان تینوں وصفوں میں سے کوئی نہ بدلے اور پانی مقدار میں قریب نو مشکوں کے یا سوا چھ من تول میں ہو تو وہ نجس نہ ہوگا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد اقدس ہے کہ اذا بلغ الماء قلتین لم یحمل خبثا ترجمہ۔ جب پانی دو قلہ کو پہنچ جائے تو پلیدی نہیں اٹھاتا۔

مسئلہ: اگر اس مقدار سے کم ہو تو امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک نجس ہو جائے گا یہ ٹھہرے ہوئے پانی کا حکم ہے۔ لیکن بہتا پانی اگر نجاست سے بدل جائے تو جو بدلا ہوا ہو وہ ناپاک ہے۔ اس سے اوپر اور نیچے کا پانی ناپاک نہیں اس لئے کہ پانی کے بہاؤ میں چلے تو جس جگہ وہ نجاست پانی میں پڑی ہے وہ نجس ہے اور اسکے داہنے بائیں کا پانی نجس نہیں ہے بشرطیکہ پانی قلتیں سے کم ہو۔

مسئلہ: اگر پانی کی رفتار نجاست سے قوی تر ہو تو نجاست کے اوپر کی جانب کا پانی پاک ہے اور نیچے کی جانب کا نجس ہے تو اگر دور اور بہت ہو۔ لیکن جس صورت میں کہ کسی حوض میں مقدار قلتین کے پانی جمع ہو جائے گا تو نجس نہ رہے گا اور نجس پانی اگر دو قلون کے برابر اکٹھا ہو جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے اور پھر جدا کرنے سے ناپاک دوبارہ نہیں ہوتا۔ یہ امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب ہے۔

فیصلہ امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ: میرے نزدیک بہت یہ ہے کہ امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب پانی کے بارے میں امام مالک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب کے موافق ہوتا یعنی پانی اگرچہ تھوڑا ہو بغیر تینوں وصفوں میں ایک کے امام مالک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک نجس نہیں ہوتا۔

امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب بھی یہی ہوتا تو خوب تھا اس لئے کہ پانی کی تو ضرورت تو پڑتی ہی ہے اور قلتین کی قید لگانے سے وسوسے ابھرتے ہیں اور اسی وجہ سے لوگوں پر یہ شرط گراں ہے اور واقع میں بھی یہ قید مشقت کا سبب ہے جو کوئی اس کا تجربہ کرے اور سوچے اس کو کیفیت معلوم ہو جائے گی۔

نزدیک امام غزالی قدس سرہ: قلتین کے مذہب شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس میں شبہ نہیں۔ (ا) اگر قلتین کی شرط صحیح ہو تو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بطریق اولیٰ طہارت دشوار ہوتی اس لئے کہ ان دونوں مقامات میں نہ بہتے پانی کی کثرت ہے نہ ٹھہرنے کی۔ رسول اللہ صلی

1} یہ امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے احناف کی تحقیق و دلائل مطولات بالخصوص فتاویٰ رضویہ دیکھئے۔ (اویسی غفرلہ)

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اول زمانہ سے لے کر آخر زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک کوئی واقعہ طہارت کے بارے میں منقول نہیں اور نہ نجاستوں سے پانی کے بچانے کی کیفیت کے دریافت کرنے میں ان کی طرف سے کوئی سوال پایا جاتا ہے۔ اور صحابہ کرام کے پانی کے برتنوں پر لڑکوں اور لونڈیوں اور ایسے لوگوں کا تصرف رہتا تھا جو نجاستوں سے احتراز نہیں کرتے۔

(2) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پانی سے وضو کیا جو نصرانی عورت کے گھڑے میں تھا اس سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بجز عدم تغیر پانی کے دیگر کسی شرط پر اعتماد نہیں کیا ورنہ نصرانی عورت اور اس کے برتن کا نجس ہونا ظن غالب سے ادنیٰ تامل ہے۔ معلوم ہے پس امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب پر مشکل سے قائم ہونا اور قرون اولیٰ میں اس کا استفسار نہ ہونا ایک دلیل ہے جس سے پانی میں قلتین کی شرط لگانا زائد معلوم ہوتی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فعل دوسری دلیل ہے۔

(3) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلی کے لئے برتن جھکا دیا تھا اور اس وقت صحابہ کرام بلی سے برتنوں کو نہیں ڈھانپتے تھے۔ حالانکہ دیکھتے تھے کہ بلی چوہا کھاتی ہے اور ان کے علاقوں میں حوض نہ تھے کہ جن میں سے بلیاں پانی پیتی ہوں نہ کنووں میں اتر کر پیتی تھیں بلکہ ان کے برتنوں ہی میں سے پانی پیا کرتی تھیں۔

(4) کہ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ جس پانی سے نجاست دھوئی جائے اس کا دھوون پاک ہے بشرطیکہ اس کا کوئی وصف نہ بدلے اور اگر بدل جائے تو دھوون ناپاک ہے پس پانی کو نجاست پر ڈالنے میں اور نجاست کے پانی میں گرنے میں کون سا فرق ہے۔

ازالہ وہم: بعض کا کہنا کہ پانی کے گرنے کی قوت نجاست کو دفع کرتی ہے تو اگر وہ نجاست پانی سے نہیں ہلتی تو پھر اس کا کیا معنی کہ نجاست دور ہو جاتی ہے اور اگر یہ کہو کہ ضرورت کے سبب ایسا ہوتا ہے تو ضرورت [illegible] کی طرف بھی ہے کہ سوائے تغیر اوصاف کے پانی کی نجاست میں کوئی قید نہ لگائی ہے اور اس میں کیا فرق ہوا کہ جس طشت میں پانی ہو اس میں ناپاک کپڑا ڈال دیا۔

(5) صحابہ کرام تھوڑے پانی بہتے ہوئے کے کنارے پر استنجا کیا کرتے تھے۔ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب میں باتفاق ثابت ہے کہ جب پانی بہاؤ میں پیشاب پڑے اور وہ متغیر نہ ہو تو اس سے وضو کرنا درست ہے گو پانی تھوڑا ہو تو پھر بہتے اور ساکن میں کیا فرق ہے اب کوئی یہ بتا دے کہ متغیر نہ ہونے پر حوالہ کرنا بہتر ہے۔ یا بہنے کے سبب سے پانی کی قوت پر حوالہ کرنا اچھا ہے پھر اس قوت کی حد کیا ہے آیا جو پانی کہ حمام کی ٹونٹیوں میں سے نکلتے ہیں ان پر یہ قاعدہ جاری ہے یا نہیں۔

اگر نہیں تو فرق بتانا چاہئے اگر جاری ہے تو ان پانیوں میں پلیدی پڑ جائے اور جو برتنوں میں سے بدن پر بہنے کی جگہ پڑ جائے تو ان دونوں میں کیا فرق ہے آخر یہ بھی پانی بہتا ہے علاوہ ازیں پیشاب بہتے پانی میں بہ نسبت بستہ نجاست کے خوب مل جاتا ہے۔ تو جب یہ حکم دے دیا کہ جو پانی بستہ نجاست پر گزرے وہ نجس ہے یہاں تک کہ

ایسے حوض میں جمع ہو کر اس کی مقدار قلتین ہو تو بستہ نجاست اور بہتی نجاست میں کیا فرق ہے۔ پانی تو ایک ہی ہے اور مل جانا بہ نسبت اوپر کے گزرنے کے زیادہ ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ پیشاب ملنے سے وضو درست ہو اور بندھی نجاست پر گزرنے سے ناجائز ہو۔

(6) قلتین پانی میں اگر آدھا سیر پیشاب پڑ جائے اور وہ پانی علیحدہ کیا جائے تو جو پیالہ اس سے بھرا جائے گا وہ پاک ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ اس میں کچھ قطرے پیشاب کے ضرور ہوں گے گو تھوڑے سہی اب یہ بتاؤ کہ پانی کی طہارت کی علت متغیر نہ ہونے کو کہنا اچھا ہے یا کثرت کی قوت کو بتانا بہتر ہے حالانکہ کثرت تو پیالہ میں علیحدہ کرنے سے جاتی رہی اور اجزائے نجاست اس میں موجود ہیں۔

(7) گزشتہ زمانوں میں حماموں میں میلے کچیلے آدمی وضو کیا کرتے تھے اور اپنے ہاتھ اور حوضوں میں باوجود پانی کے تھوڑا ہونے کے برتن ڈال دیتے تھے انہیں یہ معلوم تھا کہ ان میں ناپاک اور پاک ہر طرح کے ہاتھ پڑتے ہیں تو یہ دلائل باوجود شدت ضرورت کے اسباب کو قوت دیتی ہیں کہ پہلے لوگ متغیر کو نہیں دیکھتے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر اعتماد رکھتے تھے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے پانی کو پاک پیدا کیا ہے اس کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی بجز اس کے کہ مزہ یا رنگ یا بو کو بدل نہ دے اور یہ بات پانی میں واقع ہے یعنی ہر بہنے والی چیز کی عادت اصلیہ ہے کہ جو چیز اس میں پڑے وہ اسے اپنی صفت پر بنا لے اور وہ چیز اس سے مغلوب ہو جیسے نمک کی کان میں کتا گر پڑے تو وہ بھی نمک ہو جاتا ہے اور اس پر طہارت کا حکم ہے اس لئے کہ اس میں سے کتے ہونے کا وصف جاتا رہا۔ نمک ہو گیا اسی طرح اگر تھوڑا سا سرکہ یا دودھ پانی میں گر جائے گا تو اس کی صفت سے متصف ہو جائے گا اور اسی کی خاصیت اختیار کرے گا مگر جس صورت میں کہ بہت اور غالب ہو تب پانی نہ ہوگا اور اس کا غلبہ مزہ یا رنگ یا بو کے غالب ہونے سے ہوتا ہے تو اوصاف کا متغیر ہونا جانچ کی چیز ہے اور شریعت نے نجاست کے دور کرنے کے لئے پانی میں اسی طرف ارشاد فرمایا ہے اور مناسب ہے کہ اس پر اعتماد کیا جائے تاکہ تنگی دفع ہو اور پانی کے پاک ہونے کی علت واضح ہو جائے کہ وہ دوسری چیز پر غالب ہوتا ہے تاکہ اس کو پاک کر دے جیسا کہ قلتین سے زیادہ ہونے کی صورت کا حال ہے اور نجاست کے دھوون اور بہتے پانی اور بلی کے لئے برتن جھکا دینے میں یہی صورت ہے اور یہ خیال نہ کرنا کہ یہ صورت معاف ہونے کی ہے کیونکہ اگر ایسا ہو تو استنجا کے اثر اور پسوؤں کے خون کی طرح ہوتا کہ جو پانی اس سے لگتا وہ ناپاک ہوتا حالانکہ دھوون ناپاک نہیں ہوتا نہ تھوڑا پانی بلی کے منہ ڈالنے سے ناپاک ہوتا ہے۔

ازالہ وہم: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے لا یحمل خبثا یعنی نجاست کو نہیں اٹھاتا تو یہ لفظ اپنی ذات کے لحاظ سے مبہم ہے کیونکہ جب متغیر ہوتا ہے تب تو نجاست کو اٹھاتا ہے اگر یہ کہو کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب متغیر نہیں ہوتا اس وقت نجاست کو برداشت کرتا ہے تو ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ وہ پانی اکثر اوقات میں معتاد نجاستوں سے متغیر نہیں ہوتا تو یہ بات قلتین سے کم میں بھی متمسک ہے۔ مگر کم تر میں اس کی رعایت نہ

ان دلیلوں سے جو ہم نے لکھی ہیں ذکر ناممکن ہے اور لا یحمل خبثا کے ظاہر الفاظ اس پر دلالت نہیں کرتے کہ حمل یعنی برداشت کی نفی ہے جس کا یہ معنی ہے کہ نجاست کو اپنی صفت پر بدل لیتا ہے۔ جیسے ہم کہتے ہیں کہ کان نمک کتے وغیرہ کو برداشت نہیں کرتی یعنی اس میں غیر چیزیں ویسی ہو جاتی ہیں اور اس معنی کے لئے کی وجہ یہ ہے کہ لوگ تھوڑے پانیوں میں استنجا کیا کرتے ہیں اور اپنے نجس برتن اس میں ڈبویا کرتے ہیں پھر تردد کرتے ہیں کہ یہ پانی اتنے امر سے متغیر ہوگیا یا نہیں تو جب مقدار قلتین کے پانی ہوگا تو معلوم ہو جائے گا کہ ان معتاد نجاستوں سے متغیر نہیں ہوتا اگر یوں کہو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے۔ کہ وہ نجاست کو برداشت نہیں کرتا اور جب نجاست زیادہ ہوگی تب اس حکم کی رو سے اس کی برداشت بھی کرے گا جیسے دیکھنے میں کرتا ہے پس دونوں مذہبوں میں معتاد نجاستوں کی خصوصیت لگانا ضروری ہے۔

خلاصہ : کہ ان نجاستوں کے معاملہ میں ہمارا میلان آسانی برتنے کی طرف ہے اس وجہ سے کہ اسلاف کی سیرت ہم نے اسی طرح پائی اور وسواس کی جڑ اکھیڑنا مطلوب ہے۔ اسی وجہ سے ان مسائل میں اگر کہیں خلاف واقع ہوا ہے تو ہم نے طہارت کا حکم دیا ہے۔

نجاست دور کرنے کی کیفیت : نجاست اگر غیر مرئی ہو یعنی اس کا جسم محسوس نہ ہوتا ہو تو اس پر جہاں جہاں نجاست پڑی ہو پانی کا بہانا کافی ہے اور اگر نجاست جسم دار ہے تو اس کا دور کرنا ضروری ہے اور جب تک مزہ اس کا باقی رہے گا تب تک معلوم ہوگا کہ اس کا جسم باقی ہے اور یہی حال رنگ کے باقی رہنے کا ہے۔

مسئلہ : جس صورت میں رنگ چمٹ جائے اور رگڑنے اور ملنے سے نہ جائے تو معاف ہے۔ اور بو کا باقی رہنا نجاست کے باقی رہنے پر دال ہے وہ معاف نہیں۔

مسئلہ : اگر کوئی چیز تیز بدبو ہو کہ اس کا دور کرنا مشکل ہو تو اس وقت ملنا اور چند مرتبہ پے در پے نچوڑنا رگڑنے کے قائم مقام ہے۔

وسواس کا علاج : وسواس کے دور کرنے کی یہ تدبیر ہے کہ یوں سمجھنا چاہئے کہ چیزیں یقیناً معلوم ہو کہ نجس ہے تو اس سے نماز پڑھ لے اور اس کی ضرورت نہیں کہ نجاستوں کی مقدار مقرر کرنے کے لئے استنباط کیا جائے۔

حدث (وضو و غسل) کا بیان : اس میں وضو اور غسل اور تیمم داخل ہیں اور سب سے مقدم استنجا ہے ہم ان سب کی کیفیت ترتیب مع آداب و سنت لکھتے ہیں اور شرع میں وضو کے سبب کو بعض لوگ قضائے حاجت لکھتے ہیں۔ (بعون اللہ تبارک و تعالیٰ)

پاخانہ کے آداب : (1) قضا حاجت کے لئے دیکھنے والوں کی نظر سے جنگل میں دور جانا۔ (2) کسی چیز کی آڑ ہو سکے تو کرے۔ (3) جب تک بیٹھنے کے مقام پر نہ پہنچ جائے تب تک ستر نہ کھولے۔ (4) سورج اور چاند کی طرف منہ

کرکے نہ بیٹھے۔ (5) قبلہ کی طرف منہ نہ کرے نہ پیٹھ۔ (6) مکان میں پاخانہ ہو تو مضائقہ نہیں (1) اس صورت میں بھی مستحب یہی ہے کہ قبلہ سے پھر کر بیٹھے۔ (7) جنگل میں اگر اپنی سواری کی یا دامن کی آڑ لے تو جائز ہے۔ (قبلہ کو رخ یا پیٹھ کرنا۔ (8) لوگوں کی باتیں کرنے کی جگہ میں بیٹھنے سے اجتناب کرے۔ (9) ٹھہرے ہوئے پانی میں (پاخانہ اور پیشاب نہ کرے۔ (10) پھل دار درخت کے نیچے۔ 2۔ (11) سوراخ کے اندر پیشاب نہ کرے۔ (12) جو جگہ سخت ہو۔ (13) ہوا کے رخ پیشاب نہ کرے تاکہ چھینٹوں سے بچا رہے۔ (14) بیٹھنے میں پاؤں بائیں پر زور دے۔ (15) اگر مکانات کے پاخانہ میں جائے تو اندر جائے میں بایاں پاؤں پہلے رکھے۔ (16) باہر نکلتے وقت پہلے داہنا پاؤں نکالے۔ (17) کھڑا ہو کر پیشاب نہ کرے۔

حدیث : حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو کوئی یہ بیان کرے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب کیا کرتے تھے تو اسے سچا نہ جانو۔

حدیث : حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہوئے دیکھا فرمایا کہ اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑا ہو کر پیشاب نہ کر۔

مسئلہ : بوقت ضرورت اجازت مروی ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا اور میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے وصف کا پانی لایا آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے وضو کرکے اپنے دونوں موزوں پر مسح کیا۔ (یہ جواز کے لئے فرمایا تاکہ بوقت ضرورت امت کو سہولت ہو نہ یہ کہ اس کی عادت بنالی جائے۔ اور دلیل ہیں یہی حدیث پیش کر دی جائے جیسے آجکل ٹیڈی مجتہدین کا طریقہ ہے۔

(18) نہانے کی جگہ میں پیشاب نہ کرے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اکثر وسوسہ اسی سے ہوتا ہے حضرت ابن مبارک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر پانی بہتا ہوا ہو تو اس میں پیشاب کے کرنے کا کوئی حرج نہیں۔ (19) پاخانے میں اپنے ساتھ کوئی ایسی چیز نہ لے جائے جس پر اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام مبارک ہو۔ (20) پاخانے میں ننگے سر نہ جائے۔ (21) پاخانے میں جاتے وقت یہ دعا پڑھے۔ بسم اللہ اعوذ باللہ من الرجس النجس الخبیث المخبث الشیطان الرجیم ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں' اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں' ناپاک پلید خبیث مخبث شیطان مردود سے۔ پاخانہ سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھے۔ الحمد للہ الذی اذھب عنی ما یوذینی وابقی علی ما ینفعنی ترجمہ۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھ میں سے وہ چیز دور کی جو مجھے ایذا دے اور وہ چیز باقی رکھی جو میرے کام ہے۔

انتباہ : یہ دعائیں پاخانہ کے باہر کہے۔ (23) استنجے کے ڈھیلے بیٹھنے سے پہلے گن لے۔ (24) جہاں پاخانہ پھرے اس

یہ شوافع کے نزدیک ہے احناف کہتے ہیں کہ مکان ہو یا کوئی اور جگہ ہر طرح قبلہ کی طرف پیٹھ کرکے پیشاب یا پاخانہ کرنا مکروہ ہے

جگہ پانی سے طہارت نہ کرے۔ (25) پیشاب کے بعد کھنکھارے اور تین دفعہ آلہ تناسل کو سونت دے اور اس کے نیچے کی جانب ہاتھ پھیر دے اور اس میں زیادہ فکر نہ کرے ورنہ وسوسے میں گرفتار ہوگا۔ اگر بعد کو کچھ تری معلوم ہو تو یہ سمجھے کہ پانی کا اثر ہے۔ اگر یہ وسوسہ ایذا دیتا ہو یعنی بار بار خیال تنگ کرتا ہو تو اس مقام پر پانی چھڑک دے تاکہ تصور میں خوب جم جائے کہ پانی کا اثر ہے قطرہ نہیں اور وسوسہ کرنے سے شیطان کو مسلط نہ کرے۔

حدیث : مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پانی چھڑکا تھا اور اسلاف میں جو استنجا میں جلد فراغت کرتا تھا وہ زیادہ فقیہہ ہوتا تھا تو جو شخص اس میں وسوسہ کرے معلوم ہوگا کہ اس کی سمجھ میں کمی ہے۔ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں تمام امور کی تعلیم فرمائی یہاں تک کہ پاخانہ پھرنا بھی تعلیم فرمایا اور حکم دیا کہ ہڈی اور لید سے استنجا نہ کریں۔ اور منع فرمایا کہ پیشاب یا پاخانہ میں قبلہ رخ نہ بیٹھیں۔

حکایت : ایک صحابی کو ایک بدو نے طعنہ دیتے ہوئے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تمہیں پاخانہ کرنا بھی اچھی طرح نہیں آتا انہوں نے فرمایا کہ کیوں نہیں میں تو اس کا خوب ماہر ہوں راستے سے دور جاتا ہوں اور ڈھیلے گن لیتا ہوں۔ جھاڑی کی طرف منہ کرتا ہوں اور ہوا کی طرف سے پشت پھیرتا ہوں' پنجوں پر زور دیتا ہوں اور سرین اوپر کو رکھتا ہوں۔ (طعنہ زن کو اس طرح لاجواب کردیا کہ میں سنت کے مطابق عمل کرتا ہوں پھر مجھ پر اعتراض کیسا۔

مسئلہ : جائز ہے کہ کوئی آدمی دوسرے شخص کے قریب اس سے آڑ کرکے پیشاب کرے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باوجودیکہ بہت حیا رکھتے تھے امت کی تعلیم کے لئے ایسا ہی کیا۔

استنجاء کی کیفیت : پاخانہ سے فارغ ہونے کے بعد تین ڈھیلوں سے اپنے مقام کو صاف کرے اگر صاف ہو جائے تو بہتر ورنہ چوتھا ڈھیلا لے اور اسی طرح اگر ضرورت محسوس ہو تو پانچواں استعمال کرے اس لئے کہ پاک کرنا واجب ہے اور عدد طاق مستحب ہے۔

فرمان ذی شان نبی آخرالزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ من استجمر فلیوتر جو ڈھیلے استعمال کرکے چاہئے کہ طاق لے اور ڈھیلے کو اپنے بائیں ہاتھ میں لے کر مقام پاخانہ کے اگلے کنارے پر نجاست سے اس طرف رکھے اور پیچھے کو پونچھتا ہوا اور ڈھیلے کو پھیرتا ہوا لے جائے پھر دوسرا ڈھیلا لے اور اس کو پیچھے کی طرف رکھ کر اسی طرح لائے اور تیسرا لے کر مقعد کے گرد گھما دے۔

اگر گھمانا دشوار ہو اور آگے سے پیچھے تک پونچھ لیا ہو تو کافی ہے۔ پھر ایک بڑا سا ڈھیلا اپنے داہنے ہاتھ میں لے کر ذکر کو بائیں ہاتھ میں اور ڈھیلے سے اس کو پونچھے یہاں تک کہ پونچھنے کی جگہ میں پیشاب کی تری معلوم نہ ہو اگر

ا۔ ایسے ہی ہر وہ درخت جس کے سایہ تلے لوگ بیٹھتے ہوں یا جانوروں کو گرمی سے بچانے کیلئے باندھتے ہوں۔ 12

یہ دو دفعہ ہو جائے تو تیسرا طاق کرنے کے لئے استعمال کرے اور جس صورت میں کہ صرف ڈھیلے پر کفایت منظور ہو تو تری کا موقوف کرنا واجب ہے اور اگر چار ڈھیلوں میں صاف ہو تو پانچواں طاق کرنے کے لئے ہے۔

پھر اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ پانی سے استنجا کرے اس طرح کہ داہنے ہاتھ سے مقام نجاست پر پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے ملے یہاں تک کہ نجاست چھونے سے معلوم نہ ہو اور اس میں زیادہ مبالغہ نہ کرے کہ اندر تک دھوئے اس لئے کہ یہ وسواس کا ذریعہ ہے۔

فائدہ : جہاں پانی پہنچتا ہے وہ مقام اندر کہلاتا ہے اور اس جگہ کے فضلات پر نجاست کا حکم نہیں۔ جب تک کہ باہر نہ نکلیں اور جو مقام ظاہر ہے اور اس پر نجاست کا حکم ہو جاتا ہے تو اس کے پاک ہونے کی حد یہ ہے کہ پانی اس جگہ پہنچ جائے اور نجاست دور کرے زیادہ وسواس کی کوئی بات نہیں اور جب استنجے سے فراغت پاوے تو یوں کہے۔ اللھم طھر قلبی من النفاق وحصن فرجی من الفواحش ترجمہ۔ یاالٰہی میرے دل کو نفاق سے پاک کر اور مقام زنا سے محفوظ رکھ۔ پھر اپنا ہاتھ دیوار سے یا زمین سے بدبو دور کرنے کے لئے رگڑ ڈالے۔

مسئلہ : اگر نجاست رہ گئی ہو تو پانی اور ڈھیلوں کا یعنی دونوں کا استعمال کرنا مستحب ہے مروی ہے کہ جب یہ آیت اتری۔ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ۔(پ II التوبہ 108) ترجمہ۔ اس میں وہ لوگ ہیں خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں اور ستھرے اللہ کو پیارے ہیں۔ (کنزالایمان)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد قبا والوں کو ارشاد فرمایا کہ وہ کون سی طہارت ہے جس پر خدائے ذوالجلال نے تمہاری تعریف کی انہوں نے عرض کیا کہ ہم استنجاء میں ڈھیلے اور پانی دونوں استعمال کرتے ہیں۔

وضو کی کیفیت : جب استنجا سے فارغ ہوگیا تو وضو میں مشغول ہو اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی ایسا نہیں دیکھا کہ قضائے حاجت کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو نہ کیا ہو۔

احادیثِ مُبارکہ

فضائلِ مسواک : وضو مسواک سے شروع کرے۔ (1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے منہ قرآن کے راستے ہیں پس ان کو مسواک سے اچھا کرو۔ چاہئے کہ مسواک کرتے وقت نیت کرلے کہ اپنا منہ نماز میں قرآن کی قرات اور ذکر اللہ کے لئے پاک کرتا ہوں۔ (2) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسواک کے ساتھ نماز بغیر مسواک کے پچھتر نمازوں سے بہتر ہوتی ہے۔ (3) فرمایا لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک عند کل صلوۃ ترجمہ۔ اگر میں اپنی امت کے لئے مشقت نہ سمجھتا تو انہیں ہر نماز کے وقت وضو کا حکم فرماتا (4) تم میرے پاس زرد دانتوں سے آتے ہو مسواک کیا کرو۔ (5) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو کئی دفعہ مسواک کیا

کرتے تھے۔ (6) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ ہمیں مسواک کا حکم کیا کرتے تھے یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا عنقریب اس بارے میں کوئی آیت اترے گی۔ (7) حدیث میں ہے کہ لازم پکڑو مسواک کو کہ وہ منہ کو پاک کرتی ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہے۔ (8) حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ مسواک حافظہ بڑھتی ہے اور بلغم دور کرتی ہے۔ (9) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام مسواک کو کانوں پر رکھ کر چلا کرتے تھے۔ (یعنی ہر وقت مسواک ان کے پاس رہتا تھا۔

مسائل مسواک: مسواک پیلو یا اور ایسے درخت کی شاخ کی ہو جو دانت کی زردی دور کردے۔ (2) مسواک عرض اور طول دونوں جانب میں کرے یعنی داڑھوں کی جانب میں بھی پھیرے اور مسوڑھوں کی جانب میں بھی اور اگر ایک ہی طرف پر کفایت کرے تو عرض میں کرے۔ (عرض میں مسواک کرنا حنفیوں کے نزدیک مکروہ ہے۔ (3) مسواک ہر نماز اور ہر وضوں کے وقت کرے گو وضو کے بعد نماز نہ پڑھے (یہ مستحب ہے اور صحت کا بھی سبب ہے۔) (4) جب سونے یا بہت دیر ہونٹ بند رہنے یا بدبودار چیز کھانے سے منہ کی بوگندی ہوگئی ہو تو اس وقت مسواک کرے۔

مسئلہ: مسواک سے فارغ ہونے کے بعد وضو کے لئے قبلہ رخ بیٹھے اور بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہے۔ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بسم اللہ نہ کہے اس کا وضو نہیں ہوتا یعنی بغیر بسم اللہ کے وضو کامل نہیں ہوتا۔

المؤمنون ۹۸

مسئلہ: بسم اللہ کے ساتھ کہے رَبِّ اَعُوْذُبِکَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ وَاَعُوْذُبِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ اے رب تیری پناہ شیاطین کے وسوسوں سے اور اے میرے رب تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں۔ پھر ہاتھ برتن میں ڈالنے سے پہلے پہنچوں تک تین بار دھوئے اور کہے اللھم انی اسئلک الیمن والبرکۃ واعوذبک من الشوم والھلکتہ ترجمہ۔ الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں یمن اور برکت اور نحوست اور تباہی سے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ پھر حدث کے دور کرنے اور نماز کے مباح ہو جانے کی نیت کرے اور منہ دھونے تک یہ نیت باقی رکھے اگر منہ دھونے کے وقت بھول جائے گا تو وضو نہ ہوگا پھر چلو میں منہ کے لئے پانی لے اور اس سے تین کلیاں کرے اور غرارہ کرے اور اگر روزہ دار ہو تو غرارہ نہ کرے صرف کلیاں ہی کرے اور کہے۔ اللھم اعنی علی تلاوۃ کتابک و کثرۃ الذکرلک ترجمہ۔ الٰہی اپنی کتاب کے پڑھنے اور اپنے ذکر کے زیادہ کرنے پر میری مدد کر۔

پھر ناک کے لئے چلو بھر کر تین دفعہ ناک میں پانی دے اور سانس سے پانی کو نتھنوں میں چڑھائے اور جو کچھ نتھنوں میں ہو اس کو سنک ڈالے اور ناک میں پانی دیتے وقت یہ دعا پڑھے۔ اللھم ارحمنی برائحتہ الجنۃ وانت عنی راض ترجمہ۔ الٰہی تو مجھے جنت کی خوشبو سنگھا اس حال میں کہ تو مجھ سے راضی ہو اور ناک سنکنے کے وقت یہ

۱۔ یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مذہب میں ہے احناف کا مذہب کہ نیت آغاز وضو میں مستحب ہے اگر نہیں کی تو وضو ہو جائے گا۔ (اویسی غفرلہ)

دعا پڑھے۔ اللھم انی اعوذبک من روالح النار ومن سوء الدار ترجمہ۔ الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں دوزخ کی بدبوؤں سے اور برے گھر سے پہلی دعا ناک میں پانی پہنچانے کے وقت مناسب ہے اور یہ ناک سے۔ کوئی چیز دور کرنے کے مناسب ہے۔ پھر چلو منہ کے لئے لے اور اسے جہاں سے پیشانی پھیلنی شروع ہوتی ہے سے لے کر جس جگہ تک ٹھوڑی سامنے معلوم ہوتی ہے اس کی انتہا تک طول میں اور ایک کان سے لے کر دوسرے تک عرض میں دھوئے اور منہ کی حد میں پیشانی کے دونوں گوشے جو بالوں کے اندر چلے جاتے ہیں داخل نہیں بلکہ وہ سر میں شامل ہیں اور دونوں کن پٹیوں کے اوپر بھی پانی پہنچانا چاہئے۔ اور یہ وہ جگہ ہے اسے عورتوں کو بال بنانے کی عادت ہوتی ہے یا اگر ڈورے کا ایک سرا کان کے سر پر رکھیں اور دوسرا پیشانی کے گوشے۔ پر تو اس ڈورے کے نیچے کی طرف جو منہ کی جانب پڑے اس کو تر کرنا چاہئے اور چار بالوں (1) بھووں (2) مونچھوں (3) زلفوں (4) پلکوں کی جڑوں میں پانی پہنچانا چاہئے کیونکہ یہ چیزیں اکثر تھوڑی ہی ہوتی ہیں اور ڈاڑھی اگر ہلکی ہو تو اس کی جڑ میں بھی پانی پہنچانا چاہئے۔

فائدہ : ہلکی داڑھی کی علامت یہ ہے کہ چہرے کی کھال اس میں نظر آتی ہو۔ اگر داڑھی گھنی ہو تو اس کی جڑ میں پانی پہنچنا ضروری نہیں۔

مسئلہ : وہ بال جو نیچے کے ہونٹ اور ٹھوڑی کے درمیان ہوتے ہیں جن کو بچی کہتے ہیں ان کا حکم ہلکی اور گھنی ہونے میں ڈاڑھی جیسا ہے پھر یہ دھونا تین دفعہ کرے اور داڑھی جو لٹکی ہوئی ہو اسکے اوپر پانی بہائے اور آنکھ کے کویوں اور میل اور سرمہ کے اکٹھے ہونے کی جگہیں انگلی سے صاف کرے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے اور توقع کرے کہ اس سے آنکھوں کے گناہ (قصور) خارج ہو جائیں گے اسی طرح تمام اعضاء کے دھونے میں امید رکھے کہ ان کی خطائیں دور ہوں گی اور منہ دھوتے وقت یہ دعا پڑھے۔ اللھم بیض وجھی بنورک یوم تبض وجوہ اولیانک وہ تسود وجھی بظلمانک یوم تشود وجوہ اعدآنک ترجمہ۔ الٰہی میرے منہ کو اپنے نور سے سفید کر جس روز کہ تیرے دوستوں کا منہ سفید ہو اور میرے منہ کو اپنی تاریکیوں سے سیاہ مت کر جس روز کہ تیرے دشمنوں کے چہرے سیاہ ہوں۔

مسئلہ : منہ دھوتے وقت گھنی داڑھی میں خلال کرے یہ مستحب ہے پھر اس کے بعد اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک تین بار دھوئے اور انگوٹھی کو ہلائے اور پانی کہنیوں سے آگے تک پہنچائے کیونکہ قیامت کو وضو کرنے والوں کے ہاتھ پاؤں اور چہرہ وضو کے نشان کی وجہ سے روشن ہوں گے تو جتنا دور پانی پہنچے گا اتنا ہی عضو قیامت میں روشن ہوگا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من استطاع ان یطیل عزتہ فلیفعل جو جتنا چمک لمبا کرنا چاہے تو اسے چاہئے کرے

ایک روایت میں یہ ہے کہ تبلغ الحلیۃ من المومن حیث بلغ الوضوء ترجمہ۔ مومن کا زیور وہاں تک پہنچے گا جہاں اس کا وضو کا پانی پہنچے گا۔

پہلے داہنا ہاتھ دھوئے اور یہ دعا پڑھے۔

اللھم اعطنی کتابی بیمینی وحاسبنی حسابا یسیرا ترجمہ۔ الٰہی میرا نامہ اعمال میرے داہنے ہاتھ میں دینا اور مجھ سے حساب ہلکا لینا۔

اور بائیں ہاتھ کو دھوتے وقت یہ دعا پڑھے۔ اللھم انی اعوذ بک ان تعطینی کتابی بشمالی او من وراء ظھری ترجمہ۔ الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میرا نامہ اعمال میرے بائیں ہاتھ میں دے یا پشت کی جانب سے پھر۔ سارے سر کا مسح کرے اس طرح کہ دونوں ہاتھوں کو تر کرکے دونوں کی انگلیوں کے سر ملائے اور ان کو پیشانی کے پاس سر رکھے۔ اور گدی کی طرف لے جائے اور وہاں سے پھر آگے کی طرف کھینچے یہ ایک مسح ہوا اسی طرح تین بار کرے اور یہ دعا پڑھے اللھم غشنی برحمتک وانزل علی من برکاتک واظلنی تحت ظل عرشک یوم لا ظل الا ظلک۔ ترجمہ۔ الٰہی مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے اور مجھ پر اپنی برکتیں نازل کر اور اپنے عرش کے تلے سایہ دے اس روز کہ بجز تیرے سائے کے اور سایہ نہ ہوگا۔

پھر اپنے دونوں کانوں کا مسح اندر اور باہر نئے پانی سے کرے اس طرح کہ دونوں انگشت شہادت کو کانوں کے دونوں سوراخوں میں داخل کرے اور دونوں انگوٹھوں کو کانوں کے باہر کی جانب گھمائے پھر کانوں پر دونوں ہتھیلیاں پشتی کے لئے رکھ دے۔ اور یہ مسح بھی تین بار کرے اور یہ دعا پڑھے۔ اللھم اجعلنی من الذین یسمعون القول فیتبعون احسنہ اللھم اسمعنی منادی الجنۃ مع الابرار۔ ترجمہ۔ الٰہی مجھ کو ان لوگوں میں سے کر کہ قول کو سنیں اور اس میں سے بہتر کا اتباع کریں، الٰہی مجھ کو جنت کے منادی کی آواز نیک بندوں کے ساتھ میں سنا۔

پھر اپنی گردن کا مسح نئے پانی سے کرے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ گردن کا مسح کرنا قیامت کے دن طوق سے بچاتا ہے اور مسح گردن میں یہ دعا پڑھے۔ اللھم فک رقبتی من النار واعوذبک من السلاسل والاغلال۔ ترجمہ۔ الٰہی میری گردن کو دوزخ سے آزاد کر اور میں زنجیروں اور طوقوں سے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔

پھر اپنا داہنا پاؤں دھوئے اور بائیں ہاتھ سے پاؤں کی انگلیوں کو نیچے کی جانب سے خلال کرے اور داہنے پاؤں کی چھنگلیاں سے شروع کرکے بائیں کی چھنگلیاں پر خلال ختم کرے اور داہنے پاؤں کو دھوتے وقت یہ دعا پڑھے۔ اللھم ثبت قدمی علی الصراط المستقیم یوم تزل الاقدام فی النار۔ ترجمہ۔ الٰہی میرا پاؤں سیدھے راستے پر جمادے جس دن کہ پاؤں دوزخ میں پھسلیں۔ اور بایاں پاؤں دھوتے وقت یہ دعا پڑھے۔ اعوذبک ان تزل قدمی علی الصراط یوم تزل الا قدام المنافقین فی النار۔ ترجمہ۔ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اہل صراط پر اپنا بایاں پاؤں پھسلنے سے جس دن کہ منافقوں کے پاؤں دوزخ میں پھسلیں گے

ا۔ تین بار مسح شوافع کے نزدیک ہے۔ احناف کے نزدیک سر کا مسح صرف ایک بار ہے۔

فائدہ : پانی کو اپنی نصف ساق تک اونچا کرے جب فارغ ہو تو منہ آسمان کی طرف اٹھا کر کہے۔ اشھدان لا اله الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمد اعبدہ ورسولہ سبحانک اللھم وبحمدک لا الہ الا انت عملت سوء او ظلمت نفسی استغفرک اللھم واتوب الیک فاغفرلی و تب علی انک انت التواب الرحیم اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی مین المتطھرین واجعلنی من عبادک الصالحین واجعلنی عبدا صبورا شکورا واجعلنی اذکرک کثیرا وسجک بکرۃ واصیلا۔

فضیلت دعا مذکور : جو شخص بعد وضو کے یہ دعا پڑھے تو اس کے وضو پر مہر کی جاتی ہے اور عرش کے نیچے اس کو پہنچایا جاتا ہے اور وہاں وہ اللہ کی تسبیح اور تقدیس کرتی رہتی ہے اور اس کا ثواب تاقیامت اس دعا پڑھنے والے کے لئے لکھا جاتا ہے۔

وضو کے مکروہات :(1) تین مرتبہ سے زیادہ دھونا۔ (2) پانی فضول بہانا۔

حدیث (1) : حضور سردار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین مرتبہ سے زیادہ اعضاء نہیں دھوئے اور فرمایا کہ جس نے زیادہ مرتبہ دھوئے اس نے ظلم کیا اور برا کیا۔

حدیث (2) : فرمایا کہ عنقریب اس امت میں سے ایک قوم ہوگی جو دعا اور وضو میں تجاوز کرے گی۔

انتباہ : طہارت میں پانی پر حریص ہونا اس کے علم میں غفلت کی کمی کی علامت ہے۔

فائدہ : حضرت ابراہیم بن ادہم فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جو وسواس کا آغاز ہوتا ہے تو طہارت کی وجہ سے۔

فائدہ : حضرت حسن کا قول ہے کہ ایک شیطان وضو کے اندر آدمی پر ہنستا ہے اس کو ولہان کہتے ہیں۔

(3) ہاتھوں کا جھٹکنا کہ پانی دور ہو جائے۔

(4) وضو کے اندر بولنا۔

(5) منہ پر پانی طمانچہ مارنا۔

بعض نے پانی کو بدن پر سے خشک کرنا بھی مکروہ لکھا ہے اور کہا ہے کہ یہ پانی میزان اعمال میں وزن کیا جائے گا۔[1] احناف کے نزدیک خشک کرنا مکروہ نہیں پانی کا کچھ اعضا پر ہونا۔

مسئلہ : اس لئے اعضاء کا خشک کرنا مکروہ ہے یہ قول سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زہری رضی اللہ

1۔ احناف کے نزدیک ایسے پانی سے وضو مکروہ نہیں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی فرما رہے کہ یہ کراہت طبی ہے (شرعی نہیں 12)

2۔ یہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجتہادی مسئلہ ہے ورنہ شرعاً رخصت ہے' احادیث سے ثابت ہے الحاف ج 2 ص 372)

تعالیٰ عنہ کا ہے۔ لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے چہرہ مبارک کو اپنے کپڑے کے کنارے سے پونچھا تھا۔ اور حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک خشک کرنے کا کپڑا رہتا تھا۔ مگر اس روایت میں طعن کیا گیا ہے۔

(7) تانبے کے برتن سے وضو کرنا۔ (7) اس پانی سے جو دھوپ میں گرم ہو گیا ہو اور اس کی کراہت طب کی رو سے ہے۔ *

تانبے کا برتن: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تانبے کے برتنوں کی کراہت مروی ہے اور بعض نے فرمایا ہے کہ حضرت شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے کانسی کے برتن میں آیا تو انہوں نے اس سے وضو کرنے سے انکار کیا اور اس کا مکروہ ہونا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوہریرہ سے نقل فرمایا 2۔

امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا خیر خواہانہ مشورہ

وضو سے فارغ ہو کر نماز کی طرف متوجہ ہو تو چاہئے کہ اپنے دل میں سوچے کہ میرا ظاہر پاک ہو گیا جسے مخلوق دیکھتی ہے تو بڑی شرم کی بات ہے۔ کہ دل کے پاک کرنے کے بغیر اللہ تعالیٰ سے مناجات کروں کہ دل اس کے دیکھنے کا مقام ہے اور یہ تصور مضبوط کرے کہ توبہ سے دل کو پاک کرنا اور برے اخلاق سے خالی ہونا اور عمدہ اخلاق کا عادی ہونا بہتر ہے۔ اور جو صرف ظاہر کے پاک کرنے پر اکتفا کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی بادشاہ کو اپنے گھر میں بلائے اور گھر کو خس و خاشاک سے آلودہ چھوڑ کر باہر کے دروازے کو گچ اور چونا وغیرہ آراستہ کرے تو ظاہر ہے کہ ایسا شخص مستحق غضب سلطانی ہو گا۔

فضائل وضو: (1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے من توضا فاحسن الوضوء وصلی رکعتین لم یحدث فیھا بشی من الدنیا خرج من ذنوبہ کیوم والدتہ امہ۔

ترجمہ۔ جو شخص اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھے اور کوئی بات دنیوی دل میں نہ لائے تو گناہوں سے ایسا پاک ہو جائے گا جیسے آج ہی پیدا ہوا ہے۔

(2) دوسری روایت میں ہے لم یسہ فیھا عفرلہ ماتقدم من ذنبہ۔ اس نماز میں سہو نہ کیا تو اس کے پچھلے گناہ بخشے گئے۔

(3) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا الا اونبکم بما یکفراللّٰہ بہ الخطایا ویرفع بالدر جات اسباغ الوضوء فی المکارہ ونقل الاقدام الی المساجد و انتظار الصلوۃ بعد الصلوۃ فذلکم الرباط۔

ترجمہ۔ کیا میں تمہیں ایسے اعمال کی خبر نہ دوں کہ جن سے اللہ گناہ مٹا دے اور درجات بلند فرمائے۔ (1) جن میں وضو کو جی نہ چاہے تو کامل وضو کرنا (2) مسجدوں کی طرف چل کر جانا۔ (3) ایک نماز کے بعد دوسری کا انتظار جہاد میں گھوڑے باندھنے کی طرح ہے۔

فائدہ: اس کلمہ کے اخیر یعنی فذلکم الرباط کو تین بار ارشاد فرمایا۔

(4) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو کیا اور ایک ایک بار اعضاء کو دھویا اور فرمایا کہ یہ وضو ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے بغیر نماز قبول نہیں کرتا۔ اور دو دو بار اعضاء دھوکر فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو ثواب دوبارہ عنایت فرمائے گا اور تین تین بار دھوئے اور فرمایا کہ یہ میرا وضو ہے۔ اور مجھ سے انبیاء علیہم السلام کا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہم السلام کا۔

(5) فرمایا جو شخص وضو کرتے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اللہ تعالیٰ اس کا تمام جسم پاک کر دیتا ہے اور جو شخص ذکر نہ کرے اس کا جسم صرف اسی قدر پاک ہوگا جہاں پانی پہنچے گا۔

(6) فرمایا من توضا علی طهر كتب الله به عشر حسنات ترجمہ۔ جو وضو پر وضو کرے اللہ تعالیٰ اس کے پاس دس نیکیاں لکھتا ہے۔

(7) فرمایا الوضو علی الوضو نور علی نور ترجمہ۔ وضو پر وضو نُورٌ عَلٰی نُور ہے۔

فائدہ: ان دونوں روایات سے جدید وضو کرنے کی ترغیب معلوم ہوتی ہے۔

(8) فرمایا کہ جب بندہ مسلمان وضو کرتا ہے اور کلی کرتا ہے تو اس کے منہ سے گناہ نکل جاتے ہیں اور جب ناک صاف کرتا ہے تو اس کی ناک سے گناہ خارج ہو جاتے ہیں اور جب منہ دھوتا ہے تو چہرے سے خطائیں دور ہوتی ہیں یہاں تک کہ پلکوں کے بالوں کے نیچے سے خطائیں نکل جاتی ہیں اور جب ہاتھ دھوتا ہے تو ہاتھوں کے گناہ دور ہوتے ہیں حتیٰ کہ ناخنوں کے تلے سے نکل جاتے ہیں اور جب سر کا مسح کرتا ہے تو سر سے کانوں تک کی خطائیں نکل جاتی ہیں اور جب پاؤں دھوتا ہے تو دونوں پاؤں کی خطائیں ناخنوں تک کے نیچے سے دور ہو جاتی ہیں۔ پھر اس کا مسجد کی طرف جانا اور نماز پڑھنا دونوں زائد ہیں۔ (9) مروی ہے کہ طاہر مثل صائم کے ہے۔ (10) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے پھر اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھا کر کہے اشهدان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمد عبده ورسوله۔ تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ جس دروازے سے چاہے اس اندر جائے۔ (11) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ عمدہ وضو تجھے شیطان کو دور کرے گا۔ (12) حضرت مجاہد رحمتہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس شخص سے ہو سکے کہ باوضو اور ذاکر اور استغفار پڑھتا ہوا سوئے کیونکہ ارواح اسی حال میں اٹھیں گی جس پر قبض ہوں گی۔

غسل کا بیان: غسل کی کیفیت یہ ہے کہ برتن کو اپنی داہنی جانب رکھے پھر بسم اللہ کہہ کر اپنے ہاتھ تین بار دھوئے

پھر استنجا کرے جیسا ہم نے اوپر لکھا ہے اور بدن پر اگر نجاست ہو تو اسے دور کرے۔ پھر نماز کی طرح وضو کرے۔ جیسے مذکور ہوا مگر پاؤں نہانے کے بعد دھوئے کیونکہ ان کو دھو کر زمین پر رکھنا پانی کا ضائع کرنا ہے۔ پھر وضو کے بعد تین بار اپنے داہنے شانے پر نیچے تک پانی ڈالے پھر بائیں طرف پر تین بار پھر سر پر تین بار' پھر اپنا بدن آگے اور پیچھے سے ملے اور سر اور داڑھی کے بالوں میں خلال کرکے داڑھی اور گھنی ہوں یا ہلکی تو انگلی جڑوں میں پانی پہنچا دے۔ عورت کو مینڈھوں (زلفوں) کا کھولنا ضروری نہیں مگر اس صورت میں کہ یقین کرے کہ پانی بالوں کے اندر نہ پہنچے گا اور بدن کی سلوٹوں کی خبر لے کہ پانی سب میں پہنچ جائے اور نہانے کے بیچ میں اپنے آلہ تناسل کو ہاتھ نہ لگائے اور ہاتھ اگر لگائے تو وضو پھر سے کرے۔ 1ـ

اور اگر وضو غسل سے پہلے کرلیا ہے تو غسل کے بعد دوبارہ وضو نہ کرے غرضیکہ وضو اور غسل کا طریق یہی ہے جو ہم نے لکھا ہے کہ سالک کے لئے جس قدر اس کا جاننا ضروری ہے اور اس کے سوا دیگر مسائل کہ بعض احوال میں ان کی ضرورت پڑتی ہے۔ ان کے لئے فقہ کی کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ غسل میں جو ہم نے مسائل لکھے ہیں ان میں دو واجب ہیں جو حسب ذیل ہیں۔ (1) نیت کرنا (2) تمام بدن دھونا 2ـ

واجبات وضو: وضو کے چھ واجبات ہیں۔ (1) نیت کرنا (2) منہ دھونا (3) دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک دھونا۔ (4) سر کا مسح * اس قدر کرنا کہ جس کو مسح کہہ سکیں۔ (5) دونوں پاؤں کا ٹخنوں تک دھونا۔ (6) ترتیب یعنی پہلے منہ دھونا' پھر ہاتھ دھونا پھر مسح کرنا پھر پاؤں دھونا۔

1ـ احناف کے نزدیک آلہ تناسل کو ہاتھ لگنے سے وضو نہیں جاتا اور نہ ہی غسل میں فرق آتا ہے ہاں اگر وضو دوبارہ کرلے تو بہتر ہے ضروری نہیں اویسی غفرلہ

2ـ یہ امام شافعی رحمتہ اللہ کا مذہب ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب میں نیت نہ غسل میں فرض ہے نہ وضو میں وضو میں نیت سنت ہے غسل میں مستحب ہے ہاں احناف کے نزدیک غسل میں تین فرض ہیں۔ اگر ان میں سے ایک بھی رہ گیا تو غسل نہ ہوگا۔ (1) کلی کرنا۔ (2) ناک میں پانی ڈالنا۔ (3) تمام جسم پر پانی بہانا۔ کلی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہونٹ سے لے کر حلق کی جڑ تک ہر جگہ پانی پہنچ جائے۔ اکثر لوگ تھوڑا سا پانی منہ میں لے کر اگل دینے کو کلی سمجھتے ہیں۔ خواہ زبان کی جڑ اور حلق کے کناروں تک پانی نہ بھی پہنچے تو اس طرح غسل نہ ہوگا اور نہ ایسے غسل کے بعد کوئی نماز وغیرہ جائز ہے۔ اسی طرح ناک میں پانی ڈالنا یعنی دونوں نتھنوں کی جہاں تک نرم جگہ ہے وہاں تک دھونا فرض ہے۔ اگر بال کے برابر بھی جگہ دھلنے سے رہ گئی تو غسل نہ ہوگا اور تمام بدن پر پانی بہنے کا مطلب یہ ہے کہ سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے تلوؤں تک جسم کے ہر ہر پرزے تک پانی بہہ جائے۔

*ا احناف کے نزدیک وضو کے صرف چار فرض ہیں۔ امام شافعی رحمتہ اللہ تعالٰی کے دو زائد بیان کردہ ان کے مقلدین کے لئے فرض ہیں ہمارے نزدیک وضو میں نہ سنت فرض ہے نہ ترتیب۔ ہاں ترتیب ہمارے نزدیک سنت ہے۔ (اتحاف ج 2 ص 381) اویسی غفرلہ

فائدہ: پے در پے دھونا واجب نہیں۔

وجوب اقسام غسل: چار قسم کے غسل واجب ہیں۔ (1) خروج منی احتلام وغیرہ سے (2) عورت و مرد کی شرمگاہوں کی مباشرت (ایک دوسرے سے ملنا) (3) حیض کے بعد (4) نفاس کے بعد۔

اقسام غسل سنن و مستحبات: (1) دونوں عیدوں (عیدین عیدالفطر' عیدالاضحیٰ) کا نہانا۔ (2) جمعہ کے (دن) (3) احرام کے لئے (4) عرفات یامزدلفہ میں ٹھہرنے کے لئے (5) مکہ مشرفہ میں داخلہ کے لئے۔ (6) ایام تشریق کے تین دن نہانا۔ (7) ایک قول کے مطابق طواف وداع کے لئے غسل کرنا (8) کافر کے مسلمان ہونے کے وقت بشرطیکہ ناپاک نہ ہو۔ (9) مجنوں کے ہوش میں آنے کے وقت (10) میت کو غسل دینے کے بعد نہلانے والے۔ غسل کرنا۔ یہ سب غسل مستحب ہیں۔

انتباہ اویسی غفرلہ: یہ شوافع کے مطابق ہے احناف کے مذہب کے مسائل حاشیہ میں پڑھیے۔

تیمم کا بیان: جس کو پانی کا استعمال دشوار ہو' دور ہونے کی وجہ سے پانی نہ ملتا ہو یا اس تک کسی وجہ سے نہیں پہنچ سکتا' مثلاً درندے کے خوف سے یا دشمن کے ڈر سے پانی موجود ہو مگر اپنے ساتھی کی پیاس کے لئے ہو یا دوسرے کی ملک کو کہ وہ نرخ معمولی سے زیادہ دام پر بیچتا ہو یا اسکے بدن پر کوئی زخم یا مرض ہو کہ پانی کے استعمال سے عضو بیکار ہونے یا شدت سے وبلا ہو جانے کا خوف ہے تو اسے چاہئے کہ جب نماز فرض کا وقت آئے تو پاک زمین کا قصد کرے خاک پاک خالص اور نرم ہو۔

تیمم کا طریقہ: پاک زمین پر اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں جوڑ کر ایک ضرب مارے انہیں اپنے تمام چہرے پر ایک بار پھیرے اور اس وقت نماز کی اباحت کی نیت کرے اور غبار کو بالوں کے نیچے پہنچانے کی ضرورت نہیں خواہ بال تھوڑے ہوں یا زیادہ مگر اس میں کوشش کرے کہ چہرے کے تمام ظاہر پر غبار پہنچ جائے۔ اور یہ ایک ضرب سے ہو جائے گا۔

ضروری توضیح: جنہیں احناف "فرض" کہتے ہیں انہیں "شوافع" کبھی فرض کبھی واجب سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس فرق کو ذہن نشین کرنے کے بعد بہت سے مسائل کا سمجھنا آسان رہے گا۔

---

[1] احناف کے فرائض واجبات و سنن کی قسمیں :۔ فرائض کا ذکر پہلے ہو چکا ہے سنن' واجب و مستحبات کی قسمیں یہ ہیں۔

واجب : (1) اگر کوئی کافر اسلام لائے اور حالت کفر میں اس کو حدث اکبر ہوا ہو اور وہ نہ نہلایا ہو یا نہلایا ہو مگر شرعاً غسل صحیح نہ ہوا ہو تو اس پر بعد لانے اسلام کے نہانا واجب ہے۔ (2) اگر لڑکا یا لڑکی پندرہ برس کی عمر سے پہلے بالغ ہوا ہو تو اس کو نہانا واجب ہے اور پہلے

احتلام کے بعد جب بھی یا پندرہ برس کی عمر کے بعد پہلا احتلام ہو تو اس پر غسل فرض ہے۔ (3) مسلمان مردے کی نعش کو نہلانا زندہ مسلمان پر واجب کفایہ ہے۔

اقسام سنن :- (1) جن لوگوں پر نماز جمعہ فرض ہے ان کے لئے بعد نماز فجر یا بعد طلوع فجر غسل کرنا سنت ہے۔ (2) عیدین کے دن فجر کے بعد ان لوگوں کے لئے جن پر نماز عیدین واجب ہے غسل کرنا سنت ہے۔ (3) حج یا عمرہ کے احرام کے لئے غسل کرنا سنت ہے۔ (4) حج کرنے والوں کو عرفہ کے دن بعد زوال کے غسل کرنا سنت ہے۔

جن صورتوں میں غسل مستحب ہے : (1) اسلام لانے کے لئے اگر حدث اکبر سے پاک ہو۔ (2) لڑکی یا لڑکا پندرہ برس کی عمر کو پہنچے پر جوانی کی علامت نہ پائے تو اس پر (3) جنون' مستی' بے ہوشی کے ختم ہو جانے کے بعد۔ (4) مردے کو نہلانے کے بعد۔ (5) شعبان کی پندرھویں رات (شب برات) کو۔ (6) مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے لئے۔ (7) مزدلفہ میں ٹھہرنے کے لئے دسویں تاریخ بعد نماز فجر۔ (8) کنکری پھینکنے کے وقت۔ (9) کسی گناہ سے توبہ کرنے کے لئے۔ (10) جو شخص قتل کیا جاتا ہو۔ (11) خوف اور مصیبت کی نماز کے لئے۔ (12) کسوف' خوف اور استسقاء کی نماز کے لئے۔ (13) استحاضہ والی عورت کو بعد زائل ہونے استحاضہ کے۔ (14) سفر سے واپس آنے والے کو۔ اپنے وطن واپس پہنچنے پر۔ (15) طواف زیارت کے لئے غسل مستحب ہے۔

نوٹ : حضرت امام غزالی قدس سرہ نے سنن' غسل و مستحبات کا ذکر نہیں فرمایا۔ حقیر عرض کئے دیتا ہے تاکہ سالک اس ثواب کو بھی اپنے پلے باندھ سکے۔

سنن غسل : (1) نیت کرنا یعنی دل میں قصد کرنا کہ میں نجاست سے پاک ہونے' اللہ کی خوشی اور ثواب کے لئے نہاتا ہوں نہ کہ بدن صاف کرنے کے لئے۔ (2) ترتیب سے غسل کرنا یعنی پہلے ہاتھوں کا تین بار دھونا۔ (3) نجاست حقیقہ کا دھونا۔ (4) نماز کی طرح وضو کرنا۔ (5) اگر غسل کی جگہ پانی جمع رہتا ہو تو پیروں کو بعد غسل کے دوسری جگہ ہٹ کر دھونا۔ (6) تمام جسم تین بار دھونا۔ (7) بدن دھوتے وقت یہ ترتیب ہو اول دائیں کندھے پر تین بار پھر بائیں کندھے پر تین بار پھر سر پر اور تمام بدن پر تین بار پانی ڈالے۔ بعض کے نزدیک اول سر پر پھر دائیں کندھے پر اور پھر بائیں کندھے پر پانی ڈالے یہی حکم صحیح ہے۔ (3) بسم اللہ کہنا۔ (4) مسواک کرنا۔ (5) ہاتھ پیروں اور داڑھی کا تین مرتبہ خلال کرنا۔ (6) بدن کو ملنا۔ (7) بدن کو پے در پے دھونا کہ باوجود ہوا ہونے کے خشک نہ ہونے پائے۔ (8) تمام جسم پر تین مرتبہ پانی بہانا۔

مستحبات غسل :- ایسی جگہ نہانا جہاں نامحرم کی نظر نہ پہنچے یا تہ بند وغیرہ باندھ کر نہانا' زبان سے نیت کرنا' پانی میں نہ ہی کمی اور نہ ہی اسراف کرنا۔ قبلہ کی طرف جبکہ ننگا ہو منہ نہ کرنا۔ کسی سے بات نہ کرنا۔ غسل کے بعد جسم کو کسی کپڑے سے پونچھ ڈالنا۔ تمام بدن پر ترتیب سے پانی بہانا۔ جو چیزیں وضو میں مستحب ہیں وہ غسل میں بھی مستحب ہیں۔ سوائے قبلہ رو ہونے کے اور دعائیں پڑھنے کے اور غسل کا پانی کھڑا ہو کر پینے کے کہ یہ مستحب نہیں۔

مکروہات غسل :- بلا ضرورت ایسی جگہ نہانا جہاں کسی غیر محرم کی نظر پہنچ سکے' برہنہ نہانے والے کو قبلہ رو ہونا۔ سوائے بسم اللہ کے اور دعاؤں کا پڑھنا۔ بے ضرورت کلام کرنا' جتنی چیزیں وضو میں مکروہ ہیں وہ غسل میں بھی مکروہ ہیں۔ اویسی غفرلہ

کیونکہ چہرے کا عرض دو ہتھیلیوں سے زائد نہیں اور ظن غالب تمام چہرے پر غبار کا پہنچ جانا کافی ہے پھر اپنی

انگوٹھی نکالے اور دوسری جانب انگلیاں کھلی رکھ کر لگا دے پھر داہنے ہاتھ کی چاروں انگلیاں جوڑ کر بائیں ہاتھ کی چاروں انگلیوں پر رکھے اس طرح کہ بائیں ہاتھ کی انگلیوں کے اندر کی طرف ہو اور داہنے ہاتھ کی چاروں انگلیاں جوڑ کر بائیں ہاتھ کی چاروں انگلیوں پر رکھے اس طرح کہ بائیں ہاتھ کی انگلیوں کے اندر کی طرف ہو اور داہنے ہاتھ کی پشت کی جانب اور دونوں انگوٹھے۔ علیحدہ ہوں اور ایک ہاتھ کی پوریں دوسرے ہاتھ کی انگشت شہادت کے عرض سے باہر نہ ہونے پائیں پھر بائیں ہاتھ کی چاروں انگلیوں کو داہنے ہاتھ کی پشت کی جانب کہنی تک سرکاتا ہوا لے جائے کہ ہتھیلی شامل نہ ہو جب کہنی پر پہنچ جائے تو ہتھیلی بائیں کی داہنے کے اندر کی طرف پھر پلٹ کر اوپر کی طرف سرکاتا ہوا لے جائے کہ ہتھیلی شامل نہ ہو۔ جب کہنی پر پہنچ جائے تو ہتھیلی بائیں ہاتھ کی داہنے ہاتھ کے اندر کی طرف پھر پلٹ کر اوپر کی طرف سرکاتا ہوا پہنچے تک چلا آئے اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے اندر کی طرف داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کے باہر کی جانب پر پھیر دے پھر اسی طرح داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر عمل کرے کہ چار انگلیاں اول انگلیوں سے لے کر کہنی تک لے جائے اور وہاں سے ہتھیلی اندر کی طرف پلٹ کر پہنچنے تک لے آئے اور انگوٹھے کو انگوٹھے پر پھیرے پھر اپنی دو ہتھیلیاں ایک دوسرے سے ملے اور انگلیوں کے درمیان خلال کرے اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک ضرب میں کہنیوں تک پورا ہاتھ غبار سے بھر جائے اگر یہ دشوار ہو تو کوئی نہیں کہ دو ضربوں یا زیادہ سے پورا کرے۔

مسئلہ : تیمم سے فرض پڑھ لئے ہوں تو نفل کا اختیار ہے۔ جتنی اس سے پڑھے لیکن اگر دو فرضوں کو ایکساتھ پڑھے تو چاہیے کہ دوسرے فرض کے لئے تیمم دوبارہ کرے اور اسی طرح ہر فرض کے لئے ایک تیمم جداگانہ کرے۔ *

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب۔

فُضلاتِ ظاہریہ سے پاک ہونا

فضلات کی دو اقسام ہیں۔

(ا) میل کچیل (2) اجزاء

میل کچیل اور رطوبت کی تعداد آٹھ ہے۔

(ا) جو سر کے بالوں میں میل اور جوئیں ہو جاتی ہیں ان کی صفائی کے لئے سر کا دھونا اور کنگھا کرنا اور تیل ڈالنا مستحب ہے تاکہ بالوں کا الجھاؤ اور چہرے کا وحشی پن دور ہو۔

ا؎ یہ امام شافعی کے نزدیک ہے احناف کے نزدیک ایک تیمم سے جتنے فرائض چاہے۔ خواہ دس سال گزر جائیں ناقض وضو واقع نہ ہو تو جو چاہے پڑھے۔ اویسی غفرلہ

احادیث مبارکہ: (1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی کبھی اپنے بالوں میں تیل ڈالتے اور کنگھا کرتے اور فرماتے کہ کبھی کبھی تیل ڈالا کرو۔

(2) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے بال ہوں چاہئے کہ ان کی خدمت کرے یعنی انہیں میل کچیل سے بچائے

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ اس کی داڑھی کے بال پراگندہ تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اس کے پاس تیل نہ تھا جس سے بالوں کو درست کرلیتا' پھر فرمایا کہ تم میں سے کوئی آتا ہے جیسے شیطان ہے۔

(2) وہ میل کچیل جو کان میں جمع ہو جاتی ہے۔ اس کا اوپر تو وہ مسح سے دور ہو جاتی ہے اور جو سوراخوں میں ہوتی ہے اس کے لئے چاہئے کہ حمام سے باہر نکلتے وقت اسے نرمی کے ساتھ صاف کرلے اور اگر زیادہ سختی کے ساتھ کرے گا تو وہ قوت سامعہ (سننے کی قوت) کو مضر ہے۔

(3) وہ رطوبت جو ناک میں جمع ہو کر جم کر نتھنوں میں چمٹ جاتی ہے' وہ ناک میں پانی دینے اور سنکنے سے جاتی رہتی ہے۔

(4) وہ میل جو دانتوں اور زبان کے کناروں پر جمع ہو جاتی ہے وہ کلی اور مسواک سے دور ہو جاتی ہے۔ اور ان دونوں کا ذکر ہو چکا ہے۔

(5) وہ میل اور جوئیں جو داڑھی میں جمع ہو جاتی ہیں اس کا دور کرنا دھونے اور کنگھا کرنے سے دور ہو جاتی ہیں۔ (اسی لئے داڑھی وغیرہ کا کنگھا کرنا مستحب ہے)

احادیث مبارکہ برائے کنگھا وغیرہ: (1) حدیث شریف میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر اور حضر میں کنگھا اور دندانہ اور آئینہ ہمیشہ ساتھ رکھتے تھے اور یہ اہل عرب کا دستور ہے کہ یہ چیزیں ساتھ رکھتے ہیں۔

(2) حدیث شریف میں ہے کہ آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دن میں دو بار اپنی داڑھی شریف میں کنگھا کرتے تھے۔

(3) آقائے دوجہاں سرور سروراں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک گھنی تھی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی داڑھی بھی ایسی ہی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی داڑھی لمبی اور پتلی تھی

---

[1] ہر انسان کا لازمہ امور ہیں لیکن حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشر ہونے کے باوجود فضلات جملہ خرابیوں سے منزہ و مقدس اور پاک ہیں۔ تفصیل دیکھئے فقیر کے دو رسالے خوشبوئے رسول۔ الدلائل القاہرہ فی ان فضلات الرسول طیبہ و طاہرہ عرف۔ طہارۃ فضلات رسول۔ اویسی غفرلہ۔

جبکہ شیر خدا حضرت علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) کی داڑھی خوب چوڑی تھی کہ دونوں کندھے گھیر لئے تھے۔

(4) ایک حدیث جو کہ مذکورہ بالا حدیث سے غریب ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بعض لوگ آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دروازے پر جمع ہوئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے پاس جانے کا ارادہ فرمایا۔ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پانی کے مٹکے میں جھانک کر اپنے بال سر اور ریش مبارک کے درست فرمائے۔ میں نے عرض کیا آقا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا کیوں کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل اپنے بندے کو محبوب جانتا ہے کہ جب اپنے بھائیوں کے پاس جائے تو بن سنور کے جائے۔

فائدہ : جاہل آدمی اس سے کبھی گمان کرتا ہے کہ یہ لوگوں کے لئے زینت کی وجہ سے ہے اور آپ کے اخلاق کو غیروں پر قیاس کرتا ہے اور فرشتوں کو لوہاروں سے تشبیہ دیتا ہے حالانکہ یہ بات نہیں اس لئے کہ حضور والی کائنات حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دعوت تھا اور یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لوازم میں سے تھا کہ لوگوں کے دلوں میں خود کو بڑا کرنے کے لئے سعی فرمائیں تاکہ ان کے نفس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حقیر نہ جانیں اور اپنی صورت کو ان کی نظروں میں اچھا بنائیں تاکہ ان کی آنکھوں میں چھوٹے معلوم نہ ہوں اور وہ لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بدک نہ جائیں اور منافقوں کو کوئی موقع بدگمانی کا ہاتھ نہ لگے۔

مسئلہ : ہر اس عالم دین کے لئے واجب ہے جو مخلوق اللہ تعالیٰ عزوجل کی طرف بلانے کے مشن پر ہو اپنے ظاہر حال میں اس کا لحاظ رکھے کہ کوئی ایسا امر سرزد نہ ہو جس سے لوگ نفرت کریں۔

مسئلہ : ان امور میں نیت کا اعتبار ہے کیونکہ یہ بھی بذات خود وہ عمل ہیں جو نیت سے کمال حاصل کرتے ہیں۔ الغرض کہ اس نیت سے زینت کرنا اچھا ہے۔

مسئلہ : اگر بالوں کی پراگندگی اس لئے باقی رکھے کہ لوگ جانیں کہ یہ شخص زاہد ہے اور نفس کی پرواہ نہیں سو ایسا کرنا ممنوع ہے۔

مسئلہ : بہ نسبت بالوں کے دوسرے اہم احکام میں معروف ہو کہ ان کی درستی کر سکتا تو یہی بہتر ہے۔ فائدہ یہ حالات باطنی ہیں جو بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہیں۔ عاقل آدمی انہیں خوب جانتا ہے کسی حال میں اس کو ایک صورت کا دوسرے پر شبہ نہیں پڑتا بہت سے جاہل ایسے ہیں کہ وہ یہ امور کرتے ہیں اور ان کی توجہ خلق خدا کی طرف ہوتی ہے اور خود بھی مغالطہ میں ہیں اور دوسروں کو بھی دھوکا دیتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ہمارا معاملہ مثلاً بہت سے علماء کو دیکھو گے کہ عمدہ لباس پہنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا مقابلہ بدعتیوں اور مناظرین کو ذلیل کرنا اور اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنا ہے راز تو اس روز کھلے گا جب باطن کا امتحان لیا جائے گا اور قبور سے مردے اٹھائے جائیں گے

اور سینوں کے اندر کی باتیں علانیہ ہوں گی اور اس دن خالص دھلا ہوا سونا کھوٹے سے علیحدہ ہو جائے گا ہم اللہ تعالیٰ سے اس بڑی پیشی کے دن کی رسوائی سے پناہ مانگتے ہیں۔

(6) میل جو انگلیوں کے اوپر سلوٹوں میں جمع ہو جاتی ہے اہل عرب انہیں خوب دھوتے تھے اسی لئے کہ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ نہ دھوتے تھے اسی وجہ سے ان سلوٹوں میں میل رہ جاتی تھی اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو ان مقامات کے دھونے کے لئے ارشاد فرمایا۔

(7) انگیوں کے پوروں کے صاف کرنے کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ میل جو انگیوں کے سروں پر اور ناخنوں کے نیچے ہو اسے دور کرو اس لئے کہ ہر وقت ناخنوں کا تراشنا تو نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ان میں میل جمع ہو جاتی ہے اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناخن کاٹنے اور بغل اور زیر ناف کے بالوں کے دور کرنے کے لئے چالیس دن کی مدت مقرر فرما دی اور ناخنوں کے نیچے کی میل کے صاف کرنے کا حکم دیا ہے کہ ایک بار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی آنے میں دیر ہوئی جب حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم آپ کے ہاں کیسے آئیں کہ آپ نہ اپنی انگلیوں کے بیچ کے جوڑے دھوتے ہیں نہ پوروں کو صاف کرتے ہیں نہ زردی دانت کے لئے مسواک کرتے ہو اپنی امت کو ارشاد فرمایئے کہ وہ یہ امور بجا لائیں۔

فائدہ : یہ بھی تعلیم امت کے لئے فرمایا ورنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ایسی خامی کہاں اور جبرئیل علیہ السلام کی غیر حاضری بعض ایسے لوگوں کے لئے تھی جن میں مذکورہ خامیاں مذکور ہوتیں۔ اضافہ اویسی غفرلہ

ترجمۂ کنز الایمان :

فائدہ : بعض نے اس آیت کی تفسیر میں وَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ (پ 15 بنی اسرائیل نمبر 23) تو ان سے ہوں نہ کہنا۔ فرمایا ہے کہ اُف ناخن میل کو کہتے ہیں اور تُف کان کی میل کو۔ اب معنی یہ ہوا کہ ماں باپ کو ان کے ناخن کی میل کا عیب نہ لگاؤ اور بعض نے کہا ہے کہ ان کو اتنی ایذا بھی نہ دو جتنی ناخن کے نیچے میل ہونے سے ہوتی ہے۔

(8) وہ میل جو تمام بدن پر پسینے اور راستے کے غبار سے جم جاتی ہے اسے حمام میں نہانے سے دور کرے۔

مسئلہ : حمام میں نہانے میں کوئی حرج نہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام ملک شام کے حماموں میں نہاتے تھے اور بعض نے فرمایا کہ حمام کہ بدن اچھا گھر ہے پاک کرتا ہے اور دوزخ کی آگ کو یاد دلاتا ہے یہ قول حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ بعض نے فرمایا ہے کہ حمام بری جگہ ہے کہ ستر ظاہر کرتا ہے اور حیاء دور کرتا ہے۔ اس قول سے اس کی برائی معلوم ہوتی ہے جیسے پہلے قول سے۔

فائدہ : معلوم ہوتا تھا اور اس کے فائدے کی طلب اور حفاظت کی آفت سے کوئی حرج نہیں اس لئے جو امور کہ حمام کرنے والے کو چاہئیں وہ سنت ہوں یا واجب وہ یہاں ہم لکھتے ہیں۔

حمام کے احکام : حمام کرنے والے پر دو واجب ہیں۔ اور ایسے ہی دوسرے کے ستر میں بھی دو واجب ہیں۔ دو جو اپنے لئے واجب ہیں یہ ہیں۔

(1) ستر کو دوسروں کی نگاہ سے محفوظ رکھے۔

(2) دوسرے کے چھونے سے ستر کو بچائے اس سے ثابت ہوا کہ اس جگہ سے اپنے ستر میں میل دور کرنا اور ملنا خود کرے حمامی کو منع کرے کہ وہ ران اور زیر ناف تک ہاتھ نہ لگائے سوائے مقام شرم گاہ کے دوسری جگہ۔ پر ہاتھ لگانا (میل دور کرنے کے لئے) اباحت کا احتمال رکھتا ہے لیکن قیاس یہی چاہتا ہے کہ حرام ہو اس لئے کہ دونوں شرمگاہوں (مرد کا ذکر عورت کی فرج) کو ہاتھ لگانے کی حرمت ثابت ہے ماسوائے مذکور کے یہی حکم ہونا چاہئے یعنی جن پر نگاہ کرنا حرام ہو ان کا ہاتھ لگانا حرام ہونا چاہئے۔ غیر کے ستر کے متعلق دو واجب یہ ہیں۔ (1) غیر کے ستر پر نگاہ نہ ڈالے۔ (2) اسے ستر کھولنے سے منع کرے اس لئے کہ برے کام سے منع کرنا واجب ہے اور اس کے ذمہ صرف ملنا ہے۔ دوسرے سے ملوانا اس کے ذمہ نہیں۔

مسئلہ : برائی بیاں کرنے کا وجوب اس کے ذمے سے ساقط نہیں ہوتا مگر اس صورت میں کہ اس کے گالی گلوچ یا لڑائی جھگڑے کا خطرہ ہو ایسی صورت میں اس پر واجب نہیں کہ برائی کا ذکر کرکے دوسرے کو حرام کا مرتکب کرے حرام کا مرتکب برے ہاں برائی کا ذکر کرنا مفید نہ ہوگا۔

مسئلہ : اس خیال پر عمل نہ کرے گا لغو ہے یہ عذر نامقبول ہے۔ بلکہ ذکر کرنا ضرور چاہئے اس لئے کہ کہنے کا اثر دل پر ہی ہوا کرتا ہے۔ اور جب گناہوں کا عیب لگایا جاتا ہے تو دل میں اس سے احتراز کا دل میں خیال آجاتا ہے اس سے اتنا فائدہ ہوتا ہے کہ سننے والے کی نگاہ میں اس گناہ کو برا کردیتا ہے اور اپنے نفس کو اس سے علیحدہ رکھنے پر آمادہ کرتا ہے اس لئے ذکر کرنے کو چھوڑنا جائز نہیں اور انہیں جیسی باتوں کی اس وجہ سے احتیاط اس میں ہے کہ حمام میں آج کل کے زمانے میں داخل نہ ہو کہ اس میں ستر ضرور کھلی رہتی ہے بالخصوص زیر ناف کا کھلنا کہ لوگ اس کو ستر نہیں جانتے حالانکہ شرع نے اس کو ستر میں لاحق فرمایا ہے اور اسکو گویا حد اور احاطہ ستر کا ٹھہرایا ہے اسی وجہ سے مستحب یہ ہے کہ حمام میں تنہا جائے۔

حضرت بشر رحمتہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کے پاس ایک درہم ہو اور وہ حمامی کو اس غرض سے دیدے کہ وہ صرف حمام کو اس کے لئے خالی کردے تو میں اس کو اس بات میں ملامت نہ کروں گا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں نے حمام یں دیکھا کہ منہ اپنا دیوار کی طرف کئے ہیں اور آنکھوں پر پٹی باندھ لی ہے بعض کا قول ہے کہ حمام میں کوئی حرج نہیں مگر دو چادریں لے ایک کی لنگی کرے اور دوسری کو سر پر باندھ لے عوام کی نگاہوں سے باپردہ ہو جائے۔

مستحبات حمام : (1) نیت کرنا یعنی دنیا داری اور صرف اپنی خواہش نفس کے لئے داخل نہ ہو بلکہ یہ قصد کرے کہ

نماز کے لئے جو صفائی چاہئے اس کے لئے نہاتا ہوں۔

(2) حمامی کو اجرت حمام میں جانے سے پہلے دینا اس لئے کہ جو اس سے کام لے گا وہ مجہول ہے اور یہی حال حمامی کا ہے۔ کہ جو کچھ اس کو ملنے کی توقع ہے وہ معلوم نہیں تو پہلے دینے میں ایک طرف سے جہالت دور ہو جائے گی اور کلی طور اطمینان ہو جائے گا آسائش ملے گی۔ ا۔

(3) داخل ہوتے وقت بایاں پاؤں پہلے رکھے اور وہ دعا پڑھے جو پاخانہ جانے کے باب میں مذکور ہوئی۔

(4) تخلیہ کے وقت حمام میں جائے یا بتکلف حمام کو خالی کرا دے کیونکہ اگر بالفرض حمام میں بجز دینداروں اور محتاط مخصوں کے اور کوئی نہ ہو تب بھی ان کے ننگے بدنوں کو دیکھنے میں سے شرمی اور ننگے بدنوں کو دیکھ کر ستر کا خیال دل میں گزرتا ہے علاوہ ازیں لنگی باندھنے اور دیگر حرکات میں انسان کا ستر کھلنے سے خالی نہیں رہتا تو ستر پر نگاہ دانستہ پڑ جاتی ہے اسی وجہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی آنکھوں میں پٹی باندھی تھی (یہ ان کا اتقاء ہے)

(5) حمام میں دخول کے وقت دونوں ہاتھ دھوئے گرم حمام میں جانے کی جلدی نہ کرے یہاں تک کہ پسینہ نہ آجائے۔ (یہ ایک طبی قاعدہ پر ہے۔)

(7) پانی بہت نہ ڈالے بلکہ حاجت پر اکتفا کرے اس لئے قرینہ حال سے اسی قدر کی اجازت ہے اور زیادتی کا حال اگر حمامی کو معلوم ہو تو برا محسوس کرے گا۔ خصوصاً جہاں گرم پانی کے بغیر خرچ اور محنت کے نہیں ہوتا۔

(8) حمام کی گرمی سے دوزخ کی حرارت یاد کرے یعنی خود کو گرم درجے میں محبوس تصور کرکے جہنم کا قیاس کرے کہ وہ درجہ جہنم کے مشابہ ہے کہ نیچے آگ ہوگی اور اوپر اندھیرا (معاذاللہ)

درس عبرت : عاقل آدمی آخرت کی یاد سے ایک لمحہ بھی غافل نہیں ہوتا کیونکہ وہی اس کا اصل مقام اور ٹھکانا ہے تو جو کچھ وہ آگ یا پانی وغیرہ دیکھتا ہے اس سے عبرت اور نصیحت حاصل کرتا ہے اس لئے کہ ہر شخص اپنے حوصلے کے موافق ہی دیکھا کرتا ہے مثلاً اگر بزاز اور بڑھئی اور معمار اور جولاہا کسی مکان آباد میں جائیں کہ ان میں فرش لگا ہوا ہو تو دیکھو گے کہ بزار کی نظر فرش پر پڑے گی۔ اور اس کی قیمت سوچے گا اور جولاہا کپڑوں کو دیکھ کر ان کی بناوٹ میں غور کرے گا اور بڑھئی چھتوں میں نظر کرکے ان کی ترکیب اور پاٹنے میں غور کرے گا اور معمار کی نگاہ دیواروں پر ہوگی ان کی مضبوطی اور سیدھے ہونے کو سوچے گا یہی حال سالک طریق آخرت کا ہے کہ جب کوئی چیز دیکھتا ہے تو اسے نصیحت اور آخرت یاد آجاتی ہے بلکہ جس چیز کو دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے عبرت کا رستہ

ا۔ یہ سابق دور کے معاملات ہیں دور حاضرہ میں تو ہر کام پہلے سے فیصلہ شدہ ہے اگر کہیں پہلے سے فیصلہ شدہ نہیں تو طے کر کے حمام میں داخل ہو یا جو کچھ پہلے دے دیئے جائیں تو وہ اکبر راضی ہو۔

کھول دیتا ہے مثلاً اگر سیاہی دیکھتا ہے تو لحد کا اندھیرا یاد کرتا ہے اگر سانپ دیکھتا ہے تو جہنم کے سانپ یاد کرتا ہے اگر بری صورت پر نظر پڑتی ہے تو منکر نکیر اور دوزخ کے فرشتوں کو یاد کرتا ہے اگر خوفناک آواز سنتا ہے تو نفخہ صور کو یاد کرتا ہے اگر کوئی بہتر چیز دیکھتا ہے تو جنت کی نعمت یاد کرتا ہے بازار میں یا گھر میں کوئی بات رد یا قبول کی سنتا ہے تو اس سے اپنا انجام حساب کے بعد یاد کرتا ہے کہ رد ہو گا یا قبول اور عاقل کے دل پر اس کا غالب رہنا نہایت موزوں ہے کیونکہ دنیا کے کاروبار ہی عاقل کو اس فکر سے روکتے ہیں اور اگر دنیا کے قیام کی مدت کو آخرت میں ٹھہرنے کے زمانہ سے مقابلہ کرے تو دنیا کے علائق کو فضول اور ہیچ تصور کرے گا بشرطیکہ ان لوگوں سے نہ ہو جن کے دل غافل اور چشم بصیرت اندھے ہو چکے ہوں۔

(9) حمام میں جاتے وقت سلام نہ کرے اگر کوئی سلام کرے تو اس کا جواب لفظ سلام سے نہ دے اگر کوئی دوسرا جواب دے تب تو خاموش رہے اگر بولنا ہی پڑے تو عافاک اللہ کہے۔

مسئلہ : حمام کے اندر کے شخص سے مصافحہ کرنا اور اس کو ابتداء ہی میں عافاک اللہ کہنے میں حرج نہیں۔

مسئلہ : حمام میں زیادہ گفتگو نہ کرے اور نہ جہر سے قرآن پاک پڑھے۔ ہاں اعوذ باللہ من الشطین الرحیم کہنے میں حرج نہیں۔

(10) حمام میں عشاء اور مغرب کے درمیان اور آفتاب کے ڈوبنے کے قریب نہ جائے اس لئے کہ یہ شیطانوں کے پھیلنے کا وقت ہوتا ہے اور اس کا حرج نہیں کہ دوسرا شخص بدن ملے۔

حکایت : حضرت یوسف بن اسباط رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے وصیت کی کہ مجھے فلاں شخص (جو آپ کے شاگردوں میں سے نہ تھا۔) غسل دے اور فرمایا کہ اس نے ایک دفعہ میرا بدن حمام میں ملا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کے بدلہ میں اس سے کوئی ایسا کام لوں جس سے وہ خوش ہو تو اس لئے میں نے یہ تجویز کی کہ اس سے وہ خوش ہو گا۔

دلیل جواز : اس کے جواز پر روایت ذیل دلالت کرتی ہے۔ بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سفر میں ایک مقام میں اترے اور اپنے پیٹ کے بل لیٹے اور ایک غلام حبشی (آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی پشت مبارک کو دباتا رہا تھا۔ اس صحابی نے عرض کی یارسول اللہ یہ کیا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اونٹنی نے گرا دیا اس لئے کمر دبوا رہا ہوں۔ (اونٹنی سے گرنا تعلیم امت مطلوب ورنہ شب معراج براق کا شہوار ایک معمولی اونٹنی سے کیسے گر گیا۔) اویسی غفرلہ۔

(11) جب حمام سے فارغ ہو تو اس نعمت پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر کرے۔ اس لئے کہ مروی ہے کہ جاڑے میں گرم پانی وہ نعمت ہے جس سے قیامت میں سوال ہو گا۔

بدعت نعمت : حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ حمام ان نعمتوں سے جسے لوگوں نے نوایجاد کیا

ہے۔ * اصل عبارت یوں ہے۔ قال ابن عمر رضی اللہ عنہما الحمام من النعیم الذی احدثوہ (احیاء العلوم ج 1 ص 145)

فائدہ : اطباء کہتے ہیں کہ نورہ کے استعمال کے بعد حمام کرنا انسان جذام سے محفوظ ہو جاتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ہر مہینہ میں ایک بار نورہ * کا استعمال کرنا۔ حرارت کو بجھاتا اور رنگ کو صاف کرتا اور قوت باہ کو بڑھاتا ہے۔

فائدہ : بعض اطباء کا قول ہے کہ جاڑے میں حمام کے اندر کھڑے ہو کر ایک بار پیشاب کرنا دوا پینے سے زیادہ نافع ہے۔

فائدہ : ایک قول ہے کہ گرمیوں میں حمام کے بعد سو رہنا دوا پینے کے برابر ہے اور حمام سے نکلنے کے بعد سرد پانی سے دونوں پاؤں کا دھونا نقرس * سے بچاتا ہے۔

فائدہ : نکلتے وقت سر پر ٹھنڈا پانی ڈالنا برا ہے اور ایسا ہی ٹھنڈا پانی پینا بھی اچھا نہیں۔

عورتوں کے احکام حمام : مردوں کے لئے احکام تھے' عورتوں کے بارے میں ملاحظہ ہو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد کو جائز نہیں کہ اپنی بیوی کو حمام میں جانے دے جبکہ گھر میں غسل خانہ موجود ہو۔

فائدہ : مشہور ہے کہ مردوں کو حمام میں بغیر تہبند کے جانا حرام ہے اور عورت کو حمام کرنا بغیر نفاس یا مرض کے حرام ہے۔

حدیث : حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک بیماری کی وجہ سے حمام کیا تھا اگر عورت کسی ضرورت سے حمام میں جائے تو پوری چادر پہن کر جائے اور اس کے خاوند کو مکروہ ہے کہ حمام کرنے کی اجرت اس کو دے کر برے کام پر اس کا مددگار ٹھہرے گا۔ (بدن کے زائد اجزاء جن کا دور کرنا ضروری ہے)

یہ اجزاء آٹھ ہیں۔

(1) سر کے بال جو شخص صفائی کا ارادہ کرے ان کے منڈوانے میں حرج نہیں۔

مسئلہ : بالوں میں تیل ڈالے اور کنگھا کرے۔

مسئلہ : بال رکھانے میں کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ : بالوں کی چوٹیاں اور پٹے اور گردے وغیرہ درست نہیں یہ بدمعاشوں اور بے باکوں کا طریقہ ہے زلفوں کا

1؎ بال زیر ناف صاف کرنا کسی دوائی یا آلہ سے - ایک بیماری کا نام ہے۔

چھوڑنا شریفوں کے طور بھی نہیں چاہئے کہ یہ ان کی علامت ہو گئی اسی لئے اگر کوئی عام آدمی جو شریف ہوگا تو ایسا فعل دھوکے میں شامل ہو گا۔

(2) مونچھوں کے بال جن کے متعلق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قصواالشوارب واعفوااللحی مونچھیں ترشواؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔ بعض روایات میں جزواالشوراب اور حفواالشوارت ہے قصر اور جز کا معنی ایک ہے اور حف بمعنی ہونٹوں کے اردگرد کے بال کاٹنا یہ لفظ حاف سے ہے جس کا معنی اردگرد کاٹنے کے ہیں اسی سے یہ آیت ہے۔ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ (الزمر) ترجمہ۔ اور تم دیکھو فرشتوں کو جو عرش کو گھیرے ہوئے ہیں۔ ایک روایت میں احفوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جڑ سے اکھاڑنا مقصود ہے اور (حفوا) سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے کم تراشنا چاہئے کیونکہ (احفا) مبالغہ کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا (پ 26 محمد 31) ترجمہ۔ اگر انہیں تم سے طلب کرے اور زیادہ طلب کرے تم بخل کرو گے۔ (کنزالایمان)

یعنی اگر سوال میں تم سے نہایت مبالغہ کرے۔

مسئلہ: مونچھوں کا مونڈنا کسی حدیث میں نہیں اور احفا یعنی کترانا منڈوانے کے قریب بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے بعض تابعین سے بھی (مونچھوں کا تحقیق کے لئے فقیر کا رسالہ سبلتہ المسلم کا مطالعہ فرمایئے۔) اویسی غفرلہ۔

حکایت: کسی تابعی نے کسی کو دیکھا کہ اپنی مونچھوں کو جڑ سے کتراتا ہے۔ فرمایا کہ تو نے صحابہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد دلائی۔

حکایت: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا کہ میری مونچھیں بڑھی ہوئی ہیں مجھے پاس بلا کر میری مونچھیں مسواک پر رکھ کر کاٹ دیں۔

مسئلہ: مونچھوں کے اطراف کے بالوں کو رکھنا نہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا کیا ہے اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ بال منہ کو نہیں ڈھانپتے اور نہ ان میں کھانے کی کوئی شے رہ سکتی ہے بلکہ وہاں تک پہنچتی ہی نہیں اور

1۔ یہ جملہ اس قوم کے لئے درس عبرت ہے کہ حمائل کی نعت (بدعت کے باوجود) سے لطف اندوز ہو کر آقائے ملدار حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ جس پر ہر اعلیٰ سے اعلیٰ نعمت قربان کی جائے کے بیان المیلاد کو بدعت سیہ کے کھاتہ میں ڈالتے ہیں۔ اویسی غفرلہ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کا معنی یہ ہے کہ داڑھیاں بڑھاؤ اور حدیث میں ہے کہ یہود اپنی مونچھیں بڑھاتے ہیں اور داڑھیاں کتراتے ہیں تو تم ان کے خلاف کرو۔

مسئلہ : بعض علماء نے مونڈانے کو مکروہ اور بدعت فرمایا ہے۔ *

(3) بغلوں کے بالوں کو چالیس دن میں ایک بار اکھاڑنا مستحب ہے اور یہ اس پر آسان ہے جو ابتداء اکھاڑنے کا عادی ہو لیکن جسے منڈانے کی عادت ہو اس کو منڈانا کافی ہے اس لئے کہ اکھاڑنے میں درد ہوتا ہے اصل مقصد تو ان کا صاف کرنا ہے۔ (وہ جس طرح بھی ہو۔) اور ان کے درمیان میل کو اکٹھا نہ ہونے دینا ہے یہ مونڈنے سے بھی ہو سکتا ہے۔ (اور اکھاڑنے سے بھی)

(4) موئے زیر ناف کا دور کرنا بھی مونڈنے یا نورہ کے استعمال سے مستحب ہے۔

مسئلہ : چاہئے کہ چالیس دن سے زیادہ نہ گزرنے پائیں۔

(5) ناخنوں کا تراشنا مستحب ہے اس لئے کہ جب بڑھ جاتے ہیں تو ان کی صورت بری ہو جاتی ہے اور ان میں میل اکٹھی ہو جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ناخن تراشو اس لئے کہ جو ان سے بڑھ جاتا ہے اس پر شیطان بیٹھتا ہے۔

مسئلہ : اگر ناخن کے نیچے میل ہو تو وضو کی صحت کا مانع نہیں ہوتا یا تو اس وجہ سے کہ میل پانی کے پہنچنے سے مانع نہیں یا بوجہ ضرورت کے ان میں آسانی کر دی گئی خصوصاً پاؤں کے ناخنوں میں کہ عرب اور دیہاتیوں کی انگلیوں کی پشت میں میل جمع ہو جاتی ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عربوں کو ناخن تراشنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ (اب حکم عام ہے خواہ وہ کسی علاقہ کا ہو) اور جن کے ناخنوں کی میل دیکھتے تھے۔ انہیں غلط کام فرماتے لیکن یہ نہیں فرماتے کہ نمازیں لوٹاؤ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کا حکم فرمادیتے تو صحیح ثابت ہوتی اور بس۔

ہاتھوں کے ناخن کاٹنے کا نبوی صلی اللہ علیہ وسلم طریقہ : میں نے کتابوں میں ناخنوں کے تراشنے میں ترتیب کے متعلق کوئی حدیث مروی نہیں دیکھی مگر سنا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناخن اس طرح ترشوائے کہ داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت سے شروع کرکے داہنے انگوٹھے پر ختم کئے انگشت شہادت سے چھنگلیا تک تراشکر بائیں ہاتھ میں چھنگلیا کے ناخن پہلے تراشے پھر باترتیب انگوٹھے تک چلے آئے اور سب کے بعد داہنے انگوٹھے کے ناخن تراشے اور میں نے اس ترتیب کو سوچا تو میرے دل میں القاء ہوا کہ یہ روایت اس امر میں صحیح ہے کہ کیونکہ ایسی بات ابتداء میں بدون بغیر نور نبوت کے معلوم نہیں ہوتی۔ صاحبان بصیرت علماء کی بڑی پرواز یہ ہے کہ ان کے سامنے فعل کی

---

* اور یہ خوارج کی علامت ہے' تحقیق کے لئے دیکھئے۔ فقیر کا رسالہ "سبلۃ المسلم"۔ اویسی غفرلہ

نقل کی جائے تو اس فعل میں سے وہ استنباط کر سکتا ہے جو ابتداً محسوس نہیں ہوتی اب مجھے جو بات محسوس ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ہاتھ پاؤں کے ناخنوں کو تراشنا ضروری ہے اور ہاتھ بہ نسبت پاؤں کے اشرف ہیں تو اس لئے پہلے ہاتھوں سے شروع کیا جائے پھر داہنا بہ نسبت بائیں کے اشرف ہے تو اس لئے پہلے دائیں سے شروع کیا جائے داہنے ہاتھ میں پانچ انگلیاں ہیں اور ان میں اشرف انگشت شہادت ہے کہ کلمہ شہادت میں اسی سے اشارہ ہوتا ہے اس لئے اس کا ناخن پہلے تراشا جائے اس کے بعد اس کا جو اس داہنی طرف ہو کیونکہ شرع چیزوں کو پاک کرنے و دیگر امور کے لئے داہنی طرف مستحب بتاتی ہے اگر ہاتھ کی پشت زمین پر رکھی جائے تو انگشت شہادت کے داہنی طرف انگوٹھا ہوتا ہے۔ اور اگر ہتھیلی کی طرف سے رکھو تو بیچ کی انگلی داہنی پڑتی ہے اور ہاتھ کو اگر اپنی عادت پر چھوڑ دو تو ہتھیلی زمین کی طرف مائل ہوگی کیونکہ داہنے ہاتھ کی حرکت بائیں طرف کو ہے اور یہ حرکت اکثر جب بھی پوری ہوتی ہے کہ ہاتھ کی پشت اوپر رہے اس لئے جو امر طبیعت کی مطابق ہے اسی کی رعایت کی گئی ہے اور بیچ کی انگلی بعد شہادت کی انگلی کے بعد ٹھہری علیٰ ہٰذالقیاس چھنگلیا تک پھر اگر ایک ہتھیلی کو دوسری پر رکھ لیا جائے تو دسواں انگلیاں گویا ایک دائرے کے حلقے میں ہو جائیں گی تو دور کی ترتیب یہ چاہتی ہے کہ انگشت شہادت کے داہنی طرف کو چل کر پھر اسی پر آجائیں اس سے بائیں میں پہلے چھنگلیا پڑے گی اور آخر کو انگوٹھا ہوگا اب داہنا انگوٹھا بچ گیا اسی پر ناخن تراشنے کو تمام کرنا چاہئے اور ہتھیلی کو دوسری ہتھیلی پر رکھا ہوا اس لئے فرض کرلیا کہ ساری انگلیاں حلقہ کی شکل میں ہو جائیں تاکہ ان کی ترتیب ظاہر ہو اور یہ فرض کرنا اس سے بہتر ہے کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھیں۔ یا ایک کی پشت کو دوسرے کی پشت پر رکھیں اس لئے کہ ان دونوں صورتوں کو طبیعت مقتضی نہیں اور پاؤں کی انگلیوں کے ناخن تراشنے میں اگر کوئی روایت ثابت نہ ہو تو میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ جو ذیل میں مذکور ہے۔

پاؤں کے ناخن کاٹنے کا اَحسَن طریقہ: داہنے پاؤں سے شروع کرے بائیں پاؤں کی چھنگلیا پر ختم کرے۔ جیسے وضو میں خلال کرتے ہیں کیونکہ جو وجہ ہاتھ کے متعلق ہم نے لکھی ہیں وہ پاؤں میں نہیں بنتی اس لئے کہ پاؤں میں کوئی شہادت کی انگلی نہیں بلکہ پاؤں کی دسوں انگلیاں ایک قطار میں زمین پر رکھی ہوئی ہیں تو داہنی طرف سے شروع کرنا چاہئے اور ان کو حلقہ کہہ نہیں سکتے تاکہ حلقہ کا دور داہنی طرف سے کیا جائے اور اگر ایک تلوے کو دوسرے پر رکھ کر حلقہ کریں تو طبیعت اور عادت اس کو نہیں مانتی اور یہ ترتیب کی باریکیاں نور نبوت سے معلوم ہوتی ہیں دشواری صرف ہم لوگوں پر ہے بالفرض اگر ہم سے کوئی ترتیب کی ابتداء پوچھے تو کیا عجب ہے کہ میں خیال بھی نہ آئے مگر جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل ہمارے سامنے ترتیب وار مذکور ہو تب ہمارے سے اس علت کا ظاہر ہونا بعید نہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس میں معائنہ فرمائی ہو اس لئے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فعل میں حکم کی شہادت علت پر تنبیہہ ہوا کرتی ہے تو اس سے استنباط دشوار نہیں اور یہ گمان کرنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افعال آپ کی تمام حرکات میں میزان اور قانون اور ترتیب سے خارج ہوں بلکہ جتنے امور اختیاری کہ جن میں سے دو قسموں یا زیادہ میں کرنے والا تردد کیا کرتا ہے ان میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کا دستور یہ تھا کہ کسی کام پر اتفاقاً" اقدام کریں بلکہ جب کوئی بات مقتضی اقدام اور تقدیم کی ملاحظہ فرمائے اس وقت اس پر اقدام کرتے تھے اس لئے کہ اپنے کاموں کو ناموزوں طریقے سے کرنا کہ جس طرح پر اتفاق ہو جائے اور عمدہ علتوں کی ترازو میں اعتدال پر رکھنا اولیاء اللہ کی خصلت حمیدہ ہے اور انسان کی حرکات اور خطرات جس قدر ضبط سے قریب تر او مہمل ہونے سے بعید تر ہوں گے اسی قدر اس کا رتبہ انبیاء اور اولیاء سے قریب تر اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا تقرب ظاہر تر ہوگا اس لئے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قریب ہوگا۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے قریب ہیں تو وہ بندہ اللہ تعالیٰ سے بھی قریب ہوگا کیونکہ قریب کا قریب دوسرے کی بہ نسبت قریب ہوتا ہے ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں ان اسباب سے کہ ہماری حرکات و سکنات کی باگ خواہش نفس کے ذریعہ سے شیطان کے ہاتھ میں ہو۔ (آمین)

آنکھوں کو سرمہ لگانے کا نبوی صلی اللہ علیہ وسلم طریقہ : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حرکات کا ضبط آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سرمہ لگانے ہی پر قیاس کرلو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی داہنی آنکھ میں تین سلائیاں ڈالتے تھے اور بائیں آنکھ میں دو اور داہنی آنکھ سے شروع کرتے تھے کہ وہ شرافت رکھتی ہے اور دونوں آنکھوں میں کم و بیش کی وجہ یہ تھی کہ عدد طاق ہو کہ طاق کو جفت پر فضیلت ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ طاق ہے اور اس کو پسند ہے اسی لئے کہ بندے کا فعل بھی اللہ تعالیٰ کی صفات سے کسی وصف کی مناسبت سے خالی نہ ہونا چاہئے اسی وجہ سے استنجاء کے ڈھیلوں میں عدد طاق مستحب ہوا باوجودیکہ تین سلائیاں بھی طاق تھیں مگر ان پر اکتفا نہ کیا گیا اس لئے کہ اس صورت میں بائیں آنکھ میں ایک سلائی پڑتی اور ایک دفعہ ڈالنے میں سرمہ پلکوں کی جڑوں میں مکمل طور نہیں پہنچتا اور داہنی آنکھ میں ایک زیادہ اس لئے ڈالی کہ طاق کو فضیلت ہے اور داہنی آنکھ بھی افضل ہے اس لئے افضل ہی فضیلت کے مستحق زیادہ ہے۔

سوال : بائیں آنکھ میں دو پر اکتفاء کیوں کیا وہ تو جفت ہے؟

جواب : یہ اکتفا ضرورت کی وجہ سے ہے کہ کیونکہ اگر ہر ایک میں عدد طاق کی رعایت ملحوظ رہتی تو تمام عدد جفت ہو جاتے کیونکہ طاق اور طاق مل کر جفت ہو جاتا ہے اس لئے طاق کی رعایت تمام سرمہ لگانے میں کہ ایک فعل ہے بہتر ہے بہ نسبت ہر آنکھ میں رعایت طاق رکھنے کے۔

فائدہ : ایک اور صورت یہ بھی ہے یعنی ہر آنکھ میں تین بار لگا دے جیسے وضو میں اعضاء کو تین تین بار دھوتے ہیں اور یہ فعل بھی حدیث صحیح میں ہے یہ بھی بہتر ہے اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام حرکات میں رعایات کو پورا لکھوں تو بہت طول ہو جائے گا اس لئے بغیر اس پر قیاس کیجئے۔

فائدہ : جاننا چاہئے کہ عالم دین نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وارث ہے جب بھی اسے ممکن ہو آپ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کی شریعت کی علتوں پر مطلع ہو یہاں تک اس میں اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں صرف فرق نبوت کے درجہ کا رہ جائے اور یہی فرق درجہ وارث اور مورث میں ہے اس لئے کہ مورث وہ ہے جس نے وارث کے لئے مال حاصل کیا اور وارث وہ ہے جس نے نہ کمایا بلکہ مورث کے مال سے اسے حصہ ملا اب وارث کامال اصل کرنا اس طرح کی باتیں غور طلب اسرار کی بہ نسبت بہت آسان ہیں پھر بھی ابتداء میں ان کا معلوم کرنا اور خود استنباط کرنا بجز انبیاء علیہم السلام کے اور ان سے نہیں ہو سکتا اور انبیاء علیہم السلام کے انتباہ کے بعد استنباط بھی کوئی نہیں کر سکتا بجز ان علماء کے جو وارث انبیاء علیہم السلام ہیں۔

ناف اور ذکر کی کھال کا دور کرنا : ناف پیدا ہوتے کے وقت دور کی جاتی ہے اور ختنوں کے متعلق یہودیوں کی عادت ہے کہ پیدائش کے ساتویں دن ختنہ کرتے ہیں اسمیں ان کی مخالفت کرنی چاہیئے۔

مسئلہ : دانت نکلنے تک تاخیر مستحب اور خطرے سے دور تر ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ختنہ مردوں کے لئے سنت ہے اور عورتوں کے لئے عزت چاہیئے کہ عورتوں کے ختنہ میں مبالغہ نہ کیا جائے۔ ام عطیہ جو ختنہ کیا کرتی تھیں انہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ام عطیہ ذرا سی بو سنگھادے اور زیادہ مت کاٹ کہ اس قدر سے چہرہ کی رونق زیادہ ہوگی اور خاوند کو بھلی محسوس ہوگی۔

فائدہ : اس حدیث شریف میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے الفاظ مبارک کے کنایہ کی خوبی قابل تحسین ہے کہ تھوڑا کاٹنے کو بو سنگھانے سے تعبیر فرمایا اور اس کی مصلحت بھی فرمادی کہ چہرے کی رونق اور خون زیادہ ہوتا ہے اور خاوند کو ہم بستر ہونا بھلا محسوس ہوتا ہے۔ غور فرمایئے کہ نور نبوت کی رسائی آخرت کی مصلحت پر کتنا بلند و بالا نبوت کے مقاصد میں سے اہم مصلحتیں اوئیٰ امر میں ظاہر ہوگئیں کہ اگر اس سے غفلت ہو تو نقصان کا خوف ہے باوجودیکہ آپ امی تھے پاک ہے وہ ذات جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رحمت بنا کر بھیجا تاکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کی برکت سے امت کے لئے دنیا اور دین کی مصلحتیں جمع فرمائیں۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و آلہ اصحابہ اجمعین)

داڑھی بڑھانا : ہم نے اسے سب سے آخر میں اس لئے ذکر کیا کہ اس کے متعلق جو سنتیں اور بدعات ہیں ان کی بھی تحقیق ہو سکے یہی موقع ان کے ذکر کا خوب ہے۔

مسئلہ : علماء نے اختلاف کیا ہے کہ داڑھی اگر لمبی ہو جائے تو کیا کرنا چاہیئے بعض کا قول ہے کہ مقدار مشیت چھوڑ کر باقی کو کتر دے تو کوئی حرج نہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بہت سے تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا کیا ہے امام شعبی اور ابن سیرین نے اسے بہتر فرمایا ہے * حسن اور قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے مکروہ فرمایا ہے اور کہا ہے کہ اسے چھوڑ دینا مستحب ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ داڑھی بڑھاؤ اور

نیچے سے کچھ کترانے میں حرج نہیں بشرطیکہ داڑھی کے کترنے اور ہر طرف سے گول کرنے کی نوبت نہ پہنچے کیونکہ زیادہ لمبا کرنے سے بھی انسان برا لگتا ہے یہ غیبت کرنے والوں کی زبان کھلتی ہے کہ فلاں کی لمبی داڑھی ہے لہٰذا ان دونوں باتوں سے محفوظ رہے۔

داڑھی کے مکروہات: داڑھی کے مکروہات دس ہیں اور بعض بہ نسبت بعض کے زیادہ مکروہ ہیں۔

مذمت سیاہ خضاب: سیاہ خضاب کے متعلق ممانعت وارد ہے۔

احادیث مبارکہ: (1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے کہ تمہارے جوانوں میں سے بہتر وہ ہے جو بوڑھوں کی صورت بنائے اور بوڑھوں میں سے بدتر وہ ہے جوانوں کی صورت بنائے۔

فائدہ: اس میں بوڑھوں کی صورت بنانے سے مراد یہ ہے کہ وقار اور شائستگی میں بوڑھوں کی طرح ہو یہ نہیں کہ بال سفید کرے اور جوانوں کی صورت بنانے سے مراد سیاہی سے خضاب کرنا ہے۔

(2) فرمایا خضاب دوزخیوں کا کام ہے۔

(3) ایک روایت میں ہے کہ سیاہی سے خضاب کرنا کافروں کا طریقہ ہے۔

حکایت: ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں نکاح کیا اور وہ سیاہ خضاب کرتا تھا جب سفید بال ظاہر ہوئے تو بڑھاپا کھل گیا عورت کے خویش و اقارب نے یہ مقدمہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں پیش کیا آپ نے نکاح منسوخ کر دیا اور اسے خوب پیٹا اور فرمایا کہ تو نے ان لوگوں کو جوانی کا فریب دیا اور بڑھاپے کو چھپایا۔ (آجکل تو یہ عام ہوگیا ہے کاش حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا کوئی مرد مولیٰ آج پیدا ہو۔)

فائدہ: سب سے پہلے جس نے سیاہ خضاب کیا فرعون ملعون تھا۔

(4) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخر زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے جو خضاب سیاہ کبوتروں کے پوٹوں کی طرح کریں گے وہ جنت کی بو نہ پائیں گے (ہمارا دور اسی نحوست سے گزر رہا ہے)

مسئلہ: خضاب زردی اور سرخی سے کرنا جائز ہے یہ خضاب جہاد میں کافروں سے جنگ میں بڑھاپا چھپانے کے لئے

ا۔ دور حاضرہ میں اہل سنت کا یہی موقف ہے

حضرت نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے تعجب ہے کہ جو عاقل لمبی داڑھی رکھتا ہے وہ اسے کیوں نہیں چھانٹتا دو داڑھوں کو متوسط کیوں کرتا ہے ہر چیز میں اوسط اچھا ہوتا ہے۔ (خیرالامور اوساطہا) اسی لئے کہا گیا کہ جب داڑھی لمبی ہو جاتی ہے تو عقل رخصت ہو جاتی ہے۔

درست ہے۔

مسئلہ : اگر اس نیت سے نہ ہو بلکہ دینداروں کی صورت بنانے کے ہو۔ حالانکہ خود ویسا نہ ہو تو برا ہے۔

زرد خضاب کا حکم : اس خضاب کے متعلق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زردی مسلمانوں کا ہے اور سرخی ایمانداروں کا خضاب ہے۔

فائدہ : اسلاف صالحین مہندی سے سرخی کے لئے خضاب کرتے تھے اور خلوق اور کتم کو زردی کے لئے لگاتے تھے۔

مسئلہ : بعض علماء نے جہاد کے لئے سیاہ خضاب بھی لگایا ہے اور جس صورت میں کہ انسان کی نیت درست ہو اور خواہش نفس اور شہوت کی پابندی نہ ہو تو سیاہ کا بھی کوئی حرج نہیں۔ (لیکن ایسے مردِ مولیٰ کہاں)

گندھک سے بالوں کا سفید کرنا : اس لئے کہ جلدی سے عمر زیادہ معلوم ہو اور لوگ عزت کریں اور گواہی مقبول ہو اور مشائخ سے روایت کرنے میں سچ سمجھیں اور جوانوں سے فوقیت حاصل ہو اور علم زیادہ معلوم ہو اس خیال سے کہ عمر میں زیادہ ہونا بزرگی زیادہ کرتا ہے حالانکہ بالکل غلط ہے بلکہ جاہل کو عمر کا زیادہ ہونا جہل ہی کرتا ہے۔ کیونکہ علم عقل کا ثمر ہے اور وہ پیدائش ہے بوڑھا ہونا اس میں تاثیر پیدا نہیں کرتا جس شخص کی فطرت حماقت ہو اس کو زیادہ دن گزرنے سے بجز حماقت کی زیادتی کے اور کیا حاصل ہوگا۔

دستور الاسلاف : سلف صالحین کا دستور اس کود کے کو بہ عقل پیر بود نزد اہل خرد کبیر بود۔ ترجمہ۔ وہ نوجوان جو عقلاً بڑا ہو وہ اس بوڑھے سے بہتر ہے جس کی عقل ضعیف ہو۔

اسلاف صالحین علم کیوجہ سے جوانوں کو آگے کرتے تھے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

(۱) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر مقدم سمجھا کرتے تھے۔ حالانکہ عمر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت چھوٹے تھے آپ ان سے مسائل پوچھا کرتے تھے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے علم اپنے بندے کو جوانی ہی میں دیا ہے اور ہر بہتری جوانی ہی میں ہے۔ پھر آپ نے یہ آیتیں پڑھیں۔ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ (پ 17 انبیاء 60) ترجمہ۔ ان میں کے کچھ بولے ہم نے ایک جوان کو انہیں برا کہتے سنا جسے ابراہیم کہتے ہیں۔ انهم فتية امنوا بربهم وزدناهم هدىٰ (پ 17 اکہف) بیشک وہ چند نوجوان تھے اور ہم نے ان کی ہدایت میں اضافہ کیا۔ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا (پ 16 مریم 12) اور ہم نے اسے بچپن میں ہی نبوت دی۔ (کنزالایمان)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوا حالانکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر اور داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہ تھے لوگوں نے ان سے پوچھا کہ اے ابا حمزہ اسکی کیا وجہ ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف تو زیادہ تھی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم پر بڑھاپے کا عیب نہ لگایا لوگوں نے کہا کہ کیا بڑھاپا برا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم اسے برا جانتے ہو۔

حکایت 4 : یحییٰ ابن اکثم اکیس برس کے عمر میں قاضی ہوگئے۔ انہیں کسی نے عین کچہری میں چھیڑا اور اس کی غرضی یہ تھی کہ یہ چھوٹی۔ عمر کی وجہ سے شرمائیں گے پوچھا (قاضی صاحب کی اللہ مدد کرے) آپ کی عمر کتنی ہے فرمایا عتاب بن اسید کے برابر ہوں جس وقت انہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ کا حاکم بنایا یعنی قاضی مقرر فرمایا تھا وہ شخص یہ جواب سنکر لاجواب ہوگیا۔

(5) حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ داڑھی دھوکا نہ دے کیونکہ داڑھی بکرے کی بھی ہوتی ہے۔ (6) حضرت ابو عمر بن علاء فرماتے ہیں کہ جب کسی کو دیکھو کہ لمبا قد اور چھوٹا سر اور چوڑی داڑھی ہے تو جان لو کہ یہ بے وقوف ہے اگر چہ امیہ بن عبدالشمس ہی ہو۔ (7) حضرت ایوب سختیانی کا قول ہے کہ میں نے ایک بوڑھے کو دیکھا کہ ایک لڑکے کے پیچھے چل کر اس سے علم سیکھتا ہے۔ امام حضرت زین العابدین فرماتے ہیں کہ جس کے پاس تجھ سے علم زیادہ ہو وہ اس علم میں تیرا امام ہے اگرچہ عمر میں تجھ سے چھوٹا ہے۔ حضرت ابوعمرو بن علاء سے کسی نے پوچھا کہ بوڑھے کو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ وہ چھوٹے سے علم سیکھے فرمایا۔ کہ اگر جہل اسے برا معلوم ہوتا ہے تو سیکھنا اچھا معلوم ہوگا۔

حکایت : حضرت یحییٰ بن معین نے امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھا کہ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے خچر کے پیچھے چل رہے ہیں کہا کہ اے ابو عبداللہ تم نے حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی حدیث کو باوجود ان کی بزرگی کے ترک کیا اور اس نوجوان کے خچر کے پیچھے چل رہے ہو چاہئے آپ ان سے حدیث سنتے۔ حضرت امام احمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ اگر تم کو ان (شافعی) کے علم کی قدر منزلت معلوم ہو جائے تو تم دوسری طرف خچر کے ساتھ چلو اگر حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا علم مجھے ان کی بزرگی کے باوجود نہ ملا تو بقول شما (شافعی سے) نیچے کے مرتبے میں سے تو مل گیا اس نوجوان (شافعی) کی عقل ایسی ہے کہ اگر مجھ سے کچھ رہ جائے گا تو پھر مجھے نہ اوپر سے ملے گا نہ نیچے سے۔

داڑھی کے سفید بال اکھاڑنا : بڑھاپے کو برا سمجھ کر سفید بال اکھاڑنا کی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے کہ سفیدی مومن کا نور ہے۔

فائدہ : اس کا حال سیاہ خضاب جیسا ہے اس کی علت اوپر بیان ہوئی اور سفیدی نور خدا ہے۔ اس سے اعراض کرنا نور سے منہ پھیرنا ہے۔

(5) داڑھی کے بال چننا : داڑھی کے کل یا تھوڑے بال لغو اور ہوس کے طور پر چننا (اکھاڑنا) یہ بھی مکروہ ہے اور صورت کو بگاڑنا ہے۔

فائدہ : یہ عام نوجوان بچے کرتے ہیں تاکہ وہ بھی بے ریش ہی محسوس ہوں۔

مسئلہ : بچی کے دونوں طرف کے بال اکھاڑنا بدعت ہیں۔

حکایت : ایک شخص بال اکھاڑا کرتا تھا حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی عدالت میں حاضر ہوا آپ نے اس کی گواہی قبول نہ فرمائی۔

حکایت : حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن ابی لیلیٰ قاضی مدینہ منورہ نے اس شخص کی گواہی قبول نہ فرمائی جو اپنی داڑھی کو اکھڑتا تھا۔

مسئلہ : شروع میں داڑھی کا اکھاڑنا اس خیال سے کہ وہ لڑکا سمجھا جائے نہایت بری بات ہے اس لئے کہ داڑھی مردوں کی زیبائش ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے یوں قسم کھاتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے بنی آدم کو داڑھیوں سے مزین کیا۔

مسئلہ : داڑھی مرد کی تخلیق کی تکمیل ہے اس سے مردوں کو عورتوں سے ممتاز سمجھا جاتا ہے۔

فائدہ : ایک عجیب و غریب تاویل میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ (فاطر ۱) بڑھاتا ہے آفرینش میں جو چاہتا ہے (کنز الایمان)۔ میں زیادتی سے مراد داڑھی ہے۔

حکایت : حضرت احنف بن قیس کی داڑھی نہ تھی ان کے شاگرد کہتے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اگر داڑھی بیس ہزار کو بکتی تو استاد کے لئے ہم خریدتے۔

حکایت : شریح قاضی نے کہا ہے کہ اگر داڑھی دس ہزار کو کہیں سے قیمتاً مل جائے تو میں اسے خرید لوں گا (افسوس کہ آج ایسی قیمتی شے کو الٹا پیسے سے منڈا کر گندی نالیوں میں پھینک دیتے ہیں۔)

نکتہ : داڑھی بری کیسے ہو سکتی ہے اس کی وجہ سے تو آدمی کی تعظیم ہوتی ہے۔ لوگ علم و وقار کی نظر سے اسے دیکھتے اور مجلسوں میں اونچا بٹھاتے ہیں۔

عوام اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور جماعت میں امام بناتے ہیں۔ اور آبرو محفوظ رہتی ہے کیونکہ جو گالی دیتا ہے تو اس کے بالمقابل کی اگر داڑھی ہوتی ہے تو پہلے اسی پر چوٹ کرتا ہے افسوس اس داڑھی پر۔

لطیفہ : اہل جنت بے ریش ہوں گے سوائے حضرت ہارون علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہ ان کی داڑھی ناف تک ہو گی یہ ان کی خصوصیت اور فضیلت کی وجہ ہے۔

مسئلہ : چھوٹی داڑھی کو اس طرح کترنا کہ نہ بہ نہ معلوم ہو اس خیال پر کہ عورتوں کو اچھی معلوم ہو خواہ تکلف کرنا

پڑے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ آخر زمانے میں کچھ قومیں ہوں گی جو اپنی داڑھیوں کو کبوتروں کی دموں کی طرح کتریں گے یعنی گول کریں گے اور جوتیوں سے مالیسی کی سی آواز نکالیں گے ان لوگوں کا دین سے کوئی بہرہ نہیں۔

مسئلہ : داڑھی میں کچھ بڑھا لینا یعنی دونوں رخساروں پر جو بال کنپٹیوں کے ہوتے ہیں اور واقع میں وہ سر کے ہیں ان کو داڑھی میں شمار کرنا اور جبڑے کی ہڈی سے تجاوز کر کے نصف رخسار تک نوبت پہنچائی یہ بھی مکروہ اس لئے کہ نیک بختوں کی صورت سے مخالف ہے۔

مسئلہ : داڑھی میں لوگوں کے لئے کنگھا کرنا۔ بشر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ داڑھی میں دو خرابیاں ہیں (1) لوگوں کی خاطر کنگھا کرنا (2) زہد ظاہر کرنے کے لئے الجھی چھوڑنا (تیل کنگھا وغیرہ سے نہ سنوارنا)

مسئلہ : داڑھی کی سیاہی یا سفیدی کو عجب سے دیکھنا اور یہ عجب کی برائی تمام اجزائے بدن میں ہو سکتی ہے بلکہ تمام افعال اور اخلاق میں عجب کرنا برا ہے۔(اس کا بیان عنقریب آئیگا ان شاء اللہ)

غرضیکہ زینت اور نظافت کے اقسام میں سے جس قدر بیان کرنا مطلوب تھا۔ بحمدہ تعالیٰ عرض کر دیا گیا ہے۔

فائدہ : جسم میں بارہ چیزیں مسنون ہیں اور یہ احادیث سے ثابت ہیں پانچ سر میں ہیں وہ یہ ہیں۔ (1) مانگ نکالنا (2) کلی کرنا (3) ناک میں پانی ڈالنا (4) مونچھیں کترنا (5) مسواک کرنا تین ہاتھ اور پاؤں میں (1) ناخن تراشنا (2) انگلیوں کی اوپر کی سلوٹیں صاف کرنا (3) نیچے کے جوڑوں کو صاف کرنا'

چار باقی جسم میں ہیں : (1) بغل کے بال اکھاڑنا (2) موئے زیر ناف مونڈنا (3) ختنہ کرنا (4) پانی سے استنجا کرنا۔

یہ تمام امور احادیث میں وارد ہیں چونکہ اس کتاب میں طہارت ظاہری سے بحث ہے نہ کہ باطن کے پاک کرنے سے اسی لئے مناسب ہے کہ ہم اسی قدر پر اکتفاء کریں اور اس کو خوب یاد رکھنا چاہئے کہ باطن کے فضلات اور میل کچیل کہ جسے پاک کرنا واجب ہے وہ زائد از شمار ہیں اور ان کی تفصیل ان شاء اللہ جلد چہارم میں عنقریب مذکور ہوگی اور بتایا جائے گا کہ ان کے دور کرنے کی تدبیر اور دل کو ان سے پاک کرنے کا طریقہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے باب اسرار الطہارۃ مکمل ہوا اور اس کے بعد اسرار الصلوۃ کا ذکر ہوتا ہے۔

(الحمدللہ اولاو آخراو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

باب 4

نماز کے اَسرار و رموز

نماز دین کا رکن اور یقین کا تمسک اور ثواب کے امور کی اصل اور طاعات میں عمدہ ہے اور ہم نے اپنی فقہی کتابوں (1) بسیط (2) وسیط (3) وجیز میں اس کے فروغ واصول کو خوب بسط و تفصیل سے لکھا ہے اور بہت سی تفریعات نادرہ اور مسائل عجیب وغریب ان میں درج کئے ہیں بوقت ضرورت مفتی کے لئے ذخیرہ ہوں۔

فتویٰ کے لئے ان کی طرف رجوع کر کے مدد لے اب ہم اسباب کے صرف وہ امور لکھتے ہیں کہ جو راہ آخرت کے خواہش مند حضرات کے لئے ضروری ہیں یعنی نماز کے اعمال ظاہرہ اور اسرار منہ زیب تحریر کرتے ہیں کہ ان امور کو فن فقہ میں لکھنے کی عادت نہیں اور اس بات کو سات فصلوں پر منقسم کرتے ہیں۔

فضائلِ اَذان

حُضُور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن تین آدمی مشک سیاہ خوشبو ٹیلوں پر ہوں گے نہ انہیں خوف حساب ہو گا اور نہ کسی قسم کی دہشت۔ یہاں تک کہ حساب وکتاب سے فراغت ہو جائے گی ان میں چند حضرات یہ ہیں۔

(1) اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لئے قرآن مجید پڑھا اور لوگوں کی امامت کی اور لوگ اس سے خوش تھے (یعنی شرعی اصول پر امامت کو نبھایا)(2) جس نے مسجد میں اللہ تعالیٰ کی رضا طلبی میں اذان دی ہو گی اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا ہو گا۔

(3) دنیا میں غلامی میں مبتلا ہو گیا اور اس نے آخرت کے عمل سے نہ رکا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا **حدیث** لا تسمع صوت المؤذن جن ولا انس ولا شئی الا شھد له یوم القیمه ترجمہ۔ موذن کی آواز جو بھی سنتا ہے جن ہو یا انسان (یا کوئی اور شے) اس کے لئے یوم قیامت میں گواہی دیں گے۔

(4) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ موذن کے سر پر رہتا ہے یہاں تک کہ اذان سے بارغ ہو۔

فائدہ : بعض مفسرین نے فرمایا کہ آیت نویل موذن کے حق میں نازل ہوئی۔ ومن احسن قولا ممن دعا الی اللّٰہ و عمل صالحا (پ) اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی ہو جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے۔ (کنزالایمان)

(5) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اذا سمعتم النداء فقولو مثل ما یقول المؤذن جب تم اذان سنو تو تم بھی وہی کہو جو موذن کہتا ہے۔ **مسئلہ** : یہ حسن اور مستحب ہے کہ جو موذن کہے وہی سامع (سننے والا) کہتا جائے مگر جب موذن حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کہے تو سننے والا کہے۔

2۔ اسے اجابت اذان کہا جاتا ہے اجابت کا مطلب یہ ہے۔ کہ سننے والابھی وہی کلمات کہتا جائے۔ جب موذن اشھد ان محمد رسول اللہ کہے تو سننے والا بھی کہے اور کہتے وقت انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگائے اور پہلی مرتبہ صلی للہ علیک یا رسول اللہ۔
اور دوسری مرتبہ قرۃ عینی بک یارسول اللّٰہ اللھم متعنی بالسمع والبصر کہے جو ایسا کرے گا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی شفاعت فرمائیں گے اور اس کی آنکھوں کی روشنی کبھی نہ جائے گی۔ اور حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم کہے اور فجر کی اذان میں الصلوۃ خیرمن النوم کے جواب میں صدقت و بررت کہے اور اقامت میں قد قامت الصلوۃ کے جواب میں اقامھا اللّٰہ وادامھا کہے۔

حضرت امام غزالی نے اقامت کا ذکر نہیں فرمایا۔ فقیر کا اضافہ۔

اقامت : اذان کے بعد جماعت کھڑی ہونے کے وقت جو تکبیر یا اقامت کہی جاتی ہے اس کے الفاظ اذان کے مثل ہیں چند باتوں میں فرق ہے۔ (1) حی علی الفلاح کے بعد دو مرتبہ قد قامت الصلوۃ (جماعت کھڑی ہو گئی) کہے۔ (2) اذان کے مقابلہ میں آواز پست ہو۔ (3) اس کے کلمات جلد جلد کہے جائیں۔ (4) کانوں میں انگلیاں نہ ڈالی جائیں۔

اذان کے وقت صلوٰۃ : دور حاضرہ میں یہ مسئلہ بھی اختلافی بن گیا ہے حالانکہ محمد بن عبدالوہاب نجدی سے پہلے تمام ممالک اسلامیہ میں اس پر تمام علماء کا اتفاق تھا اب بھی الحمدللہ ممالک اسلامیہ کی اکثر مساجد میں اذان کے وقت صلوۃ وسلام پڑھا جاتا ہے اس کی اصلی تو خیرالقرون میں تھی ان ہیئت کا اجرا حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی فاتح بیت المقدس رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا اور اسے تمام علماء فقہاء نے مستحسن فرمایا۔

تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کے رسالے رجم الشیطان فی الصلوۃ والسلام عندالاذان اذان اور صلوٰۃ وسلام۔

---

*۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میرے نزدیک آیت موذنوں کے حق میں نازل ہوئی اور ایک قول یہ بھی ہے کہ جو کوئی کسی طریقہ پر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے وہ اس میں داخل ہے دعوت الی اللہ کے کئی مرتبے ہیں اول دعوت انبیاء علیھم السلام معجزات اور حجج و براہین وسیف کے ساتھ یہ مرتبہ انبیاء ہی کے ساتھ خاص ہے دوم دعوت علماء فقط حج و براہین کے ساتھ اور علماء کئی طرح کے ہیں ایک عالم باللہ دوسرے عالم .بصفات اللہ تیسرے عالم یا حکام اللہ مرتبہ سوم دعوت مجاہدین ہے۔ یہ کفار کو سیف کے ساتھ ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ دین میں داخل ہوں اور طاعت قبول کریں مرتبہ چہارم موذنین کی دعوت نماز کے لئے عمل صالح کی دو قسم ہے ایک وہ جو قلب سے ہو وہ معرفت الہٰی ہے۔ دوسرے جو اعضاء سے ہو وہ تمام طاعات ہیں۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ نہ کوئی نیکی پر طاقت اور برائی سے رکنا مگر اللہ اس کی توفیق دے۔ اور جب وہ کہے قد قامت الصلوۃ تو کہے اقامہا اللہ وادا مہا مادامت السموات والارض اے اللہ اسے قائم و دائم رکھ جب تک آسمان و زمین قائم ہیں۔ اور فجر کی اذان میں جب کہے الصلوۃ خیر من النوم نماز نیند سے بہتر ہے۔ تو یہ کہے صدقت وبررت تو نے سچ کہا اور خوب کہا۔ اور جب اذان کہہ چکے تو یہ دعا پڑھے۔

اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوۃ القائمۃ ات سیدنا محمد الوسیلۃ والفضیلۃ والدرجۃ الرفیعۃ وابعثہ مقاما محمودا الذی وعدتہ وارزقنا شفاعتہ یوم القیمہ ط انک لا تخلف المیعاد برحمتک یاارحم الرحمین۔ اے اللہ اس دعوۃ تامہ اور صلوۃ قائمہ کے مالک تو ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت اور بہت بلند درجہ عطا فرما اور ان کو مقام محمود میں کھڑا کر جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ہمیں قیامت کے دن ان کی شفاعت نصیب فرما بے شک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا ہم پر اپنی رحمت فرما اے سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص جنگل میں نماز پڑھے تو ایک فرشتہ اس کے داہنے سے نماز پڑھتا ہے اور ایک بائیں جانب پس اگر اذان اور تکبیر کہتا ہے تو اس کے پیچھے پہاڑوں کے برابر فرشتے نماز پڑھتے ہیں۔

فرض نماز کے فضائل : اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔

(1) اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (پ 5 النساء 103) بیشک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔ (کنزالایمان)

(2) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

خمس صلوات کتبھن اللہ علی العباد فمن جاء بھن ولم یضع منھن شیئا استخفافا بحقھن کان لہ عنداللہ عھد ان یدخلہ الجنۃ ومن لم یات بھن فلیس لہ عنداللہ عھدان شاء عذبہ وان شاء ادخلہ الجنۃ پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو فرض فرمائی ہیں جو انہیں ادا کرتا ہے ان کے حق کو ہلکا نہ سمجھتے ہوئے کسی قسم کی کمی نہیں کرتا اس کا اللہ کے ہاں عہد ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے اور جو ان کے حقوق ادا نہیں کرتا اللہ کے ہاں اس کا کوئی عہد نہیں اگر چاہے اسے عذاب دے چاہے اسے بہشت میں داخل کرے۔

(3) حضور سرور عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچوں نمازوں کی مثال میٹھے پانی کی نہر جیسی ہے جو کسی کے دروازے پر ہو اور وہ اس میں دن میں پانچ بار نہائے بتایئے یہ پانچ بار نہانا اس پر کچھ میل کچیل چھوڑے گا صحابہ نے عرض کی نہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچوں نمازیں گناہوں کو ایسے ہی دور کرتی ہیں۔ جیسے پانی میل کچیل کو دور کرتا ہے۔

(4) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

ان الصلوۃ کفارۃ لتبنیبھن ما اجتنبت الکبائر ترجمہ۔ بیشک نماز درمیان اوقات کے گناہوں کی کفارہ جبکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔

(5) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہم میں اور منافقوں میں فرق عشاء اور صبح کا حاضر ہونا ہے کہ منافق ان دونوں میں نہیں آسکتے۔

(6) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ سے ملے اور وہ نماز ضائع کرنے والا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں کا اعتبار نہ کرے گا۔

(7) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز دین کا ستون ہے جس نے اسے ترک کیا اس نے دین کو مسمار کیا۔

(8) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ اعمال سے کون سا عمل افضل ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وقت پر نماز پڑھنا۔

(9) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز پنج گانہ کی حفاظت کرے یعنی وضو کامل سے اور عین وقت پر ادا کرے تو وہ نماز قیامت میں اس کے لئے نور اور برہان ہوگی اور جو کوئی اسے ضائع کرے گا اس کا حشر فرعون و ہامان کے ساتھ ہوگا۔

(10) حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نماز جنت کی کنجی ہے۔

(11) نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے توحید کے بعد اپنی مخلوق پر نماز سے محبوب تر کوئی شے فرض نہیں کی اگر نماز سے محبوب تر اللہ تعالیٰ نزدیک کوئی شے اور ہوتی تو فرشتوں کے لئے اسی کو مقرر فرماتا حالانکہ ان سے نماز کے افعال کراتا ہے کہ کوئی ان میں رکوع کرنے والا ہے اور کوئی سجدہ کرنے والا اور کوئی قیام میں ہے' کوئی قعود میں۔

(12) نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے نماز کو قصداً چھوڑا وہ کافر ہوگیا۔

فائدہ : اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص کفر کے قریب ہوگیا کہ اس کے تمسک اسلام کی رسی ڈھیلی ہوگئی اور سہارا گر گیا مثلاً کوئی شخص شہر کے قریب پہنچتا ہے تو کہا کرتے ہیں کہ شہر میں پہنچ گیا۔

(13) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے قصداً نماز چھوڑی اس سے ذمہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بری ہوگیا۔

(14) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر نماز کے ارادہ سے گھر سے نکلے تو جب تک نماز کی نیت کرے گا اس وقت تک اپنی نماز ہی میں رہے گا اور ایک ایک قدم پر اس کی نیکی لکھی جائے گی۔ اور دوسرے پر ایک برائی مٹا دی جائے گی اگر تم میں سے کوئی تکبیر سنے تو دوڑ کر نہ جائے۔ کیونکہ بڑا ثواب اسی کو ہوگا جس کا گھر دور ہوگا لوگوں نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے فرمایا کہ قدموں کی کثرت کی وجہ سے

ثواب کی کثرت ہے۔

(15) مروی ہے کہ قیامت میں انسان کے اعمال دیکھے جائیں گے ان میں سب سے اول نماز ہوگی وہ اگر پوری پائی جائے گی تو اس کے تمام اعمال مقبول ہوں گے اگر اس میں نقصان ہوگا تو تمام اعمال نامنظور ہوں گے۔

(16) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ اے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھنے کا حکم کیجئے اللہ تعالیٰ تجھے روزی ایسی جگہ سے پہنچائے گا کہ تو جانتا نہ ہوگا۔

فائدہ : بعض علماء کا قول ہے کہ نمازی کا حال سوداگر جیسا ہے کہ جب تک اسے سرمایہ حاصل نہیں ہوتا نفع نہیں پاتا۔ اسی طرح نماز کے نوافل مقبول نہیں ہوتیں جب تک کہ فرض ادا نہیں کرلیتا۔

(17) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نماز کا وقت آتا تو فرماتے کہ کھڑے ہو جاؤ جو آگ تم نے بھڑکائی ہے اس کو بجھاؤ یعنی نماز کو اپنے گناہوں کا کفارہ بناؤ۔

ارکانِ نماز مکمل کرنے کے فضائل

(1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ فرض کی مثال ترازو جیسی ہے جو پورا دے گا پورا لے گا۔

(2) حضرت یزید رقاشی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز برابر تھی گویا تلی ہوئی ہے یعنی تمام ارکان مکمل ایک طرح ادا فرماتے تھے۔

(3) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دو شخص نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو ان دونوں کا رکوع اور سجدہ ایک ہی ہے مگر دونوں کی نمازوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خشوع کی طرف اشارہ فرمایا۔

(4) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں اس بندے کی طرف نہ دیکھے گا جو رکوع اور سجدہ کے درمیان میں اپنی پشت سیدھی نہیں کرتا۔

(5) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز میں اپنا منہ پھیرتا ہے کیا وہ اس سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ گدھے جیسا چہرہ بدل دے۔

(6) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے نماز اپنے وقت پر پڑھی اور اس کے لئے وضو اچھی طرح کیا اور اس کا رکوع اور سجدہ اور خشوع پورا کیا تو وہ نماز روشن ہوکر اوپر چڑھتی ہے اور کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے جیسی تونے میری حفاظت کی اور جس نے نماز کو بے وقت پڑھا اور وضو پوری طرح نہ کیا اور نہ اس کے رکوع اور سجدہ اور خشوع کامل طور ادا کیا تو یہ نماز سیاہ شکل میں ہوکر اوپر جاتی ہے اور کہتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ تجھے ضائع کرے جیسا تو نے مجھے ضائع کیا یہاں تک کہ جب وہاں پہنچتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو تو وہ

کپڑے کی طرح لپٹ دی جاتی ہے اور اس شخص کے منہ پر ماری جاتی ہے۔

(7) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں چوری میں سب سے برا ہے جو اپنی نماز کی چوری کرے۔

(8) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سلمان فارسی فرماتے ہیں کہ نماز ایک پیمانہ ہے جو پورا دے گا وہ پورا پائے گا اور جو اس میں کمی کرے گا تو اسے معلوم ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیمانے کے کم کرنے والے کے بارے میں کیا فرمایا ہے۔

نماز باجماعت کے فضائل

(1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صلوۃ الجمع تفضل صلوۃ الغذ سبع و عشرین درجۃ باجماعت نماز تنہا کی نماز سے ستائیس درجے زیادہ ہے۔

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کو بعض نمازوں میں نہ پایا تو فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ کسی کو نماز پڑھانے کا حکم دوں اور خود ان لوگوں کو تلاش کروں جو نماز میں نہیں آئے اور ان کے گھر پھونک دوں۔

(3) ایک روایت میں ہے کہ میں ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز سے بیٹھ رہتے ہیں پھر حکم دوں کہ لکڑیوں کے گٹھوں سے ان کے گھر پھونک دیئے جائیں اگر ان میں سے کسی کو معلوم ہو کہ مجھے پر گوشت ہڈی یا بکری کے عمدہ پائے ملیں گے تو نماز عشاء میں ضرور آئے۔

(4) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً" فرماتے ہیں کہ جو شخص نماز عشاء میں حاضر ہوا وہ گویا آدھی رات شب بیدار رہا۔ اور جو صبح کی نماز میں حاضر ہوا وہ گویا کامل رات شب بیدار ہوا۔

(5) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص باجماعت نماز پڑھتا ہے تو اس کا سینہ عبادت سے پر ہو جاتا ہے۔

(6) حضرت سعد بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بیس سال سے میرا یہ حال ہے کہ جب موذن نے اذان دی تو میں مسجد ہی میں ہوتا ہوں۔

(7) محمد بن واسع نے فرمایا ہے کہ میں دنیا سے صرف تین چیزیں چاہتا ہوں۔

(1) بھائی کہ جب میں ٹیڑھا ہوں مجھے سیدا کرے۔

(2) غذا رزق حلال سے کہ خالی از حق غیر ہو۔

(3) نماز باجماعت کہ اس کی بھول مجھ سے معاف کر کے اس کی شرافت میرے لئے۔ لکھ دی جائے۔

حکایت : حضرت ابوعبیدہ نے ایک دفعہ بعض لوگوں کو نماز پڑھائی جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ اس وقت شیطان میرے پیچھے لگا تھا یہاں تک کہ مجھے معلوم ہوا کہ مجھے اوروں پر بڑائی حاصل ہے۔ اب میں امامت کبھی نہ کروں گا۔

(8) حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ کا قول ہے کہ جو انسان علماء کے پاس آمدورفت نہ رکھتا ہو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔

(9) حضرت نخعی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص لوگوں کی امامت بغیر علم کے کرتا ہے وہ ایسا ہے کہ سمندر کے پانی کو ناپتا ہے کہ اس کی کمی بیشی کو کچھ نہیں جانتا۔

(10) حضرت حاتم اصم رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ مجھے ایک دفعہ باجماعت نماز نہ ملی تو حضرت ابو سحاق بخاری رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ نے میری تعزیت کی اگر میرا لڑکا مرجاتا تو دس ہزار آدمیوں سے زیادہ تعزیت کے لئے آتے مگر یہ دین کی مصیبت لوگوں کے نزدیک دنیا کی مصیبت سے آسان ہے۔

(11) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اذان سنی اور نماز کو حاضر نہ ہوا اس نے بہتری کا قصد نہ کیا نہ اس سے کچھ بھلائی مقصود ہے۔

(12) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا ہے کہ انسان کہ کانوں میں رانگ پگھلا کر بھر دیا جائے تو اس سے بہتر ہے کہ اذان سنے اور مسجد کو نہ آئے۔

(13) مروی ہے کہ میمون بن مہران مسجد میں تشریف لائے کسی نے کہا لوگ تو نماز پڑھ کر چلے گئے۔ آپ نے پڑھا۔ انا للہ وانا الیہ رجعون۔

اس جماعت کی نماز فضیلت مجھے عراق کی حکومت کی بہ نسبت زیادہ پسند ہے۔

(14) حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من صلی اربعین یوما صلوت فی جماعۃ لا تفوتہ فیھا تکبیرہ الحرام کتب اللہ لہ براء تین براء ۃ من النفاق وبراء ۃ من النار ترجمہ۔ جس نے چالیس دن نماز باجماعت پڑھی کہ اس سے کوئی تکبیر اولی فوت نہ ہوئی تو اللہ تعالٰی اس کے لئے دو برائین لکھے گا منافقت سے اور دوزخ سے۔

(15) مروی ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو بعض لوگ ایسے اٹھیں گے کہ ان کے چہرے روشن ستاروں کی طرح چمکتے ہوں گے' فرشتے ان سے کہیں گے کہ تمہارے اعمال کیا تھے کہیں گے کہ جب ہم اذان سنا کرتے تھے تو طہارت کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے تھے کوئی کام حارج نہ ہوتا پھر ایک اور جماعت اٹھے گی کہ ان کے چہرے چاند جیسے ہوں گے وہ فرشتوں کے سوال کے بعد کہیں گے کہ ہم وقت سے پہلے وضو کیا کرتے تھے پھر اور لوگ ایسے اٹھیں گے کہ آفتاب کی طرح چمکتے ہوں گے وہ کہیں گے کہ ہم اذان مسجد ہی میں سنا کرتے تھے۔

(16) اکابر دین سلف صالحین سے اگر تکبیر اولی فوت ہو جاتی تھی تو تین دن اپنے نفسوں پر سختی کرتے تھے اور اگر جماعت فوت ہو جاتی تو سات دن تک۔

فضائلِ سجدہ

(1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔
مانقرب العبدالی اللہ بشئی افضل من سجود خفی۔ ترجمہ۔ کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کا کسی شے تقرب نہیں کرتا جو خفیہ سجدہ کی بہ نسبت افضل ہو۔

(2) نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مامن مسلم یسجدللہ سجدۃ الا رفعہ اللہ بہا درجۃ وحط عنہ بہا سیئۃ ترجمہ۔ جو مسلمان اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کرتا ہے اللہ اس سجدے سے اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے اور ایک برائی دور فرماتا ہے۔

(3) کسی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ مجھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت اور جنت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفاقت نصیب ہو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو کثرت سجدہ سے میری مدد کر۔

فائدہ : یہ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور ان کی روایت بہت مشہور ہے۔

(3) مروی ہے کہ بندہ اللہ سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب سجدہ میں ہوتا ہے۔
یہی مراد ہے اس ارشاد خداوندی میں۔
وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (پ 30 القلم) اور سجدہ کرو اور ہم سے قریب ہو جاؤ (ترجمہ کنزالایمان) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ (پ 26 الفتح نمبر 29) ترجمہ۔ ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے۔ (کنزالایمان)

فائدہ : اس آیت میں اثر سجدہ سے بعض نے مراد لی ہے کہ سجدہ وقت جو چہرہ پر خاک لگ جاتی ہے بعض نے کہا کہ اس سے نور خشوع مراد ہے جو باطن سے ظاہر پر چمکتا ہے اور یہ قول اصح (صحیح تر) ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے وہ روشنی مراد ہے جو وضو کے نشان کی جگہ سے قیامت میں چہرے پر ہوگی۔ *

(4) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان علیحدہ ہو کر روتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے مصیبت اسے سجدہ کا حکم ہوا اس نے سجدہ کیا۔ تو اسے جنت نصیب ہوئی اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا اور میں نے نہ مانا۔ تو مجھے دوزخ ملی۔

(5) حضرت علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ہر روز ہزار سجدہ کیا کرتے تھے لوگ اسی وجہ سے انہیں سجاد کہتے تھے۔

(6) مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز بجز مٹی کے اور کسی چیز پر سجدہ نہ کرتے تھے۔

(7) حضرت یوسف بن اسباط فرمایا کرتے تھے کہ اے نوجوانو مرض سے پہلے تندرستی کی طرف سبقت کرو کہ میں بجز اس کے اور کسی پر حسد نہیں کرتا جو رکوع اور سجدہ کامل و مکمل کرتا ہے اور مجھ میں اور رکوع و سجدہ میں اب مرض حائل ہوگیا ہے۔

(8) حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا کہ مجھے دنیا کی کسی چیز پر رنج نہیں ہوتا۔ بجز سجدہ غیر کے۔

(9) حضرت عقبہ بن مسلم نے فرمایا کہ کوئی خصلت بندہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے محبوب تر نہیں کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے ملنے کو پسند کرے اور کوئی ساعت ایسی نہیں جس میں بندے کو قرب الٰہی زیادہ ہو بجز سجدہ کرنے کے وقت کے۔

(10) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب سجدہ کے وقت ہوتا ہے سجدہ میں زیادہ دعا کیا کرو۔

فضائلِ خشوع

(1) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (پ 16 طٰہٰ 14) اور میری یاد کے لئے نماز زیادہ رکھ۔(کنزالایمان)

وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْغَافِرِین ترجمہ: غافلوں سے نہ ہو۔

(2) فرمایا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (پ 15 النساء 43)

نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ جب تک اتنا ہوش نہ ہو کہ جو کہو اسے سمجھو۔(کنزالایمان)

فائدہ :اس آیت میں سکاریٰ سے بعض نے مراد لی ہے کہ کثرت غم سے مخمور ہوں بعض نے کہا کہ دنیوی محبت میں مست ہوں۔ حضرت وہب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے ظاہر معنی مراد ہے کہ نشے سے میت ہو غرضیکہ اس میں دنیوی نشہ کے متعلق تنبیہہ ہے کہ وہ بیکار شے ہے۔ کیونکہ دنیا کے متعلق بیان فرمادیا ہے کہ جب تک تم نہ جانو کہ کیا کہتے ہو اور بہت سے نمازی ایسے ہوتے ہیں کہ نشہ بھی نہیں پئے ہوئے مگر انہیں خبر نہیں ہوتی

ے تفسیر خزائن العرفان میں ہے کہ یہ علامت وہ نور ہے جو روز قیامت ان کے چہروں سے تاباں ہوگا اس سے پہچانے جائیں گے کہ انہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے لئے بہت سجدے کئے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان چہروں میں سجدہ کا مقام ماہ شب چہار دہم کی طرح چمکتا دمکتا ہوگا عطا کا قول ہے کہ شب کی دراز نمازوں سے ان کے چہروں پر نور نمایاں ہوتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو رات کو نماز کی کثرت کرتا ہے صبح کو اس کا چہرہ خوب صورت ہو جاتا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ گرد کا نشان بھی سجدہ کی علامت ہے۔

کہ نماز میں کیا کہہ رہے ہیں۔

(4) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من صلی رکعتین لم یحدث نفسه فیهما بشئی من الدنیا غفرله ماتقدم من ذنبه جس نے ایسی دو رکعت نماز پڑھی کہ ان میں اس کے دل میں کوئی دنیوی بات نہ آئی تو اس کے گزشتہ گناہ بخشے جائیں گے۔

(5) نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انما الصلوة تمسکن وتواضع و تضرع و تباوس وتنادم و ترفع یدیک فتقول اللهم فمن لم یفعل فهی خداج۔ نماز صرف مسکینی اور تواضع اور تضرع اور شدۃ خوف اور پشیمانی کا نام ہے ہاتھ اٹھا کر یہ کہنا اے اللہ' اے اللہ جو اس طرح نہ کرے اس کی نماز ناقص ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ سے بعض کتب سابقہ میں یوں مروی ہے کہ میں ہر ایک نمازی کی نماز قبول نہیں کرتا بلکہ اس کی نماز قبول کرتا ہوں جو میری عظمت کے سامنے عاجزی کرے اور میرے بندوں پر تکبر نہ کرے اور بھوکے فقیر کو کھانا میری رضا کے لئے کھلائے۔

(6) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کا فرض ہونا اور حج اور طواف کا حکم ہونا اور دوسرے ارکان کا مقرر کرنا صرف ذکر الہٰی کے برپا کرنے کے لئے ہے۔ اگر تیرے دل میں جو مقصود ہے اس کی یاد نہ ہو اور عظمت اور ہیبت مطلوب سے تیرا دل خالی ہو تو تیرے ذکر کی قیمت کچھ نہیں۔

(7) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا اذا صلیت فصل صلوۃ مودع جب تم نماز پڑھو تو الوداع کرنے والے جیسی نماز پڑھو۔ یعنی نفس اور خواہش اور عمر کو رخصت کرکے اپنے مولیٰ کی طرف چلو۔

فائدہ : اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ (پ 30 انشقاق 6) اے آدمی بیشک تجھے اپنے رب کی طرف ضرور دوڑنا ہے۔ پھر اسی سے ملنا۔ اور فرمایا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ (پ 2 البقرہ 223) اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تمہیں اس سے ملنا ہے۔ (کنزالایمان)

(8) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسے اس کی نماز فحش اور فرمائی سے نہیں روکتی تو وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہی ہوتا جائے گا اور نماز تو اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے کا نام ہے تو غفلت سے کیسے ادا ہو جائے گی۔

(9) حضرت بکر بن عبداللہ کا فرمان ہے کہ اے ابن آدم اگر تو اپنے آقا کے پاس اس کی اجازت کے بغیر جانا چاہے اور بغیر کسی واسطے کے اس سے گفتگو کرنا چاہئے تو کیا ہو سکتا ہے کہا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ کہا کہ وضو کامل کرکے محراب میں جاکر کھڑا ہو کہ اپنے آقا اللہ تعالیٰ کے سامنے بغیر اجازت چلا جاؤ گے پھر اس سے بلا وسیلہ باتیں کرو گے۔ (یعنی نماز ایسی شے ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ گفتگو نصیب ہوتی ہے)

(10) حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم سے باتیں کرتے تھے اور ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ کہتے تھے مگر جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گویا ہمیں نہیں جانتے تھے اور نہ ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہچانتے تھے اس قدر اللہ تعالیٰ کی

عظمت میں مشغول ہوتے تھے۔

(9) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لا ینظر اللّٰہ الی صلوۃ لا یعضر الرجل فیھا قلبہ مع بدنہ بندے کو اللہ تعالیٰ نظرعنایت سے نہیں نوازتا وہ نماز میں ہوتا ہے جب تک کہ وہ نماز میں قلب کو بدن کے ساتھ حاضر نہ کرے۔

(10) حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جب نماز میں کھڑے ہوتے تو ان کے دل کی آواز اضطراب دو میل کے فاصلے پر سنائی دیتی تھی۔ اللہ اکبر

(11) حضرت سعید تنوخی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جب نماز پڑھتے تو آپ کے آنسو رخساروں سے داڑھی پر گرنے سے نہ تھمتے تھے۔

(12) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز میں اپنی داڑھی سے کھیلتا ہے فرمایا کہ اگر اس کا دل خشوع کرتا تو اس کے اعضاء بھی خشوع کرتے۔

(13) حضرت بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ کنکروں سے کھیل رہا ہے اور کہتا ہے کہ الٰہی میرا نکاح حورعین سے کردے۔ آپ نے اسے فرمایا کہ تو اچھا توشہ نہیں رکھتا منگنی حورعین سے چاہتا ہے اور کنکروں سے کھیلتا ہے۔

(14) حضرت خلف بن ایوب سے کسی نے کہا کہ کیا نماز میں آپ کو مکھی نہیں۔ ستاتی کہ کم کرب اسے ہٹا دو فرمایا کہ میں اپنے نفس کو ایسی چیز کا عادی نہیں کرتا کہ میری نماز کو فاسد کردے۔ سائل نے کہا کہ آپ کو صبر کیسے ہوتا ہے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ فاسق شاہی کوڑوں سے صبر کرتے ہیں تاکہ لوگ کہیں کہ بڑا صابر ہے بلکہ میں فخر کرتے ہیں اور میں تو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں تو مکھی سے کیوں جنبش کروں۔

حکایت : حضرت مسلم بن یسار رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جب آپ نماز کا ارادہ کرتے تھے تو اپنے گھر والوں سے کہتے کہ آپس میں باتیں کرو اب میں تمہاری گفتگو نہیں سنوں گا ایک دن وہ بصرہ کی جامع مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ مسجد کی ایک طرف گر گئی لوگ جمع ہوگئے لیکن آپ کو نماز کے فارغ ہونے تک کچھ بھی محسوس نہ ہوا۔

حکایت : حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کا دستور تھا کہ جب نماز کا وقت آتا تو آپ کانپتے اور چہرے کا رنگ بدل جاتا آپ سے لوگ پوچھتے کہ یاامیرالمومنین آپ کا کیا حال ہے؟ فرماتے کہ امانت کا وقت آیا جسے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کی اور اس کے اٹھانے سے سب نے انکار کیا لیکن انسانوں نے اٹھالیا۔

حکایت : حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب وضو کرتے تو آپ کا رنگ زرد ہو جاتا آپ کے اہل خانہ نے پوچھا کہ وضو کے وقت آپ کی یہ کیا عادت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ میں کسی ذات کے سامنے کھڑا ہونا چاہتا ہوں۔

حکایت : حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی مناجات میں کہا کہ الٰہی تیرے گھر میں یعنی جنت میں کون رہے گا اور تو کس کی نماز قبول کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے داؤد جو میری عظمت کے سامنے عاجزی کرتا ہے اور اپنا دل میری یاد میں کاٹتا ہے اور اپنے نفس کو میری وجہ سے شہوات سے روکتا ہے بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے مسافر کو جگہ دیتا ہے مصیبت والے پر ترس کھاتا ہے وہی میرے گھر میں رہے گا اور اسی کی نماز قبول کرتا ہوں اس کا نور آسمانوں میں آفتاب کی طرح چمکتا ہے اگر وہ مجھے پکارتا ہے تو میں جواب دیتا ہوں جو مجھ سے مانگتا ہے عطا کرتا ہوں جہل میں اس کے لئے علم کر دیتا ہوں اور غفلت کو اس کے لئے ذکر اور اندھیرے کو اجالا کر دیتا ہوں۔ اس کی مثال لوگوں میں ایسی ہے جیسی جنت الفردوس تمام بہشتوں میں سب سے اوپر ہے کہ نہ اس کی نہریں خشک ہوں نہ میوے بگڑیں۔

حکایت : حاتم اصم سے کسی نے آپ کی نماز کا حال پوچھا؟ فرمایا کہ جب نماز کا وقت ہو جاتا ہے تو میں وضو کامل کر کے اس جگہ آتا ہوں جہاں نماز پڑھنے کا ارادہ ہو وہاں آکر بیٹھتا ہوں یہاں تک کہ میرے تمام اعضاء مطمئن ہو جائیں پھر میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں اور کعبہ شریف کو اپنے ابرو کے سامنے اور پل صراط کو اپنے قدم کے تلے اور جنت کو داہنی طرف اور دوزخ کو بائیں طرف اور ملک الموت کو پشت کے پیچھے کرتا ہوں اور اس نماز کو سب سے پچھلی نماز جانتا ہوں پھر خوف و رجا کے ساتھ کھڑا ہو کر اللہ اکبر آواز کے ساتھ کہتا ہوں اور قرات اچھی طرح پڑھتا ہوں اور رکوع تواضع کے ساتھ اور سجدہ خشوع کے ساتھ کرتا ہوں اور بائیں سرین پر بیٹھ کر پاؤں کو بچھا لیتا ہوں اور داہنے پاؤں کے انگوٹھے کو کھڑا رکھتا ہوں اور ساری نماز میں اخلاص کی اتباع کرتا ہوں پھر میں نہیں جانتا کہ وہ قبول ہوئی یا نہیں۔

فائدہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ متوسط دو رکعتیں تفکر کے ساتھ ایک رکعت کی شب بیداری سے بہتر ہیں کہ جس میں دل غافل ہو۔

فضائلِ مسجد

(ا) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ (پ 10 التوبہ 18) ترجمہ۔ بیشک اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لائے۔(کنزالایمان)

احادیث مبارکہ

(2) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من بنی اللہ مسجد اولو لمفحص قطاہ بنی اللہ لہ قصرا فی الجنۃ ترجمہ۔ جو اللہ تعالیٰ کے لئے مسجد بنائے اگرچہ قطاۃ پرندہ کے گھونسلہ کے برابر تو اللہ تعالیٰ ایک محل جنت میں بنائے گا۔

(3) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

من الف المجسد الفہ اللہ تعالٰی جو مسجد سے الفت کرے اللہ تعالیٰ اس سے الفت کرے گا۔

(4) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اذادخل احدکم المسجد فلیدکع رکعتین قبل ان یجلس ترجمہ۔ جب تمہارا ایک مسجد میں داخل ہو تو اسے چاہئے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھے۔

(5) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد کے ہمسائے کی نماز بجز مسجد کے نہیں ہوتی۔

(6) فرمایا کہ فرشتے اس پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں جب تک وہ نماز پڑھنے کی جگہ میں رہتا ہے فرشتے کہتے ہیں کہ الٰہی اس پر رحمت بھیج الٰہی اس پر مہربانی کر الٰہی اس کو بخش دے بشرطیکہ نمازی بے وضو نہ ہو جائے یا مسجد سے باہر نہ نکل جائے۔

(7) فرمایا کہ آخر زمانہ میں کچھ لوگ آئیں گے کہ مسجدوں میں حلقہ بنا کر بیٹھیں گے ان کی قیل و قال دنیا اور دنیا کی محبت ہوگی تم ان کے پاس مت بیٹھنا کہ اللہ تعالیٰ کو ان سے کچھ غرض نہیں۔

(8) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے کہ میری زمین میں میرے گھر مسجدیں ہیں اور میری زیارت کرنے والے وہ جو انہیں آباد رکھنے والے ہیں خوش حالی ہے اس بندے پر کہ اپنے گھر سے پاک صاف ہو کر میرے گھر میں میری زیارت کے لئے آئے اور گھر والے پر حق ہے کہ اپنے مہمان آنے والے کا اکرام کرے۔

(9) فرمایا کہ جب تم کسی کو دیکھو کہ مسجد کا عادی ہے تو اس کے ایمان کی گواہی دو۔

(8) حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو مسجد میں بیٹھے وہ اپنے رب کے ساتھ ہم نیشنی کرتا ہے تو اس کے حق میں مناسب یہ ہے کہ بجز خیر کے اور کوئی گفتگو نہ کرے۔

(10) حضرت نخعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اکابر دین سلف صالحین کا اعتقاد تھا کہ اندھیری رات کو مسجد میں جانا جنت کا موجب ہے۔

(11) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو مسجد میں چراغ جلائے تو جب تک اس کی روشنی مسجد میں رہتی ہے تب تک فرشتے اس کے لئے اور عرش کے اٹھانے والے ملا کہ مغفرت طلب کرتے ہیں۔

(12) حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب انسان مرجاتا ہے تو زمین میں سے اس کی نماز پڑھنے کی جگہ اور آسمان میں سے اس کے عمل چڑھنے کی جگہ اس پر روتی ہیں اس کی تصدیق کے لئے یہ آیت پڑھی۔

فَمَا بَکَتْ عَلَیْہِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا کَانُوْا مُنْظَرِیْنَ (پ 25 الدخان 29) تو ان پر آسمان اور زمین نہ ـ

روئے اور انہیں مہلت نہ دی گئی۔ (کنزالایمان)

(13) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ زمین اس شخص پر چالیس دن روتی ہے۔

(14) عطاء خراسانی نے فرمایا کہ جو نماز کسی جگہ پر سجدہ کرتا ہے تو وہ زمین کا ٹکڑا قیامت کو اس کی شہادت دے گا اور جس دن وہ مرے گا اس پر وہ روئے گا۔

(15) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جس زمین کے ٹکڑے پر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور نماز سے یا یاد خدا ہوتی ہے وہ ٹکڑا اپنے اردگرد کی زمین پر فخر کرتا ہے اور ذکر الٰہی کی بشارت انتہائے زمین کے ساتویں منتہی تک پہنچتا ہے اور جو بندہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے اس کے لئے زمین آراستہ ہوتی ہے۔

فائدہ: علماء کرام فرماتے ہیں کہ جس منزل میں لوگ اترتے ہیں صبح کو وہ منزل ان پر رحمت بھیجتی ہے یا لعنت کرتی ہے (یعنی جیسا عمل کیا ہو گا ویسے ہی رحمت یا لعنت کا نزول ہو گا)

نماز کے ظاہری اعمال کا بیان

مسئلہ: جب نمازی وضو اوز بدن اور مکان کپڑے کی نجاست کی طہارت سے فارغ ہو اور ستر کو ناف سے لے کر زانو تک ڈھانپ چکے تو چاہئے کہ قبلہ رخ دونوں پاؤں میں کچھ فاصلہ دے کر کھڑا تقریباً چار انگلی ہو دونوں پاؤں کو آپس میں نہ ملائے۔

فائدہ: اس طرح کھڑا ہونا آدمی کی فقہ اور فہم علمی پر دلالت کرتا ہے۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں صفد اور صفن سے منع فرمایا ہے۔

فائدہ: صفد دونوں پاؤں ایک ساتھ جوڑنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مُقَرَّنِيْنَ فِى الْاَصْفَادِ (پ 23 ص 38) بیڑیوں میں جکڑے ہوئے۔

صفن یہ کہ پاؤں پر زور دے کر دوسرے کو ٹیڑھا کرنا جیسا کہ اس آیت میں ہے۔

الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ (پ 23 ص ر 31) تین پاؤں پر کھڑے ہوں چوتھے سم کا کنارہ زمین پر لگائے ہو اور چل دے تو ہوا ہو جائیں۔

مسئلہ: یہ صورت تو دونوں پاؤں میں قیام کے وقت قابل لحاظ ہے اور دونوں زانو اور کمر میں یوں چاہئے کہ سیدھے قائم رہیں اور سر کو سیدھا رہنے دے خواہ گردن جھکالے اور گردن جھکانا عاجزی کے قریب تر ہے اور نظر کو نیچا رکھنا چاہئے کہ نظر جائے نماز پر رہے اگر جانماز نہ ہو تو دیوار کے قریب کھڑا ہو یا اپنے اطراف میں لکیر کھینچ لے کہ نگاہ کی

مسافت اس سے بھی کم ہو جاتی ہے اور فکر کو پراگندہ نہیں ہونے دیتی اگر جانماز کے کناروں یا لکیر کی حدوں سے نگاہ باہر نکلے تو اس کو روکنا چاہئے قیام میں اسی طرح کا عمل رکوع تک رکھنا چاہیے تاکہ کسی طرف دھیان نہ ہو یہ قاعدہ قیام کا ہے۔

مسئلہ : جب قیام قبلہ رخ سیدھا کر لے اور ہاتھ پاؤں بھی سب برابر ہوں اس وقت شیطان سے محفوظ رہنے کے لئے سورۃ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ آخری آیت تک مکمل ـــــ

پڑھ کر تکبیر کہے اگر کسی مقتدی کے آجانے کی توقع ہو تو اذان کہے پھر نیت کو حاضر کرے یعنی مثلاً ظہر کی دل میں نیت کرے اور کہے کہ میں ظہر کے فرض اللہ تعالیٰ کے لئے ادا کرتا ہوں اس میں ادا کے لفظ سے تو قضا سے تمیز ہو جائے گی اور فرض کے کہنے سے نفل سے اور ظہر کہنے سے عصروغیرہ سے فرق ہو جائے گا اور چاہئے کہ ان الفاظ کے معانی دل میں موجود رہیں کہ نیت اسی کو کہتے ہیں کہ الفاظ تو صرف یاددلانے والے اور اس کے دل میں موجود ہونے کے اسباب ہیں اور یہ کوشش کرے کہ یہ نیت تکبیر کے آخر تک قائم رہے کہ غائب نہ ہونے پائے جب دل میں یہ بات موجود ہو جائے تو اپنے دونوں ہاتھ دونوں شانوں تک اٹھائے اس طرح کہ دونوں ہتھیلیاں مقابل دونوں شانوں کے ہوں اور دونوں انگوٹھے مقابل کانوں کی لو کے اور انگلیوں کی سر مقابل دونوں کانوں کے ہوں تاکہ وہ اسباب جو احادیث میں وارد ہیں سب کا جامع ہو اور دونوں ہتھیلیوں کو قبلہ رخ کرے اور انگلیوں کو کھلا رکھے یعنی بند کرنے اور پھیلانے میں تکلف نہ کرے بلکہ ان کو ان کی عادت پر چھوڑے اس لئے کہ آثار میں ان کا پھیلانا اور ملائے رکھنا منقول ہے اور یہ صورت دونوں کے درمیان ہے اسی وجہ سے یہی اولیٰ ہے اور جب ہاتھ اپنے ٹھکانے پر ٹھہر جائے تب نیت کا دل میں حاضر کرنا اور اللہ اکبر کہنا اور ہاتھوں کو جھکانا شروع کرے اور اللہ اکبر پورا کر کے دونوں کو ناف کے اوپر اور چھاتی کے نیچے باندھے اس طرح کہ داہنا ہاتھ اوپر ہو اور بایاں نیچے تاکہ داہنے ہاتھ کی فضیلت ہو کہ بائیں ہاتھ کے اوپر رہے اور داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی بائیں ہاتھ کے کلائی پر پھیلا دے اور انگوٹھے اور چھنگلیا سے بائیں ہاتھ کے پہنچے کو پکڑ لے اور اللہ اکبر کہنا روایات میں ہاتھ اٹھانے کے ساتھ بھی آیا ہے جس وقت کہ وہ اٹھ کر ٹھہر جائیں اس وقت بھی مروی ہے اور ان کو باندھنے کے لئے جھکانے کے ساتھ بھی حدیث وارد ہے اور ان کل صورتوں میں کوئی حرج نہیں لیکن جھکاتے وقت اللہ اکبر کہنا میرے (غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کے نزدیک لائق تر ہے۔ اس لئے کہ یہ کلمہ عقد ہے اور ایک ہاتھ کا دوسرے پر رکھنا اس عقد کی صورت میں ہے اور یہ صورت ہاتھوں کو جھکانے شروع ہوتی ہے اور ان کے باندھنے تک پوری ہوتی ہے اور شروع اللہ اکبر کا الف ہے اور اختتام راء ہے تو مناسب یہ ہے کہ فعل اور عقد میں مطابقت ملحوظ ہو باقی رہا ہاتھوں کا اٹھانا وہ اس شروع کا مقدمہ ہے اس سے اس قدر مناسبت نہیں جتنا جھکانے کی صورت سے ہے پھر اللہ اکبر کہنے میں اپنے ہاتھ بہت آگے نہ بڑھائے اور نہ شانوں کے پیچھے لے جائے اور نہ داہنے بائیں کو جھٹکے جبکہ اللہ اکبر کہہ چکے بلکہ ان کو آہستہ اور نرمی سے نیچے لٹکائے پھر نئے سرے سے داہنا ہاتھ بائیں پر ہاتھ کو لٹکانے کے بعد رکھ لے اور بعض روایات میں وارد

ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لفظ اللہ کہنے کے بعد اپنے ہاتھ لٹکا دیتے تھے اور جب قرات کا ارادہ کرتے تھے تو داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ لیتے۔ تو یہ حدیث اگر صحیح ہو تو جو اوپر مذکور ہے اس سے یہ بہتر ہے اور چاہئے کہ اللہ اکبر کی ہ کو تھوڑا سا پیش دے ایسا نہ کرے کہ ہ کے بعد واؤ سی معلوم ہو پیش کو بہت بڑھانے سے واؤ پیدا ہو جاتی ہے اور اکبر کی ب کے بعد الف نہ کہے کہ اکبار کہنا پایا جائے اور اکبر کی ر کی جزم کرے اس پر پیش نہ پڑھے یہ صورت اللہ کہنے اور اس کے ساتھ کے افعال کی ہے۔

پھر شروع کی دعا پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ اللہ اکبر کے بعد یوں ملا کر پڑھے۔

اللہ کبیر اوالحمد للہ کثیرا و سبحان اللہ بکرۃ واصیلا اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ۔ (۱۶۳) انعام

ترجمہ۔ اللہ بڑا ہے تمام اور بہت تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے اللہ کی پاکی ہے صبح و شام بیشک میں نے اپنا منہ کیا اللہ کی طرف جس نے آسمان و زمین بنائے اور میں شریک کرنے والا نہیں میری نماز میری عبادت میرا مرنا میرا جینا اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا مجھے حکم ہے اور میں پہلا حکم بردار ہوں۔

ثناء : سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الہ غیرک پاک ہے تو اے اللہ میں تیری حمد کرتا ہوں تیرا نام برکت والا ہے اور تیری شان بہت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

تاکہ جتنے متفرق الفاظ احادیث وارد ہیں سب جمع ہو جائیں اور اگر امام کے پیچھے ہو اور امام اتنا لمبا سکتہ نہ کرے کہ جسمیں نمازی الحمد پڑھ لے تو اسی قدر دعا پر اکتفا کرے اور اگر اکیلا ہو یا امام کے پیچھے مہلت پائے تو بعد دعا کے۔

---

*۔ مذکور بالا طریقہ امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی فقہ کے مطابق ہے فقیر حنفی طریقہ لکھتا ہے وہ بھی نہایت اختصار کے پیش نظر دلائل جائیں و ترجیح برائے مذہب حنفی مطولات میں ملاحظہ ہو۔

نماز پڑھنے کا طریقہ : نماز پڑھنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ نمازی کا بدن' کپڑے اور نماز کی جگہ پاک ہو اور نماز کا وقت ہوگیا ہو پھر باوضو قبلہ کی طرف منہ کرکے دونوں پاؤں کے درمیان چار پانچ انگل کا فاصلہ کرکے کھڑا ہو اور جو نماز پڑھنی ہے اس کا دل سے اراد کرے اور زبان سے کہنا مستحب ہے۔ مثلاً نیت کی میں نے آج کی نماز ظہر چار رکعت نماز فرض یا سنت کی اللہ جل جلالہ کے لئے منہ میرا طرف کعبہ شریف کے اگر امام کے پیچھے ہو تو کہے پیچھے اس امام کے اور دونوں ہاتھ اپنے کانوں تک لے جائے اس طرح کہ ہتھیلیاں قبلہ کو ہوں اور انگلیاں نہ کھلی ہوئی ہوں بلکہ اپنی حالت پر ہوں اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ نیچے لائے اور ناف کے نیچے باندھ لے اس طرح کہ داہنی ہتھیلی بائیں کلائی کے سرے پر ہو اور بیچ کی تین انگلیاں بائیں کلائی کی پشت پر اور انگوٹھا اور چھنگلیا کلائی کے اغل بغل ہو اور نظر سجدہ کی جگہ پر رہے اور ثنا پڑھے۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ترجمہ۔ اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے۔ کہہ کر سورۃ فاتحہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرے اور سب تشدیدوں اور حرفوں کو پورا پڑھے اور کوشش کرے ضاد ظا ا۔ میں ملنے نہ پائے اور الحمد کے آخر میں آمین کھینچ کر کہے اور آمین کو ولا الضالین سے نہ ملائے اور نماز صبح اور مغرب اور عشاء میں قرات جہر سے پڑھے بشرطیکہ مقتدی نہ ہو اور آمین زور سے کہے۔ 2۔

پھر ایک سورت یا مقدار تین آیات یا زیادہ پڑھے اور سورت کے آخر کو رکوع کے اللہ اکبر میں نہ ملائے بلکہ دونوں میں فاصلہ مقدار سبحان اللہ کہنے کا رکھے اور صبح کی نماز میں طوال مفصل پڑھے اور مغرب میں قصار مفصل اور ظہر اور عصر اور عشاء میں سورت وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ① البروج اور اس جیسی اور سورتیں پڑھے اور صبح کی نماز میں سفر کی حالت میں قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھے اور فجر کی سنتوں اور دوگانہ طواف اور دوگانہ تحیب میں بھی یہی دونوں سورتیں پڑھے اور قرات کی انتہا تک کھڑا رہے اور ہاتھ اسی طرح باندھے رہے جیسے ہم نے بیان کیا ہے رکوع اور اس کے لواحق پھر رکوع کرے اور اس میں کئی باتوں کا خیال کرے یعنی رکوع کے لئے اللہ اکبر کہے اور اس تکبیر کے ساتھ اپنے ہاتھ اٹھائے اور تکبیر کو اتنا بڑھائے کہ رکوع میں نہ پہنچنے تک تمام ہو اور اپنی ہتھیلیاں رکوع کے اندر دونوں زانوں پر رکھے اور انگلیاں پھیلی ہوئی پنڈلی کے طول کی جانب قبلہ رخ ہوں اور گھٹنوں کو سیدھا رکھے ان کو ٹیڑھا نہ کرے اور اپنی کمر کو برابر پھیلا دے اور گردن' سر' پیٹھ ایک سطح جیسے ہوں کہ سر نیچا ہو نہ اونچا اور اپنی کہنیوں کو دونوں پہلو سے علیحدہ رکھے اور عورت اپنی کہنیاں پہلو سے ملائے رکھے اور رکوع میں تین بار (سبحان ربی العظیم) کہے اور تین بار سے زیادہ سات اور نو بار تک بہتر ہے بشرطیکہ امام نہ ہو پھر رکوع سے قیام کی طرف اٹھے اور دونوں ہاتھ شانوں تک اٹھائے اور کہے۔ سمع اللہ لمن حمدہ (اللہ تعالیٰ نے سن لی جس نے اس کی تعریف کی) اور سیدھا مطمئن کھڑا ہو اور کہے ربنالک الحمد ملاء السموت والارض وملاء ماشئت من شئی بعد۔ اے ہمارے پروردگار تجھی کو حمد ہے آسمان و زمین کے پر ہونے کے برابر اور اس کے برابر جو ان کے بعد تو چاہے (یعنی بے انتہا حمد و ثنا اللہ تعالیٰ کے لئے)

فائدہ: اس قیام کو بجز صلوۃ التسبیح کے اور نمازوں میں طول نہ دے اور صبح کے وقت دوسری رکعت میں سجدے سے دعائے قنوت ان الفاظ سے پڑھے جو احادیث میں مروی ہیں۔

صبح کی نماز میں قنوت منسوخ ہے احناف کے نزدیک سوائے وتر کے کسی نماز میں قنوت نہیں تفصیل و تحقیق حاشیہ میں دیکھئے اضافہ اویسی غفرلہ

پھر تکبیر کہتا ہوا سجدہ کو جھکے اور اپنے گھٹنے زمین پر رکھے اور پیشانی اور ہتھیلیاں کھلی ہوئی زمین پر رکھے اور جھکتے وقت اللہ اکبر کہے۔ اور بغیر رکوع کے اور جگہ ہاتھ شانوں تک نہ اٹھائے 3 اور چاہئے کہ سب سے پہلے اپنے زانو زمین پر رکھے ان کے بعد دونوں ہاتھ اور آخر کو چہرہ اور سجدہ میں ناک بھی زمین پر رکھے اور کہنیوں کو پہلو سے علیحدہ رکھے اور عورت ایسا نہ کرے اور پاؤں کی انگلیاں پھیلائے رکھے اور عورت یہ نہ کرے۔

اور سجدے میں پیٹ کو زانوں سے الگ رکھے اور رانیں جدا جدا ہوں اور عورت پیٹ کو رانوں سے اور رانوں کو آپس میں ملائے رکھے اور ہاتھوں کو شانوں کے بالمقابل زمین پر رکھے اور ہاتھوں کی انگلیوں کو نہ پھیلائے بلکہ اس میں انگلیاں انگوٹھے کے ساتھ ملائے تو کوئی حرج نہیں اور ہاتھ زمین پر نہ بچھائے جیسے کتا بچھاتا ہے بلکہ کہنیاں ابھری رکھے کہنیاں زمین پر لگائے کی نہی وارد ہے اور سجدہ میں تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہے۔ اس سے زیادہ کہے تو بہتر ہے اگر امام ہو تو تین بار سے زیادہ نہ کہے پھر سجدہ سے اٹھ کر اطمینان سے بیٹھ جائے یعنی تکبیر کہتا ہوا سر اٹھائے اور بائیں پاؤں پر بیٹھ کر داہنا قدم کھڑا رکھے اور اپنے دونوں ہاتھ زانوں پر رکھے اور انگلیاں کھلی رکھے ان کے ملانے میں تکلف نہ کرے نہ پھیلانے میں مبالغہ کرے اور جلسہ میں کہے۔ رب اغفرلی وارحمنی وارزقنی واھدنی واجبرنی وعافنی واعف عنی اے میرے پروردگار مجھے بخش اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے رزق دے اور میر خستہ حالی کو درست فرما اور مجھے عافیت دے اور مجھ سے درگزر فرما۔

فائدہ : اس جلسہ و بجز صلوٰۃ التسبیح کے دوسری نماز میں زیادہ نہ بڑھائے پھر پہلے سجدہ کی طرح دوسرا سجدا کرے اس کے بعد تھوڑا سا جلسہ استراحت کرے اور یہ جلسہ استراحت ہر رکعت کے بعد جس میں التحیات نہ ہوتا ہے (یہ شافع کے نزدیک ہے احناف کا مذہب حاشیہ میں دیکھئے۔ اویسی غفرلہ) پھر ہاتھ کا سہارا زمین پر دے کر اٹھ کھڑا ہوا * مگر اٹھنے میں پاؤں آگے نہ بڑھائے اور تکبیر کو اتنا بڑھائے کے بیٹھنے کے درمیان سے کھڑے ہونے کے درمیان تک جاری ہو

3۔ احناف کے نزدیک صرف تکبیر تحریمہ میں ہاتھ کانوں تک اٹھانا ہے اس کے بعد کسی جگہ رفع یدین نہیں تحقیق کے لئے دیکھئے رسالہ فقیراویسی ترک رفع یدین۔

1۔ احناف کے نزدیک آمین آہستہ پڑھنا ہے ایسے ہی امام کے پیچھے قرآن نہیں پڑھنا نہ ہی فاتحہ میں کچھ پڑھ سکتے ہیں۔

2۔ جیسے ہمارے دور میں وہابی اور بعض دیوبندی اور شیعہ پڑھتے ہیں اس مسئلہ کی تحقیق فقیر کی تصنیف رفع الغساوۃ فی مخرج الفاء والضاد کا مطالعہ ضروری ہے۔ اویسی غفرلہ

1۔ احناف کے نزدیک کوئی جلسہ استراحت نہیں۔ احناف کے نزدیک بلا سہارا اٹھنا ہے۔ اویسی غفرلہ

ص

---

*۔ احناف کے نزدیک تعوذ نہیں ہاں بسم اللہ سے شروع کرے۔

جائے یعنی اللہ کی ہ تو برابر بیٹھنے تک میں ادا ہو اور اکبر کا کاف۔ زمین پر سہارا دیتے وقت نکلے اور ر اس وقت پوری ہو کہ آدھا کھڑا ہو جائے اللہ اکبر کہنا اس وقت سے شروع کرے کہ جب بیٹھنے کے لئے نصف اٹھ چکا ہو تاکہ سارا اللہ اکبر اس حالت میں تبدیل ہو جائے قیام اور سجدہ اس سے دونوں خالی رہیں اور یہ صورت تعظیم سے قریب تر ہے۔ اور دوسری رکعت اول کی طرح ہے اس کے شروع میں اعوذ دوبارہ پڑھے تشہد پھر دوسری رکعت کے بعد اول تشہد پڑھے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آل پر درود بھیجے اور التحیات پڑھنے میں اسی طرح بیٹھے جیسے دو سجدوں کے درمیان بیٹھا تھا یعنی بائیں پاؤں پر بیٹھے اور داہنے کو کھڑا رکھے اور داہنے ہاتھ کو داہنی ران پر رکھے اور ان کی انگلیاں سوائے انگشت شہادت کے بند کرے اور انگوٹھے کھلا رہنے کا بھی مضائقہ نہیں اور صرف داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت سے "الا اللہ" کہنے کے وقت اشارہ کرے۔ کہ لا الہ الا اللہ کہنے کے وقت اور اخیر کی التحیات میں بعد درود شریف کے دعائے ماثورہ پڑھے اور اخیر تشہد کا طریق اول کے ہے مگر اتنا فرق ہے کہ اسم میں بائیں سرین پر بیٹھے کیونکہ اب اس کا ارادہ اٹھنے کا نہیں بلکہ ٹھہرنے کا ہے اور اپنے پاؤں بائیں کو نیچے سے داہنی طرف نکال دے۔(یہ شافع کے نزدیک ہے احناف کے نزدیک تشہد کے اول، ثانی کی نشست کے طریقہ میں کوئی فرق نہیں، اویسی غفرلہ) اور داہنے کو کھڑا رہنے دے اور اگر دشوار نہ ہو تو پاؤں کے انگوٹھے کا سر قبلہ رخ رکھے پھر ان تمام افعال کے بعد داہنی طرف کو منہ پھیر کر کہے "السلام علیکم ورحمتہ اللہ"(تم پر سلامتی ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت) اور منہ اتنا پھیرے کہ جو شخص اس کے پیچھے داہنی طرف نماز پڑھتا ہے وہ اس کا داہنا رخسار دیکھ لے پھر بائیں طرف منہ پھیر کر اسی طرح دوسرا سلام کہے اور سلام پھیرنے میں نماز سے باہر ہونے کی نیت کرے اور اول سلام میں اپنے داہنے ہاتھ کے فرشتوں اور مسلمانوں کی نیت کرے اور اسی طرح دوسرے سلام میں نیت کرے اور سلام کو تخفیف کے ساتھ کہے زیادہ نہ کھینچے سنت اس طرح ہے۔

یہ صورت اکیلے شخص کی نماز کی ہے اور امام اللہ اکبر پکار کر کہے اور اکیلا اس قدر آواز سے کہے کہ خود سن لے۔ اور امام امامت کی نیت کرے تاکہ ثواب ملے اگر نیت نہ کرے گا اور مقتدی اس کے پیچھے اقتداء کی نیت سے نماز پڑھ لیں گے تو ان کی نماز درست ہو جائے گی اور جماعت کا ثواب سب کو ملے گا اور امام شروع نماز کی دعا اور اعوذباللہ آہستہ سے پڑھے جیسے اکیلا پڑھتا ہے اور الحمد اور سورۃ صبح کی دونوں رکعتوں میں مغرب اور عشاء پہلی دو رکعتوں میں جہر سے پڑھے اور ایسا ہی حال تنہا پڑھنے والے کا حال ہے۔

مسئلہ : جن نمازوں میں قرات بالجہر پڑھتے ہیں ان میں امام آمین بالجہر کہے اور مقتدی بھی امام کے ساتھ ہی آمین کہیں * اس سے پیچھے نہ کہیں اور امام الحمد کے بعد کس قدر خاموش رہے تاکہ سانس درست ہو جائے اور (یہ شوافع کا مذہب ہے احناف کے نزدیک امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھی جاتی، اویسی غفرلہ) مقتدی اس حالت خاموشی میں سورۃ فاتحہ پڑھ لیں تاکہ امام جس وقت قرات پڑھے اس وقت اس کی قرات سنیں اور مقتدی جہری نمازوں میں سورۃ نہ پڑھے مگر جس صورت میں کہ امام کی آواز سنتا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ 2۔

اور امام رکوع سے سر اٹھانے میں "سمع اللہ لمن حمدہ" پکار کر کہے اور مقتدی بھی یہی کہے اور امام رکوع اور سجدہ کی تسبیحیں تین سے زیادہ نہ کہے اور نہ اول کی التحیات میں۔ "اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد "(یہ شوافع کے نزدیک ہے احناف کے نزدیک پہلی التحیات میں درود نہیں اگر عبدہ ورسلوہ کے بعد درود شریف سارا یا کچھ حصہ پڑھے گا۔ سجدہ سہو واجب ہے ورنہ نماز فاسد ہوگی حاشیہ میں تفصیل دیکھئے' اولیی غفرلہ) کہنے کے بعد کچھ اور زیادہ کرے اور پچھلی دو رکعتوں میں صرف الحلو پر اکتفا کرے۔ مقتدیوں پر طول نہ دے اور اخیر کی تشہد میں التحیات اور درود کے بعد دعا اتنا نہ پڑھے کہ ان دونوں سے زیادہ ہو جائے اور امام اپنے سلام میں جس طرح قوم کی نیت کرتا ہے مقتدی اپنے سلام میں اس کے جواب کی نیت کرے اور امام سلام کے بعد اس قدر توقف کرے کہ لوگ سلام سے فارغ ہو جائیں پھر لوگوں کی طرف منہ پھیرے اور اگر مردوں کی صف کے پیچھے عورتیں بھی پڑھتی ہوں تب بہتر یہ ہے کہ قبلہ رخ بیٹھا رہے تاکہ عورتیں سامنے نہ پڑھیں اور جب امام نہ اٹھے مقتدیوں میں سے کوئی نہ اٹھے اور امام جدھر چاہے پھرے خواہ داہنے ہاتھ خواہ بائیں کو اور میرے (غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) نزدیک داہنے طرف کو پھرنا پسندیدہ ہے اور امام صبح کی قنوت میں خاص اپنے لئے دعا مانگے بلکہ اللھم اھدنا کہنے کی بجائے "اہدنی" کے اور قنوت جہر سے پڑھے اور مقتدی آمین کہیں اور اپنے ہاتھ سینے کے مقابل اٹھائیں اور دعا کے ختم پر دونوں ہاتھوں کو منہ پر پھیرلیں کہ اس میں حدیث وارد ہے ورنہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ ہاتھ نہ اٹھائے جائیں جیسے التحیات کے بعد کی دعا ہاتھ نہیں اٹھائے جائے۔ ا۔

منہیات نماز: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں بہت سی باتوں سے منع فرمایا ہے۔

(1) دونوں پاؤں کو جوڑ کر کھڑا ہونا۔

(2) ایک پاؤں پر زور دے کر دوسرے کو گھوڑے کی طرح ترچھا کرنا۔

(3) اقعاء اس کا معنی لغت میں ہے دونوں سرینوں پر بیٹھ کر دونوں زانوں کھڑے کرنا اور دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھنا جس طرح کتا بیٹھتا ہے۔ محدثین کے نزدیک اقعاء اس بیٹھک کو کہتے ہیں بجز رانوں اور پاؤں کی انگلیوں کے اور کوئی عضو زمین سے نہ لگا ہو۔

(4) سدل محدثین اسے کہتے ہیں کہ چادر وغیرہ لپیٹ کر ہاتھ اندر لینا اور رکوع اور سجدہ اسی طرح کرنا کہ ہاتھ باہر نہ نکالیں۔ یہ یہودیوں کا فعل تھا کہ وہ نماز میں ایسا کرتے تھے ان کی مشابہت سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

*۔ احناف کے نزدیک آمین ہستہ کہنا ہے۔ دلائل دیکھئے فقیر کا رسالہ۔ آمین بالجہر

*۔ یہ شوافع کے نزدیک ہے احناف کے نزدیک سری جہری نماز میں امام کے پیچھے کچھ نہیں پڑھنا۔ اولیی غفرلہ)

*۔ سجدہ سہو واجب ہے ورنہ نماز فاسد ہوگی حاشیہ میں تفصیل دیکھئے۔ اولیی غفرلہ

منع فرمایا اور کرتا وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے یعنی رکوع اور سجدہ میں کپڑے کے اندر ہاتھ کرنا سدل کے معنی بعض کے نزدیک یوں ہیں کہ چادر کو بیچ سے سر پر رکھے لے اور اس کے دونوں پلے داہنے بائیں طرف لٹکا دے بغیر آنچل مارنے کے پہلا معنی بہتر ہے۔

(5) کف اس کی صورت یہ ہے کہ جب سجدہ کرنا چاہے اپنا کپڑا پیچھے سے یا آگے سے اٹھالے اور کف بالوں میں بھی ہوتا ہے یعنی چٹلا باندھ کر نماز پڑھے اور یہ مردوں کے لئے منع ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ امرت ان اسجد علی سبعة اعضاء ولا اکف شعرا ولا ثوبا ۔ ترجمہ۔ مجھے حکم ہوا کہ سات اعضاء پر سجدہ کروں کپڑوں اور بالوں کو نہ سمیٹوں۔

قعدہ : دوسری رکعت کے دونوں سجدوں سے فارغ ہو کر اسی طرح بیٹھ جائے جس طرح دو سجدوں کے درمیان بیٹھا تھا۔

قیام : تسمیہ، فاتحہ اور کوئی سورت پڑھ کر اسی طرح رکوع و سجود کرے لیکن امام کے پیچھے مقتدی بسم اللہ، فاتحہ اور سورت نہیں پڑھے گا وہ خاموش کھڑا رہے گا۔

تشہد میں انگلی اٹھانا : جب تشہد میں کلمہ لا پر پہنچے تو داہنے ہاتھ کی بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنائے اور چھنگلیا اور اس کے پاس والی

مسئلہ : حاشیہ۔ حضرت امام احمد رضا رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تہبند کو کرتے کے اندر باندھنا درست فرماتے اور کرتے کے اوپر باندھنا مکروہ فرمایا ہے اور اس کو کف میں داخل سمجھا ہے۔

*۔ یہ تمام طریقہ نماز امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب کے مطابق ہے۔ فقیر مختصرا طریقہ احناف عرض کرتا ہے۔ نماز کے قیام و قرات کے بعد اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں جائے اور گھٹنوں کو ہاتھ کی انگلیوں سے مضبوط پکڑ لے اور اتنا جھکے کہ سر اور کمر برابر ہو جائے اور کم سے کم تین بار کہے۔ سبحان ربی العظیم۔ تنہا نماز پڑھنے والا تسمیع اور تحمید دونوں کہے پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں جائے اس طرح کہ پہلے گھٹنے پھر دونوں ہاتھ زمین پر رکھے پھر ناک اور پھر پیشانی خوب جمائے اور چہرہ دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھے اور مرد بازوؤں کو کروٹوں سے اور پیٹ کو رانوں سے اور رانوں کو پنڈلیوں سے جدا رکھے اور کہنیاں زمین سے اٹھی ہوئی ہوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں کے پیٹ قبلہ رو زمین پر جمے ہوئے ہوں اور کم سے کم تین بار پڑھے۔ سبحان ربی الاعلیٰ۔

جلسہ : پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ سے اس طرح اٹھے کہ پہلے پیشانی پھر ناک پھر ہاتھ اٹھیں اور بایاں قدم بچھا کر اس پر بیٹھے اور داہنا قدم کھڑا کر کے رکھے کہ اس کی انگلیاں قبلہ رو ہوں اور ہاتھ رانوں پر گھٹنوں کے قریب رکھے کہ ان کی انگلیاں بھی قبلہ رخ ہوں پھر اللہ اکبر کہتا ہوا۔

دوسرا سجدہ : اسی طرح دوسرا سجدہ کرے اور پھر اللہ اکبر کہتا ہوا کھڑا ہو جائے۔

(6) کمر پر ہاتھ رکھنا' (7) قیام میں کمر پر اس طرح ہاتھ رکھنا کہ بازو' بدن سے علیحدہ رہیں۔ (8) مواصلت یعنی ایک بات کا دوسری سے ملانا یعنی امام کے حق میں دو چیزوں سے منع ہے۔

(1) اللہ اکبر کہتے ہی قرات شروع کر دے۔

(2) رکوع کی تکبیر قرات کے ختم ہوتے ہی کہے۔

اور دو باتیں مقتدی کو منع ہیں۔

(1) شروع کی تکبیر امام کی تکبیر میں ملا دینا۔ (2) سلام امام کے ساتھ سلام ملانا۔ اور ایک بات دونوں میں مشترک ہے کہ فرض کے اول سلام کو دوم کے ساتھ ملانا بلکہ دونوں کو جدا جدا کہے۔

(9) دباؤ کے وقت نماز پڑھنا۔

دباؤ پیشاب کا ہو یا پاخانہ کا' دونوں سے منع وارد ہے۔

(10) وہم موزہ پہن کر نماز پڑھنا کیونکہ خشوع کومانع ہیں اور اسی کے حکم میں ہے بھوک اور پیاس کے وقت نماز ادا کرنا اور بھوک کے ساتھ نماز سے نہی اس حدیث میں ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات کا

کو ہتھیلی سے ملا دے اور لفظ لا پر کلمہ کی انگلی اٹھائے اور الا پر گرا دے اور سب انگلیاں فوراً سیدھی کر دے۔ (اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے فقیر کا رسالہ انگلی اٹھانا " پڑھئے۔

مسئلہ : اگر دو رکعت والی نماز ہے تو پھر اس تشہد کے بعد سلام پھیر دے اگر چار رکعت والی ہے تو تشہد کے بعد اللہ اکبر کہہ کر کھڑا ہو جائے اور دونوں رکعتوں میں اگر فرض ہوں تو صرف بسم اللہ اور سورت فاتحہ پڑھ کر قاعدہ کے مطابق رکوع و سجود کرے۔

مسئلہ : سنت و نفل ہوں تو بسم اللہ' سورۂ فاتحہ اور سورت بھی پڑھے لیکن امام کے پیچھے مقتدی تسمیہ اور فاتحہ نہیں پڑھے گا وہ خاموش کھڑا رہے گا پھر چار رکعتیں پوری کرکے بیٹھ جائے اور تشہد' درود شریف اور دعا پڑھے اور سلام پھیر دے۔

داہنی طرف کے سلام میں داہنی طرف کے فرشتوں اور نمازیوں کی نیت کرے کہ میں ان کو سلام کہہ رہا ہوں اور بائیں طرف کے سلام میں بائیں طرف کے فرشتوں اور نمازیوں کی نیت کرے اور جس طرف امام ہو اس طرف کے سلام میں امام کی نیت بھی کرے اور اسی طرح امام بھی دونوں طرف کے سلاموں میں فرشتوں اور مقتدیوں کی نیت کرے اور جب تنہا ہو تو دونوں طرف کے فرشتوں کی نیت کرے۔

یہ نماز پڑھنے کا طریقہ مردوں کے لئے ہے عورتوں کے لئے چند باتوں میں فرق ہے۔ عورت تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کندھوں تک اٹھائے گی اور کپڑے سے باہر نہ نکالے گی قیام میں سینے پر ہاتھ باندھے گی اور ہتھیلی پر ہتھیلی رکھے گی۔ رکوع میں کم جھکے گی اور گھٹنوں کو جھکائے گی اور ہاتھ گھٹنوں پر رکھے گی مگر ان کو پکڑے گی نہیں اور انگلیاں کشادہ نہ رکھے گی۔ رکوع و سجود سمٹ کر کرے گی سجدہ میں پیٹ ران سے اور ران پنڈلی سے ملائے گی اور ہاتھ زمین پر بچھا دے گی۔ التحیات میں بیٹھتے وقت دونوں پاؤں داہنی طرف یا بائیں طرف نکال کر سرین پر بیٹھے گی اور انگلیاں ملا کر رکھے گی باقی سب کچھ اسی طرح کرے گی۔

کھانا آجائے اور نماز کی تکبیر ہو تو کھانا شروع کرو۔ اس صورت میں کہ نماز کا وقت تنگ ہو یا آدمی دل سے مطمئن ہو۔ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا۔

"لا یدخل احدکم الصلوۃ وھو مقطب ولا یصلین احدکم وھو غضبان۔"تم میں سے کوئی نماز میں داخل نہ ہو کہ چین بچین ہو اور نہ کوئی نماز پڑھے اس حال میں کہ غضب ناک ہو۔

فائدہ : حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نماز میں دل حاضر نہ ہو وہ عذاب کی طرف جلد پہنچاتی ہے اور ایک حدیث میں وارد ہے کہ سات چیزیں نماز کے اندر شیطان کی طرف سے ہیں۔ (1) نکسیر (2) نیند (3) وسوسہ (4) جماہی (5) خارش (6) ادھر ادھر دیکھنا (7) کسی چیز سے کھیلنا۔

فائدہ : بعض نے بھول اور شک کو اس میں زیادہ کیا ہے اور بعض اکابر دین سلف صالحین کا قول ہے کہ نماز کے اندر چار چیزیں ظلم ہیں۔

(1) ادھر ادھر دیکھنا (2) منہ پونچھنا (3) کنکریوں کو برابر کرنا۔ (4) ایسے راستہ پر نماز پڑھنا کہ چلنے والے سامنے سے گزریں۔

(11) انگلیوں کو ایک دوسری میں ڈالنا یا چٹکانا۔

(12) منہ چھپانا۔

(13) ایک ہتھیلی کو دوسری پر رکھ کر رکوع میں زانوں کے اندر دے لینا بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہم پہلے ایسا کرتے تھے پھر اس سے ہمیں منع کر دیا گیا۔

(14) سجدہ کے وقت زمین پر پھونک مارنا یا ہاتھوں سے کنکروں کو برابر کرنا کیونکہ ان افعال کی کچھ ضرورت نہیں۔

(15) ایک قدم کو اٹھا کر ان پر رکھ لینا۔

(16) قیام میں دیوار سے تکیہ لگانا اگر اس طرح تکیہ لگائے کہ اگر سہارے کی چیز نکال لی جائے تو گر پڑے تو ظاہر ہے کہ نماز جاتی رہے گی۔ (واللہ تعالیٰ و رسولہ)

فائدہ : جو افعال ہم اوپر لکھ چکے ہیں ان میں فرض بھی ہیں اور سنتیں بھی ہیں اور مستحبات اور خلاف اولیٰ بھی تاکہ سالک ان تمام کی رعایت کرے اب سب کو ہم جدا جدا کیے دیتے ہیں۔

فرائض نماز : نماز میں بارہ فرض ہیں۔

(1) نیت (2) اللہ اکبر کہنا (3) قیام (4) الحمد پڑھنا (5) رکوع میں جھکنا اس طرح کہ ہتھیلیاں زانوں پر اطمینان کے ساتھ لگ جائیں۔ (6) رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا۔ (7) اطمینان کے ساتھ سجدہ کرنا اور اس میں ہاتھوں کا زمین پر رکھنا واجب نہیں۔ (8) سجدہ سے سر اٹھا کر سیدھا بیٹھنا۔ (9) دوسرا قعدہ (10) اخیر میں تشہد پڑھنا (11) اخیر تشہد میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھنا۔ (12) اول سلام پھیرنا اور نماز سے باہر آنے کی نیت واجب نہیں۔

فائدہ : جو امور ان بارہ کے سوا ہیں وہ واجب نہیں بلکہ سنت اور مستحبات ہیں افعال میں چار باتیں ہیں۔ (1) نماز کی سنتیں' تکبیر تحریمہ میں ہاتھ اٹھانا۔ (2) رکوع کی تکبیر میں ہاتھ اٹھانا۔ (3) قومہ کی تکبیر میں ہاتھ اٹھانا۔ (4) تشہد اول کے لئے بیٹھنا۔

باقی اور تین جیسے انگلیوں کو پھیلانا اور رفع یدین کی حد وغیرہ یہ باتیں رفع یدین کی تابع ہیں اور سرین پر بیٹھنا اور پاؤں کا بچھانا جلسہ کے تابع ہیں اور سر جھکانا اور التفات نہ کرنا قیام کے تابع ہے اور صورت کو اچھا کرے اور جلسہ استراحت کو ہم نے افعال کی سنتوں میں شمار نہیں کیا اس لئے کہ یہ دونوں گویا سجدہ سے قیام کیلئے اٹھنے میں داخل ہیں۔ ذاتی طور پر مقصود نہیں اسی وجہ سے ان کا ذکر بھی علیحدہ نہیں کیا گیا اور ذکر میں دیگر سنتیں۔ (1) شروع کی دعا (2) اعوذ باللہ پڑھنا۔ (3) آمین کہنا کہ سنت موکدہ ہے۔ (4) قرات سورت (5) ایک رکن سے دوسرے میں جانے کے لئے اللہ اکبر کہنا۔ (6) رکوع اور سجدہ میں تسبیحات کہنا قومہ میں سمیع اللہ لمن حمدہ کہنا۔ (7) اول التحیات اور اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھنا۔ (8) پچھلی تشہد کے آخر میں دعا (9) دوسرا سلام پھیرنا۔

فائدہ : امور کو اگرچہ ہم نے سنت میں داخل کرکے لکھا ہے اگر ان کے درجات جدا جدا ہیں کیونکہ ان میں سے چار چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا تدارک سجدہ سہو سے ہوتا ہے اور افعال کی سنتوں میں صرف ایک ہی چیز کا جبر سجدہ سہو سے ہوتا ہے یعنی پہلا جلسہ اول تشہد کے لئے اس لئے کہ وہ جلسہ نماز کے انتظام کی ترتیب میں تاثیر رکھتا ہے کہ دیکھنے والے قریب سے معلوم کرلیتے ہیں کہ دو رکعتیں ہیں یا زائد بخلاف رفع یدین کے کہ اس کو انتظام کے تبدیل میں کچھ تاثیر نہیں اسی لئے اس کو بعض اور اجزاء سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور بعض کا قول یہ ہے کہ اجزاء کا جبر سجدہ سہو سے کیا جاتا ہے مگر اذکار سے بجز تین ذکروں کے اور کوئی سجدہ سہو کا مقتضی نہیں اور وہ تینوں قنوعات اور پہلا تشہد اور اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجنا ہے بخلاف تکبیرات رکوع و سجدہ اور ان کی تسبیحات کے اور قومہ اور جلسہ کے ذکر کے اس لئے کہ رکوع اور سجدہ کی صورت ہی ایسی ہے کہ عادت کے خلاف ہے تو اگر ان دونوں میں جبر رہے گا تب بھی عبادت کا مقصد ان کی صورت سے ظاہر ہے۔

فائدہ : اس سے معلوم ہوا کہ ان کے درمیان ذکر کا نہ ہونا عبادت کی ہیت کو نہیں بدلتا اور پہلی التحیات کے لئے بیٹھنا ایک فعل عادی ہے اس کو جو نماز میں بڑھایا گیا ہے تو صرف تشہد کے لئے اگر تشہد اس میں نہ ہوگا تو ظاہر ہے کہ صورت عبادت نہ رہے گی اور دعائے استفتاح اور سورت کا چھوڑنا بھی صورت کے بدلنے میں موثر نہیں کیونکہ قیام اگرچہ فعل عادت کے مطابق ہے مگر اس میں الحمد پڑھنے سے عادت سے علیحدہ ہوگیا اسی طرح اخیر تشہد کی دعا اور قنوت کا جبر سجدہ سہو سے کرنا بعید معلوم ہوتا ہے مگر صبح کی نماز میں قیام کا طول اسی قنون کے سبب سے شروع ہے تو اس کا حال ایسا ہوا جیسے جلسہ استراحت کہ وہ بھی بڑھانے اور التحیات پڑھنے سے پہلے تشہد کے لئے جلسہ ہوگیا ہے پس اگر دعائے قنوت نہ پڑھا جائے تو قیام لمبا عادت کے موافق رہ جائے گا جس میں کوئی ذکر واجب نہیں اور لمبے قیام

کی قید اس لئے لگا دی کہ صبح کے سوا اور نمازیں اس میں داخل نہ ہوں اور ذکر واجب سے خالی ہونے کی قید اس لئے ہے کہ نماز کے اندر اصل قیام سے احتراز ہو جائے۔

سوال : سنتوں کا فرق فرضوں سے تو سمجھ میں آتا ہے کہ فرض اس کو کہتے ہیں جس کے جاتے رہنے سے نماز بھی جاتی رہے اور سنت کے جانے سے صحت فوت نہیں ہوئی یا یہ کہ فرض کے چھوڑنے پر عذاب ہوتا ہے اور سنت پر نہیں ہوتا مگر سنتوں کے آپس میں جدا ہونے اور کم و بیش ہونے سے کیا مراد ہے تمام سنتوں کا امر استحباب کے طور پر ہے اور کسی کے ترک سے عذاب نہیں ہے۔ اور تمام کو عمل میں لانے سے ثواب ہوتا ہے تو پھر فرق کیا ہوا؟

جواب : اگرچہ ثواب اور عذاب اور استحباب میں تمام سنتیں مشترک ہیں تو اس سے ان میں فرق دور نہ ہوگا اور ہم اسکو ایک مثال سے واضح کئے دیتے ہیں وہ یہ ہیں کہ انسان کو جو مجود اور کامل کہتے ہیں تو دو ہی وجہ سے ہے۔

(1) امر باطن (2) اعضائے ظاہر۔ امر باطن تو حیات و روح ہے اور ظاہر کے اعضا معلوم ہی ہیں اور ان اعضاء میں سے بعض تو ایسے ہیں کہ ان کے نہ ہونے سے انسان مٹ (مر) جاتا ہے جیسے دل اور جگر اور دماغ اور دوسرے اعضاء جن کے عدم سے حیات جاتی رہتی ہے اور بعض ایسے ہیں کہ ان کے نہ ہونے سے زندگی تو نہیں جاتی مگر زندگی کا مقصد فوت ہو جاتا ہے جیسے آنکھ اور ہاتھ اور پاؤں اور زبان اور بعض اعضاء ایسے ہیں کہ ان سے زندگی فوت ہو نہ اس کے مقاصد مگر ان کے نہ ہونے سے خوبصورتی جاتی رہتی ہے جیسے بھوئیں اور داڑھی اور رنگ کی خوبی اور بعض ایسے ہیں کہ ان سے اصل خوبصورتی نہیں جاتی مگر کمال خوبی ہو جاتا ہے جیسے بھوؤں کا خمدار ہونا اور داڑھی اور پلکوں کا سیاہ ہونا اور اعضاء کا تناسب اور رنگ کا سرخ و سفید ہونا غرضیکہ یہ درجات علیحدہ ہیں اسی طرح عبادت بھی ایک صورت ہے کہ شریعت نے اسے تیاء فرمایا ہے اور اس صورت کا حاصل کرنا ہمارے لئے عبادت مقرر ہوئی ہے اس صورت کی روح اور حیات باطنی تو خشوع اور نیت دل کا حاضر ہونا اور اخلاص ہے جیسا کہ آگے لکھا جائے گا اب اس جگہ ہم اس کے اجزائے ظاہری کا ذکر کررہے ہیں۔

پس رکوع اور سجدہ اور قیام اور دوسرے فرائض بمنزلہ دل اور سر اور جگر کے ہیں اور ان کے نہ ہونے سے نماز نہیں ہوتی۔ اور سنتیں جو ہم نے لکھی ہیں یعنی رفع یدین اور شروع کی دعا اور تشہد اول بمنزلہ دونوں ہاتھوں اور آنکھوں اور پاؤں کے ہیں اور ان کے نہ ہونے سے صحت تو نہیں جاتی جیسے ان اعضاء کے نہ ہونے سے زندگی نہیں جاتی بلکہ انسان کی صورت بری ہو جاتی ہے عوام کو اس سے نفرت ہوتی ہے اسی طرح جو شخص اسی قدر پر اکتفا کرے کہ نماز درست ہو جائے اور سنتیں بجا نہ لائے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی بادشاہ کے پاس ایک غلام تحفہ بھیجے کہ وہ زندہ تو ہو مگر اس کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوں اور استحباب جو سنتوں سے کم درجہ ہے ہیں بمنزلہ حسن کے لوازم کے ہے جیسے بھوئیں اور داڑھی اور پلکیں اور رنگ کے خوبی بدن میں ہیں اور لطائف آداب یعنی ذکر وغیرہ جو ان سنتوں میں ہیں وہ حسن کمال بڑھانے والے ہیں جیسے ابرو کا خمدار ہونا اور داڑھی کا گول ہونا وغیرہ۔

خلاصہ : نماز تیرے پاس ایک ذریعہ قرب اور تحفہ ہے جس سے تو حضرت شہنشاہ حقیقی کی جناب میں تقرب حاصل کرتا ہے جیسے کوئی شخص دنیوی بادشاہ کی قربت کی طلب کے لئے اس کی بارگاہ میں غلام تحفہ بھیجتا ہے اور یہ نماز تیرا تحفہ اللہ عزوجل کے حضور میں پیش ہو کر بڑی پیشی کے دن پھر تجھے عطا ہو گا اب تجھے اختیار ہے چاہے اس کی صورت اچھی بنا خواہ بری اگر اچھی بنائے گا تو اپنے لئے ہے اگر بری بنائے گا تو بھی اپنے لئے اور تجھے یہ لائق نہیں کہ فقہ کی مہارت میں سے اسی پر اکتفاء کرے کہ فرض اور سنت کے درمیان فرق معلوم کرنے اور سنت کو سمجھ لے کہ اس کا نہ کرنا جائز ہے اور اس خیال سے اسے چھوڑ دے کیونکہ اگر ایسا کرے گا تو اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے کوئی طبیب کہے کہ آنکھ پھوڑ دینے سے انسان کا وجود نہیں جاتا مگر انسان کو اگر کوئی شخص ہدیہ کے طور بادشاہ کے یہاں پیش کر کے متوقع تقرب کا ہو تو یہ بات تو آنکھ کے جانے سے جاتی رہی۔

یہی حال سنتوں کا اور مستحبات کے فوت ہونے کا سمجھے کہ جو نماز کا رکوع اور سجدہ پورا نہ کرے گا تو اس کی اول دشمن وہی نماز ہو گی اور کہے گی کہ اللہ تعالیٰ تجھے برباد کرے جیسا تو نے مجھے برباد کیا چنانچہ نماز کے ارکان پورا کرنے کے باب میں ہم احادیث لکھ آئے ہیں ان کا مطالعہ کرو تاکہ ان باتوں کی وقعت معلوم ہو۔

حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو اتنا طویل تقریر کی ضرورت اصطلاحی الفاظ میں کمی کی وجہ سے پیش آئی ورنہ احناف کے مذہب کے مطابق مثلاً ان کی اصطلاح میں فرائض نماز وہ ہیں کہ جن کے ترک پر سرے سے نماز فاسد ہے خواہ سہواً ہوں اور واجب وہ ہے جس کے سہو سے ترک پر سجدہ سہو ہے عمداً ترک کرنے سے نماز فاسد اور سنتوں پر کوئی سجدہ نہیں۔ 1۔

دل کے متعلق شرائط نماز : اس فصل میں ہم پہلے نماز کی وابستگی خشوع اور حضور دل کے ساتھ ذکر کریں گے پھر امور باطنی جن سے نماز کام ہوتی ہے کا بیان ہو گا ان کے بعد حدود اور اسباب اور تدبیرات کو لکھیں گے پھر ان امور کی تفصیل کریں گے جو ہر رکن کل میں نماز کے ارکان میں سے موجود ہونے چاہئیں۔ تاکہ نماز توشہ آخرت ہو جائے۔

شرائط خشوع و حضورئ قلب : (احناف کے نزدیک خشوع و حضوری قلب نماز کے شرائط میں سے نہیں۔ ہاں یہ دونوں مستحسن ہیں کہ ان کی ادائیگی نماز کی روح ہے۔ (اویسی غفرلہ) واضح ہو کہ نماز میں خشوع اور حضور قلب شرط ہے اور اس پر چند دلائل قائم کئے جا رہے ہیں۔ قرآن مجید۔

(1) وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ (پ 16 طٰہٰ 14) اور میری یاد کے لئے نماز قائم رکھ۔ (کنزالایمان) الفاظ امر سے بظاہر وجوب سمجھا جاتا ہے یعنی حضور دل کا ہونا واجب ہے۔ اور غفلت ذکر کی ضد ہے تو جو شخص اپنی ساری نماز میں غافل رہے وہ نماز ادا کرنے پر اللہ تعالیٰ کی یاد پر کیسے ہو گا۔

(2) وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ۔ اور غفلت والوں سے نہ ہو۔ اس میں نہی کا صیغہ ہے جو بظاہر غفلت کی
اعراف ۲۰۵

مفسدات نماز

بھول کر یا قصداً کسی سے بات کرنا۔ کسی کو قصداً یا سہواً سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا۔ کسی کی چھینک کا جواب دینا۔ امام کی بھول پر بیٹھ جا کہنا یا ہوں کہنا' اللہ تعالیٰ کا نام سن کر جل جلالہ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام سن کر درود شریف' .بقصد جواب پڑھنا اور اگر .بقصد جواب نہ ہو تو حرج نہیں۔ اپنے امام کے سوا دوسرے کو لقمہ دینا۔ درد یا مصیبت کی وجہ سے آہ' اف وغیرہ کہنا اور اگر بے اختیار مریض وغیرہ سے آہ' اوہ نکلی معاف ہے۔ نماز پوری ہونے سے پہلے قصداً سلام پھیرنا' اگر بھول کر پھیر دیا تو حرج نہیں نماز پوری کر کے سجدۂ سہو کر لے۔ نماز میں قرآن شریف دیکھ کر پڑھنا' اچھی بری خبر سن کر کچھ کہنا۔ قرات یا اذکار نماز میں سخت غلطی کرنا' کچھ کھانا پینا۔ ہاں دانتوں کے اندر کوئی چیز رہ گئی تھی اس کو نگل گیا اگر چنے کے برابر ہے نماز فاسد ہو گئی اور اگر چنے سے کم ہے تو فاسد نہ ہوئی مکروہ ہوئی۔ بلاعذر سینہ کو قبلہ سے پھیرنا' بچہ کا عورت کی چھاتی چوسنا اور دودھ نکل آنا۔ عورت نماز میں تھی مرد کا بوسہ لینا یا شہوت سے اس کے بدن کو چھونا۔ ان مفسدات میں سے کسی مفسد کے ہونے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے لٰہذا خیال رکھے۔

مکروہات نماز

سکیڑنا سمیٹنا مثلاً سجدہ میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے اٹھا لینا اگرچہ گرد سے بچانے کے لئے ہو۔ کپڑا لٹکانا مثلاً سر یا مونڈھے پر اس طرح ڈالنا کہ دونوں کنارے لٹکتے ہوں۔ آستین آدھی کلائی سے زیادہ چڑھا لینا۔ شدت کا پاخانہ یا پیشاب معلوم ہوتے وقت یا غلبہ ریاح کے وقت نماز پڑھنا۔ انگلیاں چٹخانا۔ انگلیوں کی قینچی باندھنا یعنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا۔ ادھر ادھر منہ پھیر کر دیکھنا۔ آسمان کی طرف نظر اٹھانا۔ کسی کے منہ کے سامنے نماز پڑھنا۔ جس کپڑے پر جاندار کی تصویر ہو اسے پہن کر نماز پڑھنا۔ نمازی کے آگے یا داہنے بائیں یا سر پر تصویر کا ہونا۔ الٹا قرآن مجید پڑھنا۔ امام سے پہلے مقتدی کا رکوع و سجود وغیرہ میں جانا۔ قبر کا سامنے ہونا اس طرح کہ درمیان میں کوئی چیز حائل نہ ہو۔ اگر بقدر سترہ کوئی چیز حائل ہو تو مکروہ نہیں اور اگر قبر دائیں یا بائیں ہے تو کچھ کراہت نہیں۔ ان مکروہات میں سے کسی مکروہ کے ہونے سے نماز ناقص ہو جاتی ہے لٰہذا ان سے اجتناب کرلے۔

نماز توڑنے کے اعذار

سانپ وغیرہ کے مارنے کے لئے جبکہ ایذا کا اندیشہ ہو۔ کوئی جانور بھاگ گیا اس کے پکڑنے کے لئے۔ نقصان کا خوف ہو مثلاً دودھ ابل جائے گا۔ گوشت ترکاری روٹی جل جائیے گی۔ چور کوئی چیز اٹھا کر لے بھاگا۔ گاڑی چھوٹ رہی ہو۔ اجنبی عورت نے چھو دیا ہو۔ پیشاب پاخانہ کی شدید حاجت ہو۔ کوئی مصیبت زدہ فریاد کر رہا ہو یا کوئی ڈوب رہا ہو' آگ میں جل رہا ہو۔ یا اندھا راہ گیر وغیرہ کوئیں میں گرا چاہتا ہوں ان سب صورتوں میں نماز توڑ دینے کی اجازت ہے بلکہ پچھلی صورتوں میں واجب ہے جبکہ بچانے پر قادر ہو۔

سجدۂ سہو کا بیان

جب نماز کا کوئی واجب بھولے سے چھوٹ جائے یا کسی فرض کو مکرر کیا جائے مثلاً رکوع دو مرتبہ کرے نماز کے فرض یا واجب میں زیادتی ہو جائے مثلاً قعدۂ اول میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھ لے تو سجدۂ سہو لازم ہے۔ امام کے سہو سے مقتدی کو بھی سجدۂ سہو کرنا ہوگا لیکن اگر مقتدی سے سہو ہو جائے تو مقتدی کو سجدۂ سہو لازم نہیں کیونکہ وہ امام کے تابع ہے۔ امام سہو کرنے لگے تو مقتدی سبحان اللہ

چنانچہ فقہاء نے انما الشفعة فیما لم نقسم (بیشک انہیں اشیاء میں ہے جو تقسیم نہ ہوں) سے بھی حصر اور اثبات اور نفی سمجھا ہے اور فرمایا کہ نماز برائی اور فحش سے باز نہ رکھے تو وہ نماز اللہ تعالیٰ سے دوری میں اضافہ کرے گی اور ظاہر ہے کہ غافل کی نماز فحش اور برائی سے مانع نہیں۔

(2) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت سے نماز میں کھڑے ہونے والے ایسے ہیں کہ ان کی نماز سے ان کو حصہ صرف دکھ درد اور مشقت ہی ہے اور اس سے بجز غافلوں کے اور کوئی مراد نہیں۔

(3) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ کے لئے اس کی نماز میں سے اسی قدر ہے جس قدر کو وہ سمجھے۔

فائدہ: اس میں تحقیق یہ ہے کہ نماز پڑھنے والا اپنے رب سے مناجات کرتا ہے جیساکہ حدیث میں ہے اور جو کلام غفلت کے ساتھ ہو وہ یقیناً مناجات نہ ہوگی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ زکوٰۃ سے اگر بالفرض انسان غافل ہو جائے تو وہ بذات خود شہوت کے مخالف اور نفس پر سخت ہے اسی طرح روزہ قوتوں کو دبانے والا اور اس خواہش نفس کا توڑنے والا ہے جو دشمن خدا ابلیس کا آلہ ہے تو ممکن ہے کہ روزہ سے اگر غفلت بھی ہو تاہم اس کا مقصود اصل ہو جائے' یہی حال حج کا ہے اور اس کے افعال شاقہ اور سخت ہیں اور ان میں اتنی محنت ہے کہ جن سے انسان کا امتحان ہو جاتا ہے خواہ اس کے اعمال کے وقت دل حاضر ہو یا نہ لیکن نماز میں بجز ذکر جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات کرتا ہے اس سے خطاب اور ہم کلامی مقصود ہے یا فقط حروف و آواز کا نکالنا زبان کے عمل کے امتحان کے طور پر مطلوب ہے جیسے معدہ اور شرم گاہ کا امتحان روزہ میں روکنے سے کیا جاتا ہے اور بدن کا امتحان حج کی مشقتیں اٹھانے اور دل کا امتحان زکوٰۃ نکالنے اور مال محبوب کو جدا کرنے کی مشقت سے ہوتا ہے اس میں کسی طرح کا شبہ نہیں' ذکر سے یہ مقصود سمجھنا کہ زبان سے حروف و آواز کا امتحان ہے' باطل ہے اس لئے کہ غافل پر بکواسات سے زبان کا ہلانا نہایت سہل ہے پس عمل کے اعتبار سے ذکر میں کوئی امتحان نہیں بلکہ اس اعتبار سے ہے کہ ذکر نطق ہے اور اسی صورت میں ہوگا کہ مافی الضمیر کو ظاہر کرے اور مافی الضمیر کو ظاہر کرنا حضور قلب کے بغیر حاصل نہیں ہوتا مثلاً اگر دل غافل ہو اور اهدنا الصراط المستقیم (ہمیں سیدھے راہ پر چلا) زبان سے جاری کیا تو اس سے کیا حاصل ہوگا۔ پس جس صورت میں ذکر سے عاجزی اور دعا کا ہونا مقصود نہ ہو تو غفلت کیساتھ زبان ہلانے میں کونسی مشقت اٹھانی پڑے گی۔ خصوصاً عادت پڑنے کے بعد کسی قسم کی دشواری نہ ہوگی بلکہ میں (غزالی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ اگر کوئی قسم کھائے کہ میں فلاں شخص کا شکر کروں گا اور اس کی تعریف کروں گا اور اس سے کسی ضرورت کا سوال کروں گا پھر یہ باتیں جن پر

کہہ کر امام کو یاد دلائے۔ اگر امام سہو سے لوٹ آئے تو بہتر ورنہ مقتدی امام کی اتباع کرے اور آخر میں امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرے۔

سجدہ سہو کا طریقہ۔ قعدۂ اخیرہ میں تشہد اور درود پڑھنے کے بعد دائیں طرف سلام پھیر کر دو سجدے کرے اس کے بعد پھر تشہد' درود و دعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔

مزید مسائل نماز وغیرہ کے لئے بہار شریعت کا مطالعہ کیجئے۔ اور تحقیق و تفصیل فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

قسم کھائی ہے خواب میں اس کی زبان پر جاری ہو جائیں۔ تو وہ اپنی قسم میں سچا نہ ہو گا اگر بالفرض یہ الفاظ اس کی زبان پر اندھیرے میں جاری ہوں اور وہ شخص بھی موجود ہو مگر کہنے والے کو اس کا موجود ہونا معلوم نہ ہو وہ اسے دیکھتا ہو تب بھی قسم میں سچا نہ ہو گا اس لئے کہ اس کا کلام اس شخص سے نہیں ہو گا اور نہ اپنے دل کی بات اس کیساتھ کرے گا جب تک کہ وہ اس کے دل میں حاضر نہ ہو پس اگر اسی طرح دن کی روشنی میں یہ کلمات اس کی زبان پر جاری ہوں مگر یہ شخص کسی فکر میں مستغرق ہونے کی وجہ سے ان کلمات سے غافل ہو۔ اور اس کا ارادہ ان کلمات کے بولنے کے وقت اس شخص سے خطاب کرنے کا نہ ہو تب بھی اپنی قسم میں سچا نہ ہو گا اس میں شک نہیں کہ قرات اور ذکر سے مقصود اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اسکے سامنے تضرع اور دعا ہے اور جس سے خطاب چاہئے وہ ذات پاک جل جلالہ ہے تو جس صورت میں کہ حجاب غفلت دل پر پڑا رہے گا اور اپنے مخاطب کو نہ دیکھتا ہو گا اس کے سامنے ہو گا تو ضروری ہے کہ مخاطب سے غافل ہو گا اور عادت کی وجہ سے اس کی زبان چلتی ہو گی ظاہر ہے کہ ایسا شخص نماز کے مقصود یعنی دل کی جلا اور ذکر الٰہی کی تجدید عقد ایمان کی پختگی سے بہت دور ہو گا یہ حکم قرات اور ذکر کا حکم ہے۔

فائدہ : گفتگو میں اس خاصیت کے انکار کرنے کی اور اسے فعل سے جدا کر دینے کی کوئی سبیل نہیں اور رکوع اور سجدہ سے یقیناً تعظیم مقصود ہے اور اگر یہ بات درست ہو کہ انسان اپنے فعل سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم سے غافل ہو یا کسی دیوار کی تعظیم کرے جو اس کے سامنے ہے اور اسے اس سے غفلت ہو اور جب رکوع اور سجدہ تعظیم سے خالی ہوں تو صرف پشت اور سر کی حرکت رہ گئی اور اس میں اتنی دشواری نہیں جس سے امتحان مقصود ہو یا اس کو دین کا رکن کہا جائے اور کفر اور اسلام کا فرق قرار دیا جائے اور حج تمام عبادات سے مقدم کیا جائے اور خاص اس کے ترک سے قتل واجب ہو اور ہمیں معلوم نہیں ہو کہ تمام عظمت نماز کے اندر صرف اس کے اعمال ظاہری کی وجہ سے ہو ہاں اگر مناجات کا مقصود اس پر زائد کیا جائے تو یہ ایسا امر ہے کہ روزہ اور زکوٰۃ اور حج وغیرہ سے بڑھ کر ہے بلکہ اضحیہ اور قربانی جو اللہ تعالیٰ نے نقصان مال کا مجاہدہ نفس کے لئے مقرر فرمایا ہے اور اس کے متعلق ارشاد ہے۔ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (پ 17 الحج 37) اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں نہ ان کے خون۔ ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے۔(کنزالایمان)

فائدہ : اس میں تقویٰ سے وہ ضعیف مراد ہے جو دل کے اوپر غالب ہو کر اسے متثال امر کا موجب ہو اور وہی مطلوب ہے تو نمازمیں وہ کسے نہ ہو گی۔ اس کے افعال سے تو کچھ غرض ہی نہیں تو معنی کے رو سے فرض ہے۔ یہ بات حضور قلب کی شرط ہونے پر دال ہیں۔

سوال : آپ نے جو حضور قلب کو نماز کی صحت میں شرط کر دیا اور بغیر اس کے نماز کے بطلان کا حکم دیا تو اس میں آپ نے تمام فقہاء کے خلاف کیا کہ انہوں نے حضور قلب کو نماز کی صرف اللہ اکبر کہنے کے وقت شرط کیا ہے؟

جواب : باب العلم میں گزر چکا ہے کہ فقہاء باطن میں تصرف نہیں کرتے اور نہ دل چیر کر باطن کا احوال جاننے کی کوشش کرتے ہیں اور نہ ہی طریقہ آخرت میں تصرف کرتے ہیں بلکہ ان کی جدوجہد دین کے احکام کی بنا اعضاء کے ظاہر احوال پر ہوتی ہے اور ظاہر اعمال قتل کے ساقط ہونے اور سلطان کے یہاں کی سزا سے محفوظ رہنے کو کافی ہے رہی یہ بات کہ یہ اعمال آخرت میں کار آمد ہوں تو یہ امر فقہ کے حدود سے خارج ہے۔ علاوہ ازیں حضور قلب کے بغیر اعمال کے کمال پر اجماع کا دعویٰ نہیں بلکہ یہ ایک باطنی اور روحانی مسئلہ ہے۔ اھ

نماز میں حضور قلب کے دلائل

(1) بشر بن حارث سے منقول ہے کہ حضرت ابوطالب مکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جو خشوع نہ کرے اس کی نماز فاسد ہے۔

(2) حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ جس نماز میں دل حاضر نہ ہو۔ وہ عذاب کی طرف لے جاتی ہے۔

(3) حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ جو نماز میں ہو اور قصداً خیال کرے کہ اس کے داہنے اور بائیں کون ہے تو اس کی نماز نہ ہوگی۔

(4) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ نماز پڑھتا ہے اس کے لئے نماز کا چھٹا حصہ اور دسواں حصہ بھی نہیں لکھا جاتا صرف اس قدر لکھا جاتا ہے جس قدر اس میں سے سمجھتا ہے۔

فائدہ : یہ امر اگر کسی امام سے منقول ہوتا تو مذہب ٹھہرا لیا جاتا تو اب اس پر تمسک کیسے کیا جائے لیکن یہ تو حدیث شریف ہے اس سے وہی ثابت ہوگا کہ حضور قلب نماز کی ایک بہتر شرط ہے۔)

(5) عبدالواحد بن زید نے فرمایا ہے کہ علماء کا اتفاق ہے کہ بندے کو اس کی نماز میں سے اسی قدر ملے گا جس قدر کہ اس نے اس میں سے سمجھا ہے انہوں نے مسئلہ حضور قلب کو اجماع ہی ٹھہرا دیا اور اس قسم کی باتیں جو متقی فقہاء اور علمائے آخرت سے منقول ہیں خارج از شمار ہیں۔

فائدہ : حق یہی ہے کہ شرعی دلائل کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور اخبار اور آثار سے ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضور قلب شرط ہے لیکن فتویٰ کا مقام احکام ظاہری میں عوام کے تصور کے موافق ٹھہرا لیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے ممکن نہیں کہ عوام پر تمام نماز میں دل کا حاضر ہونا شرط کر دیا جائے اس لئے کہ اس سے بجز تھوڑے بزرگوں کے لوگ عاجز ہیں اور جبکہ نماز میں شرط کرنا ممکن نہ ہوا تو لازماً اسے اس طرح شرط کرنا پڑا کہ ایک لحہ لفظ حضور قلب

ـــ جس سے فقہ کو کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی فقہاء اس کے درپے ہوتے ہیں۔ (اویسی غفرلہ)

اس پر صادق آئے اور تمام لحات کی بہ نسبت اللہ اکبر کہنے کا لمحہ اس شرط کے لئے انسب تھا اسی لئے حکم دینے میں اسی قدر حضور قلب پر اکتفا کیا گیا باوجود اس کے ہمیں توقع ہے کہ جو نماز اپنی تمام نماز میں غافل رہے اس کا حال اس شخص جیسا نہ ہو گا جو بالکل نماز ہی نہ پڑھے اس لئے کہ غافل نے کچھ تو فعل کا بظاہر اقدام کیا اور دل کو ایک لمحہ حاضر کیا اور یہ کیسے نہ ہو گا حالانکہ جو بے وضو ہو کر بھولے سے نماز پڑھ لے تو اس کی نماز اللہ تعالیٰ کے نزدیک باطل ہے مگر اس کو کسی قدر ثواب بموافق فعل اور عذر کے ہو گا۔ لیکن اس توقع کے ساتھ یہ بھی خوف ہے کہ کہیں غافل کا حال تاریک نماز کی بہ نسبت بدتر نہ کیونکہ جو شخص خدمت کو حاضر ہو کر حضور میں سستی کرے اور غافلوں اور حقارت کرنے والوں کے کوئی بات منہ سے نکالے اس کا حال اس شخص کی بہ نسبت برا ہو گا جو خدمت ہی نہ کرے اور جبکہ اسباب خوف و رجا کے ایک دوسرے کے مقابل ہوئے اور معاملہ فی نفسہ خطرناک ہے تو اب تمہیں اس کے بعد احتیاط اور سستی کرنے میں اختیار ہے باوجود اس کے فقہاء جو نماز کے جواز کا حکم (غفلت کے ہوتے ہوئے) دیتے ہیں ان کے خلاف حکم نہیں دے سکتے اس لئے کہ مفتی کو یہ حکم مجبوراً دینا ہی پڑتا ہے جیسے پہلے مذکور ہوا اور جو شخص نماز کے راز سے واقف ہوا اسے معلوم ہو جائے گا کہ غفلت نماز کو مضر ہے مگر چونکہ ہم باب قواعد العقائد میں علم باطن اور ظاہر کے فرق کے بیان میں لکھ آئے ہیں کہ اسرار شریعت میں سے جو منکشف ہوتے ہیں ان کی تصریح کا مانع ایک یہ ہے کہ عوام ان کے فہم سے قاصر ہے لہٰذا ہم اس بحث سے اسی قدر پر اکتفاء کرتے ہیں کہ اس قدر بھی طالب آخرت کے لئے کافی ہے جو شخص جدل کرنے والا ہے اس سے ہم کلام گفتگو کرنا نہیں چاہتے۔

خلاصہ : اس تقریر کا یہ ہے کہ حضور قلب نماز کی روح ہے اور کم از کم اتنا مقدار کہ جس سے یہ روح باقی رہے اللہ اکبر کہنے کے وقت حضور قلب کا ہونا ضروری ہے اور اس قدر سے بھی اگر کم ہو گا تو بہت تباہی ہے اور جس قدر اس سے زیادہ حضور قلب ہو گا اسی قدر نماز کے اجزاء ہیں روح پھیلے گی۔ مثلاً جو زندہ ایسا ہو کہ اس میں حرکت نہ ہو وہ مردہ کے قریب ہے جو شخص اپنی تمام نماز میں غافل رہے صرف اللہ اکبر کہنے کے وقت حضور قلب ہوا اس کی نماز اس زندہ جیسی ہے جس میں حرکت نہ ہو اللہ تعالیٰ سے ہم سوال کرتے ہیں کہ غفلت سے ہمیں پناہ دے اور حضور قلب میسر ہونے میں ہماری مدد فرمائے۔ (آمین) بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

باطنی امور جو تکمیل نماز کا ذریعہ ہیں : ان امور کے لئے بہت سے الفاظ ہیں مگر چھ الفاظ ان سب کے جامع ہیں جن کی تفصیل مع اسباب اور علاج ہم یہاں لکھتے ہیں۔

(1) حضور قلب۔ اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ جس کام کو انسان کر رہا ہے یا جس کلام کو بول رہا ہے اس کے سوا دوسری اشیاء سے دل فارغ ہو یعنی دل کو فعل اور قول دونوں کا علم ہو اور دونوں کے سوا اور کسی چیز میں فکر نہ ہو۔ اور جب انسان کی فکر جس کام میں کہ وہ مشغول ہے اس سے دوسری طرف نہ جائے اور اسکام کی یاد دل میں ہو اور اس کی کسی چیز سے غفلت نہ ہو تو اسے حضور قلب حاصل ہو گیا۔

(2) فہم یعنی کلام کا معنی سمجھنا اور یہ حضور قلب کے سوا دوسرا امر ہے اس لئے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دل الفاظ کے ساتھ حاضر ہوتا ہے لیکن ان کے معانی کے ساتھ حاضر نہیں ہوتا تو ہمارا مقصد فہم سے دل میں معنی لفظ کا علم ہونا ہے اور اس میں لوگ مختلف ہوتے ہیں کیونکہ قرآن اور تسبیحات کے معنی سمجھنے میں تمام لوگ برابر نہیں ہوتے اور بہت سے لطیف معانی ایسے ہوتے ہیں کہ نمازی عین نماز میں ان کو سمجھ لیتا ہے حالانکہ وہ اس کے دل میں پہلے کبھی نہ گزرے تھے اسی وجہ سے نماز فحش اور برائی سے منع کرتی ہے یعنی ایسی باتیں بتاتی ہے کہ وہ برائی سے خواہ مخواہ مانع ہوں۔

(3) تعظیم جو حضور قلب اور فہم کے علاوہ ہے کیونکہ انسان اپنے غلام سے کوئی بات کرتا ہے اور دل بھی اس کا حاضر ہوتا ہے۔ اپنے کلام کا معنی سمجھتا ہے مگر غلام کی تعظیم نہیں کرتا اس سے معلوم ہوا کہ تعظیم حضور دل اور فہم سے بڑھ کر ہے۔

(4) ہیبت یہ تعظیم سے بڑھ کر ہے ہیبت اس خوف کو کہتے ہیں جس کا منشاء تعظیم ہو کیونکہ جس کو بالکل خوف نہ ہو اس کو ہیبت زدہ نہیں کہتے۔ مثلاً بچھو اور غلام کی بدخلقی اور دوسری اس جیسی ادنیٰ چیزوں سے ڈرنے کو ہیبت نہیں کہتے بلکہ بڑے بادشاہ سے خوف کرنے کو ہیبت کہتے ہیں ثابت ہوا کہ ہیبت وہی خوف ہے جو اجلال اور تعظیم کی وجہ سے پیدا ہو۔

(5) رجاء اس میں شک نہیں یہ ان سابقہ امور کے علاوہ ہے بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ کسی بادشاہ کی تعظیم کرتے ہیں اس کے دبدبہ سے ڈرتے ہیں مگر ان سے توقع نہیں رکھتے۔

فائدہ : انسان کو چاہئے کہ اپنی نماز سے اللہ تعالیٰ کے ثواب کی توقع رکھے جیسے کہ گناہ سے اس کے عذاب کا خوف کرتا ہے۔

(6) حیا یہ ان پانچوں مذکورہ سے علیحدہ ہے کیونکہ اس کا منشا اپنی خطا پر واقف ہونا اور اپنے قصور کا وہم دل پر گزرنا ہے تو تعظیم اور خوف اور رجا ایسے ہو سکتے ہیں جن میں حیا نہ ہو اگر تقصیر کا وہم اور گناہ کے ارتکاب کا خیال نہ ہو تو ظاہر ہے کہ حیا نہ ہوگی نتیجہ نکلا کہ ان چھٹوں باتوں سے نماز کی روح مکمل ہوتی ہے۔

مذکور بالا امور کے اسباب

(1) حضور دل کا سبب ہمت ہے اس لئے کہ انسان کا دل اس کی ہمت کا تابع ہوتا ہے اور ہمت ہم سے مشتق ہے جس کا معنی فکر ہے تو جو بات انسان کو فکر میں ڈالتی ہے اس میں دل حاضر ہوتا ہے اور یہ بات انسان کی سرشت میں ہے کہ فکر والے کام میں دل خواہ مخواہ حاضر رہتا ہے اور نماز میں اگر دل حاضر نہ ہو تو بے کار نہ رہے گا بلکہ دنیا کے امور میں سے جس بات میں انسان کی ہمت یعنی فکر مصروف ہوگی اسی میں دل موجود ہوگا پس نماز میں دل کے

حاضر کرنے کا کوئی حیلہ اور علاج نہیں بجز اس کے کہ ہمت کو نماز کی طرح پھیرا جائے اور ہمت نماز کی طرف نہ پھرے گی جب تک یہ ظاہر نہ ہو جائے کہ اصلی غرض اسی سے متعلق ہے یعنی اس بات کا یقین اور تصدیق کرنا کہ آخرت بہتر اور پائیدار اور غرض اصلی ہے اور نماز اس غرض کے حصول کا ذریعہ ہ پس جب اسے دنیا اور اسکے مہمات کے حقیر جاننے کے ساتھ ملاؤ تو ان دونوں کے مجموعہ سے نماز میں حضور قلب حاصل ہو گا جب تم کسی حاکم کے پاس جاتے ہو جو تمہارا نہ نفع کر سکے نہ ضرر تو اس وقت اس جیسا خیال سوچنے پر دل حاضر ہو جاتا ہے تو اگر شہنشاہ حقیقی کی مناجات کے وقت جس کے قبضہ قدرت میں ملک اور ملکوت اور نفع اور نقصان ہے تمہارا دل حاضر نہ ہوتا ہو تو اس کا سبب بجز اپنے ایمان کے ضعف کے اور کچھ گمان نہ کرنا اور اس صورت میں تمہیں اپنے ایمان کی تقویت میں کوشش کرنی چاہئے اور اس کا طریقہ کامل طور پر دوسری جگہ بیان کیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

(2) فہم اس کا سبب بعد حضور دل کے فکر دائم رکھنا اور ذہن کو معنی کے ادراک کی طرف پھیرنا۔ اس کی تدبیر وہی ہے جو دل کے حاضر ہونے کے ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی ہو کہ فکر پہ متوجہ ہونا اور جو وسوسے کہ دل کو مشغول کر دیں ان کے دور کرنے کے لئے مستعد رہنا چاہئے اور اس قسم کے وساوس کے دفعیہ کا علاج یہ ہے کہ ان کا تمام مواد قطع کر دے یعنی جن چیزوں کی طرف وساوس دوڑتے ہوں ان میں سے کوئی اپنے پاس نہ رکھے اور جب تک یہ مواد دور نہ ہوں گے اس وقت تک وسوسے نہ جائیں گے کیونکہ جو شخص کسی شے کو چاہتا ہے اس کا ذکر بہت کرتا ہے اسی لئے محبوب شے کا ذکر یقیناً دل پر ہجوم کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص غیراللہ سے محبت رکھتا ہے اس کی کوئی نماز وساوس سے خالی نہیں ہوتی اور تعظیم دوچیزوں کے جاننے کے سب سے دل میں پیدا ہوتی ہے۔

(1) اللہ تعالیٰ کے جلال و عظمت کا پہچاننا جو اصل ایمان ہے کیونکہ جو شخص اس کی عظمت کا معتقد نہ ہو گا اس کا نفس اس کی عظمت کے سامنے نہ جھکے گا۔

(2) نفس کی حقارت و خست کا پہچاننا اور اسے اپنا مسخر غلام اور مملوک سمجھنا ان دو باتوں کے جاننے سے عاجزی و انکسار اور اللہ تعالیٰ کے لئے خشوع کرنا پیدا ہوتا ہے جسے تعظیم کہتے ہیں اور جب تک کہ نفس کی حقارت کی معرفت اللہ تعالیٰ کے جلال کی معرفت سے حاصل نہیں ہوتی تب تک تعظیم اور خشوع کی حالت منتظم نہیں ہوتی کیونکہ جو شخص غیر سے مستغنی اور اپنے نفس پر مامون ہو سکتا ہے کہ وہ دوسروں کی صفت جان لے مگر خشوع اس کو نہ ہوا اس لئے کہ دوسری بات یعنی نفس کی حقارت اور اس کا محتاج ہونا اس کے علم کا ضمیمہ نہیں ہوا اور ہیبت اور خوف نفس کی حالت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور سطوت اور اس کی خواہش کے نافذ ہونے اور کم پروا کرنے کے علم سے پیدا ہوتی ہے یعنی یوں سمجھنے سے کہ اگر اللہ تعالیٰ اگلوں، پچھلوں، تمام کو ہلاک کر دے تو اس کے ملک میں ذرہ بھر کمی نہ ہوگی اور اسکے ساتھ ہی وہ باتیں دیکھے جو انبیاء و اولیاء پر مصیبتیں اور طرح طرح کی بلائیں آئیں باوجودیکہ ان کے دور کرنے پر قادر تھے اور سلاطین کا حال اس کے خلاف ہے۔) غرضیکہ جتنا اللہ تعالیٰ کا علم انسان کو زائد ہو گا اتنا ہی خوف اور ہیبت زیادہ ہوگی۔ (جلد چہارم منجیات میں عنقریب باب خوف میں اسکے اسباب مذکور ہوں گے۔ ان شاء

اللہ)

رجا کا سبب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم اور انعام عمیم اور صفت کے لطائف کو پہچانتے اور نماز کے باعث جو اس نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے اس وعدہ کو سچا جانے' جب وعدہ پر یقین اور اس کے لطف کی معرفت حاصل ہوگی تو ان دونوں کے مجموعہ سے رجا پیدا ہوتی ہے کہ عبادت میں اپنے آپ کو قصوروار سمجھے اور یقین جانے کہ اللہ تعالیٰ کا جتنا حق ہے اس کی بجا آوری سے میں عاجز ہوں اور اسے اپنے نفس کے عیب اور اس کی آفتوں کے پہچاننے اور اس کی قلت اخلاص اور جنت باطن اور تمام افعال میں فائدے پر راغب ہونے کے خیال کرنے سے تقویت کرے اور اس کے ساتھ ہی یہ جانے کہ اللہ تعالیٰ کا جلال کون سی عظمت کا متقضی اور یہ کہ وہ باطن اور دل کی واردات پر خواہ کتنے ہی باریک اور مخفی ہوں مطلع ہے خلاصہ یہ کہ جب یہ معرفتیں حاصل ہوں گی یقیناً ایک حالت پیدا ہوگی جس کو حیا کہتے ہیں ان چھٹوں صفات کے اسباب یہی تھے جو مذکور ہوئے جس صفت کی طلب منظور ہو اس کی تدبیر یہی ہے کہ اس کے سبب کو پیدا کرنا چاہئے کیونکہ سبب کے معلوم کرنے سے علاج خود معلوم ہو جاتا ہے اور ان تمام اسباب کا رابطہ ایمان و یقین ہے یعنی یہی معرفتیں جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے یقین ہو جائے کہ ان میں کسی طرح کا بھی شک نہ رہے اور دل پر غالب ہو جائیں اور یقین کا معنی شک نہ رہے اور دل پر مسلط ہونے کے بارے میں باب العلم میں ہم لکھ چکے ہیں یہ جس قدر غالب ہوتا ہے اسی قدر دل خشوع کرتا ہے اور اسی وجہ سے جو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم سے باتیں کرتے تھے مگر جب نماز کا وقت آجاتا تو گویا وہ ہمیں نہیں جانتے اور نہ ہم آپ کو جانتے ہیں۔

فائدہ: مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے موسیٰ جب تو میرا ذکر کرے تو یوں ہوکہ اپنے اعضاء کی خبر نہ ہو اور میرے ذکر کے وقت خشوع اور اطمینان سے ہو اور جب میرا ذکر کرو تب اپنی زبان اپنے دل کے ساتھ لگا دے اور جب میرے سامنے کھڑا ہو تو عاجز بندے کی طرح ہو اور مجھ سے مناجات زبان صادق اور دل خائف کے ساتھ کرو مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی بھیجی کہ اپنی امت کے گناہ گاروں سے کہہ دیں کہ وہ میرا ذکر نہ کریں کہ میں نے اپنے نفس پر قسم دے رکھی ہے کہ جو کوئی میرا ذکر کرے گا تو میں اس کا ذکر کروں گا۔ پس اگر وہ ہمارا ذکر کریں گے تو میں ان کا ذکر لعنت کے ساتھ کروں گا یہ حال گناہگار کا ہے جو غافل نہ ہو اور اگر غفلت اور معصیت دونوں جمع ہو جائیں تو پھر کیا حال ہوگا اور جن امور کو ہم نے لکھا ہے ان کے مختلف ہونے کی وجہ سے انسان کی کئی قسمیں ہوگئیں بعض تو ایسے غافل ہیں کہ نماز پڑھتے ہیں مگر حضور قلب لحہ بھر بھی نہیں ہوتا بعض ایسے ہوتے ہیں کہ نماز پوری پڑھتے ہیں اور ایک لحہ بھی ان کا دل غائب نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات ایسے مختظر ہوکر نماز پڑھتے ہیں کہ ان کے سامنے کوئی حال گزر جائے۔ انہیں کوئی خبر نہیں ہوتی۔

حکایت: مسلم بن یسار کو مسجد کے ستون گرنے اور اس کے لئے لوگوں کے جمع ہونے کی کوئی خبر نہیں ہوئی۔

فائدہ : بعض اکابر دین اسلاف صالحین مدت تک جماعت میں حاضر ہوئے مگر کبھی نہ پہچانا کہ داہنی طرف کون ہے اور بائیں طرف کون۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کے جوش کی آواز دو میل کے فاصلہ پر سنائی دیتی تھی۔ کچھ لوگ ایسے تھے کہ نماز کے وقت ان کے چہرے زرد ہو جاتے اور شانے تھراتے تھے۔

فائدہ : ایسے امور کا ہونا کچھ بعید بھی نہیں بلکہ ان سے کئی گنا زیادہ دنیاداروں کے انکار اور بادشاہان وقت کے خوف سے مشاہدات ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ عاجز اور ضعیف ہیں اور جو کچھ ان سے ملتا ہے وہ بھی حقیر و خفیف یہاں تک کہ کوئی کسی بادشاہ یا وزیر کے پاس جاکر کسی مقدمہ میں بات کرکے چلا آتا ہے اس سے اسے اتنی مہلت کہاں تھی کہ اس کے لباس یا اردگرد کے لوگوں کو دیکھے اور چونکہ ہر شخص کو اپنے اعمال میں مختلف مراتب ملیں گے تو نماز کا ہر ایک مرتبہ اسی قدر ہوگا جتنا خوف اور خشوع اور تعظیم نمازی نے کی ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کی جگہ دل ہے ظاہر کے حرکات نہیں اسی لئے بعض صحابہ نے فرمایا ہے کہ انسان قیامت میں اس صورت پر اٹھیں گے جو ان کی شکل نماز میں ہوگی۔

فائدہ : انہوں نے جو فرمایا صحیح فرمایا کیونکہ انسان کا حشر اس عمل پر ہوگا جس پر وہ مرے گا اور اس حال پر اٹھے گا جس پر وہ زندہ۔

سوال : انسان کے دل کے حال کی رعایت کیوں کی جائے گی جسم ظاہری کے حال کا لحاظ کیوں نہ ہوگا۔

جواب : قلوب کے صفات ہی سے دار آخرت میں صورتیں ڈھالی جائیں گی اور نجات اسی کو ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے ہاں دل سالم لیکر جائے گا۔ اللہ اپنے لطف و کرم سے توفیق بخش۔ (آمین بجاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

حضور کی قلت کیلئے مفید تدابیر : مومن کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرنے والا اور اس سے ڈرنے والا اوراسکی رحمت کی امید رکھنے والا اور اپنی تقصیر سے نادم ہو' یعنی ایمان کے بعد جسم کے احوال سے دل کا حال جداگانہ ہو اگرچہ اعضا کی قوت اس کے یقین کی قوت کے بعد ہوگی پس نماز میں ان حالات کا نہ ہونا اسی وجہ سے ہوگا فکر پراگندہ ہو اور دھیان دوسری طرف ہو اور دل مناجات میں حاضر نہ ہو اور نماز سے غفلت انہیں وساوس کی وجہ سے ہوتی ہے جو دل پر وارد ہوکر اسے مشغول کر دیتے ہیں اس صورت میں حضور قلب کی تدبیر یہی ہے کہ ان وساوس کو دور کیا جائے اور جب وسوسہ دور ہوتا ہے تب اس کا سبب دور ہوگا۔

فائدہ : خواطر کے سبب معلوم کرنے چاہئیں۔ ان کے ورود کا سبب یا تو امر خارجی ہوتا ہے یا کوئی امر ذاتی مخفی ہوتا ہے امر خارجی وہ چیزیں ہیں جو کان اور آنکھ پر پڑتی ہیں یہ بھی بعض اوقات فکر کو اچاٹ کر دیتی ہیں یہاں تک کہ حکمران اشیاء کے درپے ہوکر ان میں تعرف کرتا ہے اور ان سے دیگر اشیاء کی طرف کھچ جاتا ہے اسی طرح اور سلسلہ بندھ جاتا ہے کہ اول بینائی فکر کا سبب ہوئی پھر یہ فکر دوسری فکر کا سبب ہوئی علیٰ ہذا القیاس جس شخص کا مرتبہ اور

ہمت عالی ہو اس کے حواس کے سامنے کچھ گزرنا اس کو غافل کرتا مگر ضعیف انسان کا فکر ضرور پراگندہ ہو جاتا ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ ان اسباب کو قطع کرے اس طرح کہ آنکھیں بند کرے یا اندھیرے مکان میں نماز پڑھے یا سامنے کوئی ایسی چیز نہ رکھے جس میں حواس مشغول ہوں اور نماز کے وقت دیوار کے قریب رہے تاکہ دیکھنے کی مسافت پھیلنے نہ پائے اور راستوں پر اور نقش و نگار کی جگہ میں اور رنگین فرشوں پر نماز پڑھنے سے احتراز کرے یہی وجہ ہے کہ عابد لوگ چھوٹے سے حجرہ میں نماز پڑھتے تھے کہ صرف سجدہ کی گنجائش ہو سکے تاکہ فکر مجتمع رہے اور کوئی ایک لوگ مسجدوں میں حاضر ہو کر اپنی آنکھیں نیچی کر لیتے تھے اور نظر کو سجدہ کے مقام سے آگے نہ بڑھنے دیتے تھے اور نماز کا کمال اس میں سمجھتے تھے کہ یہ نہ جانیں کہ داہنے پر کون ہے اور بائیں پر کون۔

فائدہ : حضرت ابن عمر سجدہ میں اپنے آگے نہ تلوار رکھنے دیتے تھے نہ کلام مجید اگر کوئی شے آگے پاتے تو اسے ہٹا دیتے یاد رہے کہ وساوس کے اسباب باطنی سخت تر ہیں اس لئے کہ جس شخص کے افکار دنیا کے معاملات میں پھیل جاتے ہیں اس کا فکر ایک فن میں منحصر نہیں رہتا بلکہ ایک جانب سے دوری آتا جاتا رہتا ہے اور آنکھوں کا نیچا کرنا اس کو کافی نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ جو بات دل پر پہلے سے پڑ گئی ہے وہی مشغول رکھنے کو کافی ہے تو باطنی وسوسہ دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ نفس کو زبردستی اس بات پر لائے کہ جو کچھ نماز میں پڑھے اس کے سمجھنے میں لگا رہے کسی دوسری چیز میں مشغول نہ ہو اور اس پر حضور قلبی کی اعانت ہوگی۔ اگر اس کی تیاری نیت باندھنے سے پہلے کر لے اس طرح کہ ازسرنو نفس کو آخرت کی یاد دلائے اور مناجات کا موقف اور اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونے کا خطرہ اور موت کے بعد کے احوال اس کے سامنے پیش کرے اور دل کو نیت سے پہلے تمام فکر کی چیزوں سے خالی کر لے اور کوئی ایسا شغل ایسا نہ چھوڑے جس طرف دل متوجہ ہو۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عثمان بن ابی شیبہ کو فرمایا۔ انی نسیت اقول لک ان تخمر القدر الذی فی البیت فانہ لا ینبغی ان یکون فی البیت شئی یشغل الناس عن صلوتھم۔ ترجمہ۔ تجھ سے کہنا بھول گیا کہ گھر میں جو ہانڈی ہے اسے ڈھانپ اس لئے کہ گھر میں کوئی ایسی شے نہیں ہونی چاہئے جو نماز سے روکے۔ فکرات کے سکون کا یہی طریقہ ہے اور اگر اس تدبیر سے فکرات کا جوش ساکن نہ ہو تو نجات کی سبیل بجز سہل کے اور کوئی نہیں جو کہ مرض کے مادہ کو رگوں کی جڑ میں سے نکال پھینکے اور وہ سہل ہو کہ جو امور شغل میں ڈالنے اور حضور قلب سے پھرنے والے ہیں انہیں دیکھے اور اس میں شک نہیں کہ وہ اس کے فکرات ہی ہوں گے اور وہ بھی صرف شہوات کی وجہ سے یہ فکرات پیدا ہوگئے ہوں گے تو اپنے نفس کو سزا دے کہ ان شہوات سے اجتناب کرے اور ان تعلقات کو قطع کر دے اس لئے کہ جو چیز انسان کو نماز سے روکے وہ اسکے دین کی ضد اور اس کے دشمن ابلیس کا لشکر ہے تو اس کا روک رکھنا بہ نسبت دور کرنے کے زیادہ مضر ہے اس سے نجات جبھی ہے کہ اسے علیحدہ کرے۔

حدیث : جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ابو جہم ایک سیاہ چادر لائے جس کے دو پلو تھے۔ آپ نے

اسے پہن کر نماز پڑھی تو بعد نماز اسے اتار ڈالا اور فرمایا کہ اسے ابو جہم کے پاس لے جاؤ کہ اس نے مجھے نماز سے غافل کر دیا اور سادہ چادر لے دو۔

حدیث : حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے جوتے مبارک میں نیا تسمہ لگانے کا حکم فرمایا اور نماز میں اس کی طرف دیکھا۔ اس وجہ سے کہ نیا تھا تو حکم دیا کہ اس کو نکال کر وہی پرانا تسمہ پھر ڈال دو۔

حدیث : ایک دن حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک جوڑا پہنا اور وہ آپ کو اچھا محسوس ہوا تو آپ نے سجدہ کرکے فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار کے سامنے تواضع اور عاجزی کی تاکہ مجھ پر غضب نہ کرے پھر اس کو باہر لے گئے اور جو سائل پہلے ملا اس کے حوالہ کر دیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ ایک پرانا جوڑا نرم چمڑے کا میرے لئے خریدو۔ انہیں آپ نے اپنے پاؤں سے شرف بخشا۔

حکایت : ایک دفعہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (حرمت سے قبل) انگوٹھی ہاتھ میں پہنے منبر پر رونق افروز تھے۔ آپ نے اسے نکال کر پھینک دیا اور فرمایا کہ اس نے مجھے مشغول کر دیا۔ کبھی اس کو دیکھتا ہوں کبھی تمہیں۔

حکایت : حضرت ابو طلحہ نے اپنے باغ میں نماز پڑھی اس کے درختوں میں ایک جانور سیاہ سرخی مائل رنگ کا اوپر جانے کو اڑا۔ ان کو وہ پرندہ اچھا معلوم ہوا اور گھڑی بھر تک اس کو دیکھا اور یہ یاد نہ رہا کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں پھر حضور پاک سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ذکر کیا کہ آج یہ فتنہ مجھ پر گزرا اور عرض کیا کہ اب وہ باغ صدقہ ہے جہاں چاہیں اسے صرف فرمایئے۔

حکایت : کسی اور شخص کا ذکر کر رہے ہے کہ اس نے اپنے باغ میں نماز پڑھی اور اس کے کھجور کے درخت پھلوں سے جھکے پڑے تھے انہیں دیکھا تو اچھے معلوم ہوئے اور یہ بھول گئے کہ کتنی نماز پڑھی ہے یہ ماجرا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا اور کہا وہ باغ صدقہ ہے اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کیجئے' حضرت عثمان غنی نے اسے پچاس ہزار کو بیچا۔

فائدہ : اکابر دین سلف صالحین فکر کی جڑ کاٹنے اور نماز کے نقصان کے کفارہ کے لئے یہ تدابیر کرتے تھے فی الواقع علت کے مادے کو جڑ سے اکھاڑنے کی۔ تدبیر یہی ہے اس کے سوا دوسری اور بات مفید نہ ہوگی کیونکہ جو بات ہم نے لکھی ہے کہ نفس کو نرمی سے ساکن کرنا چاہئے اور ذکر کے سمجھنے پر کی حدت تک اسے لانا چاہئے تو وہ ضعیف شہوات اور ان فکرات میں کار آمد ہے جو دل کے اطراف کو گھیرے ہوں مگر شہوت قویہ جو خوب زوروں پر ہو اس میں ساکن کرنا مفید نہیں بلکہ وہ تمہیں کھینچے گی اور تم اسے کھینچتے رہو گے پھر وہی غالب رہے گی اور تمام نماز اسی کشاکش میں گزرے گی۔ اس کی مثال اس شخص جیسی ہے کہ وہ درخت کے نیچے بیٹھ کر یہ چاہے کہ میرا فکر صاف ہو اور اس پر بھی چڑیاں بول کر اس کی فکر کو منتشر کرتی ہوں۔ وہ ایک لکڑی ہاتھ میں لے کر انہیں اڑا دے اور ھر

اپنی فکر میں مشغول ہو اور چڑیاں شوروغل کرنے لگیں پھر یہ لکڑی سے بھگانے لگے اور کوئی اس سے کہے یہ چال جو تم چلے ہو کبھی پوری نہ ہوگی اگر تم اس سے نجات چاہتے ہو تو درخت کو اکھاڑ ڈالو۔

فائدہ : یہی حال شہوات کے درخت کا ہے کہ جب اس کی شاخیں پھیل جاتی ہیں تو اس پر افکار اسی طرح دوڑتے ہیں جیسے چڑیاں درخت پر دوڑتی ہیں یا مکھی غلاظت پر ان کے دفع کرنے میں کام بڑھتا ہے کیونکہ مکھی کو جب ہٹاؤ پھر آتی ہے یہی حال وساوس کا ہے اور یہ شہوتیں بہت سی ہیں اور اکثر انسان سے بہت کم شہوت خالی ہوتا ہے اور ان سب کی جڑ ایک چیز ہے یعنی دنیا کی محبت یہ ہر ایک برائی کی جڑ اور ہر نقصان کی بنیاد اور ہر فساد کا سرچشمہ ہے اور جس کا باطن دنیا کی محبت پر مشتمل ہو اور اس کی کسی چیز کی طرف رغبت کرے نہ اس غرض سے کہ اس کو توشہ آخرت بنائے یا آخرت پر اس سے مدد چاہے تو اس کو طرح نہ کرنا چاہئے کہ نماز میں کبھی لذت مناجات صاف حاصل ہو لیکن تاہم مجاہدہ نہیں چھوڑنا چاہئے جس طرح ہو سکے دل کو نماز کی طرف پھیرے اور اسباب فکر میں ڈالنے والوں کی کمی کرے۔

فائدہ : یہ دوا تلخ ہے اور اس کی تلخی کی وجہ سے طبیعتیں اس کو بدمزہ جانتی ہیں اور مرض بڑھتا گیا یہاں تک کہ وہ مرض لاعلاج ہو گیا۔

حکایت : بعض اکابر نے ارادہ کیا کہ دو رکعتیں ایسی پڑھیں جن میں دنیا کے امور کو اپنے دل میں نہ لائیں تو یہ ان سے نہ ہو سکا جب اکابر کو اس طرح کا دوگانہ میسر نہ ہوا تو ہم جیسوں کو اس کی طرح نہیں ہونی چاہئے کاش ہمیں نماز میں سے آدھی یا تہائی وساوس سے خالی مل جاوے تو انہیں بزرگوں سے ہو جائیں جنہوں نے نیک اعمال میں اعمال بد کو جلا دیا۔ خلاصہ یہ کہ دنیا کی فکر اور آخرت کی ہمت دل میں ایسی ہے جیسے تیل بھرے پیالے میں پانی ڈالو کہ جس قدر پانی پیالے میں جائے گا اتنا قدر یقیناً تیل نکل جائے گا یعنی کہ دونوں جمع ہو جائیں۔

ایسے امور قلبیہ جو نماز کے ہر رکن اور شرائط کیلئے لازم ہیں۔ : اے سالک راہ ھدیٰ اگر تمہیں نیک آخرۃ مطلوب ہے تم پر پہلے لازم یہ ہے کہ جو تنبیہات کہ نماز کی شرائط و ارکان ہم لکھتے ہیں ان سے غافل نہ ہو نماز کی شرطیں اور جو امور اس سے پہلے بیان ہوئے ہیں وہ یہ ہیں اذان طہارت ستر عورت قبلہ کی طرف متوجہ ہونا' قیام نیت' جب موذن کی اذان سنو تو دل میں قیامت کے پکار کی دہشت حاضر کرو۔ اور اذان کو سنتے ہی اپنے ظاہر اور باطن سے اس کی اجابت کے لئے تیار ہو جاؤ اور جلدی کرو کیونکہ جو لوگ موذن کی اذان کے لئے جلدی کریں گے وہ قیامت کے دن لطف کے ساتھ پکارے جائیں گے اور اذاں پر اپنے دل کا جائزہ لو۔ اگر اس کو خوشی اور فرحت سے بھرپور پاؤ اور جلد چلنے کی رغبت سے ہو تو جان لو کہ روز جزا میں تمہیں بشارت اور فلاح کی آواز آئے گی۔ اسی لئے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ ارضا یا بلال (اے بلال نماز اور اذان سے راحت پہنچاؤ۔) اس لئے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں تھی۔

طہارت : جب تم نماز کی جگہ پاک کرلو۔ جو تمہارے سے بعید ہے پھر کپڑوں کو پاک کرلو جو تمہارے قریب ہے پھر ظاہری جسم پاک کرو جو بہت نزدیک کا پوست ہے پھر اپنے مغز اور ذات یعنی دل کی طہارت سے غافل نہ ہونا اس کی طہارت کے لئے توبہ اور خطاؤں پر ندامت میں کوشش کرو اور آئندہ ان قصور کے ترک معمم ارادہ کرلو دل کی طہارت ان امور سے ضروری ہے کہ یہ معبود کے دیکھنے کی جگہ ہے اور ستر عورت سے یہ سمجھو کہ ظاہر میں اس کا مطلب یہ کہ بدن کے وہ مقامات لوگوں کی نظر سے چھپائے جائیں کہ ظاہر بدن پر لوگوں کی نگاہ پڑتی ہے تو پھر کیا بات ہے کہ باطن کی خرابیاں جن پر بجز پروردگار کے اور کوئی مطلع نہیں ہوتا چھپائی جائیں۔ ان تمام عیوب کو اپنے دل میں حاضر کرو اور نفس سے ان کے چھپانے کی درخواست کرو اور یہ بات دل میں ٹھان لو کہ اللہ تعالیٰ کی نظر سے کوئی شے نہیں چھپ سکتی۔

فائدہ : بندے کا خادم ہونا اور اللہ تعالیٰ سے حیا اور خوف کرنا گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے تو ان برائیوں کے دل میں حاضر کرنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ تمہارے دل میں خوف کے امور جہاں جہاں چھپے ہوں گے ابھر کھڑے ہوں گے اس وقت تمہارا نفس مرعوب ہوگا اور دل پر خجالت چھپائے گی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ویسے کھڑے ہوں گے جیسے غلام گنہگار بدکردار بھاگا ہوا اپنے کردار سے پشیمان ہو کر اپنے آقا کے سامنے سر جھکائے شرمندہ اور خوف زدہ ہو کر کھڑا ہوتا ہے۔

قبلہ رو ہونے کا یہ معنی ہے کہ اپنے ظاہر چہرے کو ہر طرف سے پھیر کر اللہ تعالیٰ کے خانہ کعبہ کی طرف کرلو پھر کیا تم سمجھتے ہو کہ دل کا پھیرنا۔ تمام معاملات سے اللہ تعالیٰ کے سر کی طرف مطلوب نہیں۔ یہ ہرگز سمجھنا بلکہ یوں سمجھو کہ اس کے سوا اور کوئی مقصود نہیں یہ ظاہر کے اعمال سب باطن کی تحریک کے لئے اور اعضاء کو ضبط رکھنے اور انہیں ایک طرف میں ساکن کرنے کے لئے ہیں کیونکہ یہ اعضاء دل پر بغاوت کریں گے اور اپنے حرکات میں اور اپنے اپنے جہات کی طرف التفات میں ظلم کریں گے تو دل کو بھی اپنے پیچھے لگا کر اللہ کی طرف سے اس کو پھیریں گے اس صورت میں یہ چاہئے کہ تمہارے بدن کی توجہ کے ساتھ ہی دل کی توجہ بھی ہو یعنی جس طرح کہ چہرہ خانہ کعبہ کی طرف بجز اس بات کے نہیں ہو سکتا کہ اس کو اور تمام طرفوں سے پھیر لیا جائے اس طرح دل بھی اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں پھرتا جب تک اس کو ماسوا سے خالی نہ کرلیا جائے۔

حدیث : حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ نماز کو کھڑا ہو اور اس کی خواہش اور منہ اور دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف ہوں تو نماز سے ایسا فارغ ہوگا جیسے جس روزہ کہ اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ نماز کا قیام ایسے غرض ہے کہ اپنے بدن اور دل سے اللہ تعالیٰ کے سامنے خدمت کے لئے کھڑا ہونا کہ اس صورت میں چاہئے کہ سر جو تمہارے اعضاء میں سب سے اونچا ہے پست اور جھکا ہوا اور منکسر ہو اور سر کی اونچائی دور کرنے سے یہ تنبیہہ ہے کہ دل پر عاجزی اور ذلت لازم رہے اور اس وقت کے قیام کو قیامت میں ہونے کو یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے

کھڑے ہو کر سوال کیا جائے گا اور اب یہ سمجھو کہ تم اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو اور وہ تم کو دیکھ رہا ہے اس لئے اگر وہ تم سے اس کی کنہ جلال کا دریافت کرنا نہ ہو سکے تو اس کے سامنے اسی طرح کھڑے ہو جیسے دنیا کے کسی بادشاہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہو بلکہ تمام نماز کے قیام میں یہ فرض کرلو کہ تمہیں کوئی تمہارے گھر بہت نیک آدمی خوب دیکھ رہا ہے یا جس کو تم اپنی نیک بختی جتلایا کرتے ہو۔ وہ تمہاری طرف نظر کرتا ہے کیونکہ اگر کوئی ایسا آدمی دیکھتا ہے تو اس وقت تمہارے ہاتھ پاؤں ساکن اور اعضاء ڈھیلے اور اجزا مسکینی کے ساتھ رہتے ہیں اس ڈر سے کہ کہیں وہ بندہ جو حقیقت میں عاجز ہے تم سے کہے کہ عاجزی کم کرتے ہو' پس جب ایک بندہ عاجز کے آگے تم اپنے نفس کا یہ حال معلوم کرو تو اس پر عتاب کرو اور کہو کہ تو دعویٰ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور محبت کا کرتا ہے تجھے اس کے سامنے جرات کرنے سے شرم نہیں آتی حالانکہ اس کے ایک ادنیٰ بندے کی توقیر کرتا ہے اور لوگوں سے خوف کرتا ہے اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ جس سے ڈرنا ضروری ہے اسی وجہ سے جب حضرت ابو ہریرہ نے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ سے حیا کس طرح ہوتی ہے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس طرح حیا کرو جیسے کسی نیک بخت سے حیا کرتے ہو۔ نیت میں یہ بات دل میں پکی کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم نماز کا کیا اسے ہم نے مانا۔ اور اس کے نواقض اور مفسدات سے باز رہنے پر اور ان تمام امور کو خاص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرنے پر عزم کرنا چاہئے اور اس کے ثواب کی توقع اور خوف عذاب اور قرب خدا کی طلب ملحوظ خاطر رہے اور اس کا احسان اپنی گردن کا طوق جانے کہ باوجود ہماری بے ادبی اور کثرت گناہوں کے ہمیں اپنی مناجات کی اجازت بخشی دل میں اس کی مناجات کی بڑی قدر جانے اور سمجھے کہ میں کس سے مناجات کر رہا ہوں اور کس طرح مناجات کرتا ہوں چاہئے تو یہی کہ تمہاری پیشانی پسینہ پسینہ اور شانے تھرتھرائیں اور خوف کے مارے رنگ زرد پڑ جائے اور اللہ اکبر کہنے میں جب زبان ان الفاظ سے گویا ہو تو چاہئے کہ تمہارا دل اس قول کو معمول معمولی تصور نہ کرے یعنی اگر دل میں کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے بڑی جانو گے تو اللہ تعالیٰ گواہی دے گا کہ تم جھوٹے ہو۔ اگر قول تمہارا سچا ہو جیسے سورۂ منافقون میں منافقوں کی زبانی کہنے کو ارشاد فرمایا کہ اللہ شاہد ہے کہ منافق جھوٹے ہیں یعنی دل سے اقرار رسالت نہیں کرتے صرف زبان سے کہتے ہیں کہ تم رسول پاک ہو۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے امر کی بہ نسبت تمہاری خواہش نفس پر غالب ہوگی اور تم بہ نسبت اللہ تعالیٰ کے اس کی اطاعت زیادہ کرتے ہوگے تو گویا تم نے اپنا معبود اسی کو ٹھہرا لیا اور اسی کو بڑا جانا تو ممکن ہے کہ تمہارا اللہ اکبر کہنا ایک کلمہ زبانی ہو اس لئے کہ دل میں تو اس کی موافقت ہی نہیں اور اس کا خوف نہایت بڑا ہے تو توبہ اور استغفار اور اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم اور عفو پر حسن ظن نہ ہو۔ شروع میں تم کہتے ہو۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (الانعام ۷۹) میں نے اپنا منہ کیا اس کی طرف جس نے آسمان و زمین بنائے۔ اس میں چہرے ظاہر کا چہرہ مراد نہیں اس لئے کہ ظاہری چہرے کو تو تم قبلہ کی طرف کہتے ہو اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ کوئی جہت اسے گھیر سکے تو بدن کی توجہ اس کی طرف نہیں ہو سکتی ہاں دل کا چہرہ مراد ہے جسے تم خالق ارض و سما کی طرف کر سکتے ہو۔ پھر غور کرو کہ چہرہ دل گھر اور بازار کی خیالات اور نفس کی

شہوات کی طرف مائل ہے یا خالق ارض و سما کی طرف متوجہ ہے خبردار ایسا نہ کرنا کہ مناجات کے شروع میں ہی جھوٹ اور بناوٹ کو دخل دو اور اللہ تعالیٰ کی طرف روئے دل اسی وقت پھرتا ہے کہ اسے اس کے غیر کی طرف سے پھیرلو۔ اب کوشش کرنی چاہئے کہ دل کی توجہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہو اور اگر یہ تمام امور نماز میں میسر نہ ہوں تو جس وقت یہ کلمہ زبان پر ہو اس وقت تو قول سچا ہو اور جب زبان سے کہو حنیفا مسلمان (ایک طرف مسلمان ہوکر) تو اپنے دل میں یہ سوچنا چاہئے کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان بچے رہیں۔ اگر تم ایسے نہیں ہو تو اس قول میں جھوٹے ہو تو اس کے لئے آئندہ زمانے میں کوشش کرو اور جو احوال پہلے گزرے ہوں ان پر ندامت کرو۔ اور جب کہو وما اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (ترک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں) تو اپنے دل میں شرک کی نفی پر غور کرو اس لئے کہ یہ آیت فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا (پ 16 الکہف 110) ترجمہ۔ تو جسے اپنے رب کے ملنے کی امید ہو اسے چاہئے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔ (کنزالایمان) اس کے متعلق تری جو اپنی عبادت سے رضائے الٰہی اور لوگوں کی تعریف چاہتا ہو ایسے شرک سے بہت احتراز کرو جس میں کہ تم نے زبان سے کہا کہ میں مشرک نہیں لیکن شرک سے برات نہیں کی تو اپنے دل میں شرمندہ ہونا چاہئے کہ شرک تھوڑی اور بہت سبھی کو کہتے ہیں اور جب کہو مَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ (الانعام ۱۶۲) (میرا جینا اور مرنا اللہ کے لئے ہے) تو یہ جانو کہ تیرا حال اس غلام جیسا ہے یا نہیں یعنی زندگی اپنے نفس کے حق میں مفقود اور آقا کے حق میں موجود سمجھے اور یہ کلمہ جب ایسے شخص سے صادر ہو کہ اس کی بنا اور غضب اور اٹھنا بیٹھنا اور زندگی کی رغبت اور موت کی دہشت دنیاوی امور کے لئے امور ہو تو ظاہر ہے کہ یہ کلمہ کہنا اس کے حال کے مناسب نہیں اور جب کہو کہ اعوذ باللہ من الشیطن الرحیم میں پناہ مانگتا ہوں اللہ سے شیطان مردود کی شرارت سے تو یہ جانو کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اور تاک لگائے ہوئے ہے کہ کسی طرح تمہارے دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھیر دے کیونکہ اسے تمہاری مناجات اور اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کرنے پر حسد ہے کہ اس کو ایک سجدہ کے ترک پر طوق لعنت گلے میں پڑا اور مردود ابدی ہوا اور یہ سمجھو کہ تم شیطان سے پناہ مانگتے ہو یہ تب صحیح ہے جو چیز شیطان کو محبوب ہے اسے ترک کر دو اور اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کی محبوب چیز اختیار کرو کہ صرف زبان سے پناہ مانگنا کافی نہیں مثلاً اگر کسی شخص پر درندہ یا دشمن مارنے کے ارادے سے آئے اور وہ اپنی جگہ سے نہ ہلے اور زبان سے کہے کہ میں تجھ سے اس مضبوط قلعہ کی پناہ مانگتا ہوں تو یہ کہنا اسے کیا کام آئے گا بلکہ پناہ جب ہی ہوگی کہ اپنی جگہ چھوڑ کر قلعہ میں چلا جائے اس زبانی قول کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے قلعہ میں پناہ لینے کا پکا ارادہ کرے اور اس کا قلعہ لاالہ الااللہ ہے۔ حدیث قدسی میں ہے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لاالہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جو شخص میرے قلعے میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے مامون رہا۔

فائدہ : اس قلعہ میں پناہ لینے والا وہ ہے جس کا معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہ ہو لیکن جس نے اپنا معبود اپنی خواہش نفس بنا رکھی ہو وہ شیطان کے قبضہ میں ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے قلعہ میں۔

فائدہ : یاد رہے کہ شیطان کا ایک فریب یہ بھی ہے کے انسان نماز کے اندر آخرت کی فکر میں اور خیرات کے کاموں کے سوچنے میں لگا دیتا ہے تاکہ جو کچھ نماز میں پڑھے اس کے سمجھنے سے باز رہے تو یاد رکھو کہ جو چیز تمہیں معنی قرات کے سمجھنے کی مانع ہو وہ وسوسہ ہے اس لئے کہ زبان کا ہلانا تو مقصود نہیں بلکہ مقصود معانی ہیں اور قرات کے بارے میں انسان تین طرح ہیں۔ وہ اس کی زبان متحرک ہے اور دل غافل ہے اس کی زبان ہلتی ہے اور دل زبان کی پیروی کرتا ہے اور اس کے الفاظ کو اس طرح سمجھتا اور سنتا ہے کہ گویا دوسرے سے سن رہا ہے یہ اصحاب یمین کا رتبہ ہے۔ (3) جس کا دل اسے معنی کی طرف جاتا ہے پھر زبان دل کی تابع ہو کر ان معانی کا ترجمہ کرتی ہے اور بڑا فرق ہے اس میں کہ زبان دل کی ترجمان یا معلم ہو مقرب لوگوں کی زبان دل کی ترجمان اور اس کی تابع ہوتی ہے اور دل اس کا تابع نہیں ہوتا۔ قرات کے ترجمہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب کہو بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ (ترجمۂ کنزُالایمان) اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا۔ اس سے یہ نیت کرو کہ اللہ تعالیٰ کے کلام پاک شروع کرنے کے لئے اس سے تبرک چاہتا ہوں اور یہ سمجھو کہ تمام امور اللہ سے ہیں اور اسم سے غرض یہاں اس کا مسمی ہے اور جب سب کام اللہ کے ہوئے تو الحمدللہ رب العالمین کہنا بھی درست ہوا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ شکر اللہ کا ہے جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا کیونکہ نعمتیں سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں جو شخص کہ کسی نعمت کو غیراللہ کی جانب سے جانتا ہے یا اپنے شکر سے غیراللہ کا قصد کرتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کے حکم کا مسخر نہیں سمجھتا تو اس کو بسم اللہ اور الحمدللہ کہتے ہیں اسی قدر وہ غیراللہ کی طرف توجہ رکھتا ہوگا جب کہو الرحمٰن الرحیم تو اپنے دل میں اس کے گوناگوں الطاف کو حاضر کر لو تاکہ اس کی رحمت کا حال واضح ہو اور اس سے تمہاری امید بڑھے پھر ملک یوم الدین کہنے سے اپنے دل میں اس کی تعظیم اور خوف کو لاؤ عظمت تو اس وجہ سے کہ ملک بجز اس کے اور کسی کا نہیں اور خوف اس وجہ سے کہ وہ مالک ہے روز جزا اور حساب کا پس اس دن کے ہول سے ڈرنا چاہئے پھر ایاک نعبد تیری ہی عبادت کرتے ہیں کہنے سے اخلاص اور طاقت اور قوت سے عاجزی اور برات کی تجدید کرو۔ ایاک نستعین تجھی سے مدد چاہتے ہیں خوف دل میں خوف لا کر یقین کرو کہ اس میں اس کی اطاعت کے بغیر طاعت میسر نہیں ہوئی اور اس کا بڑا احسان ہے کہ اپنی طاعت کی توفیق دی اور عبادت کی خدمت کا موقع بخشا اپنی مناجات کا اہل بنایا اگر بالفرض توفیق سے محروم رکھتا تو تم مجھے شیطان لعین کے ساتھ میں راندہ درگاہ ہوتے پھر جب اعوذ باللہ اور بسم اللہ اور الحمدللہ اور مطلق اعانت کی حاجت ظاہر کرنے سے فارغ ہو چکے تو اب اپنا سوال معین کرو اور اللہ سے وہی چیز مانگو جو تمہاری ضرورتوں میں سب سے زیادہ اہم ہو اور یہ کہو کہ اھدنا الصراط المستقیم (دکھا ہمیں راہ سیدھی جو ہمیں تیرے پاس پہنچائے اور تیری مرضیات تک لے جائے) اس کی تاکید زیادہ کرنے کو کہو۔ صراط الذین انعمت علیھم (ان لوگوں کا

راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا وہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء صالحین ہیں) غیرالمغضوب علیھم ولا الضالین۔ ان لوگوں کی راہ جن پر تیرا غضب ہوا' بھٹکے ہوؤں کا)

فائدہ : اس سے کافر یہود و نصاریٰ صابئین مراد ہیں پھر اس درخواست کے قبول ہونے کے طلب کرو اور کہو آمین (ایسا ہی کر) جب تم الحمد (سورہ فاتحہ) اس طرح پڑھو گے تو بعید نہیں کہ تم ان لوگوں سے ہو جاؤ جن کے متعلق میں اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں ہے جس کی خبر حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی) فرمایا کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے میں نصف و نصف کرلی ہے۔ آدھی میری ہے اور آدھی میرے بندے کی اور میرے بندے کو وہ ملے گا جو اس نے مانگا ہے بندہ کہتا ہے اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری حمد اور تعریف کی (الحدیث) اور سمع اللہ لمن حمدہ (سنا اللہ نے اس کا قول جس نے اس کی تعریف کی) پس اگر تم کو نماز میں کوئی اور بات نہ ہوتی بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے باوجود اپنی عظمت و جلال کے تم کو یاد کیا تو یہی کافی اور غنیمت تھا اور جس صورت میں کہ تم کو ثواب اور زیادتی کی توقع ہے تو اسی طرح جو صورت تم پڑھو اس کا معنیٰ سمجھو' چنانچہ باب تلاوت قرآن میں اس کا ذکر آئے (ان شاء اللہ) خلاصہ کہ قرات میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور امر و نور ہی اور وعدہ اور وعید اور نصیحت اور انبیاء کی خبروں اور ان پر احسانات کے ذکر سے غفلت نہیں کرنی چاہیے۔

فائدہ : یاد رہے ہر بات کا ایک حق ہے مثلاً وعدہ کا حق رجا ہے اور وعید کا حق خوف اور امر و نہی کا حق عزم یا لجزم اس کی تعمیل ہے اور نصیحت کا حق نصیحت حاصل کرنا ہے اور احسان کے اظہار کا حق شکر کرنا ہے اور انبیاء علیہ السلام خبر دینے کا حق عبرت پکڑنا ہے ان حقوق کو مقرب لوگ پہچانتے ہیں اور وہی حقوق ادا کرتے ہیں۔

حکایت : زراہ بن ابی اوفیٰ نماز میں جب اس قول خداوندی پر پہنچے فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوۡرِ (پ 29 مدثر 8) (ترجمۂ کنزالایمان) (پھر جب صور پھونکا جائے گا) تو بے ہوش ہو کر گرے اور فوت ہو گئے۔

حکایت : ابراہیم نخعی اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ (الانشقاق آیۃ ۱) (ترجمۂ کنزالایمان) (جب پھٹ جائے گا آسمان) سنتے تو اتنا بے قرار ہوتے کہ ان کے تمام اعضاء تھرا جائے۔

حکایت : عبداللہ بن واقعہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ نماز اس طریقہ سے پڑھتے تھے جیسے کوئی غم زدہ ہو۔

فائدہ : انسان کو لائق یہی ہے کہ اس کا دل اپنے آقا کے وعدہ اور وعید سے مکمل طور پر سر تسلیم خم ہو جائے کیونکہ وہ بندہ گناہگار اور ذلیل جبار و قہار کے سامنے ہے اور یہ باتیں امور درجات کی بلندی کا موجب ہوا کرتی ہیں اور فہم حاصل ہوتا ہے جس قدر اس کا علم اور دل کی صفائی زیادہ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے درجات کی کوئی انتہا نہیں اور دلوں کی کنجی سے الفاظ کے اسرار واضح ہوتے ہیں یہ ہے قرات کا حق اور ذکر اور تسبیحات کا بھی یہی حق ہے پھر

قرات میں سورت کا لحاظ کرو یعنی حروف کو اچھی طرح ادا کرنا اور تیز نہ پڑھنا کیونکہ آہستہ پڑھنے سے سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے اور رحمت اور عذاب کی آیات اور وعدہ اور وعید اور تحمید اور تمجید کی آیت کو جدا جدا لہجوں میں پڑھو۔

حکایت : ابراہیم نخعی جب اس جیسی آیت پڑھتے مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ (پ 18 المومنون 91) (ترجمۂ کنزُالایمان) اللہ نے کوئی بچہ اختیار نہ کیا اور نہ اسکے ساتھ کوئی دوسرا خدا۔ تو اپنی آواز پست کر دیتے جیسے کسی کو اس بات سے شرم آئے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ان اوصاف سے کرے اس کی جناب پاک کے لائق نہ ہوں۔

حدیث : مروی ہے کہ قرآن پڑھنے والے کو قیامت میں کہا جائے گا کہ پڑھ اور ترقی کر اور اچھی طرح پڑھ جیسے تو دنیا میں اچھی طرح پڑھتا تھا قیام میں قرات کے حکم میں اس طرف اشارہ ہے کہ دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضور کی صفت پر ایک ہی طرح قائم رہے۔

حدیث : حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری نماز کی طرف متوجہ رہتا ہے جب تک کہ نمازی دوسری طرف دھیان نہ کرے۔

فائدہ : جس طرح کہ سر اور آنکھ کی حفاظت اور دوسری طرف دیکھنے سے واجب ہے اسی طرح باطن کی حفاظت نماز کے سوا اور طرف دھیان کرنے سے واجب ہے پس جس صورت میں کہ دل دوسری طرف متوجہ ہو تو اس کو یاد دلائے کہ اللہ تعالیٰ تیرے حال پر مطلع ہے اور مناجات کرنے والے کو حالت مناجات میں اس ذات سے غفلت ہے جس سے مناجات کرتا ہے اس کے پاس دوبارہ جانے کو بہت بڑی شرم ہے۔ اور اپنے دل پر خشوع کو لازم کرلو کیونکہ ظاہر و باطن کو دوسری طرف دھیان کرنے سے خشوع رہے گا حالانکہ نجات خشوع کا نتیجہ ہے جب باطنی خشوع کرے گا تو ظاہر بھی عاجزی کرے گا

حدیث : حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز پڑھتے میں اپنی داڑھی سے کھیلتا دیکھ کر فرمایا کہ اس کا دل خشوع کرتا تو اس کے اعضا بھی خشوع کرتے اس لئے کہ رعیت کا حال حاکم کی طرح ہوتا ہے اسی لئے نبوی دعا میں وارد ہوا ہے۔ کہ الٰہی راعی اور رعیت دونوں کو درست کر۔

فائدہ : راعی دل ہے اور اعضا اس کی رعیت ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں میخ کی طرح ہوتے تھے اور ابن زبیر لکڑی کی طرح اور بعض اکابر رکوع میں ایسے ہوتے تھے کہ ان پر چڑیاں پتھر سمجھ کر بیٹھ جاتی تھیں اور یہ تمام امور دنیا میں بادشاہوں کے سامنے باقتضائے طبیعت ہو جاتی ہیں تو شہنشاہ حقیقی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے کیسے نہ ہوں گی اور جو شخص غیراللہ کے سامنے تو خشوع کرے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کے ہاتھ پاؤں متحرک رہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے جلال کی معرفت میں قاصر ہے وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ میرے دل اور وسوسوں پر آگاہ ہے حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت اَلَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَ تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ کی تفسیر میں فرمایا ہے

الشعرآء ۲۱۸، ۲۱۹

کہ قیام اور رکوع اور سجدہ اور جلسہ کے وقت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے اور رکوع اور سجدہ میں چاہیے کہ ان کے ادا کرنے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے عضو کی پناہ مانگتے ہوئے ہاتھ اٹھائے اور از سرنو اس کے سامنے ذلت اور تواضع رکوع سے ادا کرے اور اپنے دل کے نرم اور از سرنو خشوع کرنے میں کوشش کرے اپنی ذلت اور اپنے معبود کی عزت کا خیال کرے اور دل میں اس بات کے ہونے پر زبان سے مدد لے۔ یعنی زبان سے سبحان ربی العظیم پاک ہے میرا رب بہت بڑا) کہ اس کی عظمت اقرار سے ثابت ہو اور ان کلمات کو مکرر کہے تاکہ دل میں اس کی عظمت کی تاکید ہو پھر رکوع اٹھائے او یہ توقع کرے کہ وہ رحم کرتا ہے اور دل کی توقع کی تاکید ان لفظوں سے کرے۔ سمع اللہ لمن حمدہ ربنالک الحمد اور حمد کی کثرت کے لئے یہ الفاظ کہے۔ بلاالسموت وملاء الارض اے رب ہمارے تیرا شکر ہے مقدار آسمانوں اور زمین کی پری کے) پھر سجدہ کے لئے جھکے کہ سب سے انتہائی درجہ کی ذلت ہے یعنی اپنا چہرہ جو تمام اعضاء کی بہ نسبت عزیز تر ہے اسے تمام چیزوں میں سے ذلیل تر مٹی پر رکھے اور اگر ہو سکے کہ مٹی پر سجدہ کرے تو افضل ہے یعنی زمین اور چہرے میں کوئی چیز حائل نہ ہو تو یہی بہتر ہے کیونکہ اس صورت میں عاجزی بہت زیادہ حاصل ہوتی ہے اور ذلت خوب۔ اس سے زیادہ معلوم ہوتی ہے اور جب تم اپنے آپ کو ذلت کی جگہ میں رکھ چکے تو یقین کرلو کہ تم نے اپنے نفس کو جہاں کا تھا وہاں رکھ دیا اور فرع کو اصل تک پہنچا دیا اور تمہاری اصل پیدائش مٹی ہی سے ہوئی اور اسی طرف دوبارہ جاؤ گے اس وقت اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کی تجدید کرو اور کہو سبحان ربی الاعلی اور اسے مکرر کہہ کر دل میں اس کی عظمت کی تاکید کرو ایک دفعہ کے کہنے کا اثر کمزور ہوتا ہے۔ پس تمہارا دل نرم ہو اور یہ معلوم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی توقع کرو اس کی رحمت ضعف و ذلت کی طرف بہت زیادہ مائل ہوتی ہے۔ تکبر سے اسے نفرت ہے اب اپنے دل سے اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ اٹھاؤ اور اپنی ضرورت ان الفاظ سے مانگو رب اغفرلی وارحم وتجاوز عما تعلم ترجمہ۔ رب تو میری مغفرت فرما اور رحم فرما اور ان گناہوں تجاوز فرما۔ یا جو دعا تمہیں مطلوب ہو مانگو پھر تواضع کے طور دوبارہ سجدہ کرنے سے پختہ کرو۔ اسی طرح دوسرا سجدہ کرو اور جب تشہد کے لئے بیٹھو تو ادب سے بیٹھو اور تصریح کرو کہ جتنا چیزیں تقرب کی ہیں صلوٰۃ ہوں یا طیبات یعنی اخلاق ظاہرہ سب اللہ کے لئے ہیں۔ اور تمام چیزوں کی ملکیت اللہ تعالیٰ کی ہے۔

حاضر و ناظر کا ثبوت : وہو معنی التحیات واحضر فی قلبک النبی صلی اللہ علی وآلہ وسلم و شخصہ الکریم وقل سلام علیک یہاالنبی و رحمتہ اللہ و برکاتہ (احیاء العلوم ص 173 ج 2 مطبوع مصر) اور التحیات کا معنی یہ ہے کہ نبی کریم رحمت دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود کو دل میں حاضر کرو اور کہو۔ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور دل میں سچی آرزو کرو کہ یہ سلام ان کو حضور کو پہنچے گا اور تم کو اس کا جواب تمہارے سلام کی نسبت کامل تر عطا فرمائیں گے پھر تم اپنے اوپر اور اللہ تعالیٰ کے سب نیک بخت بندوں کو سلام کہو اور یہ توقع کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس سلام کے جواب میں نیک بندوں کی شمار ہر پورے سلام مرحمت فرمائے گا پھر اللہ تعالیٰ کی واحدنیت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دو اور اللہ تعالیٰ

کے عہد کی شہادت کے دونوں جملوں کی تجدید کرو پھر اپنی نماز کے آخر میں جو دعا حدیث میں آئی ہو تو پڑھو لیکن اضع اور خشو ہو اور مسکینی اور عاجزی اور قبول ہونے کی سچی توقع کے ساتھ پر اور اپنی دعائیں اپنے ماں باپ اور تمام ایمانداروں کو شریک کرو اور سلام کے وقت نیت کرو کہ فرشتوں اور حاضرین پر سلام کہتا ہوں اور سلام سے نماز کے پورا ہونے کی نیت کر لو اور اللہ تعالیٰ کے شکر کا دل میں خیال کرو کہ اس نے اطاعت پورا کرنے کی توفیق بخشی اور سمجھو کہ تم اس نماز کو رخصت کرتے ہو اور پھر تمہاری زندگی نہ ہو کہ پھر ایسی نماز پڑھو اور حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا تھا کہ نماز رخصت ہونے والے کی طرح پڑھ۔ پھر اپنے دل میں نماز میں قصور کرنے کا خوف اور شرم کرو اور اس بات سے ڈرو کہ کہیں نماز مقبول نہ ہو اور کسی گناہ ظاہر یا باطن کی وجہ بری ہو کر منہ پر نہ ماری جائے اور اس کیساتھ ہی یہ توقع رکھو کہ وہ اپنے فضل و کرم سے اس کو قبول فرمائے گا۔

حکایت : ابراہیم نخعی بعد نماز کے ایک گھنٹہ ٹھہرے رہتے گویا بیمار ہیں یہ صورت ان نماز گزاروں کی ہے جو خشوع کرتے اور نماز کی نگہداشت اور مداومت کرتے تھے اور جتنا ان کو بندگی میں مقدور و طاقت ہوتی اس کے موافق اللہ تعالیٰ کی مناجات میں مصروف ہوتے تھے۔

فائدہ : سالک کو چاہئے جو نماز پڑھے اس میں انہیں امور کا پابند رہے اور جس قدر ان میں سے حاصل ہو اس سے خوش ہونا چاہئے اس پر حسرت کرنی چاہئے اس کے علاج میں کوشش لازم ہے اور غافلوں کی نماز تو مقام خطرہ میں ہے ہاں اگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کرے تو ممکن ہے کیونکہ اس کی رحمت وسیع اور کرم عام ہے ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں اپنی رحمت میں ممکن ہے کیونکہ اس کی رحمت وسیع اور کرم عام ہے ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں اپنی رحمت میں ڈھانپ لے اور اپنی مغفرت سے ہماری پردہ پوشی کرلے کہ بجز اس کے کہ طاعت کی بجاآوری سے عاجزی کا اقرار کریں اور کوئی وسیلہ نہیں۔

فائدہ : نماز کو آفات سے پاک کرنا اور صرف اللہ کی ذات کے لئے ادا کرنا اور مع شروط باطنی مذکورہ بالا یعنی

اولیائے کرام کے علوم و اسرار کی وسعت : حضرت امام غزالی قدس کی نماز کے اسرار و رموز بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ واعلم ان تخلیص الصلوۃ عن الافات واخلاصہا یوجہ اللہ عزوجل واداالہا بالشروط

*۔ ترجمہ۔ مولوی محمد احسن نانوتوی کا ہے جو اس نے احیاء العلوم کے جلد اول مذاق العارفین میں لکھا۔ یہی ہم کہتے ہیں کہ السلام علیکم ایھا النبی میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر سمجھ کر سلام عرض کرے اور یہ نہ صرف ہمارا نظریہ ہے بلکہ خیرالقرون سے تاحال تمام اہل حق کا یہی عقیدہ ہے کہ التحیات میں السلام علیک ایھا النبی میں انشا ہو نہ کہ حکایت فقیر نے اس موضوع پر ایک ضخیم کتاب لکھی ہے۔ رفع الحجاب فی تشہد اہل الحق واہل القراب یہاں مختصراً چند حوالے ملاحظہ ہوں۔

الباطنه التی ذکرنا ہا من الخشوع والتعظیم والحیاء سبب لحصول انوار فی القلبیه تکون تلک الانور و مفاتیح علوم المکاشفته فاولیاء اللّٰه المکاشفون فی بملکوت السموت والارض و اسرار الربومته الخ(احیاء العلوم ص 186 ج 1) ترجمہ۔ نماز کو آفات سے بچانا اور اسے صرف اللہ تعالیٰ خشوع اور تعظیم اور احیاء کیساتھ پڑھنا قلوب میں انوار کے حاصل ہونے کا سبب ہے اور یہ انوار علوم مکاشفہ کے لئے کنجیاں ہوتی ہیں۔ اولیاء اللہ جو آسمان اور زمین کے ملکوت اور ربوبیت کے اسرار کو مکاشفہ سے معلوم کرتے ہیں تو وہ بھی نماز کے اندر بالخصوص سجدہ کی حالت میں معلوم کرتے ہیں کیونکہ سجدہ کی وجہ سے بندہ اپنے پروردگار سے قریب ہو جاتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا - اسجدو اقترب (سجدہ کر اور قرب حاصل کر) اور ہر نمازی کو نماز میں مکاشفہ اسی قدر ہوتا ہے جس قدر کہ وہ دنیا کی کدورتوں سے صاف ہوتا ہے اور یہ قوت و ضعف اور قلت و کثرت ظہور و خفا میں مختلف ہوا کرتی ہے یہاں تک کہ بعض کو بعینہ منکشف ہوتی ہے اور بعض کو اس کی صورت مثالی علوم ہوتی ہے جیسے دنیا مردار کی صورت میں معلوم ہوتی اور شیطان کو کتے کی طرح چھاتی دھرے دیکھا گیا کہ وہ اسے اپنی طرف بلا رہا ہے اور مکاشفہ کا اختلاف کشف میں بھی ہوتا ہے۔ مثلاً بعض کو اللہ تعالیٰ کے صفات اور جلال منکشف ہوتا ہے اور بعض کو اسکے افعال اور بعض کو علوم معاملہ کی باریکیاں اور ان امور کے معین کرنے کے لئے ہر وقت اتنے اسباب پوشیدہ ہوتے ہیں جن کی انتہا نہیں اور سب سے زیادہ سخت فکر قلبی کی مناسبت ہے وہ جب کسی اور معین میں مصروف رہتا ہے تو وہ امر کے انکشاف کے لئے اولیٰ ہوتی ہے اور چونکہ یہ امور جلا کئے ہوئے آئینوں میں بھی پرتو افگن ہوتی ہے اور آئینے تمام رنگ خوردہ ہیں اسی وجہ سے ان پر عکس ہدایت نہیں پڑتا نہ اس لئے کہ مغم حقیقی کی طرف کی ہے بلکہ اس وجہ سے کہ ہدایت کے مقام پر میل کی تہیں جم رہی ہیں اس لئے بعض زبانوں سے مکاشفہ کا انکار صادر ہوتا ہے کیونکہ یہ امر طبیعت کی عادت میں ہے کہ جو چیز موجود نہیں اس کا انکار کیا جائے اگر بالفرض پیٹ کے بچے کو عقل ہوتی تو وہ ہوا کے اندر انسان کے وجود کے امکان کا انکار کرتا اور اگر کمسن لڑکے کو تمیز ہوتی تو وہ ان امور کا انکار کرتا۔

بعض سمجھدار لوگوں کو آسمانوں اور زمین کے ملکوت اور اسرار معلوم ہوتے ہیں یہی حال انسان کا ہے کہ جس حال میں ہوتا ہے اس کے بعد کے احوال کا گویا منکر ہوتا ہے اور جو شخص ولایت کے حال کا منکر ہو اس پر یہ لازم آئے گا کہ نبوت کے حال کا منکر ہو حالانکہ مخلوق کی پیدائش بہت سے حالات میں ہوتی ہے پس انسان کو لائق نہیں کہ جو درجہ اپنے درجہ کے بعد ہو اس کا انکار کرے ہاں جن لوگوں نے اس فن کو مجاولہ اور پراگندہ مباحثہ سے تلاش کیا اور اسے غیراللہ سے دل کو صاف کرکے طلب نہ کیا تو وہ اس سے محروم رہے۔

فائدہ : جو اہل مکاشفہ سے نہ ہو تو وہ اس سے تو پیچھے نہ رہے کہ غیب پر ایمان اور تصدیق کرے جب تک کہ تجربہ سے خود مشاہدہ کرے کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب بندہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے اور اس کے درمیان سے پردہ اٹھا دیتا ہے اور اس کو اپنی ذات کے سامنے کرلیتا ہے اور فرشتے اس کے کاندھے سے لیکر

ہوا تک کھڑے ہوتے ہیں اس کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اس کی دعا کے ساتھ آمین کہتے ہیں اور نماز پر آسمان کے خلا سے لیکر اس کے سر کی مانگ تک نیکی برستی ہے۔ اور پکارنے والا پکارتا ہے کہ اگر یہ مناجات کرنے والا جانتا کہ کس ذات سے مناجات کرتا ہوں تو ادھر ادھر متوجہ نہ ہو تا کہ آسمان کے دروازے نمازیوں کے لئے کھل جاتے ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں پر نمازی کے صدق سے فخر کرتا ہے پس آسمانوں کے دروازوں کا کھلا ہونا اللہ تعالیٰ کا نمازی کے روبرو ہونا اسی کشف سے اشارہ ہے جسے ہم نے ذکر کیا ہے۔

فائدہ: توریت میں مذکور ہے کہ اے ابن آدم اس سے عاجز نہ ہو کہ میرے سامنے روتا ہو نماز پڑھنے کھڑا ہو کہ میں اللہ ہوں کہ تیرے دل سے نزدیک ہوا تو نے غیب سے میرا نور دیکھا۔ راوی کہتا ہے کہ ہمیں معلوم تھا کہ رقت و بکا اور فتوح جو نمازی اپنے دل میں پاتا ہے اسی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ دل سے قریب ہو جاتا ہے اور چونکہ یہ قرب مکان کی وجہ سے تھیں کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ مبرا و منزہ ہے تو ضروری ہے کہ اس سے ہدایت اور رحمت اور حجاب دور کرنے کے اعتبار سے قرب مراد ہوے۔

فائدہ: کہ بندہ جب نماز پڑھتا ہے تو اس سے فرشتوں کی دس صفیں تعجب کرتی ہیں جن میں ہر ایک صف دس ہزار ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس بندے سے ایک لاکھ فرشتوں پر فخر کرتا ہے وہ اس وجہ سے کہ آدمی کے لئے نماز میں قیام اور قعود رکوع سجدہ ایک ساتھ ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزیں کو چالیس ہزار فرشتوں پر بانٹ رکھا ہے کہ کھڑے ہونے والے قیامت تک رکوع نہ کریں گے اور سجدہ والے سر نہ اٹھائیں گے اور یہی حال ہے رکوع اور سجود کرنے والوں کا ایک وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو قرب اور رتبہ فرشتوں کو عنایت فرمایا ہے وہ ایک ہی طرح ہمیشہ رہتا ہے اس سے نہ زیادہ نہ کم چنانچہ خود ان کا قول کلام مجید میں نقل فرمایا وما منا الالا مقام معلوم (پ 23 الصافات 124) اور فرشتے کہتے ہیں ہم میں ہر ایک کا مقام معلوم ہے۔

فائدہ: انسان کا حال اس بارے میں فرشتوں کا جیسا نہیں یہ ایک درجے سے دوسرے پر ترقی کرتا رہتا ہے کیونکہ ہمیشہ تقرب الی اللہ کرتا ہے اور زیادتی حاصل کرتا ہے لیکن زیادتی کا باب فرشتوں کے لئے مسدود ہے ان میں ہر ایک کا وہی رتبہ ہے جس پر وہ کھڑا ہے اور وہی عبادت ہے جس میں وہ مشغول ہے نہ اس رتبہ سے بدلے نہ عبادت میں قصور کرے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ (پ 17 الانبیاء 19، 20) ترجمہ۔ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور نہ تھکیں رات دن اس کی پاکی بولتے ہیں اور سستی نہیں کرتے۔ (ترجمۂ کنزالایمان)

فائدہ: زیادتی کے درجات کی کنجی نماز ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ (پ 18، المومنون 1) ترجمہ۔ بیشک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں۔ (ترجمۂ کنزالایمان)
ان لوگوں کا وصف ایمان کے بعد نماز سے مخصوص فرمایا جو خشوع کے ساتھ مقرون ہو پھر ان فلاح والوں کے

اوصاف نمازی پر ختم فرمائے جیسا کہ ارشاد ہے وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ (پ 18 المومنون 9) اور وہ جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں۔ (کنزالایمان) پھر ان کے بیان میں ارشاد فرمایا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (پ 18 المومنون 11) یہی لوگ وارث ہیں کہ فردوس کی میراث پائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (کنزالایمان) ان آیات میں اللہ نے اہل ایمان کو سب سے پہلے وصف فلاح سے موصوف فرمایا اور آخر میں فردوس کی وراثت سے مجھے معلوم نہیں ہوتا کہ زبان پر لمبی چوڑی دعا دی کے باوجود دل کی غفلت کے اس درجہ کی فضیلت ہو اسی وجہ سے ان نمازیوں کے بالمقابل دوزخیوں سے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ۔ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ (پ 29 مدثر 42، 43) تمہیں کیا بات دوزخ میں لے گئی وہ بولے ہم نماز نہ پڑھتے تھے۔ (کنزالایمان) نمازی فردوس کے وارث اور وہی اللہ تعالیٰ کے نور کا مشاہدہ کرنے والے اور اس کے قرب و جوار سے نفع پانے والے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں ان میں سے بنائے اور ایسے لوگوں کے عذاب سے ہمیں بچائے جن کی باتیں اچھی اور فعل برے ہوں وہ کریم و منان اورقدیم الاحسان ہے۔ ذیل میں ہم چند حکایات اور اخبار ان لوگوں کی بیان کی جاتی ہیں جو خشوع کرنے والے ہیں اور اخبار خشوع کرنے والوں کی نماز کی سناتے ہیں۔

حکایات خاشعین : خشوع ایمان کا ثمرہ اور یقین کا نتیجہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے جلال و عظمت سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ خشوع کا موجب اس کا مقتضی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کے حال پر مطلع ہے اور اس کی عظمت اور اپنی تقصیر کو پہچانتا ہے۔ تین معرفتوں سے خشوع پیدا ہوتا ہے اور یہ معرفتیں نماز سے خصوصیت نہیں رکھتیں یہی وجہ کہ بعض اکابر دین سے مروی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے شرم اور خشوع سے چالیس سال تک اپنا سر آسمان کی طرف نہ اٹھایا۔

حکایت : ربیع بن خثیم اتنا آنکھوں کو نیچے رکھتے اور سر جھکائے رکھتے بعض لوگ خیال کرتے کہ یہ نابینا ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں بیس سال تک آیا جایا کرتے جب آپ کی لونڈی ان کو دیکھتی تو آپ سے کہتی کہ آپ کا نابینا دوست آیا ہے۔ حضرت ابن مسعود کو سن کر تبسم فرماتے اور جب یہ دروازے پر دستک دیتے تو لونڈی نکل کر ان کو گردن جھکائے آنکھیں بند دیکھتی جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو دیکھتے تو فرماتے کہ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ (الحج 34) خوشخبری سناؤ عاجزی کرنے والوں کو۔ پھر فرمایا کہ ربیع بخدا اگر تمہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیکھتے تو بہت خوش ہوتے اور ایک روایت میں ہے کہ تمہیں محبوب جانتے۔

حکایت : یہی ربیع حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ لوہاروں میں گئے جب بھٹیوں کو دھونکتے اور آگ کو لپیٹ مارتے دیکھا تو چیخ مار کر بے ہوش کر گر پڑے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس نماز کے وقت تک بیٹھے ان کو ہوش نہ آیا بالآخر انہیں اپنی پشت پر اٹھا کر اپنے گھر لے آئے اور وہ بدستور بے ہوش رہے یہاں تک کہ دوسرے دن اسی وقت کے قریب جس میں بے ہوش ہوئے تھے ہوش آیا اور پانچ نمازیں ان کی قضاء

ہوگئیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ خوف خدا اسے کہتے ہیں۔

فائدہ : ربیع کہا کرتے ہیں کہ میں نے کوئی نماز ایسی نہیں پڑھی کہ اس میں مجھے اور کوئی فکر ہوئی ہو بجز اس کے کہ میں کیا کہتا ہوں اور مجھ سے کیا کہا جائے۔

حکایت : عامر بن عبداللہ نماز کے اندر خشوع والوں میں تھے پھر جب نماز پڑھتے تو ان کی لڑکی دف بجاتی اور عورتیں گھر میں جو کچھ چاہتیں آپس میں باتیں کرتیں مگر وہ سنتے نہ سمجھتے۔ ایک دن کسی نے ان سے کہا کہ نماز میں تمہیں کوئی خیال بھی گزرتا ہے۔ فرمایاں ہاں۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا اور وہاں سے دو مکانوں میں سے ایک کی طرف پھر آنا دل میں گزرتا ہے۔ کسی نے ان سے کہا کہ جو دنیا کی باتیں تمہیں دل میں گزرتی ہیں آپ بھی اپنے دل میں کچھ پاتے ہیں۔ فرمایا کہ اگر مجھ میں برچھیاں ادھر سے ادھر نکل جائیں تو مجھے محبوب تر ہے۔ اس سے کہ نماز میں وہ امور معلوم کروں۔ جو تم پاتے ہو اور کہا کرتے کہ اگر پردہ اٹھالیا جائے تو میرے یقین میں کچھ اضافہ نہ ہوگا۔

حکایت : مسلم بن یسار بھی ایسے ہی لوگوں میں تھے۔ سنا ہے کہ نماز پڑھنے مسجد کا ستون گر پڑا اور ان کو خبر نہ ہوئی۔

حکایت : بعض اکابر کا عضو کچھ سڑ گیا تھا اس کے کاٹنے کی ضرورت ہوئی مگر ان سے برداشت نہ ہو سکا کسی نے کہا کہ نماز کے اندر جو کچھ ان پر گزر جائے ان کو خبر نہیں ہوتی پھر نماز میں وہ عضو کاٹا گیا۔

فائدہ : اکابر کا قول ہے کہ نماز آخرت میں سے ہے تو جب تم اس میں داخل ہو دنیا سے باہر ہو جائے۔

حکایت : ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ نماز کے اندر تمہارا دل دنیا کی کوئی بات کرتا ہے؟ فرمایا نہ نماز میں کوئی خیال آتا ہے نہ غیر نماز میں۔

حکایت : بعض اکابر سے کسی نے سوال کیا کہ آپ نماز میں کسی چیز کو یاد کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نماز سے بہتر میرے نزدیک کوئی چیز ہے کہ میں اس کو نماز میں یاد کروں۔

فائدہ : حضرت ابودردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ انسان کی سمجھ داری کی علامت ہے کہ وہ نماز میں داخل ہونے سے پہلے اپنی حاجت پوری کرکے فارغ دل ہوکر نماز میں داخل ہو۔

فائدہ : بعض اکابر وسواس کے ڈر سے نماز میں تخفیف کیا کرتے یعنی جلد پڑھ لیتے۔

حکایت : عمار بن یاسر نے ایک نماز پڑھی اور تخفیف کے ساتھ ادا کی کسی نے کہا کہ آپ نے تخفیف کی؟ فرمایا کہ تم نے دیکھا میں نماز کی حدود سے تو کچھ کم نہیں کیا؟ لوگوں نے کہا نہیں فرمایا کہ میں نے شیطان کے سہو پر جلدی کی کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان نماز پڑھتا ہے تو وہ اس کے لئے آدھی لکھی جاتی ہے نہ تین تہائی نہ چوتھائی نہ پانچواں حصہ نہ چھٹا نہ دسواں اور فرمایا کرتے کہ انسان کے لئے اس کی نماز میں سے اسی قدر

لکھا جاتا ہے جس قدر کو وہ سمجھتا ہے۔

حکایت : حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام لوگوں سے زیادہ مختصر نماز پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ اس قدر سے ہم شیطان کے وسوسہ سے آگے نکل جاتے ہیں۔

حکایت : حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر پر فرمایا کہ انسان کے دونوں رخسارے اسلام میں سفید ہو جاتے ہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ایک نماز بھی کامل نہیں پڑھتا۔ لوگوں نے پوچھا کیسے؟ آپ نے فرمایا کہ نماز کے خشوع اور تواضع کو مکمل نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف اچھی طرح متوجہ نہیں ہوتا اسی لئے کہ کوئی نماز بھی اس کی مکمل نہ ہوئی۔

الماعون۵

حکایت : ابوالعالیہ سے کسی نے "هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ" کے متعلق پوچھا تو فرمایا اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو اپنی نماز سے غفلت کرتے ہیں وہ یہ نہیں جانتے کہ کتنی رکعات کے بعد فارغ ہوں گے۔ جفت یا طاق کے بعد۔

فائدہ : حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس سے وہ مراد ہے جو نماز کا وقت بھول جائے یہاں تک کہ نماز فوت ہو جائے۔ تاخیر کر دی تو غم نہ کیا۔ یعنی نہ اول وقت پڑھنے کو ثواب جانے نہ تاخیر کو گناہ۔

فائدہ : کبھی نماز کا بعض حصہ شمار میں آتا ہے اور لکھا جاتا ہے اور داخل نماز اور کتابت میں نہیں ہوتا چنانچہ اس پر احادیث دلالت کرتی ہیں اگرچہ فقہا کہتے ہیں کہ نماز کی صحت کے بارے میں نماز کے اجزاء نہیں ہوتے۔

مسئلہ : صحیح یہ ہے کہ امامت افضل ہے کیونکہ حضور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بعد اور ائمہ نے اس پر مداومت کی اور یہ درست ہے کہ اس میں ضمانت کا خطرہ ہے مگر فضیلت بھی خطرے کے ساتھ ہے جیسے امیر اور خلیفہ ہونے کا مرتبہ افضل ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ صاحب سلطنت عادل کا ایک روز ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے مگر ظاہر ہے کہ یہ امر خالی و خطرہ نہیں۔

مسئلہ : امامت کے افضل ہونے کی وجہ سے مستحب ہے کہ افضل اور زیادہ فقیہ امام ہو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تمہارے امام تمہارے شفیع ہوں گے یا یوں فرمایا کہ امام تمہاری طرف سے اللہ تعالیٰ کے پاس جانے والے ہیں۔ اگر تم اپنی نماز صحیح کرنا چاہو تو جو تم میں سے بہتر ہو اسکو آگے کیا کرو (یعنی بہتر لوگوں کو امام بناؤ)

مسئلہ : بعض سلف صالحین کا قول ہے کہ انبیاء علیہ السلام کے بعد سے افضل کوئی نہیں اور علماء کے بعد نماز پڑھانے والے ائمہ سے مرتبہ میں زیادہ کوئی نہیں کیونکہ یہ تینوں اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق میں وسیلہ ہیں انبیاء اپنی نبوت کی وجہ سے علماء علم کی وجہ سے۔

صدیق کی خلافت بلافصل : دین کے رکن یعنی نماز کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت دین کے رکن یعنی نماز کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت میں مقدم ہونے پر استدلال کیا تھا اور یہ کہا تھا کہ نماز دین کا رکن ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جسے ہمارے دین کے لئے پسند کیا اسے ہم اپنی دنیا کے لئے پسند کرتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت کے لئے پسند نہ کیا اور نہ یہ حجت کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انکو اذان کے لئے پسند کیا تھا اور اذان افضل ہے تو پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام صحابہ سے افضل سمجھنا چاہئے۔

سوال : ذیل کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اذان افضل ہے اس لئے کہ اس حدیث میں اذان کو امامت سے بیان فرمایا ہے چنانچہ ایک صحابی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل ارشاد فرمایئے جس سے میں جنت میں داخل ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موذن ہو جا۔ اس نے کہا مجھے طاقت نہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا امام ہو جا۔ اس نے کہا مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو امام کے پیچھے نماز پڑھا کر۔

جواب : یہ حدیث محتمل ہے۔ مثلاً پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شاید یہ خیال ہو کہ امامت پر یہ راضی نہ ہوگا کیونکہ اذان تو اس کے اختیار میں ہے اور امامت دوسروں کے اختیار اور ان کے آگے بڑھانے سے ہوتی ہے اسی لئے پہلے موذن ہونے کو فرمایا' پھر یہ خیال ہوا کہ شاید یہ امامت پر قادر ہو جائے۔ اس لئے اس کا ذکر بعد میں فرمایا۔1

(3) : امام نماز کے اوقات کو ملحوظ رکھنے اور نماز اول وقت میں پڑھائے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو کیونکہ اول وقت کی فضیلت آخر وقت پر ایسی ہے جیسے آخرت کی فضیلت دنیا پر ہے اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ بندہ نماز کے آخر وقت میں نماز پڑھتا ہے اور یہ نماز اس سے فوت نہیں ہوئی مگر اول وقت اس سے فوت ہوگیا وہ اس کے حق میں دنیا و مافیہا سے بہتر تھا۔ اور جماعت کی کثرت کے انتظار میں نماز کو تاخیر سے ادا نہ کرنا چاہئے۔

بلکہ اول وقت کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے جلدی کرنی چاہئے۔ ((اول وقت سے مراد وہ جو شرعی اصول پر اول کہلاتا ہے مثلاً عصر کا افضل وقت سورج کی زردی سے پہلے ہے۔ شرعاً اسی کا نام اول وقت ہے لیکن خوارج نے

1۔ شے کی تقدیم و تاخیر افضل و مقصود کی کوئی دلیل نہیں اگر اس قاعدہ کو صحیح مان لیا جائے تو ہزاروں اسلامی مسائل و عقائد میں گڑبڑ ہو جائے گی۔ (اویسی غفرلہ)

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت میں ہر نماز کا پہلا وقت اول مقرر کرلیا۔ اب اسی فائدہ کو غیرمقلدین اور دیوبندی ترجیح دیتے ہیں اور ہم اہل سنت مذکورہ بالا قاعدہ کو اسے سمجھ لیں تاکہ مخالفین کے دھوکہ سے بچ جائیں۔ (اویسی غفرلہ)

مسئلہ : امام کو چاہئے کہ لمبی سورت پڑھے بہ نسبت کثرت جماعت کے افضل ہے۔

فائدہ : اکابر دین سلف صالحین میں سے جب دو آدمی آجاتے تھے تو جماعت کے لئے تیسرے کا انتظار نہ کرتے تھے اور جنازے میں جب چار جمع ہو جاتے تھے تو پانچویں کا انتظار نہ کرتے تھے۔

حکایت : ایک دفعہ بار سفر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز فجر میں طہارت کے وقت دیر ہوئی تو آپکا انتظار نہ کیا گیا بلکہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام کھڑا کردیا۔ انہوں نے نماز پڑھائی یہاں تک کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک رکعت نہ ملی۔ آپ اسے پڑھنے کے لئے کھڑے ہوگئے۔ راوی کہتے ہیں کہ ہمیں خوف ہوا ہمیں کہ نامعلوم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا حکم صادر فرماتے ہیں لیکن فراغت کے بعد آپ نے فرمایا کہ تم نے اچھا کیا۔

حکایت : ایک دفعہ ظہر کی نماز میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیر ہوگئی تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آگے کر دیا۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور صحابہ نماز میں تھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر صدیق کے برابر کھڑے ہوگئے۔

مسئلہ : امام پر موذن کا انتظار نہیں بلکہ موذن کو امام کا امامت کے لئے انتظار کرنا چاہئے جب امام آجائے تو پھر کسی کا انتظار نہ کرے۔ (4) امامت اخلاص سے کرے اور نماز کی تمام شرطوں میں اللہ تعالیٰ کی امانت لوا کرے۔

فائدہ : اخلاص کی صورت یہ ہے کہ امامت پر اجرت نہ لے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عثمان بن ابوالعاص ثقفی کو امیر مقرر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ موذن ایسا مقرر کرنا جو اذان پر اجرت نہ لے۔

فائدہ : اذان نماز کا ذریعہ ہے۔ جب اس پر اجرت نہ لینے کو فرمایا تو نماز پر بطریق اولیٰ نہ لینی چاہئے۔

مسئلہ : اگر مسجد کی آمدنی جو امام کے لئے وقف ہو اس میں سے کچھ لے۔ یا بادشاہ کے ہاں یا مقتدیوں میں سے کوئی کچھ دے دے تو یہ لینا حرام تو نہیں مگر مکروہ ہے اور فرائض کی امامت پر لینا بہ نسبت تراویح کی امامت کے مکروہ تر ہے۔

ے غزوۂ تبوک مراد ہے۔ (مسلم شریف) اتحاف ج 3 ص 177)

حیلہ از امام غزالی قدس سرہ : امام کو چاہئے کہ مزدوری پر کسی قسم کی تنخواہ وغیرہ نہ لے ہاں مسجد کی اشیاء کی نگرانی سمجھ کر لے پھر نماز پڑھائے۔ یا اذان وغیرہ۔

فائدہ : امام کو چاہئے کہ باطن میں فسق اور کبیرہ گناہوں اور صغیرہ پر اصرار سے حتی الوسع بچتا رہے کیونکہ وہ مقتدیوں کا سفارشی اور ان کی طرف سے بارگاہ حق میں نمائندہ ہے تو چاہئے کہ وہ مقتدیوں سے بہتر ہو اور یہی حال طہارت ظاہری کا ہے کہ بے وضو ہونے اور ناپاکی سے ہو کہ ان امور پر بجز اس کے اور کسی کو خبر نہیں۔

مسئلہ : اگر نماز میں بے وضو ہونا یاد آئے یا وضو ٹوٹ جائے تو شرم نہ کرنا چاہئے جو شخص اس کے پاس کھڑا ہو اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنا خلیفہ کر دے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اثنائے نماز میں ناپاکی یاد آئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خلیفہ بنایا اور غسل کر کے نماز میں شامل ہوئے۔

مسئلہ : سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہر نیک اور برے کے پیچھے نماز پڑھ لو۔ * مگر پانچ شخصوں کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ (1) جو ہمیشہ شراب پیئے۔ (2) فاسق * معلن (3) ماں باپ کا نافرمان ہو۔ (4) بدعتی (5) بھاگا ہوا غلام۔

(5) امام کو چاہئے کہ نہ باندھے جب تک کہ صفیں برابر نہ ہو جائیں دائیں بائیں دیکھ لے اگر کچھ صفوں میں خلل دیکھے تو برابر کرنے کو کہے۔

فائدہ : اکابر دین سلف صالحین مونڈھوں کو برابر ٹخنوں کو ایک دوسرے کے ٹخنوں سے ملا کر رکھتے تھے۔ *

مسئلہ : امام اللہ اکبر نہ کہے جب تک کہ موذن اقامت سے فارغ نہ ہو۔

مسئلہ : موذن اذان کے بعد اقامت کے لئے اتنا دیر کرے کہ لوگ نماز کی تیاری کر سکیں کیونکہ حدیث میں ہے کہ موذن اذان اور اقامت کے درمیان اتنا ٹھہرے کہ کھانے والا کھانے سے فارغ ہو جائے اور بول وبراز والا اپنی حاجت سے بھی۔

---

*۔ اتحاف ج 3 ص 179 میں لکھا ہے کہ امام غزالی قدس سرہ نے یہ حدیث قوۃ القلوب سے لی ہے لیکن اس میں دوسرے کو خلیفہ بنانے کا ذکر نہیں ۱۲

---

*۔ آجکل جو تنخواہوں پر جملہ امور (اذان ' امامت خطابت' تدریس) رہے ہیں اس کا نام عبادات کی مزدوری نہیں بلکہ یہ اعزاز خدمت ہے یا ان کے اوقات کا ان امور پر خرچ کرنے کا انعام ہے۔ اویسی غفرلہ۔

فائدہ : اس کی وجہ یہ ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بول براز میں دباؤ کی صورت میں نماز سے منع فرمایا ہے اور طعام شب کو عشاء سے پہلے کھا لینے کا ارشاد کیا تاکہ دل فارغ ہو جائے تکبیر تحریمہ اور تمام تکبیر بالجہر کہے

مسئلہ : مقتدی اتنی آواز نکالے کہ خود سن لے۔

مسئلہ : مقتدی تکبیر امام کی تکبیر کے بعد کہے۔ یعنی جب وہ اللہ اکبر کہہ لے تو پھر شروع کرے۔

مسئلہ : امام امامت کی نیت کرکے کھڑا ہو تاکہ ثواب ملے۔

مسئلہ : (اگر امام نے قوم کی نیت نہ کی لیکن لوگوں نے اس کی اقتداء کی نیت کرلی تو اس کی اور لوگوں کی نماز درست ہوگی اور مقتدیوں کو جماعت کا ثواب بھی ملے گا لیکن امام کو امامت کا ثواب نہ ملے گا۔

احکام قرات امام : قرات میں امام کو تین امور ملحوظ ضروری ہیں۔ (1) نماز میں شروع کی دعا اور تعوذ تنہا شخص کی طرح آہستہ پڑھے اور الحمد اور سورۃ کو فجر کی تمام نماز میں مغرب اور عشاء کی دو پہلی رکعتوں میں بالجہر پڑھے۔ اسی طرح تنہا نمازی کا حکم ہے۔ (اگر چاہے ورنہ آہستہ پڑھنا بھی جائز ہے۔)

مسئلہ : جہری نماز میں آمین بالجہر کہے۔ مقتدی امام کی آمین کیساتھ آمین کہے۔ * اس کے بعد نہ کہے۔

مسئلہ : بسم اللہ بالجہر کہے اس بارے میں حدیثیں دونوں آئی ہیں مگر امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تسمیہ بالجہر کو اختیار فرمایا ہے اور احناف کے نزدیک بسم اللہ آہستہ پڑھا ہے۔ (2) قیام کی حالت میں امام تین وقفے کرے۔ سمرہ بن جندب اور عمران حصین نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

(1) سکتہ : اللہ اکبر کہنے کے بعد یہ سکتہ سب سے بڑا ہو۔ اس قدر کہ مقتدی اس میں الحمد پڑھ سکے۔ اور یہ سکتہ اس وقت کرے جب نماز میں شروع کی دعا پڑھنے کے وقت ہے اس لئے اگر سکتہ نہ کرے گا تو مقتدیوں کو قرآن کا سننا فوت ہو جائے گا۔ تو جس قدر ان کی نماز میں نقصان ہوگا اس کا وبال امام کے ذمہ ہوگا۔

ا۔ یاد رہے کہ ایسے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امت کی سہولت کے لئے تعلیماً" فرماتے اس سے اس بدگمانی میں نہ رہیں کہ واقعی آپ بھول گئے اور آپ سے خطا ہوگئی۔ (معاذاللہ) اس مسئلہ کی تحقیق تو فقیر نے "البشریہ تعلیم الامیہ" میں عرض کر دی ہے یہاں اتنا سمجھ لیں کہ ایک عام آدمی بھی رات کو بیوی سے صحبت کو نہیں بھولتا اور احتلام سے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پاک تھے تو پھر کیسے بدگمانی کی جائے کہ (معاذاللہ) آپ اپنی کسی بیوی سے جماع کو بھول گئے۔ اس لیے لازماً ماننا پڑے گا کہ آپ کا ایسا کرنا تعلیم امت کے طور تھا اور آپ ایسے امور میں عمداً یونہی فرمایا کرتے تھے۔ (اویسی غفرلہ)

مسئلہ : اگر امام سکتہ کرے اور مقتدی اس میں الحمد نہ پڑھیں اور کسی دوسرے عمل میں مشغول ہوں تو یہ قصور ان کے ذمہ ہے۔ (2) سکتہ الحمد سے فارغ ہونے کے بعد تاکہ مقتدی سے اگر الحمد رہ گئی ہو تو اس سکتہ میں پوری رکلیں اور یہ سکتہ پہلے سے آدھا کرے۔ (3) سکتہ سورت پڑھنے کے بعد رکوع سے پہلے ہے یہ سب سے تھوڑا ہے۔ یہ اتنا ہو کہ قرات رکوع کی تکبیر سے علیحدہ ہو جائے کہ قرات کو تکبیر میں لانے سے نہی وارد ہے۔

مسئلہ : مقتدی امام کے پیچھے بغیر الحمد * کے اور کچھ نہ پڑھے۔

مسئلہ : اگر امام سکتہ نہ کرے تو مقتدی اس کے ساتھ ساتھ الحمد پڑھتا جائے اور اس میں قصور کرنے والا امام ہوگا کہ اس نے مہلت نہ دی اور اگر جہری نماز میں مقتدی دور فاصلہ کی وجہ سے امام کی آواز نہ سنے یا اسی نماز ہو جس میں قرات آہستہ پڑھی جاتی ہے تو مقتدی کی سورت پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ * (3) صبح میں دو سورتیں مثانی میں سے پڑھے جس میں سو آیتوں سے کم ہوں کیونکہ فجر کی نماز میں قرات کو بڑھانا افضل ہے۔

مسئلہ : اندھیرے میں نماز پڑھنا سنت ہے۔ (احناف کے نزدیک صبح کی نماز میں خوب اجالا میں افضل ہے ہاں بوجہ ضرورت اندھیرے میں پڑھ لینا جائز ہے۔

مسئلہ : اگر پڑھتے پڑھتے خوب اجالا ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ : دوسری رکعت میں اگر سورتوں کا آخر مقدار تیس یا بیس آیات پڑھے یہاں تک کہ سورت ختم ہو جائے تو

2۔ فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے یعنی پڑھ لی تو اس نماز کو لوٹانا واجب ہے۔ (فائدہ) دیوبندی وہابی غیر مقلد مرزائی و دیگر مرتدین کے پیچھے نماز پڑھنا حرام۔ اس کی تفصیل فقیر کے رسائل امامت کا مطالعہ فرمایئے۔

3۔ جیسے داڑھی منڈانے والا یا قبضہ سے کم کرنے والا اس کی طرح اور فساق جو کھلم کھلا فسق و فجور میں مبتلا ہیں۔ (اویسی غفرلہ)

*۔ یہ امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب ہے احناف کے نزدیک آمین آہستہ کہنا مستحب ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کا رسالہ رد آمین بالجہر۔ (اویسی غفرلہ)

ا۔ یہ سکتے امام شافعی کے مذہب میں ہیں۔ احناف کے ہاں نہیں۔

2*۔ احناف کے نزدیک امام کے پیچھے کچھ نہ پڑھنا ہے نہ فاتحہ اور نہ کوئی اور شے اس کی تفصیل فقیر کے رسالہ ترک الفاتحہ خلف الامام کا مطالعہ فرمایئے۔ (اویسی غفرلہ)

3۔ یہ شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب ہے۔ احناف کا مذہب اوپر مذکور ہوا۔ (اویسی غفرلہ)

کوئی حرج نہیں کیونکہ سورتوں کا آخر عوام کے کانوں تک بار بار پہنچتا ہے یہ وعظ میں کی بہ نسبت قرات میں تکرار بہتر اور زیادہ فکر کا موجب ہے۔

فائدہ : بعض علماء نے جو ایک حصہ سورت کے پڑھنے کو کراہت لکھا ہے۔ وہ اس صورت میں ہے کہ کسی سورت کا اول پڑھ کر چھوڑ دے حالانکہ حدیث میں یہ صورت بھی وارد ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ حصہ سورت یونس کا پڑھا تو جب موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کاذکر آیا تو رکوع کر دیا ایک اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں سورت بقرہ کی ایک آیت قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا (البقرۃ ۱۳۶) ایک رکعت میں اور دوسری میں رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ (آل عمران ۵۳) پڑھی۔ اسی طرح حضور سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رات کے وقت سنا کہ وہ کچھ کہیں سے اور کچھ کہیں سے پڑھتے ہیں ان سے وجہ پوچھی' عرض کیا کہ میں عمدہ کو عمدہ سے ملاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا خوب ہے۔

مسئلہ : ظہر میں طوال مفصل تیس آیتوں تک اور عصر میں اس کا نصف اور مغرب میں مفصل کی آخری آیتیں یا آخر سے سورتیں پڑھے اور آخری نماز مغرب جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھیں تو اس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورت مرسلات پڑھی تھی پھر وصال شریف تک کوئی نماز نہیں پڑھی۔

خلاصہ : یہ کہ مختصر قرات پڑھنا بہتر ہے خصوصاً اس صورت میں کہ مقتدی کثیر التعداد ہوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو قرات مختصر کرے کہ ان میں کمزور اور بوڑھے اور کام والے ہوتے ہیں اور جب خود اکیلا پڑھے تو جتنا چاہے لمبی قرات کرے۔

حکایت : حضرت معاذ بن جبل ایک قوم کو عشاء پڑھایا کرتے تھے اس میں سورت بقرہ پڑھی ایک آدمی نماز سے جماعت سے نکل کر علیحدہ نماز پڑھ لی۔ لوگوں نے کہا کہ یہ شخص منافق ہوگیا اس صحابی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاذ کو جھڑکا اور فرمایا کہ لوگوں کو مصیبت میں ڈالتے ہو کیا اس طرح سے لوگوں کو دین سے نکالنا چاہتے ہو۔

ارکان نماز : نماز کے ارکان تین ہیں۔ (1) رکوع اور سجدہ ہلکا کرے اور ان کی تسبیحات تین سے زیادہ نہ ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ اور کسی کی نماز نہیں دیکھی کہ ہلکی بھی ہو اور تمام ارکان بھی مکمل ہوں۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضرت انس بن مالک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت عمر بن العزیز کے پیچھے نماز پڑھی اور اس وقت وہ مدینہ منورہ کے حاکم تھے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس جوان کی نماز میں زیادہ اور کسی کی نماز کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز سے مشابہ نہیں پایا۔ راوی کہتا ہے کہ ہم عمر بن عبدالعزیز کے پیچھے دس دس بار تسبیح کہا کرتے تھے اور ایک روایت مجمل طور آتی ہے صحابہ

نے فرمایا کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے رکوع اور سجدہ میں دس دس بار تسبیح کیا کرتے تھے۔

مسئلہ : یہ طریقہ اچھا ہے مگر جب جماعت کثیر ہو۔ تو تین بار کہنا بہتر ہے لیکن اگر جماعت میں صرف دیندار اہل ریاضیت ہوں تو دس بار کا بھی کوئی حرج نہیں۔ (مذکورہ بالا مختلف روایات کی تطبیق کا یہی طریقہ احسن ہے)

مسئلہ : امام کو چاہئے کہ جب رکوع سے سر اٹھائے تو سمیع اللہ لمن حمدہ کہے۔ (2) مقتدی کو امام پر سبقت نہیں کرنی چاہئے بلکہ رکوع اور سجدہ اس کے بعد کرے اور جب تک امام کا سر زمین تک نہ پہنچ جائے تب تک سجدہ کے لئے نہ جھکے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتداء اسی طرح کرتے تھے وہ رکوع کے لئے نہ جھکتے جب تک امام رکوع میں اچھی طرح کھڑا نہ ہو جائے۔ بعض کا قول ہے کہ آدمی تین طرح نماز سے فارغ ہوتے ہیں۔ (1) پچیس نمازوں کا ثواب لیکر یہ وہ لوگ ہیں کہ تکبیر اور رکوع امام کے بعد کرتے ہیں۔ (2) بعض ایک ہی نماز کا ثواب لیکر نماز سے فارغ ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ امام کے ساتھ ساتھ اعمال کرتے ہیں۔ (3) بعض وہ ہیں کہ انہیں نماز سے کچھ نہیں ملتا۔ یہ وہ ہیں کہ امام سے پہلے عمل کرتے ہیں۔

فائدہ : اس سلسلہ میں اختلاف ہے کہ مثلاً ایک شخص جماعت میں بعد کو ملا جبکہ امام رکوع میں ہو تو امام کو رکوع بڑھا دینا چاہئے تاکہ وہ شخص بھی جماعت کے ثواب میں شریک ہو جائے اور یہ رکعت فوت نہ ہو۔ اگر نیت درست ہو تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ بشرطیکہ بہت زیادہ دیر نہ کرے۔ تاکہ مقتدی گھبرا نہ جائیں کیونکہ رکوع بڑھانے میں حاضرین کے حق کی رعایت ضروری ہے تو اس قدر بڑھائے جو ان پر ناگوار نہ گزرے۔ (3) دعائے تشہد اتنا نہ بڑھائے کہ خود تشہد سے بڑھ جائے یعنی دعا بہت طویل نہ ہو جائے۔

مسئلہ : دعا میں اپنے نفس کو خاص نہ کرے بلکہ جمع کا صیغہ کہے۔ مثلاً اللھم اغفرلنا کی جگہ اغفرلی نہ کہے کیونکہ امام کو اپنے نفس کا خاص کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ : تشہد میں ان پانچوں کلمات سے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ماثور ہیں پناہ مانگنے کا حرج نہیں۔ مثلاً یوں کہے نعوذبک من عذاب جھنم و عذاب القبر نعوذبک من فتنہ لمحیا والممات ومن فتنة المسیح الدجال واذا اردت بقوم فتنة فاقبضنا الیک غیر مفتونین۔ ترجمہ۔ ہم پناہ مانگتے ہیں عذاب جہنم اور عذاب قبر سے اور ہم پناہ مانگتے ہیں زندگی اور موت کے فتنے سے اور مسیح دجال کے فتنے سے اور قوم کو فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ فرمائے تو ہمیں اپنی طرف بلا امتحان اٹھا لے۔

فائدہ : بعض نے کہا کہ دجال کا نام مسیح اس لئے ہے کہ وہ زمین کو طول میں ناپے گا اس معنی میں مسیح ساخت سے ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ مسیح مسیح سے ہے معنی پونچھنا اور مٹانا چونکہ اس کی ایک آنکھ مٹی ہوئی ہوگی۔ اس وجہ سے مسیح کہلایا۔

(4) سلام پھیرنا : سلام پھیرنے کے ارکان ہیں (1) دونوں سلاموں میں نیت کرے کہ قوم پر اور فرشتوں پر سلام کرتا ہوں۔ (2) فرائض کے بعد اس جگہ سے اٹھ کھڑا ہو اور نوافل دوسری جگہ پڑھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے کیا ہے۔

مسئلہ : اگر اس کے پیچھے عورتیں ہوں تو کھڑا ہو جب تک کہ عورتیں چلی نہ جائیں حدیث مشہور میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلام کے بعد صرف اس قدر بیٹھتے تھے کہ یہ کلمات پڑھ لیتے۔

اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذاالجلال والاکرام ترجمہ : اے اللہ تو سلامتی والا تجھی سے سلامتی ہے تو برکت والا ہے اور جلال و اکرام والا۔

(3) سلام کے بعد پھر کر اپنا منہ مقتدیوں کی طرف کرے۔

مسئلہ : امام جب تک پھر کر نہ بیٹھے مقتدی کا کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

حکایت : حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک امام کے پیچھے نماز پڑھی تو دونوں صاحبان نے امام سے کہا کہ تمہاری نماز خوب اور کامل تر ہے مگر ایک بات رہ گئی ہے وہ یہ کہ جب آپ نے سلام پھرا تو مقتدیوں کی طرف پھر کر نہ بیٹھے پھر مقیدیوں سے فرمایا کہ تمہاری نماز بہت بہتر ہے مگر تم امام کے پھر کر بیٹھنے سے پہلے ہی چل دیئے۔

مسئلہ : امام جدھر چاہے داہیں یا بائیں ہو جاوئے اور داہنی طرف بہتر ہے قواعد تمام نمازوں کے ہیں صرف صبح کی نماز میں قنوت کی جائے یعنی امام کہے اہدنا اور اہدنی نہ کہے اور مقتدی آمین کہے۔ اور جب امام کہے۔ ا۔ انک تقفی ولا تقیب علیک تو مقتدی آمین نہ کہے کیونکہ یہ دعا نہیں ہے صرف تعریف ہے تو امام کے ساتھ خود بھی وہی کلمات کہتا جائے یا کہے۔

وانا علی ذلک من الشاھدین یا کہے صدقت وبدرت یا اسی جیسے اور کلمات۔

مسئلہ : قنوت میں رفع یدین کرنے کے لئے ایک حدیث مروی ہے حدیث صحیح ہے تو قنوت میں رفع یدین کرنا مستحب ہے اگرچہ آخری تشہد کی دعا کے خلاف ہے کہ اس دعا میں ہاتھ نہیں اٹھنے جاتے ان دونوں میں ایک فرق بھی ہے وہ یہ کہ تشہد میں ہاتھوں کے لئے ایک ادب ہے ایک ہیئت خاص پر رانوں کے اوپر رکھ لیا جائے اور قنوت میں رفع یدین ہے اور یہاں ہاتھوں کا اٹھانا دعا کے لئے مناسب ہے۔ (واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب) یہاں آداب امامت ختم ہوئے اللہ تعالیٰ اس پر عمل کی توفیق بخشے۔ (آمین)

ا۔ یہ امام شافعی کے نزدیک ہے احناف کے نزدیک فجر کی نماز میں کوئی قنوت نہیں۔ قنوت صرف وتر میں ہے اور بس۔ اویسی غفرلہ)

جُمُعَۃُ الْمُبَارَک

فضائل جمعہ : جمعہ ایک عظیم دن ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عظمت بخشی ہے اور صرف مسلمانوں کو خاص فرمایا چنانچہ ارشاد ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَؕ (پ 28 الجمعہ 9) ترجمہ۔ اے ایمان والوجب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ (کنز الایمان)

فائدہ : اس آیت میں امور دنیا کے مشاغل اور ان امور کو جو جمعہ کی حاضری سے مانع ہوں کو حرام فرمایا۔

احادیث مبارکہ (1) : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ عزوجل فرض علیکم الجمعة فی یومی ھذا فی مقامی ھذا ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر جمعہ فرض کیا میرے اسی دن اور میرے اسی مقام پر (2) اور فرمایا من ترک الجمعة ثلاثا من غیر عذر طبع اللہ علی قلبہ جو بلا عذر تین جمعہ ترک کرے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر کر دیتا ہے۔ من غیر عذر طبع اللہ قلبہ (3) ایک روایت میں ہے کہ جو بلاعذر تین جمعہ چھوڑ دے تو اس نے اسلام کو اپنی نشست کے پیچھے پھینک دیا۔

حکایت : ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے کسی ایک شخص کا حال پوچھا اس نے کہا وہ مرگیا ہے چونکہ وہ جمعہ اور جماعت میں حاضر نہیں ہوتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ دوزخ میں ہے وہ شخص ایک مہینے تک برابر آپ کے پاس آکر یہی پوچھتا رہا اور آپ کہتے رہے کہ وہ دوزخی ہے۔ (4) حدیث میں ہے کہ یہود و نصاریٰ کو جمعہ کا دن دیا گیا انہوں نے اسمیں اختلاف کیا اس لئے ان کو اس سے پھیر دیا گیا اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے اسکی ہدایت کر دی اور اس امت کے لئے اسے ظاہر کیا اور اس کو ان کی عید بنایا۔

فائدہ : اس امت کے لوگ جمعہ حاصل کرنے میں سب سے اول ہیں اور یہود و نصاریٰ ان کے تابع ہیں۔ (5) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور ان کے ہاتھ میں ایک روشن آئینہ تھا۔ کہا یہ جمعہ ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے تاکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اور آپ کے بعد آپ کی امت کے عید ہو۔ میں نے پوچھا کہ ہمیں جمعہ میں کیا فائدہ ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے لئے یہ ہے کہ اس میں ایک ساعت بہتر ہے جو کوئی اس میں اپنی بہتری کی دعا مانگے اور وہ اس کے نصیب میں ہو تو وہ اللہ تعالیٰ اسے عنایت فرماتا ہے اور اس کے نصیب میں نہیں تو اس کی بہ نسبت اور بہت زیادہ بہتر چیز مقدر فرما دیتا ہے یا کوئی اس

دن میں بری سے پناہ مانگے اور وہ اس شخص پر لکھی ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی اس برائی نسبت اور بڑی برائی سے اسے بچائے گا۔ اور عرض کی ہمارے نزدیک یہ دن تمام دنوں کا سرواز ہے اور ہم اسے آخرت میں زیادتی کا دن کہیں گے میں نے پوچھا کہ یوم المزید کہنے کی کیا وجہ ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پروردگار نے جنت میں ایک وادی مقرر کی ہے سفید رنگ اور مشک سے زیادہ خوشبودار جب جمعہ کا دن ہوتا ہے علیین سے اپنی کرسی پر نزول اجلال فرما کر تجلی فرمائے گا تاکہ اس کے وجہ کریم کو دیکھیں۔ (6) حدیث میں فرمایا کہ بہتر دن جس پر کہ سورج نکلا' جمعہ کا دن ہے اس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی میں جنت میں داخل کئے گئے اور اسی میں زمین پر اتارے گئے اور اسی میں ان کی توبہ قبول ہوئی اور اسی میں ان کی وفات ہوئی اور اسی میں قیامت قائم ہوگی۔ اور یہ دن اللہ کے نزدیک یوم المزید ہے آسمان میں فرشتے اس کو یہی کہتے ہیں اور یہی دن ہے کہ اس میں جنت کے اندر دیدار الٰہی ہوگا۔ (7) حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جمعہ کے دن چھ لاکھ بندے دوزخ سے آزاد فرماتا ہے۔ (8) حضرت انس کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جمعہ سلامت رہتا ہے تو اور دن بھی سلامت رہتے ہیں۔ (9) فرمایا کہ دوزخ ہر روز زوال سے پہلے (جب آفتاب آسمان کے درمیان ہوتا ہے) جھونکی جاتی ہے اس وقت نماز نہ پڑھو۔ مگر جمعہ کے دن کہ وہ تمام نمازوں کا وقت ہے اس میں دوزخ نہیں جھونکی جاتی۔

مسئلہ : احناف کے نزدیک زوال کے وقت کوئی نفل نہیں جمعہ کا دن ہو یا کوئی اور دن اس حدیث کے جوابات میں فقہ کی کتب اصول میں ہیں) (10) حضرت کعب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شہروں میں سے مکہ معظمہ کو فضیلت دی ہے اور مہینوں میں سے رمضان کو اور دنوں میں سے جمعہ کو اور راتوں میں سے شب قدر کو جب پرند اور نودی کیڑے جمعہ کو آپس میں ملتے ہیں اور کہتے ہیں سلام سلام یہ اچھا دن ہے۔ (11) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن مرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے تو شہید کا ثواب لکھتا ہے اور وہ قبر کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔ (بشرطیکہ خاتمہ ایمان پر ہوا ہو)

شرائط جمعہ : جو شرائط دوسری نمازوں میں ہیں وہی جمعہ کی شرائط ہیں۔ چھ شرائط صرف جمعہ میں زائد ہیں۔
(1) وقت۔ اس کا وقت وہی جو نماز ظہر کا ہے۔

مسئلہ : اگر نماز جمعہ شروع تو ظہر کے وقت ہوئی لیکن سلام عصر کے وقت ہوا تو جمعہ جاتا رہے اب امام کو لازم ہے کہ دو رکعتیں پڑھ کر ظہر پوری کرے۔ (2) مکان۔ اسی لئے جمعہ جنگلوں اور ویرانوں اور خیموں میں نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے ایک ایسی جگہ ضروری ہے جس میں عمارت غیر منقول ہو اور اس میں وہ چالیس آدمی جمع ہو جائیں جن کے ذمہ پر جمعہ لازم ہے۔

مسئلہ : دیہات شہر کے مثل ہے۔ 1۔ اور جمعہ کے لئے بادشاہ 2۔ کا موجود ہونا شرط نہیں اور نہ اس کے لئے اذان

شرط ہے مگر اس سے پوچھ لینا مستحب ہے۔

(3) **شمار** : چالیس مرد آزاد بلغ عاقل مقیم سے کم نہ ہوں اور مقیم بھی ایسے ہوں کہ اس شہر سے سرما اور گرما میں باہر سفر نہ کر جاتے ہوں۔ (احناف کے نزدیک کم از کم امام کے سوا تین افراد ضروری ہیں)

مسئلہ : اگر خطبہ یا نماز میں چالیس سے کم ہو جائیں تو جمعہ درست نہ ہوگا بلکہ یہ چالیس کی شمار اول سے آخر تک ہونی ضروری ہے۔

(4) **جماعت** : اگر چالیس آدمی کسی گاؤں شہر میں متفرق پڑھ لیں تو ان کا جمعہ درست نہ ہوگا لیکن جو ایک رکعت کے بعد آکر ملا ہو اسے دوسری رکعت پڑھنا جائز ہے۔

مسئلہ : اگر دوسری رکعت کا رکوع نہ ملے تو اقتداء میں نیت ظہر کی کرکے مل جائے اور امام کے سلام کے بعد ظہر پوری کرے۔(5) شرط یہ ہے کہ اسی شہر میں اور جمعہ کسی جگہ نہ پڑھا گیا ہو جس صورت میں کہ تمام لوگوں کا جمع ہونا مسجد جامع میں دشوار ہو تب دو مسجدوں تین یا چار میں بقدر ضرورت نماز جمعہ جائز ہے۔

مسئلہ : دوسری مسجد کی ضرورت نہ ہو تب جمعہ وہی درست ہے جس کی نیت سب سے پہلے ہوئی ہوگی۔

مسئلہ : ضرورت کی صورت میں اگر کسی جگہ جمعہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ ائمہ میں سے جو بہتر ہو اس کے پیچھے نماز پڑھے۔

مسئلہ : اگر امام فضیلت میں برابر ہوں تو جو مسجد قدیم ہو اس میں پڑھے اگر وہ بھی برابر ہوں تو جو قریب ہو اس میں پڑھے مقتدیوں کی کثرت بھی قابل لحاظ ہے۔ (6) شرط دو خطبے۔ یہ دونوں فرض ہیں اور ان میں قیام فرض ہے اور دونوں کے درمیان بیٹھنا فرض ہے پہلے خطبے میں چار امور فرض ہیں۔ (1) تحمید اسے ادنیٰ یہ ہے کہ الحمدللہ کہہ لے (2) حضور سرورِ دوعالم پر درود و سلام۔ (3) اللہ تعالیٰ سے خوف کی نصیحت۔ (4) قرآن مجید میں سے ایک آیت پڑھنا اسی طرح دوسرے خطبہ میں چاروں باتیں فرض ہیں مگر اس میں آیت کی جگہ دعا مانگنا واجب ہے اور دونوں خطبوں کا سننا فرض ہے چالیسوں مقتدی سنیں۔ جمعہ کی یہ سنتیں یہ ہیں۔

1۔ دیہات میں جمعہ نہیں ہوتا۔ تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ دیہاتی جمعہ۔ اویسی غفرلہ۔

2۔ احناف کے نزدیک بادشاہ یا اس کا نائب اور اس کا اذن ضروری ہے۔

3۔ احناف کے نزدیک شہر شرط ہے اور شہر کی تعریف میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے۔

سنن جمعہ : (1) جب سورج دوپہر سے ڈھل جائے اور موذن اذان سے فارغ ہو جائے تو امام منبر پر بیٹھے۔ اب کوئی نماز نفل نہیں پڑھنی چاہئے سوائے تحیۃ المسجد 1ـ کے اور گفتگو بھی موقوف ہو کہ جب خطبہ شروع ہو جائے اور خطیب منبر پر بیٹھ کر مقتدیوں کی طرف منہ کر کے السلام علیکم کہے اور مقتدی اس کا جواب دیں۔ (2) موذن اذان سے فارغ ہو جائے تو خطیب مقتدیوں کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو دائیں بائیں متوجہ نہ ہو۔ (3) اپنے دونوں ہاتھ تلوار کے قبضہ یا عصا پر رکھ لے تاکہ ہاتھوں سے کوئی لغو کام نہ کر سکے یا ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھ لے۔ (4) دو خطبے پڑھے جن دونوں کے درمیان تھوڑا سا جلسہ ہو۔ (5) خطبوں میں اجنبی بولی استعمال نہ کرے اور نہ بہت لمبا کرے اور نہ گائے بلکہ خطبہ مختصر تلیغ اور تمام مضامین کا جامع ہو۔

مستحبات جمعہ : دوسرے خطبے میں بھی آیت پڑھے۔ جب امام خطبہ پڑھتا ہو مسجد میں آنے والا السلام علیکم نہ کہے اگر السلام علیکم کہے تو جواب کا مستحق نہیں بلکہ اشارے سے جواب دینا بہتر ہے اور چھینکنے والے کا جواب بھی نہ دینا چاہئے۔ نوٹ۔ (یہ جمعہ کی صحت کی شرائط ہیں)

جمعہ کے وجوب کے شرائط : جمعہ اس شخص پر واجب ہے جو مرد بالغ عاقل مسلمان آزاد ایسی بستی میں ٹھہرا ہو جس میں اس صفت کے چالیس آدمی ہوں یا شہر کے نواح میں کسی ایسے گاؤں میں مقیم ہو کہ اگر کوئی بلند آواز آدمی شہر کے اس کنارے سے جو اس گاؤں کے متصل ہے اذان دے اور شور و غل نہ ہو تو اس گاؤں میں آواز پہنچ جائے تو اس گاؤں والے پر جمعہ واجب ہوگا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ (پ 28 الجمعہ 9) ترجمہ۔ اے نماز والے جب نماز جمعہ کی اذان ہو تو ذکر الٰہی کی طرف دوڑو اور بیع چھوڑو۔ اور جن لوگوں پر جمعہ ہے ان کو بارش اور کیچڑ اور خوف اور بیماری اور بیمار کی خبر گیری کے عذر سے (بشرطیکہ اور کوئی خبر گیر بیمار کا نہ ہو) جمعہ کے ترک کرنے کی اجازت ہے اس صورت میں عذر والوں کو مستحب یہ ہے کہ ظہر کی نماز میں تاخیر کریں۔ یہاں تک کہ لوگ جمعہ سے فارغ ہو جائیں۔

مسئلہ : اگر جمعہ میں ایسا شخص حاضر ہو جس پر جمعہ واجب نہیں مثلاً مریض یا مسافر یا غلام یا عورت تو ان کا جمعہ درست ہوگا اور ظہر کی نماز سے کفایت کرے گا۔

آداب صلوٰۃ جمعہ : یہ دس ہیں۔ (1) ادب۔ جمعرات کے دن جمعہ کے قصد سے اور اس کے فضل کے استقبال کی نیت سے تیار ہو یعنی جمعرات کی عصر کے بعد دعا' استغفار اور تسبیح میں مشغول ہو کیونکہ یہ وقت اس ساعت کے برابر

1ـ احناف کے نزدیک خطبہ شروع ہونے کے بعد تحیہ المسجد بھی نہیں پڑھنی چاہئے۔ (اویسی غفرلہ)

2ـ یعنی خطبہ صرف عربی میں ہو۔ (اویسی غفرلہ)

ہے جو جمعہ میں نامعلوم ہے بعض سلف صالحین اور اکابر نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سوائے بندوں کی روزیوں کے ایک اور فضل ہے اس فضل میں سے صرف اسی شخص کو دیتا ہے جو جمعرات کی شام کو اور جمعہ کے دن اسے طلب کرے اور جمعرات کو کپڑے دھو کر صاف کرلے اور خوشبو پائیں نہ ہو تو لیکن رکھے اور دل کو ان کاموں سے فارغ کرے جو جمعہ میں صبح سے جانے کے مانع ہوں اور اس رات میں جمعہ کے روزہ کی نیت کرے کہ اسکا بڑا ثواب ہے مگر اس کے ساتھ جمعرات یا ہفتہ کا روزہ ملا دینا چاہئے کہ اکیلا جمعہ کا روزہ مکروہ ہے اور اس رات کو نماز اور ختم قرآن میں گزار دے اس کا بہت بڑا ثواب ہے اور اس پر روزہ جمعہ کے فضل کااضافہ ہوگا اور اس رات میں یا جمعہ کے دن میں اپنی بیوی سے صحبت کرے کہ بعض بزرگوں نے اسے مستحب بتایا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد رحم اللہ من بکروابتکر و غسل واغسل اللہ اس شخص پر رحم کرے جو صبح کو جائے اور صبح کو اٹھے غسل کرے اور خود غسل کرے۔

فائدہ : غسل سے مراد یہ ہے کہ اپنی بیوی کو نہلائے اور بعض نے اس کلمہ کو بے تشدید سین کے پڑھا ہے اس صورت میں اس کا معنی یہ ہے کہ اپنے کپڑے دھوئے اور غسل سے دونوں صورت میں یہی مراد ہے کہ خود نہائے ان عمل سے استقبال جمعہ کے آداب کامل ہوں گے اور وہ غافلوں کے زمرہ سے خارج ہوگا۔

فائدہ : جو جمعہ کی صبح کو پوچھا کرتے ہیں کہ آج کیا دن ہے بعض سلف صالحین فرماتے ہیں کہ جمعہ میں کامل تر حصہ اس شخص کا ہے جو دو ایک دن پہلے سے اس کا انتظار اور رعایت کرے اور کمتر حصہ اس کا ہے جو صبح کو پوچھے کہ آج کیا دن ہے بعض اکابر جمعہ کی شب کو جامع مسجد ہی میں رہا کرتے تھے۔

ادب (2) : جب جمعہ کی صبح ہو تو فجر ہوتے ہی غسل کرے اگرچہ اس وقت جامع مسجد میں نہ جائے مگر اس کے قریب ہی جانا مستحب ہے تاکہ نہانا اور مسجد کا جانا قریب ہوں۔

فائدہ : جمعہ کے دن غسل کرنا مستحب ہے اور اس کی تاکید ہے اور بعض علماء اس کے وجوب کے قائل ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں غسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم ترجمہ۔ جمعہ کا غسل ہر بالغ مرد پر واجب ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نافع کی یہ حدیث مشہور ہے کہ من اتی الجمعة فلیغتسل ترجمہ۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص (مردوں یا عورتوں میں سے) جمعہ کو حاضر ہو' اس کو غسل کرنا چاہئے۔

فائدہ : مدینہ منورہ کے لوگ ایک دوسرے کو اگر برا کہتے تو یوں کہتے کہ تو اس سے برا ہے۔ جو جمعہ کے دن نہ نہائے۔

حکایت : ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ پڑھتے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے

حضرت عمر نے رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلدی آنے کی وجہ پوچھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اذان سننے کے بعد کوئی دیر نہیں کی۔ وضو کرکے باہر چلا آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ کو معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غسل کے لئے فرمایا کرتے تھے لیکن آپ نے وضو پر اکتفا کیا۔

فائدہ : حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صرف وضو کرنے سے معلوم ہوا کہ غسل کا ترک کرنا جائز ہے۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن وضو کیا تو بہتر ہے۔ لیکن جس نے غسل کیا وہ افضل ہے۔

مسئلہ : جو ناپاکی کی وجہ سے نہائے اور ایک دفعہ اپنے بدن پر جمعہ کے غسل کی نیت سے پانی بہائے اور ایک ہی غسل کرے تو کافی ہوگا اگر دونوں کی نیت کرلے گا تو ثواب زیادہ ملے گا۔ غسل جمعہ غسل جنابت کے اندر داخل ہو جائے گا۔

حکایت : بعض صحابہ اپنے صاحبزادہ کے یہاں گئے تو انہوں نے غسل کیا تھا پوچھا کہ جمعہ کا غسل ہے انہوں نے کہا نہیں بلکہ جنابت کا فرمایا کہ دوسرا غسل اور کرو۔ اسے یہ حدیث سنائی کہ غسل جمعہ کا ہر بالغ پر واجب ہے اور دوبارہ غسل کے لئے اس لئے کہا کہ انہوں نے غسل جمعہ کی نیت نہیں کی تھی ورنہ ایک ہی کافی ہو جاتا۔

سوال : مقصد نظافت ہے کہ وہ بلانیت سے بھی حاصل ہوگئی پھر دوبارہ غسل کے حکم کا کیا معنی۔

جواب : یہ اعتراض وضو میں بھی پڑے گا کہ نظافت بلانیت بھی حاصل ہے پھر جس نے بلانیت وضو کیا اسے دوبارہ وضو کے حکم کا کیا معنی (یہ امام شافعی کے مذہب کے مطابق ہے ورنہ احناف کے نزدیک وضو میں نیت فرض نہیں مستحسن ہے اگر کسی نے بلانیت وضو کیا تو بھی وضو ہوگیا اسے دوبارہ وضو کا کوئی حکم نہیں)

فائدہ : جمعہ کے لئے ایک ثواب مقرر کیا گیا ہے اس لئے اس کے ثواب کی طلب ضروری ہے اور جو شخص نہائے وضو جاتا رہے تو وضو کرے غسل باطل نہ ہوگا لیکن مستحب یہ ہے کہ غسل کے بعد وضو توڑنے سے احتراز کرے۔

ادب (3) : اس دن زینت مستحب ہے اور وہ تین امور ہے۔ (1) لباس (2) نظافت (3) خوشبو لگانا۔

فائدہ : مسواک کرنا اور بالوں کا دور کرنا اور ناخن تراشوانا اور مونچھوں کا کترنا اور جتنا امور کہ باب الطہارت میں گزرے عمل میں لانے چاہئیں۔)

فوائد طبیہ شرعیہ : (1) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن اپنے ناخن تراشے اللہ تعالیٰ اس سے مرض نکال کر شفا داخل کر دیتا ہے۔ پس اگر بدھ جمعرات کو حمام کر چکا ہو تو مقصود حاصل ہے اب جمعہ کو جو عمدہ خوشبو لگائے اس قدر کہ بدبوؤں پر غالب ہو اور اس کے باعث حاضرین کے دماغ کو خوشبو اور

راحت پہنچے۔ (2) مردوں کے لئے وہ خوشبو عمدہ ہے جس کی بو ظاہر اور رنگ مخفی ہو اور عورتوں کے لئے وہ اچھی ہے جس کا رنگ ظاہر اور بو پوشیدہ ہو اس کے متعلق تین احادیث مروی ہیں۔ امام شافعی نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے کپڑے صاف رکھے اسے رنج کم ہوتا ہے اور جس شخص کی خوشبو عمدہ ہو اس کی عقل زیادہ ہوتی ہے۔ (3) لباس سب سے اچھا لباس سفید ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب تر کپڑوں میں سفید رنگ ہے اور ایسا کپڑا نہ پہنے جس میں شہرت ہو اور سیاہ کپڑا مسنون ہے اور اس میں کوئی ثواب ہے بلکہ بعض لوگوں نے اس کی طرف دیکھنا بھی مکروہ کہا کیونکہ وہ یہی بدعت ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہوئی ہے۔ ا۔

فضائل عمامہ : نماز جمعہ میں عمامہ مستحب ہے پہلے واثلہ بن الاسقع سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے جمعہ کے روز عمامہ والوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔

مسئلہ : گرمی ستائے تو نماز سے پہلے اور پیچھے اسے اتار دینے میں کوئی حرج نہیں مگر جس وقت گھر سے جمعہ کے لئے نکلے اور عین نماز کے وقت امام کے منبر پر جانے کے وقت میں عمامہ نہ اتارے۔

ادب 4 : جامع مسجد کے لئے صبح کو جائے اور مستحب ہے کہ مسجد جامع کا قصد دو تین کوس سے کرے اور صبح صادق ہونے سے یہ وقت سویرے جانے کا شروع ہو جاتا ہے اور اس کا ثواب بہت بڑا ہے اور جمعہ کے لئے جانے میں خشوع اور تواضع سے رہے۔

مسئلہ : نماز کی فراغت تک مسجد میں اعتکاف کی نیت کر لے۔ مسجد میں جلدی جانے سے نیت یہ کرے کہ اللہ تعالیٰ کی ندا جو جمعہ کے لئے ہے اس کی اجابت کرتا ہوں اور اس مغفرت و رضا کی طرف سبقت کرتا ہوں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کو اول ساعت میں جاکے اس نے گویا ایک اونٹ قربان کیا اور دوسری ساعت میں جائے اس نے گویا گائے کی قربانی کی اور جو تیسری ساعت میں جائے اس نے گویا مرغی اللہ کی راہ میں ذبح کی اور جو پانچویں ساعت میں جائے اس نے گویا انڈا اللہ تعالیٰ کو نذر کیا اور جب امام خطبے کے لئے تشریف لاتا ہے تو صحیفے لپیٹے جاتے ہیں اور قلم اٹھا لئے جاتے ہیں اور فرشتے منبر کے پاس جمع ہو کر ذکر سنتے ہیں۔ پس جو شخص اس وقت کے بعد آتا ہے تو وہ صرف نماز کے حق کے لئے آتا ہے اس کو کوئی ثواب نہ ملے گا۔

فائدہ : پہلی ساعت آفتاب کے نکلنے تک ہے اور دوسری اس کے اونچا ہونے تک بمقدار نیزہ ہے۔ تیسری اس وقت تک رہتی ہے کہ دھوپ میں تیزی اتنا ہو کہ پاؤں جلنے لگیں اور چوتھی اور پانچویں اس وقت سے لے کر دوپہر ڈھلنے تک ہے اور ان دونوں کا ثواب کم ہے اور زوال کا وقت نماز کا وقت نہیں ہے اس میں کوئی ثواب نہیں حضور صلی

ا۔ اس سے شیعہ مذہب کا رد ہے کہ ان کے نزدیک سیاہ لباس محبوب ہے۔

اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر آدمیوں کو معلوم ہوں کہ ان میں کیا ثواب ہے تو اپنی سواریوں کو ان کی طلب میں دوڑائیں۔ (1) اذان (2) صف اول (3) جمعہ کو سویرے جانا۔ امام احمد نے فرمایا کہ ان تینوں میں بدھ کو جمعہ کے لئے پہلے جانا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے اپنے ہاتھوں میں چاندی کے کاغذ اور سونے کے قلم لیکر مسجد جامع کے دروازوں پر بیٹھ جاتے ہیں اور اول اور دوم آنے والوں کو ترتیب وار لکھتے رہتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ جب کوئی بندہ اپنے وقت سے جمعہ کے دن دیر کرتا ہے تو فرشتے اس کو تلاش کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے اس کا حال پوچھتے ہیں کہ وہ کیا کرتا ہے اور کس وجہ سے اسے معمول سے دیر ہوئی اور یہ کہتے ہیں کہ الٰہی اگر اسے مفلسی کی وجہ سے دیر ہوئی تو اس کو غنی کر اور بیماری کی وجہ سے ہوئی تو شفا دے اور کاروبار سے ہوئی ہو تو اسے اپنی عبادت کے لئے فراغت نصیب کر اور اگر کسی کھیل و تماشہ نے اسے دیر لگادی ہو تو اس کے دل کو اپنی طاعت کی طرف متوجہ فرمادے۔

فائدہ : قرآن اول (پہلے زمانہ) میں سحر کے وقت اور صبح صادق کے بعد راستے لوگوں سے بھر جاتے تھے کہ روشنی لیکر جامع مسجد میں عید کے دنوں کی طرح بھیڑ بھاڑ ہوا کرتی تھی۔ یہاں تک کہ یہ عادت پرانی ہوگئی بلکہ جاتی رہی۔ ا۔

ایک بدعت جو عام ہے : علمائے کرام نے فرمایا ایک بدعت یہی ہوئی کہ جمعہ کے دن سویرے جانا چھوڑ دیا اور مسلمانوں کو یہود اور نصاریٰ سے بھی شرم نہیں آتی کہ وہ اپنے عبادت خانوں میں ہفتہ اور اتوار کو سویرے جاتے ہیں اور دنیا کی طلب خرید و فروخت اور نفع کے بازاروں میں کیسے تڑکے جاتے ہیں تو آخرت کے طالبوں کو کیا ہوا ہے کہ ان سے پیش قدمی نہیں کرتے۔

فائدہ : جب اللہ تعالٰی کا دیدار لوگوں کو نصیب ہوگا تو اس وقت ان کو قرب اسی قدر ہوگا جس قدر کہ جمعہ کو سویرے لگے ہوں گے۔

حکایت : حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ مسجد جامع کو صبح تشریف لے گئے دیکھا کہ تین آدمی آپ سے ہیں اس بات سے آزدہ ہوئے اور اپنے نفس کو عتاب کرکے کہنے لگے کہ چار کا چوتھا ہے یہ بھی غنیمت ہے۔

ادب 5 : مسجد میں داخل ہونے کی کیفیت یہ ہے کہ نمازیوں کی گردنوں پر کود نہ جائے اور نہ ان کے سامنے گزرے اور بہت پہلے سے جانے میں ان دونوں باتوں کی وقت نہ ہوگی۔

فائدہ : گردنیں پھاندنے کے متعلق سخت وعید وارد ہے کہ قیامت کے دن اس کو پل کردیا جائے گا کہ لوگوں کی گردنیں پھاند۔

ا۔ بلکہ اب تو یہ حال ہے کہ ادھر خطبہ شروع ہوا ادھر سے لوگ نماز کے لئے آنے شروع ہوئے۔ اویسی غفرلہ

حکایت : ابن صریح سے مرسلاً" مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ پڑھتے تھے کہ اس اثنا میں دیکھا کہ ایک آدمی لوگوں کی گردنوں کو پھاندتا ہے یہاں تک کہ آگے بڑھ کر بیٹھ گیا جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تو اس شخص سے فرمایا کہ تجھے کیا ہوا کہ آج ہمارے ساتھ جمعہ میں شریک نہیں ہوا اس نے عرض کیا کہ حضور میں تو جمعہ میں حاضر ہوں آپ نے فرمایا کہ میں نے تجھے لوگوں کی گردنیں پھاندتے دیکھا تھا۔

فائدہ : اس حدیث سے یہ ارشاد فرمایا کہ اس کا عمل بے کار ہوگیا ایک حدیث مسند میں اس طرح ہے کہ آپ نے اس شخص کو یوں فرمایا کہ کیا چیز تجھے ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے مانع ہوئی اس نے عرض کیا کہ کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا نہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تجھے دیکھا کہ تو دیر سے آیا اور لوگوں کو دکھ دیا۔

مسئلہ : جس وقت صف اول خالی ہو تو اس وقت لوگوں کے اوپر سے جانے کا حرج نہیں کہ انہوں نے اپنی حق تلف کیا اور فضیلت کی جگہ چھوڑ دی۔ حضرت حسن نے فرمایا ہے کہ جو لوگ جمعہ کے دن مسجد جامع کے دروازوں پر ہی بیٹھ جاتے ہیں ان کی گردنیں پھاندا کرو یہ ان کی کوئی بے حرمتی نہیں۔

مسئلہ : جب مسجد میں تمام لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو سلام نہ کرے اس لئے کہ انہیں بے محل جواب دینے کی تکلیف ہوگی۔

ادب 6 : نمازیوں کے آگے نہ گزرے ستون یا دیوار کے قریب بیٹھے تاکہ کوئی آگے سے نہ گزرے یعنی نماز پڑھنے کی حالت میں

مسئلہ : نمازی کے آگے گزرنے سے نماز نہیں جاتی مگر نمازی کے گزرنے کے لئے نہی وارد ہے۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو چالیس سال کھڑا رہنا بہتر ہے کہ نمازی آگے سے گزرے۔

حدیث : فرمایا کہ اگر آدمی راکھ اور خاک ہو جائے اس کو ہوائیں اڑا دیں تو اسکے حق میں یہی بہتر ہے کہ نمازی کے آگے سے نہ گزرے۔

فائدہ : حدیث میں ہے نمازی گزرنے والے کو برابر فرمایا بشرطیکہ نمازی راستے پر نماز پڑھے یا سامنے سے لوگوں کو ہٹانے میں کوتاہی کرے چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اگر نمازی کے آگے گزرنے والا اور نمازی یہ جانتے کہ ان پر کتنا گناہ ہوتا ہے تو چالیس سال تک ٹھہرا رہنا اس کے لئے بہتر ہوتا نمازی کے آگے گزرنے سے۔

مسئلہ : ستون اور دیوار اور بچھا ہوا مصلیٰ نمازی کی جگہ ہے جو اس کے اندر ہو کر گزرے تو نمازی کو چاہئے کہ اسے

ہٹا دے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لیدفعہ فان ابی فلیدفعہ فان ابی فلیقاتلہ فانہ شیطان۔
ترجمہ۔ چاہئے اسے ہٹانے اگر وہ انکار کر پھر ہٹائے اگر انکار کرے سمجھ لو شیطان ہے۔

حکایت : خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ہو کر جو کوئی گزرتا تھا تو ایسا دھکا دیتے تھے کہ گر جاتا تھا اکثر ایسا ہوتا تھا۔ یہ کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ دھکا دیتے وہ آپ سے لپٹ جاتا یعنی جھگڑا ہو جاتا آپ کی اس زیادتی کی شکایت مروان سے کی گئی مروان نے آپکو بلا کر پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں ایسا کرنے کو حکم فرمایا ہے۔

مسئلہ : اگر ستون نہ پائے تو چاہئے کہ اپنے آگے کوئی ایسی شے کھڑی کرے جس کا طول ایک ہاتھ ہو تاکہ اس حد کہ پہچان ہو جائے۔

ادب 7 : صف اول تلاش کرے کہ اس کا ثواب زیادہ ہے۔

احادیث مبارکہ (1) : روایت میں ہے کہ جو شخص اپنے اہل کو نہلائے اور خود نہائے اور صبح سے جائے اول خطبے کو پائے اور امام سے قریب ہو کر خطبہ اور قرات سنے تو یہ اس کے لئے دونوں جمعوں کے درمیانی ایام سے تین دن زیادہ کفارہ ہو جائے گا۔ (2) روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک جمعہ سے دوسرے تک اس کی مغفرت فرمائے۔ (3) بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے۔

فائدہ : صف اول کی تلاش سے غفلت نہ کرے مگر تین صورتوں میں (1) خطیب کے پاس کوئی ایسی بری بات ہو کہ یہ اس کے بدلنے سے عاجز ہو مثلاً امام یا کوئی دوسرا آدمی ریشمی کپڑا پہنے ہو یا بڑے بھاری ہتھیار باندھ کر نماز کو آیا ہو جس سے خیال ادھر کو ہو یا سنہرے ہتھیار ہوں یا کوئی اور اسی قسم کی چیز ہو کہ تو اس کا روکنا اس شخص پر واجب ہو جائے تو اس صورت میں صف اول سے پیچھے رہنا بہتر ہے۔

مسئلہ : مذکور بالا امور کی وجہ سے بعض علماء نے ایسا کیا ہے۔

حکایت : بشر بن حارث سے کسی نے پوچھا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ صبح سے آتے ہیں مگر نماز آخر کی صفوں میں پڑھتے ہیں فرمایا کہ قلوب کا قرب مقصود ہے اجسام کا قریب ہونا ضروری نہیں۔

فائدہ : اس سے آپ نے اشارہ کیا کہ صفوں سے پیچھے رہنا دل کے لئے بہتر ہے۔

حکایت : حضرت سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثوری نے شعیب بن حرب کو دیکھا فرمایا کہ منبر کے پاس تمہارے بیٹھنے نے میرے دل کو پراگندہ کر دیا کہ تم اس سے ماموں ہو کہ اگر کوئی بات اس سے (جعفر ابو مسعود خلیفہ) اسی سے سنو کہ اس کا انکار تم پر واجب ہو تو اسے بجا نہ لائے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ان خلفاء عباسیہ نے سیاہ لباس ایک نئی

بدعت نکالی ہے۔ شعیب نے کہا کہ یا ابا عبداللہ کیا حدیث میں نہیں ہے کہ خطبہ قریب ہو آپ نے فرمایا یہ خلفائے راشدین محدثین کے لئے ہے تم بادشاہوں سے دور رہو بلکہ ان کی طرف نہ دیکھو اس سے اللہ عزوجل کا قرب زیادہ حاصل ہوتا ہے۔

حکایت : سعید بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی انہوں نے صفوں سے پیچھے ہٹنا شروع کیا یہاں تک کہ پچھلی صف میں ہوگئے جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے کہا کہ کیا اول صف پچھلوں سے بہتر نہیں ہے۔ فرمایا ہاں۔ مگر یہ امت مرحومہ ہے دیگر امتوں سے اس پر نظر رحمت زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو نماز میں نظر رحمت سے دیکھتا ہے تو اسکے پیچھے جتنے آدمی ہوتے ہیں سب کو بخش دیتا ہے اس لئے سب سے پیچھے اسی توقع سے کھڑا ہوا کہ ان میں سے جس کی طرف نظر رحمت کرے اس کے طفیل میری مغفرت بھی ہو جائے۔

حدیث : بعض راوی فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے جو شخص اس نیت سے پیچھے ہٹے کہ دوسرے کو اس پر ترجیح ہو یہ خوش خلقی کے طور ہو تو کوئی حرج نہیں اور اس وقت یہ کہا جائے گا کہ الاعمال بالنیات (اعمال کا دارومدار نیت پر ہے) (2) خطیب کے قریب کوئی ایسی جگہ مسجد سے علیحدہ بادشاہوں کے لئے تیار کی گئی ہو تو پھر صف اول بہتر ہے مگر بعض علماء نے اس مکان کے اندر داخل ہونا مکروہ کہا ہے۔

فائدہ : حضرت حسن بصری اور بکر مزنی اس جگہ پر نماز نہ پڑھتے تھے اس خیال پر کہ وہ صرف بادشاہوں کے لئے ہی تھی اور یہ بدعت ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد مسجدوں میں پیدا ہوئی ہے حالانکہ مسجد مطلق تمام لوگوں کے لئے برابر ہے تو اس کی کوئی جگہ علیحدہ کر دینا خلاف سنت ہے لیکن انس بن رضی اللہ تعالیٰ عنہما مالک اور عمران بن حصین نے اس جگہ پر نماز پڑھی ہے اور قرب امام کی تلاش میں اسے مکروہ نہیں کیا غالباً کراہت اس صورت میں ہوگی کہ اس جگہ کو مخصوص کر دیا جائے کہ دوسرے لوگوں کو اس میں نماز پڑھنے سے منع کیاجائے اور جس صورت میں کہ ممانعت نہ ہو کراہت نہ ہوگی۔ (3) منبر بعض صفوں کو کاٹ دیتا ہے اور صف اول وہ ہے جو منبر کے بعد صف متصل اور جو اس کے دونوں طرف میں ہے وہ صف مکمل نہیں حضرت سفیان ثوری نے فرمایا کرتے تھے کہ صف اول وہ ہے جو منبر سے علیحدہ ہو اور اس کے بالمقابل ہو ان کا قول صحیح ہے کہ متصل وہی صف ہے کہ اس میں بیٹھا ہوا آدمی خطیب کے سامنے ہوتا ہے اور اس کا خطبہ سنتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی رعایت نہ کی جائے اور صف اول اسی کو کہیں جو قبلہ کے قریب ہو۔

مسئلہ : بازاروں اور مسجد کے چوک میں (جو مسجد سے خارج ہو) نماز پڑھنا مکروہ ہے اور بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو مار مار کر چوکوں سے اٹھا دیتے تھے۔

ادب 8 : امام کے منبر پر جاتے وقت نماز اور کلام موقوف کر دے بلکہ موذن کا جواب دیکر خطبہ سننے میں مشغول ہو۔

بعض عوام کی عادت ہو گئی ہے کہ جب موذن اذان کو اٹھتا ہے تو وہ سجدہ کرتے ہیں اور اس کی اصل حدیث اور آثار میں نہیں ہے ہاں اگر اتفاقاً" سجدہ تلاوت اس وقت آجائے تو حرج نہیں دعا بڑھا کر مانگے کیونکہ یہ وقت بہتر ہے اور اس سجدے کی حرمت کا حکم نہ دیا جائے کہ اس کی حرمت ثابت نہیں۔ حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو خطبہ سنے اور خاموش رہے اسے دو ثواب ہیں اور جو نہ سنے اور خاموش رہے اسے ایک ثواب ہے اور جو سنے اور لغو بکے اس کو دوگناہ ہیں اور جو نہ سنے اور لغو کہے اس پر ایک گناہ ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من قال لعاصیه والا عام یخطب انصت اوصه فقدلغا ومن لغا فلا جمعته لہ ترجمہ۔ جس نے اپنے ساتھی سے اس وقت کہا چپ ہو جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو تو اس نے لغو بکا اور جو لغو بات کہے اس کا جمعہ نہ ہوگا۔

فائدہ : اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ چپ کرانا اشارہ سے کنکر مارنے سے ہونا چاہئے بولنے سے نہیں۔

حکایت : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ فلاں سورت کب نازل ہوئی ہے حضرت ابی نے اشارہ فرمایا کہ چپ رہو' جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر سے نیچے اترے تو حضرت کعب نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ جاؤ تمہارا جمعہ نہیں ہوا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابی نے سچ کہا ہے۔

مسئلہ : اگر امام سے دور رہو تو نہ علم میں گفتگو کرے نہ کوئی اور بات کرے بلکہ چپ رہے اس لئے کہ گفتگو سے بھنبھناہٹ سننے والوں تک پہنچے گی۔

مسئلہ : جو شخص بولتا ہو اس کے حلقہ میں نہ بیٹھے۔

مسئلہ : جو شخص دوری کے باعث سننے سے عاجز ہو اس کو چاہئے کہ چپ رہے کہ یہی مستحب ہے۔

مسئلہ : خطبہ کی حالت میں نماز مکروہ ہے تو کلام (گفتگو) بطریق اولیٰ مکروہ ہوگا۔

فائدہ : حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ چار ساعتوں میں نماز نفل مکروہ ہے۔ (1) فجر کے بعد (2) عصر کے بعد (3) دوپہر کے وقت (4) جس وقت امام خطبہ پڑھتا ہو۔

ادب 9 : جمعہ کے اقتداء میں ان امور کا لحاظ رکھے جنہیں ہم نے جمعہ کے سوا اور نمازوں میں ذکر کیا ہے پس جب امام کی قرات سنے تو سوائے الحمد کے اور کچھ نہ پڑھے۔ *

مسئلہ : جب جمعہ سے فارغ ہو تو بولنے سے پہلے سات بار الحمد اور سات بار قل ہو اللہ سات بار معوذ تین پڑھے۔

بعض سلف سے مروی ہے کہ جو کوئی ایسا کرے گا وہ جمعہ سے دوسرے جمعہ تک محفوظ رہے گا اور شیطان سے اس کو پناہ ملے گی۔

مسئلہ : مستحب ہے کہ نماز جمعہ کے بعد کہے اللھم یا غنی یا حمید یا مبدی یا معید یا رحیم یا ودود' غنی بعلاک عن صرامک و بفعلک عن سواک کہے۔

فائدہ : جو کوئی اس دعا پر مداومت کرے' اللہ تعالیٰ اسے اپنی مخلوق سے بے پروا کر دے گا اور اسے ایسی جگہ سے روزی دے گا کہ اس کو گمان بھی نہ ہو (ان شاء اللہ)

مسئلہ : جمعہ کے بعد چھ رکعات پڑھے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار کی روایت کی ہے اور حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چھ روایت کی ہے اور تمام روائتیں مختلف حالات میں درست ہیں تو افضل یہی ہے کہ اکمل روایت پر عمل کیا جائے کہ سب پر عمل ہو جائے۔

ادب 10 : نماز عصر مسجد جامع میں پڑھنے تک مسجد ہی میں رہے بلکہ اگر مغرب تک ٹھہرے تو زیادہ بہتر ہے۔

فائدہ : جو نماز عصر مسجد جامع میں پڑھے تو حج کا ثواب نصیب ہوتا ہے اور اگر مغرب کی نماز پڑھے تو اسے حج اور عمرہ کا ثواب ہوتا ہے۔

مسئلہ : اگر ریا کا خطرہ ہو یا یہ کہ کسی آفت سے محفوظ نہ ہو گا مثلاً یہ خیال کہ لوگ مجھے اعتکاف بیٹھا ہوا دیکھو میری تعریف کریں یا یہ کہ بے فائدہ باتوں میں مبتلا ہونے کا خوف ہے۔ تو بہتر یہ ہے کہ اپنے گھر میں ذکر اللہ کرتا ہوا اور اس کی نعمتوں کو سوچتا ہوا چلا آئے اور شکر کرے کہ اس نے عبادت کی توفیق دی اور اپنی تقصیر سے ڈرتا رہے اور سورج کے ڈوبنے تک اپنے دل اور زبان کی نگرانی رکھے تاکہ وہ ساعت عمدہ ہاتھ سے نہ جاتی رہے۔

مسئلہ : مسجد جامع اور دوسری مسجدوں میں دنیا کی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے تاکہ ان کی باتیں مسجدوں میں دنیا کے امور ہوں گے اللہ کو ان سے کوئی غرض نہیں تم ان کے پاس مت بیٹھو۔

1۔ احناف کے نزدیک امام کے پیچھے الحمد شریف نہ پڑھنی چاہئے۔ اویسی غفرلہ

آدابِ یومِ الجُمُعہ

(جُمُعہ کے دِن کے مشاغل)

آداب یوم الجمعہ کے آداب سات ہیں۔

ادب 1 : صبح کو یا نماز جمعہ کے یا عصر کے بعد علم کی مجالس میں حاضر ہو مگر قصہ گووں یعنی جاہل واعظوں کی مجالس میں نہ جائے کہ ان کی گفتگو میں خیر نہیں اور سالک آخرت کو چاہئے کہ جمعہ کے تمام دن خیرات اور دعاؤں سے خالی نہ رہے تاکہ وہ ساعت شریف اس کو مل جائے جو بہتر ہے اور وہ حلقے کہ نماز سے پہلے ہوں ان میں نہ جانا چاہئے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن نماز سے پہلے حلقہ کرنے سے منع فرمایا مگر اس صورت میں انہیں کوئی عالم ربانی ہو اور اللہ تعالیٰ کے انعامات اور انتقامات کا ذکر کرتا اور اللہ تعالیٰ کے دین کو سمجھاتا ہو اور مسجد جامع میں صبح کے وقت واعظ کہتا ہو۔ اس کے پاس بیٹھے کہ اس میں صبح کو جانا اور اس علم کا سننا جو آخرت کے لئے مفید ہو دونوں حاصل ہیں ایسا علم سننا نوافل میں مشغول ہونے سے افضل ہے۔

احادیث (1) : حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجلس علم میں حاضر ہونا ہزار رکعت نماز سے افضل ہے۔ (2) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت ماذا قصیت الصلوۃ فانسرو افی الارض وابتغوا من فضل اللہ کے متعلق فرمایا کہ اس سے دنیا کی طلب مراد نہیں بلکہ بیمار کی عیادت اور جنازہ میں شریک ہونا اور علم سیکھنا اور جس سے اللہ کی رضا کے لئے بھائی چارہ کرنا مراد ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ نے علم کلام مجید میں متعدد مقامات پر فضیلت بیان فرمائی ہے۔ فرمایا (1) وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (النساء ۱۱۳) (2) فرمایا ولقد اتینا داؤدمنا فضلا۔ ہم نے داؤد کو علم دیا اس کا علم سیکھنا اور سکھانا افضل تر بات میں سے ہے۔ (4) قصہ گووں جاہل واعظوں کی مجالس سے نماز افضل ہے کیونکہ اسلاف قصہ گوئی (جاہلانہ وعظ) کو بدعت جانتے تھے اور قصہ گووں (جاہل واعظوں) کو جامع مسجد سے نکال دیتے تھے۔

حکایت : حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد جامع میں اپنی مسند پر آئے دیکھا ایک قصہ گو جاہل واعظ آپ کی مسند بیان کر رہا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میری جگہ سے اٹھ جا۔ اس نے کہا میں نہیں اٹھتا میں آپ سے پہلے یہاں پر بیٹھا ہوں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوتوال کو بلا کر اٹھوا دیا۔

فائدہ : اگر جاہل واعظ کا بیان کرنا سنت ہوتا تو اس کا اٹھانا کب جائز تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا یقیمن احدکم اخاہ من مجلسہ فیہ ولکن تفسحوا وتو سعوا۔ ترجمہ۔ تم میں سے اپنے بھائی کو اٹھا کر اس

جگہ پر نہ بیٹھے بلکہ کہے وسعت کرو جگہ دو کہہ کر جگہ مل جائے تو بیٹھ سکتا ہے۔

فائدہ : حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے اگر کوئی شخص اپنی جگہ چھوڑ دیتا تو اس میں نہ بیٹھتے جب تک کہ وہ شخص اسی جگہ پر نہ بیٹھتا۔

حکایت : مروی ہے کہ ایک جاہل واعظ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حجرے کے قریب بیٹھا کرتا۔ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہلا بھیجا کہ اس نے اپنے قصوں سے مجھے ستا رکھا ہے اور ذکر اور تسبیح سے مجھے روک دیا ہے۔ حضرت عمر نے اس کو اتنا مارا کہ اس کی کمر پر چھڑی توڑ دی۔' پھر نکال دیا۔

ادب 2 : جو ساعت جمعہ میں افضل ہے اس کی اچھی طرح نگرانی کرے۔

احادیث مبارکہ : (ا) حدیث مشہور ہے کہ جمعہ میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اس کو کوئی بندہ مسلمان اگر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کے وقت اسے پالے تو اللہ تعالیٰ اس کو عنایت فرماتا ہے جمعہ کی ساعت میں اختلاف ہے۔

ساعۃ یوم الجمعہ کی تحقیق : ساعۃ جمعہ کے متعلق اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ ساعت سورج نکلنے کے وقت ہے بعض زوال کے وقت اور بعض اذان کے وقت بتاتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ جب امام منبر پر خطبہ شروع کرتا ہے بعض کہتے ہیں کہ جب لوگ نماز میں کھڑے ہوں اور بعض نے کہا ہے کہ عصر کے مختار وقت کا آخری ہے اور بعض کہتے ہیں کہ سورج کے غروب سے تھوڑا سا پہلے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس وقت کی رعایت کرتی تھیں اور اپنی خادمہ کو حکم فرماتیں کہ سورج کو دیکھتی رہو۔ جب وہ غروب ہونے کو ہو تو مجھے اطلاع کرنا۔ آپ کی خادمہ ایسا ہی کرتی اس وقت آپ دعا استغفار میں مشغول ہوتیں یہاں تک کہ سورج غروب ہو جاتا اور فرماتیں کہ اسی ساعت کا انتظار کرنا اور اس مضمون کو آپ اپنے والد گرامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اختیار کیا۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ وہ ساعت تمام دن شب قدر کی طرح مبہم ہے۔ اس لئے اس کے انتظار میں طلب کی کثرت ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ جمعہ کی ساعات میں شب قدر کی طرح بدلتی رہتی ہے اور یہ قول درست ہے اور اس کے لئے ایک راز ہے جس کا نام علم معاملہ میں مناسب نہیں مگر چاہیے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس قول کی تصدیق کی جائے کہ فرمایا ان لربکم فی ایام دھرکم نفحات الا فتعرضوا لھا ترجمہ۔ بیشک تمہارے رب کے تمہارے دنوں میں نفحات ہیں۔ جب درد ان کے درپے رہو۔ چونکہ جمعہ انہیں ایام سے ہے تو بندے کو چاہیے کہ جمعہ کے تمام دن نفحات کا جویا اور حضور دل اور درود ذکر کے ساتھ دنیا کے وساوس سے برکنار ہو کر اپنے شاید ان نفحات میں سے کچھ اسے بھی نصیب ہو جائے۔

حکایت : کعب بن احبار نے فرمایا کہ وہ ساعت روز جمعہ کی آخر ساعت ہے یعنی غروب کے وقت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آخر ساعت کیسے ہو سکتی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ جس بندہ کو وہ ساعت نماز پڑھنے میں مل جائے اور آخر ساعت نماز کا وقت نہیں۔ کعب احبار رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ جو نماز کا انتظار کرے وہ نماز ہی میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہاں حضرت کعب نے فرمایا تو یہی نماز ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش ہوگئے۔

فائدہ : حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ احبار اس طرف مائل تھے کہ یہ ساعت اللہ کی رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو اس دن کے حقوق پر قائم ہوں تو اس رحمت کو اس وقت دینا چاہئے جب کام سے فارغ ہولیں۔

خلاصہ : یہ کہ وقت اور جس وقت امام منبر پر خطبہ کے لئے کھڑا ہوتا ہے دونوں افضل ہیں۔ چاہے کہ دونوں میں بہت زیادہ دعامانگے۔

ادب 3 : جمعہ کے دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر جمعہ کے دن 80 بار درود بھیجے۔ اللہ تعالیٰ اس کے 80 سال کے گناہ بخش دیتا ہے کسی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کس طرح درود بھیجیں۔ فرمایا کہو اللھم صلی علی محمد عبدک و نبیک ورسولک النبی الامی ترجمہ۔ اے اللہ رحمت بھیج محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اپنے بندے اور نبی امی پر۔ اور ایک عقد کروہ یعنی یہ ایک بار ہو اسی طرح اسی بار نیز ان الفاظ سے کہو اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد صلوۃ نکون لک رضا ولحقعہ اداء واعطہ الوسیلۃ والبعثہ المقام المحمود الذی وعدتہ واجزہ عنا ما ھواھلہ اجزہ افضل ماجاز یت نبینا عن امتہ وصل علی جمیع اخوانہ من النبیین والصالحین یا رحم الرحمین۔ ترجمہ۔ الٰہی رحمت بھیج محمد پر اور آل پر ایسی رحمت کہ تیری خوشی میں ہو اور ان کے حق کو ادا کرے اور ان کو وسیلہ عنایت کر اور جس مقام محمود کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اس پر ان کو اٹھا اور ہماری طرف ان کو وہ بدلہ دے جس کے وہ لائق ہیں اور ہماری طرف سے ان کو وہ بدلہ دے کہ کسی نبی کو جو تو نے اس کی امت کی طرف سے دیا ہو اس سے بڑھ کر ہو اور ارحم الرحمین ان کے سب بھائیوں یعنی انبیاء اور صالحین پر رحمت بھیج۔

یہ سات بار کہو۔ مروی ہے کہ جو کوئی اس درود کو سات جمعہ پڑھے اور ہر جمعہ سات مرتبہ پڑھے تو اس کے لئے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت واجب ہے اور اگر یہ مطلوب ہو کہ درود کے الفاظ زیادہ ہوں تو درود ماثور پڑھے۔ وہ یہ ہے :

اللھم اجعل فضائل صلواتک و نرامی برکاتک و شرائف ذکرتک ورفتک ورحمتک و تعینک علیٰ محمد سیدالمرسلین و امام التقین و خاتم النبیین و رسول رب العلمین قائد الغیرو فاتح البر و نبی الرحمتہ وسید الامتہ اللھم بعثہ مقاما معمود اتزلف بہ وتقربہ عینہ یعصیہ بہ الاولون الاخرون اللھم اعط الفضل والفضیلتہ والشرف والوسیلتہ والدرجتہ الرفیعتہ والمنزلہ الشامخۃ المینفۃ اللھم اعط محمد ارسولہ وبلغہ مامولہ واجعلہ اول شافع واول مشفع اللھم عظم برھانہ و ثقل میزنہ وابلیغ حصبت

اوارفع فی اعلٰی المقربین درجۃ اللھم احشر نافی زمرۃ واجعلنا من اہل شفاعتہ واحینا علی سنۃ و توفنا علی ملتہ داور دنا حوصہ واسقانا بکاسہ غیر خزایا ولا نادمین ولا شاکین ولا مبدلین ولا فاتین ولا مفتونین۔ (آمین یا رب العالمین)

ترجمہ۔ الٰہی کر دے اپنی عمدہ صلوات اور زیادہ ہونے والی برکتیں اور شریف طہارتیں اور اپنی رفاقت اور رحمت تحیت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور رسولوں کے سردار اور متقیوں کے پیشوا اور انبیاء کے خاتم اور پروردگار عالم کے رسول اور خیر کی طرف کھینچنے والے اور بھلائی کے کھولنے والے اور نبی رحمت اور سردار امت ہیں۔ الٰہی ان کو اس مقام محمود پر اٹھا جس کے سبب تو نے ان کا قرب بڑھا دے اور ان کی آنکھ کو ٹھنڈا کرے اور ان کے اگلے پچھلے ان کا رشک کریں' الٰہی ان کو فضل و فضیلت اور شرف اور وسیلہ اور درجہ بلند مرتبہ اونچا عطا کر' الٰہی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی درخواست پوری کر اور ان کا جو مدعا ہو اس پر پہنچا دے اور ان کو سب سے پہلا سفارشی کر اور سفارش ان کی سب سے پہلے منظور کر' الٰہی ان کی برہان کو بڑھا کر' اور ان کی میزان بھاری کر'اور ان کی حجت کو واضح کر' اور ان کا درجہ مقربین میں سے سب سے اوپر کے لوگوں میں سے کر' الٰہی ہم کو ان کی جماعت میں اٹھا' اور ان کے سفارش خواہوں میں کر' اور ان کے طریق پر زندہ رکھ اور ان کی ملت پر ہم کو موت دے اور ہم کو ان کے حوض پر وارد کر' اور ان کے پیالہ سے ہم کو پانی پلا ایسے حال میں نہ ہم رسوا ہوں نہ پشیمان نہ اپنے دین میں شک کریں نہ اپنے دین میں کچھ تبدیلی کریں اور نہ فتنہ میں ڈالیں نہ فتنہ میں پڑیں' یہ دعا قبول کر رب العالمین۔

غرضیکہ درود کے جو الفاظ جمعہ کے دن پڑھے گا گو تشہد کا درود ہو تو بھی درود پڑھنے والا کہلائے گا۔

فائدہ : چاہیے کہ درود پر استغفار کا اضافہ کرے کہ جمعہ کے دن استغفار بھی مستحب ہے۔

ادب 4 : قرآن مجید کی تلاوت کرے۔

فضائل سورہ کہف : خصوصاً سورہ کہف پڑھے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن یا اس کی شب میں سورۃ کہف پڑھے تو اس کو اس کے پڑھنے کے مقام سے مکہ تک نور عطا کیا جائے گا اور دوسرے جمعہ تک تین روز زیادہ مغفرت کی جائے گی اور اس پر ستر ہزار فرشتے صبح ہونے تک رحمت بھیجتے ہیں اور درد اور پیٹ کے پھوڑے اور ذات الجنب اور برص اور جذام اور دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔

مسئلہ : ہو سکے تو قرآن جمعہ کے دن یا اس کی شب میں ختم کرے اگر قرآن رات کو پڑھا کرتا ہو تو صبح کی سنتوں میں اس کو ختم کرے یا مغرب کی سنتوں میں یا جمعہ کی اذان اور اقامت کے درمیان ختم کرے کہ اس کا ثواب بڑا ہے۔

فائدہ : زمانہ سابق عابد لوگ جمعہ کے دن سورہ اخلاص ہزار بار پڑھنا مستحب سمجھتے تھے اور کہتے کہ جو کوئی سورہ

اخلاص دس یا بیس رکعات میں ہزار بار پڑھے تو ایک ختم کرنے سے افضل ہے۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہزار بار درود اور سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر ہزار بار پڑھا کرے۔

جمعہ کی شب و روز نمازوں میں کونسی سورتیں پڑھیں: اگر جمعہ کے دن یا رات میں چھ مستجبات (1) بنی اسرائیل (2) حدید نمبر 27 (3) جمعہ نمبر 28 (4) صوف نمبر 28 (5) تغابن نمبر 28 (6) اعلیٰ 30 پڑھے تو بہتر ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی نہیں ہے کہ کسی دن میں آپ سورتیں پڑھتے ہوں۔ سوائے شب اور روز جمعہ کی مغرب کے کہ اس میں قل یاایہا الکفرون اور قل ھوا اللہ احد پڑھا کرتے تھے اور اسی رات کی عشاء میں سورہ جمعہ 28 اور منافقون 28 بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان دونوں سورتوں کو جمعہ کی دو رکعتوں میں پڑھا کرتے تھے۔ جمعہ کی صبح میں سورہ الم سجدہ اور سورہ دہر پڑھا کرتے۔

ادب 5 : جب مسجد جامع میں داخل ہو تو جب تک چار رکعتیں بطریق ذیل نہ پڑھے نہ بیٹھے۔

طریقہ نوافل : ہر رکعت میں پچاس بار سورہ اخلاص پڑھے کہ کل دو سو بار ہو جائیں۔

فائدہ : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جو یہ عمل کرے وہ مرنے سے پہلے اپنا ٹھکانہ جنت میں دیکھ لے گا اور دوگانہ تحیۃ المسجد بھی ترک نہ کرے اگرچہ امام خطبہ پڑھ رہا ہوں لیکن مختصراً پڑھ لے۔

احادیث (1) : حضور سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تحیۃ المسجد کے لئے ایسے ہی فرمایا ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ سے خاموش ہوگئے تھے یہاں تک کہ وہ شخص دوگانہ تحیتہ سے فارغ ہوگیا۔

فائدہ : کوفیوں کا قول ہے کہ اگر امام خاموش رہے تو دوگانہ ادا کرے۔

فائدہ : اس دن جمعہ یا اس کی شب کو مستحب ہے کہ چار رکعتیں چار سورتوں کے ساتھ یعنی انعام کہف، طہٰ، یٰسین پڑھے۔ اور اگر یہ یاد نہ ہو تو یٰسین، الم سجدہ (3) دخان سورہ ملک پڑھے اور چار سورتوں کا پڑھنا شب جمعہ میں ترک نہ کرے کہ ان میں پڑھنا بڑا ثواب ہے اور جسے یاد نہ ہو تو جو سورت پڑھ سکتا ہو) پڑھے کہ ایک ختم ثواب ملتا ہے

1۔ وہ سورتیں جن کے اول تسبیح کا ذکر ہے مثلاً سبحان الذی سبح للہ الخ

2۔ احناف کے نزدیک تحیۃ المسجد نہ پڑھے بلکہ خطبہ سنے۔ اویسی غفرلہ۔

اور سورۂ اخلاص تو کثرت سے پڑھے۔

مسئلہ : مستحب ہے کہ صلوٰۃ تسبیح پڑھے (اس کی کیفیت نوافل کی فصل میں مذکور ہوئی) مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا تھا کہ اسے ہر جمعہ میں پڑھو اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس نماز کو جمعہ کے زوال کے بعد ترک نہ کرتے اور اس کا بہت بڑا ثواب بیان فرماتے بہتر یہ ہے کہ وقت کی تقسیم اس طرح کرے کہ صبح سے زوال تک تو نماز کے لئے اور جمعہ کے بعد سے عصر تک علم سننے کے لئے اور عصر سے مغرب تک تسبیح اور استغفار کرے۔

ادب 4 : جمعہ کے دن صدقہ کرنے کا دوہرا ثواب ہے۔

مسئلہ : ایسے سائل کو صدقہ نہ دے جو امام کے خطبہ پڑھتے وقت مانگے اور امام کے خطبہ میں بولتا رہے بلکہ ایسے شخص کو صدقہ دینا مکروہ ہے۔

حکایت : صالح ابن امام احمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ایک دن ایک مسکین نے امام کے خطبے پڑھنے کے دوران سوال کیا اور وہ میرے باپ کے برابر بیٹھا تھا۔ کسی نے میرے والد گرامی کو چاندی کا ٹکڑا دیا کہ سائل کو عطا فرمائیں۔ میرے والد گرامی نے نہ لیا۔

فائدہ : حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو مسجد میں مانگے وہ اس کا مستحق ہے کہ اسے نہ دیا جائے۔

مسئلہ : جب وہ قرآن کے نام پر مانگے تو اسے بھی نہ دو۔ بعض علماء نے ایسے سائلوں کو صدقہ دینا جو مسجد جامع میں لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر جائیں مکروہ فرمایا ہے لیکن اگر ایک جگہ کھڑے ہو کر مانگیں اور گردنیں نہ پھلانگیں حرج نہیں۔

دعائے قضا حاجت : حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ احبار نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے لئے حاضر ہو پھر جمعہ سے لوٹ کر مختلف اشیاء خیرات کرے اور دوبارہ دوگانہ نفل پڑھے اس کا رکوع اور سجدہ اچھی طرح ادا کرکے پھر یوں کہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَبِاسْمِکَ وَالَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ (البقرہ ۲۵۵) اس کے بعد جو اللہ سے مانگے گا اللہ تعالیٰ اسے عنایت فرمائے گا۔

(2) بعض اکابر دین و سلف صالحین نے فرمایا کہ جو جمعہ کے دن مسکین کو کھانا کھلائے اور سویرے جاکر جمعہ میں شریک ہو اور کسی کو ایذا نہ دے جب امام سلام پھیرے تو کہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحی القیوم اسلک ان تغفرلی و ترحمنی وان تعافینی من النار۔ پھر جو دل میں دعا آئے مانگے اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے گا۔

ادب 7 : جمعہ کو آخرت کے لئے مقرر کرے اور اس میں تمام دنیا کے کاموں سے فارغ ہو کر وظیفہ اس کثرت سے

کرے۔

مسئلہ : جمعہ کے دن سفر شروع نہ کرے مروی ہے کہ جو کوئی شب جمعہ کو سفر کرتا ہے اس کے دونوں فرشتے اس پر بد دعا کرتے ہیں اور جمعہ کی فجر کے بعد تو سفر حرام ہے بشرطیکہ قافلہ فوت نہ ہوتا ہو۔

مسئلہ : بعض سلف صالحین نے فرمایا کہ مسجد میں سقہ سے پینے کے لئے پانی خریدنا یا قیمت کے طور سبیل لگانا مکروہ ہے کہ اس مسجد میں خریدو فروخت کرنے والا ہو جائے گا حالانکہ خریدو فروخت مسجد کے اندر مکروہ ہے۔

مسئلہ : اگر سقہ کو پیسے مسجد سے باہر دے پھر مسجد کے اندر پانی پی لے یا سبیل کر دے اور کسی کو مفت پلائے تو حرج نہیں۔

خلاصہ : یہ ہے کہ جمعہ کے دن وظائف اور خیرات زیادہ کرے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو محبوب رکھتا ہے تو اس سے عمدہ اوقات میں عمدہ کام لیتا ہے اور جب بندے سے بغض کرتا ہے تو افضل اوقات اس سے برے کام لیتا ہے تاکہ یہ برے اعمال اس کے عذاب میں زیادہ دردناک اور سخت تر غضب کا باعث ہوں وہ وقت کی برکت سے محروم رہا اور اس کی عزت نہ کی اور جمعہ کی دعاؤں کا پڑھنا مستحب ہے اور عنقریب ہم باب الدعوات میں لکھیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ایسے مسائل جن میں عام لوگ مبتلا ہیں

طالب آخرت کو ان کا معلوم کرنا ضروری ہے اور جو کم واقع ہوتے ہیں ان کو کامل طور فقہ کی کتابوں میں درج کیا ہے۔

مسئلہ : تھوڑے فعل سے اگرچہ نماز باطل نہیں ہوتی مگر بلا ضرورت مکروہ ہے۔

ضرورت کے امور : کوئی نمازی کے آگے سے گزر جائے اسے ہٹائے اگر بچھو کے کاٹنے کاڈر ہو اس کو ایک یا دو جوتوں میں مار دے لیکن اگر تین چوٹیں ہوں گی تو فعل کثیر ہو جائے گا نماز جاتی رہے گی اسی طرح جوں پسو سے اگر ایذا پہنچے تو اس کو دفع کو دے یا خارش ایسی ہو کہ اس کے کھجلانے کے بغیر خشوع جاتا ہو تو ایک دو بار کھجلا سکتا ہے۔

فائدہ : حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوں اور پسو کو نماز کے اندر پکڑ لیتے تھے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوں کو مار دیتے تھے یہاں تک کہ اس کے خون کا نشان آپ کے ہاتھ پر محسوس ہوتا تھا۔امام نخعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جوں کو پکڑ کر کمزور کرکے پھینک دے۔ امام مجاہد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے کہ میرے نزدیک بہتر ہے کہ اسے چھوڑ دے جب تک اتنا ایذا نہ دے جس سے نماز میں خیال ادھر کا جائے اس وقت اسے اتنا

کمزور کر دے ایذا نہ دے اجازت کی صورت ہے۔

عزمت کی مثالیں : کمال اس میں ہے کہ فعل اگرچہ تھوڑا ہو۔ نماز میں اس سے بھی احتراز کرے اسی لئے بعض اکابر نماز میں مکھی نہیں ہٹاتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں اپنے نفس کو اس کا عادی نہیں کرتا ورنہ میری نماز کو خراب کر دیا کرے گی۔

فائدہ : میں نے سنا ہے کہ فاسق تو بادشاہوں کے سامنے بہت سی ایذا پر صبر کرتے ہیں یہاں تک کہ جنبش بھی نہیں کرتے۔

مسئلہ : اگر جب جمائی لے تو ہاتھ منہ پر رکھنے کا حرج نہیں بلکہ ہاتھ کا رکھنا بہتر ہے۔

مسئلہ : اگر نماز میں چھینک آئے تو الحمد للہ دل میں کہلائے زبان نہ ہلائے۔

مسئلہ : اگر ڈکار دے تو چاہیے کہ اپنا سر آسمان کی طرف نہ اٹھائے۔

مسئلہ : اگر چادر لٹک جائے تو اسے برابر نہ کرنا چاہئے اور یہی حال عمامہ کے کناروں کا ہے غرضیکہ اس قسم کے تمام افعال مکروہ ہیں بلاضرورت نہ کرنے چاہیں۔

مسئلہ : جوتیوں سمیت نماز پڑھنا جائز ہے اگرچہ ان کا نکالنا سہل ہو اور موزوں سے نماز درست ہے تو یہ نہیں کہ ان کے نکالنے کے وقت کی وجہ سے اجازت دی گی ہو بلکہ یہ نجاست معاف ہے یہی حال پائتابوں کا ہے۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جوتیوں کے ساتھ نماز پڑھی پھر ان کو نکال دیا تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنی جوتیاں نکال ڈالیں نماز کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم نے اپنی جوتیاں کیوں اتاریں۔عرض کیا کہ ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جوتیاں نے اتار دیں تو ہم نے بھی اتار دیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے خبردی کہ ان میں قذر ہے اس لئے میں نے اتار دیں پس جب کوئی تم میں سے مسجد میں جانے کا ارادہ کرے تو چاہیے کہ جوتیوں کو دیکھ لے اگر ان میں کوئی نجاست پائے تو ان کو زمین سے رگڑ دے پھر ان سے نماز پڑھ لے بعض فقہا نے فرمایا ہے کہ جوتیوں سے نماز پڑھنا افضل ہے۔

رد امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ : یہ قول بزرگ کا مبالغہ ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس لئے نہیں پوچھا ترک افضل کیوں کیا بلکہ آپ نے اس لئے استفسار فرمایا کہ آپ کے سامنے جوتیاں اتارنے کا سبب خود بیان کریں یعنی یہ کہیں کہ انہوں نے آپ کی موافقت کی وجہ سے جوتے اتار دیئے تھے اور عبداللہ بن السائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی جوتیاں اتار کر نماز پڑھی ہے۔

فائدہ : اس سے معلوم ہوا کہ دونوں امر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کئے۔

قاعدہ نعلین تحت لعین : جو کوئی جوتیاں اتار کر نماز پڑھے تو چاہئے کہ جوتے ایسے داہنے اور بائیں طرف نہ رکھے کہ اس سے نمازیوں کے لئے جگہ تنگ ہوگی بلکہ جوتے درمیان میں رکھ دیئے جائیں تو جماعت ٹوٹے گی۔

مسئلہ : اپنے سامنے یا پیچھے رکھے ورنہ خیال اس طرف رہے گا۔

لطیفہ : جو لوگ جوتیوں سمیت نماز کو افضل کہتے ہیں وہ اسی لحاظ سے کہتے ہیں کہ جوتا اتارنے کی صورت میں دل کا التفات ان کی طرف ہوتا ہے۔

حدیث شریف 1 : سیدنا ابوہریرہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی نماز پڑھے تو چاہئے کہ اپنی جوتیاں ٹانگوں کے درمیان میں کرے۔

حدیث 2 : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو فرمایا کہ ان کو ٹانگوں کے درمیان رکھ کسی مسلمان کو تکلیف مت دو۔

حدیث 3 : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جوتیوں کو اپنی بائیں طرف رکھ لیا تھا اور آپ امام تھے۔

مسئلہ : امام کو جائز ہے کہ وہ جوتے بائیں طرف رکھ لے کیونکہ اس کے برابر تو کوئی کھڑا نہ ہوگا کہ اس کو تکلیف ہو۔

مسئلہ : بہتر یہ ہے کہ جوتے دونوں قدموں کے درمیان نہ رکھے یعنی قدموں کے آگے رکھے بیچ میں نہ رکھے اور غالبًا اس حدیث سے یہی مراد ہے جو اوپر مذکور ہوئی کہ جوتیاں ٹانگوں کے درمیان رکھے یعنی قدموں کے آگے رکھے ان کے درمیان میں نہ رکھے۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ آدمی کا جوتیوں کو قدموں کے درمیان رکھنا بدعت ہے۔

نماز میں تھوکنا : اگر نماز میں تھوک دے تو نماز باطل نہ ہوگی اس لئے کہ تھوڑا فعل ہے۔

ا۔ اور نماز تو احکم الحاکمین کا دربار ہے۔ یہاں جنبش وغیرہ کیوں۔ اویسی غفرلہ۔

2۔ اگر یہ تصور کرے کہ انبیاء علیہم السلام کو جمائی نہیں آتی تھی اس تصور کی برکت سے جمائی نہیں آئے گی۔ اویسی غفرلہ

ا۔ صرف جواز کی بات ہے اور وہ بھی پاک جوتے جیسے عرب والوں کے ان کی پتھریلی زمین کی وجہ سے پاک رہتے اور ہم عجم والوں کی زمینوں کا وہ حال نہیں اس لئے وہاں کا حکم یہاں جاری نہ ہوگا۔ اور جواز سے یہ بھی نہیں - اس کی عادت بنا لی جائے جیسے کھڑے ہو کر پیشاب کے جواز سے یہ نہیں کہ ہمیشہ کھڑے کھڑے پیشاب کرے۔ اویسی غفرلہ

مسئلہ : جب تک تھوکنے سے آواز پیدا نہ اسے کلام میں شمار نہ کریں گے۔ علاوہ ازیں تھوکنے سے آواز پیدا ہوتی بھی نہیں لیکن اس کے باوجود نماز میں تھوکنا مکروہ ہے اس سے احتراز کیا جائے مگر جس طریق سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے تھوکے تو مکروہ نہیں۔

حکایت : کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد میں تھوک دیا تو نہایت غصہ ہوئے پھر شاخ خرما سے (جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھی) کھرچا اور فرمایا کہ تھوڑی زعفران لاؤ۔ پھر تھوک کے نشان پر زعفران لگا دی۔ پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم میں سے کون پسند کرتا ہے کہ اس کے منہ پر تھوکا جائے ۔ لوگوں نے عرض کیا کہ کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں داخل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے۔ بعض روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سامنے ہوتا ہے۔ اسی لئے اپنے منہ کے سامنے نہیں تھوکنا چاہئے اور نہ داہنی طرف تھوکے بلکہ بائیں طرف یا بائیں پاؤں کے نیچے تھوک دے۔

مسئلہ : کوئی مسجد میں نماز پڑھتا ہو اور اسے کوئی ایسی ہی ضرورت لاحق ہو تو چاہئے کہ اپنے کپڑے میں تھوکے اور اس کو یوں کر ڈالے یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کپڑے کو مل کر فرمایا کہ اسے مل دے۔

قیام المقتدی خلف الامام مسئلہ : مقتدی کے کھڑے ہونے کے لئے سنت یہ ہے کہ ایک ہو تو امام کی داہنی طرف تھوڑا سا ہٹ کر کھڑا ہو اور اکیلی عورت امام کے پیچھے امام کے برابر کھڑی ہو جائے تب بھی حرج نہیں مگر خلاف سنت ہے اور مقتدی مرد بھی ہو تو مرد امام کے داہنی طرف کھڑا ہو اور عورت اس کے پیچھے کھڑی ہو۔

مسئلہ : اکیلا صف کے پیچھے نہ کھڑا ہو بلکہ صف میں شامل ہو جائے یا اپنے برابر کسی کو کھینچ لے اگر اکیلا ہی کھڑا رہا تو اس کی نماز کراہت کے ساتھ درست ہوئی اور مقتدی کے کھڑے ہونے میں فرض صف کا اتصال ہے یعنی مقتدی اور امام میں کوئی رابطہ جامع ہونا چاہئے کہ جماعت سے پڑھنے میں جس کا معنی ہے ساتھ ہونا تو دونوں میں جمعیت کا مضمون بحال رہے۔

مسئلہ : اگر دونوں ایک مسجد میں ہوں تو مسجد دونوں کی جامع ہے اس لئے کہ وہ اکٹھا کرنے کے لئے بنائی گئی ہے اب صف کے اتصال کی ضرورت نہیں بلکہ اب چاہئے کہ امام کے فعل کو پہنچانے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد کی چھت پر کھڑے ہو کر امام کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔

مسئلہ : جب مقتدی مسجد کے صحن میں ہو اس کے اور امام کے درمیان راستہ پڑتا ہے یا دونوں جنگل میں ہوں اور دونوں کے درمیان کسی عمارت کی آڑ نہ ہو تو مقتدی کا امام کے قریب رہنا ایک تیر کی مقدار کافی ہے۔ کیونکہ ایک کا فعل دوسرے کو معلوم ہو سکتا ہے۔

مسئلہ : جس صورت میں کہ مقتدی مسجد کے دائیں یا بائیں کی طرف کے مکان کے صحن میں ہو اور اس مکان کا دروازہ مسجد سے لگا ہوا ہو تو اس میں یہ شرط ہے کہ مسجد کی صف ہوتے ہوئے اس مکان کی ڈیوڑھی میں سے ہو کر صحن تک جائے درمیان سے جدا نہ ہو تو اب اس صف میں یا اس کی پچھلی صف میں جو مقتدی ہوگا اس کی نماز ہو جائے گی اور جو شخص اس صف کے آگے ہوگا اس کی نماز نہ ہوگی۔ خلاصہ یہ کہ تمام مختلف عمارتوں کا یہی حال ہے اور اگر ایک ہی عمارت یا میدان وسیع ہو تو اسکا حال جنگل جیسا ہے۔

مسئلہ : مسبوق جو امام کے ساتھ پچھلی رکعتوں میں ملتا ہے وہ اس کی شروع نماز ہوتی ہے۔ اسے چاہئے کہ امام کی موافقت کرے۔ جب امام سلام پھیرے تو پھر اپنی چھوٹی ہوئی نماز صبح کی نماز میں اپنی نماز کے آخر میں قنوت پڑھے اگرچہ امام کے ساتھ پڑھ لیا ہو۔ ا۔

مسئلہ : امام کے ساتھ جس قدر قیام ملا ہے تو دعا نہ پڑھے بلکہ الحمد شریف آہستہ پڑھنا شروع کر دے پھر الحمد پوری نہیں پڑھی تھی کہ امام نے رکوع کر دیا تو اگر یہ پیچھے کے امام کے ساتھ قومہ میں مل جائے گا تو مکمل پڑھ لے اگر یہ نہ ہو سکے تو امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہو جائے اور تھوڑی سی الحمد جو پڑھ لی ہے اس کا کل کا حکم ہوگا اور باقی یہ سبب پیچھے ملنے کے ساقط ہو جائے گی۔

مسئلہ : اگر امام نے رکوع کیا اور مقتدی سورت پڑھتا ہے تو سورت کو چھوڑ کر امام کی اتباع کرے۔

مسئلہ : اگر امام کو سجدہ میں یا تشہد میں پائے تو تکبیر تحریمہ کہہ کر بیٹھ جائے دوبارہ اللہ اکبر نہ کہے۔ بخلاف اس صورت کے کہ امام کو رکوع میں پائے کہ یہاں تکبیر تحریمہ کے بعد دوسری تکبیر رکوع میں جھکنے کے لئے کہے اس لئے کہ تکبیریں اصلی انتقالات کے لئے ہیں تو رکوع میں جاتا تو محبوب ہے۔ اس کی وجہ سے رکعت مل جاتی ہے۔ اس لئے یہ تکبیر (ثانی) کہنی چاہئے۔ (بلکہ امام رکوع میں ہو تو پہلی تکبیر کہہ کر تھوڑا سا قیام کرکے پھر رکوع میں جائے اور دوبارہ اللہ اکبر بھی کہے کیونکہ تکبرات انتقالیہ اصلیہ ہیں کہ اگر اکیلا ہوتا تو بھی اسے یہ تکبرات انتقالیہ کہنی چاہئیں ہاں امام کے پیچھے انتقالیہ تکبرات کہنا اقتدا کی وجہ سے ہے۔

مسئلہ : مقتدی کو رکعت تب ملے گی جب امام کے رکوع کی مد میں ہو اور یہ بھی رکوع اطمینان سے کرے اگر رکوع میں اچھی طرح نہیں جانے پایا تھا کہ امام رکوع کی حد میں رکوع کرنے والوں کی حد سے نکل گیا تو اس کی رکعت فوت

ا۔ یہ شوافع کا مسئلہ ہے احناف کے نزدیک فجر کی نماز میں قنوت نہیں تو مقتدی پڑھے گا؟ اویسی غفرلہ

2۔ یعنی سبحانک اللھم وغیرہ۔ احناف کے نزدیک امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھنی اور سبحانک اللھم بھی پڑھتا ہے تو جب امام قرات میں دم نکالے اس درمیان پڑھ لے ورنہ معاف ہے۔

ہو گئی۔

مسئلہ : جس کی ظہر قضاء ہو گئی اور عصر کا وقت آگیا تو پہلے ظہر پڑھے پھر عصر اگر عصر ہی پڑھے گا تب بھی کافی ہے مگر تارک اولیٰ ہو گا۔

مسئلہ : اگر عصر کی جماعت مل جائے تو پہلے عصر پڑھے اس کے بعد ظہر ادا کرے کیونکہ نماز ادا کرنے کے لئے جماعت ہی بہتر ہے۔

مسئلہ : اگر اول وقت میں تنہا نماز پڑھ لی پھر جماعت مل گئی تو جماعت میں نماز وقت کی نیت کرکے شامل ہو جائے اللہ تعالیٰ جو نبی ان دونوں میں سے چاہے گا اس کے حق میں محسوب فرما دے گا۔

مسئلہ : اگر جماعت میں قضا یا نفل کی نیت کرے تب بھی درست ہے اور اگر نماز باجماعت کے ساتھ پڑھ لی پھر دوسری جماعت مل گئی تو اس جماعت میں قضا یا نفل کی نیت سے شریک ہو کیونکہ نماز وقتی تو جماعت کے ساتھ اور ہو چکی ہے اس کو دوبارہ ادا کرنے کا کوئی سبب نہیں اول صورت میں ثواب جماعت ملنے کا احتمال تھا وہ بھی یہاں نہیں رہا۔

مسئلہ : اگر نماز پڑھنے کے بعد اپنے کپڑے پر نجاست دیکھے تو مستحب ہے کہ نماز کو دوبارہ پڑھے مگر دوبارہ پڑھنا لازم نہیں اگر عین نماز پڑھنے میں یہ صورت ہو تو کپڑا نجس الگ کر دے اور نماز پوری کرے لیکن از سرنو پڑھنی مستحب ہے۔

فائدہ : اس مسئلہ کا استدلال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جوتے مبارک اتارنے کا قصہ ہے جب آپ کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے خبر دی کہ ان میں قذر ہے تو آپ نے جوتیاں اتار ڈالیں اور نماز کو از سرنو نہیں پڑھا۔ *

مسئلہ : جو شخص تشہد اول یا قنوت یا اول قعدہ میں درود چھوڑ دے یا بھول کر کوئی ایسا کام کرے کہ اگر عملاً کرتا تو

---

* شوافع ایسے ہی غیر مقلدین کا عجیب اجتہاد ہے کہ ایک طرف تو کہتے ہیں فاتحہ کے بغیر نماز نہ ہوگی لیکن اس مخمصہ میں پھنسے ثواب ساقط 12 اویسی غفرلہ۔

* یہ ان کی دوسری اجتہادی خطا ہے جب رکوع مل جائے گا تو فاتحہ رہ گئی اور فاتحہ کے بغیر ان کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے لیکن اس صورت میں نماز ہو گئی تو ثابت ہوا فاتحہ مقتدی نے پڑھنی نہیں امام کے پیچھے ہو گئی۔ اویسی غفرلہ۔ تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ الرکوع رکعتہ

* اس حدیث پر سوال کا اسی جلد میں گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔ اویسی غفرلہ۔

اس سے نماز باطل ہو جاتی یا شک کرے کہ نہ معلوم تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو وہ یقینی بات کو اختیار کرے اور دو سجدے سلام سے پہلے کرے۔

مسئلہ: اگر بھول جائے تو سلام کے بعد اگر قریب ہی یاد آجائیں اب کرلے پس سلام کے بعد سجدہ سہو کیا اور بے وضو ہوگیا تو نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ سلام کے بعد جب اس نے سجدہ کیا تو گویا سلام کو بھول میں داخل کر دیا۔ یہ بے موقع ہوگیا اس سے نماز پوری نہ ہوئی اور نماز میں پھر سے مشغول ہوگیا۔ اسی وجہ سے بے وضو ہونا نماز کے اندر واقع ہوا اور پہلا سلام بے محل کی وجہ سے سجدہ سہو کے بعد پھر نئے سرے سے سلام کی ضرورت ہوتی ہے پس اگر سجدہ سہو مسجد سے نکلنے کے بعد بہت دیر سے یاد آوے تو اب تدارک نہیں ہو سکتا۔

نماز کی نیت میں وسوسہ کرنے کا سبب یا تو عقل کی خرابی ہے یا شریعت سے جاہل ہونا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو ماننا ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کے غیر کے حکم کو ماننا اور قصد کے اعتبار سے جیسے اس کی تعظیم ویسی ہی غیر کی تعظیم ہے مثلاً اگر کسی شخص کے پاس کوئی عالم دین آیا اور وہ اس کے لئے کھڑا ہو جائے تو اس وقت اگر یہ کہے کہ نیت کرتا ہوں سیدھا کھڑے ہونے کی اس عالم کی تعظیم کے لئے اس کے فضل علم کی وجہ سے اس کے آنے کے ساتھ ہی اپنا منہ اس طرف سے پھیرے تو ظاہر ہے کہ یہ شخص کم عقل ہوگا بلکہ جب عالم دین کو دیکھا اور اس کے فضل کو جانتا ہی ہے اس وقت دل میں اس کی تعظیم کا سبب ابھرا اور اس کو کھڑا کر دیا تو تعظیم کرنے والا ہوگا بشرطیکہ اور کسی کام کے لئے یا غفلت میں نہ اٹھا ہو اور نماز کی نیت میں جو ظہر کا ہونا اور ادا اور فرض کا ہونا امتثال امر کے متعلق شرط ہے وہ ایسا ہے جیسے عالم دین آنے والے کے لئے آتے ہی کھڑا ہونا اور اس کی طرف منہ کرنا اور کسی باعث کا نہ ہونا اور اس کھڑا ہونے سے اس کی تعظیم کا قصد کرنا ہے تاکہ واقع میں تعظیم ہو کیونکہ اگر مثلاً اس کی طرف کو پشت پھیر کر کھڑا ہونے سے اس کی تعظیم کرنے والا نہ ہوگا پھر ان صفات کا معلوم اور مقصود ہونا ضروری ہے اور خیال میں ان کا حاضر ہونا ایک لحظ میں اس میں طوالت نہیں بلکہ جاہلیت ہے ایسے الفاظ کو مرتب کیا جائے جو ان صفات پر دال ہوں خواہ زبان سے ادا کئے جائیں یا دل میں سوچے جائیں غرضیکہ جو نماز کی نیت اس طرح نہیں سمجھتا وہ گویا نیت ہی کو نہیں سمجھتا کیونکہ نیت میں صرف اتنی بات ہے کہ جب آدمی کو نماز کے وقت نماز کے لئے بلایا۔ اس نے امتثال امر کیا۔ اور کھڑا ہوگیا اب وسوسہ کرنا جہالت محض ہے کیونکہ یہ مقصود اور یہ علوم نفس میں ایک ہی حالت میں اکٹھے ہو جاتے ہیں ان کے افراد کی تفصیل ذہن میں اس طرح نہیں ہوتی کہ نفس ان کو دیکھے اور سوچ لے اور نفس میں چیز کا حاضر ہونا اور چیز ہے اور فکر سے اس کی تفصیل جاننا اور بات اور حاضر ہونا غفلت ہونے اور غفلت کے مقابل ہے گو حضوری مفصل طور نہ ہو۔ مثلاً حادث کو جانے تو وہ اس کو ایک ہی حالت میں جان لے گا حالانکہ حادث کا جاننا

ا۔ شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ہے احناف کے نزدیک مشہد اول میں درود نہیں اگر پڑھ بھی لے تو سجدہ سہو کرے۔ 13 اولیسی غفرلہ۔

بہت سے علوم کو متضمن ہے جو حاضر ہیں گو مفصل نہیں یعنی جو حادث کو جانے گا وہ موجود اور معدوم اور پہلے ہونے اور پیچھے ہونے اور زمانے کو بھی جانے گا کہ عدم کو تقدم ہوتا ہے اور وجود کو تاخر۔ پس ان باتوں جاننا حادث کے جاننے متضمن ہے اس وجہ سے کہ حادث کا جاننے والا اگر اور بات کو نہ جانے۔

سوال : آپ نے کبھی تقدم باوجود کے متاخر یا زمانے کو جو متقدم اور متاخر ہوتا ہے معلوم کیا ہے اگر کہو کہ میں نے کبھی نہیں جانا تو وہ جھوٹا ہوگا اور اس کا یہ کہنا اس کے مخالف پڑے گا کہ میں حادث کو جانتا ہوں۔ اسی دقیقہ سے نہ جاننے سے وسواس ابھرتا ہے کہ وسواس کرنے والا چاہتا ہے کہ اپنے دل میں ظاہر ہونے اور ادا ہونے اور فرض ہونے کو ایک حالت میں حاضر کرے پھر اس کی تفصیل الفاظ سے کرے اور خود اس کی تفصیل کو دیکھ لے اور یہ بات ہو نہیں سکتی۔ اگر بالفرض اس بات کی تکلیف اپنے نفس پر عالم کے لئے کھڑے ہونے کے بارے میں کرے گا تو اس پر دشوار ہوگا۔ غرضیکہ اس حال کے جاننے سے وسواس دور ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری کی نیت میں اسی طرح ہے جیسے غیر کے امر کی فرمانبرداری ہوتی ہے پھر ہم تسہیل اور رخصت کے طور پر کہتے ہیں کہ اگر وسواسی نیت اسی کا نام سمجھتا ہے کہ ساری باتیں مفصل حاضر کرنے سے ہوں گی اور اس کے نفس میں امتثال یکبارگی صورت نہیں پکڑتا تو اگر اثنائے تکبیر میں اول سے آخر تک ان امور میں سے کسی قدر کو حاضر کرے گا اس طرح کی تکبیر کے پورا ہونے تک نیت حاصل ہو جائے تو یہ بھی اسے کافی ہوگا۔ ہم اسے تکلیف میں نہیں ڈالتے کہ جملہ امور تکبیر کے اول میں جمع کرے کیونکہ اپنی تکلیف حد سے متجاوز ہونا ہے۔ اگر اس کا حکم ہوتا تو پہلے لوگوں سے اس کی پرسش ہوئی اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے کوئی نیت میں وسوسہ کرتا۔ اس کے حال سے سوال نہ ہوتا اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وسوسہ کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا منشا سہولت پر ہے اس وجہ سے وسواس کو جس طرح پر نیت میسر ہو جائے اس پر قناعت کرے تاکہ اس کا عادی ہو جائے اور وسوسہ دور ہو۔

فائدہ : نفس سے اس کی تحقیق کا مطالبہ نہ کرے نہ کہ تحقیق الٹا وسوسہ بڑھا دیتی ہے اور ہم نے تحقیق کی چند وجوہ فتاویٰ میں ان علوم (مقاصد کی تفصیل (جو نیت سے متعلق ہیں) سے ان کے معلوم کرنے کی حاجت علماء کو ہوتی ہے عوام کو تو اکثر ان کا سننا الٹا مضر ہے بلکہ وسواس زیادہ کرتا ہے اسی لئے یہاں نہیں لکھی گئی۔

مسئلہ : مقتدی رکوع اور سجدہ اور ان دونوں سے اٹھنے کی حالت میں بلکہ تمام اعمال میں امام سے آگے نہیں ہونا چاہئے اور نہ یہ مناسب ہے کہ یہ اعمال خود بجالائے بلکہ امام کی اتباع کرے اور امام کے پیچھے پیچھے نماز کے ارکان ادا کرے کیونکہ اقتدا کا معنی یہی ہے۔

مسئلہ : اگر امام کے برابر ہی عمداً یہ اعمال کرے گا تو بھی نماز باطل نہ ہوگی جیسے کھڑے ہونے میں امام کے برابر کھڑا ہو جائے اس سے پیچھے ہٹ کر کھڑا نہ ہو۔ پس اگر امام سے ایک رکن آگے ہو جائے گا تو اس کی نماز باطل ہونے میں اختلاف ہے مگر قریب بصواب یہی ہے کہ باطل ہونے کا حکم کیا جائے۔ کیونکہ نماز کے قیام میں امام کے اتباع سے

ثابت ہوا کہ اس کی اتباع پر زیادہ تر ضروری ہے۔

مسئلہ : مکان میں امام سے آگے نہ پڑھنے کی شرط بھی اسی لئے ہے کہ فعل میں پیروی سہل ہو جائے اور مقتدی کا امام کی اتباع ثابت ہو جائے۔ بہرحال مقتدی کو مناسب یہی ہے کہ امام کے آگے نہ ہو اب جو امام سے فعل بڑھ جائے تو ظاہر ہے کہ بغیر سہو کے اور کوئی وجہ اس کی نہیں ہو سکتی اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بارے میں سخت تہدید فرمائی ہے۔

حدیث : حضور سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اما یخشی الذی یرفع راسہ قبل الامام ان یحول اللہ راسہ راس الحمار۔ ترجمہ۔ جو مقتدی امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے وہ اس سے نہیں ڈرتا کہ اللہ اس کا سر گدھے جیسا بنا دے۔

مسئلہ : امام سے ایک رکن سے پیچھے رہنا نماز کو باطل نہیں کرتا۔ مثلاً امام قومہ میں آگیا اور مقتدی نے ابھی رکوع بھی نہیں کیا لیکن اس درجہ کا پیچھے رہنا مکروہ ہے۔☆

مسئلہ : اپنی پیشانی زمین پر رکھ دے اور مقتدی ابھی رکوع کرنے کی حد کو نہ پہنچا ہو تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اسی طرح اگر امام نے دوسرے سجدہ کے لئے سر رکھ دیا اور مقتدی نے پہلا بھی ابھی تک نہ کیا ہو تو نماز باطل ہوگی۔

مسئلہ : جو نماز میں حاضر ہو تو اس پر حق ہے کہ اگر دوسرے شخص کی نماز میں کچھ برائی دیکھے تو چاہئے کہ اس کو تبدیلی کا کہے۔ اگر انکار کرے اگر کسی **مسئلہ** : جاہل سے سرزد ہو تو اس سے نرمی کرے بلکہ اسے سکھلائے مثلاً صفوں کا برابر کرنا اور اکیلے آدمی کو تنہا صف کے پیچھے کھڑا ہونے سے منع کرنا اور جو شخص امام سے پہلے سر اٹھائے اس پر انکار کرنا اور اس کے سوا اور باتیں ہیں اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خرابی ہے عالم کو جاہل سے کہ اسے نہیں سکھاتا۔

فائدہ : حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس کو دیکھے کہ نماز غلط پڑھتا ہے اسے منع نہ کرے تو وہ بھی اس کے گناہ میں شریک ہے۔ بلال بن سعد نے کہا کہ قصور جب چھپ کر کیا جائے تو بجز اپنے ارتکاب کے اور کسی کا ضرر نہیں اور جب ظاہر کیا جاتا ہے اور اس کی کوئی اصلاح نہیں کرتا تو اس کا نقصان عام ہو جاتا ہے۔

حدیث 1 : حضرت بلال صفوں کو برابر کیا کرتے اور نمازیوں کی کونچوں پر درہ مارتے۔

ا۔ احناف کے نزدیک نماز ہی فاسد ہوگئی۔

حدیث 2 : حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نماز میں اپنے بھائیوں کو دیکھا کرو۔ جب انہیں نماز میں نہ پاؤں تو اگر بیمار ہوں تو ان کی عیادت کرو۔ اگر تندرست ہوں تو عتاب کرو یعنی جماعت کے چھوڑنے پر عتاب کرو یعنی نماز کے ترک پر انہیں ملامت کرو۔ بہرحال اس میں تساہل نہ کرنا چاہئے۔

فائدہ : پہلے لوگ اس میں مبالغہ کرتے تھے یہاں تک کہ بعض اسلاف جماعت کے چھوڑنے والوں کے دروازہ تک جنازہ کی خالی چارپائی لے جاتے تھے۔اور فرماتے کہ مردہ ہو تو جماعت سے بیٹھ رہو زندہ کو بیٹھ رہنا نہیں چاہئے۔

مسئلہ : جو مسجد میں داخل ہو تو چاہئے کہ صف کی داہنی جانب کا قصد کرے۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس داہنی جانب پر صحابہ اس کثرت سے ہوتے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ بائیں طرف بالکل چھوٹ گئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو مسجد کی بائیں جانب کو معمور کرے اس کو دوہرا ثواب ہوگا۔

مسئلہ : جب صف میں لڑکا نابالغ دیکھے اور اس کے اپنے لئے جگہ نہ ہو تو جائز ہے کہ لڑکے کو صف سے علیحدہ کرکے خود اس کی جگہ کھڑا ہو جائے۔ ان مسائل کا بیان جن میں لوگ اکثر مبتلا ہوتے ہیں اور متفرق نمازوں کے احکام بالا وارد میں عنقریب مذکور ہوں گے۔ (ان شاء اللہ جل جلالہ ثم ان شاء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

نوافل کا بیان

فرض نمازوں کے سوا اور نمازوں کی تین قسمیں ہیں۔ (1) سنت (2) مستحب (3) تطوع

نفل سنت : سے مراد یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس پر مواظبت منقول ہو جیسے نمازوں کے بعد سنتیں اور نماز چاشت اور وتر اور تہجد وغیرہ کیونکہ سنت طریق مسلوک کو کہتے ہیں تو جس طریق پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چلے ہوں وہی سنت ہوگا۔

مستحب : سے ہماری مراد یہ ہے کہ حدیث میں اس کی تعریف آئی ہو مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کا ہمیشہ پڑھنا منقول نہ ہو چنانچہ ان کا ذکر روزانہ اور شبانہ ہفتہ کی نمازوں میں عنقریب بیان ہوگا۔ یا جیسے گھر سے نکلنے کے وقت اور اس میں آنے کے وقت کی نماز وغیرہ۔

تطوع نفل : سے ہماری مراد یہ ہے کہ نماز میں ان دونوں کے سوا ہوں یعنی خاص ان کے لئے کوئی حدیث وغیرہ نہیں ہے مگر سالک اللہ تعالیٰ کی مناجات میں راغب ہوکر نماز کا طریقہ اختیار کیا۔ نہ کہ اس نماز کی فضیلت شریعت

میں وارد ہے۔ بلکہ شرعاً" اور سلوک کے طور سالک نے ازخود مقرر کیا اور تطوع کو تبرع سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ گویا یہ نمازیں نام کے لحاظ سے بدعت اور اصل عبادت کے لحاظ سے مطلق نفل کے حکم میں ہیں۔

فائدہ : ان تینوں قسموں کو نفل اس وجہ سے کہتے ہیں کہ نفل کے معنی زیادتی کے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ تمام فرضوں سے زیادہ ہیں اور ان مقاصد کے سے آگاہی کے لئے ہم نے نفل اور سنت مستحب اور تطوع کی اصطلاح مقرر کرلی۔ اور جو کوئی اس اصطلاح کو بدل ڈالے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں کیونکہ مفاسد کے سمجھنے کے بعد الفاظ سے کچھ غرض نہیں اور ان قسموں میں سے ہر ایک قسم کے درجات اس قدر فضیلت میں مختلف ہیں جس قدر کہ اخبار و آثار جن سے ان کی فضیلت معلوم ہوئی ہے۔ جس قدر کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زیادہ مداخلت فرمائی ہے اور جس قدر کہ ان کے بارے میں احادیث صحیح اور مشہور ہیں یہاں پر ہم لکھتے ہیں۔ (1) باجماعت ادا کی جانے والی سنتوں میں سے افضل وتر ہے۔ یہ تمام سنتوں سے افضل ہیں اور جماعت کی سنتوں میں سب سے افضل عید کی نماز پھر گہن کی نماز پھر طلب بارش کی نماز اور تنہائی کی سنتوں میں سے وتر ہے۔ * پھر فجر کی دونوں سنتیں موکد علیٰ حسب المراتب ہیں۔

فائدہ : واضح ہو کہ نوافل اپنے تعلقات کی وجہ سے دو قسم ہیں۔(1) وہ اسباب سے متعلق ہوں جیسے کسوف اور استسقاء (2) وہ جو اوقات سے متعلق ہوں اس قسم کی نوافل تین قسمیں ہیں۔ (1) دن رات کے مکرر ہونے سے وہ سنت مکرر ہوئی ہے۔ (2) ہفتہ کے دوبارہ آنے سے۔ (3) اس کے مکرر ہونے سے پس تمام قسمیں نوافل چار ہوئیں۔ ان کو جدا جدا لکھا جاتا ہے۔

نوافل شب و روز

(1) پانچ توپنج گانہ نمازوں کی سنتیں۔ (2) اشراق (یا دوسری اصطلاح) چاشت (3) مغرب اور عشاء کے درمیان کی نوافل (4) تہجد صبح کی سنتیں اور وہ دو ہیں۔

فضائل سنت الفجر : یہ دو ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا رکعتا الفجر خیر من الدنیا وما فیہا فجر کی دو رکعت دنیا مافیہا سے بہتر ہیں۔ اس کا وقت صبح صادق ہونے سے شروع ہو جاتا ہے اور وہ صبح کناروں کی طرف کھلی ہوئی ہوتی ہے لمبی ہو کر نہیں پھیلتی۔ شروع میں اس کا معلوم کرنا مشکل ہے مگر اس طرح ہو نمازی کو چاہئے کہ چاند کی منزلیں سیکھ لے۔ یا ستاروں کی چال سمجھ لے کہ فلاں ستارہ اس جگہ آئے گا تو صبح ہو جائے گی اور

*۔ احناف کے نزدیک وتر واجب ہیں۔ 12 اویسی غفرلہ

چاند سے مہینے میں دوبارہ پہچان ہو سکتی ہے۔

قاعدہ نجوم : چھبسویں شب کو چاند صبح صادق کے ساتھ نکلتا ہے بارھویں شب کو چاند کے غروب ہونے کے ساتھ اگر صبح ہو جاتی ہے اور ان دونوں باتوں میں کبھی برجوں میں فرق بھی پڑ جاتا ہے۔ اس کی شرح طویل ہے۔

مسئلہ : منازل قمر کا سیکھنا طالب آخرت کے لئے ضروریات میں سے ہے تاکہ اس سے رات کے اوقات کی مقدار اور صبح صادق کو پہچانے اور جب صبح کے فرضوں کا وقت نہیں رہتا تو سنتوں کا وقت بھی جاتا رہتا ہے یعنی آفتاب کے نکلنے پر ان کا وقت نہیں رہتا مگر مسنون یہ ہے کہ ان کو فرضوں سے پہلے ادا کرے پھر اگر مسجد میں آئے اور نماز کی امامت ہوگئی ہو تو فرضوں میں شامل ہو جائے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اذا اصحت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبتہ جب نماز کی اقامت ہو جائے تو سوائے فرضوں کے اور کوئی نماز نہیں۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر کھڑا ہو جائے اور سنتوں کو پڑھ لے۔

مسئلہ : صحیح یہ ہے کہ سنتیں جب تک آفتاب نکلنے سے پہلے واقع ہوں تب تک ادا ہی ہوں گی اس لئے کہ وہ وقت میں فرضوں کی تابع ہیں اور ان کو پہلے فرضوں سے پڑھنا اور فرضوں کو بعد کو پڑھنا سنت ہے بشرطیکہ نماز جماعت نہ پائے اور جب جماعت موجود ہو تو ترتیب بدل جاتی ہے فرضوں کو اول پڑھتے ہیں اور سنت کو پیچھے لیکن ہوگی۔ *

مسئلہ : مستحب یہ ہے کہ سنتوں اور فرضوں پر کفایت کرلے۔

سنن الظہر : وہ چھ رکعتیں ہیں، دو فرضوں کے بعد اور چار پہلے اور بعد کی دونوں موکدہ ہیں اور پہلے کی چار بھی سنت ہیں مگر ان کی یہ نسبت کم ہیں حضرت ابوہریرہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جو شخص چار رکعتیں آفتاب ڈھلنے کے بعد۔

فضائل سنن الظہر : (1) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص چار رکعت سورج ڈھلنے کے بعد پڑھے اور ان کی قرات اور رکوع اور سجدہ اچھی طرح کرلے تو اس کیساتھ ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور رات تک اسکے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ (2) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زوال کے بعد چار رکعت کبھی نہیں چھوڑتے تھے اور انہیں لمبا کرکے پڑھتے تھے اور فرمایا کرتے کہ آسمان کے دروازے اس ساعت میں کھلتے ہیں میں پسند کرتا ہوں کہ میرا کوئی عمل اوپر جائے۔ (اس حدیث کو ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصاری نے روایت کیا

*۔ یہ امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ہے ہمارے نزدیک تفصیل ہے۔ خلاصہ یہ کہ فرض پڑھنے کے بعد یہ دو رکعت قضا ہوں گی اور ان کا وقت سورج نکلنے کے بعد ہے۔ اگر نہ پڑھ سکا تو وہ بھی نہیں تفصیل فقیر کے رسالہ ماقل صاحب الارفی سنۃ الفجر۔ اویسی غفرلہ۔

اور اس کے راوی صرف وہی ہیں)

فائدہ : حدیث بھی دلالت کرتی ہے جو ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی دن میں بارہ رکعتیں فرضوں کے سوا پڑھے اس کے لئے ایک مکان جنت میں بنایا جائے گا دو رکعتیں فجر سے پہلے۔ چار ظہر سے پہلے اور دو اس کے بعد اور دو عصر سے پہلے اور دو مغرب کے بعد۔ (3)
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں نے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دن میں دس رکعتیں یاد کی ہیں اور اس کی تفصیل ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کی مگر فجر کی دو رکعتوں میں فرمایا کہ یہ وقت ایسا ہے کہ اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس کوئی نہ جاتا مگر مجھ سے میری بہن ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے گھر میں دو رکعتیں پڑھ کر جماعت کے لئے باہر تشریف لاتے تھے۔

فائدہ : حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ظہر سے پہلے دو رکعتیں بیان کی ہیں اور عشاء کے بعد دو رکعتیں اس صورت میں ظہر سے پہلے کی دو رکعتیں منجملہ چار کے زیادہ موکد ہوگئیں اور ان رکعتوں کا وقت آفتاب کے زوال کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔

علامت زوال : زوال کی پہچان ہے کہ سیدھے کھڑے ہوئے آدمی کا سایہ مشرق کی طرف جھکتا ہے اس لئے کہ طلوع آفتاب کے وقت سایہ مغرب کی طرف بہت لمبا ہوتا ہے پھر آفتاب جو اونچا ہوتا جاتا ہے سایہ کم ہوتا جاتا ہے اور مشرق کی طرف پھرتا جاتا ہے یہاں تک کہ آفتاب اپنے منتہائے بلندی پر یعنی نصف النہار کے قوس پر پہنچ جاتا ہے اس وقت تک یہ سایہ بھی جتنا کم ہوتا تھا کم ہو جاتا ہے جب نصف النہار سے آفتاب ڈھلتا ہے تو سایہ بڑھنا شروع ہوتا ہے پس جس وقت سے کہ سایہ کا بڑھ جانا آنکھ سے بھی محسوس ہونے لگے اس وقت سے ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اور قطعاً" معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں زوال اس وقت سے پہلے پہلے ہو چکا تھا چونکہ احکام شرع انہیں امور سے وابستہ ہیں جو محسوس ہوں اس لئے زوال اسی وقت سے کہیں گے جب محسوس ہو اور جو سایہ کی مقدار آفتاب کے نصف النہار پر ہونے کے وقت ہوتی ہے اور جہاں سے سایہ بڑھنا شروع ہوتا ہے وہ سردیوں میں لمبا ہوتا ہے گرمیوں میں چھوٹا اور اس کے بڑے سے بڑے ہونے کی غایت یہ ہے کہ آفتاب برج جدی کی ابتداء پر پہنچ جائے اور چھوٹے سے چھوٹے ہونے کی غایت یہ ہے کہ برج سرطان کے شروع پر پہنچ جائے اور یہ بات قدموں اور قدوں سے پہچانی جاتی ہے۔

سایہ اصلی کی پہچان : رات کو قطب شمالی یعنی ستارہ قطب کی جانب ایسا ہو کہ بالفرض اگر قطب سے ایک کنکر زمین پر چھوڑیں اور جس جگہ وہ کنکر زمین پر گرے وہاں سے ایک خط مستقیم اس ضلع تک گزرتا ہوا فرض کریں تو یہ خط ضلع مذکور پر دو قائمے بنائے یعنی خط مذکور ضلع مسطور کے کسی سمت کی طرف جھکتا ہوا نہ ہو اور جس نقطہ پر

ضلع شمالی کے وہ خط مفروض گزرتا ہوا معلوم ہو اسی کے مطابق خط مستقیم مثلاب تختہ کے ضلع شمالی سے جنوبی ضلع تک کھینچ دیا جائے اور اس جگہ ایک عمود تختہ پر نقطہ سے جو ضلع جنوبی میں خط مستقیم کے ملنے سے پیدا ہوا ہے قائم کریں فرض کرو کہ ضلع غربی تختہ کا شکل ذیل میں ہے تو اول روز میں سایہ اس عمود کا مغرب کی طرف ضلع الف کی طرف کو حائل ہوگا پھر دوپہر تک کم ہوتا اور شمال کی طرف کو بنتا رہے گا یہاں تک کہ خط ب پر منطبق ہو جائے گا۔ اس طرح کہ اگر اس کو شمال کی جانب بڑھائیں تو جس نقطہ پر قطب سے کنکر گرا ہوا فرض کیا تھا اس پر وہ پہنچ جائے اور سایہ اس وقت ضلع مشرقی اور مغربی تختہ کے موازی ہوتا ہے کسی طرف قائل نہیں ہوتا اور اس وقت میں آفتاب منتہائے بلندی پر ہوتا ہے پس جب سایہ خط ب سے مشرق کی جانب کو جھکتا ہے تو آفتاب ڈھل جاتا ہے ایسے وقت میں معلوم ہونے لگتا ہے جو زوال حقیقی سے قریب ہی ہوتا ہے پھر دوپہر کو جس جگہ سایہ ہو وہاں خط ب پر ایک نشان کر دیا جائے پس سایہ جب عمود کا اتنا ہو جائے کہ عمود مذکور اور اس زوال کے وقت کے سایہ کے

ا۔ حنفی طریقہ۔ دائرہ بندی جو اکثر کتب حنفیہ میں مذکور ہے اس کی صورت یہ ہے کہ خود زمین کو چورس کرکے یا تختہ کو چورس بناؤ اس پر ایک دائرہ پرکار سے کھینچیں اور مرکز دائرہ میں ایک عمود قائم کریں جس کی لمبائی تختہ سے اوپر نصف قطر سے کچھ کم ہو صبح کو اس عمود کا سایہ دائرہ کے باہر ہوگا اور کم ہوتے ہوتے دائرہ کے اندر آئے گا جس جگہ سے اندر آنا شروع کرے وہاں ایک نشان کردیا جائے اور جو چھوٹی قوس دائرہ کی ان دونوں نشانوں کے درمیان میں ہے اس کو تنصیف کرکے نقطہ تنصیف سے ایک خط مرکز دائرہ میں ملا دیا جائے پس جب کہ عمود کا سایہ اس خط پر منطبق ہو وہ وقت نصف النہار ہے اور جب مشرق کی جانب کو اس سے مائل ہو وہ وقت زوال ہے۔

اہم بحث : نماز کے اوقات میں دور حاضرہ میں خوارج کی تقلید کو مسلط کرنے کی کوشش کی جارہی ہے باوجودیکہ اکثریت احناف کی لیکن بھولے پن سے سادہ مسلمان خوارج کے پنجہ میں آسانی سے پھنستا جارہا ہے فقیر اوقات کی تحقیق بہار شریعت سے نقل کئے دیتا ہے جو صاحب بہار شریعت نے فتاویٰ رضویہ سے تلخیص فرمائی ہے۔

وقت فجر: طلوع صبح صادق سے آفتاب کی کرن چمکنے تک ہے۔ صبح صادق ایک روشنی ہے کہ مشرق کی جانب جہاں سے آج سورج طلوع کرتا اس کے اوپر آسمان کے کنارے میں دکھائی دیتی ہے اور بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ تمام آسمان پر پھیل جاتی اور زمین پر اجالا ہو جاتا ہے۔ اس سے قبل بیچ آسمان ایک دراز سپیدی ظاہر ہوتی ہے جس کے نیچے سارا افق سیاہ ہوتا ہے صبح صادق اس کے نیچے سے پھوٹ کر جنوباً شمالاً دونوں پہلو اس پر پھیل کر اوپر بڑھتی ہے یہ دراز سپیدی اس میں غائب ہو جاتی ہے اس کو صبح کاذب کہتے ہیں اس سے فجر کا وقت نہیں ہوتا یہ جو بعض نے لکھا کہ صبح کاذب کی سپیدی جاکر بعد کو تاریکی ہو جاتی ہے محض غلط ہے صحیح وہ ہے جو ہم نے بیان کیا۔ مسئلہ: مختار یہ ہے کہ نماز فجر میں صبح صادق کی سپیدی چمک کر ذرا پھیلنی شروع ہو اس کا اعتبار کیا جائے اور عشا اور سحری کھانے میں اس کے ابتدائے طلوع کا اعتبار ہو (عالمگیری) فائدہ: صبح صادق چمکنے سے طلوع آفتاب تک ان بلاد میں کم از کم ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ پینتیس منٹ نہ اس سے کم ہوگا نہ اس سے زیادہ اکیس مارچ کو ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ ہوتا ہے پھر بڑھتا رہتا ہے یہاں

مسئلہ : مستحب یہ ہے کہ مغرب کی نماز میں خصوصاً جلدی کی جائے تاخیر ہو اور سرخی شفق کے غائب ہونے سے پہلے پڑھ لی جائے تب بھی ادا ہوگی مگر مکروہ ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار نماز مغرب میں اتنی تاخیر کی کہ ایک ستارہ نکل آیا آپ نے اس کے تدارک کے لئے ایک غلام آزاد کیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتنی دیر کی کہ دو ستارے آئے آپ نے دو غلام آزاد کئے۔

(5) عشاء کے نوافل : فرضوں کے بعد چار رکعت۔

حدیث : حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشاء کے بعد چار رکعتیں پڑھ کر سو جاتے

تک کہ 22 جون کو پورا ایک گھنٹہ 35 منٹ ہو جاتا ہے پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے یہاں تک کہ 22 ستو ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ ہو جاتا ہے پھر بڑھتا ہے یہاں تک کہ 22 دسمبر کو ایک گھنٹہ 24 منٹ ہوتا ہے پھر کم ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ 21 مارچ کو وہی ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ ہو جاتا ہے جو شخص وقت نہ جانتا ہو اسے چاہئے کہ گرمیوں میں ایک گھنٹہ چالیس منٹ باقی رہنے پر سحری چھوڑ دے خصوصاً جون جولائی میں اور جاڑوں میں ڈیڑھ گھنٹہ رہنے پر خصوصاً دسمبر جنوری میں اور مارچ و ستمبر کے اواخر میں جب دن رات برابر ہوتا ہے تو سحری ایک گھنٹہ چوبیس منٹ پر چھوڑے اور سحری چھوڑنے کا جو وقت بیان کیا گیا اس کے آٹھ دس منٹ بعد اذان کہی جائے تاکہ سحری اور اذان دونوں طرف احتیاط رہے۔ بعض ناواقف آفتاب نکلنے سے دو پونے دو گھنٹے پہلے اذان کہہ دیتے ہیں پھر اسی وقت سنت بلکہ فرض بھی بعض دفعہ پڑھ لیتے ہیں۔ نہ یہ اذان ہوئی نہ نماز۔ ٭عضوں نے رات کا ساتواں حصہ وقت فجر سمجھ رکھا ہے یہ ہرگز صحیح نہیں ملا جون و جولائی میں جبکہ دن بڑا ہوتا ہے اور رات تقریباً دس گھنٹے کی ہوتی ہے ان دنوں تو البتہ وقت صبح رات کا ساتواں حصہ یا اس سے چند منٹ پہلے ہو جاتا ہے مگر دسمبر جنوری میں جب کہ رات چودہ گھنٹے کی ہوتی ہے اس وقت فجر کا وقت نواں حصہ بلکہ اس سے بھی کم ہو جاتا ہے۔ ابتدائے وقت فجر کی شناخت دشوار ہے خصوصاً جبکہ گردوغبار ہو یا چاندنی رات ہو لہٰذا ہمیشہ طلوع آفتاب کا خیال رکھے کہ آج جس وقت طلوع ہوا اور دوسرے دن اسی حساب سے وقت متذکرہ بالا کے اندر اندر اذان و نماز فجر ادا کی جائے (از افادات رضویہ)۔ **وقت ظہر و جمعہ** : آفتاب ڈھلنے سے اس وقت تک ہے کہ ہر چیز کا سایہ علاوہ سایہ اصلی کے دو چند ہو جائے۔ (متون) فائدہ : ہر دن کا سایہ اصلی وہ سایہ ہے کہ اس دن سورج کے خط بعض صحابہ فرماتے ہیں کہ ہم مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ اجنبی سمجھتا کہ ہم مغرب پڑھ چکے ہیں اس لئے پوچھتا کہ کیا مغرب پڑھ چکے اور یہ دو رکعتیں پڑھنا اس حدیث شریف کے عموم میں داخل ہے۔ بین کل اذانین صلوۃ لمن سیاء ترجمہ۔ دو اذانوں کے درمیان نماز ہے جو پڑھنا چاہئے۔ حضرت امام احمد یہ دونوں رکعتیں پڑھا کرتے تھے لوگوں نے ان پر طعن کیا تو چھوڑ دیں پھر کسی نے ان سے پوچھا تو فرمایا کہ میں نے لوگوں کو پڑھتے نہ دیکھا اس لئے میں نے بھی چھوڑ دیں اور فرمایا کہ اگر کوئی اپنے گھر یا ایسی جگہ پڑھ لیا کرے کہ لوگ نہ دیکھیں تو بہتر ہے اور مغرب کا وقت آفتاب کے نظر سے غائب ہونے سے پہلے شروع ہوتا ہے اور سورج چھپنا معتبر ہے اگر اس کے گرد پہاڑ نہ ہوں اور مغرب کی طرف پہاڑ ہوں تو اتنا توقف کرنا چاہئے کہ مشرق کی جانب سیاہی معلوم ہو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اذا قبل اللیل من ھھنا وادبرا لنھار من ھھنا فقدا فصرا الصائم ترجمہ۔ جب رات ادھر سے آئے اور دن پیٹھ پھیر جائے تو اس وقت روزے دار روزہ افطار کرے۔

تھے۔

فائدہ : بعض علماء نے تمام احادیث سے یہ اختیار کیا ہے کہ نوافل کا شمار سترہ ہونا چاہئے جیسے فرضوں کی تعداد ہے یعنی دو رکعتیں فجر سے پہلے اور چار ظہر سے پہلے اور دو اس کے بعد اور چار عصر اور مغرب اور دو مغرب کے بعد اور تین عشاء کے بعد اور وہ وتر ہیں۔

فائدہ : جب نوافل کے متعلق میں جو حدیثیں وارد ہیں) کو معلوم کر چکے تو ان کی شمار معین کرنے کے کیا معنی کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز ایک خیر ہے چاہے کم کرے چاہے زائد۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر سالک ان نمازوں میں سے اتنا اختیار کرتا ہے جتنا اسے خیر میں رغبت ہوتی ہے۔

فائدہ : مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہو چکا کہ ان نوافل میں بعض زیادہ موکد ہیں اور بعض کم۔ تو موکد تر کا چھوڑ دینا ناموزوں ہے خصوصاً اس صورت میں کہ فرضوں کی تکمیل ان سے ہوتی ہے تو جو کوئی زیادہ نہ پڑھے گا تو اس کے فرض ادھورے رہ جائیں اور ان کا نقصان بلا تدارک رہے۔ (6) حضرت انس بن مالک نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشاء کے بعد تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔ پہلی میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی پ ۳۰ دوسری میں سورہ کافرون' تیسری میں اخلاص پڑھا کرتے تھے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھتے تھے اور بعض روایت میں ہے کہ پالتی مار کر پڑھتے تھے۔ بعض میں یہ ہے کہ جب آپ بستر پر رونق افروز ہوتے اس پر چار زانو ہو جاتے اور آرام فرمانے سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے پہلی میں اذازلزلت الارض دوسری میں سورہ التکاثر ایک روایت میں سورہ الکافرون ا۔ ہے۔ 12**مسئلہ** : وتر علیحدہ دو سلاموں سے بھی درست ہے اور ایک سلام کے ساتھ بھی جائز ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک رکعت اور تین اور پانچ اور سات اور نو اور گیارہ سے وتر پڑھا ہے اور تیرہ رکعتوں میں روایت ہے متردد ہے اور ایک حدیث شان میں سترہ رکعتیں ہیں اور یہ سب رکعتیں جن کو ہم نے وتر کہا ہے یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز شب یعنی تہجد تھی اور تہجد رات کو موکدہ ہے اور عنقریب اس کی فضیلت باب لاورا میں آئے گی۔ (اِن شَاءَ اللہ)

فائدہ : اس میں اختلاف ہے کہ وتر میں افضل کیا ہے بعض نے کہا ہے کہ ایک رکعت تنہا وتر افضل ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک وتر پر مواظبت کرتے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ وتر متصلاً" بہتر ہیں تاکہ خلاف کا خطرہ نہ ہو خصوصاً امام کو متصلاً" ضروری ہے اس لئے کہ بعض اوقات اس کا اقتدا ایسا شخص کرتا ہے جو ایک رکعت تنہا کوئی نماز نہیں سمجھتا۔ پس اگر وتر ملا کر پڑھے تو سب نیت وتر کی کرے اور ایک رکعت اگر عشاء کے بعد

ا۔ یہی طریقہ صحیح ہے اسی پر احناف کا عمل ہے دوسرا طریقہ شوافع کا ہے

کسی دوگانہ کے بعد یا فرضوں کے بعد پڑھے تو اس سے وتر کی نیت کرے اور یہ نماز درست ہوگی اس لئے وتر کی شرط یہ ہے کہ خود اپنی ذات سے طاق ہو اور دوسری نماز جو اس سے پہلے ہوگئی ہو اس کو طاق کر دے تو جب فرضوں کے بعد ایک رکعت پڑھی تو فرضوں کو طاق بنا دے گی۔ 1۔

مسئلہ : اگر وتر قبل عشاء ادا کرے گا تو درست جائز نہ ہوگا جو فضیلت وتر کی حدیث میں آئی ہے کہ وتر سرخ اونٹوں سے بہتر ہے اس کا ثواب نہ ملے گا اور نہ ہی بے وقت میں پڑھنے کی نماز وتر سے بہتر ہوگی۔

فائدہ : عشاء سے پہلے وتر صحیح نہ ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ تمام امت کے اجماع کے خلاف ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے کوئی نماز نہیں ہوتی کہ وہ اس سے وتر طاق ہو جائے۔

مسئلہ : جب وتر کی تین رکعات جدا جدا دو سلاموں سے پڑھنا چاہئے تو اول کے دوگانہ کی نیت میں تامل ہے اگر ان سے نماز تہجد یا عشاء کی سنتوں کی نیت کرے گا تب تو وتر نہ رہیں گے اور اگر وتر کی نیت کرے گا تو وہ خود وتر نہیں بلکہ دو رکعت ہیں اس کے بعد کی ایک رکعت وتر ہیں ظاہر تر یہی ہے کہ جیسے تین متصل رکعتوں میں وتر کی نیت کرے اسی طرح ان میں بھی وتر ہی کی نیت کرے۔

سوال : وتر کی وہ صورت کہ جس میں پہلے دو رکعت پڑھ کر سلام کے بعد ایک رکعت پڑھے تو یہ وتر نہ رہے بلکہ پہلی دو رکعت کے لحاظ سے طاق ہوئے؟

جواب : وتر کے دو معنی ہیں۔ (1) بذات خود طاق ہو۔ (2) اس لئے وتر ہوا ہو کہ مابعد سے ملا کہ طاق کر دیا جائے اس صورت میں تینوں رکعتیں مل کر بھی وتر ہوں گی مگر ان کا وتر ہونا تیسری رکعت پر موقوف ہوگا اور چونکہ نمازی کا قصد مصمم یہی ہے کہ اس دوگانہ کو تیسری رکعت سے وتر کر دے گا تو اس کو جائز ہے کہ ان دونوں کے لئے بھی وتر کی نیت کر لے اور تیسری رکعت خود بھی وتر کرتی ہے اور دوگانہ اول خود وتر ہے نہ دوسرے کو وتر کرتا ہے مگر دوسرے سے مل کر البتہ وتر ہو جاتا ہے۔ 2۔

مسئلہ : چاہیے کہ نماز شب کے آخر میں وتر ہو تو تہجد کے بعد ہونا چاہئے۔ (بشرطیکہ تہجد کے لئے بیدار ہونے کا یقین ہو ورنہ وتر پڑھ کر سونا افضل ہے) فضیلت وتر اور تہجد کی اور ان دونوں میں ترتیب کی کیفیت باب ترتیب الاوراد میں عنقریب ان شاء اللہ آئے گی۔

نماز چاشت 7 : اس پر مواظبت عمدہ اور افضل اعمال سے ہے اور اس کی رکعتوں کی شمار زیادہ آٹھ رکعات منقول

---

* یہ تمام لمبا چکر مذہب شافع میں ہے احناف کے نزدیک وہی سادہ طریقہ ہے جو پہلے مذکور ہوا۔ اویسی غفرلہ

ہیں۔ حضرت ام ہانی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بہن) سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چاشت اشراق کی آٹھ رکعات پڑھیں اور ان کو طول دیا اور اچھی طرح پڑھا۔

فائدہ : یہ شمار اور کسی راوی نے نہیں نقل کیا۔ حضرت عائشہ نے زیادتی بیان نہیں کی۔ معلوم ہوا کہ آپ چار رکعات پر مواظبت فرماتے اس سے کم نہ کرتے تھے۔ کبھی کچھ زیادہ بھی کر دیتے تھے۔ حدیث مفرد میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاشت (اشراق) کی چھ رکعات پڑھتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاشت (اشراق) کی نماز چھ رکعات دو وقتوں میں پڑھتے تھے۔ نمبرا جب آفتاب نکل کر اونچا ہوتا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوکر دو رکعتیں پڑھتے اور یہ نمازوں کے دوسرے ورد کا شروع ہے جیسا کہ عنقریب مذکور ہوگا۔ نمبر2 جب آفتاب پھیلتا اور چہارم آسمان پر مشرق کی جانب سے بلند ہوتا۔ اس وقت آپ چار رکعات پڑھتے غرض اول دوگانہ اس وقت تھا کہ آفتاب مقدار نصف نیزہ کے اونچا ہوتا۔ اور دوسری نماز پہرون چڑھے۔ مقابل عصر کی نماز کے ہوتی کہ عصر کا وقت پہردن رہتا ہے اور ظہر دوپہر ڈھلے ہوتی ہے تو چاشت اس وقت ہوتی کہ آفتاب نکلنے کے بعد تا زوال وقت کو آدھا کرکے پڑھی جائے۔ جیسے زوال سے غروب تک کے وقت کو آدھا کرنے پر عصر ہوتی ہے اور یہ وقت افضل ہے۔

خلاصہ : یہ کہ آفتاب کے اونچا ہونے سے زوال سے پہلے تک چاشت کا وقت ہے۔ (8) مغرب و عشاء کے درمیان کے نوافل یہ بھی سنت موکدہ ہیں اور ان کی شمار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فعل مبارک سے چھ رکعات منقول ہیں اور اس نماز کا ثواب بہت بڑا ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (پ 21 السجدہ نمبر16) ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خواب گاہوں سے) (کنزالایمان) سے یہی مراد ہے۔

حدیث 1 : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی مغرب اور عشاء کے درمیان نماز پڑھے تو وہ نماز اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والوں کی نماز ہے۔

حدیث 2 : فرمایا جو شخص مغرب و عشاء کے درمیان میں اپنے نفس کو جماعت والی مسجد میں روکے اور نماز اور قرآن کے سوا اور گفتگو نہ کرے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کے لئے جنت میں دو محل بنا دے کہ ہر ایک محل کا فاصلہ ان میں سے سو برس کا ہو اور اس کے لئے ان دونوں کے درمیان اتنے درخت لگا دے کہ اگر زمین کے باشندے ان میں گھومیں تو سب کی گنجائش ہو جائے۔ (اس نماز کے فضائل کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ باب عنقریب الاوارد میں مذکور ہوگا۔)

ہفتہ وار شب و روز کے نوافل

دن اور رات کے ہر ایک نوافل جدا جدا ہیں۔

(1) اتوار کے نوافل

احادیث مبارکہ 1 : حضرت ابو ہریرہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی اتوار کے دن چار رکعت پڑھے ہر رکعت میں اَلْحَمْد اور اٰمَنَ الرَّسُوْل ایک بار پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے بموافق شمار ہر نصرانی مرد اور نصرانی عورت کے حسنات (نیکیاں) لکھے گا اور اس کو ایک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ثواب عنایت کرے گا اور ایک حج اور عمرہ اس کے لئے تحریر فرمائے گا اور ہر رکعت کے بدلے میں ہزار نمازوں کا ثواب لکھے گا اور جنت میں اس کو ایک شہر مشک خاص کا عطا فرمائے گا۔ (2) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اتوار کے دن نماز کی کثرت سے اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کرو کیونکہ وہ واحدہ لاشریک لہ ہے جو کوئی اتوار کے دن ظہر کے فرض اور سنتوں کے بعد چار رکعتیں پڑھے پہلی رکعت میں الحمد اور الم السجدہ اور دوسری میں الحمد اور سورہ ملک پڑھ کر التحیات پڑھ کر سلام پھیرے ۔ پھر کھڑا ہو کر دو رکعتیں اور پڑھے اور اول میں الحمد اور سورہ جمعہ اور دوسری میں بھی یہی دونوں سورتیں پڑھے۔ اور اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگے تو اللہ تعالیٰ پر اس کی حاجت پوری کرنا لازم ہوگا۔ (ذمۂ کرم ہوگا۔)

نوافل سوموار

احادیث مبارکہ : (1) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو سوموار کے دن سورج کے اونچا ہونے کے بعد دو رکعات پڑھے ہر رکعت میں الحمد یک بار' اور آیہ الکرسی ایک بار' اور اخلاص اور معوذ تین ایک بار جب سلام پھرے دس بار استغفار اور دس بار درود وسلام پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ بخش دے گا۔

(2) **حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مالک** : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی سوموار کے دن بارہ رکعات پڑھے ہر رکعت میں الحمد اور آیہ الکرسی ایک ایک بار نماز سے فارغ ہو کر سورۂ اخلاص اور استغفار بارہ بارہ مرتبہ پڑھے تو قیامت کے دن اسے پکارا جائے گا کہ فلاں ابن فلاں کہاں ہے اٹھے اور اپنا ثواب اللہ تعالیٰ سے لے۔ پہلا ثواب اس کو یہ ہو گا کہ اسے ہزار لباس بہشتی دیئے جائیں گے اور تاج سر پر رکھا جائے گا اور حکم ہو گا کہ جنت میں داخل ہو پھر ہزار فرشتے اس کے استقبال کو جدا جدا ہدیہ لے کر آئیں گے اور اس کے ساتھ رہیں گے یہاں تک کہ وہ ہزاروں نور کے چمکتے محلات کا دورہ کرے۔

نوافل منگل

احادیث مبارکہ (1) : یزید رقاشی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی منگل کے دن قریب دوپہر کے اور ایک روایت میں ہے کہ سورج اونچا ہونے کے وقت دس رکعات اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد اور آیۃ الکرسی ایک ایک بار اور اخلاص تین بار پڑھے تو اس کے ذمہ ستر دن تک گناہ نہ لکھا جائے گا اگر ستر دن کے درمیان مر گیا تو شہید مرے گا اور اس کے ستر برس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

نوافل بدھ

احادیث مبارکہ (1) : ابو ادریس خولانی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بدھ کو دن چڑھے بارہ رکعات پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد اور آیۃ الکرسی ایک ایک بار اور اخلاص تین بار اور معوذ تین تین بار پڑھے تو اسے عرش کے قریب فرشتہ پکارتا ہے کہ اے اللہ کے بندے عمل پھر سے کر کہ تیرے پہلے گناہ بخش دیئے گئے اور اللہ تعالیٰ تجھ سے عذاب قبر اور اس کا اندھیرا اور تنگی دور کرے گا اور قیامت کی سختیاں اس سے اٹھا لے گا اور اس دن سے اس کے لئے ایک پیغمبر کا عمل اضافہ فرمائے گا۔

نوافل جمعرات

احادیث (1) : حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو جمعرات کے دن ظہر اور عصر کے درمیان دو رکعات پڑھے اول میں الحمد ایک بار اور آیۃ الکرسی سو بار اور دوسری میں الحمد ایک بار اور اخلاص سو بار اور سو بار درود شریف پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے ثواب اس شخص کا عنایت فرمائے گا جس نے رجب اور شعبان اور رمضان کے روزے رکھے ہوں اور اسے خانہ کعبہ کے حج کا ثواب ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کے لئے ان لوگوں کے شمار کے موافق (جو اس پر ایمان لائے اور توکل کرتے رہیں) ثواب لکھے گا۔

نوافل جمعہ

احادیث مبارکہ (1) : حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن ایک نماز ہے جو بندہ مومن سورج کے کامل نکل آنے اور مقدار ایک نیزہ کے یا زیادہ اونچا ہونے پر کھڑا ہو اور اچھی طرح وضو کرکے نماز چاشت دو رکعت ایمان اور طلب ثواب کی نیت سے پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دو سو نیکیاں لکھے گا اور دو سو خطائیں مٹا دے گا اور جو کوئی چار رکعات پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے چار سو درجات جنت میں بلند کرے گا اور جو شخص آٹھ رکعات پڑھے گا اس کے آٹھ سو درجات جنت

میں بلند کرلے گا اور اس کے تمام گناہ بخش دے گا اور جو کوئی بارہ رکعات پڑھے گا اس کے لئے بارہ سو نیکیاں تحریر فرمائے گا اور بارہ سو برائیاں اس کے نامہ اعمال سے مٹائے گا اور جنت میں بارہ سو درجات زائد عنایت فرمائے گا۔
نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو جمعہ کے دن جامع میں داخل ہو اور چار رکعات جمعہ سے پہلے پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد اور پچاس بار اخلاص پڑھے جب وہ مرے گا تو اپنا ٹھکانہ جنت میں دیکھ لے گا یا اس کو دکھلا دیا جائے گا۔

نوافل ہفتہ

احادیث : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی سنیچر کے دن چار رکعات پڑھے ہر رکعت میں ایک بار الحمد اور تین مرتبہ سورۂ کافرون پڑھے اور نماز سے فارغ ہوکر آیہ الکرسی پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر ایک حرف کے بدلے ایک حج اور عمرہ کا ثواب لکھے گا اور ہر ایک حرف کے بدلے ایک سال کے روزوں اور راتوں کی شب بیداری کا ثواب عنایت فرمائے گا اور ہر ایک حرف کے بدلے ایک شہید کا ثواب عطا فرمائے گا اور پیغمبروں اور شہیدوں کیساتھ عرش کے سایہ تلے رہے گا۔

ہفتہ بھر کی راتوں کے نوافل

نوافل شب اتوار کی رات

احادیث (1) : حضرت انس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اتوار کی رات بیس رکعات پڑھے ہر رکعت میں الحمد اور پچاس بار اخلاص اور معوذ تین ایک ایک بار پڑھے اور سو بار استغفار پڑھے اور اپنے لئے اور اپنے ماں باپ کے لئے سو دفعہ دعائے مغفرت کرے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سو بار درود پڑھے اور اپنی قوت و طاقت سے علیحدہ ہوکر اللہ تعالیٰ کی قوت و طاقت کی طرف التجا کرکے کہے اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ و اشھدان آدم صفوۃ اللّٰہ و خطرتہ و ابرھیم خلیل اللّٰہ و موسیٰ کلیم اللّٰہ و عیسٰی روح اللّٰہ و محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم حبیب اللّٰہ۔ تو اس کو بموافق شمار ان لوگوں کے جو اللہ تعالیٰ کے لئے رضا طلب میں اولاد کے قائل نہیں) ثواب ملے گا اور قیامت میں اللہ تعالیٰ اسے امن والوں کے ساتھ اٹھائے گا اور اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم ہوگا کہ جنت میں اسے نبی علیہ السلام کے ساتھ داخل کرے۔

پیر کی رات

(پیر کی شب کے نوافل)

احادیث مبارکہ (1) : اعمش حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو پیر کی رات کو چار رکعتیں پڑھے اور اول میں دس بار اخلاص دوم میں الحمد اور بیس بار اخلاص' سوم میں الحمد اور تیس بار اخلاص' چہار میں الحمد اور چالیس بار اخلاص پڑھے پھر سلام پھیر کر پچھتر بار اخلاص پڑھے اور اپنے لئے اور اپنے ماں باپ کے لئے پچھتر بار دعائے مغفرت کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے اپنی حاجت مانگے تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم ہے وہ جو مانگے اسے عطا کرے اسے نماز حاجت کہتے ہیں۔

منگل کی رات کے نوافل : اس رات میں دو رکعات پڑھے ہر رکعت میں الحمد اور اخلاص اور معوذ تین' پندرہ بار سلام کے بعد آیہ الکرسی پندرہ بار' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ جو منگل کی رات میں دو رکعات پڑھے ہر ایک میں ایک بار الحمد اور انا انزلنا اور قل ھو اللہ احد سات سات بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کی گردن دوزخ سے آزاد کرے گا اور قیامت میں جنت کی طرف اس کا رہبر اور لے جانے والا ہو گا۔

نوافل بدھ کی رات : حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو بدھ کی رات چھ رکعات تین سلاموں سے ادا کرے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد قل اللھم مالک الملک سے دو آیتوں تک پڑھے اور جب نماز سے فارغ ہو تو ستر بار کہے جزی اللّٰہ محمدا عنا ما ھوا ھلہ ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہماری طرف وہ بدلہ کرے جو ان کی شان کے لائق ہے) جو اللہ تعالیٰ اس کے ستر کے گناہ بخش دے گا اور اس کے لئے دوزخ سے بری ہونا لکھ دے گا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی بدھ کی رات دو رکعات پڑھے اول میں الحمد اور دس بار قل اعوذ برب الفلق اور دوسری میں الحمد کے بعد دس بار قل اعوذ برب الناس پھر سلام پھیر کر دس بار استغفار اور دس بار درود شریف پڑھے تو ہر آسمان سے ستر ہزار فرشتے اتر کر اس کے ثواب کو قیامت تک لکھیں گے۔

نوافل جمعرات کی رات : حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی جمعرات کی رات میں مغرب اور عشاء کے درمیان دو رکعات پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد اور پانچ بار آیہ الکرسی اور پانچ بار اخلاص اور پانچ بار معوذ تین اور نماز سے فارغ ہو کر پندرہ بار استغفار پڑھ کر اس کا ثواب اپنی ماں باپ کو بخش دے تو جو حق ماں باپ کا اس کے ذمہ تھا وہ اس نے ادا کیا اگرچہ ان کی نافرمانی کرتا رہا اور اللہ تعالیٰ اس کو وہ عنایت کرے گا جو صدیقوں اور شہیدوں کو دے گا۔

نوافل جمعہ کی رات : حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو

کوئی جمعہ کی رات مغرب اور عشاء کے درمیان بارہ رکعات ادا کرے ہر رکعت میں الحمد ایک بار' اخلاص گیارہ بار پڑھے تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت بارہ سال اس طرح کی کہ دن کو روزہ رکھا اور رات کو شب بیداری کی۔ (2) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی جمعہ کی رات نماز عشاء جماعت سے پڑھے اور دو سنتیں پڑھ کر بعد فرضوں اور سنتوں کے دس رکعات پڑھے کہ ہر ایک میں الحمد اور قل ہواللہ احد اور معوذ تین ایک ایک بار پڑھے پھر تین رکعات وتر کی پڑھے اور اپنی داہنی کروٹ پر قبلہ رخ سو رہے تو گویا اس نے شب قدر کی شب بیداری کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روشن رات اور منور دن میں مجھ پر درود زیادہ پڑھا کرو یعنی جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن۔

نوافل ہفتہ کی رات : حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی ہفتہ کی رات مغرب اور عشاء کے درمیان بارہ رکعات پڑھے تو اس کے لئے ایک محل جنت میں بنایا جائے گا اور گویا اس نے ہر ایک مومن مرد اور عورت کے برابر خیرات تقسیم کی اور یہودی ہونے سے بری ہوا اور اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اسے بخش دے۔

سالانہ نوافل

سال میں جو بار بار نوافل آتے ہیں وہ چار ہیں۔ (1) عیدین (2) تراویح (3) نماز رجب (4) نماز شعبان

نماز عیدین : یہ نماز سنت موکدہ * اور دین کا ایک شعار ہے اس میں سات امور کی رعایت ضروری ہے۔ تکبیر تین بار یعنی کہنا اللہ اکبر اللہ اکبر کبیراً والحمد للہ کثیرا و سبحان اللہ بکرۃ واصیلا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ مخلعین لہ الدین ولوکرہ الکفرون یہ تکبیر عید فطر کی رات سے شروع کرے قبل زوال سے جب نماز شروع ہو یہی اس کا وقت ہے اور عید الضحیٰ میں تکبیر عرفہ کے دن کی فجر سے شروع ہوتی ہے اور تیرھویں ذوالحج کی شام تک رہتی ہے اور فرضوں کے بعد تین بار کہے 2۔ (2) عید کی صبح کو نہائے اور نیت کرے اور خوشبو لگائے۔ (جیسے جمعہ میں ہم نے ذکر کیا ہے۔) اور مردوں کے لئے چادر اور عمامہ افضل ہے اور چاہئے کہ لڑکے ریشمی کپڑے سے اور بوڑھی عورتیں باہر نکلنے کے وقت بناؤ سنگھار سے احتراز کریں۔ (3) ایک راستہ سے عید گاہ کو جائے اور دوسرے راستہ سے واپس آئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے ہی فرمایا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جوان عورتوں اور پردہ والیوں کو بھی عید میں نکلنے کی اجازت دیتے تھے۔ (4) مستحب یہ ہے کہ عید کے لئے (جنگل) شہر سے باہر جانا مگر مکہ مکرمہ اور بیت المقدس میں نماز عید مسجد میں پڑھنی چاہئے۔

مسئلہ : اگر بارش ہو تو مسجد میں نماز پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں اور اگر بادل بارش اور (مکانی) آسمان میں نہ ہو تو

امام کو جائز ہے کہ کسی کو اجازت دے کہ ضعیف اور ناتوانوں کو مسجد میں نماز عید پڑھا دے اور خود قوی لوگوں کے ساتھ باہر جائے اور تمام نمازی تکبیر کہتے چلیں۔ (5) وقت کی رعایت کی جائے۔ نماز کا وقت سورج نکلنے سے زوال تک ہے۔

مسئلہ : قربانی کا وقت دسویں ذوالحجہ کو دن چڑھے سے شروع ہوتا ہے اس میں دو رکعات اور دو خطبے پڑھائے جائیں۔ قربانی کا وقت دسویں تا تیرھویں 3۔ ذوالحجہ کے آخر تک رہتا ہے۔

مسئلہ : عید الضحیٰ کی نماز کو جلد پڑھنا مستحب ہے کہ اس لئے بعد نماز قربانی کرنی ہوتی ہے۔

مسئلہ : عید الفطر کی نماز میں تاخیر مستحب ہے کہ نماز سے پہلے صدقہ فطر تقسیم کرنا پڑتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی طریقہ ہے۔

نماز کی کیفیت : گھر سے نکل کر تکبیر کہتے ہوئے عیدگاہ تک پہنچیں۔ جب امام پہنچے تو نفل نہ پڑھے ہاں عوام کو نفل پڑھنا جائز ہے۔ ا۔ پھر ایک منادی بلند آواز سے کہے۔ الصلوۃ جامعہ پھر امام دو رکعتیں پڑھے پہلی رکعت میں تحریمہ اور رکوع کے سوا سات بار اللہ اکبر کہے اور ہر دو تکبیروں میں کہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ اللہ اکبر اور شروع کی تکبیر تحریمہ کے بعد وجہت وجھی للذی فطر السموت والارض کہہ لے مگر اعوذباللہ کو ساتوں تکبیرات زائد کے بعد پڑھے پہلی رکعت میں سورہ ق الحمد کے بعد پڑھے اور دوسری میں اقتربت الساعتہ اور دوسری 2۔ رکعت میں زائد تکبیرات پانچ ہیں سوائے تکبیر قیام اور رکوع کے اور ہر دو تکبیروں میں وہی الفاظ کہے جو پہلی رکعت میں کہے تھے۔ نمبر 2 دو خطبے پڑھے جن کے درمیان میں جلسہ ہو جس شخص سے نماز عید فوت ہو جاوے وہ قضا پڑھے۔ (7) قربانی مینڈھے کی کرے۔ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے

ا۔ یہ احناف کے نزدیک بجمیع تکبیرات واجب ہے۔ اویسی غفرلہ

2۔ نویں ذوالحج

3۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد۔ یہی آسان تکبیر ہے۔

ا۔ بعد کو روک دی گئیں۔

2۔ احناف کے نزدیک 12 ذوالحج قبل غروب تک ہے۔

3۔ نہ امام نہ عوام کسی کو بھی عید سے پہلے گھر میں یا عیدگاہ میں نفل نہیں پڑھنا چاہئے ہاں عید کے بعد عیدگاہ سے نکل کر نفل پڑھ سکتا ہے۔

*۔ احناف کے نزدیک پہلی رکعت میں سبحانک اللھم ختم کرنے کے بعد تین بار اللہ اکبر کہے۔

ایک مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا بسم اللہ واللہ اکبر ھذا عنی وعن ھن لم یضح من امتی ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص ماہ ذی الحجہ کا چاند دیکھے اور اس کا قربانی کا ارادہ ہو تو وہ بال اور ناخن نہ تراشے۔ ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تمام گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربانی کر لی جاتی اور وہ تمام کھاتے کھلاتے۔

مسئلہ : قربانی کے بعد تین دن اور اس سے زیادہ دنوں تک پہلے نہی تھی پھر اجازت ہو گئی۔

نفل عیدین : حضرت سفیان ثوری نے فرمایا کہ عید فطر کے بعد بارہ رکعات اور عید الضحیٰ کے بعد چھ رکعات پڑھنا مستحب ہے اور فرمایا مسنون ہے دوسری۔

تراویح : وہ بیس رکعات ہیں ان کی کیفیت مشہور ہے اور وہ بھی سنت موکدہ ہیں اگرچہ عیدین کی نماز سے کم۔

مسئلہ : علماء کو اختلاف ہے کہ تراویح جماعت سے پڑھنا افضل ہیں یا تنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو یا تین راتیں جماعت کے لئے باہر تشریف لائے پھر تشریف نہیں لائے اور فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ تم پر واجب نہ ہو جائیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو تراویح کی جماعت پر اکٹھا کر دیا۔ وحی کے موقوف ہو جانے کی وجہ سے واجب ہونے کا خوف نہیں رہا تھا۔ بعض لوگ اس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فعل کی وجہ سے کہتے ہیں کہ جماعت افضل ہے اور اجتماع میں برکت بھی ہے اور فرضوں کی جماعت سے جماعت میں ثواب کا ہونا پایا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں تنہائی میں کبھی سستی بھی ہو جاتی ہے جماعت کے دیکھنے سے طبیعت کو سرور ہوتا ہے۔ بعض نے کہا کہ انہیں تنہا پڑھنا افضل ہے اس لئے کہ عیدین کی طرح یہ نماز کا شکار نہیں ہے تو اس کو نماز چاشت اور تحیتہ المسجد کے مرتبہ میں رکھنا بہتر ہے اور اس میں جماعت شرط نہیں ہوتی بلکہ علاوت یوں ہے کہ اگر مسجد میں بہت سے آدمی ایک ساتھ داخل ہوں وہ بھی تحیتہ المسجد جماعت سے نہیں پڑھتے اس کیوجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نفل نماز گھر میں پڑھنا بہ نسبت مسجد میں پڑھنے کے اتنا زیادہ ہے جیسے فرض نماز کو مسجد میں پڑھنا بہ نسبت گھر پر پڑھ لینے کے زیادہ بہتر ہے۔ مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اس

---

* احناف کے نزدیک صرف تین تکبیریں اور وہ بھی رکوع کرنے سے پہلے ہی تین زائد کہ کر چوتھی تکبیر رکوع کے لئے کہتا ہوا رکوع کرے۔ اویسی غفرلہ

* احناف کے نزدیک عید کی قضا نہیں۔

* بیس تراویح پر صحابہ سے لے کر تاحال تمام مذاہب اور فرقوں کا اتفاق ہے۔ صرف غیر مقلدین آٹھ کے قائل ہیں یہ ان کا اپنا ڈیڑھ انچ کی مسجد والا معاملہ ہے۔ تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ تراویح آٹھ رکعات بدعت ہے۔ اویسی غفرلہ

مسجد میں ایک نماز اس کے سوا دوسری مسجدوں میں سو نمازوں سے افضل ہے اور مسجد حرام کی ایک نماز میری مسجد کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے۔ اور ان سب سے افضل اس شخص کی نماز ہے جو اپنے گھر کے کونے میں دو رکعات پڑھے اور انہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہ جانے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ نمود وریا اکثر انسان پر مجمع ہی میں آتی ہے اور تنہائی میں اس سے مامون رہتا ہے اسی لئے قول تنہائی کی افضیلت کا اصل سبب یہی ہے جو مذکور ہوا مگر مختار یہ ہے کہ جماعت افضل ہے جیسے حضرت عمر نے تجویز فرمائی اس لئے کہ بعض نوافل میں جماعت شروع ہے اور تراویح ایک ایسا اسلامی شعار ہے کہ اس کا اظہار ہی مناسب ہے اور جماعت میں ریا کی طرف اور تنہائی میں سستی کی طرف التفات اس سے عدول کرنا ہے جو اجتماع کی فضیلت میں بحیثیت جماعت مقصود ہے گویا اس کا قائل یہ کہتا ہے کہ نماز کا پڑھنا سستی کے مارے اس کے چھوڑ دینے سے بہتر ہے اور اخلاص ریا کی بہ نسبت بہتر ہے مثلاً ہم فرض کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے نفس پر اعتماد رکھتا ہے کہ سستی تنہائی میں نہ کرے گا اور اگر جماعت میں ہو توریا نہ کرے گا تو اس کے لئے کون سی بات بہتر ہے جماعت کی برکت تو جماعت میں ہے اور قوت اخلاص کی زیادتی اور حضور دل تنہائی میں ہے اس صورت میں ایک کو دوسری پر ترجیح دینے میں تردد ہی رہے گا۔

مسئلہ: نماز وتر میں ماہ رمضان کے نصف اخیر میں قنوت پڑھنا مستحب ہے۔ [1]

فضائل نماز ماہِ رجب

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے باسناد مروی ہے کہ جو کوئی رجب کے پہلی جمعرات کے دن روزہ رکھے پھر مغرب اور عشاء کے درمیان بارہ رکعات دو دو رکعات علیحدہ علیحدہ کرکے پڑھے ہر رکعت میں الحمد ایک بار اور سورۃ قدر تین بار اور اخلاص بارہ مرتبہ پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہو تو مجھ پر ستر بار اس طرح درود شریف پڑھے اللھم صلی علی محمد النبی الامی وعلی آلہ پھر سجدہ کرے اور سجدہ میں سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ المَلٰٓئِکَۃِ والروح ستر بار کہے پھر سر اٹھا کر اور ستر بار رب اغفر وارحم و تجاوز عما تعلم انک انت العلی الاعظم کہے۔ پھر دوسرا سجدہ کرے جیسے پہلے سجدہ میں کہا تھا۔ پھر سجدہ ہی میں اپنی حاجت مانگے تو وہ حاجت پوری ہو جائے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ) (2) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی یہ نماز پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ بخش دے گا۔ اگرچہ سمندر کی جھاگ اور ریت کے ذرات اور پہاڑوں کے وزن اور درختوں کے پتوں کے برابر

---

[1] احناف کے نزدیک ہر ماہ صیام تمام بلکہ وتر میں قنوت واجب ہے رمضان ہو یا غیر رمضان۔

ہوں اور قیامت میں اپنے خاندان کے سات سو آدمیوں کی شفاعت کرے گا جو مستحق دوزخ کے ہوں گے۔

خلاصہ : یہ نماز مستحب ہے اور ہم نے اس کو تیسری قسم میں اس لئے بیان کیا کہ سال کے مکرر ہونے پر مکرر ہوتی ہے اگرچہ یہ نماز تراویح اور نماز عید کے مرتبہ کو نہیں پہنچتی اس لئے کہ اسے احادیث احاد نے نقل کیا ہے۔ مگر میں نے قدس والوں کو دیکھا ہے کہ تمام اس پر مداومت کرتے ہیں اور اس کا چھوڑنا گوارا نہیں کرتے اسی لئے اس کا بیان کرنا اچھا معلوم ہوا۔

ماہ شعبان کی نماز : ماہ شعبان کی پندرھویں شب کو سو رکعات ایک ایک سلام میں علیحدہ علیحدہ دو دو رکعت پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد گیارہ بار اخلاص پڑھے اگر چاہے تو دس رکعات پڑھے۔ ہر رکعت میں الحمد کے بعد سو بار اخلاص پڑھے۔

فائدہ : یہ نماز بھی اور نمازوں کے ضمن میں مروی ہے۔ سلف صالحین اور اکابر دین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اسے پڑھا کرتے تھے اور اس کو صلوٰۃ انحیو کہتے ہیں بلکہ اس کے لئے جمع ہوا کرتے تھے اور کبھی جماعت سے بھی پڑھا کرتے تھے حضرت حسن بصری راوی ہیں کہ مجھ سے تیس صحابہ نے حدیث بیان کی ہے کہ جو شخص اس نماز کو اس رات میں پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی طرف ستر بار نگاہ رحمت فرمائے گا اور ہر دفعہ کی نگاہ میں ستر حاجات پوری کرے گا کہ ان میں ادنیٰ حاجت مغفرت ہے۔

(4) نوافل بوجہ عوارض : یہ نوافل اوقات سے وابستہ نہیں یہ نماز خسوف اور کسوف اور مینہ بارش کے لئے اور تحیتہ المسجد اور تحیتہ الوضو اور اذان اقامت کے درمیان کا دوگانہ اور گھر سے نکلتے وقت اور اس میں آنے کے وقت کا دوگانہ اور اس جیسی اور نمازیں چند ایک ہم یہاں لکھتے ہیں۔

سورج اور چاند گرہن کی نماز : حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان الشمس والقمر ایتان من آیات اللہ لا یضفان لموت احدولا بصیاتہ فاذا رانتم ذلک فاخز عواالی ذکر اللہ والصلوۃ ترجمہ۔ بے شک سورج اور چاند اللہ کی آیات میں سے دو آیتیں ہیں ان کو نہ کسی کی موت سے گرہن ہوتی اور نہ کسی کی زندگی سے جب تم گرہن دیکھو تو اللہ کے ذکر اور نماز کی طرف متوجہ ہو۔

فائدہ : آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات ہوگئی تھی اور سوج گرہن لگا تو لوگوں نے کہا کہ ان کی موت کی وجہ سے سورج گرہن ہوا ہے تو آپ نے مذکورہ بالا ارشاد فرمایا۔

نماز کا طریقہ : جب سورج گرہن لگے ایسے وقت میں جس میں نماز مکروہ ہے یا جس میں مکروہ نہیں تو عام اعلان کیا

لہ احناف کے نزدیک ایک رکوع دو سجدے ہیں۔ اویسی غفرلہ

جائے الصلوۃ جامعۃ امام عوام کو مسجد میں دوگانہ پڑھائے اور ہر رکعت میں دو رکوع ہیں اے اول کا رکوع بڑا ہوا اور دوسرا چھوٹا اور قرات بالجہر نہ پڑھے۔ پہلی رکعت کے قیام اول میں الحمد اور سورہ بقرہ پڑھے اور رکوع اول کے بعد دوسرے قیام میں الحمد اور آل عمران پڑھے اور دوسری رکعت کے اول قیام اول میں الحمد اور سورۃ النساء اور دوسرے قیام میں فاتحہ اور مائدہ پڑھے یا قرآن میں سے جہاں سے چاہے پڑھے اور اگر ہر قیام میں سورۂ فاتحہ ہی پر اکتفا کرے تو کافی ہے اگر سورتوں میں سے چھوٹی سورتوں پر اکتفا کرے تو حضا حرج نہیں اور طول کرنے سے نماز میں مقصود ہے کہ اتنا بڑھائے کہ سورج گرہن سے صاف ہو جائے اوراول رکوع میں بقدر سو آیات کے تسبیح اوردوسری میں اسی آیات کے برابر اور تیسری میں ستر کی مقدار اور چوتھی میں پچپاس کے موافق 2۔

مسئلہ: چاہئے کہ سجدہ مطابق رکوع کے ہو جیسے جس رکعت میں رکوع ہوں ویسے ہی سجدے ہوں پھر نماز کے بعد دو خطبے پڑھے اور ان کے درمیان میں بیٹھے اور دونوں خطبوں میں عوام کو صدقہ دینے غلام آزاد کرنے اور توبہ کی ترغیب دے۔

مسئلہ: یہی صورت چاند گرہن میں کرے مگر اس میں قرات بالجہر پڑھے کیونکہ یہ نماز رات کو ہوتی ہے اور اس کا وقت شروع چاند گرہن سے اس کے صاف ہونے تک ہے۔

مسئلہ: سورج گرہن کی نماز کا وقت اس طرح بھی جاتا رہتا ہے کہ سورج گرہن لگا ہوا سورج ڈوب جائے۔

مسئلہ: اگر چاند گرہن لگا ہو اور سورج نکل آئے تو اس کا وقت جاتا رہے گا اس لئے کہ رات کا غلبہ جاتا رہا اور اگر چاند گرہن کی حالت میں چاند غروب ہو جائے تو وقت نہ جائے گا کیونکہ تمام رات قمر کی سلطنت ہے۔

مسئلہ: اگر چاند یا سورج نماز کے اندر ہی بالکل صاف ہو جائے تو نماز کو مختصر کے پورا کرلیا جائے۔

مسئلہ: جو شخص گرہن کی نماز کا دوسرا رکوع امام کے ساتھ پائے اس سے وہ رکعت فوت ہوگئی اس لئے کہ اصل رکوع اول ہے اگر وہ ملتا تو رکعت ملتی۔ دوسرے یہ بارش کے طلب کی نماز ہے۔

نماز استسقاء: دریاؤں کا پانی خشک ہو جائے اور بارش برسنا موقوف ہو جائے تو امام کو مستحب ہے کہ سب سے پہلے لوگوں سے کہے کہ تین روزے رکھیں اور حتی المقدور خیرات کریں۔ اور جس کے ذمہ ہے لوگوں کے حقوق ہوں انہیں ادا کریں اور گناہوں سے توبہ کریں پھر چوتھے دن عوام کو مع بوڑھوں اور لڑکوں کے غسل کرکے نکلے اور کپڑے پھٹے پرانے (جن سے عاجزی معلوم ہو) پہنیں اور انکساری کے ساتھ جائیں۔ بخلاف عید کے کہ اس میں یہ نہیں اس میں بن سنور کے جانا ہوتا ہے۔ بعض نے کہا کہ استسقاء کے لئے میدان جانوروں کو لے جانا بھی مستحب ہے کہ پانی میں وہ بھی شریک ہیں۔

حدیث شریف: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لولا صبیان رفیع ومشائخ وکع وبھائم رقع اصب

علیکم العذاب صبا۔ (ترجمہ) دودھ پیتے بچے اور مشائخ رکوع والے اور جانور چرنے والے نہ ہوں تو تم پر عذاب ڈالا جاتا۔

مسئلہ: دینے والے بھی یوں نکلیں کہ ان میں اور مسلمانوں میں امتیاز ہو تو ان کو منع نہ کیا جائے جب جب وسیع میدان میں جمع ہوں تو (الصلوۃ جامعۃ) اعلان کیا جائے اور امام عوام کو دو رکعات نماز عید کی طرح تکبیر کے بغیر پڑھائے۔ پھر دو خطبے پڑھے اور دونوں کے درمیان تھوڑا سا جلسہ کرلے اور اکثر مضمون دونوں خطبوں کا استغفار ہونا چاہئے اور دوسرے خطبے کے درمیان میں امام لوگوں کی طرف پشت پھیر کر رو بقبلہ ہو جائے اور اپنی چادر اس طرح بدلے کہ نیچے والا اوپر کو ہو جائے اور داہنی طرف بائیں طرف آجائے دوسرے لوگ بھی اپنی چادریں اسی طرح پلٹ لیں۔ اسی وقت آہستہ دعا مانگیں اور چادر پلٹنے میں ایک فال ہے کہ اسی طرح قحط اور خشکی کا حال بدل جائے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہے۔ پھر امام لوگوں کی طرف منہ پھیر کر خطبہ ختم کرے اور چادریں پلٹی ہوئی بدستور رہنے دیں یہاں تک کہ جب کپڑے اتاریں تب انہیں کو اتاریں اور دعا اس طرح مانگیں' الٰہی تو نے ہمیں دعا مانگنے کا حکم فرمایا اور دعا قبول کرنے کا وعدہ بھی فرمایا۔ پس تیرے حکم پر ہم دعا مانگتے ہیں تو اپنے وعدے کے مطابق قبول فرما۔ الٰہی جو گناہ ہم نے کئے ہوں ان کی مغفرت کرکے ہم پر احسان بھرنا اور بارش کے لئے اور ہمارے رزق کے زیادہ ہونے کے متعلق ہی اپنی دعا قبول کرکے ممنون فرما۔

فائدہ: باہر نکلنے سے پہلے تین دن کے اندر اگر نمازوں کے بعد دعا مانگیں تو حرج نہیں اور اس دعا کے لئے چند آداب اور شروط باطنی ہیں۔ توبہ اور حق رسانی وغیرہ (جو عنقریب باب الدعوات میں مذکور ہوں گے)

نماز جنازہ: اس کی کیفیت مشہور ہے اور اس نماز میں زیادہ تر جامع دعائے ماثورہ وہ ہے جسے روایت صحیح میں عوف بن مالک ؓ نے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک جنازہ پر نماز پڑھی' میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا یاد کرلی۔ وہ دعا یہ ہے۔

اللھم اغفر وارحمہ وعافہ واعف عنہ واکرم نزلہ ووسع مدخلہ واغسلہ بالماء والثلج والبرد ونقہ من الخطایا کما نقیت الثوب الابیض من الدنس وابدلہ دارا خیرا من دارہ واھلا خیرا من اھلہ وزوجا خیرا من زوجہ وادخلہ الجنۃ واعذہ من عذاب القبر ومن عذاب النار۔

ترجمہ۔ الٰہی تو مغفرت فرما اور رحم کر اسے عافیت دے اور اس کے قصور معاف کر اور اس کی اچھی مہمانی کر اس کی قبر فراخ کر اور اسے پاک کر برف اور اولے والے پانی سے اور اسے خطاؤں سے ایسا پاک کر جیسے میل سے تو نے کپڑے سفید کئے اور بدل دے اس کے گھر سے گھر اور خادموں سے خادم اور زوجہ سے بہتر اور اسے جنت میں داخل کر اور اسے قبر عذاب دوزخ سے پناہ دے۔ حضرت عوف کہتے ہیں کہ میں نے تمنا کی کہ کاش یہ مردہ میں ہوتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا میرے لئے ہوتی۔

مسئلہ : جو دوسری تکبیر پائے تو چاہئے کہ نماز کی رکعتوں کی سی ترتیب لحاظ رکھے یعنی تکبیریں امام کے ساتھ کہے جب امام سلام پھیرے تو جو تکبیریں رہ گئی تھیں انہیں ادا کرے جیسے مسبوق بعد کو رکعتیں پڑھتا ہے اگر ان تکبیرات میں سبقت کر جائے تو پھر امام کی اقتدا کیا ہوئی اس نماز کے ارکان ظاہری تو تکبیریں ہی ہیں اور مناسب بھی یہی ہے کہ جیسے اور نمازوں کی رکعتیں ہوتی ہیں اس نماز میں ان کا قائم مقام تکبریں ہوں یہ میرے (غزالی) کے نزدیک معقول تر معلوم ہوتا ہے۔

فائدہ جلیلہ : نماز جنازہ کے ثواب اور جنازہ کے ساتھ جانے کی فضیلت میں جو حدیثیں وارد ہیں وہ مشہور ہیں ان کے نقل کرنے میں ہم طول نہیں دیتے اور اس کا ثواب زیادہ کیوں نہ ہوگا کہ یہ نماز تو فرض کفایہ ہے نفل اسی کے حق میں ہوتی ہے جس پر دوسرے شخص کے موجود ہونے سے معین نہیں ہو جاتی اور نمازی کو اس سے ثواب کفایہ کا ہی ہوتا ہے گو اس پر معین نہ ہوئی ہو کیونکہ سب نمازیوں سے ادا نہیں ہو جاتی اور نمازیوں نے ایک امر فرض کی بجاآوری کی اور دوسروں سے تنگی کو دور کیا تو یہ نفل کی طرح نہیں کہ جس کے پڑھنے سے کسی کے ذمہ سے فرض دور نہ ہو۔

مسئلہ : جنازے کی نماز میں جماعت کی کثرت مستحب ہے کہ زیادہ لوگوں کی وجہ سے استغفار اور دعا کی کثرت ہوتی اور ان میں کوئی مستجاب الدعوات بھی ہوگا۔

حکایت : کریب نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آپ کا ایک صاحبزادہ فوت ہوگیا آپ نے فرمایا کہ قریب دیکھ کہ اس کے لئے کتنے آدمی اکٹھے ہوئے ہیں میں نے عرض کی بہت ہیں۔ فرمایا کہ چالیس ہیں' میں نے عرض کی ہاں' فرمایا اب جنازہ نکالو۔ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جو مسلمان مرجائے اور اس کی نماز جنازہ پر چالیس آدمی (اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہراتے ہوں) کھڑے ہوں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی سفارش قبول فرماتا ہے اور جب جنازے کے ساتھ چل کر قبرستان میں پہنچے یا ویسے قبرستان جائے تو کہے۔ السلام علی اھل الدیار من المومنین والمسلمین ویرحم اللہ المستقدمین والمتاخرین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون ترجمہ۔ سلام ہو گھر والے مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ اگلے پچھلے لوگوں پر رحم فرمائے اور ہم ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔

مسئلہ : بہتر ہے کہ جب تک میت دفن نہ ہو وہاں سے نہ پھرے جبکہ اس کو مٹی دے دی جائے تو اس کی قبر کے پاس کھڑا ہوکر کہے الٰہی تیرا بندہ تیری طرف روانہ کیا گیا تو اس پر رافت اور رحمت کر الٰہی اس کے دونوں پہلوؤں سے زمین کو علیحدہ کر اور اس کی روح کے لئے آسمان کے دروازے کھول دے اور حسن قبول کے ساتھ اس کے اعمال قبول فرما۔ الٰہی اگر یہ نیک تھا تو اس کی نیکی دوگنا کر اگر برا تھا تو اس کی برائیوں سے درگزر فرما۔

تحیتہ المسجد : دو رکعت یا زیادہ بہ سنت موکدہ ہے۔ یہاں تک کہ جمعہ کے دن اگر امام خطبہ پڑھتا ہو تب بھی ساقط نہیں ہوتی۔ 1۔ باوجودیکہ خطبہ پڑھنا واجب موکدہ ہے۔

مسئلہ : اگر مسجد میں جاکر فرض یا قضا میں مصروف ہوگیا تو تحیتہ المسجد ادا ہوگیا اور ثواب بھی حاصل ہوا اس لئے کہ مقصود یہ ہے کہ شروع مسجد میں جانا ایسی عبادت سے خالی ہو جو مسجد کے لئے خاص ہے تاکہ مسجد کا حق ادا ہو اسی لئے مسجد میں بے وضو جانا مکروہ ہے۔

مسئلہ : مسجد میں سے ہوکر دوسری طرف جانے کو یا مسجد میں بیٹھنے کے لئے داخل ہو تو چار بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہہ دے۔ ان کا ثواب دو رکعتوں کے برابر ہے۔ امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ تحیتہ المسجد کا دوگانہ مکروہ اوقات میں مکروہ نہیں۔ 2۔ یعنی عصر اور صبح کی نمازوں کے بعد اور زوال کے وقت اور طلوع اور غروب کے اوقات میں مکروہ نہیں۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھیں۔ کسی نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو اس سے منع فرمایا تھا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دو رکعتیں میں نے ظہر کے بعد پڑھا کرتا تھا باہر کے لوگ آئے۔ ان کی وجہ سے نہ پڑھ سکا۔ 1۔

فائدہ : اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ (1) مکروہ ہونا ایسی نماز کے ساتھ مخصوص ہے جس کے لئے کوئی سبب نہ ہو۔ (2) قضا کرنا نوافل کا ایک سبب ضعیف ہے اس لئے کہ علماء کو اس میں اختلاف ہے کہ نوافل کی قضا ہونی چاہئے یا نہیں اور جو نوافل قضا ہوگئے ہیں اگر ان جیسے اور پڑھے گا تو ان کی قضا ہو جائے گی یا نہیں جب اس سبب ضعیف کے باعث نفلوں کی کراہت بعد عصر کے نہ رہی تو مسجد میں آنا جو سبب کامل ہے اس کیوجہ سے بطریق اولیٰ کراہت نہ آئے گی اس وقت جنازہ آجائے نماز جنازہ مکروہ نہیں اور نماز خوف اور استسقاء کسی وقت میں مکروہ نہیں کیونکہ ان نمازوں کے اسباب ہیں اور مکروہ وہ نماز ہوتی ہے جس کا کوئی سبب نہ ہو۔ (2) نوافل کا قضا کرنا درست ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نوافل قضا پڑھی تو اگر اور کوئی پڑھے گا تو آپ کی اتباع عمدہ ہوگئی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ اگر غلبہ خواب یا

1۔ احناف کے نزدیک نفل مستحب ہے۔

2۔ یہ شافعی المذہب میں ہے ہمارے نزدیک خطبہ کے بعد کوئی نفل وغیرہ نہیں۔

3۔ حنفیوں کے نزدیک مکروہ ہے۔

4۔ یہ شوافع کا مذہب احناف کی تحقیق حاشیہ میں دیکھیں۔ اویسی غفرلہ

مرض کی وجہ سے رات کو نہ اٹھے تو بارہ رکعات دن کو پڑھ لے۔

فائدہ : بعض علماء نے فرمایا ہے کہ جو شخص نماز میں ہو اور اسے موذن کا جواب رہ جائے تو سلام کے بعد قضاء کرے یعنی اذان کا جواب دے۔

سوال : فعل مول (قضا شدہ) کی مثل دیگر بھی نفل جداگانہ ہے فعل کی کوئی قضا نہیں تو اب اسے قضا کہنے کا کوئی معنی نہیں۔

جواب : اگر نفل کی قضا کا کوئی فائدہ نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وقت مکروہ میں نہ پڑھتے معلوم ہوا کہ نفل کی قضا میں بھی فائدہ ہے۔

مسئلہ : اگر کسی کا کوئی وظیفہ معین ہو اور اسے کسی عذر نے روک دیا ہو تو چاہئے کہ وہ اپنے نفس کو اس کے عمل میں لانے کی اجازت نہ دے بلکہ اس کا تدارک دوسرے وقت میں کرے تاکہ اس کا نفس آسائش اور آرام کی طرف مائل نہ ہو اور اس کا تدارک ایک تو نفس کے مجاہدہ کے لئے بہتر ہے دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا احب الاعمال الی اللہ تعالیٰ ادومھا وان قل ترجمہ۔ اللہ کے ہاں محبوب ترین وہ عمل ہے جو دائمی ہو۔ تو تدارک سے یہ نیت کرے کہ دوام عمل میں ناغہ نہ ہو۔

حدیث : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے پھر اس کو تھک کر چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اس پر غصہ ہوتا ہے۔

فائدہ : چاہئے کہ وعید سے ڈرے۔

سوال : عبادت کو چھوڑنے سے اللہ تعالیٰ غصہ ہوا اس میں تھکن اور ملال کو سبب کیوں بنایا گیا۔

جواب : اگر غصہ اور دوری نہ ہوئی تو ملال اور تھکن اس پر کیوں مسلط کی جاتی۔

تحیتہ المسجد 5 : یہ نماز مستحب ہے اس لئے کہ وضو ایک ثواب ہے اور اس سے اصل مقصد نماز ہے اور بے وضو ہونا ہر وقت ہی لگا رہتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ نماز سے پہلے ہی آدمی بے وضو ہو جائے اور پہلے وضو کی محنت بے کار ہو جائے اس لئے مستحب ہے کہ وضو کرتے ہی اس کا مقصد جلدی سے ادا کر دیا جائے تاکہ یہ مقصود فوت نہ ہو جائے۔

حدیث : حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا تو بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کے اندر دیکھا میں نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ تو کس طرح مجھ سے پہلے بہشت میں پہنچ گیا اس نے کہا کہ میں اور کچھ نہیں جانتا صرف اتنا ہے کہ جب میں وضو کرتا ہوں اس کے بعد دو رکعات پڑھتا ہوں۔

گھر میں جانے اور اس سے باہر نکلنے کے وقت کا دوگانہ : (4) ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو ہریرہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے راوی ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو اپنے گھر سے نکلے تو دو رکعات پڑھ لیا کر۔ یہ تجھے برے نکلنے سے مانع ہوں گی اور جب تو اپنے گھر میں داخل ہو تو دو رکعات پڑھ لیا کر۔ یہ تجھے برے داخل ہونے سے بچائے گی۔

فائدہ : اس امر کی ابتداء جو غیر معمولی ہو یعنی اہم ہو اسی حکم میں داخل ہے یعنی اس کی ابتداء میں دو رکعات پڑھنی چاہئیں اسی وجہ سے دوگانہ احرام کے وقت اور دوگانہ۔ سفر کی ابتداء میں اور سفر سے رجوع کے وقت مسجد میں دو رکعات ادا کرنی چاہئیں۔

انتباہ : سفر سے واپسی کا دوگانہ مسجد میں گھر کے داخلہ سے پہلے پڑھنے ہوں گے۔ احادیث میں اس طرح وارد ہے یہ تمام دوگانے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل سے مروی ہیں۔

فائدہ : بعض صلحاء جب کوئی غذا کھاتے یا پانی پیتے تو دوگانہ پڑھتے اسی طرح جو امر پیش آتا اس کے لئے ایسا ہی کرتے۔

فائدہ : امور کے شروع میں اللہ تعالیٰ کا ذکر تبرکاً" چاہئے اور وہ تین طرح ہے۔ (1) بعض افعال ایسے ہیں کہ وہ کئی بار ہوتے ہیں جیسے کھانا پینا' اس میں شروع بسم اللہ سے چاہئے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کل امر ذی بال کم یبا فیھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فھو ابتر ترجمہ۔ ہر ذی شان کام پہلے اللہ کا نام نہ ہو وہ کام بے برکت ہے۔ (2) وہ امور کہ بہت زیادہ تو نہیں لیکن انہیں میں وقعت ہوتی ہے جیسے نکاح وعظ کا آغاز اور مشورہ وغیرہ تو ان میں مستحب ہے کہ انہیں اللہ کی حمد سے شروع کیا جائے۔ مثلاً نکاح پڑھانے والا کہے الحمدللہ والصلوۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم دلہن کا متولی کہے میں نے اپنی لڑکی تیرے نکاح میں دی اور دولہا کہے الحمدللہ والصلوۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے نکاح قبول کیا۔

فائدہ : صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت تھی کہ نکاح کے پیام کے وقت اور نصیحت کرنے اور مشورہ کرنے میں اول حمد الٰہی کرتے تھے۔ (3) وہ امور کہ بہت زیادہ تو نہ ہوں مگر ہو جانے کے بعد دیرپا ہوں اور ان میں وقعت بھی پائی جاتی ہو جیسے سفر اور نئے مکان کا خریدنا اور احرام باندھنا اسی طرح اور ایسے امور سے پہلے دوگانہ پڑھنا مستحب ہے اور ان سب میں سے ادنیٰ گھر میں سے باہر جانا اور اس کے اندر آنا ہے کہ وہ بھی ایک چھوٹے سے سفر کی طرح ہے۔

نماز استخارہ 7 : جو شخص کسی کام کا ارادہ کرے اور اس کے انجام کو نہ جانتا ہو اور معلوم نہ ہو کہ اس کے کرنے میں بہتری ہے یا نہ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو رکعات پڑھیں اول میں الحمد اور سورہ کافرون اور دوسری میں فاتحہ اور اخلاص پڑھے اور جب فارغ ہو تو یہ دعا پڑھے اللھم انی استخیرک بعلمک

واستقدرک بقدارتک واسئلک من فضلک العظیم فانک تقدرولا اقدروتعلم والا اعلم وانت علام الغیوب۔ اللھم ان کنت تعلم ان ھذا الامر خیرلی فی دینی وعاقبۃ امری وعاجلہ واجلہ فقررہ لی ثم یسرہ لی ثم بارک لی فیہ وان کنتہ تعلم ان ھذا الامرشرلی فی دینی و دنیای و عاقبۃ امری وعاجلہ واجلہ فاصرفہ عنی وامرفنی عنہ و قدرلی فی الغیر حیث ماکان ثم ارضنی بہ انک علی کل شی قدیر۔

فائدہ : اس حدیث کو جابر بن عبداللہ نے روایت کیا ہے حضور پاک سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں اکثر امور میں استخارہ اس طرح سکھلاتے تھے جیسے قرآن مجید کی سورت سکھائی جاتی ہے۔ ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جب کوئی کسی کام کا ارادہ کرے تو چاہئے کہ دو رکعت پڑھے پھر اس کام کا نام لے اور جو دعا اوپر مذکور ہے مانگے۔

بکھرے موتی : بعض حکمانے کہا ہے کہ جس کو چار باتیں حاصل ہوئیں وہ چار باتوں سے محروم نہیں رہے گا۔ (1) جسے شکر ملا وہ زیادتی نعمت سے محروم نہ رہے گا۔ (2) جسے توبہ نصیب ہوئی وہ قبول سے محروم نہ رہے گا۔ (3) جسے استخارہ مرحمت ہوا وہ بہتری اور خیر سے محروم نہ رہے گا۔ (4) جسے مشورہ عنایت ہوا وہ صواب پر ہونے سے محروم نہ جائے گا۔

نماز حاجت 8 : جس پر معاملہ تنگ ہو اور اسے دنیا اور دین کی بہتری کے بارے میں ایسے کام کی ضرورت ہو کہ اس پر مشکل پڑ گیا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ نماز حاجت پڑھے۔

حدیث : وہیب بن الورد سے مروی ہے فرمایا کہ جس کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں وہ بارہ رکعات پڑھے ہر رکعت میں الحمد اور آیۃ الکرسی وقل ہو اللہ احد پڑھے اور اس سے فارغ ہو کر سجدہ کرے اور یہ دعا پڑھے۔

سبحان الذی للبس الغرو قال بہ سبحان الذی تعطف بالمعبد و تکریم بہ سبحان الذی احصی کل شی بعلمہ سبحان الذی لا ینبغی التسبیح الالہ سبحان ذی المن والفضل سبحان ذی الصزوالکرم سبحان ذی الطول اسلک بمعاقد الضرمن عرشک منتھی الرحمۃ من کنابک باسمک الاعظم وجدک الاعلیٰ و کلماتک القامات التی لا یصاوزھن برولا فاجر ان تصلی علی محمد وعلی آل محمد۔

ترجمہ۔ پاک ہے وہ ذات جس نے لباس بنایا عزت کو اور بول بالا اسکا پاکی ہے اس کو جس نے چادر بنایا بزرگی کو' اور بزرگ ہوا اس سے پاک ہے وہ جس نے ہر چیز کو اپنے علم سے گھیر لیا' پاک ہے وہ جس کے سوا دوسرے کو پاکی زیبا نہیں' پاک ہے احسان اور فضل والا' پاک ہے بزرگی اور کرم والا' پاک ہے نعمت والا' الٰہی میں تجھ سے بذریعہ خصلتوں کے سوال کرتا ہوں' جن کو تیرا عرش بریں مستحق ہے اور بذریعہ انتہائی رحمت کے تیری کتاب سے روایت اور طفیل تیرے اسم اعظم اورشان برتر اور کلمات کامل سے جن سے کوئی نیک اور بد تجاوز نہیں کرتا یہ درخواست کرتا ہوں کہ محمد اور آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر رحمت کامل نازل فرما۔ آمین۔

پھر اپنی حاجت کا سوال کرے۔ بشرطیکہ اس میں کوئی معصیت نہ ہو تو ان شاء اللہ مقبول ہوگی۔ وہب رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اسلاف صالحین فرمایا کرتے تھے کہ یہ دعا بے وقوفوں کو نہ سکھاؤ ورنہ وہ اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی معصیت پر مدد لیں گے اس روایت کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

9۔ **صلوۃ التسبیح** : یہ نماز جوں کی توں حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہے یہ کسی وقت اور سبب سے خاص نہیں۔ مستحب یہ ہے کہ اس سے کوئی ہفتہ یا مہینہ خالی نہ جائے۔ ایک دفعہ پڑھ لیا کرے حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن عباس سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا میں آپ کو ایک چیز دوں ایک شے عطا کروں۔ ایک بات سکھا دوں کہ جب تم اسے کرو تو اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے اور پچھلے پرانے اور نئے نادانستہ اور دانستہ' پوشیدہ اور ظاہر تمام گناہ معاف کردے گا۔ وہ یہ ہے کہ چار رکعات پڑھو' ہر رکعت میں الحمد اور سورت پڑھو جب اول رکعت میں قرات سے فارغ ہو جاؤ تو کھڑے ہوکر کہو سبحان اللہ والحمد للہ والا الہ الا اللہ واللہ اکبر پندرہ بار' پھر رکوع کرو اور دس بار یہی کلمات کہو پھر قومہ کرو اور دس بار کہو پھر سجدہ کرو اور دس بار کہو پھر سجدہ سے سر اٹھا کر دس بار پھر دوسرے سجدہ میں دس بار پھر جلسہ استراحت میں دس بار تو یہ کل پچھتر بار ہر رکعت میں ہوا چاروں رکعتوں میں ایسا کرو اگر ہو سکے تو اسے روزانہ پڑھو ورنہ ہر جمعہ میں ایک بار اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو مہینہ میں ایک بار ایک روایت میں ہے کہ شروع میں نماز میں کہے سبحانک اللھم و بحمدک الخ پھر پندرہ بار تسبیح مذکور کہتے قرات سے پہلے اور دس بار قرات کے بعد اور باقی مثل روایت اول کہے مگر دوسرے سجدہ کے بعد کچھ نہ کہے اور یہ روایت بہتر ہے اور ابن مبارک کے نزدیک مختار یہی ہے اور دونوں روایتوں کے مطابق تعداد تسبیح کی تین سو ہوتی ہے۔

مسئلہ : اگر دن کو پڑھے تب تو چاروں رکعات ایک سلام سے پڑھے اور اگر رات کو پڑھے تو دو سلاموں سے پڑھے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ صلوۃ اللیل مثنی مثنی رات کی نماز دو رکعت ہے اس کے بعد تسبیح مذکور کے یہ کلمات بڑھا دے۔ (ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم) تو بہتر ہے کہ بعض روایت میں یہ کلمات بھی آئے ہیں۔

فائدہ : نمازیں ماثورہ یہ تھیں جو اوپر مذکور ہوئیں اور ان نوافل میں سے مکروہ وقتوں میں بغیر تحیتہ المسجد اور خوف اور استسقاء کی نماز کے اور کوئی مستحب نہیں۔ دوگانہ وضو اور سفر کا دوگانہ اور گھر سے نکلنے کا اور استخارہ کا ان اوقات میں مستحب نہیں اس لئے کہ یہ اسباب ضعیف ہیں اور ان اوقات میں نماز پڑھنے سے نہی وارد ہے تو یہ نمازیں ان تین نمازوں کے مرتبہ کو نہیں پہنچتیں ہیں۔ (حضرت غزالی) نے بعض صوفیہ کو اوقات مکروہ میں دوگانہ وضو پڑھتے دیکھا ہے حالانکہ یہ امر بعید از قیاس ہے اس لئے کہ وضو نماز کا سبب نہیں بلکہ نماز وضو کا سبب ہے تو چاہئے کہ وضو کرلے اور نماز پڑھ لے پھر کراہت کے کچھ معنی نہ رہے اور دوگانہ وضو کی نیت دوگانہ تحیت کی طرح ادا کرنا چاہئے

بلکہ جب وضو کرے تو دو رکعات نفل پڑھے اور اپنے وضو کو خالی نہ چھوڑے جیسے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا کرتے تھے کیونکہ یہ دوگانہ نفل محض ہے وضو کے بعد ہوتا ہے اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وضو خسوف اور تحیتہ کی طرح سبب ہو تاکہ نیت میں وضو کا دوگانہ کہے کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ نماز سے وضو کی نیت کرلے بلکہ یوں چاہئے کہ وضو سے نماز کی نیت کرے اور کیسے صحیح ہوگا کہ وضو میں تو کہے کہ میں وضو کرتا ہوں نماز کے لئے اور نماز میں سے کہے کہ میں نماز پڑھتا ہوں وضو کے لئے بلکہ جو یہ چاہے کہ کراہت کے وقت وضو کو نماز سے خالی نہ رکھے تو اس کو چاہئے کہ دوگانہ جو وضو کے بعد پڑھے اس سے نیت قضا کی کرے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کے ذمہ پر کوئی نماز قضا ہو جس کی ادا میں کسی وجہ سے خلل ہوا ہو تو قضا کی نیت کا کوئی حرج اس لئے کہ نماز قضا مکروہ اوقات میں کبھی مکروہ نہیں لیکن ان اوقات میں نیت نفل کی کوئی وجہ میں نہیں۔ ان اوقات میں جو نوافل سے منع کیا گیا ہے اسمیں تین امور مقصود اور اہم ہیں۔ (1) آفتاب کی پرستش کرنیوالوں کی مشابہت سے بچنا۔ (2) شیطانوں کے پھیلنے سے احتراز کرنا کہ حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آفتاب نکلتا ہے اور اس کے ساتھ شیطان کے ماتھے کا کونا ہوتا ہے نکلنے میں اس کے ساتھ رہتا ہے اور جب آفتاب اٹھ جاتا ہے تو جدا ہو جاتا ہے۔ جب دوپہر ہوتے ہیں تو مل جاتا ہے جب ڈھل جاتا ہے تو ٹل جاتا ہے' پھر جب غروب پر آفتاب مائل ہوتا ہے تو شیطان کا ماتھا متصل ہو جاتا ہے اور جس وقت غروب ہو جاتا ہے تو علیحدہ ہو جاتا ہے ان اوقات میں نماز سے منع فرمایا اور اس کی علت پر آگاہ کر دیا۔ (3) سالکین راہ آخرت ہمیشہ تمام وقتوں میں نماز پر مواظبت رکھتے ہیں اور عبادات میں سے ایک ہی طرح پر مواظبت بالآخر ملال پیدا کرتی ہے اور جس صورت میں کہ ایک ساعت روک دیا جائے تو خوشی زیادہ ہوتی ہے اور ارادے ابھرتے ہیں اور انسان کو منع کی ہوئی چیز کی حرص ہوتی ہے تو ان وقتوں کو خالی چھوڑنے میں زیادہ تر وقت گزرنے کے انتظار پر ترغیب دینی ہے اس وجہ سے یہ اوقات تسبیح و استغفار کے لئے خاص کر دیئے گئے کہ مداومت کے باعث تھکن سے بھی بچے رہے اور ایک قسم کی عبادت سے دوسری قسم کی سیر بھی ہو جائے کیونکہ ہر نئی بات میں لذت جداگانہ ہے اور ایک ہی چیز کی مداومت میں گرانی اور سستی ہوتی ہے اور ہمیں لحاظ نماز نہ محض سجدہ ہوئی نہ صرف رکوع نہ نرا قیام بلکہ اعمال مختلف اور جداگانہ اذکار سے عبادات کی ترتیب ہوئی کیونکہ ان میں سے ہر ایک عمل سے دل جداگانہ ادا کرتے وقت لذت پاتا جائے اگر ایک ہی چیز پر مداومت شروع ہوتی ہے تو دل پر تھکن جلد آتی' پس جس صورت میں کہ اوقات مکرہ میں نماز کے منع کرنے سے یہ باتیں مقصود ہیں اور ان کے سوا اور اسرار ہیں کہ جن کو سوائے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی بشر کی طاقت نہیں کہ معلوم کرے تو اس طرح کے مہمات کو چھوڑ دینا بجز ایسے اسباب کے نہیں چاہئے جو شروع میں ضروری ہوں جیسے نمازوں کی قضا اور بارش کی نماز اور خسوف اور تحیتہ المسجد کا دوگانہ اور جو اسباب ضعیف ہوں ان کو اس نہی کے مقصود کے مقابل نہ کرنا چاہئے' ہمارے نزدیک یہی معقول معلوم ہوتا ہے آگے اللہ جانے باب اسرار مکمل ہوا اس کے بعد باب اَسرارِ زکوٰۃ ان شاء اللہ آتا ہے۔ والحمد اللہ والا واخر والصلوۃ علی رسولہ المصطفیٰ

باب 5

اَسرارُ الزکاۃ

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو ایک رکن اسلام بنایااور نماز کے بعد اسی کا ذکر فرمایا۔ واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمد عبدہ ورسولہ واقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ (1) کلمہ (2) نماز (3) زکوٰۃ (4) (5)اور اللہ نے زکوٰۃ نہ دینے والوں کو نہایت سخت وعید فرمائی۔ وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ (پ 10 التوبہ 34) ترجمہ۔ اور وہ کہ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں خوشخبری سناؤ دردناک عذاب کی۔ (کنزالایمان)

فائدہ : اس آیت میں جو انفاق فی سبیل اللہ مذکور ہے اسکا معنی زکوٰۃ کی ادائیگی ہے۔ احنف بن قیس کہتے ہیں کہ میں قریش کے بعض لوگوں میں تھا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزرے اور فرمایا کہ کافروں کو سنا دو' ایک داغ کی خبر کہ ان کی پیٹھوں میں لگے گا اور پسلیوں میں سے نکلے گا اور ایک داغ ان کی گدیوں کی طرف سے لگے گا اور پیشانیوں میں سے پار ہو جائے گا اور ایک روایت میں ہے کہ داغ آدمی کی پستان کے سر پر رکھ کر دونوں شانوں کی ملائم ہڈی سے نکال دیا جائے گا اور ہڈی سے رکھ کر پستان کے سر میں سے تھرتھراتا ہوا نکالا جائے گا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچا' اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ قسم ہے رب کعبہ کی وہی لوگ زیادہ نقصان میں ہیں' میں نے عرض کیا کہ وہ کون ہیں' فرمایا کہ جن کے پاس مال بہت ہے مگر جو کوئی ایسے ایسے اپنے داہنے اور بائیں سامنے اور پیچھے بکھیرے اور خیرات کرے' اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ اور فرمایا جو کوئی اونٹ والا' یا بکریوں یا گایوں والا ان کی زکوٰۃ نہ ادا کرے گا وہ جانور قیامت میں نہایت بڑے اور بہت موٹے ہو کر آئیں گے اور اس کو اپنے سینگوں سے ماریں گے اور کھروں سے کچلیں گے۔ جب اول سے آخر تک سب جانور مار چکیں گے تو پھر دوبارہ اسی طرح شروع کر دیں گے اور یہ عذاب اس وقت تک ہوگا کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا اور بخاری اور مسلم میں زکوٰۃ نہ دینے والوں کی یہ وعید مروی ہے تو اسرار زکوٰۃ کا بیان کرنا اور اس کے شرائط ظاہری اور باطنی اور اس کے معنی صوری اور معنوی کا لکھنا ضروریات دین سے ٹھہرا اس لئے ہم اس مضمون کو چار فصلوں میں لکھتے ہیں اور انہیں باتوں پر کفایت کرتے ہیں جن کا جاننا زکوٰۃ دینے والے اور لینے والے کو ضروری ہے۔

زکوٰۃ کی اقسام اور اس کے وجوب کے اسباب

یاد رہے کہ زکوٰۃ باعتبار ان مالوں کے کہ جن سے وہ متعلق ہے چھ قسم ہے ہر ایک کو جدا جدا لکھا جاتا ہے۔

جانوروں کی زکوٰۃ : زکوٰۃ خواہ جانوروں کی ہو یا دوسرے مال کی اس پر واجب ہے آزاد اور مسلمان ہو۔ بالغ ہونا اور عاقل ہونا شرط نہیں' بلکہ لڑکے اور مجنون کے مال میں بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو شرط زکوٰۃ کے دینے والے کی ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہو' اور مال کی شرطیں پانچ ہیں۔ (1) مخصوص جانوروں کا کسی کے پاس ہونا۔ *۔ (2) اس جنگل میں چرنا (3) کامل سال گزرنا (4) ملک کامل ہونا (5) نصاف کا مکمل ہونا شرط (6) وہ مخصوص جانور جن پر زکوٰۃ ہے۔ خاص چوپائے اس لئے کہے وہ یہ ہیں۔ (1) اونٹ (2) گائے (3) بکری

مسئلہ : گھوڑوں اور خچروں اور گدھوں اور ان جانوروں میں جو ہرن اور بکری سے پیدا ہوں زکوٰۃ نہیں۔ شرط (2) جنگل میں چرنا اگر گھر پر گھاس کھلایا جائے گا تو زکوٰۃ نہ ہوگی اور جب کچھ دونوں جنگل میں چرا ہو اور کچھ دنوں گھر پر گھاس کھلایا ہو تو اس صورت میں بھی زکوٰۃ نہیں۔ بشرطیکہ گھاس پر خرچ ہونا شرط ہے۔ (3) سال گزرنا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا فی مال یحول علیہ الحول لور اس حکم سے جانوروں کے بچے مستثنیٰ رہیں گے کیونکہ وہ تا بڑے جانوروں کے ہوتے ہیں۔ اور بڑوں پر سال گزرنے سے ان کو بھی زکوٰۃ لے لی جائے گی گو ان پر سال نہ گزرا ہو اگر بعض جانور سال کے دوران بیچ ڈالے یا ہبہ کر دے تو سال سے کٹ گیا وہ جانور حساب میں شمار نہ ہوگا۔ (4) شرط کامل لور پورا تصرف مال پر ہونا اس صورت میں اگر کوئی جانور رہن ہوگا تو اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی کیونکہ خود اس نے اسے روکا ہے اس پر قبضہ کرنا اس کے اختیار میں ہے۔

مسئلہ : گم شدہ اور چھینی ہوئی میں زکوٰۃ واجب نہیں جب تک کہ مع اپنی زیادتی کے زکوٰۃ واپس نہ آئے واپس آنے پر ایام گزشتہ کی واجب ہو جائے گی۔ جس پر قرض اتنا ہو کہ اسکے تمام مال کو حاوی ہو جائے تو اس پر زکوٰۃ نہیں اس لئے کہ وہ مال دار غنی نہیں ہے کیونکہ غنی جب ہوتا کہ مال زائد از ضرورت ہوتا حالانکہ اسے ادائے قرض کی ضرورت ہے۔ شرط موجود ہے نصاب کا پورا ہونا یہ ہر جانور میں جدا جدا ہے۔ مثلاً اونٹ پر۔ زکوٰۃ نہیں جب تک پانچ نہ ہوں پانچ عدد اونٹ نصاب ہے اس میں بھیڑ کا ایک جذعہ یا بکری کا ایک ثنیہ دینا ہوگا جذعہ اس کو کہتے ہیں کہ ایک سال کا ہو کر دوسرے میں لگا ہو اور ثنیہ اس کو کہتے ہیں کہ دو برس کا ہو کر تیسرے میں لگا ہو اور دس اونٹوں میں دو بکریاں اور پندرہ میں تین اور بیس میں چار اور پچیس میں بنت مخاض یعنی مادہ جو دوسرے برس میں ہو اور اگر بنت

---

*۔ ان جانوروں کی تفصیل آگے آئے گی۔

مخاض مل میں نہ ہو تو نر جو تیسرے سال میں ہو لیا جائے (اگرچہ بنت مخاض کو خرید سکتا ہو) اور چھتیس لونٹوں میں بنت لبون یعنی مادہ جو تیسرے سال میں ہو پھر چھیالیس میں حصہ یعنی مادہ جو چوتھے سال میں ہو اور باسٹھ میں جذعہ یعنی پانچویں سال کی مادہ اور 76 دو بنت لبون اور اکانوے میں دو حصے اور ایک سو اکیس میں تین بنت لبون۔ پھر جب ایک سو تیس ہو جائیں تو اب حساب جم گیا ہر پچاس میں ایک حصہ اور چالیس ایک بنت لبون لیا جائے گا پس ایک سو تیس میں اس حساب سے ایک حصہ اور دو بنت لبون ہوں گے۔

مسئلہ : گائے بیل میں زکوٰۃ نہیں جب تک کہ تیس نہ ہو جائیں۔ پھر تیس پر ایک تبیع یعنی بچھڑا جو دوسرے سال میں ہو اور چالیس پر ایک منہ یعنی بچھڑی تیسرے برس کی اور ساٹھ میں دو تبیع اس کے بعد حساب ٹھیک ہو جاتا ہے کہ ہر چالیس میں ایک منہ اور ہر تیس ایک تبیع۔

مسئلہ : پھر بکریوں میں زکوٰۃ نہیں جب تک کہ چالیس نہ ہو جائیں۔ چالیس پر ایک جذعہ یعنی جو ایک سال کا ہو گیا ہو خواہ ثنیہ یعنی وہ بچہ جو دو سال کا ہو تیسرے سال میں جائے پھر ان میں کچھ نہیں یہاں تک کہ ایک سو اکیس ہو جائیں ان پر دو بکریاں دو سو تک اور دو سو ایک تین ہیں چار سو تک اور چار سو میں چار بکریاں ہیں پھر ہر سینکڑے پر ایک بکری ہے۔

مسئلہ : دو شریکوں کی زکوٰۃ نصابوں میں مثل ایک مالک کے ہوگی مثلاً دو شخصوں کی شرکت میں چالیس بکریاں ہیں تو ان پر ایک ہی بکری ہوگی اور اگر تین شخصوں کی شرکت میں ایک سو بیس بکریاں ہوں تو سب پر ایک ہی بکری ہوگی حالانکہ جدا کرنے میں ہر شریک کے حصہ میں چالیس آسکتی ہیں مگر شرکت میں ایک ہی مالک کا سا سمجھیں گے اور شرکت خواہ باعتبار ہو یا اور طرح دونوں کا حکم ایک ہے مگر شرط ہے کہ دونوں شریک ایک ساتھ ہی چراتے ہوں اور ساتھ پانی پلاتے ہوں اور مکان پر ہٹا کر لاتا اور دودھ نکالنا اور نر کا ڈلوانا ایک ساتھ کرتے ہیں اور دونوں صاحب زکوٰۃ ہوں۔

مسئلہ : اگر شرکت ذمی یا مکاتب کے ساتھ ہو تو اس کا اعتبار نہیں اور جس صورت میں کہ مال واجب سے کم سن کا جانور لیا جائے تو جائز ہے۔ بشرطیکہ بنت مخاض سے کم نہ ہو اور کمی کا نقصان اس طرح پورا کیا جائے کہ ایک سال کی کمی میں دو بکریاں یا بیس درم اور لئے جاویں اور دو برس کی کمی میں چار بکریاں خواہ چالیس درم لیں اور مالک مال اگر زیادہ عمر کا اونٹ دے ہو سکتا ہے بشرطیکہ جذعہ سے زیادہ نہ ہو اور مقدار زیادتی کو بیت المال کے جمع کرنے والوں سے واپس لے اور زکوٰۃ میں بیمار جانور نہ لیا جائے جس صوت میں کہ گلہ میں اچھے بھی ہوں اگرچہ ایک ہی تندرست ہو اور اچھے جانوروں میں سے اچھا لیا جائے اور بروں میں سے برا۔

مسئلہ : مال میں سے دانہ خوری کا جانور تو گنی دودھیل سانڈ نہ لیا جاوے اور نہ آخور لیا جاوے میانہ لینا چاہیے۔

عشر کا بیان: جو پیداوار غذا کی قسم ہو اور آٹھ سو سیر بیس من ہو اس میں دسواں حصہ واجب ہے اور اس سے کم پر کچھ نہیں اور میووں اور روئی میں زکوٰۃ نہیں بلکہ اس جنس میں ہے جو غذا بنائی جاتی ہے اور چھوہاروں اور کشمش میں زکوٰۃ ہے اور بیس من ان کا ہونا معتبر ہے یعنی سوکھنے پر بیس من ہونے چاہئیں تر کا اعتبار نہیں اور شریکوں کے مال کو ایک دوسرے میں ملا کر پورا کرلیا جائے گا جس صورت میں کہ شرکت حصص سے ہو مثلاً ایک باغ چند وارثوں میں مشترک ہے اور اس کی پیداوار بیس من کشمش ہے تو سب پر دو من کشمش واجب ہوگی حصہ رسد اپنے اپنے حصہ میں سے دیگر دو من کر دیں اور اگر شرکت اس طرح نہ ہو بلکہ درخت یا زمین جدا جدا ہر ایک کے پاس ہو اور ایک جگہ ہو تو اس شرکت کا اعتبار نہیں اور گیہوں کے نصاب کو جو سے پورا نہ کیا جائے گا ہاں لاجو کے نصاب کو اس جو سے پورا کرلیں گے کہ جس پر چھلکا نہیں ہوتا کیونکہ وہ بھی جو ہی کا قسم ہے اور یہ اس صورت میں ہے کہ جاری پانی یا کول وغیرہ سے پانی دیا جاتا ہو اور جس صورت میں کہ کنویں میں سے ڈول یا ماڈول پانی دیتے ہوں تو بیسواں حصہ واجب ہوگا اور اگر دونوں طرح پانی دیا جاتا ہو تو غالب کا اعتبار ہے۔ خشک چھوہارے اور کشمش اور جنس غلہ میں سے بور بھس دور کرنے کے بعد عشر لیا جاوے اور انگور اور تر کھجوریں نہ لیں مگر اس صورت میں کہ درختوں پر کوئی آفت پڑے اور پکنے سے پہلے ہی ان کے توڑنے میں مصلحت ہو۔ ایسی صورت میں پیمانے مالک کو اور ایک پیمانہ فقیروں کو ناپ کر دیا جائے۔

سوال: بانٹنا تو بیع میں داخل ہے پس کچوں کی اگر بیع درست نہیں تو بانٹنا کب جائز ہوگا؟

جواب: ضرورت کی وجہ سے تقسیم کی اجازت ہے اور زکوٰۃ کے واجب ہونے کا وقت ہوتا ہے کہ پھل گرنے لگیں اور غلہ سخت ہونے لگے اور اس کے اوقات خشک ہونے کے بعد ہے۔

سونے چاندی کی زکوٰۃ: جو چاندی دو سو درم خالص ہو اور اس پر سال گزر جائے تو اس کی زکوٰۃ پانچ درم یعنی چالیسواں حصہ ہے اور اگر چاندی زیادہ ہو تو اس حساب سے زکوٰۃ اس پر بھی ہوگی گو ایک درم ہی زائد ہو اور سونے کا نصاب بیس مثقال خالص مکہ کے وزن سے ہے اس میں بھی چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور زائد پر اسی حساب سے ہوگی۔

مسئلہ: سونے کے ڈھیلے اور غیر مستعمل زیور اور سونے چاندی کے برتنوں اور سونے کی کانٹھیوں میں زکوٰۃ واجب ہے اور مستعمل زیور میں واجب نہیں۔

مسئلہ: اگر قرض کسی ایسے کے ذمے ہو جو دیر سے دے گا تو اس پر بھی زکوٰۃ ہے مگر جب وہ ادا کرلے اس وقت واجب ہوتی ہے اور اگر قرض کی کچھ مدت ہو تو جب تک یہ مدت نہ گزرے تب تک واجب نہ ہوگی۔

مال تجارت کی زکوٰۃ: اس کا حال چاندی سونے کی زکوٰۃ کا سا ہے یعنی چالیسواں حصہ واجب ہوتا ہے اور سال اس

وقت سے شمار ہوگا جس وقت سے نقد روپیہ سے مال تجارت خریدا اور وہ اس کی ملک میں آیا بشرطیکہ نقد مذکور مقدار نصاب ہو اگر وہ نصاب سے کم ہو یا اسباب کے بدلے میں تجارت کی نیت سے مال خریدا ہو تو ابتدا سال خریدنے کا وقت سے معتبر ہوگا۔

مسئلہ : زکوٰۃ میں سکہ دے جو شہر میں چلتا ہو یا اس سے مال کا دام لگایا جائے اور نقد سے مال تجارت لیا ہو اور نقد نصاب کی مقدار تھا تو شہر کے چلن کی نسبت اسی نقد سے دام لگانا بہتر ہے۔

مسئلہ : اگر مال اپنے لئے رکھا تھا پھر اس میں تجارت کی نیت کرے تو ابتداء سال فقط نیت کے وقت سے نہ ہوگا بلکہ اس وقت سے ہوگا کہ اس مال کے عوض میں دوسری چیز خریدے اور جس صورت میں کہ سال پورا ہونے سے پہلے تجارت کی نیت موقوف کردے تو زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی بہتر ہے کہ اس سال میں زکوٰۃ دے ڈالے اور اسباب میں جس قدر نفع آخر سال میں ہوا ہو اصل مال پر سال گزرنے سے اس پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے یہ نہیں کہ اس پر از سرنو سال گزرے جیسا کہ جانوروں کے بچے سال تمام ہونے پر بڑوں میں ملائے جاتے ہیں اگرچہ پہلے سال کے نہ ہوں۔

مسئلہ : صرافوں کے مال کا سال ان کے آپس کے مبادلے ہونے سے نہیں جاتا رہتا جیسے جانوروں کی خرید و فروخت میں سال بدستور رہتا ہے ویسا ہی ان میں بھی رہتا ہے اور مال مضارب کے نفع کی زکوٰۃ اس کے حصہ کے موافق ہو گی اگر قیمت نفع کی نہ ہوتی ہو اور قرین قیاس یہی حکم قیاس میں سب سے بہتر اور قوی ہے کہ سال گزرتے ہی اس پر زکوٰۃ واجب ہو جائے۔

(5) دفینہ اور کانوں کی زکوٰۃ : دفینہ وہ مال مراد ہے جو کفر کے زمانہ کا مدفون ہو اور ایسی زمین میں ہے کہ اسلام میں اس پر کسی کی ملک نہ ہوئی ہو تو جو شخص اس دفینہ کو پائے تو چاندی اور سونے میں پانچواں حصہ لیا جائے اس میں سال گزرنہ معتبر نہیں بہتر یہ ہے کہ نصاب کا اعتبار بھی نہ ہو کیونکہ خمس واجب ہونے سے اس مال کی مشابہت مال غنیمت سے زیادہ ہے اور اگر نصاب کا اعتبار کریں تب بھی بعید نہیں کہ اس خمس کا اور زکوٰۃ کا ایک ہی مصرف ہے اسی وجہ سے مذہب صحیح پر دفینہ خالص سونے چاندی کو کہیں گے۔

مسئلہ : کان کی چیزوں میں سوائے سونے چاندی کے اور کسی چیز پر زکوٰۃ نہیں اور یہ دونوں جس وقت دفینہ نکال لئے جائیں تو چالیسواں حصہ لیا جائے گا۔ دو قولوں میں سے صحیح تر کے بموجب نصاب کا ہونا معتبر ہوگا اور سال تمام ہونے کے بارے میں دو قول ہیں۔ نمبر ا کان کے سونے چاندی میں پانچواں حصہ واجب ہے تو اس اعتبار سے سال کا اعتبار اور نصاب کے بارے دو قول ہیں اور مناسب تر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کان کے مقدار واجب میں تو مال تجارت کی زکوٰۃ میں ملائیں کیونکہ وہ بھی ایک طرح کا مال حاصل کرنا ہے اور سال کے بارے میں یکی 1/10 والی چیزوں میں ملا

دیں کہ سال کا اعتبار نہ کیا جاوے اور نصاب کا بھی اعتبار نہ کیا جاوے جیسا کہ وہ یکی والی چیزوں میں نہیں کیا جاتا اور احتیاط یہ ہے کہ تھوڑی کان ہو یا بہت سب میں خمس نکال دیا جاوے اور مخصوص سونے چاندی پر نہ رکھے پر ایک کافی چیز میں اسی طرح کرے تاکہ ان میں اختلاف کا شبہ نہ رہے کیونکہ یہ اقوال ایک دوسرے کی ضد سے معلوم ہوتے ہیں اور یقیناً کسی پر فتویٰ ہو نہیں سکتا کہ شکلیں ان کی ملتی جلتی نہیں بلکہ ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔

صدقہ فطر نمبر6 : مسلمان پر واجب ہے جس کے پاس عید فطر کے دن اور شب میں اس کے اور اس کے عیال کے کھانے سے زائد جنس غذا میں سے ایک صاع موجود اور صاع دو سیر اور دو تہائی سیر کا ہوتا ہے۔ (تحقیق صاع) صاع اس پیمانے کا نام ہے جس میں ایک ہزار چالیس درم ماش یا مسور آجائے اور یہ وزن ہندوستان کے سو بھر کے سیر سے تیں سیر اور ادھ چھٹانگ ہوتا ہے صدقہ فطر اس غلہ سے دے جو خود کھاتا ہے یا اس سے بھی بہتر۔

مسئلہ : اگر آپ ایسی گیہوں کھاتا ہے۔ جو دینے کے قابل نہیں وہ نہ دے۔

مسئلہ : اگر مختلف غلہ کھاتا ہو تو سب میں سے بہتر دے۔

مسئلہ : اگر کوئی قسم کے دانے دے گا تب بھی جائز ہوگا۔

مسئلہ : صدقہ فطر کی تقسیم زکوٰۃ کی تقسیم کی طرح ہے اور مصرف کے تمام اقسام کو پہنچنا واجب ہے۔

مسئلہ : اور بے چھنی ہوئی جنس دینا جائز نہیں۔

مسئلہ : مسلمان مرد پر اپنی زوجہ اور غلاموں اور اولاد کا۔ اور ان رشتہ داروں کا جن کا نفقہ اس پر واجب ہے جیسے ماں باپ، دادی، ماں نانی، وغیرہ صدقہ دینا واجب ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان لوگوں کا صدقہ ادا کرو جن کا خرچ تمہارے ذمہ ہے۔

مسئلہ : مشترک غلام کا صدقہ دونوں شریکوں کے ذمہ واجب ہے۔

مسئلہ : کافر غلام کا صدقہ واجب نہیں۔

مسئلہ : اگر زوجہ اپنی طرف سے خود صدقہ دے دے تو کافی ہے شوہر کی طرف سے صدقہ دینے میں اجازت ضرور نہیں۔

مسئلہ : اگر اس کے پاس اتنا ہی کھانا زائد ہو کہ بعض کی طرف سے دے سکتا ہے تو بعض ہی کی طرف سے ادا کرے پہلے ان کا دے جن کے نفقہ کی تاکید زیادہ ہو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اولاد کے نفقہ کو زوجہ کے نفقہ پر مقدم فرمایا اور زوجہ کے نفقہ کو خادم کے نفقہ پر خلاصہ یہ کہ احکام مالدار کو جاننا ضروری ہیں بعض اوقات اس کی کچھ

صورتیں نادر بھی پیش آجاتی ہیں جو ان صورتوں سے خارج ہیں تو ایسی حالت میں چاہئے کہ علماء سے فتویٰ لے کر اس پر اعتماد کرے اور ان مسائل سے پہلے یا دوسرے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی اور اس کے شرائط : شرائط ظاہرہ --- زکوٰۃ دینے والے پر پانچ امور کی رعایت واجب ہے۔ (1) نیت یعنی دل سے نیت فرض زکوٰۃ کے دینے کی یہ ضروری نہیں کہ مال معین کرے کہ فلاں فلاں کی زکوٰۃ دیتا ہوں اگر کوئی مال اس کے پاس نہیں اور کہیں ہے اور اس نے کہہ دیا کہ اگر میرا مال غائب بچا ہوا ہے تو یہ اس کی زکوٰۃ ہے ورنہ صدقہ نفل ہے اگرچہ یہ جائز ہے اس لئے کہ اگر بالفرض تصریح نہ کرتا تب بھی تو یہی ہوتا اور دل کی نیت مجنوں اور صغیر کی نیت کے قائم مقام ہے اور بادشاہ کی نیت مالک مال کی نیت کے قائم مقام ہے جو زکوٰۃ نہ دیتا ہو مگر یہ دنیا کے حکم ظاہری میں ہوگی یعنی ان پر مطالبہ ظاہری نہ ہوگا لیکن آخرت کے مواخذہ سے بری نہ ہوگا جب تک کہ از سرنو زکوٰۃ نہ دے اور جس وقت کہ زکوٰۃ دینے کے لئے کسی کو وکیل کیا اور وکیل کرتے وقت نیت کرلی یا وکیل کو نیت کا بھی وکیل کردیا تو کافی ہے کیونکہ نیت کے لئے وکیل کرنا بھی نیت ہے سال مکمل ہونے پر جلدی کرنا صدقہ فطر کو عید کے دن سے تاخیر نہ کرلے اس کے واجب ہونے کا وقت رمضان کے دن غروب آفتاب سے ہو جاتا ہے۔ اور اس کا اصل وقت تمام ماہ رمضان ہے اور جو شخص باوجود قدرت کے زکوٰۃ اور کرنے میں دیر کردے تو گنہگار ہوگا اور پھر اگر اس کا مال جاتا رہے گا اور مستحق زکوٰۃ کے پانے پر قادر ہوگا تو زکوٰۃ اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگی۔

مسئلہ : اگر مستحق کے نہ ملنے کی وجہ سے تاخیر کی اور اس اثنا میں مال جاتا رہا تو اس کے ذمہ سے زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی اور زکوٰۃ پہلے دینا بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ مال نصاب کے برابر اور سال شروع ہوگیا ہو اور دو سال کی زکوٰۃ پہلے دے دینا بھی درست اور جس صورت میں زکوٰۃ پہلے دے اور مسکین زکوٰۃ لینے والا سال پورا ہونے سے پہلے مرگیا یا مرتد ہوگیا یا اس مال کے سوا اور کسی مال سے غنی ہوگیا یا مالک کا مال جاتا رہا تو جو کچھ اس نے پہلے دیا تھا وہ زکوٰۃ میں شمار نہ ہوگا اور اس کا واپس کرنا ہو نہیں سکتا بجز اس کے کہ دیتے وقت کہہ دیا ہو کہ ایسا ویسا ہوگا تو واپس کرلیں گے لہٰذا مالک کو انجام کار پر بھی لحاظ ضرور ہے۔ (3) زکوٰۃ واجب کا عوض باعتبار قیمت کے نہ دے بلکہ جو چیز واجب ہوتی ہو وہی دے یہاں تک کہ سونے کے عوض چاندی نہ دے نہ چاندی کے عوض سونا۔ اگر قیمت بڑھا کردے اور غالباً بعض لوگ جو امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی غرض نہیں سمجھتے وہ اس بارے میں تساہل کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح سے فقیر کی ضرورت کا روکنا ہے اور یہ علم سے بہت دور ہے کیونکہ یہ صحیح ہے کہ زکوٰۃ دینے میں فقیر کی ضرورت کا پورا کرنا ہے مگر یہ کل مقصود نہیں مقصود کا ایک ٹکڑا ہے کیونکہ شروع کے واجب تین طرح کے ہیں۔ (1) محض عبادت ہیں اپنی غرض اور مطلب کو ان میں کوئی دخل نہیں مثلاً حج میں کنکروں کا پھینکنا کہ کو کنکروں سے غرض اس بارے میں شرع کا مقصود عمل کا شروع کرنا ہے تاکہ بندہ اپنی بندگی اور غلامی ایسے فعل سے ظاہر کرے

کہ جس کے معنی کبھی سمجھ میں نہیں آتے کیونکہ جس کے معنی سمجھ آتے ہیں اس پر تو کبھی طبیعت کو مدد دیتی اور اس کی طرف بلاتی ہے تو اس سے غلامی اور بندگی کا خلوص نہ ہوگا اس لئے کہ بندگی اس کو کہتے ہیں کہ جو صرف معبود کے حکم کی وجہ سے ہو اعمال حج کے تمام اسی طرح کے ہیں اور اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے احرام میں فرمایا لبیک الحجة حقا تعبدا ورضاء اس میں تنبیہہ ہے کہ احرام صرف امر کی فرمانبرداری سے بندگی کا اظہار ہے اور جس طرح حکم ہوا اس کو مان لینا بغیر اس کے کہ اس میں عقل کو دخل نہ ہو کہ وہ اسے ایسی طرف مائل کرے یا اس پر ابھارے (2) واجبات شرع وہ ہیں کہ ان سے مقصود ایک غرض صرف قول ہو عبادت مقصود نہ ہو جیسے قرض داروں کا قرض ادا کرنا اور چھینی ہوئی چیز کا واپس کرنا اس میں معتبر صرف نیت اور فعل نہیں بلکہ جس وقت حق حقدار کو پہنچ جائے اصل ہو اس کا عوض در صورت حقدار کی رضامندی کے تو واجب ادا ہو جائے گا پس یہ دونوں طور ایسے ہیں کہ ان میں ترتیب نہیں اس کو تمام آدمی سمجھ سکتے ہیں۔ (3) واجبات مرکب جس سے دونوں باتیں مقصود ہیں کہ بندوں کی غرض بھی اور مکلف کی بندگی کا امتحان بھی ہو یعنی کنکروں کے مارنے میں جو عبادت محض تھی اور حقوق کے دینے میں جو غرض تھی وہ دونوں اس میں ایک ہوں تو یہ صورت بذات خود معقول ہے۔ اگر شریعت اس قسم واجب بندہ مقرر فرما دے تو دونوں باتوں کا جمع کرنا واجب ہے اور ان دونوں میں سے ظاہر کو دیکھ کر جو مضمون عبادت نہایت باریک ہے اسے کو بھولنا نہ چاہئے اس لئے کہ کیا معلوم ہے کہ شاید باریک امر اہم ہو اور زکوٰۃ اسی قسم کا واجب ہے اور اس نکتہ پر بجز امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے اور کوئی واقف نہیں ہوا پس زکوٰۃ میں فقیر کی ضرورت پوری کرنا صاف ظاہر ہے اور جلد سمجھ میں آتی ہے اور حق عبادت تفصیل وار دینے میں مقصود شرع ہے اور اس اعتبار سے زکوٰۃ نماز اور حج کی ہمسری ٹھہری کہ ایک بنائے اسلام ہے اور اس میں شک نہیں کہ مال دار پر اپنے مال کی جنسوں کو جدا کرنے اور ہر ایک جنس میں سے حصہ رسد زکوٰۃ نکالنے میں اور پھر اس کو آٹھوں قسم کے مصرف پر تقسیم کرنے میں بڑی دقت ہے اور اسباب میں تساہل کرنے سے فقیر کی غرض میں تو کچھ خلل نہیں مگر عبادت ہونے کے مقصود میں خلل پڑتا ہے اور انواع کی تعیین سے مقصود شارع عبادت کا ہونا ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے جن کو ہم نے فقہی مسائل کے خلافی مسائل میں بیان کیا ہے۔ ان میں سے واضح تر یہ ہے کہ شریعت نے پانچ اونٹوں میں سے ایک بکری واجب کی ہے اس میں اونٹوں سے بکری کا حکم فرمایا کیا کچھ نقد نہ دلایا قیمت کا اعتبار نہ کیا۔

سوال : نقد روپیہ اہل عرب کے پاس کم ہوتا ہے اس نقد کو نہیں لیا؟

جواب : اس صورت سے باطل ہوگا جو شریعت نے نقصان سن کر کسر پورا کرنے میں دو بکریوں کے عوض میں بیس درم ذکر کئے ہیں یعنی کسر پورا کرنے میں کیوں نہ کہا کہ جس قدر قیمت ناقص ہو اس قدر لینا چاہئے بیس درم کی قید کیوں لگائی اور اگر کپڑے یا اسباب سب ایک سے ہیں تو دو بکریوں کی قید ضروری تھی۔

باطنی شرائط و آداب

طریق آخرت کے سالک کے لئے زکوٰۃ ادا کرنے میں کئی آداب ہیں۔ (ا) زکوٰۃ کے وجوب و علت کو سمجھنا اور اس میں امتحان کی وجہ کا خیال کرنا اور یہ معلوم کرنا کہ زکوٰۃ اسلام کے ارکان سے کیوں مقرر ہوئی باوجودیکہ یہ تصرف مالی ہے۔ (بدنی عبادت نہیں) اور اس کے وجوب کی تین وجوہات ہیں۔ (ا) شہادت کے دونوں کلمات بولنا توحید کا لازم پکڑنا اور معبود کی وحدانیت کی گواہی دینا اور اس کو اچھی طرح پورا کرنا اور وہ اس طرح موحد کے نزدیک سوا واحد یکتا کے اور کوئی محبوب نہ رہے کیونکہ محبت شرکت کو قبول نہیں کرتی اور صرف زبان سے توحید کا بولنا نافع نہیں بلکہ درجہ محبت کا امتحان محبوب چیزوں کی مفارقت سے کیا جاتا ہے اور مخلوق کے نزدیک مال و اسباب بہت محبوب ہیں کہ دنیا کی کار برآری کا ذریعہ وہی ہیں اور اس دنیا میں ان سے انس رہتا ہے اور موت سے نفرت کرتے ہیں باوجودیکہ موت میں ملاقات محبوب نصیب ہوگی اس لئے اپنے صدق دعوے کے ثبوت کے لئے امتحان اس محبوب چیز کا لیا گیا ہے جو تمہاری منظور نظر اور معشوق ہے اس کو ہماری راہ میں دو اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ط ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور مال اس قیمت پر کہ ان کو بہشت دے۔ اور یہ امر جہاد سے متعلق ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے شوق دیدار میں جان سے دست بردار ہونا اور مال سے چشم پوشی کرنا تو جان کی بہ نسبت آسان ہے اور جب مال و اسباب کے خرچ کرنے میں یہ معنی سمجھے گئے تو بنا پر انسانوں کی تین قسمیں ہوگئیں۔ (ا) جنہوں نے توحید کو سچی طرح سے ادا کیا اور اپنا عہد پورا کیا اور اپنے تمام مال سے دست بردار ہوئے۔ اشرفی رکھی نہ روپیہ اور آنہ۔ وہ اس کے درپے ہی نہ ہوئے کہ ان پر زکوٰۃ واجب ہو یہاں تک کہ بعض اکابر سے کسی نے سوال کیا کہ دوسو درم میں زکوٰۃ کتنا واجب ہے۔ فرمایا کہ عوام پر تو شرع کے حکم سے پانچ درم واجب ہیں لیکن ہم پر تمام کا دے ڈالنا واجب ہے اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب صدقہ کی فضیلت بیان فرمائی تو حضرت ابوبکر صدیق نے اپنا تمام مال دے ڈالا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نصف مال دیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو حضور علیہ السلام نے پوچھا کہ تم نے کیا چھوڑا۔ عرض کیا کہ اتنا ہی گھر والوں کے لئے چھوڑا ہے جتنا حاضر خدمت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا تم دونوں میں اتنا ہی فرق ہے جتنا تم دونوں کے کلمات میں ہے غرضیکہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام صدق پورا کیا کہ اپنے پاس سوائے محبوب یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور کچھ نہ چھوڑا۔ (2) وہ لوگ ہیں جن کا درجہ ان کے درجہ سے کم ہے اور وہ لوگ خود کو روکتے ہیں اور ضرورت کے وقتوں اور خیرات کے موسموں کے منتظر رہتے ہیں غرضیکہ جمع کرنے سے ان کا قصد یہ ہوتا ہے کہ بقدر ضرورت خرچ کریں عیش نہ اڑائیں اور جو کچھ ضرورت سے بچ رہے اسی کو نیک راہ میں دے ڈالیں یہ لوگ صرف مقدار زکوٰۃ پر قناعت نہیں

کرتے بلکہ اس کے سوا اور صدقات بھی دیتے رہتے۔

فائدہ : نخعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور شعبی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور عطار رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور مجاہد جیسے علماء کی یہ رائے ہے کہ مال میں زکوٰۃ کے سوا اور حقوق بھی ہیں غرضیکہ یہ اور ان جیسی اور تخصیصوں سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ بھی عبادت سے خالی نہیں جیسے حج کے افعال عبادت سے خالی نہیں لیکن زکوٰۃ میں دو باتیں جمع ہیں اور چونکہ ضعیف ذہن مرکب چیزوں کے دریافت سے قاصر ہیں اسی وجہ سے ان میں غلطی کرتے ہیں۔ (4) صدقہ دوسرے شہر میں نہ لے جائے کیونکہ ہر شہر کے مساکین وہاں کے مال کی انتظار میں ہوتے ہیں اگر یہ وہاں سے لے جاوے گا تو ان کے گمان غلط اور امید ٹوٹ جائے گی پھر اگر ایسا کرے گا تو ایک قول کے مطابق کافی ہوگا مگر خلاف کے شبہ سے اچھا ہے یعنی ہر ایک مال کی زکوٰۃ اسی شہر میں نکالے اور وہاں کے غریبوں پر تقسیم کرو۔ (5) زکوٰۃ کے مال کے اتنے حصے کر لے جتنے مصرف کے اقسام شہر میں موجود ہوں جبکہ مصرف کی مقام مقرر پہچانتا ہو۔ زکوٰۃ دینے والے پر واجب ہے اور اس پر ظاہر قول خداوندی دلالت کرتا ہے۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ یعنی صدقات ان لوگوں کو پہنچنے چاہئیں یہ آیت ایسی ہے جیسے کوئی مریض کہے کہ میرا تہائی مال فقراء اور مساکین کے لئے ہے یہ وصیت یہی چاہتی ہے کہ مال میں دونوں فریق شریک رہیں اسی طرح آیت میں تمام اقسام کی شرکت مراد ہے اور عبادات میں ظاہر امور پر پڑ جانے سے احتراز کرنا چاہئے باطن کے مقاصد کو ملحوظ رکھنا چاہئے اب ان آٹھ قسموں میں سے دو قسمیں تو اکثر شہروں میں مفقود ہیں (1) تالیف قلوب (2) زکوٰۃ کے عامل اور چار قسمیں تمام شہروں میں ہیں (1) فقراء (2) مساکین (3) قرضدار (4) مسافر جن کے پاس مال نہ ہو اور دو قسمیں ایسی ہیں کہ بعض شہروں میں ہیں اور بعض میں نہیں۔ (1) غازی (2) مکاتب پس اگر زکوٰۃ دینے والے شہر میں پانچ قسمیں مصرف زکوٰۃ میں ہوں تو چاہئے کہ مال زکوٰۃ کے پانچ حصے کرے اور ایک حصہ ایک قسم معین کردے پھر ان پانچوں حصوں کے تین تین ٹکڑے یا زیادہ کرے برابر ہوں یا کم و بیش اور یہ واجب نہیں کہ ان قسموں کے ہر ہر شخص کو بھی برابر دے بلکہ اختیار ہے کہ ایک قسم کے دس آدمیوں کو دے اور دوسری بیس شخصوں کو اور ظاہر ہے کہ ان کا حصہ اول شخصوں سے آدھا ہوگا۔ مگر قسموں میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی ہر قسم میں تین آدمیوں سے کم نہ کرے اور اگر مقدار واجب صدقہ فطر کا ایک صاع ہو اور شہر میں پانچ قسمیں مصرف کی ہوں تو چاہئے کہ اس صاع کو پندرہ آدمیوں کو پہنچا دے کہ ہر قسم میں سے تین ہو جاویں اور اگر باوجود امکان کے ایک کو نہ پہنچے تو اس کو اپنے پاس سے تاوان دے۔ پس اگر مقدار کی کمی کی وجہ سے اس طرح تقسیم کرنا اس پر دشوار ہے تو اس صورت میں چاہئے کہ جن لوگوں پر زکوٰۃ واجب ہے ان کا شریک ہو جاوے اور اپنا مال میں ملا دے خواہ مستحق شخصوں کو جمع کرکے ان کے حوالے کرے تاکہ وہ آپس میں تقسیم کرلیں کیونکہ سب کو پہنچانا اس پر ضروری ہے اور حقوق بھی ہیں چنانچہ شعبی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے جب پوچھا گیا کہ مال میں زکوٰۃ کے سوا کوئی اور حق بھی ہے تو فرمایا کہ ہاں فرمایا کیا تو نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى اور ان علماء کا

البقرۃ ۱۷۷

استدلال اس آیت سے بھی ہے۔ ومما رزقنھم ینفقون اور اس آیت سے بھی وانفقوا مما رزقنکم وہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت بھی زکوٰۃ سے منسوخ نہیں ہوئی ہیں بلکہ مسلمانوں کا حق جو ایک دوسرے پر ہے اس میں داخل ہیں اور ان کے معنی یہ ہیں کہ تو دولت مند جب محتاج کو پائے تو اس پر واجب ہے کہ اس کی ضرورت مال زکوٰۃ کے سوا سے دور کرلے ار جو امر بحکم فقہ اسباب میں درست ہے وہ یہ ہے کہ جب ضرورت انسان کے لائق ہو تو اس کا دور کرنا دوسروں پر فرض کفایہ ہے اس لئے کہ مسلمان کی تلفی درست نہیں تاکہ ہو سکتا ہے کہ یوں کہا جائے کہ اہل ثروت پر صرف اتنا واجب ہے کہ جس قدر محتاج کی ضرورت دور ہو وہ اسے قرض دے ویسے ہی دے ڈالنا ہے۔ یہ اس وقت ہے کہ زکوٰۃ ادا کرچکا ہو یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس پر لازم ہے کہ فی الحال اس کو خرچ کرے قرض دینا درست نہیں بہرحال اس مسئلہ میں اختلاف ہے لیکن قرض دینے کی صورت سب سے اخیر درجہ پر ہے یہ عوام کے درجات ہے۔ (3) قسم بھی ایسے لوگ کہ صرف واجب کے ادا کر دینے پر اکتفا کرتے ہیں اس پر بڑھاتے ہیں نہ گھٹاتے ہیں اور یہ مرتبہ تمام مرتبوں سے کم ہے اور عوام سب کے سب اسی پر کفایت کرتے ہیں اس لئے کہ وہ مال کے عاشق ہیں اور بخیل ہوتے ہیں اور آخرت کی محبت ان کو کم ہوتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان یسالکموھا فیحفکم تبخلوا اگر تم سے مال مانگے اور مبالغہ کرے تو تم بخل کرو پس جس بندے میں اللہ تعالیٰ نے مال اور جان جنت کے عوض میں خرید لی ہو اور جس پر بخل کے باعث مبالغہ کیا جاتا ہو ان دونوں میں بڑا فرق ہے اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بندوں کو اموال کے صرف کرنے کا حکم کیا ہے اس کی ایک وجہ یہ ہے اوپر مذکور ہوئی۔ (2) انسان کو وجہ صفت بخل سے پاک کرنا ہے اور یہ صفت مہلکات میں سے ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلث مہلکات شح مطاع وھوی متبع واعجاب المرء بنفسہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن یوق شح نفسہ فاؤلئک ھم المفلحون اور اس سے نجات کی صورت ظاہر ہے کہ بخل کی صفت اسی طرح دور ہوتی ہے کہ آدمی مال کے دے ڈالنے کا عادی ہو کیونکہ کسی چیز کی محبت جدا نہیں ہوتی جب تک کہ نفس پر اس کی مفارقت پر زور نہ دیا جائے یہاں تک کہ اس کے جدا ہونے کا عادی بن جائے اسی وجہ سے اعتبار سے زکوٰۃ پاک کرنے والی یعنی زکوٰۃ دینے والے کو بخل کی ناپاکی (جو مہلک ہے) سے پاک کر دیتی ہے اور اس کا پاک کرنا اس قدر ہوگا جس قدر آدمی کو مال دینے سے خوشی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کرنے میں راحت ہوگی۔ (3) وجہ شکر نعمت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت بندہ پر خود اس میں اور اس کے مال میں دونوں میں ضروری ہے۔ پس عبادات بدنی نعمت بدن کا شکر ہے اور مالی عبادات مال کا اس صورت میں وہ شخص بڑا خسیس ہے جو فقیر کو دیکھے کہ اسی پر روزی تنگ ہے اور محتاج ہوکر آیا ہے اور باوجود اس کے اس کا نفس گوارہ نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ تجھے سوال سے غنی کیا اور دوسرے کو میرا دست نگر بنایا اور چالیسواں حصہ خواہ دسواں نہ نکالے بلکہ اس نعمت کا شکرانہ ضرور چاہیے۔

(2) بوقت ادائیگی زکوٰۃ : ارباب دین کے آداب میں سے ہے کہ وجوب سے پہلے زکوٰۃ ادا کریں تاکہ معلوم ہو جائے کہ حکم خداوندی کی تکمیل کی رغبت رکھتے ہیں اور فقراء کے دلوں کو آسائش پہنچے اور دور زمانہ کے موقع سے

دور رہیں کہ خیرات میں حرج واقع نہ ہو اور یہ بھی وہ جانتے ہیں کہ تاخیر میں بہت سی آفتیں ہیں۔ () اگر وقت وجوب میں سے تاخیر ہو جائے تو مبتلائے مصیبت ہونا پڑے گا پس جب کہ باطن میں خیر کا باعث ظاہر ہو تو انسان کو چاہئے کہ اس کو غنیمت جانے کیونکہ یہ فرشتے کا اتارا ہے اور مومن کا دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان میں ہے جسے پلٹتے دیر نہیں لگتی۔ علاوہ ازیں شیطان مفلسی کا خوف دلاتا اور فحش منکرات کا حکم کرتا ہے اور ہر فرشتے کے اتار کے پیچھے اس کا اتارا دل پر ہوتا ہے تو دل میں سبب خیر گزرنے کو غنیمت جانے اور اگر اکٹھی زکوٰۃ ادا کرتا ہو تو ادا کرنے کے لئے کوئی خاص مہینہ مقرر کرلے اور اس بارے میں کوشش کرنی چاہئے کہ جو مہینہ مقرر کیا ہے وہ زکوٰۃ دینے کے اوقات میں سے افضل وقت ہو تاکہ اس کی وجہ سے ثواب زیادہ ہو اور زکوٰۃ بھی دوگنا ہو جائے مثلاً ماہ محرم میں دے کہ یہ سال کا شروع مہینہ ہے اور محترم مہینوں میں سے ہے یا رمضان میں زکوٰۃ نکلے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مہینے میں سب سے زیادہ سخاوت تیز آندھی کی طرح کرتے تھے کہ کوئی چیز گھر میں نہ چھوڑتے تھے اور رمضان میں شب قدر کی بھی فضیلت ہے اور قرآن اس مہینہ میں نازل ہوا اور مجاہد فرمایا کرتے کہ رمضان مت کہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے بلکہ شہر رمضان کہا کرو۔ ماہ ذی الحجہ بھی بہت فضیلت رکھتا ہے۔ محترم مہینوں سے ہے اور اس میں حج اکبر ہوتا ہے اور ایام یعنی پہلا عشرہ اس میں ہے اور ایام معدودات جو تشریق کے دن ہیں وہ بھی اس میں ہیں اور ماہ رمضان کے دنوں میں سے دس روزے بہتر ہیں۔ ماہ ذوالحجہ کے دنوں میں سے اول کے دس روز افضل ہیں۔ زکوٰۃ پوشیدہ دینا افضل ہے کہ نمود اور شہرت اور ریا سے دور رہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں فضل الصدقة جهد المقل الى فقير فى ستر بعض علماء نے فرمایا ہے کہ تین چیزیں خیرات کے خزانوں میں سے ہیں۔ ان میں سے ایک صدقہ کا پوشیدہ دینا ہے ایک حدیث مسند میں بھی یہی مضمون مروی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ کوئی کام خفیہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو خفیہ میں ارقام فرماتا ہے اگر وہ ظاہر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے خفیہ کے دفتر سے ظاہر میں منتقل کر دیتا ہے اگر وہ اس عمل کو کسی اور کو بتاتا ہے تو خفیہ اور ظاہر دونوں کو دفتروں سے اسے دور کرکے ریا میں لکھ دیتا ہے۔ حدیث مشہور میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس دن سایہ میں رکھے گا جس دن کوئی سایہ بجز عرش کے نہ ہوگا ان میں سے ایک وہ ہے کہ جس نے کوئی صدقہ دیا ہو اور اس کے بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہوئی ہو کہ اس کے داہنے ہاتھ نے کیا دیا ہے ایک اور حدیث میں ہے صدق تطفى غضب الرب اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ البقرۃ ۲۷۱

فائدہ: پوشیدہ دینے کا فائدہ ریا اور شہرت کی آفت سے نجات پاتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شہرت والے اور زیان کار اور منت رکھنے والا سے قبول نہیں فرماتا اور جو اپنے صدقہ کو بیان کرتا ہے پھرتا ہے وہ شہرت کا طالب ہے جو لوگوں کے مجمع میں دیتا ہے وہ ریا کا خواہاں ہے اور پوشیدہ دینا اور جب دینا ان دونوں آفتوں سے بچاؤ ہے۔

فائدہ : بعض اکابر نے پوشیدہ خیرات کرنے میں بہت مبالغہ کیا ہے یہاں تک کہ اس بارے میں کوشش کی کہ لینے والا دینے والے کو نہ پہچانے اس کے لئے بعض آدمی تو اندھے کے ہاتھ میں خیرات ڈال دیتے ہیں اور بعض فقیر کے راستہ میں اور اس کے بیٹھنے کی جگہ میں پھینک دیتے ہیں کہ وہ اس چیز کو دیکھ لے اور دینے والے کو نہ دیکھے اور بعض سوتے ہوئے فقیر کے پلے میں باندھ دیتے اور بعض دوسرے شخص کے ہاتھوں فقیر کے پاس پہنچا دیتے کہ اس کو دینے والے کا حال معلوم نہ ہو اور درمیانی شخص اس حال پوشیدہ رکھتا تھا اور وہ درمیانی سے کہہ بھی دیتا تھا کہ ظاہر مت کرنا اور یہ سب اس لئے تھا کہ اللہ تعالیٰ کے غصہ بجھانے کا ذریعہ پیدا کریں اور شہرت اور ریا سے بچے رہیں جب ایسی صورت ہو کہ بغیر ایک شخص کے معلوم کیسے خیرات کا دینا نہ ہو سکے تو بہتر ہے کہ وہ ایک وکیل کو سپرد کر دے کہ وہ مسکین کے حوالہ کرے اور اسے خبر نہ ہو کہ کس نے دیا اس لئے کہ مسکین نے پہچاننے میں ریا اور احسان دونوں ہیں اور درمیانی کے جاننے میں صرف ریا ہی ہوگی۔ دو باتیں تو نہ ہوں گی اور جس صورت میں دینے والے کو شہرت مقصود ہو تو اس کا عمل لغو ہو جائے گا کیونکہ زکوٰۃ بخل کے دور کرنے اور مال کی محبت کم کرنے اور جاہ کی محبت بہ نسبت مال کی محبت کے نفس پر زیادہ غالب ہے اور آخرت میں ان دونوں میں سے ہر ایک مہلک ہے مگر بخل کی صفت قبر میں شکل ڈسنے والے گزندہ بچھو کے متشکل ہوگی اور ریا کی صفت سانپ کی سی ہوگی اور انسان کو ان دونوں چیزوں کے کمزور کرنے اور مار ڈالنے کا حکم ہے تاکہ ان کی اذیت بالکل نہ ہو یا کمتر ہو وہ جب ریا اور شہرت کا کرے گا تو گویا بچھو کے بعض اجزاء کو سانپ کی غذا بنائے گا تو ظاہر ہے کہ جس قدر بچھو کمزور ہوگا اسی قدر سانپ زور آور ہوگا اس سے تو اگر ویسا ہی رہنے دیتا تو اس پر آسان ہوتا اور غرض ان صفات کی خواہش کے خلاف عمل کرنے سے ہے مقصد یہ ہے کہ سبب بخل کے سبب کے تو خلاف کرے اور سبب ریا کی اطاعت کرے اس سے تو ادنیٰ چیز کمزور ہو جائے گی اور قوی اور زیادہ قوی ہوگی۔

عنقریب اسی کتاب جلد سوم باب مہلکات میں ان امور کے اسرار آئیں گے۔ ان شاء اللہ۔

باب نمبر 4 جہاں یہ خطاب کرے کہ میرے ظاہر کرکے زکوٰۃ دینے سے اور لوگوں کو ترغیب ہوگی اور وہ میرا اتباع کریں گے تو وہاں ظاہر کر دے اور اس صورت میں ریا سے بچنے کا طریقہ وہ ہے جس کو اسے ہم نے باب الریاء میں علاج ریا کا ذکر کیا ہے اور ظاہر کرکے دینے کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا ہِیَ (البقرۃ: ۲۷۱) یہ اسی وہاں کے لئے ہے کہ حال مقتضی ظاہر کرکے دینے کا ہو یا دوسروں کی اقتداء کے لئے یا اس لئے کہ سائل نے مجمع میں سوال کیا ہے تو ریا کے ڈر کے مارے ظاہر میں تصدق کرنے کو چھوڑنا نہ چاہئے بلکہ خیرات کرنی چاہئے اور اپنے باطن کو حتی الوسع ریا سے محفوظ رکھنا چاہئے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ظاہر کرکے دینے میں ایک اور خرابی بھی ہے سوائے احسان اور ایذاء کے اور وہ فقیر کا پردہ فاش کرنا ہے کیونکہ اکثر سائل کو اس بات سے ایذاء ہوتی ہے کہ کوئی اسکو محتاج کی صورت میں دیکھے جب خود اس نے اپنے پردہ کا خیال نہ کیا اور بظاہر سوال کیا تو یہ تیسری خرابی دینے والے کے حق میں ممنوع نہیں جیسے کوئی فسق چھپا کر کرتا ہو کہ اس کا ظاہر کرنا اور سراغ لگانا اور رغبت کرنا ممنوع ہے مگر

جو شخص خود فسق کو ظاہر کرے اس کے فسق کو ظاہر کرنا اسکی سزا ہے مگر اس کا سبب وہ خود ہی ہے اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من القیٰ جلباب الحیاء فلا غیبۃ لہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وانفقوا مما رزقنھم سرا وعلانیۃ اس آیت میں علانیہ دینے کے لئے بھی ارشاد فرمایا اس لئے کہ اس میں اوروں کی ترغیب کا فائدہ ہے غرضیکہ انسان کو چاہئے کہ ظاہر کرکے دینے کا جو فائدہ ہے اس کو اس خرابی سے جو اس میں لازم آتی ہے فکر دقیق سے سوچ لے اس لئے کہ یہ امرا حوال اور اشخاص کے مختلف ہونے سے حکم مختلف ہو جاتا ہے یہاں تک کہ بعض اوقات بعض حالات میں بعض کو ظاہر کرکے دینا ہی بہتر ہو جاتا ہے اور جو فوائد اور خرابیوں کو معلوم کرے اور شہرت کی نظرت سے قطع نظر کرے حال میں واضح ہو جائے گا کہ بہتر اور زیادہ کون سی طرح کا دینا ہے۔

ادب (5) : صدقہ کو من واذی سے باطل نہ کرے اللہ تعالیٰ فرمایا ہے لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى۔ البقرۃ ۲۶۴

فائدہ : ان دونوں لفظوں کی حقیقت میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے بعض کا قول ہے کہ من کے معنی ہی صدقہ کا ذکر کرے اور اذیٰ سے مراد ہے کہ اسے ظاہر کرکے دے۔ سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو من کرتا ہے اس کا صدقہ بے کار ہو جاتا ہے۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ من کس طرح ہے فرمایا کہ اس کا ذکر کرے اور لوگوں سے سائل کرے اور بعض نے کہا ہے کہ من سے مراد یہ ہے کہ صدقہ کے عوض میں فقیر سے خدمت لے اور اذیٰ یہ ہے کہ اس کو فقیری کا ننگ و عار دلائے۔ بعض کہتے ہیں کہ من یہ ہے کہ فقیر پر اپنے دینے کی وجہ سے تکبر کرے اور اذیٰ یہ ہے کہ اس کو زجر و توبیخ کرے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ منت رکھنے والے کا صدقہ قبول نہیں فرماتا اور میرے نزدیک یہ ہے کہ من کی ایک معنوی کیفیت ہے جو دل کے احوال و صفات میں سے ہے پھر اس سے زبان اور اعضاء پر احوال متفرع ہوتے ہیں اس کی اصل یہ ہے کہ خود خیال کرے کہ میں نے فقیر پر احسان اور انعام کیا حالانکہ اس کو یہ خیال کرنا چاہئے کہ فقیر نے مجھ پر احسان کیا کہ اللہ تعالیٰ کا حق مجھ سے وصول کر لیا جس سے میری طہارت اور دوزخ سے نجات ہوگی۔ اگر بالفرض وہ قبول نہ کرتا تو میرا اس حق میں گلا پھنسا رہتا تو یہی لائق ہے کہ فقیر کا احسان اپنے اوپر خیال کرے کہ فقیر نے اپنا ہاتھ اللہ تعالیٰ کے حق کے وصول کرنے کے لئے اس کی طرف سے قائم مقام کر دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ سائل کے ہاتھوں میں پہنچنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں میں پڑتا ہے۔

فائدہ : یوں سمجھنا چاہئے کہ میں اللہ تعالیٰ کا حق دیتا ہوں اور فقیر جو اس کو لیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے اپنا رزق لیتا ہے مگر پہلے یہ مال اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے پھر فقیر کو ملتا ہے اگر بالفرض کسی شخص کا اس مالدار کے ذمہ قرض ہوتا اور قرض خواہ اس سے کہہ دیتا کہ یہ قرض میرے خادم یا غلام کو دے دینا اور اس خادم اور غلام کا خوردونوش اس قرض خواہ کے ذمہ ہوتا تو اب یہ شخص اگر یہ خیال کرتا کہ میں اس غلام یا خادم پر احسان کرتا ہوں اس کی حماقت اور جہالت ہے کیونکہ اس پر احسان تو وہ کرتا ہے جو اس کے خوردونوش کا کفیل ہے یہ شخص تو اس کا وہ قرض ادا کرتا ہے

جو اسکے ذمہ کسی محبوب چیز کے لینے کی وجہ سے ہوا ہے۔ پس قرض کا ادا کرنا اپنے حق میں فائدہ کرتا ہے نہ دوسرے پر احسان جتانا اور جب وہ تین وجوہ جو ہم نے زکوۃ کے وجوب میں ذکر کی ہیں انسان معلوم کرلے یا ان میں سے ایک کو سمجھ لے تو پھر اپنے آپ کو دوسرے پر احسان کرنے والا نہ سمجھے گا بلکہ یہی سمجھے گا کہ خود اپنے نفس پر احسان کرتا ہوں یعنی مال کو خواہ اللہ تعالیٰ کی محبت ظاہر کرنے کے لئے دیتا ہوں یا اپنے نفس کو بخل کی برائی سے پاک کرنے کے لئے یا مال کی نعمت کا شکر ادا کرنے کے لئے دیتا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ اور زیادہ عطا فرمائے۔ اور ان تینوں صورتوں میں اس اور فقیر کے درمیان میں کوئی معاملہ نہیں تاکہ یہ سمجھے کہ میں فقیر پر احسان کرتا ہوں اور جب اس اصل سے جاہل ہوتا ہے اور اپنے آپ کو فقیر پر محسن سمجھتا ہے تب اس کے ظاہر پر اس سے دو باتیں متفرع ہوتی ہیں جو من کے معنی میں مذکور ہوئی ہیں یعنی صدقہ کا ذکر کرنا اور فقیر سے اس کا بدلہ چاہنا کہ شکر گزار اور دعاگو ہو اور خدمت و تعظیم کرے اور حقوق بجالائے اور مجلسوں میں آگے بٹھلائے اور کاموں میں پیروی کرے اور یہ سب امور منت کے ثمرات ہیں اور منت کے معنی باطن میں وہی ہیں جو ہم لکھ چکے ہیں۔ اذیٰ کے معنی ظاہر میں تو جھڑکی اور عیب لگانے اور سخت کلامی اور ترش روئی اور صدقہ ظاہر کرکے دینے سے پردہ دری کے ہیں اور فقیر کے ساتھ یہ تمام اقسام سب کے سب کاربند ہونے کے ہیں مگر باطن میں جو ان کا منشا ہے وہ دو باتیں ہیں۔ (1) ہاتھ اٹھانے کو برا جاننا اور نفس پر اس کا سخت گزرنا کہ خلق خدا کو یہ بہت دشوار ہوا کرتا ہے۔ (2) خود کو یہ سمجھنا کہ میں فقیر سے بہتر ہوں یہ شخص اپنی حاجت کے سبب سے مجھ سے رتبہ میں کم ہے اور ان دونوں کا منشاء جہالت ہے مثلاً مال دینے کو برا جاننا خالی از حماقت نہیں کیونکہ جو کوئی ہزار کے عوض ایک درم دینے کو برا جانے تو اس سے زیادہ احمق کون ہے اور ظاہر ہے کہ مال اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور ثواب اخروی کے لئے بوجہ شکر کے ادا کرتا ہے۔ بہرحال ان میں سے کوئی سی وجہ ہو ناگوار معلوم ہونے کی کوئی وجہ نہیں اور دوسری بات بھی جہالت ہے اس لئے کہ اگر آدمی فقیری کی فضیلت توانگری کے متعلق معلوم کرلے اور دولتمندوں کا خطرہ پہچانے تو کبھی فقیر کو حقیر نہ سمجھے گا بلکہ اس کے ذریعے سے تبرک حاصل کرے اور اس کے رتبہ کی تمنا کرے گا کیونکہ عام دولتمند نیک بخت فقیر سے پانچ سو سال کے بعد جنت میں داخل ہوگا اسی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ھم الاخسرون ورب الکعبۃ۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ وہ کون ہیں فرمایا کہ ھم الاکثرون اموالا جن لوگوں کے پاس مال بہت زیادہ ہے۔ پھر فقیر کو کیسے حقیر جانتا ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو مسخر کر رکھا ہے یعنی مالدار اپنی کوشش سے مال کماتا ہے اور اسکو محنت کرکے بڑھاتا اور حفاظت کرتا ہے پھر اس پر لازم کردیا گیا ہے کہ فقیر کو بقدر ضرورت دے ڈالے اور اسے زائد از ضرورت نہ دے جس کے دینے سے اس کو ضرر ہو اس صورت میں مالدار فقیر کی روزی کے لئے کاروبار کرتا ہے اسی لئے فقیر سے اس امر میں ممتاز ہے کہ لوگوں کے حقوق اپنی گردن پر لیتا ہے اور بہت سی مشقتیں اٹھاتا اور مرتے دم تک ان زوائد کی حفاظت کرتا ہے یہاں تک کہ بعد کو اس کی موت کے بعد دشمن اس مال کو کھاتے ہیں پس جب سالک کے دل سے برائی دینے کی نکل جائے اور برائی کے بدلے خوش ہو کہ اللہ تعالیٰ نے واجب کے ادا

کرنے کی توفیق بخشی اور فقیر کو بھیج دیا ان کے مال حوالہ کرکے اس کا حق ادا کیا اور فقیر نے اسے قبول بھی کرلیا تو اس صورت میں اذیٰ اور جھڑکی اور ترش روئی کچھ بھی نہ رہے گی بلکہ فقیر کو دیکر خوش ہوگا اور اس کی تعریف کرے گا اور اس کا احسان مانے گا۔

سوال: من اور اذیٰ کا منشا آپ نے یہ بتایا کہ سالک خود کو محسن خیال کرے اور یہ ایک باریک امر ہے اس کی کوئی پہچان بھی ہے جس سے معلوم ہو کہ دینے والے نے اپنے نفس کو محسن نہیں سمجھا؟

جواب: ہاں اس کی علامت باریک ہے لیکن صاف ہے وہ یہ ہے کہ فرض کرلے کہ اس فقیر نے اس کا کچھ نقصان کردیا یا اس کے کسی دشمن سے جا ملا پھر دیکھے کہ دینے سے پہلے اگر ایسی صورت ہوتی اور طبیعت کو بری معلوم ہوتی اتنی ہی برائی اب بھی ہے یا کچھ زیادہ ہے اگر زیادہ ہو تو صدقہ مذکور میں کچھ نہ کچھ منت کی رغبت ضرور ہے اس نے اس صدقہ کے سبب سے اسکی توقع کی جس کی توقع اس کو اس صدقہ سے پہلے نہ تھی اور یہ امر ایسا باریک ہے کہ کسی کا دل اس سے خالی نہیں ہوتا اسکا ایک علاج ظاہری ہے اور ایک باطنی۔ دوائے باطنی تو ان حقیقتوں کا معلوم کرنا ہے جنہیں ہم نے وجوب کی وجوہ لکھا ہے اور یہ جاننا کہ فقیر ہم پر احسان کرتا ہے کہ ہماری خواہش کو قبول کرکے ہمیں پاک کرتا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ دینے والا ایسے کرتا ہے جیسے کوئی ممنوع شخص کیا کرتا ہے کیونکہ جو افعال اعضاء سے صادر ہوتے ہیں وہ جس طرح کے اخلاق ہوتے ہیں دل کو انہیں کا رنگ چڑھا دیتے ہیں چنانچہ اس کے اسرار اس باب کے نصف اخیر میں مذکور ہوں گے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

اسی لئے بعض اکابر صدقہ کو فقیر کے سامنے رکھ کر خود کھڑے رہتے اور فقیر سے قبول کرنے کی التجا کرتے یہاں تک کہ خود اس کے سامنے سائلوں کی صورت بناتے اور فقیر کو اپنے پاس آنا اچھا نہ سمجھتے بلکہ خود فقیر کے پاس جاکر دینے کو نہایت مناسب سمجھتے اور بعض اکابر ہاتھ پر صدقہ رکھ کر فقیر کے سامنے ہتھیلی پھیلا دیتے تاکہ فقیر اس اٹھالے اور فقیر کا ہاتھ اوپر رہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا جب خیرات کسی فقیر کے پاس بھیجتیں تو قاصد سے فرما دیتیں کہ جو کچھ فقیر دعا کے کلمات کہے وہ یاد کرلینا۔ جب وہ آکر بیان کرتا تو وہی کلمات آپ کہہ دیتیں اور فرماتیں کہ دعا کا بدلہ دعا ہے ہم نے اس لئے کیا کہ ہمارا صدقہ محفوظ رہے۔

غرضیکہ اسلاف صالحین فقیر سے دعا کی توقع نہ رکھتے تھے اس لئے کہ دعا بھی ایک مکافات بدلہ ہے۔ اگر کوئی اس کے لئے دعا کرتا تو وہ اس کے بدلے ویسے ہی دعا دیا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا ہی کیا تھا۔ اہلِ دل اپنے دلوں کا علاج ایسے کیا کرتے تھے۔ اور ظاہر کی رو سے بجز ان اعمال کے جو تواضع اور ذلت پر دلالت کرتے ہیں اور فقیر کی طرف سے احسان کا ماننا ان سے معلوم ہوتے ہیں اور کوئی علاج نہیں اور باطن کے اعتبار سے ان کا جاننا جنہیں ہم ذکر کر چکے ہیں وہ تو عمل کی وجہ سے ہے اور دل کا

علاج ایسی تدبیر سے ہوتا ہے جو مرکب علم و عمل دونوں سے ہو اور زکوٰۃ میں من اور اذی کے نہ ہونے کی نماز کے اندر خشوع کے قائم مقام ہے دونوں باتیں حدیث شریف سے ثابت ہیں۔ نماز کے بارے میں ارشاد ہے لیس للمر من صلوة الاما عقل منها اور زکوٰۃ میں فرمایا۔ لا یتقبل الله صدقة منان اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے لَا تُبْطِلُوْا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى لیکن فقیہ کا فتویٰ ہے زکوٰۃ ادا ہوگئی اور انسان اس سے بری الذمہ ہوا اگر اس میں یہ شرط مفقود ہو تو یہ وہ اور بات ہے ہم نے اس غرض کی طرف باب الصلوۃ میں اشارہ کیا ہے۔

ب 6 : اپنی عطا کو کم جانے اس لئے کہ اگر اسے بہت جانے گا تو عجب کرے گا اور عجب مہلک مرض ہے اعمال کو باطل کرتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ويوم حنين اذا عجبتكم كثرتكم فلم تغن عنكم شيا صوفیہ کرام فرماتے ہیں طاعت جس قدر گھٹ کی جائے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی ہوگی اور معصیت کو جتنا بڑا جانو اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھوٹی ہوگی۔ بعض اکابر فرماتے ہیں کہ خیرات بغیر تین امور کے کامل نہیں ہوتی (1) چھوٹا جاننا (2) جلد ادا کرنا (3) چھپا کر دینا اور خیرات میں ریا من و اذیٰ کے علاوہ یہ ایک اور امر ہے اس لئے کہ اگر بالفرض اپنے مال کو مسجد یا سرائے بنانے میں صرف کرے تو ممکن ہے کہ اس کو زیادہ اور بڑا سمجھے مگر اس صورت میں من اور اذیٰ ممکن نہیں بلکہ عجب اور بڑا جاننا تمام عبادتوں میں ہوتے ہیں۔ اس کا علاج علم و عمل دونوں ہیں علم تو اس طرح کہ یہ جانے کہ دسواں یا چالیسواں حصہ سب میں سے کم ہے اور جو دو تین درجے خیرات کریں گے جن کو ہم وجوب زکوٰۃ کی وجوہ میں لکھ آئے ہیں ان میں سے یہ بہت خسیس درجہ ہے مناسب یہ ہے کہ اس خسیس درجہ پر قناعت کرنے سے حیا کرے نہ یہ کہ اپنی خیرات کو بڑا جانے اگر اوپر کے درجہ میں ترقی کر جائے یعنی اپنا کل مال یا اکثر اللہ کی راہ میں ڈالے تو ایسے شخص کو سوچنا چاہئے کہ مال کہاں سے آیا اور میں کس چیز میں اسے صرف کرتا ہوں کیونکہ مال تو اللہ تعالیٰ کا ہے اور اس کا احسان ہے کہ بندہ کو وہ مال دیا پھر خرچ کرنے کی توفیق دی تو اللہ تعالیٰ کے حق میں زیادہ دے کر بڑا جاننا نہ چاہئے کہ وہ تو عین اسی کا ہے اگر مال کو اس نظریہ سے دیا کہ ثواب آخرت لے تو جس کے بدلہ میں بہت سے دوگنے چوگنے پائے گا اس کو بڑا کیوں جانتا ہے اور عمل یہ ہے کہ صدقہ شرمندہ ہو کر دے کہ بقیہ مال کو روک رکھا اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ چیز کو اس کی راہ میں اپنے سے بخل کیا اس صورت میں انکسار اور خجالت ہوگی جیسے کسی کے پاس امانت رکھے اور وہ شخص اس کے واپس دینے کے وقت کچھ تو لوٹا دے اور کچھ اپنے پاس رہنے دے کیونکہ مال سب کا سب اللہ تعالیٰ کا ہے اور سب کا دے ڈالنا اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے اور سب کے دینے کا اس لئے حکم نہیں فرمایا کہ اس کے بخل کی وجہ سے گراں گزرتا چنانچہ خود فرمایا فيحفكم تبخلوا اگر مبالغہ کرے اور حکم دے کہ تمام مال خرچ کر ڈالو' تو بخل کرو اور رضا خوشی سے نہ دو۔

ب 7 : اپنے مال میں صدقہ کے لئے بہت عمدہ اور پاکیزہ اور جو اس کو پسند ہو دے اس لئے اللہ تعالیٰ پاک مال کو قبول کرتا ہے اور جب مال صدقہ شبہہ کا ہوگا تو عجب بعید نہیں کہ وہ اس کی ملک ہی نہ ہو تو اپنے موقع پر نہ ہوگا

اور ابان حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوشی ہے اس کو جو اپنے اس مال میں سے دے جسے مصیبت سے کمایا ہو اور اگر مال صدقہ عمدہ سے نہ ہوگا تو یہ بھی بے ادبی ہے کہ اپنے یا اپنے گھروالوں اور خادم کے لئے تو اچھا مال رکھے اور اللہ تعالیٰ پر اوروں کو ترجیح دے اگر بالفرض اپنے مہمان سے کوئی اسی طرح پیش آئے کہ خراب کھانا اس کے سامنے رکھ دے تو ظاہر ہے کہ مہمان اس کا مخالف ہو جائے گا اور یہ وہ صورت ہے کہ آدمی صدقہ دینے میں اللہ تعالیٰ کا خوف کرے اور جس صورت میں کہ اپنے نفس کے لئے اور ثواب اخروی کے لحاظ سے دے تب تو ظاہر ہے کہ کوئی عاقل دوسرے کو اپنے نفس پر ترجیح نہیں دیتا اور اس کا مال اسی قدر ہوگا جتنا دے دے اور باقی رکھے یا کھا کر فنا کر دے اور جس مال کو کھاتا ہے اس میں سردست کی ادائے حاجت ہے اور یہ عقل کی بات نہیں کہ سردست پر تو نگاہ رکھے اور ذخیرے کا دھیان نہ کرے اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْہُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْہِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْہِ ط (البقرہ) ترجمہ۔ اے ایمان والوں خرچ کرو ستھری چیزیں اپنی کمائی میں سے جو ہم نے نکال دیا تم کو زمین میں سے اور نیت نہ رکھو گندی چیز پر کہ خرچ کرو اور تم آپ وہ نہ لوگے مگر جو آنکھیں بند کرلو۔

ایسی چیز مت دو جسے بلا کراہت اور حیا کے نہ لو یہی اغماض کا معنی ہے غرضیکہ ایسی چیز اپنے پروردگار کے لئے اختیار نہ کرو۔ حدیث میں ہے کہ ایک درم لاکھ درموں پر سبقت لے جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اس درم کو اپنے نہایت عمدہ اور اچھے مال میں سے نکالتا ہے اس لئے یہ صدقہ رضامندی اور خوشی سے دیا جاتا ہے اور کبھی ایک لاکھ درہم ایسے مال میں سے دیتا ہے جسے خود برا جانتا ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس چیز کو محبوب جانتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ کو ترجیح نہیں دیتا اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مذمت فرمائی جو اللہ تعالیٰ کے لئے ایسی چیز ٹھہرا دیں جس کو خود مکروہ جانتے ہو چنانچہ فرمایا یَجْعَلُوْنَ لِلّٰہِ مَا یَکْرَھُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُھُمُ الْکَذِبَ اَنَّ لَھُمُ الْحُسْنٰی لَا جَرَمَ اَنَّ لَھُمُ النَّارَ ترجمہ۔ اور کرتے ہیں اللہ کا جو اپنا جی نہ چاہے اور بتاتے ہیں ان کی زبانیں جھوٹ کہ ان کو خوبی ہے آپ ہی ثابت ہوا کہ ان کو آگ ہے۔

فائدہ : اس آیت میں بعض قاریوں نے لا پر وقف کیا ہے ان لوگوں کی تکذیب کے لئے اور جرم سے جدا جملہ شروع کیا ہے جرم کے معنی کسب کے ہیں یعنی ان کی اس حرکت نے کہ اللہ کے لئے مکروہ چیزیں ٹھہراتے ہیں ان کے لئے اسے آگ سلا دیا۔

ادب 8 : اپنے صدقہ کے لئے ایسے حضرات تلاش کرے جن سے صدقہ کو اور طہارت ہو جائے یہ نہیں کہ آٹھوں قسموں میں جیسا ہو اس کو پہنچا دے۔ بلکہ ان اشخاص میں چھ صفات کا خیال کرے جس میں وہ صفات پائے اسے صدقہ دے۔ صفت ۱ ایسے فقیر کو تلاش کرے جو پرہیزگار اور دنیا سے روگردان اور صرف آخرت کی تجا میں مشغول

ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا نا کل الا طعام تقی ولا یاکل طعامک الا تقی اس کی وجہ یہ ہے کہ پرہیزگار کھانے سے تقویٰ پر مدد لے گا تو کھلانے والا اس کی اطاعت میں اس کا شریک ہوگا اس لئے کہ اس نے طاعت پر اس کی مدد کی۔ فرمایا کہ اپنا کھانا پرہیزگاروں کو کھلاؤ اور جو نیک سلوک کرو ایمانداروں سے کرو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اپنے کھانے کے لئے اس کی ضیافت کرو جس سے محبت فی اللہ ہو۔ بعض علماء اپنا مال فقرائے صوفیہ کے سوا اور کسی کو نہ دیتے تھے۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ اگر یہ مال تمام فقیروں کو دیا کریں تو اس سے بہتر ہے کہ ایک فرقہ خاص کو دیتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کی ہمت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جب ان کو فاقہ ہوتا ہے تو ان کی ہمت پریشان ہوتی ہے میں اگر ایک شخص کو صدقہ دے کر اس کی ہمت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کروں تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ ایک ہزار شخصوں کو دوں جن کی ہمت دنیا کی طرف ہو۔

فائدہ۔ حکایت : حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو کسی نے سنائی تو آپ نے اسے مستحسن فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ وہ شخص اولیاء اللہ میں سے ہے اور میں نے بہت مدت سے اس سے بہتر حکایت نہیں سنی پھر کہتے ہیں کہ ان بزرگ کے حال میں خلل آگیا اور قصد کیا کہ دکان چھوڑ دیں۔ حضرت جنید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کے اس کچھ مال بھیج دیا اور فرمایا کہ اس سے اسباب خرید لو اور دکان مت چھوڑو کہ تم جیسے آدمی کو تجارت مضر نہیں یہ شخص بقال تھے جو ان سے سودا خریدتے تو ان سے دام نہیں لیا کرتے تھے۔

صفت نمبر 2 : جسے دے وہ خاص اہل علم ہو کہ اس کے دینے سے علم پر مدد کرنا ہوگا اور علم بہت عبادتوں سے افضل ہے بشرطیکہ اس میں نیت درست ہو۔ حضرت ابن مبارک اپنا صدقہ اہل علم کو دیا کرتے کسی نے کہا کیا اچھا ہو اگر آپ خیرات عام کر دیں آپ نے فرمایا کہ میں نبوت کے درجہ کے بعد کوئی درجہ علماء کے درجہ سے افضل نہیں جانتا پس جب عالم کا دل اپنی کسی حالت میں مشغول ہوگا تو وہ علم کے لئے مہلت نہ پائے گا نہ علم سیکھنے پر متوجہ ہوگا اسی لئے ہماری مدد علم کے لئے اسے فرصت نکال دے گی۔

صفت نمبر 3 : وہ شخص اپنے تقویٰ میں سچا ہو اور علم توحید میں پکا علم توحید یہ ہے کہ جب کسی سے مال لے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر کرے اور یقین کرے کہ یہ نعمت اسی کی طرف سے ہے درمیانی شخص کا لحاظ نہ کرے اور انسانوں کا شکر اللہ تعالیٰ کی جناب میں یہی ہے کہ تمام نعمت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیال کرے۔

وصیت لقمان : حضرت لقمان نے اپنے صاحبزادہ کو وصیت کی کہ اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان دوسرے کو نعمت دینے والا مت ٹھہرانا اور دوسرے کی نعمت کو اپنے اوپر قرض شمار کرنا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کا شکر ادا کرتا ہے تو اس نے گویا منعم کو پہچانا ہی نہیں اور اس بات کا یقین نہیں کیا کہ درمیانی آدمی مغلوب اور اس کی تسخیر میں مستحب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نے اس پر عدلی لوازم مسلط کئے اور اس کے اسباب مہیا کر دیئے اس نے دیا اس معنی پر وہ دینے کے لئے مجبور ہے اگر وہ چاہتا کہ نہ دے تو اس سے نہ ہو سکتا اس لئے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے اس کے

دل میں ڈال دیا ہے کہ تیری دین و دنیا کی بہتری دینے میں ہی ہے تو جب سبب قوی ہوتا ہے تبھی ارادے میں پختگی آتی اور قدرت ابھرتی ہے اس وقت بندے سے اس قوی سبب کی مخالفت نہیں بن پڑتی جس میں کچھ تردد نہیں ہوتا اور اسباب کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور وہی ان کو طاقت دیتا اور ان کا ضعف و تردد کرتا اور ان کی خواہش کے مطابق قدرت کو ابھارتا ہے جو شخص اس امر پر یقین کرلے گا اس کی نظر بجز مسبب الاسباب کے اور طرف نہ ہوگی اور اس جیسے بندے کا یقین دینے والے کے حق میں دوسروں کی تعریف او رشکر سے زیادہ مفید ہے اس لئے کہ وہ ایک زبان کی حرکت ہے اکثر اس کا نفع کم ہی ہوتا ہے اور اس جیسے موحد کی اعانت بیکار نہیں جاتی۔ علاوہ ازیں جو شخص دینے کے باعث تعریف کرتا ہے اور دعائے خیر مانگتا ہے وہ نہ دینے کے سبب سے برائی بھی کرلے گا اور بددعا بھی اس کا حال ایک جیسا نہیں رہے گا مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی فقیر کے پاس کچھ صدقہ بھیجا اور قاصد سے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ وہ کہے اسے یاد کرلینا اس فقیر نے مال لے کر کہا کہ اللہ کا شکر ہے جو اپنے ذاکر کو نہیں بھولتا شکر کرنے والے کو تلف نہیں کرتا پھر کہا الٰہی اگر تو نے مجھ کو فراموش نہیں کیا تو اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا کردے کہ تجھے نہ بھولیں قاصد نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کلام سے خوش ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ مجھے معلوم تھا کہ وہ یہی کہے گا تو اس فقیر کے حال کو دیکھو کہ صرف اللہ تعالیٰ پر منحصر کردیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ارشاد فرمایا کہ توبہ کر اس نے کہا کہ میں صرف اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرتا ہوں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف توبہ نہیں کرتا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے حقدار کا حق جان لیا۔

فائدہ: جب کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان سے برات اتری تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کھڑی ہو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر مبارک کو بوسہ دو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی بخدا! میں یہ نہ کروں گی اور نہ اللہ کے سوا اور کسی کا شکر کروں گی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جانے دو نہ کہو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جواب دیا الحمدلله لا یحمدک ولا یحمد صاحبک اس حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا باوجودیکہ برات کا حکم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور کی زبانی پہنچا تھا۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی طرف سے جاننا کافروں کا وصف ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ۔ ترجمہ۔ اور جب نام لیجئے اللہ کا اکیلا رک جاویں دل ان کے جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور جب نام لیجئے اس کے سوا اوروں کا تب ہی وہ خوشیاں کرنے لگیں۔ جس کا باطن درمیانی واسطوں کی طرف التفات کرنے سے صاف نہیں اور درمیانی واسطے کو صرف واسطہ نہیں سمجھتا تو اس کا دل گویا کہ شرک خفی سے جدا نہیں ہوا اسے چاہئے کہ اللہ جل مجدہ سے خوف

کرے اور اپنی توحید کو شرک کی کدورتوں اور شبہوں سے صاف کرے۔

صفت نمبر4 : وہ شخص مستورالحال ہو اور اپنی حاجت کو پوچھتا ہو' شکایت و درد بہت زیادہ بیان کرتا ہو یا یہ کہ صاحب مروت جس کی نعمت جاتی رہی ہو اور عادت باقی رہ گئی ہو اور زندگی وضع کے ساتھ نبھانے کے ساتھ کرتا ہوں اس قسم کے لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (البقرہ ۲۷۳) يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا۔ ترجمہ۔ سمجھے انکو غیر لوگ محفوظ ان کے نہ مانگنے سے تو پہچانتا ہے ان کو ان کے چہرے سے نہیں مانگتے لوگوں سے لپٹ کر۔

سوال : یہ مبالغہ نہیں کرتے اس لئے کہ وہ لوگ اپنے یقین سے غنی اور بوجہ صبر کے باعزت ہیں اس قسم کے لوگوں کی تلاش ہر محلہ میں کرنی چاہئے اور خیرات کرنے والوں کو فقراء کے باطن کا حال معلوم کرنا چاہئے اس لئے کہ صدقہ کا ان لوگوں پر خرچ کرنا ان لوگوں کو دینے کی نسبت جو علانیہ سوال کرتے ہیں کئی گنا ثواب زیادہ رکھتا ہے۔

صفت نمبر5 : وہ شخص صاحب عیال یا مرض میں گرفتار یا اور کسی اور علت میں مبتلا ہو اس کا مصداق یہ آیت ہے لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ (البقرہ ۲۷۳) ان لفظوں سے جو احیاء میں ہیں ان کا پتہ نہیں ملا مگر ابوداؤد نے بروایت عوف بن مالک روایت کیا ہے کہ جب حضور علیہ السلام کے پاس غنیمت آتی تو وہ شہریوں کو دیتے اور ایک حصہ جنگل والوں کو۔ جو لوگ طریق آخرت میں بہ سبب عیال' یا تنگی روزی' یا دل کی اصلاح کے گھر گئے ہوں کہ زمین میں جانے کی قدرت نہ رکھتے ہوں اس وجہ سے کہ ان اسباب سے ان کے بازو ٹوٹے ہوئے ہوں اور ہاتھ پاؤں رکے ہوئے ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک گھر کے لوگوں کو ایک گلہ بکریوں کے علاوہ دس یا اس سے زیادہ بکریاں دیا کرتے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیال کے موافق عطا فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ جہد البلا یعنی حالت شاقہ سے کیا غرض ہے آپ نے فرمایا کہ عیال کی کثرت اور مال کی قلت۔

صفت نمبر6 : وہ شخص رشتہ داروں اور ذوی الارحام سے ہو کہ اس کے دینے میں صدقہ بھی ہوگا اور صلہ رحمی بھی صلہ رحمی میں جس قدر ثواب ہے وہ ظاہر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں ایک درم اپنے کسی بھائی کا صلہ رحمی کو دوں تو میرے نزدیک بیس درم خیرات سے بہتر ہے اور بیس درم سے کروں تو سو درم خیرات سے مجھے زیادہ پسند ہے اور اگر سو درم سے کروں تو میرے نزدیک ایک غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے جانے پہچانے لوگوں میں سے دوستوں اور اہل خیر کو پہلے دینا چاہئے جیسے بیگانوں کی بہ نسبت رشتہ دار مقدم ہیں۔ پس ان دقائق کا لحاظ رکھنا چاہئے غرضیکہ صفات مطلوبہ یہی ہیں اور ان میں سے ہر صفت میں بہت سے درجے ہیں۔ پس چاہئے کہ سب سے اعلیٰ درجہ والے کو تلاش کرے اور اگر کوئی شخص ایسا مل جائے جس میں ان صفات میں سے متعدد ہوں تو بڑی دولت اور عمدہ نعمت ہے اور جس صورت میں کہ آدمی طلب اور تلاش میں محنت کرے اور مقصود

حاصل کرے تو اس کو دوہرہ ثواب ملے گا اور اگر خطا ہو جائے گی تب بھی ایک ثواب کہیں نہیں گیا اس لئے دو ثواب کی صورت یہ ہے کہ ایک بات تو سرے دست حاصل ہوتی ہے یعنی نفس کو بخل کی صفت سے پاک کرنا اور دل میں محبت الٰہی کا پختہ ہونا اور اس کی طاعت میں کوشش کرنا اور دوسری بات انجام کو ہوتی ہے کہ لینے والا اس کے حق میں دعا اور ہمت کرے کیونکہ نیک بختوں کے دلوں کے آثار سرے دست اور انجام کو ظاہر ہوا کرتے ہیں پس اگر زکوٰۃ دینے والوں کو عمدہ شخص مل گیا مبنی برصواب ہوئی تب تو دونوں باتیں حاصل ہوں گی اور اگر کوشش خطا کر گئی تو اول بات حاصل ہوگی یعنی نفس کی طہارت بخل سے اور محبت الٰہی کی تائید جس پر بقائے خداوندی کے شوق کا مدد سے۔ ہمت و دعا کا جو فائدہ مقصود تھا وہ حاصل نہ ہوگا پس ثواب کی صورت دونا اجر ملنے سے یہاں اور دوسرے مقاموں میں یہی غرض ہے۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الا علی اعلم بالصواب۔

مستحقین زکوٰۃ ان کا حق اور اسباب و آداب : زکوٰۃ کا مستحق وہی ہے جو مسلمان اور آزاد ہو اور ہاشمی و مطلبی نہ ہو اور اس میں ایک صفت آٹھ صفتوں میں سے وہ ایک صفت جو قرآن مجید میں مذکور ہیں یعنی انما الصدقت۔

مسئلہ : زکوٰۃ کار، غلام، ہاشمی، مطلبی کو نہیں دینی چاہئے مگر لڑکے اور دیوانہ کا ولی اگر ان کی طرف سے زکوٰۃ لے لے تو ان کو دینا درست ہے۔ آٹھوں قسموں کو جدا جدا یاد کرلینا چاہئے۔ (۱) فقیر۔ فقیر اسے کہتے ہیں جس کے پاس مال نہ ہو اور نہ وہ کمانے پر قادر ہو۔ پس جس شخص کے پاس ایک روز کی غذا و لباس ہو وہ فقیر نہیں بلکہ مسکین ہے۔

مسئلہ : اگر اس کے پاس آدھے دن کی غذا ہو تو وہ فقیر ہے اور اگر قمیص تو رکھتا ہے مگر رومال اور موزہ اور پاجامہ نہ رکھتا ہو اور قمیص کی اتنی قیمت نہیں ہے کہ اس سے سب چیزیں فقراء کے حال کے موافق لی جاسکیں تب بھی وہ فقیر ہے کیونکہ سردست اس کے پاس وہ اشیاء نہیں جن کی اسے حاجت ہے اور ان کے حاصل کرنے سے عاجز ہے غرضیکہ فقیر میں یہ قید ضروری نہیں کہ اس کے پاس سوائے مقدار ستر عورت کے کوئی لباس کے نہ ہو کیونکہ یہ قید مبالغہ ہے اور غالباً ایسا شخص نایاب بھی ہو۔

مسئلہ : جسے سوال کرنے کی عادت ہو تو وہ زمرۂ فقراء سے خارج نہ ہوگا اس لئے کہ سوال کرنا کوئی کمائی کا پیشہ نہیں ہاں جس صورت پر کمانے پر قادر ہو تو فقیر سے خارج ہو جائے گا پس اگر اوزاروں سے کمانے پر قادر ہو تو فقیر ہے ایسے شخص کے لئے زکوٰۃ کا مال میں سے اوزار خرید کے دینا جائز ہے۔ اگر ایسے پیشے پر قادر ہو جو اس کی مروت اور شان کے لائق نہ ہو تب بھی فقیر ہی متصور ہوگا۔

مسئلہ : اگر شخص فقیہ ہو اور کوئی پیشہ اس کو اسے فقہ سیکھنے نہ ہو تو وہ بھی فقیر ہے اور اس کا قادر ہونا معتبر نہیں۔

مسئلہ : اگر وہ شخص عابد ہو اور پیشہ کرنے سے عبادات اور وظائف و معمولات کا حرج ہوتا ہو تو اسے پیشہ کرنا چاہئے اس لئے کہ صدقہ کسی بہ نسبت پیشہ کرنا بہتر ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں طلب الحلال

فریضۃ بعد الایمان۔ اس سے مقصود یہی ہے کہ کمانے میں کوشش کرنی چاہئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ شبہ کے ساتھ کمانا مانگنے سے بہتر ہے اگر اس کے پاس اس وجہ سے خرچ نہ بچتا ہو کہ اپنے ماں باپ پر یا اس شخص پر جس کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے تو یہ کسب کی نسبت آسان ہے فقیر نہ کہیں گے۔ (2) قسم مسکین۔ مسکین اسے کہتے ہیں جس کی آمدنی کو مکتفی نہ ہو سکتا ہے کہ ہزار درم کا مالک اور مسکین ہو' اور بعض اوقات کلہاڑی اور رسی کے سوا اور کچھ نہ رکھتا ہو' اور مسکین نہ ہو اور مکان مختصر رہنے کا اور کپڑے اپنے مال کے مناسب رکھنے سے مسکینوں کے زمرہ سے خارج نہ ہوگا اسی طرح اسباب خانہ داری' یعنی ان چیزوں کا ہونا جس کی ضرورت ہوتی ہے مسکین ہونے سے خارج نہیں کرتا۔ بشرطیکہ اس کے مال حال کے موافق اشیاء ہوں۔ اسی طرح فقہ کی کتابوں کا مالک ہونا مانع مسکینی نہیں اور جس قرات میں کہ بجز کتابوں کے اور کسی چیز کا مالک نہ ہو تو اس پر صدقہ فطر واجب نہیں اور کتابوں کا حال مثل کپڑوں اور گھر کی ضروری چیزوں کے ہے کہ ان کی بھی ضرورت ہوتی ہے مگر کتاب کی ضرورت سمجھنے میں احتیاط کرنی چاہئے۔ جان لینا چاہئے کہ کتاب کی ضرورت تین مقاصد کیلئے ہوتی ہے۔ (1) پڑھانا (2) پڑھنا (3) مطالعہ کرنا۔ اور کتب سیرت کی ضرورت کا اعتبار نہیں۔ مثلاً اشعار اور تاریخ اور اخبار کی کتابوں کا جمع کرنا یا اسی طرح کی کتابیں جو آخرت میں مفید ہوں نہ دنیا میں کار آمد۔

مسئلہ : جو کتابیں دل لگی اور ہنسی مذاق کے لئے ہوں تو اس قسم کی کتابیں کفارہ اور صدقہ فطر میں بیچ ڈالی جائیں اور مسکین ہونے کی ایسی کتابیں مانع ہیں اور پڑھانے کی ضرورت اس طرح ہو کہ اجرت پر پڑھاتا ہو جیسے معلم اور مودب اور مدرس ان کے حق میں کتابیں مثل اوزاروں کے ہیں جیسے درازی وغیرہ۔ پیشہ وروں کے آلات ہیں تو انہیں صدقہ فطر میں بیچنا چاہئے۔

مسئلہ : اگر فرض کنایہ کی بجاآوری کے لئے تعلیم دینا ہو بھی نہ بیچی جائیں اور اس صورت میں کتابوں کے ہونے سے مسکینیت دور نہ ہوگی کیونکہ تعلیم ایک ضروری چیز ہے اور پڑھنے اور استفادہ کی ضرورت مثلاً طب کی کتابیں اس غرض سے مہیا کرنا کہ اپنا علاج کرے یا وعظ کی کتابیں اس خیال سے اپنے پاس رکھنا کہ ان کا مطالعہ کرکے نصیحت کرے گا تو اس سورت میں اگر شہر میں کوئی طبیب اور واعظ ہو تب تو اسے ان کتابوں کی ضرورت نہیں اور اگر نہ ہو تب البتہ ضرورت کی چیز ہے۔

مسئلہ : مطالعہ کی کتابیں میں یہ لحاظ رہے کہ ایسی کتاب نہ ہو جس کے مطالعہ کی برسوں تک حاجت نہ ہو بلکہ اس کی مدت قریب .قیاس یہ ہے کہ برس میں کبھی نہ کبھی اس کے مطالعہ کی نوبت آتی ہو اور اگر ایسی کتاب ہو کہ برس کے اندر اس کی حاجت نہ پڑتی ہو تو اس کو زائداز ضرورت جاننا چاہئے اس لئے کہ جس شخص کے پاس ایک روز کی غذا سے زیادہ بچتا ہے اس پر صدقہ فطر لازم آتا ہے۔تو جب صدقہ فطر کے لئے ایک روز فرض کیاگیاہے تو اسباب خانہ داری اور بدن کے کپڑوں کے لئے برس کا معین ہونا چاہئے۔

مسئلہ: قاعدہ سے گرمی کے کپڑے جاڑو میں نہیں پہنے جاتے اور چونکہ کتابیں کپڑوں اور لوازم خانہ داری کے زیادہ مشابہ ہیں اسی لئے ان کے مطالعہ کے لئے بھی برس مقرر ہونا بہتر ہے۔ بعض اوقات ایک کتاب کے دو نسخے ہوتے ہیں تو اس وقت ایک کو زائد از ضرورت جاننا چاہئے اور اگر مالک کہے کہ ان میں سے ایک زیادہ صحیح ہے اور دوسرا زیادہ خوبصورت اسی لئے مجھے دونوں کی ضرورت ہے تو ہم یہی کہیں گے کہ صحیح تر کو رہنے دو اور خوبصورت کو بیچ دو۔

مسئلہ: ایک علم کی دو کتابیں ہوں ایک بڑی ہو ایک مختصر تو اگر اس کا مقصود استفادہ ہو تو بڑی کو رہنے دو اور اگر پڑھانے کی نیت ہو تو دونوں کی اسے ضرورت ہے اس لئے کہ ان میں ہر ایک میں فائدہ ہے جو دوسری میں نہیں اسی طرح کی بیشمار صورتیں ہیں علم فقہ میں ان سے بحث نہیں کی جاتی ہم نے اس لئے لکھا ہے کہ پڑھانے کی نیت ہو تو دونوں کی اسے ضرورت ہے اس لئے کہ انمیں سے ہر ایک میں وہ فائدہ ہے جو دوسری میں نہیں اسی طرح کی بے شمار صورتیں ہیں علم فقہ میں ان سے بحث نہیں کی جاتی ہم نے اس لئے لکھا ہے کہ لوگ اس میں بہت مبتلا ہیں اور دوسری وجہ یہ کہ اس کا لحاظ کتابوں کے سوا اور چیزوں میں بھی کریں کیونکہ سب کا لکھنا تو ممکن نہیں کہ ہر ایک چیز میں یہ نظر ہو سکتی ہے مثلاً اثاث البیت کی مقدار اور قسم کو دیکھیں اور بدن کے کپڑوں پر غور کریں اور گھر کی تنگی اور فراخی میں تامل کریں اور ان چیزوں کی کوئی حد معین نہیں بلکہ فقہ اپنی رائے سے اجتہاد کرتا ہے جو حد مقرر اور تخمین مناسب جانتا ہے اسے مقرر کرتا ہے اور شبہات کے خطرے میں داخل ہوتا ہے اور پرہیز گار آدمی اس امر میں زیادہ محتاط کو اختیار کرتا ہے اور شک کی چیز کو چھوڑ کر بے کھٹکے بات عمل میں لاتا ہے اور بیچ کے درجے جو اطراف اور صاف کے درمیان میں ہیں وہ بہت ہیں اور ان کا جائز یا ناجائز ہونا مشتبہ ہے ان سے بجز احتیاط کے اور کوئی صورت بچاؤ کی نہیں۔ (قسم 3) یعنی قاضی و بادشاہ کے سوا جو عامل زکوٰۃ وصول کرتے ہیں وہ اس قسم میں داخل ہیں۔ اور اس میں عریف اور کاتب اور مستوفی اور محافظ اور نقل نویس داخل ہیں اور ان میں سے کسی کو اس کام کی معمولی مزدوری سے زیادہ نہ دینا چاہئے اگر آٹھواں حصہ زکوٰۃ میں سے ان لوگوں کو دستور کے موافق اجرت دے کر کچھ بچ رہے تو اسے باقی قسموں پر تقسیم کر دینا چاہئے اگر کم ہو تو جو مال مصلحتوں کے لئے محفوظ رہتا ہے اس سے پورا کر لینا چاہئے۔ (قسم 4) وہ لوگ ہیں جس کو مسلمان ہونے کے لئے تالیف کے طور پر دیا کرتے ہیں ایسے لوگ اپنی قوم کے سردار ہوتے ہیں ان کے دینے سے اسلام پر ان کا ثابت رہنا اور ان کے ہم جنسوں اور تابعین کی ترغیب مقصود ہے۔ (قسم 5) مکاتب یعنی جن غلاموں کو ان کے آقاؤں کے کچھ مال کے عوض آزاد کرنے کو کہا ہو پس مکاتب کا حصہ اس کے آقا کو دے دینا چاہئے اگر خود مکاتب کو دیا جائے تب بھی درست اور جائز ہے اور آقا اپنے مال کی زکوٰۃ اپنے مکاتب کو نہ دے کیونکہ وہ ابھی اس کا غلام ہے۔ (قسم 6) قرض دار جنہوں نے امر طاعت مباح میں قرض لیا ہو اور افلاس کے باعث ادا نہ ہوا۔ پس اگر معصیت میں قرض لیا ہو تو اس کو کچھ نہ دینا چاہئے جب تک توبہ نہ کر لے اگر

تونگر کے ذمہ قرض ہو تو اس کا قرض ادا کرنا چاہئے ہاں اگر اس نے کسی بہتری مثلاً فتنہ ختم کرنے کے لئے قرض لیا ہو تو ایسے قرض کا ادا کرنا کوئی مضائقہ نہیں۔ (قسم 7) غازی جس کا وظیفہ محافظ خانہ کے دفتر میں کچھ نہ ہو تو انہیں کو زکوٰۃ میں سے ایک حصہ دینا چاہئے اگرچہ وہ مالدار ہو اس ارادی سے کہ جہاد پر ان کی مدد ہو۔ (قسم 8) مسافر یعنی جو شخص اپنے شہر سے بارادہ سفر باہر نکلے زکوٰۃ دینے والے کے شہر میں اس کا گزر ہو جائے اور اس کا سفر معصیت کے لئے نہ ہو تو ایسا مسافر اگر مفلس ہو تو اسے دینا چاہئے اگر اپنے گھر پر مال رکھتا ہے تو اس قدر معرکہ وہ اپنے مال تک پہنچ جائے اب رہی یہ بات کہ صفات ہشت گانہ معلوم کس طرح ہوں تو فقیر اور مسکین ہونا تو لینے والے کے قول سے معلوم ہوتا ہے اس سے اس کے گواہ لئے جائیں نہ قسم لی جائے بلکہ اس کا صرف کہہ دینا کافی ہے کہ میں فقیر ہوں بشرطیکہ جھوٹ ہونے کا یقین نہ ہو اور جہاد اور سفر آئندہ کی بات ہے پس جو کوئی کہے کہ میرا ارادہ جہاد کا ہے اسے اس کے کہنے کے مطابق دے دیا جائے اگر وہ اپنے قول کو پورا کرے تو اس کو جس قدر دیا ہو واپس لے لیا جائے باقی جو چار قسمیں رہیں ان میں سے گواہ ہوں کا ہونا ضروری ہے غرضیکہ استحقاق کی شرطیں اور اسباب یہ تھے جو اوپر مذکور ہوئے اور یہ کہ ان اقسام میں ہر ایک کو کس قدر دینا چاہئے اس کا بیان عنقریب آتا ہے۔

آداب مستحقین: اس کے یہ آداب پانچ۔ (1) یو سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے جو مجھے مال دلوانا ہے واجب کیا ہے تو اس لئے کہ مجھے فکر کا ہے مجھے تو صرف اسی کی فکر ہے اور اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے لئے اپنی فکر کو عبادت فرمایا ہے یعنی انہیں صرف اللہ تعالیٰ اور روز قیامت کی فکر رہے باقی کوئی فکر دامن گیر نہ ہو چنانچہ اس ارشاد میں یہی مراد ہے۔ ولا خلقت للجن والانس الا لیعبدون ترجمہ۔ اور میں نے جو بنائے جن اور آدمی کو اپنی بندگی کو لیکن تقاضائے حکمت ازلی یہ ہوا کہ بندہ پر شہوات اور حاجات مسلط کی جائیں تاکہ وہ اس کی فکر کو پراگندہ کریں مقتضائے کرم یوں ٹھہرا کہ بندہ پر نعمت پہنچائی جائے کہ اس کی حاجات کو کافی ہو اسی لئے مال بہت سے پیدا فرما کر اپنے بندوں کے ہاتھ میں ڈال دیئے تاکہ ان کی حاجات کے دفع کرنے کے اسباب اور وسائل ہوں اور طاعات کے لئے فرصت کا ذریعہ ٹھہرے بعض لوگوں کو بہت سا مال دیا تاکہ ان کے حق میں امتحان اور فتنہ ہو وہ لوگ گرداب خطرہ میں پڑیں اور بعض کو اپنی محبت سے سرفراز فرمایا تو انہیں دنیا سے ایسا بچایا جیسے کوئی غمگسار مشفق بیمار کو پرہیز کراتا ہے یعنی ان سے دنیا کے زوائد کو علیحدہ رکھا اور مقدار حاجت کو مالداروں کے ہاتھ سے ان تک پہنچا دیا تاکہ کمانے کی فکر اور جوڑنے کی محنت اور حفاظت کا تردد مالداروں کے ذمہ رہے اور اس کا فائدہ اور فقراء کو پہنچے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی کے ہو رہیں اور موت کے بعد کے لئے تیاری کریں۔ دنیا کے زوائد ان کے اس مطلب کے مزاحم نہ ہوں اور نہ فاقہ اس تیاری سے روکے اور یہ نہایت درجہ کی نعمت ہے اور فقیر کو لائق ہے کہ فقیری کی قدر و نعمت پہچانے اور دل میں خوب ٹھانے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل سب سے زیادہ ہے جو دنیا مجھ سے علیحدہ رکھی ہے۔ کبھی پر اس کی تحقیق اور تفصیل باب الفقر میں عنقریب مذکور ہوگی (ان شاء اللہ تعالیٰ)

خلاصہ یہ کہ فقیر جو کچھ لے اسے اپنے رزق اور طاعت پر مدد کے لئے لے اور اس میں یہ نیت کرلے کہ اس

کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طاعت پر قوی ہو جائے گا اگر یہ بات ہو سکے تو اس مال کو ایسے مصارف میں خرچ کرے جو اللہ تعالیٰ نے مباح فرمائے ہیں اگر اس سے خدا تعالیٰ کے غضب پر مدد لے گا تو اس کی نعمتوں کا ناشکر اور اس کی ناراضگی کا مستحق ہوگا۔ (2) دینے والے کا شکر گزار ہو اور اس کے حق میں دعائے خیر کرلے اور یہ شکر اور دعا اس طرح ہوں کہ اس کو وسیلہ ہونے سے خارج نہ کردیں بلکہ یہی سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت پہنچنے کا وسیلہ وہ شخص ہوگیا ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ذریعہ اور واسطہ بنایا ہے اس لئے اس کا وسیلہ ہونا بے شک ہے اور اس طرح خیال کرنا اس کے منافی نہیں کہ نعمت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تصور کرے حدیث شریف میں ہے۔ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے اعمال پر ان کی تعریف بہت جگہ فرمائی ہے حالانکہ اعمال پیدا کرنے والا اور ان کی قدرت کا ایجاد کرنے والا وہی ہے۔ مثلاً فرمایا۔ نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ایوب علیہ السلام اچھا بندہ ہماری طرف رجوع کرنے والا ہے اس کے سوا اور بہت سی آیتیں ہیں اور لینے والا دعا میں یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کیساتھ تیرے دل کو پاک کرے اور نیک لوگوں کے عمل کے ساتھ تیرے عمل کو صاف کرے اور شہیدوں کی روح کے ساتھ تیری روح پر رحمت بھیجے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کوئی تمہارے ساتھ کچھ سلوک کرے تو تم اس کا تدارک کرو اگر تم سے نہ ہو سکے تو اس کے لئے دعا مانگو۔ یہاں تک کہ تم کو یقین ہو جائے کہ بدلہ ہوگیا اور صحیح شکر یہ ہے کہ اگر عطا میں عیب ہو تو اسے کو چھپاؤ۔ اور اس کی تحقیر اور مذمت نہ کرے اور دینے والے کو نہ دینے کی ننگ نہ دلائے جس صورت میں کہ وہ نہ دے اور اگر وہ دے تو اس کے فعل کو اپنے نزدیک اور لوگوں کے سامنے بڑا جانے کیونکہ دینے والے کا ادب اپنی عطا کو چھوٹا جاننا ہے اور لینے والے کا ادب یہ ہے کہ جو کوئی دے اس کا ممنوع ہو اور اس کی عطا کو بڑا جانے اور ہر شخص پر لازم ہے کہ اپنے حق پر قائم رہے اور اس امر میں کوئی مخالفت نہیں اس لئے کہ چھوٹا جاننے اور بڑا جاننے کے اسباب جدا جدا ہیں دینے والے کے حق میں چھوٹا جاننے کے اسباب کا لحاظ مفید اور اس کے خلاف کرنا مضر ہے اور لینے والے کا حال اس کے برعکس ہے اور یہ تمام باتیں اس کے مخالف نہیں کہ نعمت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانیں۔ ہاں جو کوئی درمیانی شخص کو واسطہ نہ جانے وہ جاہل ہے اور جو واسطہ کو اصل سمجھتا ہے وہ بھی برا ہے۔ (3) جو مال لینا چاہے اس کو اسے پہلے دیکھ لینا چاہئے اگر وہ ناجائز اور حرام سے ہو تو اس سے پرہیز کرے۔ اللہ تعالیٰ اور کہیں سے عطا فرمائے گا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ یہ بھی نہیں کہ جو حرام سے احتراز کرے تو اسے حلال مال نہ ملے گا غرضیکہ ظالموں اور غلط حاکموں اور سرکاری عملہ کا مال اور ان لوگوں کا جن کی اکثر کمائی حرام ہے نہ لے لیکن اگر اس پر وقت تنگ ہو اور جو مال اس کو دیا جاتا ہو اس کا کوئی مالک معین معلوم نہ ہو تو ایسی صورت میں اسے اپنی ضرورت کے موافق لینا جائز ہے کہ شرع کا فتویٰ اس جیسی صورت میں یہی ہے کہ اسے خیرات کر دے جیسا کہ باب حلال و حرام میں آوے گا اور یہ اس صورت میں ہے کہ حلال سے عاجز ہو اور اگر ایسا مال لے گا تو زکوۃ لینے والا نہ ہوگا۔ اس لئے کہ یہ پیشہ تو حرام ہے جس نے زکوۃ میں دیا اس کی طرف سے زکوۃ میں

ہوا۔ (4) شک کی جگہوں سے احتراز کرے جو کچھ لے اگر اس میں شبہ پڑ جائے تو اس سے بچے اس میں ہی نہیں جس قدر مباح ہو اسی قدر اور جب تک یہ معلوم نہ کرلے کہ مجھ میں استحقاق کی شرط موجود ہے تب تک نہ لے مثلاً اگر مکاتب ہونے یا قرض دار ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ لیتا ہو تو قرض کی مقدار سے زائد لے اور اگر ہونے کی وجہ سے لیتا ہو تو اجرت مثل سے زیادہ نہ لے اگر زیادہ دیا جائے تو اس سے انکار کردے کیونکہ یہ مال کچھ دینے والے کا نہیں تاکہ وہ سلوک میں داخل ہو اور اگر مسافر ہو تو توشہ اور منزل مقصود تک سوار کے کرایہ کی مقدار سے زیادہ نہ لے اگر غازی ہو تو بجز جہاد کی چیزوں کے جو خاص ان میں کام آئیں۔ مثلاً گھوڑے اور ہتھیار اور خرچ کے اور کچھ نہ لے اور ان اشیاء کا اندازہ اس کے اجتہاد سے متعلق ہے اس کی کوئی حد مقرر نہیں۔ یہی حال مسافر کے توشہ کا ہے۔ اس صورت میں شبہ کی چیز چھوڑے اور یقینی بات اختیار کرے اور اگر مسکین ہونے کی وجہ سے لیتا ہو تو اول اپنے لوازم خانہ داری اور کپڑوں اور کتابوں میں تامل کرے کہ ان میں کون سی چیز کی خود کو ضرورت نہیں اور کسے چیز کے نفیس ہونے کی ضرروت نہیں اس کو بیچ کر ہو سکتا ہو کہ کارروائی کے موافق دوسری چیز آجائے اور کچھ دام بچ رہیں اور یہ بات بھی فقیر کے اجتہاد سے متعلق ہے۔ اس میں ایک طرف ظاہر ہوتی ہے اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص مستحق ہے اور ایک دوسری طرف اس کے مقابل ہوتی ہے جس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ مستحق نہیں اور ان دونوں کے درمیان بہت سے درجے متوسط ہیں جن میں شبہ پڑتا ہے اور کاجل کی کوٹھڑی کا سا حال ہے جس سے کہ غالباً دھبا لگنے سے بچے اور اس میں اعتماد لینے والے کے قول پر ظاہر اور تنگی برتنے اور فراخی برتنے میں محتاج کے بہت سے مقام ہیں کہ ان کے شمار نہیں ہو سکتے پرہیز گار آدمی اپنی حاجتوں کا اندازہ تنگی کے ساتھ کیا کرتا ہے اور سہل نگار کا میل وسعت اور فراخی کی طرف ہوتا ہے یہاں تک کہ اپنے نفس کو بہت سی باتوں کی ضرورت سمجھا کرتا ہے حالانکہ یہ امر شریعت میں برا ہے بہرحال جب حاجت ثابت ہو جائے تو چاہئے کہ بہت سا مال نہ لے بلکہ اس قدر لے کر لینے کے وقت سے ایک سال تک کافی ہو یہ مدت بڑی سے بڑی ہے اس لئے کہ سال کے مقرر ہونے سے آمدنی کے اسباب مقرر ہوتے ہیں۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے عیال کے لئے ایک سال کی غذا جمع فرمائی۔

فائدہ : بہتر ہے کہ فقیر مسکین کے لئے بھی یہی حد مقرر ہو اگر ایک مہینہ یا ایک دن کی ضرورت پر کفایت کرے تو تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور جو مقدار چاہئے۔ زکوٰۃ و صدقہ میں سے فقراء کو کتنا قدر لینا چاہئے اس میں علماء کے مذاہب مختصر ہیں (1) بعض میں اس قدر مبالغہ کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک دن رات کی غذا پر کفایت کرنے کو واجب کیا ہے اور دلیل اس روایت سے لیتے ہیں جو سہل ابن حنیفہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غذا کے ہوتے ہوئے سوال کرنے سے منع فرمایا پھر غنا کے متعلق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ صبح شام کا کھانا پاس ہو۔ (2) بعض نے یہ کہا کہ تونگری کی حد تک ہو اور تونگری کی حد زکوٰۃ کی نصاب تک ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ صرف تونگروں پر واجب فرمائی ہے تو اس سے انہوں نے یہ استدلال کیا اور اپنے کنبے میں

سے ہر شخص کے لئے اسے زکوٰۃ کی نصاب تک لینا درست ہے۔ (3) بعض نے تونگری کی حد پچاس درم فرمائی ہے اس لئے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من سال دله مال يغنيه جاء يوم القيمنه وفي حبه قيل وما غناه قال خمسون درهما او قيمتها من الذهب۔

فائدہ : اس حدیث کا راوی ضعیف ہے۔ (4) بعض لوگوں نے تونگری کی حد چالیس درم فرمائی ہے اس لئے کہ عطا بن یسار سے منقطع روایت آئی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من سال داه اوقية فقد الحف فى السوال (5) بعض علماء نے وسعت میں مبالغہ کرکے فرمایا ہے کہ فقیر کو اتنا لینا درست ہے کہ اس سے ایک حصہ زمین کا خرید سکے کہ جس سے تمام عمر بے فکر ہو جائے یا اس سے کوئی مال تجارت خریدے کہ ضرورت پوری ہو جائے کیونکہ بے فکری اور غنا اس کا نام ہے کہ تمام عمر کو کافی ہو۔ (2) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب دو تو غنی کر دو۔ یہاں تک کہ بعض کا مذہب ہے کہ اگر کوئی شخص محتاج ہو جائے اس کا اتنا لینا درست ہے کہ پھر اس کا حال بدستور سابق ہو جائے دس ہزار درم سے ہوتا ہو ہاں جس صورت میں فقیر حد اعتدال سے خوارج ہو اس وقت درست نہیں۔

حکایت : حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باغ میں نماز پڑھتے تھے اور اس کی طرف خیال بدلنے سے نماز میں حرج ہوا تو فرمایا کہ میں نے اس باغ کو صدقہ کر دیا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو اپنے رشتہ داروں میں صدقہ کرو کہ تمہارے حق میں اچھا ہے آپ نے وہ باغ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا تو ایک باغ دو شخصوں کو غنی کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اعرابی کو ایک اونٹنی مع اس کے مال و اسباب کے عطا فرمائی تھی۔

فائدہ : ان روایتوں سے فقیر کو زیادہ لینا ثابت ہوتا ہے۔ غرضیکہ دونوں طرف دلائل ہیں۔

فیصلہ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ : ہمارے نزدیک تقویٰ یہ ہے کہ کسی کے لئے مقدار ایک رات دن کی غذا اوقیہ کا ہونا ان اسباب میں ہے کہ اتنا ہوتے ہوئے سوال کرتا ہوا دروازوں پر نہ پھرے اور گداگری بری چیز ہے اس کا حکم اور ہے اسے اس بحث سے کوئی سروکار نہیں بلکہ جو احتمال نکالتے ہیں کہ اتنا لینا درست ہے کہ اس سے زمین خریدے تاکہ عمر بھر غنی ہو جائے اس قلت کی بہ نسبت تو یہی اچھا ہے لیکن یہ بھی زیادتی بے جا کی طرف مائل ہے اعتدال سے قریب تر یہ ہے کہ اسے ایک سال کے لئے کافی ہو اس سے زیادہ میں خطرہ سے خالی نہیں اور کمی کی صورت میں تنگی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان امور میں کوئی اندازہ نہیں اسی لئے ان کے متعلق توقف کیا گیا ہے۔ مجتہد کو حق پہنچتا ہے کہ جیسے مناسب دیکھے ویسے حکم کرے پھر پرہیز گار سے کہہ دیا جائے کہ تو اپنے دل سے فتویٰ لے گرچہ لوگ تجھے کو کچھ فتویٰ دیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے ارشاد فرمایا کیونکہ گناہ دلوں پر غالب ہو جاتا

ہے اگر لینے والا اپنے دل میں مال کی طرف سے خلش پائے تو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور فتویٰ کے بہانے سے اس کی اجازت نہ سمجھے کیونکہ علماء ظاہر کے فتاویٰ ضرورتوں کی قید سے آزاد ہوتے ہیں اور ان تخمین اور شبہوں میں داخل ہونا بہت زیادہ ہے اور دین کے عاشق اور طریق آخرت کے سالکین کو شبہات سے احتراز کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ (5) صاحب مال سے پوچھے کہ تم پر زکوٰۃ آٹھویں حصہ سے زائد ہو تو اس میں سے کچھ نہ لے اس لئے کہ یہ اور اسکے دو اور شریک مل کر صرف آٹھویں حصہ کے مستحق ہیں۔ پس آٹھویں حصہ میں وہ اپنی قسم کے فقراء کا حصہ کم کرلے ورنہ بالکل نہ لے اور یہ اس کا معلوم کرنا اکثر لوگوں پر واجب ہے کیونکہ خلق اللہ اس تقسیم کی رعایت نہیں کرتی جہالت کی وجہ سے یا سہولت کی بنا پر البتہ جس صورت میں گمان غالب حرمت کے احتمال کا نہ ہو تو اس وقت ان جیسی باتوں کا معلوم نہ کرنا جائز ہے اور سوال نہ کرنے کے مواقع اور احتمال کے درجات باب الحلال و الحرام میں مذکور ہوں۔(ان شاء اللہ تعالیٰ)

فصل نفلی صدقہ (4) : احادیث (1) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ دو اگرچہ ایک کھجور ہی ہو اس لئے کہ وہ کسی قدر بھوکے کی تکلیف بند کرتا ہے اور گناہ کو اسے بجھاتا ہے جیسے پانی آگ کو۔ (I) فرمایا انقوالنار ولویشق تمرة فان لم تجد وافبكلمة طيبة اور فرمایا جو بندہ مسلمان کہ اپنی پاک کمائی سے صدقہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ مال پاک کو قبول کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس صدقہ کو اپنے داہنے ہاتھ میں لیکر اس کی پرورش کرتا ہے جیسے تم میں کوئی اپنے اونٹ کے بچہ کو پالتا ہے یہاں تک کہ کھجور بڑھ کر جبل احد کے برابر ہوتی ہے۔ (3) حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ جب تم شوربا پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ کردو۔ پھر اپنے ہمسایوں کو پہنچاؤ۔ (4) فرمایا کہ جو بندہ صدقہ اچھا دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے متروکہ مال میں بھی برکت خوب دیتا ہے۔ (5) اور فرمایا كل امرء في ظل صدق - حتى يقضى بين الناس (5) فرمایا الصدق تسد سبعين بابا (6) الصدق تطفى غضب الرب (7) فرمایا جو شخص وسعت کی وجہ سے صدقہ دیتا ہے وہ ثواب میں اس سے افضل نہیں جو حاجت کے سبب سے قبول کرتا ہے۔

فائدہ : اس کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص مال لینے اپنی حاجت اس لئے دفع کرے کہ دین کے لئے فراغت مل جائے تو وہ شخص دینے والے کے برابر ہوگا جو اپنی عطا سے اپنے دین کی آبادی کی نیت کرتا ہے۔ (8) کسی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا صدقہ افضل ہے آپ نے فرمایا کہ ایسے وقت میں افضل ہے جبکہ تندرست اور مال کا روکنے والا ہو اور جینے کی بہت توقع رکھتا ہو اور فاقہ سے ڈرتا ہو۔ صدقہ دینے میں تاخیر نہ کرے یہاں تک کہ جان جب حلقوم میں آپہنچے تو کہنے لگے کہ اتنا فلانے کو اور اتنا فلانے کو دینا حالانکہ مال اور کسی کا ہو چکا ہو یعنی وارث کا۔ (9) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ صدقہ کرو ایک شخص نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک دینار ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اسکو اپنے نفس پر خرچ کر اس نے عرض کیا میرے پاس

ایک اور ہے فرمایا اسکو اپنی بیوی پر خرچ کر عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور ہے فرمایا کہ اس کو اپنی اولاد پر خرچ کر عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور ہے فرمایا کہ اس کو اپنے غلام پر خرچ کر عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور ہے فرمایا کہ اس کی حفاظت تجھے زیادہ ہے یعنی جہاں اچھا موقع دیکھو وہاں خرچ کرو۔ (10) فرمایا کہ آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے صدقہ حلال نہیں کہ وہ لوگوں کا میل ہے۔ (12) فرمایا کہ سائل کی ضرورت پوری کرو اگرچہ اتنے کھانے سے جتنا پرندے کا سر ہو۔ (13) فرمایا کہ اگر سائل سچ کہتا ہے تو جو کوئی اسے محروم پھیرے گا اس کو فلاح نہ ہوگی۔ (14) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص سائل کو اپنے گھر سے محروم پھیرتا ہے فرشتے اس گھر پر سات دن سایا نہیں ڈالتے۔ (15) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو کام کسی کو سپرد نہ فرماتے تھے بلکہ خود کرتے تھے۔ (1) رات کو وضو کا پانی خود بھر کر رکھتے اور اس کو ڈھانپ دیتے۔ (2) مسکین کو اپنے دست مبارک سے عنایت فرماتے۔ فرمایا مسکین وہ نہیں ہے کہ اس کو ایک کھجور یا دو کھجوریں اور ایک لقمہ یا دو لقمے کھاتے پھریں بلکہ مسکین وہ ہے جو سوال کرنے سے باز رہے اگر تم چاہو تو پڑھو۔ لَا یَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا (البقرۃ ۲۷۳) نہیں مانگتے لوگوں سے لپٹ کر۔ ○ فرمایا کہ جو کسی دوسرے مسلمان کو کپڑا پہناتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہتا ہے۔ جب تک کہ اس کپڑے کا مسکین کے بدن پر پیوست رہتا ہے۔

اقوال سلف صالحین رحمتہ اللہ علیہ: عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پچاس ہزار خیرات کئے حالانکہ ان کا کرتہ مبارک پیوند دار ہی رہا۔ (2) مجاہد رحمتہ اللہ علیہ نے اس آیت میں وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا (الدھر ۸) کی تفسیر فرمائی ہے۔ کہ اس کی خواہش رکھتے ہیں۔ (3) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے کہ الٰہی مال اور تونگری ایسے لوگوں کو دے جو ہم میں بہتر ہوں شاید وہ لوگ اس کو ہم میں حاجت مندوں کو پہنچا دیں۔ (4) عبدالعزیز بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نمازی آدمی کو آدھے راستے پر لے جاتی ہے اور روزہ بادشاہ کے دروازے تک پہنچاتا ہے اور صدقہ بادشاہ کے سامنے جا کھڑا کرتا ہے۔ (5) ابن ابی الجعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ صدقہ آدمی سے ستر خرابیاں دور کرتا ہے اور صدقہ پوشیدہ دینا ظاہر کی بہ نسبت ستر گنا زیادہ ہوتا ہے اور صدقہ ستر شیطانوں کی جڑ چیر دیتا ہے۔ (6) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ ایک شخص نے ستر سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ پھر اس سے کوئی گناہ کبیرہ سرزد ہوئے اور اس کا عمل باطل کر دیا گیا۔ پھر اس کا گزر ایک مسکین پر ہوا اسے ایک روٹی صدقہ دی اللہ تعالیٰ نے اس کی خطا معاف فرمائی اور ستر سال کے اعمال بھی بحال کر دیئے۔ (7) حضرت لقمان نے اپنے صاحبزادہ کو فرمایا کہ جب تو کوئی خطا کرے تو صدقہ دینا (8) یحیٰی ابن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ کوئی دانہ وزن دنیا کے پہاڑوں کے برابر ہو جائے بجز صدقہ کے دانہ کے یہ اتنا بھرا ہو جاتا ہے۔ (9) عبدالعزیز بن ابی رواد فرماتے ہیں کہ تین چیزیں سابق زمانہ میں جنت کے خزانوں میں سے کہا کرتے تھے۔ (1) مرض چھپانا (2) صدقہ چھپانا (3) مصیبتیں چھپانا۔ یہ روایت مسند میں بھی آئی ہے۔

فائدہ : حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اعمال نے ایک دوسرے پر فخر کیا تو صدقہ نے کہا کہ میں تم سب سے افضل ہوں۔

حکایت : عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ شکر خیرات میں دیا کرتے اور کہتے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ (آل عمران ۹۲) اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں شکر سے محبت رکھتا ہوں۔ نخعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے لئے ہو تو مجھے اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ اس میں کوئی عیب ہو اور عبیداللہ بن عمیر فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن تمام دنوں بھوکے اور پیاسے اور ننگے اٹھیں گے۔ پس جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے کھانا کھلایا ہو' اللہ تعالیٰ اس کا شکم سیر کرے گا اور جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے پانی پلایا ہوگا اسے سیراب کرے گا اور جس نے اس کے لئے کپڑا پہنایا ہوگا اس کو کپڑا پہنائے گا۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو تونگر کر دیتا کہ کوئی بھی فقیر نہ ہوتا مگر اس نے اسے بعض کا امتحان بعض سے لیا ہے۔ شعبی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جتنی حاجت فقیر کو مالدار کے صدقہ کی ہے اگر مالدار اپنے آپ کو صدقہ کے ثواب کا زیادہ حاجت مند نہ جانے تو اس کا صدقہ بے کار ہے اور یہ صدقہ اس کے منہ پر مارا جائے گا۔ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو پانی صدقہ کیا جاتا ہے اور مسجد میں پانی پلایا جاتا ہے اگر اس میں سے تونگر پی لے تو مضائقہ نہیں اس لئے کہ جس نے اسے سبیل کیا ہے تو پیاسوں کے لئے کیا ہے۔

حکایت : کہ ایک دلال ایک لونڈی ساتھ لئے حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کے پاس سے گزرا آپ نے اس سے فرمایا کہ تو اس کے دام میں ایک یا دو درم پھر بھی راضی ہے اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو حوروں کے بارے ایک پیسے اور لقمہ پر راضی ہے۔

ظاہر اور پوشیدہ صدقہ : اس میں اختلاف ہے کہ دونوں میں سے بہتر کون سا صدقہ ہے بعض کا میلان اس طرف ہے کہ پوشیدہ لینا افضل ہے اور بعض اس طرف گئے ہیں کہ ظاہر لینا افضل ہے ان دونوں میں جو فائدہ اور آفتیں پائی جاتی ہیں ہم پہلے ان کی طرف اشارہ کرتے ہیں پھر امر حق کی تشریح کریں گے۔

جاننا چاہئے کہ پوشیدہ لینے میں پانچ فائدے ہیں۔ (1) لینے والے کا پردہ پوشی کہ ظاہر میں لینا پردہ مروت چاک کرنا اور حاجت کا ظاہر ہونا اور سوال کرنے کی ہیئت سے خارج ہونا ہے۔ سوال کرنے کا یہ طریقہ اچھا ہے کہ اس سے بے خبروں کی نظر میں آدمی غنی معلوم ہوتا ہے۔ (2) لوگوں کی دلازار باتوں سے حفاظت رہے گی اس لئے کہ ظاہر میں لینے سے لوگ حسد کرتے ہیں یا لینے سے انکار کرتے ہیں۔ اس خیال سے کہ اس نے باوجود دولت مندی کے لے لیا یا زیادہ لینے کی طرف منسوب کرتے ہیں اور حسد اور بدگمانی اور غیبت کبیرہ گناہوں میں سے ہیں۔ عوام کو ان گناہوں سے محفوظ رکھنا بہتر ہے۔ ابو ایوب سختیانی کہتے ہیں کہ میں نئے کپڑے پہننا اس لئے ترک کرتا ہوں کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں میرے ہمسایوں میں سے حسد پیدا نہ ہو ایک زاہد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے کہ میں اکثر چیز کا استعمال

اپنے بھائیوں کی خاطر چھوڑ دیتا ہوں کہ وہ یہ نہ کہیں کہ اس کے پاس یہ کہاں سے آگئی۔ ابراہیم تیمی سے مروی ہے کہ ان کو لوگوں نے نیا قمیص پہنے دیکھ کر پوچھا کہ تمہارے پاس کہاں سے آیا۔ فرمایا کہ میرے بھائی خیثمہ نے پہنایا ہے اگر میں یہ جانتا کہ اس کی اطلاع اس کے گھر والوں کو ہے تو ہرگز قبول نہ کرتا۔ (3) دینے والے کو عمل کے خفیہ کرنے پر اعانت ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ دینے کے بارے میں خفیہ کو علانیہ پر فضیلت ہے۔ تو لینے والا اگر اسباب میں دینے والے کی اعانت کرے گا تو بہتر ہوگا کہ اچھی بات کی تکمیل پر اعانت بھی اچھی ہے۔ اگر مسکین اپنا حال ظاہر کردے تو دینے والے کا حال معلوم ہو جائے گا۔

حکایت : کسی نے بعض علماء کو کوئی چیز ظاہر میں دی۔ انہوں نے نہ لی اور دوسرے نے کوئی چیز پوشیدہ دی تو لے لی۔ کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ دوسرے شخص نے اپنی خیرات میں ادب اور قاعدہ کو ملحوظ رکھا کہ چھپا کر دیا اسی لئے میں نے قبول کرلیا۔ پہلے شخص نے اپنے عمل میں بے ادبی کی اسی لئے میں نے عطائے تو بلقائے تو مناسب جانا رد کردیا۔

حکایت : کسی نے ایک درویش (صوفی) کو کوئی چیز مجمع میں دی تو اس نے پھیر دی۔ اس نے کہاکہ جو چیز تم کو اللہ تعالیٰ نے دی اس کو کیوں پھیرتے ہو۔ درویش نے کہاکہ جو چیز خاص اللہ تعالیٰ کے لئے تھی تو نے دوسرے کو شریک کردیا اور صرف اللہ تعالیٰ کی نگاہ پر اکتفا نہ کیا تو تیرا شریک میں نے تجھی کو واپس کردیا۔

حکایت : کسی عارف نے ایک چیز پوشیدہ قبول کرلی جسے ظاہر میں واپس کردی تھی۔ دینے والے نے وجہ پوچھی فرمایا کہ ظاہر میں دینے کی وجہ سے تو نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تھی۔ اس لئے میں نے نافرمانی پر تیری مدد نہ کی اب جو تو نے اس کی اطاعت پوشیدہ دینے کی وجہ سے کی تو اس نیکی پر تیری اعانت کی۔

فائدہ : سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر میں جانتا کہ کوئی شخص مال دے کر اس کا ذکر نہ کرے یعنی لوگوں سے نہ کہے گا تو اس کی عطا قبول کرلیتا۔ (4) مسکین ذلت اور خواری سے بچتا ہے کہ ظاہر کے لینے میں ذلت ہوتی ہے اور ایماندار کو نہیں چاہئے کہ خود کو بے عزت اور ذلیل کرلے۔

فائدہ : بعض علماء کو اگر کوئی خفیہ دیتا تو لیتے اور ظاہر میں نہ لیتے اور کہتے کہ ظاہر لینے میں علم کی ذلت اور علماء کی بے عزتی ہے تو میں ایسا نہیں کہ دنیوی مال کو تو اونچا کروں اور انکے عوض علم اور علماء کو پست کروں۔ (5) شرکت کے شبہ سے احتراز کرنا اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس کوئی ہدیہ آئے اور اس کے یہاں کچھ لوگ ہوں تو وہ سب اس ہدیہ میں شریک ہوں۔

فائدہ : سونا چاندی ہدیہ سے خارج نہیں حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ افضل ہدیہ جو کوئی اپنے بھائی کو بھیجے چاندی ہے یا کھانا کھلانا۔

فائدہ : حدیث میں چاندی کو بھی ہدیہ فرمایا۔

مسئلہ : اس سے معلوم ہوا کہ مجمع میں ایک شخص خاص کو اس کی رضامندی کے بغیر کچھ دینا مکروہ ہے اور رضامندی کا حال مشتبہ رہتا ہے اس لئے تنہا میں دے دینا اس شبہ سے محفوظ رکھتا ہے۔

فائدہ : صدقہ ظاہر کر کے دینے اور ایک دوسرے کو بیان کرنے میں چار فائدے ہیں۔ (1) اخلاص اور صدق اور اپنے حال کو عوام کے دھوکا دینے سے بچانا اور ریا سے محفوظ رہنا جیسے واقع میں ہے ویسے ظاہر کر دیا ایسا نہیں کہ حقیقت میں کچھ ہے لیکن نام نمود کی وجہ سے ظاہر نہیں کرتا۔ (2) جاہ منزلت دور اور بندگی اور مسکینی ظاہر ہوتی ہے اور تکبر اور بے حاجت ہونے کے دعوے سے بیزاری پائی جاتی ہے اور لوگوں کی نظروں سے نفس گر جاتا ہے۔

فائدہ : بعض عرفاء نے اپنے شاگرد سے فرمایا کہ لینے کو ہر حال میں ظاہر کر دے کیونکہ جب تو ایسا کرے گا تو لوگ تیرے ساتھ دو قسم ہو جائیں گے۔ (ایک) وہ ہوں گے جن کے دل سے تو گر جائے گا اور ہمارا مقصود یہی ہے اس لئے کہ یہ دین کی سلامتی کے لئے نافع تر ہے اور اس سے نفس کی آفتیں بھی کم ہوتی ہیں۔ دوسرے وہ ہوں گے جن کے دلوں میں تیری گنجائش ہوگی۔ اس اعتبار سے کہ تو نے اپنا حال صاف ظاہر کردیا اور یہ وہی ہے جسے تمہارا بھائی چاہتا ہے کیونکہ اس کا مقصود ثواب کا زیادہ ملنا ہے تو جس صورت میں وہ تجھ سے محبت زیادہ اور تعظیم بہت کرے گا تو اسے ثواب قطعاً" زیادہ ہوگا اور یہ ثواب تجھے بھی ہوگا کہ اس کے ثواب زیادہ دینے کا سبب تو ہی ہوا ہے۔

فائدہ : توحید کا شرک سے بچانا۔ اس لئے کہ عارف کی نظر بجز اللہ رب العزت کے دوسری طرف نہیں ہوتی پوشیدہ اور ظاہر اس کے لئے یکساں ہے تو اس حال کا مختلف ہونا توحید میں شرک ہے۔ بعض اکابر کا قول ہے کہ جو صدقہ پوشیدہ کو لے لیتا ہے لیکن ظاہر کو ہٹا دیتا ہے اس کا ہم اعتبار نہیں کرتے کیونکہ خلق خدا کی طرف التفات کرنا (وہ موجود ہوں یا غائب) نقصان ہے بلکہ چاہئے کہ نظر واحد اللہ یکتا پر ہو۔

حکایت : ایک بزرگ اپنے مریدوں میں سے ایک کی طرف زیادہ مائل تھے۔ مریدوں کو یہ بات شاق محسوس ہوئی۔ اس بزرگ نے چاہا کہ ان لوگوں پر اس مرید کی فضیلت ظاہر کرے اسی لئے ہر ایک مرید کو ایک ایک مرغی دی اور کہا ہر ایک اپنی مرغی ایسی جگہ ذبح کرے جہاں کوئی نہ دیکھے تمام مرید چلے گئے اور اپنی اپنی مرغی ذبح کر لائے مگر وہ مرید مرغی زندہ لایا تمام مریدوں سے بزرگ نے پوچھا تو کہا کہ ہمیں جیسا حکم تھا۔ اس کی تعمیل کر دی اس مرید سے پوچھا کہ تو نے اپنے ساتھیوں کی طرح مرغی ذبح کیوں نہ کی اس نے کہا کہ مجھے کوئی ایسی جگہ نہ ملی جہاں کوئی نہ دیکھتا ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود تھا۔ اس بزرگ نے مریدوں سے کہا کہ اسی وجہ سے میں اس کی طرف زیادہ مائل ہوں کہ وہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی طرف دھیان نہیں کرتا۔

فائدہ (4) : ظاہر کرنے میں سنت شکر ادا کرنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (پ 30 الضحیٰ 11) اور

اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ (کنزالایمان) نعمت چھپانا ناشکری میں داخل ہے اللہ تعالیٰ ان کی مذمت کرتا ہے اور انہیں بخیل فرماتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو چھپاتے ہیں۔ فرمایا اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَیَکْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ (پ 5 النساء 37) جو آپ بخل کریں اوروں سے بخل کے لئے کہیں اور اللہ نے جو انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپائیں [1] (کنزالایمان)

1۔ یہ آیت یہودیوں کے حق میں نازل ہوئی۔ جو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت بیان کرنے میں بخل کرتے اور چھپاتے تھے۔ (ابن الفرقان) حضرت امام جلال الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس قسم کی تمام آیات میں یہی کہا کہ چھپانے سے مراد حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت ہے کہ آپ کے کمالات و معجزات بیان نہ کرنا یا اس سے بخل کرنا یہودیوں کا شیوا ہے۔ آج کے دور میں بھی یہودیت کے طریقے عام ہیں کہ سوائے اہلسنت کے کہ نعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نفرت بلکہ بعض بدبخت تو اسے بدعت کے فتویٰ سے داغتے ہیں لیکن اہلسنت کے نعت خوانوں اور نعت شنواؤں نے بھی بہت سے غیر شرعی امور کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ داڑھی منڈے اور پرلے درجے کے لالچی اور شرع مطہرہ سے کوسوں دور نعت خوانی کرتے ہیں اور سننے والے بھی فوٹوکشی اور دیگر بے جا اسراف کا ارتکاف کرتے ہیں اللہ ہدایت دے۔ اس کی تفصیل حقیر کی تصنیف نعت خوانی کا ثبوت اور اس کے آداب میں ہے۔ اویسی غفرلہ۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر انعام کرتا ہے تو یہ بھی پسند کرتا ہے کہ وہ نعمت اس پر دیکھی جائے۔

حکایت : کسی نے کسی عارف کو کچھ چھپا کر دیا۔ عارف نے اپنا ہاتھ اونچا کر دیا اور کہا کہ یہ دنیا کی چیز ہے اس میں ظاہر کر دینا افضل ہے پوشیدہ کرنا آخرت کے امور میں افضل ہوتا ہے۔ اسی لئے بعض اکابر نے فرمایا کہ جب تم میں کچھ مجمع میں دیا جائے تو لے لو پھر اس کو تنہائی میں واپس کر دو۔

حدیث (1) : حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ عزوجل۔ ترجمہ۔ جس نے لوگوں کا شکرانہ نہ کیا اس نے اللہ تعالیٰ کا شکرانہ نہ کیا۔

حدیث : شکرانہ بدلے کا قائم مقام ہوتا ہے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی تمہارے ساتھ سلوک کرے تو اس کا بدلہ دو اگر تم سے بدلہ نہ ہو سکے تو اس کی تعریف کرو اور اس کے لئے دعائے خیر کرو تاکہ یقین ہو جائے کہ بدلہ ادا کر چکے۔

حکایت : جب مہاجروں نے شکر کے بارے میں عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم نے ان لوگوں سے بہتر اور لوگ نہیں دیکھے کہ ہم ان کے پاس اترے تو انہوں نے اپنا مال ہمیں بانٹ دیا یہاں تک خوف ہوا کہ کہیں تمام ثواب ہی نہ لے جائیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا نہیں تم نے جو ان کا شکریہ کیا اور تعریف

کی تو اس سے ان کا بدلہ ہو گیا۔

فائدہ: ان تمام فوائد کو تو تم معلوم کر چکے۔ اب یہ جاننا ہے کہ لوگوں کا ایک اختلاف منقول ہے تو ان کا مسئلہ میں اختلاف نہیں بلکہ نتیجہ میں اختلاف ہے۔

فیصلہ امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ: تحقیق یہ ہے کہ ہم یہ حکم یقینی طور نہیں کرتے کہ پوشیدہ لینا ہر حال میں افضل ہے یا ظاہر میں لینا بہتر ہے بلکہ یہ نیات کے اختلاف سے مختلف ہوتی ہے اور نیات احوال اور اشخاص کے اختلاف سے جدا جدا ہو جاتی ہیں۔ اس صورت میں اخلاص والے کو چاہئے کہ اپنے نفس کا نگران رہے تاکہ مغالطہ میں نہ پڑے نہ طبیعت کا دھوکہ اور فریب کھائے نہ شیطان کے دام فریب میں آئے اور مکروفریب صدقہ پوشیدہ لینے کی وجوہات میں بہ نسبت ظاہر لینے کے زیادہ ہے باوجودیکہ اسے دونوں میں دخل ہے۔ صدقہ خفیہ لینے میں تو فریب کو دخل اس لئے ہے کہ طبیعت خفیہ لینے پر راغب ہے اس لئے کہ اس صورت میں جاہ و منزلت محفوظ رہتی ہے لوگوں کی نگاہوں سے قدرو منزلت نہیں گرتی کوئی مسکین کو بچشم حقارت اور دینے والے کو محسن اور منعم اس وجہ سے نہیں دیکھتا یہ مرض طبعیت میں چھپا رہتا اور نفس میں پوشیدہ ہوتا ہے اور شیطان اس کے ذریعہ سے فوائد کا اظہار کرتا ہے۔ یہاں تک جو پانچ فوائد ہم نے لکھے ہیں ان سب کی حلت (خفیہ لینے سے) بیان کر دیتا ہے اور ان سب کی کسوٹی صرف ایک بات ہے وہ یہ ہے کہ کسی کو اپنے صدقہ لینے کا حال کھل جانے سے اتنا ہی رنج ہو جتنا کہ کوئی اس کا ہم جنس اگر خفیہ لے اور اس کا حال سنبھال جائے اس سے رنج ہو غرضیکہ آزادی ہو جانے کا رنج اپنے اور غیر کے حال میں یکساں ہو۔ اس لئے کہ اگر خفیہ لینے سے اس کا مقصود تھا کہ لوگ غیبت اور حسد میں مبتلا نہ ہوں اور بدگمانی نہ کریں یا پردہ دری سے بچتا دینے والے کو خفیہ دینے کی رغبت دلانا یا علم کو ذلت سے بچانا منظور تھا تو یہ ساری باتیں دوسرے بھائی کے صدقہ لینے کے حال کھلنے سے بھی ہوں گی اس صورت میں اگر اپنا حال ظاہر ہوتا تو ناگوار زیادہ ہوتا اور دوسرے اپنے بھائی کا حال کھلنا اتنا گراں نہ ہو تو پھر یہ کہنا کہ میں ان فوائد کی وجہ سے خفیہ لیتا ہوں محض مغالطہ اور شیطان کا مکر ہے کہ علم کی ذلت ممنوع ہے کسی کا بھی ہو یہ نہیں کہ خاص زید یا عمر کے علم کی ذلت تو ناجائز ہے اور بکر کی جائز اسی طرح غیبت اس لئے ممنوع ہے کہ اس میں محفوظ آبرو کے درپے ہونا ہے یہ نہیں کہ زید کی آبرو کا تعرض ہو تو ناجائز ہو اور بکر کی آبرو کا ہو تو جائز ہو جو اسے اچھی طرح لحاظ رکھتا ہے اس سے شیطان مار کھا جاتا ہے ورنہ یہ صورت ہوتی ہے کہ عمل بہت سا کرے اور ثواب تھوڑا نصیب ہو۔

فائدہ صدقہ: ظاہر لینے میں طبیعت کو اس لئے رغبت ہے کہ اس سے دینے والے کے دل کو خوشی ہوتی ہے اور اس کو ایسے افعال پر ابھارتی ہے اور دوسروں کے سامنے ذکر کرنے سے ان کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص بہت ممنون ہوتا ہے اس کی تعظیم اور حال کی جستجو زیادہ چاہئے اور یہ بات دل میں چھپی رہتی ہے اور شیطان دیندار پر اور کسی طرح اس خیانت کے نکالنے پر قادر نہیں ہوتا مگر سنت کی آڑ میں اپنا داؤ چلا کر کہتا ہے کہ شکر ادا کرنا سنت ہے

اور خفیہ رکھنا ریا میں داخل ہے اور وہ وجوہ جو ہم نے صدقہ ظاہر کرنے کے متعلق لکھے ہیں ان کو اس پر پیش کرتا ہے تاکہ صدقہ ظاہر کرنے پر اس کو آمادہ کرے اور قصد باطنی اس کا وہی ہوتا ہے کہ دینے والا اپنی تعریف سے تو نقصان اٹھائے گا لیکن دوسروں کو شوق خدمت پیدا ہو گا اس کا امتحان یہ ہے کہ اپنے نفس کا میلان شکر کی طرف اس صورت میں خیال کرے کہ اس شکر کی خبر نہ دینے والے کو پہنچے نہ ان لوگوں کو جنہیں اس کے کچھ دینے کی رغبت ہو اور اس جماعت کے سامنے شکر کا خیال کرے جو ظاہر میں دینے کو برا جانتے ہوں اور خفیہ دینے پر راغب ہوں اور ان کی عادت یہ ہو کہ بجز خفیہ رکھنے والے دیگر کسی کو نہ دیتے ہوں تو اگر یہ حالات اس کے نزدیک برابر ہوں تب تو جان لے کہ صدقہ کے ظاہر کرنے کا سبب شکر کی سنت ادا کرنا اور نعمت ظاہر کرنے کے لئے ہے ورنہ سمجھ لے کہ یہ شیطان کا فریب اور مغالطہ ہے پھر جب یہ معلوم ہو جائے کہ ظاہر کرنے کا باعث شکر کی سنت ادا کرنا ہے تو چاہئے کہ دینے والے کے حق ادا کرنے سے بھی غافل نہ ہو یعنی سوچ لے کہ شاید وہ ایسے لوگوں سے ہو جو شکر اور نعمت کے ظاہر کرنے کو پسند کرتے ہوں تو چاہئے کہ اس کے صدقہ کو خفیہ رکھے اور شکر نہ کرے کیونکہ اس کا حق اس بات کو چاہتا ہے کہ ظلم پر اس کی اعانت نہ کرے اور اس کا طالب ہونا شکریہ ایک ظلم ہے تو اس پر اعانت نہ چاہئے اور جب اس کا حال یوں معلوم ہو کہ وہ شکر کو پسند نہیں کرتا اور نہ اسے صدقہ سے شکر مقصود ہے تو اس صورت میں اس کا شکر کرے اور اس کا صدقہ ظاہر کرے۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے صحابہ نے ایک شخص کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا کہ تم نے اس کی گردن مار دی اگر وہ سنے گا تو فلاح نہ پائے گا۔ باوجودیکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعض لوگوں کی تعریف ان کے منہ پر کیا کرتے تھے اس لئے کہ آپ کو ان کے یقین پر اعتماد تھا اور جانتے تھے کہ یہ تعریف ان کو مضر نہ ہوگی بلکہ ان کو خیر کی رغبت زیادہ کرے گی۔ مثلاً ایک شخص کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ جنگل والوں کا سردار ہے اور دوسرے کو ارشاد فرمایا کہ تمہارے پاس کسی قوم کا کریم آئے تو اس کی تعظیم کرو۔ اور ایک شخص کی گفتگو سنی تو اچھی معلوم ہوئی۔ اور فرمایا ان من البیان سحرا بعض بیان جادو ہوتا ہے۔ اور فرمایا جب تم میں سے کوئی کسی کی اچھائی معلوم کرے تو چاہئے کہ اس کو خبر کر دے کہ وہ خیر یعنی بھلائی میں ہے اس سے وہ اور زیادہ رغبت کرے گا اور فرمایا اذا مدح المومن ربی الایمان فی قلبہ ترجمہ۔ جب مومن کی تعریف کی جاتی ہے تو اس کے دل میں ایمان بڑھ جاتا ہے۔ سفیان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ثوری فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے نفس کو پہچان لے اس کو لوگوں کی تعریف مضر نہیں ہوتی۔

حکایت : یوسف بن اسباط کو حضرت سفیان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب تمہیں کچھ مال دوں تو تمہارے لئے مجھے اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نعمت کی تم چاہو شکر کرو یا نہ کرو۔

فائدہ : جو شخص اپنے دل کی نگہبانی کرتا ہے اسے چاہئے کہ ان باریک باتوں کا لحاظ رکھے کیونکہ اعضاء کے اعمال میں

اگر یہ باریکیاں ملحوظ نہ رہیں تو وہ شیطان کی ہنسی اور مذاق ہوں گی کہ محنت بہت ہو اور نفع کم اس جیسے علم کے بارے میں کہا کرتے ہیں کہ علم کا ایک مسئلہ سیکھنا سال کی عبادت سے افضل ہے کیونکہ علم سے عمر بھر کی عبادت زندہ ہوتی ہے اور مسئلہ نہ جاننے سے تمام زندگی کی عبادت ضائع ہو جاتی ہے۔

خلاصہ : صدقہ مجمع میں لینا اور خفیہ لوٹا دینا تمام طریقوں میں عمدہ اور محفوظ تر ہے اسے خوشامد سے وضع نہ کرنا چاہئے۔ ہاں اگر معرفت کامل ہو اور ظاہر باطن آدمی کے نزدیک برابر ہو تو پھر خفیہ لینے کا بھی مضائقہ نہیں لیکن ایسے شخص کا اعتقاد سے ہے کہ اس کا ذکر تو ہے لیکن دیکھنے میں نہیں آیا۔ (اللہ تعالیٰ سے ہم سوال کرتے ہیں کہ ہماری مدد کرے اور توفیق عطا فرمائے۔)

صدقہ افضل ہے یا زکوٰۃ : ابراہیم خواص اور حضرت جنید بغدادی اور بعض دیگر بزرگوں کی تو یہ رائے ہے کہ صدقہ لینا زکوٰۃ لینے سے افضل ہے اس لئے کہ زکوٰۃ لینے میں مسکینوں کے لئے مزاحمت اور تنگی کرنا ہے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بعض اوقات زکوٰۃ لینے کا استحقاق نہیں ہوتا۔ یعنی جیسے کلام مجید میں وصف مذکور ہے وہ وصف خود میں نہیں ہوتی اور صدقہ کے مال میں گنجائش زیادہ ہے۔ بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ زکوٰۃ لینی چاہئے نہ کہ صدقہ کا۔ کیونکہ زکوٰۃ لینے سے لوگوں کو واجب ادا کرنے پر اعانت ہوتی ہے اور تمام مسکین زکوٰۃ کا لینا چھوڑ دیں تو سب گناہگار ہوں گے۔ ایک اور وجہ یہ ہے کہ اس میں کسی کا احسان نہیں وہ اللہ تعالیٰ کا حق واجب مالدار کے ذمہ ہے کہ اس سے اس کے محتاج بندوں کو روزی پہنچتی ہے۔ ایک اور وجہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کا لینا تو حاجت کی وجہ سے ہے اور حاجت ہر شخص کی اس کو قطعاً" معلوم ہوا کرتی ہے اور صدقہ کا لین دین کی وجہ سے ہے کیونکہ غالب یہی ہے کہ دینے والا اسی کو دیتا ہے جس میں بہتری کا معتقد ہوتا ہے۔ ایک اور وجہ یہ ہے کہ مساکین کی موافقت ذلت اور مسکنت میں بہت دخل رکھتی ہے اور تکبر سے دور تر ہے اس لئے کہ صدقہ کو تو انسان کبھی ہدیہ کے طور پر بھی لے لیتا ہے تو صدقہ اور ہدیہ میں فرق نہیں رہتا مگر زکوٰۃ کے لینے میں لینے والے کی حاجت اور ذلت پر تصریح ہوتی ہے۔

فیصلہ امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ : حق یہ ہے کہ یہ امر مستحق کے حالات کے مطابق مختلف ہوا کرتا ہے اور جس طرح کی حالت اس پر غالب ہو اور جو نیت ہو' اسی طرح کا حکم کیا جاتا ہے۔ اگر کسی کو صفت استحقاق سے اپنے متعلق موصوف ہونے میں شبہ ہو تو اس کو زکوٰۃ نہیں لینی چاہئے اور جس صورت میں جانے میں قطعاً" مستحق ہوں اپنے ذمہ قرض رکھتا ہے جائز جگہ پر خرچ کیا ہو اور کوئی صورت اس کے ادا کی نہیں تو وہ یقیناً مستحق ہے تو ایسے شخص کو اگر صدقہ اور زکوٰۃ میں اختیار دیا جائے تو سوچے کہ اگر میں یہ صدقہ نہ لوں گا تو مالک مال کو صدقہ نہ کرے گا۔ تب تو صدقہ ہی لے کیونکہ زکوٰۃ واجب کو مالک مستحقین کو ادا کرے گا تو اس صورت میں خیرات زیادہ بھی ہوگی اور مسکینوں کو بھی زیادہ پہنچے گا اور اگر مالک نے وہ مال بھی صدقہ کی نیت سے رکھا ہے کچھ خاص کسی کے لینے ہی پر منحصر نہیں اور زکوٰۃ کے لینے میں مساکین پر کچھ تنگی بھی نہ ہوتی ہو تو ایسی صورت میں اختیار ہے صدقہ لے لیں یا زکوٰۃ بہرحال ہر دونوں کے لینے میں حال ایک جیسا ہی ہے مگر پھر بھی زکوٰۃ کا لینا نفس کشی اور اس کی تذلیل بہت زائد ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ بالصواب (باب اسرار زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ختم ہوا)

باب 6

روزہ اور اس کے اَسرار اور حکمتیں

یاد رہے کہ روزہ ایمان کا چوتھا رکن ہے اس کے بہت فضائل و برکات ہیں چند ایک ملاحظہ ہوں۔

احادیث مبارکہ (1) : حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا الصوم نصف الصبر روزہ صبر کا آدھا حصہ ہے۔ (2) فرمایا الصبر نصف الایمان صبر ایمان کا آدھا حصہ ہے۔

فائدہ : اس سے معلوم ہوا کہ روزہ ایمان کے نصف کا نصف ہے یعنی چوتھائی ہے چونکہ روزہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت اور ارکان اسلام میں سے ہے تو اس خاصیت کی وجہ سے اسے اوروں پر فوقیت ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ کا قول ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث قدسی میں فرمایا ہے کہ تمام نیکیاں دس گنے ثواب سے سات سو گنے تک ہوں گی۔ مگر روزہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا انما یوفی الصبرون اجرھم بغیر حساب (صبر والوں کو ثواب ان کا بے حساب ملے گا) اور روزہ صبر کا آدھا ہے تو اس صورت میں اس کا ثواب بھی حساب سے باہر ہوگیا اور اس کی فضیلت میں اتنا کافی ہے۔ (4) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا والذی نفسی بیدہ لخلوف فم الصائم اطیب عند اللّٰہ من ریح المسک لقول اللّٰہ عزوجل انما یدر شھوتہ وطعامہ وشرابہ لاجلی فالصوم لی وانا اجزی ترجمہ : قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ عزوجل کے نزدیک خوب ہے مشک کی خوشبو سے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ بے شک بندہ خواہشات اور کھانا پینا میرے لئے چھوڑتا ہے تو روزہ میرے لئے ہے میں اس کی جزا دوں گا۔ للجنۃ باب یقال لہ الریان لا یدخلہ الا الصالمون وھو موعود بلقاء اللّٰہ تعالی ترجمہ : جنت کا ایک دروازہ ہے جسے باب الریان کہا جاتا ہے اس میں سوائے روزہ داروں کے اور کوئی داخل نہ ہو گا اور روزہ دار اللہ عزوجل کے دیدار کا وعدہ ہو چکا ہے۔ اور فرمایا الصائم فرحتان فرحۃ عند الافطار و فرحۃ لقائہ ترجمہ : روزہ دار کو دو خوشیاں ہیں پہلی افطار کے وقت دوسری دیدار الٰہی عزوجل کے وقت فرمایا ہر چیز کا ایک دروازہ ہے اور عبادت کا دروازہ روزہ ہے۔ (7) فرمایا روزہ دار کا سونا عبادت ہے۔ (8) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان کا مہینہ داخل ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے بند ہو جاتے ہیں اور شیطان باندھ دیئے جاتے ہیں اور ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ اے طالب خیر آگے بڑھ اور اے طالب شر بس کر۔ (9) کُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓــٴًـۢا بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ (الحاقۃ ۲۴) اس آیت

کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ ایام روزہ کے ہیں اس لئے کہ ان میں کھانا اور پینا چھوڑ رکھا تھا۔ (9) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا کے زہد اور روزہ کو فخر و مباہات میں یکجا فرمایا ہے۔ چنانچہ زہد کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو ان عابد سے اپنے فرشتوں پر فخر فرماتا اور ارشاد فرماتا ہے کہ اے جوان میرے لئے اپنی خواہش چھوڑنے والے اور میری رضا میں اپنی جوانی خرچ کرنے والے تو میرے نزدیک ایسا ہے جیسے کوئی میرا فرشتہ ہو۔ (ll)روزہ دار کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے فرشتو میرے بندے کو دیکھو کہ اپنی شہوت اورلذت اور کھانا پینا میرے سبب سے چھوڑ دیا ہے۔ (ll) بعض علماء نے اس آیت فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَآءً (الاتہ پ 21 الم السجدہ 17) توکسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک چھپا رکھی ہے۔ صلہ ان کے اعمال کا☆ کی تفسیر فرمایا ہے کہ ان کا عمل روزہ تھا کہ صابروں کے حق میں فرمایا ہے اِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ٥

فائدہ : اس سے معلوم ہوا کہ صابر کے لئے ثواب انڈیل کر ڈھیر لگا دیئے جائیں گے کہ وہم و اندازہ میں نہ آسکے اور ایسا ہونا شایان شان ہے اس لئے کہ روزہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اس کی طرف منسوب ہونے سے اس کو شرف ہے اگرچہ ساری عبادتیں اسی کے لئے ہیں مگر روزے کو ایسا شرف ہے جیسے خانہ کعبہ کو ہے اگرچہ زمین پر ہے اور زمین بھی اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن کعبہ کو بیت اللہ کا شرف نصیب ہوا۔

اہم فائدہ : روزہ کو یہ شرف دو وجہ سے ہے۔ (ا) روزہ رکھنا چند چیزوں سے بعض رہنا اور بعض افعال کا ترک کرنا ہے اور یہ امر باطنی ہے اس میں کوئی عمل ایسا نہیں جو آنکھ سے محسوس ہو اور دوسری عبادتیں محسوس ہوتی ہیں اور روزے کو بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا کیونکہ وہ عمل باطن کا ہے صرف صبر کرنے کی وجہ سے۔ (2) روزہ اللہ تعالیٰ کے دشمن پر دباؤ اور غالب ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان انسان میں خون کے چلنے کی جگہوں میں پھرتا ہے۔ پس اس کی راہوں کو بھوک سے بند کرو اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ جنت کے دروازے ہمیشہ کھٹکھٹائے عرض کیا کہ کس چیز سے آپ نے فرمایا بھوک سے۔ اور بھوک کی فضیلت باب غذا کی کثرت حرص اور تدبیر میں جلد سوم میں مذکور ہوگی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

چونکہ روزہ بالخصوص شیطان کا بیخ کن اور اس کی راہوں کا بند کرنے والا اور اسکے راستوں کا تنگ کرنے والا ہے اس لئے مستحق ہوا کہ خاص اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو کیونکہ دشمن خدا کی بیخ کنی میں اللہ تعالیٰ کی نصرت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا بندے کی مدد کرنا اس پر موقوف ہے کہ بندہ اس کی نصرت کرے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان تنصروا اللہ ينصركم و يثبت اقدامكم ترجمہ۔ اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔ یعنی جہاد لے گا تمہارے پاؤں۔ قدم مضبوط کروں گا۔ غرضیکہ کوشش بندے کی جانب سے ہے اور ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے

چنانچہ فرمایا ہے۔ والذین جاھدوفینالنھد ینھم سبلنا۔ (پ 21 الروم 69) ترجمہ۔ جس نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے رستے دکھائیں گے۔ اور فرمایا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ (پ 13 الرعد 11) ترجمہ: بیشک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔ (کنزالایمان)

فائدہ : اور تغیر کے لئے شہوات کو توڑنے کا حکم اس لئے ہے کہ شہوات شیطانوں کی چراگاہیں ہیں جب تک یہ ہری بھری رہیں گی۔ ان کی آمدورفت موقوف نہ ہوگی اور جب تک آتے جاتے رہیں گے تب تک بندے کو اللہ تعالیٰ کا جلال ظاہر نہ ہوگا اور اسکے لقاء محجوب رہے گا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر بنی آدم کے دلوں پر شیاطین دورہ نہ کرتے رہتے تو وہ آسمان کے ملکوت کو دیکھنے لگتے۔ اس وجہ سے روزہ عبادت کا دروازہ اور سپر ہو اور جب کہ اس کی فضیلت اس حد تک ہے تو ضروری ہوا کہ اس کی ظاہری باطنی شرطوں کو مع اس کے ارکان اور سنتوں کے بیان کیا جائے اور یہ باتیں تین فصلوں میں بیان کی جائیں گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

واجبات ظاہرہ : وہ چھ ہیں۔ (1) ابتداء رمضان معلوم کرنا۔ یہ چاند کے دکھائی دینے سے معلوم ہوتی ہے۔ اگر آسمان صاف نہ ہو تو شعبان کے تیس دن پورے ہو جانے سے معلوم ہوئی چاند دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی رویت کا علم ہو جائے اور علم رویت ایک عادل کے کہنے سے ہو جاتا ہے اور عید فطر کا چاند بغیر دو عادل انسانوں کے کہنے کے ثابت نہیں ہوتا کہ عبادت کی احتیاط اس کا مقتضی ہے۔

مسئلہ : جس نے چاند کی رویت ایک عادل آدمی سے سنی اور اس کے کہنے کا اعتبار کیا اور غالب ظن یہی ہے کہ یہ شخص درست کہتا ہے تو اس کو روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ اگرچہ قاضی اس کی رویت پر حکم نہ دے پس ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اپنی عبادت کے بارے میں اپنے ظن کے مطابق عمل کرے۔

مسئلہ : جب چاند ایک شہر میں دیکھا جائے اور دوسرے شہر میں نظر نہ آئے اور ان دونوں شہروں میں دو منزل سے کم تر فاصلہ ہو تو روزہ سب پر واجب ہوگا اگر فاصلہ زیادہ ہو تو ہر شہر کا حکم جدا ہے۔ ایک شہر کا وجوب دوسرے شہر پر تجاوز نہ کرے گا۔ **نیت۔ مسئلہ** : (2) ہر ایک رات کے لئے رات سے تعین اور جزم کے ساتھ نیت چاہئے۔

مسئلہ : اگر تمام ماہ رمضان کی نیت ایک ہی دفعہ کرے تو کافی نہ ہوگا۔ اس لئے ہم نے نیت میں قید ہر شب کی لگائی اور اگر نیت دن کو کرے گا تو نہ رمضان کا روزہ نہ فرض کا بلکہ نفل کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔ اسی لئے ہم نے رات سے نیت کرنے کی قید لگائی۔

مسئلہ : اگر نیت مطلق روزہ کی یا فرض مطلق کی کرے گا تو جائز نہ ہوگا اسی لئے ہم نے کہا ہے کہ نیت تعیین کے ساتھ ہو کہ روزہ رمضان فرض اللہ عزوجل کا رکھتا ہوں۔

مسئلہ : اگر شک کی رات میں یوں نیت کرے کہ کل اگر رمضان ہوگا تو روزہ رکھوں گا۔ تو نیت کافی نہ ہوگی۔ کیونکہ

اس میں جزم یعنی یقین نہیں۔ ہاں اگر نیت ایک عادل شخص کے کہنے پر اعتبار کرکے کی ہے تو اس کی غلطی یا جھوٹ کے احتمال سے جزم باطل نہ ہوگا۔ یا قرینہ حال کی ہمراہی میں نیت کی ہو مثلاً شب آخر رمضان میں شک ہو تو یہ شک یقین کا مانع نہیں ہے یا نیت کو اجتہادی تائید ہو مثلاً اگر کوئی کسی جیل میں قید ہو اور اس کے گمان میں غالب یہی ہو کہ رمضان شروع ہوگیا اور اس کی رائے مقتضے اس امر کی ہو تو اس کا شک کرنا اس کی نیت کا مانع نہیں اور جب کہ شک کی رات میں اس کو شک ہو تو پھر زبان نیت یقینی کرنی مفید نہیں۔ اس لئے کہ نیت کا محل تو دل ہے اس میں تو قصد یقینی شک کے ساتھ ممکن نہیں مثلاً جیسے رمضان کے درمیان میں کہے کہ کل اگر رمضان ہوگا تو روزہ رکھوں گا کہ یہ شک اس کو ضرر نہیں کیونکہ یہ شک صرف زبان پر ہے دل جو محل نیت ہے اس میں تردد نہیں بلکہ اس میں یقین ہے کہ کل رمضان ہی ہوگا۔

مسئلہ : اگر کوئی رات کو نیت کرچکا ہو اور بعد نیت کے کچھ کھانا کھایا تو اس کی نیت نہیں جائے گی۔

مسئلہ : اگر عورت نے حالت حیض میں روزہ کی نیت کی اور فجر سے پہلے پاک ہوگئی تو اس کا روزہ درست ہوگا۔ (3) روزہ یاد ہوتے ہوئے جان کر کسی چیز کو پیٹ میں پہنچانے سے بندش کرے اس سے یہ ثابت ہوا اگر روزہ میں دانستہ کھائے گا یا پیئے گا' یا ناک کی راہ سے کوئی چیز پیٹ میں چلی جائے یا حقہ کرائے گا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اور قصد کھلانے یا پچھنے لگوانے اور سرمہ ڈالنے اور کان میں سلائی ڈالنے سے نہیں ٹوٹے گا۔

مسئلہ : پیشاب گاہ میں سلائی ڈالنا بھی روزے کا مفسد نہیں لیکن اگر اس میں ایسی چیز ٹپکائے جو مثانہ میں پہنچ جائے تو یہ مفسد ہے۔

مسئلہ : جو چیز بلاقصد پیٹ میں چلی جائے جیسے راستے کا غبار یا مکھی یا کلی کرنے کے وقت پانی چلا جائے تو مفسد نہیں لیکن اگر غرارہ کرنے سے جائے تو مفسد ہوگا۔ کہ قصور روزہ دار کا ہے ہماری غرض دانستہ فعل کرنے سے یہی ہے کہ ایسے فعل کا مرتکب ہو۔ جس میں احتمال قوی روزے کے فاسد ہونے کا ہو اور روزہ کے یاد ہونے کی قید اس لئے لگائی کہ بھولنے والا اس سے مستثنٰی ہو جائے کیونکہ بھول کر یہ امور مفسد روزہ نہیں۔

۔ یہ امام شافعی کا مذہب ہے۔ احناف کے نزدیک ایک جگہ چاند ہوا تو وہ صرف وہیں کے لئے نہیں بلکہ تمام جہان کے لئے ہے مگر دوسری جگہ کے لئے اس کا حکم اس وقت ہے کہ ان کے نزدیک اس دن تاریخ میں چاند ہونا شرعی ثبوت سے ثابت ہو جائے یعنی دیکھنے کی گواہی یا قاضی کے حکم کی شہادت گزرے یا متعدد جماعتیں وہاں سے آکر خبر دیں کہ فلاں جگہ چاند ہوا ہے اور وہاں لوگوں نے روزہ رکھا یا عید کی (در مختار) بہار شریعت)
دور حاضر میں دوسرے مسائل کی طرح رویت ہلال بھی لاپرواہی کی زد میں ہے آج تو یہ حال ہے کہ الاماشاءاللہ رویت ہلال کمیٹی کا خود کبھی چاند دیکھنے یا اس کے لئے اہتمام گوارہ نہیں فرماتے۔ بس ریڈیو کھولا' اعلان ہوگیا کہ عید ہوگئی۔ اللہ اللہ خیر سلا۔ اس کے لئے خاص اہتمام کی ضرورت ہے جسے آج بے اعتنائی کے کھاتے میں ڈال دیا گیا ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے اس موضوع دو رسالے بہت مشہور

مسئلہ : جو شخص جان بوجھ کر سحر کھائے یا افطار کرے پھر معلوم ہو کہ صبح تھی یا دن باقی تھا تو اس پر قضا لازم ہوگی۔

مسئلہ : اگر اپنے گمان اور اجتہاد کے حکم پر بدستور جما رہے گا تو قضا لازم نہ آئے گی اور ان دونوں وقتوں میں بغیر گمان اور اجتہاد کے کھانا نہ چاہئے۔ (4) جماع نہ کرنا' اس کی حد یہ ہے کہ سر ذکر غائب ہو جائے اگر بھول * کر صحبت کرلے گا تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔

مسئلہ : اگر رات کو صحبت کی یا خواب میں احتلام ہوگیا اور حالت ناپاکی میں صبح ہوگئی تو اس سے روزہ نہیں جاتا

مسئلہ : اگر روزہ دار اپنی بی بی سے صحبت کرتا رہا کہ صبح ہوگئی اور فوراً علیحدہ ہوگیا تو روزہ درست ہوگا اور اگر بعد صبح کے توقف کرے گا اور علیحدہ نہ ہوگا تو کفارہ لازم آئے گا اور روزہ جائے گا۔ (5) منی نکالنے سے رکا رہنا یعنی منی کو قصداً نہ جماع سے نکالے نہ بغیر جماع کے قصداً اس کا نکالنا روزہ کا مفسد ہے۔

مسئلہ : اپنی زوجہ کا بوسہ لینا اور پاس لٹانا روزے کا مسد نہیں جب تک انزال نہ ہو مگر یہ امور مکروہ ہیں ہاں اگر روزہ دار بوڑھا ہو یا اپنی شہوت پر قابو رکھتا ہو تو بوس و کنار کا مضائقہ نہیں۔ پھر بھی اس کا نہ کرنا بہتر ہے۔

مسئلہ : بوسہ سے انزال ہونے کا خوف کرتا تھا پھر بوسہ لیا اور منی نکل پڑی تو روزہ جاتا رہے گا کہ اپنی طرف سے قصور کیا۔ (6) قے کرنے سے رکاوٹ ڈالنا اپنے آپ قے کرنا روزہ کا مفسد ہے۔ اور اگر خود ہو جائے تو مفسد نہیں۔

مسئلہ : اگر بلغم حلق سے یا سینے سے نکل جائے تو روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ اس کی ضرورت میں سب مبتلا ہیں۔ ہاں اگر بلغم کے منہ میں پہنچنے کے بعد نکلے گا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

افطار : افطار صوم کے لئے چار باتیں لازم ہیں۔ (1) قضا (2) کفارہ (3) فدیہ دینا (4) باقی دن نہ کھانا پینا۔ روزہ داروں کی طرح رہنا۔

فائدہ : ان میں سے ہر ایک جدا جدا شخصوں کے لئے ہے۔ قضا۔ ہر مسلمان عاقل بالغ پر واجب ہے جو روزہ بلا عذر نہ رکھے۔ اس سے یہ ثابت ہوا حائضہ عورت یا مرتد روزہ کی قضا کریں لیکن کافر اور لڑکے اور مجنون پر قضا نہیں۔ اور رمضان کے روزوں کی قضا مسلسل رکھنا بھی شرط نہیں جس طرح چاہے اکٹھے خواہ جدا جدا قضا کرے اور کفارہ روزہ کا بجز جماع کے اور باتوں سے واجب نہیں ہوتا۔ مثلاً کھانے اور پینے اور بلا جماع منی نکالنے سے کفارہ واجب نہیں۔

مسئلہ : کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے اگر نہ ہو سکے تو دو مہینے مسلسل روزے رکھے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکینوں کو ایک وقت مد کھانا دے مد سو روپیہ کے سیر سے تین پاؤں ہوتا ہے۔

ہیں۔ ان کی الاہلال ان کے فیض سے فقیر کے دو رسالے ایک مطبوعہ دوسرا غیر مطبوعہ تتبع القال اور احسن القال ہے۔

مسئلہ : امساک بقیہ دن میں ان لوگوں پر واجب ہے جنھوں نے افطار کرنے سے معصیت کی ہو یا افطار میں قصور ان کی طرف سے ہوا ہو۔

مسئلہ : حائضہ اگر کچھ دن رہے پاک ہوئی ہو یا مسافر سفر سے افطار کی حالت میں دن سے آیا ہو تو ان دونوں پر بقیہ دن کا امساک واجب نہیں۔

مسئلہ : اگر شک کے دن ایک عادل شخص چاند کی گواہی دے تو امساک واجب ہے۔

مسئلہ : سفر میں روزہ رکھنا افطار کی نسبت افضل ہے۔ لیکن اگر مسافر کو طاقت نہ ہو تو افطار بہتر ہے۔

مسئلہ : اول سے مقیم تھا پھر سفر کیا تو سفر کو نکلے اس روز افطار نہ کرے اور نہ اس روز کہ سفر میں روزہ رکھ کر مکان پر روزہ سے پہنچ جائے۔

احکام فدیہ : حاملہ اور دودھ پلانے والی پر فدیہ واجب ہے جبکہ یہ دونوں اپنی اولاد کے خوف افطار کریں۔

فائدہ : ہر روزہ کے عوض ایک مد گیہوں ایک مسکین کو دیں اور روزہ کی قضا کریں اور نہایت بوڑھا کمزور جب روزہ نہ رکھے تو ہر دن کے عوض ایک مد گیہوں دے۔

روزہ کی سنتیں : روزہ کی سنتیں چھ ہیں۔ (1) سحری دیر سے کھانا۔ (2) خرما یا پانی سے نماز مغرب سے پہلے افطار کرنا۔ (3) زوال کے بعد مسواک نہ کرنا۔ * (4)ماہ رمضان میں خیرات کرنا۔ اس کی فضیلت باب الزکوٰۃ میں بیان کردی گئی ہے۔ (5) قرآن پڑھنا پڑھانا۔ (6) مسجد میں اعتکاف کرنا۔ خصوصاً آخر عشرہ رمضان شریف میں کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب رمضان اخیر عشرہ آتا تو آپ بستر تہہ کر دیتے اور کمر عبادت پر چست کرتے اور خود بھی محنت کرتے اور گھر والوں کو بھی عبادت میں مصروف رکھتے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان دس راتوں میں شب قدر ہے اور غالباً وہ طاق راتوں میں سے اکیسویں اور تیسویں اور پچیسویں اور ستائیسویں پر زیادہ شبہ ہے کہ شب قدر ہو اور اس عشرہ کا اعتکاف مسلسل بہتر ہے۔ پس اگر مسلسل اعتکاف کی نذر یا نیت کی تو بلاضرورت مسجد سے نکلنے سے تسلسل جاتا رہے گا۔ مثلاً اگر بیمار کی عیادت یا ادائے شہادت یا جنازہ کی شرکت یا زیارت یا تجدید طہارت کے لئے نکلے گا تسلسل جاتا رہے گا اور قضائے حاجت کے لئے نکلنے سے نہیں جائے گا۔

مسئلہ : معتکف کے لئے جائز ہے کہ وضو گھر پر کرے لیکن اور کسی کام میں مشغول نہ ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلاحاجت انسانی کے اور کسی کام کے لئے نہ نکلتے تھے اور بیمار کا احوال صرف راستہ چلنے والوں سے پوچھ لیتے تھے اور تسلسل جماع سے بھی جاتا رہتا ہے بوسہ سے نہیں جاتا۔

مسئلہ : مسجد میں خوشبو لگانے اور نکاح کرنے اور کھانے اور سونے اور تھال میں ہاتھ دھونے میں کوئی حرج نہیں کہ

ان چیزوں کی اعتکاف میں ضرورت پڑتی ہے اور بدن کا تھوڑا سا حصہ باہر نکلنے سے تسلسل منقطع نہیں ہوتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنا سر مبارک حجرہ شریف میں جھکا دیتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ موئے مبارک میں کنگھی کر لیتی تھیں۔

مسئلہ : جب معتکف قضاء حاجت کے لئے باہر نکلے تو جب لوٹ کر آئے تو چاہئے کہ از سرنو نیت کرے لیکن جب اول ہی میں پورے دس روز کی نیت کر چکا تو پھر ضرورت نہیں تاہم تجدید افضل ہے۔

روزہ کے اسرار و رموز : روزہ کے تین درجات ہیں۔ (1) روزۂ عوام (2) روزۂ خواص (3) اخص الخواص۔ عوام کا روزہ یہ ہے کہ پیٹ اور شرم گاہ کو خواہشات سے روکا جائے جیسا کہ تفصیل گزری۔ (2) خواص کا روزہ یہ ہے کہ آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں اور تمام اعضاء کو گناہ سے روکا جائے۔ (3) اخص الخواص کا روزہ یہ ہے کہ دل کو برے ارادوں اور دنیوی فکروں سے دور رکھا جائے اور سوائے اللہ تعالیٰ کے اور چیزوں سے مطلقاً روک دیا جائے۔ یہ روزہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے سوا دیگر امور اور دنیوی فکر کرنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ ہاں جو دنیا دین کے لئے ہو اس کا فکر روزہ کو نہیں توڑتا کیونکہ وہ زاد آخرت ہے۔ یہاں تک کہ اہل دل فرماتے ہیں کہ جس شخص کی ہمت دن کو اسباب میں مصروف ہو مثلاً افطار کی چیز کی تدبیر تو یہ بھی خطا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر اعتماد نہیں کیا گیا اور اس کے رزق موعود پر یقین میں کمی ہوگئی اور یہ مرتبہ انبیاء صدیقین اور مقربین کا ہے اور ہم اس مرتبہ کی تفصیل کو طول نہیں دیتے مگر عمل کی رو سے اس کی تحقیق بتاتے ہیں کہ یہ روزہ اس وقت حاصل ہوتا ہے کہ تمام ہمت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے غیر سے روگردان ہو۔ اس آیت کا مضمون غالب ہو۔ قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون ترجمہ۔ فرمائے اللہ پھر چھوڑ دیجئے وہ اپنی لہو و لعب میں کھیلا کریں۔ خواص کا روزہ اعضاء کو گناہوں سے باز رکھنے سے ہوتا ہے۔ وہ چھ امور سے مکمل ہوتا ہے۔ (1) نظر نیچی رکھنا اور جو باتیں بری اور مکروہ ہیں ان کی طرف سے انہیں نہ جانے دینا اور جن چیزوں کے دیکھنے سے دل ہٹتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت ہوتی ہو ان سے نظر روکنا۔

حدیث 1 : حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نظر زہر کا بجھا ہوا شیطان کے تیروں سے ایک تیر ہے جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے اسے ترک کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے ایسا ایمان عنایت فرمائے گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں پائے گا۔

حدیث 2 : حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ خمس یفطر الصائم الکذب والغیبۃ والنمیمۃ والیمین الزور والنظرۃ بشھوۃ ترجمہ۔ پانچ چیزیں روزہ توڑ دیتی ہیں، جھوٹ اور چغلی اور غیبت اور چغلی اور فحش اور ظلم اور جھگڑے اور بات کاٹنے سے بچنا اور سکوت لازم کرنا اور ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن میں زبان کو معروف رکھنا یہ زبان کا روزہ ہے۔

فائدہ : سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ غیبت روزہ کی مفسد ہے اسے بشیر بن حارث نے روایت کیا ہے اور لیث حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ دو خصلتیں روزے کی مفسد ہیں' غیبت' اور جھوٹ۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ روزہ سپر ہے جب تم میں سے کوئی روزہ رکھے تو فحش نہ بکے نہ جھگڑا کرے اگر کوئی اس سے لڑائی کرے یا گالی دے تو اسے کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔

حکایت : حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عہد مبارک میں دو عورتوں نے روزہ رکھا اور بھوک اور پیاس سے دن گزرا انہیں شام کے وقت شدت ہوئی کہ قریب بہ ہلاکت ہوگئیں انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں افطار کا عرض کہلوا بھیجا۔ آپ نے ان کے پاس ایک پیالہ بھیجا اور ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو کہنا کہ جو کچھ تم نے کھایا ہو اسے اس پیالہ میں قے کر دو۔ ایک عورت نے نصف پیالہ خون تازہ اور گوشت تازہ سے بھر دیا دوسری نے بھی یہی چیزیں قے کیں۔ یہاں تک کہ پیالہ پر ہوگیا لوگوں نے تعجب کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں نے جو چیز اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی تھی اس سے روزہ رکھا اور جو ان پر اللہ تعالیٰ نے حرام کی تھی اس سے افطار کیا ایک دوسری کے پاس بیٹھ گئی۔ ان دونوں نے لوگوں کی غیبت شروع کی یہ گوشت پیالہ میں وہی ہے جو ان دونوں نے لوگوں کا گوشت کھایا تھا۔ (3) بری بات سننے سے کانوں کا بند رکھنا اس لئے کہ جن امور کا بولنا حرام ہے انکا سننا بھی حرام ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے سننے والوں اور حرام جانوروں کا برابر ذکر فرمایا چنانچہ ارشاد ہے۔ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ (المائدہ ۴۲) ترجمہ۔ بڑے جاسوس جھوٹ کہنے کو اور بڑے حرام کھانے والے اور فرمایا لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ (المائدہ ۶۳) ترجمہ۔ کیوں نہیں منع کرتے ان کے پادری اور درویش گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے۔ (کنز الایمان)

فائدہ : ثابت ہوا کہ غیبت سن کر خاموش رہنا حرام ہے اور فرمایا اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ پ۵ النساء ۱۴۰ ترجمہ کنز الایمان : ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا المغتاب والمستمع شریکان فی الاثم ترجمہ۔ گلہ گو اور سننے والا گناہ میں دونوں شریک ہیں۔ (4) ہاتھ پاؤں اور دوسرے اعضاء کو بری باتوں سے روکنا اور افطار کے وقت پیٹ کو شبہات سے باز رکھنا کیونکہ اگر حلال سے دن بھر بند رہے اور حرام پر افطار کیا تو ایسے روزہ کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ایسے روزہ دار کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص محل بنائے لیکن شہر کو منہدم کر دے اس لئے کہ حلال کھانے کی کثرت بھی مضر ہوتی ہے اور روزہ اس کی کمی کے لئے ہوتا ہے اور جو شخص کہ بہت سی دوا کھانے کے ضرر سے ڈر کر زہر کھانا اختیار کرے وہ بے وقوف ہے اور حرام کھانا ایک زہر ہے جو دین کو ہلاک کرتا ہے اور حلال ایک دوا ہے کہ اس کا کم کھانا مفید اور زیادہ کھانا مضر ہے روزے سے غرض حلال کی کمی سے ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

کم من صائم لیس له من صومه الا الجوع والعطش بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ انہیں روزہ سے بجز بھوک اور پیاس سے کوئی فائدہ نہیں۔

فائدہ : بعض نے کہا کہ اس سے وہ مراد ہے جو حرام پر افطار کرے اور بعض کا خیال ہے کہ وہ شخص مراد ہے جو طعام حلال سے رکا رہے اور افطار لوگوں کے گوشت یعنی غیبت سے کرے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ شخص مراد ہے جو اپنے اعضاء کو گناہوں سے نہ بچائے۔ (5)افطار کے وقت حلال بھی زیادہ نہ کھائے کہ پیٹ پھول جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی ظرف اتنا برا نہیں جتنا شکم جو حلال سے پر ہو ایک وجہ اور ہے وہ یہ کہ روزہ سے انسان شیطان کو کس طرح دبائے گا اور شہوت کو کیسے توڑے گا جس صورت میں کہ تمام دن کی پیاس کا تدارک افطار کے وقت کرے گا اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کھانے کے اقسام روزہ میں زیادہ ہی ہوتے ہیں چنانچہ عادت بن گئی ہے کہ تمام کھانے کو رمضان کے لئے رکھ چھوڑتے ہیں اور رمضان میں اتنا کھا جاتے ہیں کہ ان دنوں میں کئی مہینے میں بھی نہ کھائیں اور ظاہر ہے کہ روزہ سے مقصود پیٹ کا خالی رکھنا اور خواہش کا توڑنا ہے اس غرض سے کہ نفس تقویٰ کا قوی ہو جائے اور جس صورت میں کہ صبح سے شام تک تو معدہ کو خالی رکھا یہاں تک کہ اس کی خواہش جوش میں آئی اور رغبت قوی ہوئی پھرلذیذ چیزیں کھائیں اور خوب سیر ہو کر کھایا تو ظاہر ہے کہ اس کی لذت اور قوت دوبالا ہوگئی اور خواہشات جوش کریں گی اور اگر بالفرض بے روزہ رہتا تو نہ ابھرتیں غرضیکہ روزہ کی روح اور اصل یہی ہے کہ جو قوتیں کہ برائیوں کی طرف کھینچے کے وسیلہ اور شیطان کی دوا ہیں۔ وہ ضعف ہو جائیں اور یہ بغیر کم کھانے کے میسر نہیں ہوتی یعنی اتنی غذا کھائے جتنا روزہ نہ رکھنے کے دوران ہر شب میں معمول تھا اور جس صورت میں کہ دوپہر کی غذا اور شب کی غذا کو ایک ساتھ کھالیا تو روزہ سے فائدہ نہ ہوگا بلکہ مستحب یہ ہے کہ دن کو بہت نہ سوئے تاکہ بھوک اورپیاس کا پتہ چلے اور قوتوں کے ضعیف ہونے پر آگاہ ہو اور ایسے ہی رات کو بھی کم کھائے تاکہ تہجد اور وظائف پر آسانی ہو اور ممکن ہے کہ اس صورت میں شیطان اس کے دل کے گرد نہ بھٹکے اور وہ آسمان کے ملکوت دیکھ لے اور شب قدر اسی رات کا نام ہے جسم یں ملکوت منکشف ہوں اور اللہ تعالیٰ کے قول سے بھی یہی مراد ہے کہ فرمایا انا انزلنہ فی لیلۃ القدر بے شک ہم نے اسے لیلتہ القدر میں نازل کیا۔ جو شخص اپنے دل اور سینے کے درمیان میں غذا کی آڑ کرے گا وہ اس پر ملکوت سے محجوب رہے گا اور جو اپنا معدہ خالی رکھے گا تو اسے بھی حجاب دور کرنے کے لئے خالی پیٹ کافی نہیں جب تک کہ اپنی ہمت غیراللہ سے خالی نہ کرے کہ تمام مقصد یہی اور سب کی اصل غذا کی کمی ہے اور اس کا مزید بیان غذاؤں کے باب میں۔ (ان شاء اللہ) لکھا جائے گا۔ (6) افطار کے بعد خوف و رجا سے وابستہ رہنا چاہئے معلوم نہیں کہ روزہ مقبول ہوکر مقربین کے زمرہ میں شمار ہو اور یا روزہ نامنظور ہو اور خود کو یوں تصور کرے کہ ممکن ہے میں بھی ان لوگوں میں ہوں جن پر اللہ تعالیٰ راضی ہے اور ہر عبادت کی رغبت کے بعد یہی حال ہوناچاہئے۔

حکایت : حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا کسی قوم پر عید کے دن گزر ہوا جو ہنس رہی تھی آپنے فرمایا اللہ

تعالیٰ نے رمضان کے مہینے کو اپنی مخلوق کے لئے دوڑنے کا میدان مقرر فرمایا ہے کہ تمام لوگ اس کی اطاعت کے لئے اس میدان میں دوڑیں تو بعض لوگ تو آگے بڑھ کر اپنے مطلب کو پہنچ گئے اور بعض لوگ پیچھے رہ کر ناامید ہوئے ہیں جس دن میں جلدی کرنے والے اپنے مطلب کو پہنچے اور باطل والے محروم رہے رمضان کے دنوں میں ہنسی اور کھیل کرنے والے سے بڑا تعجب ہے بخدا اگر حقیقت حال واضح کر دی جائے تو مقبول انسان کو اتنا سرور ہو کہ انس کو کھیل سے باز رکھے اور نامنظور کو اتنا غم ہو کہ اسے ہنسی مذاق سے روک دے۔

حکایت : احنف بن قیس سے کسی نے کہا کہ آپ بوڑھے اور بزرگ آدمی ہیں اور روزہ ضعیف کر دیتا ہے۔ بہتر ہے کہ اس کے لئے کوئی اور سبیل کریں فرمایا روزہ کو ایک طویل سفر کے لئے تیار کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی طاعت پر صبر کرنا اس کے عذاب پر صبر کرنے کی بہ نسبت بہت آسان ہے۔

فائدہ : خلاصہ یہ ہے کہ روزہ میں چھ باتیں باطنی یہی تھیں جو مذکور ہوئیں۔

سوال : جو شکم اور شرمگاہ کی شہوت سے باز رہنے پر کفایت کرتا ہے اور ان باتوں کو بجا نہیں لاتا تو فقہاء کہتے ہیں کہ اس کا روزہ درست ہے تو اس کا کیا معنی ہیں کہ فقہاء درست بتا دیں اور آپ ناجائز فرماتے ہیں؟

جواب : فقہاء ظاہری شرائط کا اثبات ایسے دلائل سے کرتے ہیں جو باطنی شرائط میں ہماری بیان کی ہوئی دلیلوں سے نہایت ضعیف ہیں خصوصاً غیبت وغیرہ مگر چونکہ فقہاء ایسی چیز پر حکم لگاتے ہیں جس میں غافل اور دنیا کے متوجہ لوگ بھی داخل ہو سکیں۔ اس لئے ان کو شروط ظاہری کے مطابق صحیح کہنا پڑا ہے اور علمائے آخرت کی غرض صحت سے قبول ہونا ہے اور قبول ہونے سے ان کی مراد مقصود کو پہنچنا ہے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ روزہ سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اخلاق میں جو ایک خلق صمدیت ہے یعنی بھوک اور پیاس وغیرہ کا نہ ہونا اس کو اپنی عادت بنائیں اور شہوات سے رکنے میں حتی الوسع فرشتوں کی اقتدا کریں کہ وہ شہوات سے پاک ہیں اور انسان کا مرتبہ جانوروں کے مرتبہ سے تو بلند و بالا ہے اس لئے کہ نور عقل سے اپنی شہوت کے توڑنے پر قادر ہے اور فرشتوں کے مرتبہ سے نیچے ہے بایں وجہ کہ اس پر شہوات غالب ہیں اور ان کو دبائے میں مبتلا کیا گیا ہے اس لئے جب کبھی شہوات میں ڈوبتا ہے تو اسفل السافلین میں اتر کر جانوروں کے زمرہ میں لاحق ہو جاتا ہے اور جس وقت کہ شہوات کو مٹاتا ہے تو اعلیٰ علیین کی طرف ترقی کر کے فرشتوں سے جا ملتا ہے اور فرشتے اللہ تعالیٰ کے قرب میں نزدیک ہیں اور جو کوئی ان کا اقتدا کرتا ہے اور ان جیسی عادتیں اختیار کرتا ہے وہ بھی ان کی طرح اللہ تعالیٰ سے قریب ہو جاتا ہے کہ قریب کا ہم شکل بھی قریب ہی ہوتا ہے اور یہ قریب مکان اور فاصلہ کے اعتبار سے نہیں بلکہ صفات کے لحاظ سے ہے۔ پس جب کہ روزہ کی اصل ارباب عقل اور اہل علم کے نزدیک یہ ٹھہری تو ایک غذا کے دیر کر دینے اور شام کو دونوں کو ایک ساتھ کھا لینے اور دن بھر شہوات میں غرق رہنے سے کون سا فائدہ ہے اگر اس جیسے روزہ سے بھی فائدہ ہوتا ہے تو اس حدیث شریف کے کیا معنی ہیں کہ کم من صائم لیس لہ من صومہ الا الجوع والعطش اسی وجہ سے حضرت ابو درداء رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ دانا لوگوں کا سونا اور افطار کرنا کیا خوب ہے۔ بے وقوفوں کے روزہ اور بیداری کو برا جانتے ہیں۔ اہل یقین و تقویٰ کا ذرہ مغالطہ کرنے والوں کی پہاڑوں کے برابر عبادت سے افضل بہتر ہے اسی وجہ سے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ بہت سے روزہ دار افطار کرنے والے ہیں اور بہت سے افطار کرنے والے روزہ دار ہوتے ہیں یعنی افطار کرنے والے روزہ دار وہ لوگ ہیں جو اپنے اعضاء کو گناہوں سے محفوظ رکھ کر کھاتے پیتے ہیں اور روزہ دار افطار کرنے والے وہ ہیں کہ بھوکے پیاسے تو رہتے ہیں مگر اپنے اعضاء کو مقید نہیں رکھتے۔

فائدہ : روزہ کے معنی اور اس کی اصل سمجھنے سے معلوم ہوگیا کہ جو کوئی کھانے اور صحبت سے بچا ہے اور گناہوں کے ارتکاب سے روز افطار کرے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی وضو میں اپنے کسی عضو پر تین بار مسح کرلے کہ ظاہر میں تو تین بار ہوگیا مگر اصل مقصود جو دھونا تھا وہ چھوڑ دیا تو اس کی نماز اس کی جہالت کی وجہ سے اسی پر واپس کی جائے گی۔ اور جو شخص کہ کھانے سے افطار کرے اور اپنے اعضاء کو برائیوں سے باز رکھے تو اس کی مثال ایسی ہے کہ وضو میں کوئی اپنے اعضاء کو ایک ایک بار دھوئے تو اس کی نماز ان شاء اللہ مقبول ہوگی کہ اس نے اصل فرض کو ادا کیا اگرچہ فضیلت کا تارک ہوا اور جو شخص کھانے پینے سے بھی روزہ رکھے اور اعضاء سے بھی روزہ رکھے یعنی ان کو برائیوں سے روکے اگرچہ اس کی مثال ایسی ہے کہ اپنے ہر ایک عضو کو تین بار دھوئے تو یہ شخص اصل اور فضیلت دونوں کا جامع ہوگا۔ یہی مرتبہ کمال ہے۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان الصوم امانتہ فلیحفظ احدکم امانتہ ترجمہ۔ روزہ امانت ہے تمہیں چاہئے کہ امانت کی حفاظت کرو۔ اور جب آپ نے یہ آیت پڑھی اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا (پ 5 النساء 58) بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کرو۔ (ترجمہ کنزالایمان) تو اپنے دست مبارک کو اپنے کان اور آنکھ پر رکھ کر ارشاد فرمایا کہ کان سے سننا اور آنکھ سے دیکھنا امانت ہے اور اگر سننا دیکھنا روزہ کی امانتوں میں سے نہ ہوتا تو آپ یہ ارشاد نہ فرماتے اگر کوئی لڑائی کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔ یعنی میں نے اپنی زبان کو امانت رکھا ہے۔ میں اس کی حفاظت کرتا ہوں۔ تجھے جواب دینے میں اسے کیسے چھوڑ دوں جب معلوم ہوا کہ ہر عبادت کے لئے ایک ظاہری اور ایک باطن اور ایک پوست ہے اور ایک مغز اور اس کے پوست کے بہت سے درجات ہیں اور ہر درجے کی بہت سے طبقات ہیں تو اب انہیں اختیار ہے چاہو مغز کو چھوڑ کر پوست پر قناعت کرو یا زمرہ اہل خرد میں داخل ہونا پسند کرو۔

بااعتبار فضیلت کے نفلی روزوں کی ترتیب

روزہ کا افضل ہونا افضل دنوں میں موکد ہوتا ہے عمدہ روزوں میں سے بعض تو سال بھر میں پائے جاتے ہیں اور

ہر مہینہ میں اور کچھ ہر ہفتہ میں وہ ایام سال میں پائے جاتے ہیں۔

ترتیب کی تفصیل : رَمَضَان کے بعد عرفہ' عاشورہ' عشرہ اول ذوالحجہ اور عشرہ محرم ہیں اور تمام ماہ محرم روزہ کے لئے عمدہ اوقات ہیں۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شعبان میں اس کثرت سے روزے رکھتے معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ ماہ رمضان ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ بعد رمضان کے بعد افضل روزے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ماہ محرم کے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مہینہ ابتدائے سال میں ہے۔ اس کو نیکی سے معمور کرنا بہتر ہے اور امید ہے کہ سال بھر اس کی برکت رہے۔ حدیث میں ارشاد فرمایا کہ ماہ محرم کا ایک دن روزہ رکھنا اور دنوں کے تیس روزوں سے بہتر ہے اور رمضان کا ایک دن کا روزہ ماہ محرم کے تیس روزوں سے افضل ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو کوئی ماہ محرم میں تین دن روزے رکھے یعنی جمعرات اور جمعہ اور ہفتہ تو اس کے لئے ہر ایک روزے کے عوض سات سال کی عبادت کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ شعبان کے نصف کے بعد رمضان تک پھر کوئی روزہ نہیں۔ اسی وجہ سے رمضان سے پہلے چند روز افطار کرنا مستحب ہے۔

مسئلہ : شَعبَان کو رَمَضَان سے ملا دے تب بھی جائز ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار ایسا کیا ہے اور بہت دفعہ نہیں ملایا۔

مسئلہ : رَمَضَان کے استقبال کی نیت سے دو' تین روز پہلے روزہ رکھنا درست نہیں لیکن اس صورت میں کہ وہ ایام اس کے معمول کے روزوں کے مطابق ہوں۔ بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام ماہ رجب میں روزہ رکھنا مکروہ فرمایا۔ اس خیال سے کہ ماہ رمضان کے مشابہ نہ ہو۔ بہرحال بہتر مہینے ذی الحجہ اور محرم اور رجب اور شعبان ہیں۔

فائدہ : محترم مہینے ذیقعدہ اور ذی الحجہ اور محرم اور رجب ہیں تین ان میں سے مسلسل ہیں اور رجب تنہا اور جدا ہے اور ان میں افضل ماہ ذیُ الحجہ ہے اس لئے کہ اس میں حج کے ایام یعنی ایام معلومات و معدودات ہیں اور ماہ ذیقعدہ محترم مہینوں میں سے بھی ہے اور حج کے مہینوں میں سے بھی اور محرم اور رجب حج کے مہینوں میں نہیں ہیں۔ حدیث میں ہے کہ کوئی ایام ایسے نہیں جن میں عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل یا محبوب تر ذوالحجہ کے دس روز جیسے ہوں کہ ان میں سے ایک دن کا روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر ہے ان میں ایک رات کی بیداری شب قدر کے جاگنے کے مساوی ہے صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا بھی ان کے عمل کے برابر نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جہاد بھی برابر نہیں مگر اس صورت میں کہ اس کے گھوڑے کی کوچیں کاٹی جائیں اور ان کا خون بہا دیا جائے اور جو ایام کے مہینے میں مقرر ہوتے ہیں وہ مہینے کے شروع اور درمیان اور آخر کے ایام ہیں اور مہینے کے درمیان کے روز ایام بیض ہیں یعنی تیرھویں' چودھویں' پندرویں اور ہفتے کے دنوں میں سوموار خمیس اور جمعہ ہے۔ بہرحال عمدہ ایام یہی ہیں ان میں روزہ رکھنا اور کثرت سے خیرات کرنا مستحب ہے تاکہ ان اوقات کی برکت سے ان اعمال کا ثواب دوگنا ہو۔

مسئلہ : ہمیشہ روزہ رکھنا وہ ان تمام دنوں کو شامل ہے مع زیادتی کے۔

مذاہب سالکین : اس میں کئی مذہب ہیں بعض تو ہمیشہ روزہ رکھنے کو مکروہ جانتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ احادیث میں ان کی کراہت پائی جاتی ہے اور صحیح یہ ہے کہ عیدین اور ایام تشریق میں بھی افطار نہ کرے جس کا نام صوم الدہر ہے۔ افطار کے بارے میں سنت سے اعراض کرے اور روزے کو اپنے اوپر لازم ٹھہرائے باوجودیکہ اللہ تعالیٰ کو اس کی اجازتوں کی بجاآوری اچھی معلوم ہوتی ہے اور فرائض و واجبات کی تعمیل پسند ہے اور جس صورت میں کہ دائمی روزہ رکھتے ہیں' ان دونوں خرابیوں میں سے کوئی بھی نہ ہو اور سالک کی اپنے نفس کی بہتری روزہ رکھنے میں معلوم ہوتی ہے تو روزہ دائمی رکھے کہ بہت سے صحابہ اور تابعین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایسا کیا ہے۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بروایت حضرت ابو موسیٰ اشعری مروی ہے کہ فرمایا من صام الدهر كله ضيقت عليه جهنم هكذا وعقد تسعين۔

ترجمہ۔ جس نے زمانہ بھر روزہ رکھا اس پر جہنم ایسے تنگ ہو جائے اور ہاتھ مبارک سے نوے کا عقد کرلیا یعنی شہادت کی انگلی کے سر کو انگوٹھے کی جڑ میں لگا دیا۔

فائدہ : اس کے معنی ہے کہ جہنم میں اس شخص کے لئے جگہ نہیں رہتی۔

مسئلہ : اس سے کم ایک اور درجہ ہے کہ آدھے دہر کے روزے رکھے یعنی ایک روزہ افطار کرے اور ایک روز روزہ رکھے اور یہ نفس پر سخت تر ہے اس سے نفس کشی خوب ہوتی اور اس کی فضیلت میں احادیث وارد ہیں اس لئے کہ ایسے روزوں میں بندہ ایک روزہ صبر کرتا ہے اور ایک روز شکر۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر دنیا کے خزانوں کی کنجیاں اور زمین کے دفنے پیش کئے گئے۔ میں نے ان کو واپس کر دیا اور کہا کہ ایک روز بھوکا رہوں گا اور ایک روز شکم سیر جب میرا پیٹ بھرے گا تو تیری حمد کروں گا اور جب بھوکا ہوں گا تو تیری عاجزی کروں گا۔ *

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا افضل الصيام صوم اخي داؤد اللّٰه على نبينا و عليه وسلم كان يصوم يوما و يفطر يوما۔ ترجمہ۔ روزوں میں افضل روزے داؤد علیہ السلام کے ہیں آپ ایک دن روزہ رکھتے ایک دن افطار کرتے۔

اسی کی موید وہ روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزہ کے بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتے تھے کہ میں اس سے بھی افضل چاہتا ہوں۔ بالآخر آپ نے فرمایا کہ ایک دن روزہ رکھ اور ایک دن افطار کر انہوں نے عرض کیا کہ میں اس سے افضل چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے افضل کوئی صورت نہیں۔

حدیث : مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی مہینے کے روزے پورے نہیں کئے سوائے ماہ رمضان کے۔ بلکہ کچھ دن ہر مہینے میں افطار کیا کرتے تھے اور جس شخص سے آدھی عمر کے روزے بھی نہ ہو سکیں تو کچھ مضائقہ نہیں وہ تہائی عمر کے روزے رکھے یعنی ایک دن روزہ رکھے اور دو روز افطار کرے اور اگر تین دن اول مہینے میں اور تین دن ایام بیض کے اور تین آخر مہینے میں رکھ لیا کرے تو تہائی بھی ہو جائیں اور عمدہ دنوں میں بھی واقع ہو۔

مسئلہ : اگر سوموار، جمعرات اور جمعہ کو روزہ رکھے تو یہ بھی تہائی سے کچھ زیادہ ہو جاتے ہیں اور جب فضیلت کے اوقات آئیں تو کمال کی بات یہ ہے کہ آدمی روزہ کا معنی سمجھے اور یقین کرے کہ روزہ کا مقصود دل کا صاف کرنا اور ہمت کا اللہ تعالیٰ کے لئے فارغ کرنا ہے اور جو شخص کہ باطن کی باریکیوں کو سمجھتا ہے اور اپنے حالات میں نظر کرتا رہتا ہے پس بعض اوقات اس کا حال یہ چاہتا ہے کہ ہمیشہ روزہ رکھے اور کبھی یہ چاہتا ہے کہ ہمیشہ افطار کرے اور کبھی اس کا حال اس امر کا مقتضی ہوتا ہے کہ افطار کو روزے کے ساتھ ملا دے۔

فائدہ : جب روزے کا معنی سمجھ لے گا اور طریق آخرت کے چلنے میں دل کے مراقبہ سے اس کی حد ثابت ہو جائے گی تو اس پر اس کے دل کی بہتری پوشیدہ نہ رہے گی اور دل کی بہتری کے لئے کوئی ترتیب ضروری نہ ٹھہرے گی۔

حدیث : مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتنے روزے رکھتے تھے کہ لوگ کہتے کہ اب افطار نہ کریں گے۔

فائدہ : مسلسل افطار اتنا کرتے کہ لوگ کہتے کہ اب روزہ نہ رکھیں گے اور رات کو اس قدر سوتے رہتے کہ کہا جاتا کہ اب تہجد کو نہ اٹھیں گے اور شب بیداری اتنا کرتے کہ کہا جاتا کہ اب نہ سوئیں گے اور جس قدر نور نبوت سے آپ کو اوقات کے حقوق ادا کرنے کا حال معلوم ہوتا تھا۔ اسی قدر ان امور کی بجالاتے تھے۔

۱۔ ترمذی میں بروایت ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں ہے کہ میرے رب نے مجھ پر یہ پیش فرمایا ہے کہ مکرمہ کے بطحا کو میرے لئے سونا کر دے اسی لئے علمائے کرام نے فرمایا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فقر و فاقہ اختیاری تھا۔ یہاں تک کہ اسی فقر و فاقہ سے شکم اطہر پر پتھر بھی باندھے تو یہ اضطرارا نہ تھا اختیار سے تھا اور اس سے مقصد صرف اور صرف تعلیم امت یہی کیفیت حضور سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تعلیم امت کے لئے تھی لیکن افسوس ہے اس برادری پر جو بشریت کے عوارض سے اپنی بشریت پر قیاس کرکے آپ کو اپنا جیسا بشر سمجھ لیا اور اپنے جیسا بشر مانا فرق صرف اتنا کہ وہ نبی ہیں اور ہم نبی نہیں۔ اسی لئے وہ بڑے بھائی اور ہم چھوٹے وغیرہ وغیرہ تفصیل دیکھئے فقیر کی تصنیف سے البشریہ تعلیم الامہ۔ اویسی غفرلہ

فائدہ : بعض علماء نے چار روزہ سے زیادہ مسلسل افطار کرنے کو مکروہ فرمایا ہے اور چار روز کی قید عید کے روز اور ایام تشریق کے لحاظ سے لگائی ہے اور فرمایا ہے کہ چار روز سے زیادہ افطار کرنا دل کو سخت کرتا ہے اور بری عادتیں پیدا کرتا ہے اور شہوت کے دروازوں کو کھولتا ہے اور واقعہ میں اکثر لوگوں کے حق میں افطار کی یہی تاثیر ہے۔ خصوصاً جو لوگ دن رات میں دو دفعہ کھاتے ہیں ان کے حق میں بہت مضر ہے۔ (نفلی روزوں کی ترتیب میں ہم کو اسی قدر بیان کرنا مقصود تھا۔ باب اسرار صوم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تمام ہوا۔ اس کے بعد اسرار حج کا ذکر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے توفیق رفیق فرما دے۔ وہی معین و مددگار ہے۔

(والحمدللہ لولا و آخر اصلی اللہ علی سیدنا محمد و الہ و صحبہ و کل عبد مصطفیٰ)

باب 7

حج کے اَسرار و مقاصد

حج کے اسرار و رموز : یاد رہے کہ ارکان اسلام میں حج عمر بھر کی عبادت کی خوبی کار کا انجام اور اسلام کی تکمیل اور دین کا کمال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (پ 6 مائدہ 3) آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی۔ (کنزالایمان)

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔ من مات ولم یحج فلیمت ان شاء یھودیا وان شاء نصرانیا۔ ترجمہ۔ جو مرگیا اور حج نہ کیا (باوجود استطاعت) تو وہ یہودی مرے چاہے نصرانی۔ تو اس عمل کا کیا کہنا کہ جس کے نہ ہونے سے دین کا کمال نہ رہے اور اس کا چھوڑنے والا گمراہی میں یہود و نصریٰ کے برابر ہو جائے اور جب اس رکن کی اتنی عظمت ہے تو مناسب معلوم ہوا کہ اس کی شرح اور اس کے ارکان اور سنن اور مستحبات اور فضائل اور اسرار کی تفصیل کی طرف عنان قلم کو پھیرا جائے اور یہ تمام امور ان شاء اللہ تین فصلوں سے واضح ہوں گے جن میں سے اول میں مکہ مکرمہ اور کعبہ شریف کے فضائل وغیرہ کا ذکر ہوگا۔ اور دوسری میں ابتدائے سفر سے لوٹنے تک کے تمام اعمال ظاہری بیان ہوں گے تیسری میں اسرار خفیہ اور اعمال لکھے جائیں گے۔

فضائل حج : قرآن مجید اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ (پ 17 الحج 27) اور لوگوں میں حج کی عام ندا کر دے وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور ہر دبلی اونٹنی پر کہ ہر دور کی راہ سے آتی ہے۔ (کنزالایمان)

فائدہ : حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو حج کی اطلاع کر دو تو انہوں نے پکار کر کہا کہ اے لوگو اللہ تعالیٰ نے ایک گھر بنایا ہے اس کا حج کرو اللہ تعالیٰ نے یہ آواز اولاد آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سے ان لوگوں کے کان میں پہنچا دی۔ جن کو تاقیامت اس کی اس کی مشیت و ارادہ میں حج نصیب ہوگا۔

ا ۔ یہ آیت حجۃ الوداع میں عرفہ کے روز جو جمعہ کو تھا بعد عصر نازل ہوئی معنی یہ ہیں کہ تمہارے دین پر غالب آنے سے مایوس ہوگئے۔ امور تیدنہ میں حرام اور حلال کے جو احکام ہیں وہ اور قیاس کے قانون سب مکمل کر دیئے اسی لئے اس آیت کے نزول کے بعد بیان

(2) فرمایا لِیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ (پ 17 الحج 28) تاکہ وہ اپنا فائدہ پائیں۔ (کنزالایمان)

فائدہ : بعض مفسرین نے منافع سے ایام حج کی تجارت اور ثواب آخرت کو مراد لیا ہے اور بعض اکابرین سلف صالحین نے جب یہ مضمون سنا تو فرمایا بخدا ان کی مغفرت ہوگئی۔ (3) اللہ تعالیٰ نے شیطان کا قول نقل فرمایا ہے۔ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ (پ 8 الاعراف 16) میں ضرور تیرے سیدھے راستے پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا۔ (کنزالایمان)

فائدہ : اس کی تفسیر میں بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ صراط مستقیم سے مراد مکہ مکرمہ کا راستہ ہے۔ شیطان اس پر بیٹھتا ہے۔ تاکہ لوگوں کو اس سے منع کرے۔ 3۔

احادیث مبارکہ (1) : حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من حج البیت فلم یرفث ولم لفسق

حلال و حرام کی کوئی آیت نازل نہ ہوئی اگرچہ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللّٰہ نازل ہوئی مگر وہ آیت موعظت و نصیحت ہے بعض مفسرین کا قول ہے کہ دین کامل کرنے کے معنی اسلام کو غالب کرنا ہے جس کا اثر یہ ہے کہ حجۃ الوداع میں جب یہ آیت نازل ہوئی کوئی مشرک مسلمانوں کے ساتھ حج میں شریک نہ ہوسکا ایک قول یہ ہے کہ معنی یہ ہیں کہ میں نے تمہیں دشمن سے امن دی ایک قول یہ ہے کہ دین کا اکمال یہ ہے کہ وہ پچھلی شریعتوں کی طرح منسوخ نہ ہوگا اور قیامت تک باقی رہے گا۔

فائدہ : اس آیت کا شان نزول بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک یہودی آیا اور اس نے کہا کہ اے امیرالمومنین آپ کی کتاب میں ایک آیت ہے اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوئی ہوتی تو ہم روز نزول کو عید مناتے فرمایا کونسی آیت اس نے یہی آیت پڑھی آپ نے فرمایا اس دن کو جانتا ہوں جس میں یہ نازل ہوئی تھی اور اس مقام نزول کو بھی پہچانتا ہوں وہ مقام عرفات کا تھا اور دن جمعہ کا آپ کی مراد اس سے یہ تھی کہ ہمارے لئے وہ دن عید ہے ترمذی شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آپ سے بھی ایک یہودی نے ایسا ہی کہا آپ نے فرمایا کہ جس روز یہ نازل ہوئی اس دن دو عیدیں تھیں جمعہ و عرفہ۔

مسئلہ : اس سے معلوم ہوا کہ کسی دینی کامیابی کے دن کو خوشی کا دن منانا جائز اور صحابہ سے ثابت ہے ورنہ حضرت عمرو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاف فرما دیتے کہ جس دن کوئی خوشی کا واقعہ ہو اس کی یادگار قائم کرنا اور اس روز کو عید منانا ہم بدعت جانتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ عید میلاد منانا جائز ہے کیونکہ وہ اعظم نعم اللہ کی یادگار شکرگزاری ہے۔

2۔ حضرت صدرالا فاضل تفسیر خزائن العرفان میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ابو قبیس پہاڑ پر چڑھ کر جہان کے لوگوں کو ندا کر دی کہ بیت اللہ کا حج کرو جن کے مقدر میں حج ہے۔ انہوں نے باپوں کی پشت اور ماؤں کے پیٹوں سے جواب دیا لبیک اللھم لبیک حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حیوۃ الحیوان میں ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے یہ آواز دی تو ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے جد کریم حضرت الیاس علیہ السلام کی پشت میں تھے تو ابراہیمی علیہ السلام کی آواز پر کہتے تھے لبیک جسے آپ کے دادا سنتے تھے۔ علیہ الصلوۃ والسلام

خبرج ذنوبکم کیوم ولدتہ امہ ترجمہ۔ جس نے حج کیا اور صحبت کا تذکرہ عورتوں کے سامنے نہ کیا اور نہ ہی فسق کیا تو گناہوں سے ایسے نکل گیا گویا ان کے پیٹ سے پیدا ہونے کا دن ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان عرفہ کے دن سے زیادہ کسی دن میں ذلیل تر اور زیادہ راندہ ہوا اور حقیر تر اور زیادہ غضب ناک نہیں دیکھا گیا۔ (3) کہتے ہیں کہ بعض گناہ اس طرح کے ہیں کہ عرفہ کے ٹھہرنے کے بغیر اور کوئی ان کا کفارہ نہیں۔

فائدہ: اسی مضمون کو حضرت امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف بھی مستند کیا ہے۔

حکایت: بعض اہل مکاشفہ نے ذکر کیا ہے کہ ابلیس ملعون المنانی صورت میں ان کے سامنے آیا اس کا دبلا بدن اور رنگ چشم گریاں پشت شکستہ تھا۔ انہوں نے پوچھا تو کیوں روتا ہے؟ کہتا ہے کہ حاجی تجارت کے بغیر اس کی طرف نکلے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اب تو وہ اللہ ہی کو مقصود کر چکے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کو محروم نہ فرمادے۔ مجھے یہی غم ہے پھر انہوں نے پوچھا کہ تیرے جسم کے دبلے ہونے کی کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں گھوڑوں کا ہنہنانا اگر وہ میری راہ میں ہنہنائے تو کیا اچھا ہوتا۔ انہوں نے پوچھا کہ تیرا رنگ کیوں متغیر ہے؟ شیطان نے کہا کہ اس طاعت سے جو لوگ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اگر وہ ایک دوسرے کی امداد گناہ پر مل کر کرتے تو مجھے زیادہ محبوب تر ہوتا۔ پوچھا کہ تیری کمر کیوں ٹوٹ گئی ہے؟ کہا کہ بندے کی اس دعا سے جب کہتا ہے یا الٰہی میں تجھ سے خاتمے کی بہتری چاہتا ہوں تو میں کہتا ہوں کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اگر اس شخص نے اپنے عمل سے عجب بھی کیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی برائی سے واقف ہو جائے۔ (4) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر سے حج یا عمرہ کے ارادے سے نکلے اور مرجائے تو اس کے لئے حج اور عمرہ کا ثواب قیامت تک جاری رہے گا اور جو حرمین شریفین میں سے کسی ایک حرم میں مرجائے تو وہ نہ حساب کے لئے پیش ہوگا نہ اس سے حساب لیا جائے گا وہ شخص بلاحساب جنت میں داخل ہوگا۔

(5) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا حجة مبرورہ خیر من الدنیا وما فیھا و حجة مبرورة لیسی لھا جزاء الا الجنة ترجمہ۔ حج مبرور دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور حج مقبول کا بدلہ سوائے جنت کے اور کچھ نہیں۔ (6) حضور سرورعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے قاصد اور اسی کے مہمان ہیں اگر اس سے کچھ مانگتے ہیں تو وہ دیتا ہے۔ اگر اس سے مغفرت چاہتے ہیں تو ان کی مغفرت کرتا ہے اگر دعا مانگتے ہیں تو قبول کرتا ہے۔ اور اگر سفارش کرتے ہیں تو ان کی سفارش منظور فرماتا ہے۔ (7) ایک حدیث میں

1۔ شیطان مکہ سے روکتا ہے اس کے چیلے مدینہ سے۔ (من الجنة والناس) کا مضمون خوب واضح ہو رہا ہے۔ اویسی غفرلہ۔

ہے جو بروایت اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے متند ہے اعظم الناس ذنبا من وقف بعرفۃ فظن ان اللّٰہ تعالیٰ لم یغفرلہ ترجمہ۔ لوگوں میں سب سے بڑا گنہگار وہ ہے جو عرفہ میں قیام کے بعد خیال کرے کہ اس کی مغفرت نہیں ہوگی۔ (8) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس گھر (کعبہ) پر ہر روز ایک سو بیس رحمتیں اترتی ہیں ساٹھ طواف کرنے والوں کے لئے اور چالیس نماز پڑھنے والوں کے لئے اور بیس صرف دیکھنے والوں کے لئے۔ (9) ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص ننگے پاؤں ننگے بدن سات بار طواف کرے تو ایسا ہے جیسے ایک غلام آزاد کیا اور جو کوئی سات بار برستی بارش میں طواف کرے اس کے بہت سے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔(10) ایک حدیث پاک میں ہے کہ خانہ کعبہ کا طواف بہت زیادہ کیا کرو کہ وہ بڑے بزرگ امور سے ہے جسے قیامت کے دن اپنے نامہ اعمال میں پاؤ گے اور اس کے برابر اور کوئی عمل بہشت کے قابل نہ پاؤ گے۔

فائدہ : یہی وجہ ہے کہ حج اور عمرہ میں طواف کرنا مستحب ہے۔

مسئلہ : عرفہ کے میدان میں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر کسی بندے کا کوئی گناہ بخشا جاتا ہے تو جو شخص اس بندے کی جگہ پر پہنچ جاتا ہے اس کی بھی مغفرت فرما دی جاتی ہے۔

فائدہ : بعض سلف کا قول ہے کہ جب عرفہ کا دن جمعہ کے دن پڑتا ہے تو عرفات کے تمام حاضرین کی اللہ تبارک تعالیٰ مغفرت فرماتا ہے اور عرفہ کو جمعہ کا پڑنا دنیا میں تمام دنوں سے افضل ہے۔ اسی دن حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج وداع کیا اور آپ عرفات کے میدان ہی میں تھے کہ یہ آیت اتری۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ (پ 6' سورہ مائدہ 3) ترجمہ۔ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا (کنزالایمان) اہل کتاب نے کہا کہ یہ آیت اگر ہم پر اترتی تو ہم اسی دن کو عید مقرر کرتے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ آیت دو عیدوں کے دن میں اتری۔ (1) عرفہ کے دن (2) جمعہ کے دن۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اس وقت یہ آیت اتری کہ آپ عرفات میں تشریف رکھتے تھے۔ ا۔ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اللھم اغفر للحجاج ولمن استغفرلہ

حکایت : مروی ہے کہ علی ابن موفق نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے چند حج کئے وہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا۔ مجھے ارشاد فرماتے ہیں کہ اے ابن موفق تو نے میری طرف سے حج کیا میں نے عرض کیا ہاں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ تو نے میری طرف سے لبیک کہا۔ میں نے عرض کیا ہاں ارشاد فرمایا کہ اس کا بدلہ قیامت میں تجھے اس وقت دوں گا کہ ابھی مخلوق میں حساب کی سختی ہوگی اور میں تیرا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کروں گا۔

اسلاف کے اقوال : حضرت مجاہد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور دوسرے علماء نے فرمایا کہ جب حجاج مکہ مکرمہ میں آتے ہیں تو فرشتے اونٹوں کے سواروں کو تو سلام کرتے ہیں اور گدھوں کے سواروں سے مصافحہ کرتے ہیں اور پیدل چلنے والوں سے بغل گیر ہوتے ہیں۔ (2) حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے کہ جو شخص رمضان شریف کے بعد مرجائے یا جہاد کے بعد مرے یا پھر حج کے بعد مرجائے وہ شہید ہوتا ہے۔ (3) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حاجیوں کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور یہ ذی الحجہ اور محرم اور صفر اور ربیع الاول کی بیسویں تک ہے جس کے لئے حجاج مغفرت کی درخواست کریں اس کی بھی مغفرت ہو جاتی ہوں۔ (4) اکابر سلف صالحین کا دستور تھا کہ غازیوں کو رخصت کرنے کے لئے ساتھ جاتے تھے اور حاجیوں کو لینے کے لئے بھی جاتے اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی پر بوسہ دیتے اور ان سے اپنے لئے دعا منگواتے اس سے قبل کہ وہ گناہ کا ارتکاب کریں یا گناہوں کی باتوں میں مشغول ہوں۔ (5) علی بن موفق فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سال حج کیا اور عرفہ کی رات کو منیٰ کی مسجد خیف میں ٹھہرا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے آسمان سے سبز لباس پہنے اترے ایک نے دوسرے کو عبداللہ کہہ کر پکارا۔ دوسرے نے کہا لبیک۔ پہلے نے پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اس سال میں پروردگار کے گھر کتنے لوگوں نے حج کیا دوسرے نے کہا مجھے معلوم نہیں تو اس نے کہا چھ لاکھ بندگان خدا نے پھر پوچھا کہ یہ بھی معلوم ہے کہ کتنے لوگوں کا حج مقبول ہوا دوسرے نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں تو اس نے اسے بتایا کہ صرف چھ آدمیوں کا حج مقبول ہوا ہے۔ یہ کہہ کر وہ دونوں آسمان کی طرف لوٹ گئے۔ یہاں تک کہ میری نظر سے غائب ہوگئے۔ میں خوف زدہ ہوکر جاگا اور نہایت شدت کا غم مجھ پر طاری ہوا اور مجھے اپنی فکر ہوئی اور دل میں کہا کہ جب چھ آدمیوں کا حج مقبول ہوا تو ان میں سے میں کہاں ہوں گا جب میں عرفہ سے لوٹ کر گیا اور شہر حرام کے پاس رات بسر کی تو یہی فکر تھی کہ اس کثرت حجاج کا کیا بنے گا حالانکہ حج چند نفوس کا قبول ہوا ہے۔ مجھے نیند آگئی دیکھا تو وہی دونوں فرشتے پہلی صورت پر اترے ایک نے دوسرے کو پکار کر وہی تقریر کی کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اس رات میں ہمارے پروردگار نے کیا حکم دیا ہے۔ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں کہا کہ اللہ جل شانہ نے چھ آدمیوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک لاکھ آدمی دیئے یعنی ان کی سفارش ان کے حق میں قبول ہوگی۔ ابن موفق کہتے ہیں کہ میری آنکھ کھلی تو مجھے بہت زیادہ خوشی ہوئی۔

؎1 اس سے ثابت ہوا کہ نعمت والے دن کو عید کہنا سنت صحابہ ہے۔ اسی لئے ہم نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کے دن کو عید سے تعبیر کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے بڑھ کر اور کونسی نعمت ہوگی۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی تصنیف میلادالنبی عید کیوں۔ اس سے اس جاہل گروہ کا رد ہوگیا کہ وہ کہتے ہیں عیدین تو صرف دو ہیں یہ تیسری میلادالنبی عید کہاں سے آگئی ہم کہتے ہیں جہاں عرفہ و جمعہ وغیرہ بن کر آئے اسی مرکز سے میلادالنبی عید بن کر تشریف لائی۔

سع نثار تیری چہل پہل پر ہزار عیدیں ربیع الاول ﷺ سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں (دیوان سالک)

حکایت : یہی بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سال حج کیا اور جب تمام ارکان ادا کر چکا تو ان کی فکر ہوئی جن لوگوں کا حج مقبول نہیں ہوا چنانچہ آپ کہتے ہیں کہ میں نے رات کو رب العزت جل شانہ کو خواب میں دیکھا۔ فرماتا ہے۔ اے علی تو میرے سامنے سخاوت جتاتا ہے۔ میں نے سخاوت اور سخیوں کو پیدا کیا اور تمام سخیوں اور بڑے کرم والوں سے زیادہ سخی اور جودوالا میں ہوں اور مجھے دنیا کے لوگوں کی بہ نسبت جودو کرم کا استحقاق بہت زیادہ ہے۔ میں نے جن حجاج کا حج قبول نہیں کیا ان کو ایسے لوگوں کو دے دیا جن کا حج قبول ہوا ہے۔

خانۂ کعبہ اور مکۂ مکرمہ کے فضائل :(1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ اس گھر کا حج ہر سال چھ لاکھ آدمی کریں گے اگر کمی ہوئی تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے یہ شمار مکمل فرمائے گا اور قیامت کو کعبہ کا حشر اسی طرح ہوگا جیسے پہلی شب دلہن ہوتی ہے۔ اور جن لوگوں نے اس کا حج کیا وہ اس کے پردہ میں لٹکے ہوں گے اور اس کے اردگرد چلتے ہوں گے یہاں تک کہ کعبہ جنت میں داخل ہوگا اور یہ لوگ اس کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے۔ (2) ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ حجراسود جنت کے یاقوتوں میں سے ایک یاقوت ہے اور وہ قیامت میں اس طرح آئے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی اور زبان ہوگی جس سے وہ اس کے لئے گواہی دے گا جس نے اس کو حق اور صدق سے بوسہ دیا ہوگا۔ (3)حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو بہت بوسہ دیا کرتے تھے۔ مروی ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر سجدہ کیا ہے اور آپ سواری پر طواف کرتے تو اپنے عصا کے سرے کو بوسہ دیتے حضرت عمر نے اس کو بوسہ دیا فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نہ ضرر دیتا ہے نہ نفع پہنچاتا ہے اگر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو ہرگز بوسہ نہ دیتا پھر آپ روئے یہاں تک کہ رونے کی آواز بلند ہوئی اپنے پیچھے پھر کر دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پایا انہوں نے کہا کہ ابوالحسن یہ وہ مقام ہے کہ یہاں آنسو بہائے جائیں اور دعائیں مقبول ہوئیں حضرت علی نے فرمایا کہ اے امیرالمومنین یہ پتھر ضرر اور نفع دیتا ہے۔ آپ نے پوچھا کس طرح فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کا عہد لیا تھا تو ایک نوشتہ لکھ کر اس پتھر پر رکھوا دیا پس یہ ایمان دار کے لئے عہد کے پورا کرنے کی اور کافر پر عہد شکنی اور انکار کی گواہی دے گا۔

فائدہ : بوسہ دیتے وقت کہا جاتا ہے اللھم ایمانا بک تصدیقا بکتابک وفاء بعھدک ترجمہ۔ الٰہی یہ فعل بجالاتا ہوں تیرے اوپر ایمان اور تیری کتاب کی تصدیق اور تیرے عہد کو پورا کرنے کی وجہ سے۔ اس سے وہی مراد ہے جو حضرت علی نے فرمایا تھا۔ (6)حضرت حسن بصری سے مروی ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک دن روزہ رکھنا ایک لاکھ روزے کے برابر ہے اور ایک درہم خیرات کرنا لاکھ درہم خیرات کے برابر ہے۔

فائدہ : اسی طرح ہر نیکی لاکھ نیکیوں کے مساوی ہے۔

فائدہ : سات پھیروں کا طواف ایک عمرے کے برابر ہے اور تین عمرے ایک حج کے برابر ہیں۔ (7) حدیث میں ہے

کہ عمرۃ فی رمضان کحجۃ معی ترجمہ۔ رمضان میں عمرہ ایسے ہے جیسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفاقت میں حج ادا کیا جائے۔ (8)فرمایاکہ انا اول من تنشق الارض عنہ ثم اتی اھل البقیع فیحشرون معی ثم اتی اھل مکۃ فاحشر بین الحرمین۔ میں سب سے پہلے جب لوگوں سے زمین پھٹے گی اس کے بعد اہل بقیع کے پاس جاؤں گا ان کا حشر میرے ساتھ ہو گا پھر میں مکہ والوں کے پاس دوڑوں گا میرا حشر دونوں حرم کے درمیان ہوگا۔ ص(9) حدیث میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام افعال حج پورے کر چکے تو ان سے فرشتوں نے کہا اے آدم تمہارا حج مقبول ہوا ہم نے اس گھر کا حج تمہارے سے پہلے کیا ہے یعنی تیری پیدائش زائد دو ہزار سال پہلے۔ (10) روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شب میں اہل زمین کی طرف نظر کرتا ہے اور سب سے پہلے اہل حرم کی طرف نظر فرماتا ہے اور اہل حرم میں مسجد کعبہ کے لوگوں کو پہلے دیکھتا ہے۔ پس جسے طواف کرتے دیکھتا ہے اسے بخش دیتا ہے اور جسے نماز پڑھتے دیکھتا ہے اس کی مغفرت فرماتا ہے اور جسے روبہ قبلہ کھڑا دیکھتا ہے اس کی مغفرت فرماتا ہے۔

فائدہ : بعض اولیاء کرام کو مکاشفہ ہوا تو انہوں نے دیکھا کہ سب گھاٹیاں جزیرہ عباادان کو سجدہ کرتی ہیں اور جزیرہ مذکور جدہ کی طرف سجدہ کرتا ہے۔

فائدہ : جب ہر روز سورج ڈوبتا ہے تو خانہ کعبہ کا ایک ابدال طواف ضرور کرتا ہے۔ اور کسی رات کی صبح ایسی نہیں کہ اس میں ایک اوتاد کعبہ کا طواف نہ کرے اور جب یہ صورت نہ رہے گی تو زمین سے کعبہ اٹھ جائے گا۔ لوگ صبح کو اٹھ کر دیکھیں گے کہ کعبہ اٹھ گیا۔ اس کا نشان نہ دیکھیں گے اور جتنے قرآن دنیا میں ہوں گے صبح کو دیکھیں گے کہ ورق سادے سفید ہیں۔ حروف ان میں نہیں پھر قرآن دلوں میں محو کر دیا جائے گا کہ اس کا ایک لفظ بھی یاد نہ رہے گا۔ پھر لوگ اشعار اور راگوں اور ایام جہالت کے اخبار کی طرف رغبت کریں گے۔ پھر دجال نکلے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتر کر اسے قتل کریں گے اور اس وقت قیامت قریب ہوگی جیسے پورے دنوں کی حاملہ کے بچہ پیدا ہونے کے عنقریب کی توقع ہوتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ اس گھر کا طواف بہت زیادہ کرلو' اس سے پہلے کہ اٹھا لیاجائے کیونکہ دو دفعہ یہ ڈھایاگیا ہے اور تیسری بار یہ اٹھالیا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جب میں دنیا کو خراب کرنا چاہوں گا تو اپنے گھر سے شروع کروں گا' اول اس کو خراب کروں گا' پھر اس کے بعد دنیا کو خراب کروں گا۔

مکۂ مکرمہ میں اقامت کے کراہت دلائل و اقامت کے شرائط : وہ علماء کرام جن کے دلوں میں خوف خدا اور محتاط قسم کے ہیں وہ مکہ مکرمہ کی اقامت کو تین وجوہات سے اچھا نہیں سمجھتے (ا) اکتا جانے اور خانہ کعبہ کے ساتھ مساوات ہو جانے کے خوف سے کیونکہ یہ بات اکثر دل کی حرارت کو جو حرمت کے متعلق ہوتی ہے ذکر کرنے میں تاثیر کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حج سے فراغت کے بعد مارتے اور کہتے کہ اے یمن والو اپنے یمن کو جاؤ' شاموالو' شام کو رخصت ہو' عراق والو عراق کی راہ لو' اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے ارادہ کیا کہ لوگوں کو طواف کی کثرت سے منع فرمائیں اس خوف سے کہ لوگ کہیں اس گھر سے مانوس نہ ہو جائیں یعنی پھر ان کو اس کی حرمت مساوات سے ہو جائے گی۔ (2) کعبہ کی جدائی سے شوق ابھرتا ہے اور پھر آنے کا اشتیاق ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کو مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا (البقرۃ ۱۲۴) فرمایا ہے اور مثابہ کے معنی یہی ہے کہ اس کی طرف بار بار آئیں۔ اور بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ اگر تم کسی اور شہر میں ہو اور تمہارے دل کا مشتاق خانہ کعبہ سے متعلق رہے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم مکہ میں رہ کر اس سے اکتاؤ بعض سلف کا قول ہے کہ بہت سے آدمی خراسان میں ہیں کہ وہ خانہ کعبہ سے بہ نسبت اس کے طواف کرنے والوں کے قریب ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں کہ کعبہ شریف اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لئے ان کا طواف کرتا ہے۔ (3) مکہ میں خطاؤں اور گناہوں کے ارتکاب کا خوف ہے اس لئے خطرہ ہے کہ اس مقام کی بزرگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے غضب کا موجب ہو۔

حکایت : وہیب بن ورد مکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات حطیہ میں نماز پڑھتا تھا میں نے سنا کہ دیوار کعبہ اور پردہ کے اندر سے آواز آتی ہے کہ اے جبرائیل میرے اردگرد طواف کرنے والے جو لوگ لغو باتیں اور امور کرتے ہیں ان کی شکایت میں اللہ سے کرتا ہوں اور پھر تم سے اگر یہ لوگ ان امور سے باز نہ آئیں گے تو میں ایک ایسی پھریری لوں گا کہ میرا ایک ایک پتھر اس پہاڑ پر چلا جائے گا جہاں سے جدا کیا تھا۔ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ (پ 17 الحج 25) اور جو اس میں کسی زیادتی ناحق کا ارادہ کرے ہم اسے درد ناک عذاب چکھائیں گے۔ (کنزالایمان) یعنی یہ عذابِ دنیا صرف گناہ کے ارادہ کرنے پر ہے۔

مسئلہ : مکہ میں نیکیاں دوہری ہوتی ہیں برائیں بھی دوہری ہوتی ہیں۔

مسئلہ : حضرت ابن عباس فرمایا کرتے کہ مکہ میں غلہ خرید کر بند رکھنا اور گرانی کا منتظر رہنا حرم میں اتحاد کی قسم سے ہے۔

فائدہ : بعض نے کہا ہے کہ جھوٹ بھی اسی میں شامل ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے کہ اگر میں رکیہ میں ستر گناہ کروں تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ مکہ میں ایک گناہ کروں۔

فائدہ : رکیہ مکہ اور طائف کے درمیان میں ایک منزل ہے۔ (المجوبہ) اسی خوف سے بعض حضرات کی عادت تھی کہ احاطہ حرم میں پاخانہ نہ کرتے تھے بلکہ پاخانہ پیشاب کے لئے احاطہ حرم سے باہر جاتے تھے بعض لوگ مہینہ بھر مکہ

ا۔ حجر اسود کے متعلق تحقیق نیق اور تفصیل عجیب و غریب فقیر کا رسالہ التحریر المسجد فی الحجر الاسود پڑھئے۔ اویسی غفرلہ۔

2۔ الاتحاف ص 272 ج 4 مطبوعہ مصر میں اس مسئلہ کی بہترین تحقیق لکھی ہے قابل مطالعہ ہے۔ اویسی غفرلہ

میں رہے لیکن اپنے پہلو زمین پر نہ رکھے۔ مکہ مکرمہ میں اقامت کی ممانعت کی وجہ سے بعض علماء نے وہاں کے مکانوں کا کرایہ مکروہ بتایا ہے۔ 2۔

ازالہ وہم : یہ گمان مت کرنا کہ اقامت کا مکروہ ہونا مکہ کی فضیلت کے منافی ہے۔ اس لئے کہ اس کے مکروہ ہونے کی وجہ اور ہے کہ وہ یہ کہ اس مقدس جگہ کے حقوق ادا کرنے سے عام لوگ قاصر ہیں جو ہم کہتے ہیں کہ مکہ میں اقامت نہ کرنا بہتر ہے۔ اس کا معنی یہ ہیں کہ وہاں کے قیام میں ادب کی کوتاہی اور اکتا جانے کی بہ نسبت اقامت نہ کرنا بہتر ہے۔ یہ نہیں کہ اس کے حقوق ادا کرنے کے ساتھ یہاں کی اقامت بہتر نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ تو وہ مقام ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ پاک سے مکہ مکرمہ لوٹ کر تشریف لائے تو کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تو اللہ کی زمین میں بہتر ہے اور تمام مقامات کی بہ نسبت مجھے تو زیادہ محبوب ہے اگر میں تجھ سے نکالا نہ جاتا تو ہرگز نہ نکلتا علاوہ ازیں خانہ کعبہ کی طرف نظر کرنا عبادت ہے اور مکہ میں نیکیاں حسب مذکورہ بالا دوگنا ہوتی ہیں۔ پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ اس میں اقامت مطلقاً افضل نہ ہو۔

فضیلت مدینہ طیبہ : مکہ کے بعد مدینہ طیبہ سے کوئی اور شہر افضل نہیں کیونکہ اس میں بھی اعمال دوگنا ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا (1) صلواۃ فی مسجدی ھذا خیر من الف صلواۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام میری اس مسجد میں ایک نماز پڑھنا دوسری مسجدوں کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے۔ اسی طرح مدینہ منورہ میں ہر عمل ہزار کے برابر ہے اور مدینہ منورہ کے بعد بیت المقدس ہے کہ اس میں ایک نماز پانچ سو کے برابر ہے اور یہی حال دیگر اعمال کا ہے۔ (2) حضرت ابن عباس حضور سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں آپ نے فرمایا کہ ایک مدینہ کی مسجد دس ہزار نمازوں سے برابر ہے اور بیت المقدس میں ایک ہزار کے برابر اور مسجد حرام میں ایک لاکھ کے برابر ہے۔ (3) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من یصبر علی الاولھا و شدتھا احدالکنت لہ شفیع یوم القیمۃ جو مدینہ پاک کی سختی اور شدت پر صبر کرے گا تو قیامت میں اس کا شفیع ہوں گا۔

(4) حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے ہو سکے مدینہ میں مرے کیونکہ جو کوئی اس میں مرے گا' قیامت میں میں اس کا شفیع ہوں گا۔

مسئلہ : بعد ان تینوں مقامات کے باقی تمام مقامات برابر ہیں بجز گھاٹیوں کے کہ ان میں دشمن کی نگاہبانی کے لئے ٹھہرنے میں فضیلت ہے اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لا تشدالرحال الا الی ثلثۃ مساجد المسجد الحرام ومسجدی ھذا والمجسد الاقصی۔

فائدہ : بعض علماء نے اس حدیث سے استدلال کے مقامات متبرکہ اور علماء اور صلحاء کے مزارات کو منع کیا اور معلوم نہیں ہوتا کہ ان کا یہ استدلال درست ہو بلکہ زیارت قبور کی اجازت ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے فرمایا کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا اور حدیث بالا مسجدوں کے بارے میں آئی ہے۔ مزارات کا حکم ایسا نہیں اس لئے کہ مسجدیں ان تین مسجدوں کے سوا ایک جیسی ہیں اور کوئی شہر ایسا نہیں جس میں مسجد نہ ہو پھر دوسری مسجد میں جانے کے کیا معنی لیکن مزارات یکساں نہیں ہیں بلکہ ان کی زیارت کی برکت اسی قدر ہوتی ہے جتنا ان حضرات کے درجات ہوتے ہیں' ہاں اگر آدمی ایسے گاؤں میں ہو کہ جس میں مسجد نہ ہو تو اسکو جائز ہے کہ کسی ایسے گاؤں کی طرف سفر کرے جس میں مسجد ہو' پھر ہمیں معلوم نہیں کہ یہ کہنے والا انبیاء علیہم السلام جیسے حضرات ابراہیم و موسیٰ و یحییٰ علیہ السلام وغیرہم کے مزارات پر جانے سے بھی منع کرے۔ جب ان مزارات پر جانا درست کہے گا تو اولیاء اور علماء اور صلحاء کے مزارات بھی انہیں مزارات کے حکم میں ہیں نیز بعید نہیں کہ ان کے مزارات پر جانا سفر کی غرض سے ہو جیسے علماء کی زیارت ان کی زندگی میں مقصود ہوتی ہے۔ یہ حال تو سفر کا ہے۔ اب اولیاء کے مقام کا حال سنیں مرید کے لئے اگر سفر سے غرض علم کا حاصل کرنا نہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ اپنے مکان میں بیٹھا رہے بشرطیکہ وطن میں اس کا حال درست ہے۔ اگر حال سلامت نہ رہے تو ایسی جگہ تلاش کرے جس میں اس کو کوئی نہ جانے اور دین سلامت رہے۔ اور فراغ دل عبادت میسر ہو کہ اس کے حق میں یہ مقام سب سے افضل ہے چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہر سب اللہ کے ہیں اور لوگ تمام اس کے بندے ہیں' اس صورت میں جس جگہ میں نرمی اور آسانی دیکھے وہاں ٹھہر جائے اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرے حدیث میں ہے کہ جس کو کوئی چیز روزی میں ملے اس کو لازم پکڑے اور جس کی معاش کسی چیز میں مقصود کر دی گئی ہو اس سے نہ ہٹے یہاں تک کہ وہ چیز اس پر بدل جائے۔

حکایت : ابو نعیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھا کہ اپنا توشہ دان مونڈھے پر اور پانی کا کوزہ ہاتھ میں لئے کہیں تشریف لے جانے کا ارادہ رکھتے ہیں میں نے پوچھا حضرت کہاں کا ارادہ ہے۔ فرمایا ایسے شہر مقیم ہوں گا جہاں اناج سستا ہو گا۔ راوی نے کہا کہ میں نے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں فرمایا کہ جب تم کسی شہر میں اناج کی ارزانی سنو تو اس شہر کا قصد کرلو کہ اس سے تمہارا دین بھی سلامت رہے گا اور فکر کم کرنا پڑے گی اور کہا کرتے تھے کہ یہ زمانہ خرابی کا ہے گمنام لوگ اس میں محفوظ نہیں رہ سکتے مشوروں کا تو ذکر کیا ہے زمانہ نقل مکانی کا ہے کہ آدمی ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں میں جاکر دین کو فتنوں سے بچائے۔

حکایت : ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ خدایا مجھے معلوم نہیں کہ کون سے شہر میں رہوں عرض کی گئی خراسان میں مقیم ہو جائے۔ فرمایا کہ وہاں مختلف مذاہب اور تجویزیں خراب ہیں۔ پھر کہا گیا کہ شام میں رہیے فرمایا کہ وہاں شہرت ہوتی ہے کسی نے کہا کہ عراق میں سکونت کیجئے فرمایا کہ وہ ظالموں کا ملک ہے۔ پھر عرض کی گئی کہ مکہ میں رہئے فرمایا مکہ عقل اور بدن کو تحلیل کرتا ہے۔

حکایت : ایک بار کسی مسافر نے ان سے کہا کہ میں نے نیت کرلی ہے کہ میں رات مکہ میں رہوں گا مجھے نصیحت

فرمایئے فرمایا کہ تین باتوں کی وصیت کرتا ہوں۔ (1) صف اول میں نماز مت پڑھنا (2) کسی قریشی مکہ کی صحبت مت اختیار کرنا۔ (3) صدقہ ظاہر کرکے مت دینا صف اول میں نماز پڑھنے سے اس لئے منع فرمایا کہ آدمی مشہور ہو جاتا ہے یعنی جب پھر وہ غائب ہو جاتا ہے تو اس کی تلاش ہوتی ہے۔ اس صورت میں عمل میں زینت اور بناوٹ مل جاتی ہے اور یہ صوفیہ کرام کے نزدیک بڑی چیز ہے۔

حج کے واجب اور صحیح ہونے کی شرائط

شرطیں چار طرح ہوتی ہیں۔ حج کے صحیح ہونے کی دو شرطیں ہیں۔ (1) وقت (2) مسلمان ہونا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر لڑکا حج کرے تو اس کا حج درست ہے۔ اگر وہ تمیز والا ہو تو احرام خود باندھے اور اگر چھوٹا ہو تو اس کی طرف سے اس کا ولی احرام باندھے اور افعال حج کے طواف اور سعی وغیرہ سب اسے کرائے۔

مسئلہ: حج کا وقت شوال سے لیکر ذوالحج کی دسویں تاریخ یعنی یوم نحر کی صبح صادق تک ہے جو شخص اس مدت کے سوا اور دنوں میں احرام باندھے گا تو حج نہ ہوگا بلکہ عمرہ ہوگا اور عمرہ کا وقت تمام سال ہے مگر جو منیٰ کے ایام میں مناسک حج ادا کرنے کا پابند ہو اسے عمرہ کا احرام نہ باندھنا چاہئے۔ اس لئے کہ عمرہ کے بعد پھر اس سے منیٰ کے اعمال نہ ہوں گے۔

(2) حج اسلام کے متعلق شرائط پانچ ہیں۔ (1) مسلمان ہونا (2) آزاد ہونا (3) بالغ ہونا (4) عاقل ہونا (5) وقت ہونا۔ اگر لڑکا یا غلام احرام باندھے اور عرفہ میں لڑکا یا غلام آزاد ہو جائے یا مزدلفہ میں ایسا ہو اور صبح صادق سے پہلے عرفہ کو چلا جائے تو حج اسلام ہو جائے گا۔ اس لئے کہ حج عرفات میں قیام کا نام ہے اور وہ حالت بالغ ہونے اور آزاد ہونے میں میسر ہوگیا اور دونوں پر کوتاہی کی وجہ سے جانور کا لازم ذبح کرنا نہ آئے گا اور فرض عمرہ کی بھی یہی شرطیں ہیں۔ سوائے وقت کے

حج نفلی کی شرائط: آزاد اور بالغ کے حق میں یہ ہے کہ حج فرض سے فارغ ہو کیونکہ حج فرض مقدم ہے' اس کے بعد اس حج کی قضا ہے' جس کو عرفہ کے ٹھہرنے کے وقت فاسد کردیا ہو۔ پھر نذر کا حج ہے۔ دوسرے کی طرف سے نائب ہوکر حج کرنا۔ ان کے بعد حج نفل ہے' یہ ترتیب اسی طرح ضروری ہے۔ گو نیت بھر اس کے خلاف ہو مگر حج اسی طرح ہوگا۔

فائدہ: ایک شخص کے ذمہ حج فرض ہے اور وہ حج نذر کی نیت سے یا دوسرے کی نیابت کرکے احرام باندھے تو اس کی نیت کا اعتبار نہ ہوگا' بلکہ حج فرض ہو جائے گا۔ (4) حج کے واجب ہونے کی شرطیں پانچ ہیں۔ (1) بلوغ (2) اسلام (3) عقل (4) آزاد (5) قدرت۔ جس شخص پر حج فرض ہوتا ہے اسی پر فرض عمرہ بھی لازم ہوتا ہے۔

مسئلہ : جو شخص زیارت یا تجارت کے لئے مکہ میں جانا چاہے اور لکڑی بیچنے والا نہ ہو تو ایک قول کے بمطابق اس پر احرام باندھنا واجب ہے' پھر عمرہ یا حج کے اعمال کر کے احرام کھول دے۔ قدرت کی دو قسمیں ہیں۔ خود اعمال حج بجا لائے اس کے لئے بھی کئی امور ضروری ہیں' (1) تندرست ہونا' (2) راستہ میں نرخ کی ارزانی اور خوف و خطرہ نہ ہو' تری کا راستہ ہو یا خشکی کا مال اس قدر ہو کہ جانے اور وطن میں لوٹ آنے کو کافی ہو' اس کے گھر والے ہوں یا نہ ہوں' اس لئے کہ وطن کا چھوڑنا آدمی کو سخت ناگوار ہوتا ہے اور جن لوگوں کا نفقہ اس کے ذمہ لازم ہے ان کے لئے بھی اتنے دنوں کا خرچ ہو اور اس قدر اپنے پاس ہو کہ اس سے اپنے قرض ادا کر دینے اور سواری کے لینے پر کرایہ کرنے پر قادر ہو یا سواری کا جانور علیحدہ ہو یا اگر پر تل کے جانور پر بیٹھ سکے تو اسی کی قدرت چاہئے' دوسری قسم قدرت اپاہج کے حق میں اتنا مال رکھتا ہو کہ اپنی طرف سے دوسرے شخص کو حج کرنے کو بھیجے کہ وہ اپنا حج فرض کر کے دوسرے سال اس کی طرف سے حج کرے اوراس صورت میں خرچ سواری پر تل کے جانور کا کافی ہوگا۔

مسئلہ : اگر اپاہج کا لڑکا راستہ میں اس کی خدمت کرنے کو تیار ہو تو اس صورت میں وہ معذور نہ گنا جائے گا، بلکہ قدرت والا ہو جائے گا۔

مسئلہ :اگر بیٹا اپنا مال باپ کے سامنے رکھ دے تو اس سے وہ قادر نہ ہوگا کیونکہ بدن کی خدمت میں بیٹے کی سعادت مندی ہے اور مال کے دینے میں باپ پر احسان ہے۔

مسئلہ :جس کو قدرت ہو جائے اس پر حج کرنا واجب ہے اور تاخیر سے جانا بھی درست ہے مگر تاخیر کرنے میں خطرہ ہے اگر آخر عمر تک بھی حج نصیب ہو جائے تو فرض ساقط ہو جائے گا لیکن اگر بعد واجب ہونے کے بعد حج کرنے سے پہلے مرجاؤ گے تو اللہ کے سامنے عاصی ہو کر جائے گا اور حج اس کے ترکہ میں سے کرایا جائے گا اس نے وصیت نہ کی ہو جیسے دیگر فرضوں کا مسئلہ ہے کہ وہ بھی وصیت ادا کرنے پڑتے ہیں۔

مسئلہ :اگر ایک سال میں اس کو قدرت ہوئی ہو اور لوگوں کے ساتھ حج کو نہ نکلا' پھر اس کا مال لوگوں کے حج کرنے سے پہلے جاتا رہا یہ شخص بھی مرگیا تو اس پر حج کا مواخذہ نہ ہوگا۔

مسئلہ :جو شخص باوجود دولتمندی کے حج نہ کرے اور مرجائے تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت سخت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ارادہ کیا کہ شہروں میں ایک پروانہ بھیج دوں کہ جو شخص حج کی قدرت کے باوجود حج نہ کرے اس پر کچھ جزیہ لگادیا جائے۔

مسئلہ : معید بن جبر اور ابراہیم اور مجاہد اور طاؤس سے مروی کہ اگر معلوم ہو کہ کسی شخص پر حج واجب تھا اور وہ حج کرنے سے پہلے مرگیا تو ہم اس پر نماز نہ پڑھیں گے۔

فائدہ :بعض اکابر صحابہ کا ہمسایہ تونگر تھا مگر اس نے حج نہ کیا تھا اور مرگیا ان بزرگ نے ان کی نماز نہ پڑھی۔ حضرت

ابن عباس کہا کرتے تھے کہ جو شخص زکوۃ دینے اور حج کے بغیر مرتا ہے تو دنیا میں واپس لوٹنے کی آرزو کرتا ہے یہ آیت پڑھی۔ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَکْتُ کَلَّاَ (المؤمنون۔۱۰۰) کا معنی ہے حج کرو۔

ارکان حج : یعنی وہ اعمال جن کے بغیر حج درست نہیں پانچ ہیں۔ (1) احرام (2) طواف (3) طواف کے بعد صفا مروہ دوڑنا۔ (4) عرفات میں ٹھہرنا (5) پانچویں ایک قول کے مطابق بال منڈوانا۔

مسئلہ : عمرہ کے ارکان بھی یہی ہیں۔ سوائے عرفات میں ٹھہرنے کے۔

حج کے واجبات : ان کے چھوڑنے کا تدارک دم سے ہوتا یعنی قربانی کا جانور ذبح کرنا وہ چھ ہیں۔ (1) میقات سے احرام باندھنا جو کوئی بلا احرام میقات سے آگے بڑھ جائے اس پر ایک بکری ذبح کرنی لازم ہوگی۔ (2) جمرات کو کنکریاں مارنا ان جمروں کے ترک سے روایات کے مطابق دم لازم ہوتا ہے۔ (3) یوم عرفہ سورج کے ڈوبنے تک عرفات میں ٹھہرنا۔ (4) دسویں کی رات کو ذوالحج کے ماہ میں مزدلفہ میں ٹھہرنا۔ (5) منیٰ میں رات کو رہنا۔ (6) طواف وداع ان چاروں کے چھوڑنے سے روایات کے مطابق دم لازم آتا ہے۔ دوسری روایت کے مطابق دم لازم نہیں بلکہ مستحب ہے۔

اقسام حج : حج اور عمرہ ادا کرنے کے تین طریقے ہیں۔ (1) افراد جو سب سے میں سے **افضل** ہے (یہ شوافع کے نزدیک ہے ہمارے ہاں قران **افضل** ہے) (2) اس کی صورت یہ ہے کہ پہلے صرف حج کرے اور جب فارغ ہو جائے تو حل میں جاکر احرام باندھے اور عمرہ کے اور عمرہ کے احرام کے لئے حل میں سے بہتر جگہ جدا نہ ہے۔ پھر تنعیم پھر حدیبیہ۔

مسئلہ : افراد کرنے والے پر قربانی واجب نہیں لیکن اگر نفلی کرے تو اختیار ہے۔ (2) قران یعنی احرام میں حج اور عمرہ کی نیت ایک ساتھ کرکے کہے۔ لبیک لحجۃ و عمرۃ معا ط ایسے شخص کو اعمال حج کرنے کافی ہیں انہیں میں عمرہ بھی آجاتا ہے جیسے غسل میں وضو آجاتا ہے لیکن اگر طواف اور سعی عرفات کے ٹھہرنے سے کرے گا تو سعی دونوں میں شمار ہوں گی اور طواف حج میں نہ گنا جائے گا۔ کیونکہ حج میں فرض طواف کی شرط یہ ہے کہ عرفات میں ٹھہرنے کے بعد ہو اور قران والے ہر ایک بکری قربانی واجب ہے لیکن اگر مکہ کا رہنے والا ہو تو اس پر قربانی نہیں اس لئے کہ اس نے اپنی میقات کو ترک نہیں کیا کیونکہ اس کی میقات مکہ ہے۔ (تمتع) اس کی صورت یہ ہے کہ میقات سے احرام عمرہ کا باندھے اور مکہ میں حلال ہوکر احرام میں جو امور اس کو ممنوع ہوگئے تھے حج کے وقت تک ان سے متنفع ہوگا' پھر حج کا احرام باندھے۔

فائدہ : بغیر پانچ باتوں کے تمتع نہیں ہوتا شرط یہ ہے کہ مسجد حرام کے مقیمین میں نہ ہو اور مقیم سے مراد یہ ہے کہ اس میں اور مسجد حرام میں اتنا فاصلہ نہ ہو جس میں نماز قصر پڑھی جائے یعنی سفر شرعی سے کمتر' فاصلہ پر ہو۔ (2) عمرہ

حج سے پہلے کرے۔ (3) عمرہ حج کے مہینوں میں ہو۔ (4) حج کی مقات تک لوٹ کر نہ جائے اور نہ حج احرام کے لئے اس جیسی مسافت تک واپس لوٹے۔ (5) اس کا حج اور عمرہ ایک ہی شخص کی طرف سے ہوں۔ جب یہ پانچوں شرطیں پائی جاویں گی تو تمتع والا ہوگا اور اس پر ایک بکری قربانی واجب ہے۔ اگر بکری میسر نہ ہو تو تین روزے دسویں ذوالحجہ سے پہلے متفرق خواہ ایک ساتھ ایام حج میں رکھ لے اور سات روزے وطن جاکر رکھ لے اور یہی حال قران کا ہے کہ دم میسر نہ ہو' یعنی اس کے عوض دس روزے رکھے اور افضل ان تینوں صورتوں میں افراد ہے' پھر تمتع پھر قران۔

ممنوعات حج : حج و عمرہ کے ممنوعات چھ ہیں۔ (1) کرتہ اور پاجامہ اور موزہ اور عمامہ پہننا بلکہ تہبند اور چادر اور نعلین یعنی چپلیاں پہنی چاہئیں۔ اگر چپلیاں نہ ہوں تو جوتیاں پہنے اور اگر تہبند نہ ملے تو پاجامہ پہنے اور کمر میں پٹکا باندھنے کا اور کجاوہ کے سایہ میں بیٹھنے کا حرج نہیں' مگر اپنے سر کو ڈھانپنا نہ چاہئے کہ مرد کا احرام سر میں ہے اور عورت کو ہر ایک ملا ہوا لباس پہننا درست ہے' بشرطیکہ اپنے منہ کو ایسی چیز سے نہ چھپائے جو چہرے پر لگے اس کا احرام اس کے چہرے میں ہے دوسرا خوشبو لگانہ نہیں چاہئے کہ جس چیز کو عقلا خوشبو سمجھا جاتا ہے اس سے پرہیز کرے۔ اگر خوشبو لگائے گا یا سیاہ لباس پہنے گا تو اس پر دم لازم آئے گا۔ (3) بال منڈانا اور کترانا اس سے بھی دم لازم آتا ہے اور سرمہ لگانے اور حمام میں جانے اور فصد کھلوانے اور پچھنوں سے خون نکلوانے اور کنگھی کرنے کا نہیں' (4) عورت سے ہم بستر ہونا اور یہ صورت اگر ذبح اور حلق سے پہلے کرے گا تو حج جاتا رہے گا اور بدنہ یعنی اونٹ یا گائے یا سات بکریاں ذبح کرنی واجب ہوں گی اگر بعد ذبح اور سر منڈانے کے صحبت کرے گا تو بدنہ لازم آئے گا' لیکن حج نہ جاوے گا' (5) صحبت کے لوازم مثل بوس و کنار اس صورت سے عورتوں سے ہاتھ لگانا کہ منی وغیرہ نکل آئے حرام ہے اور اس میں لازم ہے اسی طرح ہاتھ سے منی نکالنے کی صورت میں دم واجب اور احرام والے کو اپنا یا غیر کا نکاح کرنا حالت احرام میں حرام ہے اور اس میں دم نہیں اور نکاح ہوتا ہی نہیں۔ جنگلی شکار مارنا کہ جس کا گوشت کھایا جاتا ہو' یا وہ حلال اور حرام جانور سے پیدا ہوا ہو' پس اگر احرام والا شکار مارے تو اس پر جانور میں سے اسی صورت کا جانور واجب ہوگا' اور تری کا شکار حلال ہے اور اس میں کچھ دم نہیں۔

ادائیگی حج کا طریقہ

گھر سے احرام تک کی سنتیں : وہ آٹھ ہیں۔ (1) مال سے متعلق ہے کہ ارادۂ سفر کے وقت پہلے توبہ کرے' اور جن لوگوں کے حق زبردستی لئے ہوں' ان کو واپس کر دے اور قرض خواہوں کے قرض ادا کرے اور جن لوگوں کا کھانا وغیرہ اپنے ذمہ ہو ان کا نفقہ واپسی تک کی مدت کا مہیا کر دے۔ اور جو امانت کسی کی ہو وہ اس کے حوالے کر دے اور مال میں سے حلال اور پاکیزہ اس قدر ساتھ لے کر جانے اور آنے کو کافی ہو تاکہ تنگی کی نوبت نہ آوے بلکہ اس

طرح ہو کہ ضعفاء اور فقراء کی بھی بشرط گنجائش خدمت کر سکے اور نکلنے سے کچھ خیرات کرے اور اپنے لئے ایک مضبوط جانور خرید لے جو کمزور نہ ہو کرایہ کرلے مگر کرایہ کی صورت میں مالک جانور سے تمام کاموں کا نام نہ لے جو اس پر لادنا چاہے تھوڑی ہوں یا زیادہ اس کی رضامندی حاصل ہو جائے۔ (3) سفر کے رفیق کے متعلق ہے کہ راہ کے لئے ایک ایسا ساتھی تلاش کرے جو نیک نجت اور بہتر دوست خیر کا مددگار ہو کہ اگر یہ بھولے تو وہ یاد دلائے اور اگر یہ ادا کرے تو وہ مدد کرے اگر یہ کمزوری کرے تو وہ بہادری دکھائے۔ اگر عاجزی کرے تو مدد کرے اگر اس کا دل تنگ ہو تو وہ صبر پر آمادہ کرے پھر ان رفقاء جو سفر میں نہ جائیں ان سے اور اپنے بھائیوں اور ہمسائیوں سے رخصت ہو اور ان کی دعا کا طالب ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں خیروبرکت کرتا ہے اور رخصت ہونے میں یہ دعا پڑھے۔ استو دع اللّٰہ دینک وامانتک وخواتیم عملک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسافر کو یہ دعا بتایا کرتے تھے۔ فی حفظ اللّٰہ وکنفہ وزودکہ السقوی وجنبک الردی وغفر ذنبک ووجھک الخیر اینما توجھت (3) گھر سے نکلنے کے متعلق ہے جب نکلنے کا ارادہ کرے تو چاہے کہ پہلے دوگانہ پڑھے۔ پہلی رکعت میں بعد الحمد کے سورہ کافرون اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص اور سلام کے بعد اپنے ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے اخلاص کامل اور نیت صادق سے دعا مانگے کہ الٰہی تو ہی سفر میں ہمارا ساتھی ہے اور تو ہی ہمارے گھر اور مال اور اولاد اور دوستوں میں نائب اور محافظ ہے' ہمیں اور ان کو ہر آفت اور مصیبت سے بچانا اور الٰہی ہم اس سفر میں تجھ سے نیکی اور پرہیزگاری کی درخواست کرتے ہیں اور ایسا عمل ہم سے ہو جن سے تو راضی ہو الٰہی ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ زمین کو ہمارے لئے طے کر دینا اور سفر کو ہم پر آسان کرنا اور سفر میں ہمارے بدن اور مال اور دین میں سلامتی نصیب کرنا اور اپنے گھر اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مزار تک ہمیں پہنچانا الٰہی ہم تجھ سے سفر کی سختی اور بری طرح لوٹنے اور گھر والوں اور مال اور اولاد اور یار دوستوں کو برے حال میں دیکھنے سے پناہ مانگتے ہیں الٰہی ہمیں اور ان کو اپنی حفاظت میں لے اور ہم سے اور ان سے اپنی نعمت مت چھین اور جو آرام ہمیں اور انکو تو نے دے رکھا ہے اس کو مت بدل۔ (4) جب گھر کے دروازے تک پہنچے تو کہے۔ بسم اللّٰہ توکلت علی اللّٰہ لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ رب اعوذبک ان اضل اویضل واذل اویذل واظلم او یظلم وجھل اویجھل علی الٰہی میں اکڑ سے اترانے اور نمود اور شہرت کے لئے نہیں نکلا ہوں بلکہ تیرے غضب سے خوف کر کے تیری رضا جوئی کے لئے اور تیرے فرض ادا کرنے اور تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع اور تیرے دیدار کے شوق میں نکلا ہوں اور جب چلے تو یہ دعا پڑھے اللھم بک انتشوت وعلیک توکلت وبک اعتصمت والیک توجھت اللھم انت ثقتی وانت رجائی فاکفنی ما اھمنی ومالا اھتم بہ وما انت اعلم بہ منی عزبا ءک وجل ثناؤک ولا الہ غیرک اللھم زودنی التقوی واغفرلی ذنبی وْ وجھتی للخیر انما توجھت اور جس منزل سے چلا کرے اس دعا کو پڑھ لیا کرے۔ (5) سواری کے بارے میں سنت ہے کہ جب سوار ہو تو کہے * بسم اللّٰہ وباللّٰہ واللّٰہ اکبر توکلت علی اللّٰہ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم ماشاء اللّٰہ کان وما لم یشاء لم یکن سبحان الذی سخرلنا ھذا وما کنالہ مقرنین

وانا الی ربنا لمنقلبون اللھم انی وجھی الیک و فوضت امری کلہ الیک و توکلت فی جمیع اموری علیک انت حسبی و نعم الوکیل اور سواری پر خوب اطمینان سے جم جائے اور سواری قابو میں آ جائے تو سات بار کہے۔ * سبحان اللّٰہ والحمد للہ ولا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اور کہے الحمدللّٰہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللّٰہ اللھم انت الحامل علی الظھر وانت المستعان علی الامور (6) سوار اترنے کے بارے میں مسنون ہے کہ جب تک دھوپ تیز نہ ہو جائے تب تک نہ اترے اور بہت سا راستہ رات کو طے کرلے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخر شب میں سفر اختیار کرو کہ راستہ رات کو طے ہوتا ہے۔ اور چاہئے کہ رات کو کم سوئے تاکہ اس سے رات کے چلے سفر پر اور جب منزل قریب محسوس ہونے لگے تو کہے اللھم رب السموت السبع وما اظللن ورب الارضین السبع وما اقللن ورب الشیاطین وما اضللن ورب الریاح وما ذرین ورب البحار وما جرین اسئلک خیرھذا المنزل و خیراھلہ واعوذبک من شرھذا المنزل وشرمافیہ اصرف عنی شر شرارھم اور جب منزل میں اترے تو دو رکعتیں نماز پڑھے پھر کہے اللھم انی اعوذ بکلمات اللّٰہ التامات التی لا یجاوزھن برولا فاجر من شرما خلق اور جب رات کی تاریکی چھائے تو کہے یا ارض ربی وربک اللّٰہ اعوذ باللّٰہ من شرک و شرما فیک و شرما یدب علیک اعوذ باللّٰہ من شرکل اسدواسود وحیۃ و عقرب ومن شرساکن البلد ووالد وما ولدولہ ماسکن فی الیل والنھار وھوالسمیع العلیم ط

(7) حفاظت کے بارے میں چاہئے کہ سفردن کو اختیار کرے قافلے سے اکیلا ہوکر نہ چلے کیونکہ عجیب نہیں کہ کوئی قتل کردے۔

1۔ الٰہی تیری مدد سے میں چلا اور تجھ پر بھروسہ کیا اور تجھی پر چنگل مارا اور تیری طرف توبہ کی الٰہی تو ہی میرا اعتماد اور تو میری توقع ہے پس مجھ کو بچا اس چیز سے کہ مجھ کو پیش آئے اور جس چیز کا اہتمام مجھ سے نہ ہو سکے اور جس چیز کو تو زیادہ جانتا ہے مجھ سے عزیز ہے پناہ پکڑنے والا تیرا اور بری ہے تعریف تیری اور نہیں ہے کوئی معبود سوائے تیرے الٰہی توشہ دے مجھ کو تقویٰ کا اور بخش دے میرے گناہ اور سامنے کر مجھ کو خیر کے جہاں میں جاوں۔ 12

2۔ اللہ کے نام سے شروع اللہ بہت بڑا ہے' میں نے بھروسہ کیا اللہ پر اور نہیں طاقت اور نہیں قوت مگر مدد سے اللہ برتر اور عظمت والے کی جو اللہ نے چاہا وہ ہوا اور جو اس نے نہ چاہا وہ نہ ہوا پاک ذات ہے وہ جس نے بس میں دیا ہمارے یہ' اور ہم نہ تھے اس کے مقابل ہونے والے اور ہم کو اپنے رب کی طرف پھرجانا ہے' الٰہی میں نے اپنا منہ تیری طرف کیا' اور اپنا سب کام تجھ کو سونپا' اور اپنے امور میں تجھ پر بھروسہ کیا تو تجھ کو کافی اور ذمہ دار ہے۔ 3۔ اور پاکی ہے اللہ کو اور حمد ہے اللہ کو اور کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے اور اللہ بہت بڑا ہے۔ 4۔ شکر ہے اللہ کا جس نے ہم کو یہاں راہ دی اور ہم نہ تھے راہ پانے والے اور اگر نہ راہ دیتا ہم کو اللہ' الٰہی تو ہی سواری کی پشت پر لادنے والا ہے' اور تو ہی سب کاموں پر مدد چاہا گیا 12! 5۔ ابوداؤد دور موطا بروایت خالد بن معدان مرسلا 12 6۔ اے پروردگار ساتوں آسمانوں کے اور اس چیز کے جس پر انہوں

یا راستہ بھول کر قافلہ سے علیحدہ ہوجائے اور رات کو سوتے وقت ہوشیاری سے رہے اگر اول شب میں سوئے تو اپنے ہاتھ پھیلائے اور اگر آخر شب میں سوئے تو ہاتھ کسی قدر اٹھا رکھے اور سر کو تھیلی پر رکھ کر لیٹے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے سفروں میں اسی طرح سویا کرتے تھے کیونکہ دوسری طرح لیٹنے میں بعید نہیں کہ گہری نیند آجائے اور سورج نکل آئے اور اس کو خبر بھی نہ ہو اور نماز کا فوت ہو جانا حج کے ثواب سے اہمیت پا جائے اور رات کو مستحب ہے کہ دو رفیق نوبت بنوبت حفاظت کریں کہ جب ایک سوئے تو دوسرا جاگتا رہے۔ اور پہرا دے اسی طرح کا پہرہ دینا مسنون ہے اگر رات یا دن کو کوئی دشمن یا درندہ اس پر حملہ کرے تو چاہئے کہ آیتہ الکرسی اور شہداللّٰہ انہ لا الہ الا ھو اور سورہ اخلاص اور معوذ تین پڑھے اور یہ دعا اس کے ساتھ ملائے۔ بسم اللّٰہ ماشاء اللّٰہ لا قوۃ الا باللّٰہ حسبی اللّٰہ توکلت علی اللّٰہ ماشاء اللّٰہ لا یاتی بالخیرات الا ماشاء اللّٰہ لا یصرف السواء الا۔ اللّٰہ حسبی وکفی سمع اللّٰہ لمن دعا لیس وراء اللّٰہ منتھی ولا دون اللّٰہ ملجا کتب اللّٰہ لا غلبن انا اللّٰہ ورسلی ان اللّٰہ قوی عزیز تحصنت باللّٰہ العظیم واستعنت بالحی الذی لا یموت اللھم احرسنا بعینک التی لا تنام و اکنفنا برکنک الذی لا یرام اللھم ارحمنا بقدرتک علینا فلا نھلک وانت ثقتنا ورجاءنا اللھم اعطف علینا قلوب عبادت وامانک برافتہ ورحمنہ انک انت الرحم الرحمین۔

ترجمہ۔ نہیں لاتا ہے بھلائیاں مگر اللہ' جیسا اللہ نے چاہا نہیں دور کرتا ہے برائی کو مگر اللہ اللہ مجھ کو کافی اور کافی رہا ہے۔ سنا اللہ نے اس شخص کا قول جس نے دعا مانگی' نہیں اللہ کے پرے کوئی نہایت اور نہ اس کے ورے کوئی ٹھکانا' اللہ لکھ چکا کہ میں برتر ہوں گا اور میرے رسول بے شک اللہ زوردار ہے زبردست میں نے قلعہ اختیار کیا ہے اللہ بزرگ کی مدد سے اور مدد چاہی اس زندہ سے جو نہیں مرے گا' الٰہی ہماری حفاظت کر اپنی آنکھ سے جو نہیں سوتی اور اس کو پناہ دے اپنی عزت کی جو طلب نہیں کی جاتی الٰہی ہم کو اپنی قدرت سے رحمت کر کہ ہم ہلاک نہ ہوں جب کہ تو ہمارا اعتماد اور توقع ہوا' الٰہی ہم پر اپنے بندوں کے دلوں کو اور اپنی لونڈیوں کے دلوں کو رافت اور رحمت کے ساتھ مہربان کر دے تو رحم کرنے والوں سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔

نے سایہ ڈالا اور رب ساتوں زمینوں کے اور جس کو وہ اٹھائے ہوئے ہیں اور رب شیطانوں کے اور ان کے جن کو انہوں نے بہکایا ہے اور رب ہواؤں کے اور جس چیز کو وہ پراگندہ کرتی ہے' اور رب دریاؤں کے اور جس چیز کو وہ بہاتے ہیں' میں تجھ سے اس منزل کی خیر چاہتا ہوں اور اس کے باشندوں کی بھلائی چاہتا ہوں' اور تیری پناہ مانگتا ہوں اس منزل کی برائی سے اور جو چیز اس میں سے ان کی برائی سے ان کے بروں کی برائی کو ٹال دے۔ 12 ۔7 الٰہی میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کے پورے کلموں کے طفیل سے جن سے نیک اور بد تجاوز نہیں کرتے برائی سے ہر مخلوق خدا کی 12 ۔8 اے زمین میرا اور تیرا رب اللہ ہے' پناہ مانگتا ہوں میں اللہ کی تیری برائی سے' اور جو چیز تجھ میں پیدا کی گئی ہے ان جانوروں کی برائی سے جو تجھ پر رینگتے ہیں پناہ مانگتا ہوں میں اللہ کی ہر شیر اور اژدھا سے سانپ سے بچھو کی برائی سے اور شہر کے رہنے والوں کے شر سے اور باپ اور اولاد یعنی شیطان اور اس کی اولاد کی برائی سے اور اللہ ہی کا ہے جو لپٹ جاتا ہے رات میں اور دن میں اور ہے وہی جانتا۔ 12

جب کسی اونچی جگہ پر چڑھے تو مستحب ہے کہ تین بار اللہ اکبر کہہ کر یہ دعا پڑھے اللھم لک الشرف علی کل شرف و لک الحمد علی کل حال اور جب کسی بستی میں اترے تو سبحان اللہ کہے اور سفر میں اگر وحشت دل پر آئے تو کہے سبحان اللہ الملک القدوس رب الملئکة والروح جللت السموت بالعزة والجبروت۔ ترجمہ پاکی بولتا ہوں اللہ بادشاہ نہایت پاک کی فرشتوں اور جبرائیل کے پروردگار کی آسمان چھپے ہوئے میں اس کی عزت اور جبروت سے۔

میقات سے دخول مکہ تک کے آداب

(1) جب میقات پر پہنچے' یعنی اس جگہ مشہور پر' جہاں سے لوگ احرام باندھتے ہیں تو احرام کی نیت سے غسل کرے اور بدن کو خوب صاف کرے اور سر اور داڑھی میں کنگھی کرے اور ناخن ترشوائے اور مونچھیں کتروائے اور جو صفائی کی باتیں ہم طہارت میں لکھ آئے ہیں وہ سب اچھی طرح بجالائے۔ (2) سلے ہوئے کپڑے اتار ڈالے اور احرام کے دو کپڑے پہنے' اس طرح کہ ایک سفید کپڑے کا تہ بند کرے اور دوسرے کو چادر سفید کپڑا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب کپڑوں سے بہتر اور محبوب ہے۔ اپنے کپڑوں اور بدن میں خوشبو لگائے اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ احرام کے بعد خوشبو رہ جائے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مانگ میں مشک کی چمک جس کو آپ نے احرام سے پہلے لگایا تھا احرام کے بعد صحابہ نے دیکھی ہے۔ * (3) کپڑے پہننے کے اتنا صبر کرے کہ اگر سوار ہو تو سواری اٹھ کھڑی ہو' یا پیدل ہو تو چلنا شروع کرے اس وقت احرام کی نیت کرے کہ حج کے لئے ہے یا عمرہ کے لئے' قران ہے یا افراد جس طرح ارادہ ہو وہ نیت کرے۔ نیت احرام کے لئے صرف دل سے ارادہ کافی ہے مگر مسنون یہ ہے کہ نیت میں لفظ لبیک بھی اضافہ کرے اور زبان سے کہے لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک ترجمہ۔ میں حاضر ہوں بے شک الٰہی میں خدمت کو حاضر ہوں' تیرا کوئی شریک نہیں' میں حاضر ہوں' حمد اور نعمت تجھی کو ہے اور سلطنت تیری ہی ہے کوئی تیرا شریک نہیں۔ اگر زیادہ کہنا ہو تو یوں کہے۔ لبیک وسعدیک والخیر کلہ بیدیک والرغباء الیک لبیک لحجة حقا تعبدا ورقا اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل محمد۔ ترجمہ۔ میں حاضر ہوں خدمت کو اور مستعد ہوں اور خیر بالکل تیرے قبضہ میں ہے' اور رغبت تیری طرف ہے' میں حاضر ہوں حج کے لئے' حقیقت میں بندگی اور غلامی کی راہ سے' الٰہی رحمت بھیج محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر۔ (4) جب احرام لبیک کہنے سے منعقد ہو جائے تو مستحب ہے کہ کہے اللھم انی ارید الحج فیسرہ لی واعنی علی اداء فرضہ و تقبلہ منی اللھم انی نویت اداء فریضتک فی الحج فاجعلنی من الذین استجابوا لک و آمنوا بوعدک واتبعوا امرک واجعلنی من وفدک الذین رضیت عنھم وارتضیت وقبلت منھم اللھم فیسرہ لی اداما نویت من الحج اللھم قد احرم لک لحمی وشعری

ودمی و عصبی و مخی وعظا می و حرمت علی نفسی النساء والطیب والبس المخیط بتغاء وجھک والدار الاخرۃ اور احرام کے وقت سے اس پر وہ چھ امور جنہیں ہم ممنوعات حج میں ذکر کر چکے ہیں حرام ہو گئے احرام کے کہنے کے لئے از سرنو لبیک کہنا مستحب ہے خصوصاً رفقاء سے ملاقات کے وقت اور لوگوں کے اجتماع کے وقت اور چڑھائی اور اترنے کے وقت اور سوار ہونے اور سواری سے نیچے آنے کے وقت جہر سے لبیک کہنا چاہئے اس طرح کہ گلا بیٹھے نہ سانس رکے کیونکہ بہرے اور غائب کو تو پکارنا نہیں ہے کہ اتنے چلانے کی حدیث میں ضرورت ہو حدیث میں بھی یہ مضمون وارد ہے اور مسجد حرام اور مسجد خیف اور مسجد میقات میں لبیک بلند آواز سے کہنے کا مضائقہ نہیں کہ یہ تینوں مسجدیں ارکان حج کی جگہ ہیں مگر ان کے سوا اور مسجدوں میں بغیر آواز کے بلند کرنے کے حرج نہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب کوئی چیز عجیب لگتی تو فرماتے لبیک ان العیش عیش لاخرۃ طواف.کے احکام مکہ میں داخل ہونے کے لئے ذی طویٰ میں غسل کرے۔ (ذی طویٰ) ایک وادی کا نام ہے جو مکہ مکرمہ سے باہر ہے اور غسل مستحب مسنون حج میں نو ہیں۔ (1) عرفات میں ٹھہرنے کے لئے (2) مزدلفہ میں ٹھہرنے کے لئے (3) طواف زیارت کے لئے (4) پھر تین غسل تینوں جمرات کو کنکریاں مارنے کے لئے اور عمرہ عقبہ کی کنکریوں کے لئے وداع کے لئے غسل فرمایا۔ (جائز نہیں) تو اس صورت میں صرف سات غسل رہتے ہیں کہ مکہ کے باہر جب حد حرم میں داخل ہو تو کہے اللھم ھذا حرمک وامنک فحرم لحمی ودمی وبشری علی النار وامنی من عذابک یوم تبعث عبادک واجعلنی من اولیائک واھل طاعتک (3) مکہ میں کدائی گھاٹی سے پانی کے سیل کی طرف جائے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے راستہ درمیانہ راستہ چھوڑ کر اسی راہ کو اختیار فرمایا تھا' اس لئے آپ کی اقتداء میں ایسا کرنا بہتر ہے۔

مسئلہ : جب مکہ سے نکلے تو کدی (بضم کاف) کی گھاٹی سے نکلے' یہ گھاٹی کچھ پست ہے۔ (4) جب مکہ میں داخل ہو اور نبی جمح کی اے روم پر پہنچ جائے تو اس وقت اس کی نگاہ کعبہ پر پڑے گی' اس وقت یہ کہنا چاہئے۔ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللھم انت السلام ومنک السلام و تبارک دارالسلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام اللھم ان ھذا بینک عظمتہ وکرمتہ و شرفتہ اللھم فزدہ تعظیما وزدہ شریفا و تکریما وزدہ مھابتہ وزدمن حجتہ براوکرامۃ اللھم افتح لی ابواب رحمتک وادخلنی جنتک وعذنی من الشیطن الرحیم۔ (5) جب مسجد حرام میں داخل ہو تو بنی شیبہ کے دروازے سے جائے۔ اور یوں کہے * بسم اللہ وباللہ ومن اللہ والی اللہ وفی سبیل اللہ وعلی ملتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جب کعبہ شریفہ سے قریب ہو تو کہے۔ الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی اللھم صلی علی محمد عبدک ورسولک وعلی آل ابراھیم خلیلک وعلی جمیع انبیائک ورسلک اور ہاتھ اٹھا کر کہے۔ * اللھم انی اسئلک فی مقامی ھذا افی اول مناسکی ان تقبل توبتی وتجاوز عن خطیئتی اوتضع عنی وزری الحمد اللہ الذی بلغنی بیت الحرام الذی جعلہ مثابتہ للناس وامنا وجعلہ مبارکا وھدی للعالمین اللھم انی عبدک والبلد بلدک والحرم حرمک والبیت

بیتک جئت اطلب رحمتک واسلک مسئلة المضطر الخائف من عقوبتک الراجی لرحمتک الطالب مرضاتک (6) اس کے بعد حجرا اسود کے پاس جاکر اسے اپنے داہنے ہاتھ سے چھوئے اور بوسہ دے کر کہے۔ اللھم امانتی اویتھا و میثاق فعیتہ اشھد لی بالموافاة اور اگر بوسہ دینا نہ ہو سکے تو اس کے سامنے کھڑا ہو کر یہی دعا پڑھ لے پھر طواف کے سوا کسی اور چیز کی طرف رغبت نہ کرے اور اس طواف کا نام طواف القدوم ہے۔

مسئلہ : اگر لوگ فرض نماز پڑھتے ہوں تو نماز میں شریک ہو جائے پھر طواف کرے۔

طواف کا طریقہ : جب حاجی طواف قدوم یا کوئی اور طواف شروع کرنا چاہے تو چاہئے کہ چھ امور کا لحاظ رکھے۔ (1) نماز کی شرطوں کی رعایت کرے کہ بے وضو نہ ہو کپڑا اور بدن اور طواف کی جگہ پاک ہوں اور ستر کو ڈھانپے اس لئے کہ خانہ کعبہ کا طواف بھی نماز ہی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں گفتگو مباح فرمائی ہے اور ابتدائے طواف سے پہلے اضطباع کرلینا چاہئے اس کی صورت یہ ہے کہ اپنی چادر کا بیچ داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر دونوں پلے بائیں کندھے پر کر لے۔ اس صورت میں ایک کنارہ تو پشت پر لٹکے گا اور ایک چھاتی پر اور ابتدائے طواف کے وقت سے لبیک کہنا موقوف کر دے اور طواف میں وہ دعائیں پڑھے جنہیں ہم لکھتے ہیں۔ (2) جب اضطباع سے فارغ ہو چکے تو خانہ کعبہ کو بائیں طرف کرے اور حجراسود کے پاس تھوڑا سا ہٹ کر کھڑا ہو تاکہ شروع طواف میں سارا بدن حجراسود کے مقابل کو گزر جائے اور چاہئے کہ اپنے درمیان اور کعبہ شریف کے درمیان میں تین قدم کی مقدار فاصلہ چھوڑ دے تاکہ خانہ کعبہ کے قریب بھی رہے کہ افضل ہے اور شاذروان پر طواف بھی نہ ہو کہ وہ خانہ کعبہ میں سے ہے اور حجراسود کے پاس حطیم زمین سے ملی ہوئی اس میں دھوکا پڑ جاتا ہے جو اس کے اوپر کے طواف کرتا ہے اس کا طواف درست نہیں کیونکہ وہ گویا کعبہ کے اندر طواف کرتا ہے اور حکم اس کے باہر طواف کرنے کا ہے واضح ہو کہ حطیم دیوار کعبہ کا عرض ہے کہ نیو کے پاس چوڑا ہے پھر زمین سے اوپر جو دیوار بنائی گئی ہے تو کچھ عرض چھوڑ دیا گیا ہے اس چھوڑے ہوئے عرض کو حطیم کہتے ہیں۔ اس کے اندر طواف نہ کرنا چاہئے غرض کی بموجب مذکورہ بالا حجر اسود کے پاس سے طواف شروع کرے ابتدائے طواف میں کہ حجر اسود سے ابھی نہ بڑھا ہو ہے۔

العائذبک من النار اور مقام کے ذکر کے وقت آنکھ سے مقام ابراہیم علیہ السلام کی طرف اشارہ کرے۔ * اللھم ان بیتک عظیم وجھک کریم وانت ارحم الراحمین فاعذنی من النار ومن الشیطن الرجیم و حرم لحمی ودمی علی النار وامنی من اھوال یوم القیمتہ واکفنی مونة الدنیا والاخرة پھر سبحان اللہ اور الحمدللہ کہے یہاں تک کہ رکن عراقی پر پہنچ جائے اور اس وقت کہے * اللھم انی اعوذبک من الشرک والشک و الکفر والنفاق واشقاق وسوء الخلاق و سوء المنظر فی الاھل والمال والولد اور جب میزاب پر پہنچے تو کہے * اللھم اظللنا تحت عرشک یوم لا ظل الا ظل عرشک اللھم اسقنی بکاس محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم شربة لا اظما بعدھا ابدا جب رکن شامی کے مقابل پہنچے تو کہے * اللھم جعلہ حجا مبرورا و سعیا مشکورا وذنبا

مغفور او تجارۃ لن تبوریا عزیز یا غفور رب اغفر وارحم و تجاوز عما تعلم انک انت الاعز الاکرم اور جب رکن یمانی کے مقابل ہو تو کہے * اللھم انی اعوذ بک من الکفر و اعوذبک من الفقر ومن عذاب القبر ومن فتنۃ المحیا والممات واعوذبک من الخزی فی الدنیا و الاخرۃ اور رکن یمانی اور حجر اسود پر پہنچ جائے تو کہے * اللھم ربنا اتنا فی الدنیا حسنتہ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا برحمتک عذاب القبر وقنا عذاب النار اور جب حجر اسود پر پہنچ جائے تو کہے * اللھم اغفرلی برحمتک اعوذ برب ھذا الحجر من الدین والفقر و ضیق الصدر وعذاب القبر اور اس وقت ایک پھر (طواف) پورا ہو' اسی طرح سات طواف پھرے کرے اور ہر پھیرے میں یہ دعائیں مانگے۔ (4) پہلے تین پھریوں میں رمل کرے لورباقی چار میں عادت کے موافق چلے اور رمل کے معنی ہیں چلنے میں جلدی کرے اور قدم پاس آہستہ آہستہ رکھے اور رمل کی چال دوڑنے سے کم ہوتی ہے اور معمولی طور پر چلنے سے زیادہ ہوتی ہے اور مقصود اضطباغ اور رمل سے بے خوف ہونا اور جواں مردی کا مظاہرہ کرنا ہے لور یہ اس لئے مقرر ہوا تھا کہ قیامت کی دہشتوں سے امن دے اور دنیا اور آخرت کی مشقت سے مجھ کو بچا 12

3۔ الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں شرک سے اور شک اور کفر اور نفاق اور خلاف اور بری عادتوں سے اور اپنے اہل اور مال لور اولاد کو برے حال میں دیکھنے سے 12 ۔4 الٰہی مجھ کو اپنے عرش کے نیچے سایہ دے جس روز کہ کوئی سایہ نہ ہوگا سوائے تیرے عرش کے سایہ کے الٰہی تو مجھ کو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیالہ سے ایسے گھونٹ پلا کہ پھر میں کبھی پیاسا نہ ہوں۔ 12 ۔5 الٰہی تو اس حج کو قبول کردے اور سعی مشکور اور گناہ بخشا ہوا اور تجارت جو کبھی نہ ٹوٹے اے عزت والے اے بخشنے والے' اے رب میرے مغفرت کر لور رحم کر اور جن گناہوں کو تو جانتا ہے ان سے درگزر کر بے شک تو زیادہ کفر سے اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں فقر سے اور قبر کے عذاب سے اور زندگی اور مرنے فتنے سے اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں دنیا و آخرت میں رسا ہونے سے۔ ۔6 الٰہی اے ہمارے پروردگار دے ہم کو دنیا میں خوبی اور آخرت میں خوبی اور بچا ہم کو اپنی رحمت سے قبر کے عذاب سے اور دوزخ کے عذاب سے۔ 12 ۔7 الٰہی تو میری مغفرت کر اپنی رحمت سے میں پناہ مانگتا ہوں اس پتھر کے پروردگار سے قرض سے اور مفلسی سے اور سینے کی تنگی اور عذاب قبر سے۔ کہ کفار اب امید نہ رکھیں کہ مسلمان اب ان سے مرعوب ہوں گے بعد کو یہ سنت جاری ہوگئی اور رمل خانہ کعبہ کے قریب میں افضل ہے لیکن اگر اژدحام کی وجہ سے قرب میسر نہ ہو تو فاصلہ سے رمل کرنا بہتر ہے لیکن مطاف کے کنارے پر پہنچ کر رمل کرلے اور تین پھیرے رمل کے ساتھ کرکے خانہ کعبہ کے قریب اژدحام میں مل جائے اور چار پھیرے معمولی رفتار سے ادا کرے اگر حجر اسود کا بوسہ ہر پھیرے میں ممکن ہو تو بہتر ہے اگر اژدحام کی وجہ سے نہ ہو سکے تو اپنے ہاتھ سے اشارہ حجر اسود کی طرف کرکے ہاتھ کو بوسہ دے لے اسی طرح رکن یمانی کا بوسہ دینا مستحب ہے۔ مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رکن یمانی کو بوسہ دیتے اور اپنا رخسار مبارک اس پر رکھتے اور جو شخص بوسہ دینے میں صرف حجراسود پر اکتفا کرے اور رکن یمانی کو ہاتھ سے چھوئے تو بہتر ہے کیونکہ یہ روایت زیادہ مشہور ہے۔ (5) جب طواف کے ساتوں پھیرے ختم ہو چکیں تو ملتزم پر آئے یعنی حجراسود اور خانہ کعبہ کے درمیان میں کہ یہ مقام دعا کے قبول ہونے کا ہے یہاں دیوار سے چمٹ جائے اور پردوں کو پکڑے اور اپنا پیٹ دیوار سے ملائے اور داہنا رخسار دیوار پر رکھے اور اپنے ہاتھ اور ہتھیلیاں اس پر پھیلا دے اور

یوں کہے یارب البیت العتیق اعتق رقبتی من النار واعذنی من الشیطن الرجیم واعذنی من کل سوء وقنعنی و بارک لی فیما اتیتنی اللھم ان ھذا البیت بیتک والعبد عبدک و ھذا المقام لعائذبک من النار اللھم اجعلنی من اکرم وفدک علیک پھر اس مقام پر اللہ تعالیٰ کی بہت تعریف کرے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر بکثرت درود بھیجے اور اپنے مطالب خاص کے لئے دعا مانگے اور گناہوں سے مغفرت کی درخواست کرے۔ بعض اکابر سلف اس مقام پر اپنے خدام سے کہتے کہ میرے سے علیحدہ ہو جاؤ تاکہ میں اپنے پروردگار کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کرلوں۔ (6) جب ملتزم سے فارغ ہو تو چاہئے کہ مقام ابراہیم کے پیچھے دوگانہ نماز پڑھے پہلی میں قل یا ایھاالکا فرون اور دوسری میں قل ھواللہ اور یہ دوگانہ طواف کا ہے زہری نے کہا ہے کہ سنت ہمیشہ سے یوں ہے کہ ہر سات پھیروں پر دوگانہ پڑھے اور اگر بہت سے طواف کئے اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھ لے تب بھی جائز ہے کہ ایسا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا ہے اور سات پھیرے مل کر ایک طواف ہوتا ہے اور طواف کے دوگانہ کے بعد یہ دعا پڑھے۔ اللھم یسرلی الیسری وجنبی العسری واغفرلی فی الاخرۃ والاولی اللھم عصمنی بالطافک حتی لا اعصیک واعنی علی طاعتک بتوفیقک وجنبی معاصیک واجعلنی ممن یحبک ویحب ملائکتک ورسلک ویحب عبادک الصالحین اللھم جنبی الی ملائکتک ورسلک والی عبادک الصالحین اللھم فکما ھدیتنی الی الاسلام فثبتنی علیہ بالطافک وولایتک واستعملنی طاعتک وطاعۃ رسولک واجرنی من معضلات الفتن اور پھر حجر اسود پر دوبارہ آئے اور اس کو بوسے دے کر طواف کو ختم کرے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی خانہ کعبہ کا طواف سات پھیرے کرے اور دو رکعت نماز پڑھے تو ایسا ثواب ہے کہ جیسے غلام آزاد کرنے کا ہوتا ہے۔ (صورت طواف کرنے کی یہ تھی جو مذکور ہوئی) شروط نماز کے بعد واجب یہ ہے کہ سارے کعبہ کے گرد سات پھیرے کرے اور شروع حجراسود سے کرے۔ اور خانہ کعبہ کو بائیں ہاتھ رکھے اور طواف مسجد کے اندر اور خانہ کعبہ کے باہر کرے نہ کے اوپر ہو' اور نہ حطیم کے اندر اور تمام پھیرے مسلسل کرے' ان میں جدائی زیادہ نہ کرے' اور اس کے سوا اور امور سنت اور مستحب ہیں۔

سعی بین الصفا و المروہ : جب طواف سے فارغ ہو چکے تو باب الصفا کی طرف نکلے اور یہ دروازہ کعبہ کی اس دیوار کی سیدھ میں ہے جو رکن یمانی اور حجراسود کے درمیان ہے پس جب اس دروازے سے باہر نکلے اور صفا پر پہنچے یہ ایک پہاڑ ہے۔ اس کے چند زینوں پر چڑھے کہ قد آدم پہاڑ مذکور کے نیچے بنے ہوئے ہیں' حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان پر اتنا چڑھے تھے کہ آپ کو کعبہ شریف نظر آنے لگا تھا اور شروع سعی کا کوہ صفا کی جڑ سے کافی ہے اور اتنا چڑھنا مستحب ہے لیکن چونکہ بعض سیڑھیاں نئی بن گئی ہیں تو چاہئے کہ ان کو اپنے پیچھے نہ چھوڑے اس لئے کہ اس قدر جگہ سعی میں رہ جائے گی اور سعی کامل نہ ہوگی۔

مسئلہ : ابتدائے سعی صفا سے کرے اس کے اور مروہ کے درمیان میں سات بار سعی کرے اور صفا پر چڑھنے کے

وقت کعبہ کی طرف منہ کرکے کہے اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر الحمدللّٰہ المعامد کلھا وعلی جمیع لغم کلھا لا اله الا اللّٰه وحده لا شریک له له الملک وله الحمد یحی ویمیت بیده الخیر وهو علی کل شی قدیر لا اله الا اللّٰه وحده و صدق وعده ونصر عبده واعذ جنده وهزم الاحزاب وحده لا اله الا اللّٰه مخلصین له الدین ولو کره الکفرون لا اله الا اللّٰه مخلصین له الدین الحمد للّٰه رب العالمین فسبحان اللّٰه حین تمسون و حین تصبحون - وله الحمد فی السموات والارض وعشیا وحین تظهرون- یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی ویحی لارض بعد موتها وکذالک تخرجون من آیا ته ان خلقکم من تراب ثم اذا انتم بشرء منتشرون اللهم انی اسئلک ایمانا دائما ویقینا صادقا وعلمانا فعا وقلبا خاشعا ولسانا ذاکر واسئلک الحفو والعافیته والمعافاة الدائمنه فی الدنیا ولا خرة اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور اللہ جل شانہ سے اس دعا کے بعد جو چاہے مانگے پھر اتر کر سعی شروع کرے اور یہ کہتا جائے رب اغفروارحم وتجاوز عما تعلم انک انت الاعزالاکرام اللهم آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ اور نرمی کے ساتھ چلے یہاں تک کہ سبز میل تک پہنچ جائے اور یہ میل صفا سے اترتے ہی ملتا ہے اور مسجد حرام کے کونے پر ہے جبکہ اس میں میل کی سیدھ میں چھ ہاتھ کافاصلہ رہے جلد چلنا شروع کرے یعنی رمل کی سی چال چلے یہاں تک کہ دوسرے میل سبز تک پہنچ جائے پھر وہاں سے نرم چلنا شروع کرے جب مروہ پر چڑھے تو اس کے زینوں پر چڑھے جیسے صفا پر چڑھا تھا اور وہی دعا مانگے جو صفا پر مانگی تھی یہ ایک بار سعی ہوئی اور جب صفا پر دوسری بار آئے گا تو دوبارہ ہوگی اسی طرح سات بار سعی کرے ہر سعی میں سبز میلوں کے درمیان میں رمل کرے اور آہستہ چلنے کی جگہ میں آہستہ چلے (جیسا اوپر ذکر ہوا) اور ہر بار صفا اور مروہ پر چڑھے جب سعی سے فارغ ہو جائے تو اب طواف قدوم اور سعی سے فارغ ہوگیا اور یہ دونوں سنت ہیں اور سعی کے لئے پاک ہونا مستحب ہے واجب نہیں بخلاف طواف کے کہ اس میں پاک ہونا واجب ہے اور جب سعی کر چکے چاہئے کہ عرفات میں ٹھہرنے کے بعد پھر دوبارہ سعی نہ کرے بلکہ اسی سعی کو آکر چکا ہے رکن ہونے کو کافی سمجھے اسی لئے کہ سعی کی شرط یہ نہیں کہ وقوف

۱۔ الٰہی آسان کر دے میرے لئے آسانی اور بچا مجھ کو سختی سے اور بخش دے مجھ کو پچھلے اور پہلے میں بعضے امور اور میں کے گناہ الٰہی مجھ کو اپنے الطاف سے گناہوں سے بچا مجھ کو کہ میں تیری نافرمانی نہ کروں اور مجھ کو اپنی اطاعت پر اپنی توفیق کی مدد دے اور مجھ کو اپنی نافرمانیوں سے علیحدہ رکھ اور مجھ کو ان لوگوں میں سے کر جو تجھ سے محبت رکھتے ہیں اور تیرے فرشتوں سے اور نیک بندوں سے محبت رکھتے ہیں اور مجھے اپنے فرشتوں اور رسولوں اور نیک بندوں کا محبوب کر' الٰہی جس طرح تو نے مجھ کو ..... اسلام کی طرف ہدایت کی اسی طرح اپنے ولایت و الطاف سے اس پر مجھ کو ثابت رکھ اور مجھ سے اپنی اطاعت اور اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کا کام لے اور مجھ کو لاعلاج فتنوں سے پناہ دے 12 ترمذی و نسائی و ابن ماجہ بروایت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ 12ا ح مسلم بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ -

عرفہ کے بعد ہو' بلکہ طواف زیارت میں قید بعد وقوف کے ہے' ہاں سعی میں یہ قید ہے کہ طواف کے بعد ہو' خواہ کس طرح کا طواف کیوں نہ ہو۔

☆☆ احناف کا طریقہ سعی و مسائل حاشیہ پر دیکھئے۔

وقوف عرفات : جو امور اس سے پہلے چاہئیں انہیں ادا کئے بغیر حاجی کہ عرفہ کے دن عرفات پہنچ جائے تو طواف قدوم اور مکہ میں جانے کے لئے وقوف عرفات سے پہلے کوئی کام نہ کرے بلکہ اول عرفات میں ٹھہرنے کو اختیار کرے۔ ہاں اگر عرفہ سے کچھ دن پہلے پہنچے تو مکہ میں داخل ہوکر طواف قدوم کرے اور ساتویں ذی الحجہ تک احرام باندھے ہوئے مکہ میں ٹھہرا رہے' پھر امام اسی تاریخ میں ظہر کے بعد کعبہ شریف کے پاس خطبہ پڑھے اور لوگوں کو حکم دے کہ آٹھویں تاریخ منیٰ کے جانے کی تیاری کریں اور رات کو وہاں رہیں اور نویں کی صبح کو وہاں سے عرفات کو جائیں کہ بعد زوال وقوف عرفہ کا فرض ادا کریں' کیوں کہ وقوف کا وقت نویں کے زوال سے دسویں کی صبح صادق تک ہے۔ پس چاہئے کہ منیٰ کو لبیک کہتا ہوا نکلے اور مستحب یہ ہے کہ مکہ سے ارکان حج کے لئے تمام حج تک اگر قدرت ہو تو پیدل چلے اور مسجد ابراہیم علیہ السلام سے وقوف کی جگہ تک پیدل چلنے کی بہت تاکید ہے بلکہ افضل ہے' پس جب منیٰ میں پہنچے تو کہے اللھم ھذا امنی فامنن بما مننت بہ علی اولیائک واھل طاعتک اور نویں رات کو منیٰ میں رہے اور یہ مقام رات کے رہنے کا ہے' کوئی فعل حج اس وقت میں اس سے متعلق نہیں' جب عرفہ کی صبح ہو تو فجر کی نماز پڑھے اور کوہ تیرہ پر سورج نکلے تو سورج کو یہ کہتا ہوا چلے * اللھم اجعلھا خیر غدوۃ غدوتھا قط واقرب بھا من رضوانک وابعدھا من سخطک اللھم الیک غدوات وایاک رجوت وعلیک اعتمدادت ووجھک اردت فاجعلنی ممن تباہی بہ الیوم من ھو خیر منی وافضل اور جب عرفات میں آئے تو اپنا خیمہ نمرہ میں (جو مسجد کے قریب ہے) کھڑا کرلے' حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا خیمہ اسی جگہ کھڑا کیا تھا' اور نمرہ بطن عرفہ کا نام ہے جو موقف اور عرفہ کی طرف ہے اور وقوف کے لئے غسل کرنا چاہئے' جب سورج ڈھل جاوے تو امام ایک خطبہ مختصر پڑھ کر بیٹھ جائے اور پھر دوسرا خطبہ شروع کرے اور موذن اذان کے بعد اذان میں تکبیر ملائے اور تکبیر کے ختم ہونے پر امام بھی فارغ ہو جائے۔ پھر ظہر اور عصر ایک اذان اور دو تکبیروں سے پڑھے' اور نماز قصر کرے' نماز کے بعد موقف میں جائے اور عرفات میں ٹھہرے۔

1ء (بقیہ ص 441) پھر اب تم انسان ہو پھیل پڑے' الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں' ایمان دائمی اور یقین سچا اور علم مفید اور دل عاجزی کرنے والا اور زبان ذکر کرنے والی' اور سوال کرتا ہوں' تجھ سے عفو اور عافیت اور سلامتی دائمی دنیا اور آخرت میں 12 1ء الٰہی یہ منیٰ ہے پس تو میرے اوپر احسان کر اس نعمت کا جس سے تو نے اپنے دوستوں اور اہل جنت پر احسان کیا۔ 12 * اس کا ترجمہ پیشتر گزار 12 (صفحہ حاشیہ ہذا) 1ء الٰہی اس صبح کو بہتر ان صبحوں سے کردے جو میں نے کی ہوں اور اس کو اپنی رضامندی سے قریب کر اور اپنے غصہ سے دور کر' میں نے تیری طرف صبح کی اور تجھی سے توقع کی' اور تجھی پر اعتماد کیا اور تیری رضا کا ارادہ کیا' پس تو مجھ کو ان لوگوں میں سے کردے جن سے تو آج مجھ سے بہتر اور افضل لوگوں

وادی عرنہ میں نہ ٹھہرے اور مسجد ابراہیم کا اگلا حصہ تو عرفہ میں ہے اور پچھلا عرفات میں جو کوئی اگلے حصہ میں ٹھہرے گا اسے عرفات میں ٹھہرنا میسر نہ ہوگا اور عرفات کی جگہ مسجد میں ان بڑے پتھروں سے معلوم ہوتی ہے جو وہاں بچھا دیئے گئے ہیں اور بہتر یہ ہے کہ امام پتھروں کے قریب قبلہ رخ سوار ہوکر ٹھہرے اور تحمید اور تسبیح اور تہلیل اور اللہ تعالیٰ کی تعریف دعا اور توبہ کرے اور اس دن روزہ نہ رکھے تاکہ تمام دن دعا پڑھنے پر قادر رہے اور عرفہ کے دن لبیک کہنا موقوف نہ کرے بلکہ مستحب یہ ہے کہ کبھی لبیک کہے اور کبھی دعا اور چاہئے کہ عرفات کی طرف سے غروب آفتاب سے پہلے نہ نکلے تاکہ رات اور دن عرفات ہی میں جمع ہوں اور ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اگر چاند میں غلطی ہوگئی ہوگی تو دوسرے روز کی شب میں ایک ساعت ٹھہرنا ہو سکے گا غرضیکہ احتیاط اسی کی مقتضی ہے کہ اور حج کے فوت ہونے سے بھی مامون رہے گا اور جس کو دسویں کی صبح تک کچھ بھی ٹھہرنا نصیب نہ ہو اس کا حج جاتا رہا اس کو چاہئے کہ عمرہ کرکے احرام سے حلال ہو جائے اور پھر ایک (دم) حج کے جانے کے لئے دے اور دوسرے سال اسی حج کی قضاء کرے اور اس دن سب سے زیادہ ہمت دعا میں کرے کہ اس جیسی جگہ اور ایسے مجمع میں دعاؤں کے قبول ہونے کی توقع ہے اور جو دعا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اکابر صحابہ سے عرفہ کے دن منقول ہے کا مانگنا بہتر ہے۔ یوں دعا مانگنی چاہئے۔ لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحی ویمیت وھو حی لا یموت ابدا ابدا ذوالجلال ولاکرام بیدہ الخیر وھو علی کل شی قدیر اللھم اجعل فی قلبی نورا وفی سمعی نورا وفی بصری نورا وفی لسانی نور اللھم اشرح لی صدری دیسرلی امری اللھم رب الحمد لک الحمد کما نقول و خیرا مما نقول لک صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی والیک مابی والیک ثوابی اللھم انی اعوذبک وساوس الصدر وشتات الامر وعذاب القبر اللھم انی عوذبک من شر ما یلج فی الیل و شرما یلج فی النھار ومن شرما تھب بہ الریاح ومن شربوائق الدھر اللھم انی عوذبک من عافیتک وفجاۃ نعمتک وجمیع سخطک اللھم اھدنی بالھدی وافغرلی فی الاخرۃ والاولیٰ یا خیر مقصود واسنی منزول بہ واکرم مسؤل مالدیہ اعطنی العشیۃ افضل ما اعطیت احدا من خلقک و حجاج بینک یا ارحم الراحمین اللھم یا رافع الدارجات و منزل البرکات دیا فاطر الارمنین واسموت ضجت الیک الاصوات بصنرف اللغات نسالک الحاجات وحاجتی ان لا تنسانی فی دارالبلاء اذا نسینی اھل الدنیا اللھم انک تسمع کلامی وترے مکانی و تعلم سری و علانینی ولا یغفی علیک شی من امری انا البائس الفقیر المسغیث المسجیر الرجل المشفق المعترف بذنبہ اسئلک مسئلۃ المسکین وابتھل الیک ابتھال المذنب الذلیل وادعوک دعاک دعاء الخائف الضریر دعاء من خضعت لک رقبتہ وفاضت لک عبرتہ وذل لک جسدہ درغم لک انفہ اللھم لا تجعلنی بدعائک رب شقیا وکن بی رونا رحیما یا

یعنی فرشتوں پر فخر کرے 12 مسلم اور حدیث طویل جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ 12

خیر المسولین واکرم المعطین الهی من مدح لک نفسه فانی لا نم تغنی والهی اخرست المعاصی بلسانی فمالی وسیلة من عملی ولا شفیع سری الامل الهی افی اعلم ان ذنوبی لم تبق لی عندک جاها ولا للاعتذار وجها ولکنک اکرم الاکرمین الهی ان لم اکن اهلا ان ابلغ رحمتک فان رحمتک اهل ان تبلغنی ورحمتک وسعت کل شی وانا شی الهی ان ذنوبی وان کانت عظاما ولکنها صغار فی جنب عفوک فاغفر هالی یا کریم الهی انت انت وانا انا انا العواد الی الذنوب وانت العواد الی المغفرة الهی کنت لا تحم الا اهل طاعتک فانی من یفرع المذنبون الهی تجنبت عن طاعتک عمدا و توجهت الی معصیتک قصدا فسبحنک ما اعظم حجتک علی و اکرم عفوک عنی فبوجوب حجتک علی وانقطاء حجتی عنک وفقری الیک ذعناک عنی الا غفرت لی یا خیر من دعاه داع وافضل من رجاه راج مجرمته الاسلام و بذمته محمد علیه السلام اتوسل الیک فاغفرلی جمیع ذنوبی واصرفنی عن مرتفی هذا مقضی الحوائج وهب لی ما۔

(بقیہ حاشیہ ص 443) اور قبر کے عذاب سے' الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں برائی سے اس چیز کی داخل ہو رات میں برائی سے اس چیز کی کہ داخل ہوں دن میں اور برائی سے اس چیز کی کہ اڑاتی ہیں اس کو ہوائیں' اور برائی سے زمانہ کی مشکلات کی' الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں تیری دی ہوئی تندرستی کے بدلنے سے اور تیرے اچانک انتقام لینے سے اور تیرے سب غضب سے' الٰہی مجھ کو نیکی سے ہدایت کر' اور بخش دے میرے گناہ آخرت اور دنیا کے امور کے اے بہتران لوگوں کے جن کے پاس کوئی قصد کرے اور ان کے پاس کوئی اترے' اور کریم تر ان کے جن کے پاس کوئی چیز ان سے مانگے آج شام کو سو مجھ کو وہ نعمت عطا کر جو اپنی مخلوق میں سے اور اپنے گھر کے حاجیوں میں کسی کو تونے دی جو اس سے افضل ہو اے ارحم الراحمین اے اللہ اے بلند کرنے والے درجوں کے' اے اتارنے والے برکتوں کے' بنانے والے زمینوں کے اور آسمانوں کے' فریاد کرتی ہیں تیرے سامنے آوازیں اقسام زبانوں سے' تجھ سے ہم حاجتیں مانگتے ہیں اور میری حاجت یہ ہے کہ تو مجھ کو اس "امتحان کے گھر میں مت بھولنا جب کہ مجھ کو دنیا والے بھول جائیں" الٰہی تو میرے کلام سنتا ہے اور میری جگہ دیکھتا ہے اور تو میرے باطن اور ظاہر کو دیکھتا ہے اور میرے حال میں سے کچھ تجھ سے چھپا نہیں ہے' الٰہی میں سختی زدہ مفلس فریادی پناہ چاہنے والا خائف ترسان اپنے گناہ کا اقرار کرنے والا ہوں' تجھ سے مسکین کی طرح سوال کرتا ہوں اور تیرے سامنے گناہگار ذلیل کی سی زاری کرتا ہوں' اور تجھ کو زدہ ضرر یافتہ کی طرح پکارتا ہوں' ایسے شخص کی طرح جس کی گردن تیرے لئے جھکی ہے اور اس کے آنسو تیرے لئے جاری ہوئے ہوں اور اس کا جسم تیرے واسطے ذلیل ہوا ہو' اور اس کی ناک تیرے سامنے خاک میں بھری ہو' الٰہی تو مجھ کو اپنے پکارنے میں اور دعا میں محروم مت کر اور مجھ پر رؤف اور مہربان ہو اے بہتران لوگوں کے جن سے کوئی مانگے' اور زیادہ دینے والوں میں سے' الٰہی گناہوں نے میری زبان بند کر دی' پس مجھ کو اپنے عمل کا وسیلہ نہیں اور نہ سوا توقع کے اور کوئی سفارش کرنے والا' الٰہی مجھے معلوم ہے کہ میرے گناہوں نے تیرے نزدیک میری قدر کچھ باقی نہیں رکھی اور نہ عذر کرنے کی کوئی صورت' لیکن تو زیادہ سخیوں سے زیادہ سخی ہے' الٰہی اگر میں اس کا اہل نہیں کہ تیری رحمت تک پہنچوں' تو تیری رحمت تو شایاں ہے کہ مجھ تک پہنچے' الٰہی تیری رحمت ہر چیز کو شامل ہے اور

ما عندک فلا تخیب رجاء نا الهنا تابعت النعم حتی اصانت النفس بتابع نعمک واظهرت العبر حتی نطقت الصوامت بحجنک وظاهرت المنن حتی اعنرب اولیاء ک بالتقصیر عن حقک واظهرت آیات حتی السموت ولا رضوان باؤلئک و قصرت حتی خضع کل شئی بعذتک و عنت الوجوه بعظمتک اذا أساء عبادک حملت واصهلت وان احسنوا تفضلت و قبلت وان عصوا سترت وان اذنبوا عفوت وغفرت واذا دعونا اجبت واذانا دینا سمعت واذا اقبلنا الیک قربت واذاولینا عنک دعوت الهنا انک قلت فی کتابک المبین بحمد خاتم النبین قل للذین کفروان ینتهوا یغفرلهم ماقد سلف فارضاک عنهم لا قرار بکلمته التوحید بعد الجحود وانا نشهدلک بالتوحید مخبتین وبمحمد بالرسالته مخلصین فاغفرلنا

میں بھی چیز ہوں الٰہی اگرچہ میرے گناہ بڑے ہیں مگر تیرے عفو کے برابر ہیں چھوٹے ہیں' پس مغفرت کر دے میرے گناہوں کو' بے کریم تو تو ہی ہے اور میں میں ہی ہوں میں گناہوں کی طرف بار بار رجوع کرتا ہوں اور تو باربار مغفرت کی طرف رجوع کرتا ہے۔ الٰہی اگر تو اپنے اطاعت والوں ہی کو رحم کرے گا تو گناہ گار کس طرف ملتجی ہوں گے' الٰہی میں تیری اطاعت سے قصداً علیحدہ رہا اور تیری نافرمانی پر دانستہ متوجہ ہوا۔ پس تو پاک ہے تیری حجت مجھ پر کتنی بڑی ہے اور تیرا عفو کرنا مجھ کو کتنا زیادہ کرم ہے تو جس صورت میں کہ تیری حجت مجھ پر ضروری ہوئی' میری حجت تیرے سامنے جاتی رہی اور میں تیرا محتاج ہوں اور مجھ سے بے پرواتو اب تو مجھ کو مغفرت ہی کر دے اے بہتر ان لوگوں کے جن کو کوئی دعا مانگنے والا پکارے اور افضل ان کے جن سے کوئی توقع رکھنے والا توقع رکھے اسلام کی حرمت اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذمہ سے میں تیرے سامنے وسیلہ پکڑتا ہوں' پس تو میرے سب گناہ بخش دے اور مجھ کو اس کھڑے ہونے کی جگہ سے حاجتیں پوری کرکے لوٹا اور جو کچھ میں نے مانگا' وہ مجھ کو دے دے اور جس چیز کی میں نے تمنا کی' اس میں میری توقع جما دے' الٰہی میں نے تجھ سے وہ دعا مانگی جو تو نے مجھ کو سکھلائی' پس مجھ کو اس توقع سے محروم نہ کر تو نے مجھ کو جتلائی' الٰہی تو نے آج رات کیا سلوک کرے گا' ایسے بندے سے جو تیرے سامنے اپنے گناہ کا مقر ہے اور اپنی ذلت میں خشوع کرنے والا' اور اپنے گناہ سے مسکین اور اپنے عمل سے تیرے سامنے تفرع کرنے والا اور ارتکاب معاصی سے تائب اور اپنی زیادتی سے مغفرت چاہنے والا اور اپنے عفو کے لئے زاری کرنے والا اور اپنی حاجتوں کو پورا ہونے میں تیرا تلاش کرنے والا اور اپنے کھڑے ہونے کی جگہ میں تیری توقع کرنے والا باوجود اپنے بہت سے گناہوں کے پس اے جائے پناہ ہر زندہ کے اور کار پرداز ہر ایماندار کے جو اچھا کرتا ہوں' وہ تیری رحمت سے کامیاب ہوتا ہے' اور جو خطا کرتا ہے وہ اپنی خطا سے ہلاک ہوتا ہے' الٰہی ہم تیری طرف نکلے اور تیری صحن میں قیام کیا اور تجھی سے توقع رکھی اور تیرے پاس کی چیز مانگی اور تیرے احسان کے درپے ہوئے اور تیری رحمت کی توقع کی اور تیرے عذاب سے خوف کیا اور گناہوں کے بوجھوں سمیت تیری طرف بھاگے اور تیرے حرمت والے گھر کا حج کیا ہے اے وہ ذات جو سوال کرنے والوں کی حاجتوں کا مالک ہے اور جھکے رہنے والوں کے دل کی باتیں جانتا ہے' اے وہ شخص کہ اس کے ساتھ میں اور کوئی رب نہیں جس سے کچھ مانگیں اور نہ اس کے اوپر کوئی پیدا کرنے والا جس کا خوف کیا جائے اور اے وہ شخص کہ اس کا کوئی وزیر نہیں جس کے پاس جائیں اور نہ اس کا کوئی دربان جس کو کچھ رشوت دیں' اے وہ شخص کہ سوال کی کثرت پر تیرا جود و کرم ہی زیادہ ہوتا ہے اور حاجتوں کی کثرت پر تیرا فضل اور احسان ہی بڑھتا ہے۔ 12

بهذه الشهادة سوالف لاجرام لاتجعل حظنا فيه انقص من حظ من دخل فی لاسلام الهنا انک حسب التقرب الیک بعتق ماملکت ایماننا و نحن عبیدک وانت اولی بالتفضل فاعتقنا وانک امرتنا ان نتصدق علی فقرائنا و نحن فقرائک وانت احق بالتطول فتصدق علینا ومیتنا باالعفوعمن ظلمنا وقد ظلمنا انفسنا وانت احق بالکرم فاعفوعنا ربنا فاغفرلنا وارحمنا انت مولینا ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا برحمتک من عذاب النار

اور دعائے خضر علیہ السلام بھی کثرت سے پڑھتا رہے وہ یہ ہے یامن لا یشغله شان عن شان ولا سمع عن سمع ولا تشبه لاصوات یا من لا تغلطه المسائل ولا تختلف علیه اللغات یاس لا یبرمه الحاح الملحین ولا تضجره مسئلة از قنا برد عفوک وحلاوة رحمتک اور اس کے سوال جو دعا اس کو یاد ہو پڑھے اور اپنے لئے اور ماں باپ کے لئے اور سب مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دعا کرے۔ اور تمام مسلمان مرد عورتوں کے لئے مغفرت کرے اور دعا میں خوب آہ و زاری کرے اور بڑی رغبت سے مانگے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی چیز بڑی نہیں اور مطرب بن عبداللہ نے عرفہ میں کہا تھا کہ الٰہی تو میری وجہ سے سب لوگوں کو نامنظور مت کرنا اور بکر مزنی نے کہا کہ ایک شخص نے ذکر کیا کہ میں نے عرفات والوں کو دیکھا گمان کیا کہ اگر میں ان میں نہ ہوتا تو سب کی مغفرت ہو جاتی۔

عرفات کے وقوف کے بعد کے اعمال تا طواف زیارت: غروب آفتاب کے بعد عرفات سے نکلے تو چاہئے کہ وقار اور آرام کے ساتھ رہے' گھوڑے یا اونٹ نہ دوڑائے جیسے بعض لوگوں کا دستور ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سواری کے گھوڑے اور اونٹ کے جھپٹانے سے منع فرمایا ہے اور ارشاد کیا اللہ سے ڈرو اور اچھی طرح چلو ضعیف کو روندو نہ مسلمان کو ایذا دو' اور جب مزدلفہ میں پہنچے تو نہائے اس لئے کہ مزدلفہ حرم میں سے ہے اس وجہ سے اس میں نہا کر داخل ہونا چاہئے' اگر اس میں پیدل ہو کر داخل ہو تو افضل اور حرم کی عزت کے مناسب تر ہے اور راستہ میں لبیک پکارتا چلے اور جب مزدلفہ میں پہنچے تو کہے۔ االلھم ان ھذا مزدلفته جمعت فیھا السنته مختلفته نسالک حوائج موتنفته فاجعلنی ممن دعاک فاستجبت له وتوکل علیک نکفیته پھر مزدلفہ میں عشاء کے وقت میں مغرب اور عشاء ایک اذان اور دو اقامتوں سے اکٹھے پڑھے' اور عشاء کی قصر کرے اور دونوں فرضوں کے درمیان میں کوئی نفل نہ پڑھے مگر مغرب اور عشاء کی نوافل اور وتر دونوں فرضوں کے پڑھ لے' پہلے مغرب کی نوافل پڑھے' پھر عشاء کی جیسے فرض پڑھی تھی اسی طرح جو شخص سفر میں نماز جمع کرے وہ نوافل ادا کرے کہ سفر میں نوافل کا چھوڑ دینا نقصان ہے اور انکو ان کے اوقات پر ادا کرنے کا حکم دینا خالی از ضرر نہیں۔ علاوہ ازیں فرض کے تابع نہ رہیں گے اور جدا پڑھے جائیں گے۔ پس جس صورت میں کہ ایک تیمم سے فرائض کے ساتھ میں نوافل کا ادا کرنا درست ہے تو جمع کے لحاظ سے فرضوں کی تبعیت میں ان کا ادا کرنا بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ اور نوافل فرضوں سے بعض احکام میں جدا ہیں مثلاً نوافل سواری پر جائز ہے کوئی اس کا مانع نہیں' کیونکہ ہم تو اشارہ کر چکے کہ

تبعیت اور حج کے اعمال میں سے ہے' اگر کوئی شخص آدھی رات سے پہلے وہاں سے چلا جائے اور رات کو نہ رہے تو اس پر دم لازم ...... آئے گی اور رات درود و وظائف میں بسر کرنا بڑا ثواب ہے۔ پھر آدھی رات سے روانگی کی تیاری شروع کرے۔

اور یہاں سے جمرات کے لئے کنکریاں اٹھالے کہ یہاں نرم پتھر ہیں اور ستر کنکریاں لے کر یہاں بقدر حاجت اتنا ہی ہوں گے اگر گر پڑنے کے احتمال سے زیادہ بھی لے لے تو کوئی حرج نہیں اور کنکریاں ہلکی ہونی چاہئیں کہ انگلی کی پور پر آسکیں پھر نماز صبح اندھیرے میں پڑھے اور منیٰ کو روانہ ہو یہاں تک کہ جب مشعر الحرام پر پہنچے جو مزدلفہ کا آخر ہے تو وہاں ٹھہر جائے اور خوب روشنی ہونے تک دعا مانگے اور کہے اللھم بحق مشعر الحرام والبیت الحرام والشھر الحرام والرکن والمعام ابلغ روح محملرمنا التحینہ والسلام وارخلنا دارالسلام یاذالجلال ولا کرام پھر وہاں سے سورج نکلنے سے پہلے چل پڑے پھر اس جگہ پہنچے جس کو وادی محسر کہتے ہیں تو مستحب ہے کہ سواری تیز کر دے یہاں تک کہ اس میدان کو طے کر جائے اور اگر پیدل ہو تو قدم تیز کر کے چلے اور جب دسویں کی صبح ہو جائے تو لبیک میں تکبیر کو ملا دے۔ یعنی کبھی لبیک کہے اور کبھی تکبیر یہاں تک کہ منی میں پہنچے اور جمرات یہ تین ہیں پس پہلے اور دوسرے ۔ سے آگے بڑھ جائے کہ دسویں کو کوئی کام ان سے متعلق نہیں ہے اور جب جمرہ عقبہ پر پہنچے اور سورج بقدر نیزہ اونچا ہو تو جمرہ مذکور کو کنکریاں مارے یہ جمرہ قبلہ رخ آدمیوں کی داہنے طرف راست۔ میں پہاڑیوں کے نیچے ہے اور کنکریاں مارنے کی جگہ کچھ اونچی ہے اور کنکریوں کے پڑنے سے صاف معلوم ہوتا ہے اور کنکریاں مارنے کی صورت یہ ہے کہ آدمی قبلہ رخ کھڑا ہو اور جمرہ کی طرف منہ کرے تب بھی کوئی حرج نہیں اور سات کنکریاں ہاتھ اٹھا کر مارے اور لبیک کی بجائے تکبیر کہے لوپر کنکر کے ساتھ کہے اللّٰہ اکبر علی طاعتہ الرحمٰن درغم الشیطان اللھم تصدیقا بکتابک واتبا عالسنۃ نبیک اور جب کنکریاں مار چکے تو لبیک اور تکبیر دونوں موقوف کر دے مگر فرض نمازوں کے بعد دسویں کی ظہر سے تیرھویں کی صبح تک کہتا ہے اور تکبیر نماز کے بعد اس طرح ہے اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر کثیرا الحمد للّٰہ کثیرا وسبحان اللّٰہ بکرۃ واصلا لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ مخلصین لہ الدین ولوکرہ الکافرون لا الہ الا اللّٰہ وحدہ وصدق عمدہ وانصر عبدہ وھزم لاحزاب وحدہ لا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر۔ اور اس روز دعا کے لئے جمرہ کے پاس نہ ٹھہرے بلکہ دعا کے لئے اپنے مکان کے پاس ٹھہرے اور مکان کے پاس مانگے پھر اگر اس کے ساتھ قربانی ہو تو ذبح کرے اور بہتر یہ ہے کہ خود ذبح کرے اور یہ دعا پڑھے بسم اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللھم منک وبک والیک تقبل منی کما تقلت من خلیلک ابراھیم اور قربانی اونٹ کی افضل ہے پھر گائے کی پھر بکری کی اور ایک اونٹ یا گائے میں سات شریک ہونے کی بہ

۱۔ نسائی و حاکم بروایت اسامہ بن زید 12 ح 3 الٰہی یہ مزدلفہ ہے اس میں سنت مختلف جمع ہے ہم تجھ سے حاجتیں از سر نو مانگتے ہیں پس تو ہم کو ان لوگوں میں سے کر' جنہوں نے تجھ سے دعا مانگی' تو تو نے قبول کی اور تجھ پر بھروسا کیا تو تو ان کا کارساز ہوا۔ 12

نسبت بکری افضل ہے اور بکری کی بہ نسبت دنبہ بہتر ہے' حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خیرالاضحیۃ الکبش الا قرن اور سفید رنگ کا بھورے اور سیاہ زیادہ بہتر ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفید دنبہ قربانی میں دو سیاہ رنگ دنبوں سے بہتر ہے اور قربانی اگر نفل ہو تو اس میں سے کھائے اور جس جانور میں کوئی عیب ہو' اس کی قربانی نہ کرے اور عیب مانع قربانی کے یہ ہیں لنگڑا ہونا' ناک یا کان کا کٹا ہونا' کان کا اوپر یا نیچے سے چرا ہوا ہونا' سینگوں کا ٹوٹا ہوا ہونا' اگلے پاؤں کا چھوٹا ہونا' خارشتی ہونا' کان کا اگلا یا پچھلا حصہ سوراخ ہونا اور اتنا دبلا ہونا کہ ہڈیوں میں گودا نہ رہے اس کے بعد بال منڈوائے اور اس میں سنت یہ ہے کہ قبلہ رخ بیٹھے اور سر کے اگلے حصہ سے شروع کرے اور داہنی طرف کے بال گدی تک کی اونچی ہڈی تک منڈوا دے پھر باقی کو منڈوا دے اور کہے اللھم اثبت لی بکل شعرۃ حسنتہ وامح عنی بھا سیئۃ وارفع لی بھا عندک درجۃ اور عورت اپنے بالوں کو تھوڑا چھوٹا کر دے اور گنجے کے لئے مستحب ہے کہ سر پر استرا پھرا دے اور جب جمرہ کو کنکریاں مارنے کے بعد بال منڈوائے تو پہلا حلال ہونا اب حاصل ہوگیا اور تمام ممنوعات احرام سوائے عورتوں اور شکار کے اس کو حلال ہو گئے اب مکہ میں جاکر طواف کرے جس صورت سے کہ ہم نے لکھا ہے یہ طواف حج میں رکن ہے اور اس کو طواف زیارت بھی کہتے ہیں اور اس کے وقت کی ابتداء دسویں نصف شب کے بعد سے ہے اور اس کا بہتر وقت دسویں تاریخ ہے اور آخر کی کوئی حد نہیں جب تک چاہے تاخیر کر دے' مگر جب تک یہ طواف نہ کرے گا تب تک احرام میں رہے گا یعنی عورت اس کو حلال نہ ہوگی۔ اور جب طواف رکن کر لے گا تو اب پورا حلال ہے کہ عورت سے صحبت بھی حلال ہوگئی اور احرام بالکل ختم ہوا اور صرف اب ایام تشریق میں جمروں کو کنکریاں مارنا اور رات کو منیٰ میں رہنا باقی رہا' اور یہ دونوں امر احرام کے ختم ہونے کے بعد حج کی اتباع کے طور واجب ہیں اور طواف زیارت کی صورت مع دوگانہ نماز کے ہے جیسے ہم طواف قدوم میں لکھ چکے ہیں' پس جب دوگانہ نماز سے فارغ ہو تو اگر طواف قدوم کے بعد سعی صفا و مروہ کی نہ کی ہو تو اب طواف زیارت کے بعد اسی طرح کرے جیسے ہم لکھ آئے ہیں اور اگر سعی کرلی ہو تو وہی سعی رکن ہوگئی' اب دوبارہ نہ کرنی چاہیے' اور حلال ہونے کے تین سبب ہیں' کنکریاں مارنا' سر منڈانا' طواف کرنا رکن کرنا اور جب ان تین چیزوں میں سے دو ادا کرے تو ایک حلال ہونا اس کو ہو جائے گا اور ان تین چیزوں کو مع ذبح کے مقدم و موخر کرنے میں کوئی حرج نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ پہلے کنکریاں مارے پھر ذبح کرے پھر سر منڈائے پھر طواف کرے اور امام کے لئے مسنون یہ ہے کہ زوال کے بعد دسویں کو خطبہ پڑھے اور یہ خطبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وداع کا تھا' غرضیکہ حج میں چار خطبے ہیں اور یہ چاروں خطبے زوال کے بعد ہیں اور سب ایک ایک ہیں' بجز عرفہ کے خطبہ کے کہ وہ دو ہیں اور دونوں کے درمیان میں کچھ دیر بیٹھنا ہے پھر جب طواف زیارت سے فارغ ہو چکے تو رات کے رہنے اور کنکریاں مارنے کے لئے منیٰ میں لوٹ آئے اور اس رات کو منیٰ میں ہے اور اس رات کا نام لیلتہ القر ہے یعنی شب قرار ہے کیونکہ لوگ اس صبح کو منیٰ میں ٹھہرتے ہیں جب گیارھویں تاریخ کو دوپہر ڈھل جائے تو کنکریاں مارنے کے لئے بنائے اور پہلے جمرہ کا ارادہ کرے جو عرفات کی طرف

سے ملتا ہے اور وہ عین سڑک پر ہے اس پر سات کنکریاں مارے اور جب اس سے آگے بڑھے تو تھوڑا سا راستہ سے علیحدہ ہو کر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو تو اللہ تعالیٰ کی تحمید و تہلیل اور تکبیر کر کے حضور دل اور اعضاء کی عاجزی کے ساتھ اتنی دیر دعا مانگے جتنی دیر میں سورۃ بقر پڑھتے ہیں پھر درمیانی جمرہ کی طرف بڑھے اور اس کو بھی اول جمرہ کی طرح کنکریاں مارے اور توقف کرے جیسا کہ اول کیا تھا پھر آگے بڑھ کر جمرہ عقبہ کی طرف جمرہ عقبہ کو سات اس روز کو اکیس کنکریاں بدستور سابق تینں جمروں پر مارے اس کے بعد اختیار ہے چاہے تو آئے تو مکہ کو لوٹ آئے اگر سورج کے ڈوبنے سے پہلے تک ٹھہرا رہے گا تو اس صورت میں اس کو باہر جانا جائز نہیں بلکہ رات کو منیٰ میں ٹھہرے اور تیرھویں کو اکیس کنکریاں بدستور سابق مارے اگر رات کو نہ رہے گا اور کنکریاں نہ مارے گا تو م دنیا آئے گا اور اس کا گوشت صدقہ کردے اور جائز ہے کہ جن راتوں میں منیٰ میں شب باش ہو ان میں خانہ کعبہ کی زیارت کرے لیکن اس شرط سے کہ رات کو نا منیٰ میں رہے پر منیٰ میں رہتے ہوئے فرض نمازیں امام کے ساتھ مسجد خیف میں گزارے کہ اس کا ثواب بہت بڑا ہے اور جب منیٰ سے مکہ کو جائے تو بہتر ہے کہ وادی لوحب میں ٹھہرے اور عصر اور مغرب اور عشاء وہاں پڑھے اور تھوڑا سا سوئے کہ یہ نسبت ہے اور بہت سے صحابہ نے روایت کیا ہے اور اگر ایسا نہ کرے گا اس پر کوئی کفارہ نہیں۔

عمرہ اور اس کے بعد کے اعمال : طواف وداع تک جو شخص حج سے پہلے یا پیچھے عمرہ کرنا چاہے تو اس کو چاہئے کہ بنا کر احرام کے کپڑے پہنے جس صورت سے کہ حج میں مذکور ہوا اور عمرہ کے میقات عمرہ کا احرام کرے اس کے لئے افضل میقات جدا نہ ہے جو مکہ اور خائف کے درمیان ایک جگہ ہے اس کے بعد متنعیم ہے اس کے بعد حدیبیہ اور احرام کے وقت نیت عمرہ کرکے لبیک کہے اور مسجد عائشہ میں جاکر دو رکعت نماز پڑھے اور جو دل چاہے دعا مانگے پھر لبیک کہتا ہوا مکہ میں آئے یہاں تک کہ مسجد حرام میں داخل ہو مسجد کے اندر گھس کر لبیک کہنا موقوف کرے اور سات پھیرے طواف کرکے سات بار سعی صفا و مروہ کے درمیان کرے جیسے ہم پہلے ان دونوں کو لکھ چکے ہیں اور سعی سے فارغ ہوکر سر کے بال منڈائے اب عمرہ تمام ہوگیا اور جو شخص مکہ میں ٹھہرا ہوا ہو اسے چاہئے کہ عمرہ اور طواف بہت اور خانہ کعبہ کی طرف بہت دیکھا کرے اور جب خانہ کعبہ کے اندر جائے تو چاہئے کہ دو رکعتیں دونوں ستونوں کے درمیان پڑھے یہی افضل ہے اور کعبہ کے اندر ننگے پاؤں وقار کے ساتھ۔

زیارتِ مدینہ منورہ اور اُس کے آداب

فضائل زیارت : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ من زارنی بعد وفاتی فکانما زارنی فی حیاتی (2) من وجد سعته ولم مقدم الی فقد جفانی (3) اور فرمایا من جاء فی زائر الا یہمہ الا زیارتی کان

حقا علی اللّٰہ سبحانہ ان اکون لہ شفیعا جو شخص کہ زیارت مدینہ طیبہ کا قصد کرے اس کو چاہئے کہ راستہ میں درود پاک بہت پڑھے اور جب اس کی نگاہ مدینہ منورہ کے دیواروں اور درختوں پر پڑے تو کہے اللھم ھذا حرم سولک فاجعلہ لی وقایتہ من النار واماناً من العذاب وسوء الحساب اور پتھریلی زمین کے درمیان غسل کرے اور خوشبو لگائے۔ اور عمدہ کپڑے پہنے جب مدینہ طیبہ میں داخل ہو تو تواضع اور تعظیم کے ساتھ داخل ہو اور کہے بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّتِہٖ رَسُوْلِ اللّٰہِ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا (بنی اسرائیل ۸۰) پھر مسجد شریف کا قصد کرے اور اس کے اندر جاکر منبر شریف کے پاس دو رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ستون منبر کو اپنے داہنے شانہ کے مقابل کرے اور منہ اس ستون کی طرف ہو جس کے برابر صندوق ہے اور جو دائرہ کہ مسجد کے قبلہ میں ہے وہ آنکھوں کے سامنے ہو کہ یہ جگہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کھڑے ہونے کی تھی۔ جب تک کہ مسجد میں کچھ تبدیلی نہ ہوئی تھی اور کوشش کرے کہ جس قدر مسجد بڑھانے سے پہلے تھی اس میں نماز پڑھے پھر مزار مبارک حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کے روئے مبارک کے بائیں کھڑا ہو اس طرح کہ کعبہ کی طرف پیٹھ کرے اور مزارپاک کی دیوار کی طرف منہ کرلے اور جو ستون کہ اس دیوار کے کونے میں ہے اس سے چار ہاتھ کے فاصلے پر کھڑا ہو اور قندیل کو اپنے سر پر کرلے اور دیوار کو نہ ہاتھ لگائے اور نہ بوسہ دے بلکہ تعظیم و احترام سے دور کھڑا ہونا مناسب تر ہے اور یہ کہے السلام علیک یا رسول اللّٰہ اسلام علیک یا نبی اللّٰہ اسلام علیک یا امین اللّٰہ السلام علیک یا حبیب اللّٰہ السلام علیک یا صفوۃ اللّٰہ السلام علیک یا خیرۃ اللّٰہ لہ علی القیام بالدین با دام حینا۔ والقائمین فی امنہ بعدہ باموالدین تتعان فی ذالک آثارہ و تعملان بسنتہ فخرا کما اللّٰہ صاجزی وزیری بنی عن دینہ۔ پھر ہٹ کر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سر کے مبارک کے پاس مزار اور اس ستون کے درمیان میں جواب بنا ہوا ہے قبلہ رخ کھڑے ہوکر خداوند تعالٰی کی تحمید اور تمجید کرے اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود کثرت سے بھیج اور کہے رب نے فرمایا ہے اور قول بجا ہے ولوانھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفر اللّٰہ واستغفر لھم الرسول لوجد والہ توابا رحیما الٰہی ہم نے تیرا ارشاد سنا اور تیرے امر کی اطاعت کی اور تیرے نبی کے پاس آئے اور اس کو تیری جناب میں اپنے گناہوں کے بارے میں جن سے ہماری پیٹھ ٹوٹی جاتی ہے اپنا شفیع کیا ہم اپنی لغزشوں سے تائب ہیں اوراپنی خطاؤں اور تقصیرات کے مقرالٰہی ہماری توبہ قبول کر اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت ہمارے بارے میں منظور فرما اور بحق منزلت نبی جو تیرے ہاں انہیں حاصل ہے ہمارا مرتبہ بلند فرما پھر کہے اللھم اغفر للمھا جرمن والانصار واغفرلنا ولا خواننا الذین سبقونا بالایمان اللھم لا تجعلہ آخر العھد ابن قبر نبیک ومن حرمک یا ارحم الراحمین پھر روضۃ الجنتہ میں جائے یعنی درمیان مزار شریف اور منبر کے ایک جگہ ہے اس میں جاکر دو رکعتیں پڑھے اور جتنی ہو سکے بہت سی دعا مانگے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں حدیث ما بین قبری و منبری روضتہ من ریاض الجنتہ و منبری علی حوضی اور منبر کے پاس دعا مانگے اور مستحب یہ ہے کہ

اپنا ہاتھ نیچے کے رمانہ یعنی پایہ پر رکھ لے جس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ کی حالت میں اپنا ہاتھ رکھ لیا کرتے تھے اور مستحب ہے کہ جمعرات کے روز جبل احد کو جائے اور شہدائے احد کے مزارات کی زیارت کرے یعنی صبح کی نماز مسجد نبوی میں پڑھ کر زیارت کو باہر جائے اور ظہر کی نماز پھر مسجد شریف میں آکر پڑھے تاکہ کوئی نماز فرض جماعت مسجد شریف میں فوت نہ ہونے پائے اور مستحب ہے کہ ہر روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کے بعد بقیع میں چلا جائے اور حضرت عثمان غنی اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کی زیارت کرے اور اسی میں حضرت امام زین العابدین اور حضرت امام باقر اور حضرت امام جعفر علیہم السلام کے مزارات کی زیارت سے مشرف ہو اور حضرت فاطمہ کی مسجد میں نماز پڑھے اور حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت صفیہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی کے مزارات بقیع میں ہیں اور مستحب ہے کہ ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء میں جاکر نماز پڑھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سفر سے لوٹنے پر اس طریقہ مسنون پر عمل کرے اور جب اپنی بستی نظر آنے لگے تو سواری کو تیز چلائے اور کہے اللھم اجعل لنا بھا قرارا و رزقا حسنا پھر اپنے گھر کسی کو خبر کے لئے بھیج دے تاکہ دفعتاً نہ جا پہنچے پہلے سے آنے کی اطلاع کر دینا سنت ہے اور گھر میں رات کو نہ آنا چاہئے جب شہر میں داخل ہو تو مسجد میں جائے اور دو رکعتیں پڑھے کہ مسنون ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے اور جب اپنے گھر جائے تو کہے توبا توبا لربنا اوبالا یغادر علینا حوبا جب مکان میں رہنے لگے تو چاہئے کہ جو انعام اللہ تعالیٰ نے اس پر کئے ہیں کہ ایسے حرم و گھر کی زیارت اور مزار نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نصیب فرمائی ان کو نہ بھولے اور ان سے غفلت کرکے کھیل و کود لہو و لعب اور گناہوں میں مبتلا ہو کر ان انعامات کا نہ شکرانہ بنے اور حج مقبول کی پہچان اور علامت یہ ہے کہ جو حج سے واپس آئے تو دنیا میں زاہد اور آخرت میں نصب ہو اور بعد زیارت بیت کے صاحب زیارت صاحب بیت کے لئے تیاری کرے

حج کے دس مخفی آداب : ادب (۱) نفقہ حلال کا ہو اور ایسی تجارت نہ کرے جس سے دل بٹے اور ہمت پراگندہ ہو بلکہ ہمت خاص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو اور دل محض اس کے ذکر اور اس کے اشعار کی تعظیم کی خاطر راجع اور مطمئن ہو۔ حدیث میں طریق اہل بیت سے مروی ہے کہ جب آخر زمانہ ہوگا تو حج کو چار قسم کے لوگ جائیں گے۔ بادشاہ سیر و تماشا کے لئے تونگر تجارت کے لئے فقیر مانگنے کے لئے اور علماء شہرت کے لئے۔

فائدہ : اس حدیث میں ان تمام اعتراضات کی طرف اشارہ ہے جو حج میں مل سکیں۔ یہ تمام امور حج کی فضیلت کے مانع ہیں اور خاصان خدا حج کے زمرہ سے خارج کر دیتے ہیں بالخصوص جب یہ صورتیں خاص حج ہی سے وابستہ ہوں مثلاً مزدوری لیکر سیر کے لئے حج کرے تو اس صورت میں آخرت کے نام پر دنیا کا طالب ہوگا اور پرہیزگار اور اہل دل اس امر کو برا جانتے ہیں ہاں اگر کسی شخص کی نیت مکہ مکرمہ میں اقامت کی نیت کی ہو اور اس کے پاس وہاں تک

پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہ ہو تو اس نیت سے کچھ لینے کی کوئی حرج نہیں غرضیکہ دین کو ذریعہ حصول دنیا کا نہ بنائے بلکہ اچھا رکھے اور فرمایا کرتے کہ حاجیو تم میں سے افضل وہ ہے کہ جس کی نیت سب سے خالص تر اور نفقہ پاکیزہ تر اور یقین بہتر ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ الحج المبروز لیس لہ جزاء الا الجنتہ فقیل یا رسول اللہ ما بر الحج فقال طیب الکلام واطعام الطعام (4) فحش اور بھکاری اور لڑائی نہ کرنا چاہیے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج میں سب طرح کا کلام لغو اور فحش داخل ہیں اور عورتوں سے مذاق اور ہنسی ٹھٹھا چہل صحبت کی لت اور اس کے لوازم کاذکر کرنا بھی اسی میں داخل ہیں کیونکہ ان سے ہمبستری کا خیال ابھرتا ہے جو ممنوع ہے اور ممنوع چیز والی بات کاشوق دلانا بھی ممنوع ہے اور فسوق اللہ تعالیٰ کی طاعت سے باہر نکلنا ہے کسی طرح کا فسق ہو اور جدال اس کو کہتے ہیں کہ خصومت اور بات کاٹنے میں یہاں تک مبالغہ کرے کہ کینہ کا موجب ہو اور سردست ہمت میں پریشانی آجائے اور حسن خلق کے مخالف ہو۔ حضرت سفیان ثوری نے فرمایا ہے کہ جو شخص حج میں فحش بکے اس کا حج خراب ہو جاتا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اچھی طرح گفتگو کرنے اور کھانا کھلانے کو حج کے مقبول ہونے کے لئے اور بات کاٹنا طیب کلام کے مخالف ہے اسی لئے ضروری ہے کہ آدمی حج کی راہ میں اپنے ساتھی اور ساربان و دیگر دوستوں ہر کوئی اعتراض نہ کرے بلکہ جتنے لوگ بیت اللہ کو جانے والے ہوں سب کے سامنے متواضع رہے اور حسن خلق کو اپنے اوپر لازم کرے اور حسن خلق یہ نہیں ہے کہ کسی کو ایذا نہ دے بلکہ دوسرے کی ایذا برداشت کرے اور بعض کا قول ہے کہ سفر کو اسی لئے سفر کہتے ہیں کہ وہ آدمیوں کے اخلاق کو ظاہر کر دیتا ہے اور اسی وجہ سے جب ایک شخص نے حضرت عمر کے سامنے ذکر کیا کہ میں فلاں شخص سے واقف ہوں تو آپ نے فرمایا کہ میرے خیال میں تو اس سے واقف نہیں ہے۔ (5) اگر قدرت ہو تو حج پیدل کرے یہ نہایت ہی افضل ہے۔

حکایت : حضرت عبداللہ بن عباس نے اپنی موت کے قریب اپنے صاجزادوں کو وصیت کی کہ بیٹو پیدل حج کرنا کہ پیدل حاجی کو ہر قدم ہر حرم کے حسنات میں سے سات سو حسنات ملتے ہیں ان سے کسی نے پوچھا کہ حرم کے کون سے حسنات ہیں کیا فرمایا کہ ایک نیکی لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔

مسئلہ : اعمال حج میں مکہ سے عرفات تک پیدل چلنا مستحب ہے اور اگر پیدل چلنے کے ساتھ اپنے گھر سے ہی احرام باندھ لے تو حج ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ واتموا الحج والعمرۃ للہ چنانچہ حضرت عمر اور حضرت علی اور حضرت ابن مسعود نے اس کی تفسیر میں یہی فرمایا ہے کہ بذریعہ سواری حج افضل ہے کہ اس میں خرچ پڑتا ہے اور نفس تنگ نہیں ہوتا اور تکلیف کم ہوتی ہے اور اس میں سلامت رہنے اور حج کی تکمیل زیادہ ہے اور تحقیق یہ ہے کہ یہ امر پہلی بات کے مخالف نہیں ہے اس کی تفصیل یوں ہے کہ جس شخص پر پیدل چلنا آسان ہو اس کو پیدل چلنا افضل ہے۔ اگر پیدل چلنے سے کمزور ہو جائے یا طبیعت میں سختی آجائے یا عمل میں کوتاہی محسوس کرے تو اس

انکسار کرتے اور اس کے جلال و عزت کے روبرو خشوع و خضوع سے چلے آئیں۔ باوجود اس کے اس بات کے اقراری ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے کہ کوئی اسکا گھر ہو یا وہ کوئی شہر اسکے گھر کا احاطہ کرے تاکہ اس طرح سے ان کی نیازمندی اور بندگی میں اضافہ ہو اور ان کی فرمانبرداری اور عاجزی کامل تر ہو جائے۔ اسی لئے بندوں پر حج میں وہ اعمال مقرر فرمائے جن کے ساتھ نفس مانوس نہ ہو اور وہاں عقول و فہوم کو رسائی نہ ہو سکے۔ مثلاً پتھروں پر کنکریاں مارنا اور صفا مروہ کے درمیان چند بار آمدورفت کرنا وغیرہ اور ان جیسے اعمال سے کمال نیازمندی اور بندگی ظاہر ہوتی ہے کیونکہ دوسرے اعمال میں کچھ نہ کچھ خط نفس ہے جیسے زکوٰۃ میں مثلاً عطاء اور اس کی علت معلوم ہے کہ بخل طبیعت میں نہ رہے اور عقل کو اس کی طرف رغبت ہے اور روزہ میں کسر شہوت ہے جو شیطان کا آلہ ہے اور دوسرے شغلوں سے باز رہ کر عبادت کے لئے فارغ ہو جاتا ہے اور نماز میں سجدہ اور رکوع کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع کے افعال سے انکسار کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم سے نفسوں کو انس ہوتا ہے مگر سعی کے پھیروں اور کنکریوں کے پھینکنے اور دوسرے اسی طرح کے اعمال میں نہ تو نفس کو کچھ خط ہے نہ طبیعت کو ان سے انس ہے نہ عقل ان کی وجوں کی طرف راہ پاتی ہے اس صورت میں ان اعمال کی بجاآوری کا باعث بجز تعمیل ارشاد اور کچھ نہیں کہ امر واجب الاتباع ہے اس کو ماننا چاہئے اس میں عقل کا تصرف بالائے طاق ہو جاتا ہے اور نفس اور طبیعت کو ان کے انس کے محل سے پھیرنا پڑتا ہے کیونکہ جتنی چیزوں کے معانی عقل سمجھ جاتی ہے تو ان کی طرف کچھ نہ کچھ طبیعت کی رغبت ہوتی ہے اور یہی رغبت اس امر پر پروردگار اور اس کی تعمیل پر ابھارتی ہے اسی وجہ سے ایسے اوامر کی بجاآوری سے کمال غلامی اور اطاعت ظاہر نہیں ہوتی کہ میل طبیعت کا بھی رہتا ہے اور یاں ہمیں وجہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خالص حج کے بارے میں ارشاد فرمایا لبیک الحجۃ حقا تعبد اور یہ الفاظ نماز اور روزہ وغیرہ میں ارشاد نہیں فرمائے اور ازانجا کہ حکمت الٰہی یہ ہوئی کہ مخلوق کی نجات ان کے ایسے اعمال سے وابستہ کرے جو ان کی طبیعتوں کے خلاف ہوں اور یہ کہ نجات کی باگ شرع کے اختیار میں ہے تاکہ اپنے اعمال میں انقیاد کے طریق اور عبادت کے مقتضاد پر تردد کریں اسی لئے ضروری ہوا کہ جن اعمال کی وجوہات پر عقلوں کی راہ نہیں ملتی وہ تزکیہ نفوس کے متعلق تمام عبادتوں میں سے کامل تر ہوں کیونکہ نفسوں کو مقتضائے طبع اور اخلاق سے پھرنا غلامی کا منشا ہے جب یہ معلوم ہو چکا تو سمجھ جاؤ گے کہ ان افعال عجیب سے نفسوں کا تعجب کرنا اسی سبب سے پیدا ہوا کہ ان کو عبادت کے اسرار سے غفلت ہے اور اس قدر بیان کرنا اصل حج کے سمجھانے کے لئے ان شاء اللہ کافی ہے اس راز کے سمجھنے کے بعد شوق ابھرتا ہے کہ گھر اللہ عزوجل کا ہے اور اس نے اس کو بادشاہی دربار کی طرح بنایا ہے تو جو اس دربار کا قصد کرتا ہے وہ رب کریم کا قصد اور زیارت کرتا ہے اور جو شخص دنیا میں اس گھر کا قصد کرتا ہے شوق یہ کہ اس کی زیارت ضائع نہ ہو اور مقصود زیارت یعنی دیکھنا دیدار الٰہی کا میعاد معین میں نصیب ہو اور اس وجہ سے کہ دنیا میں آنکھ کو بوجہ قصور اور فنا کے یہ استعداد نہیں کہ دیدار الٰہی کے نور کو قبول کرے اور اس کی تاب لا سکے اور آخرت میں اس کو بقا کی مدد ملے گی اور تغیر و فنا سے محفوظ رہے گی۔ اس لئے نظر اور دیار کی استعداد ہو جائے گی

لیکن تاہم بوجہ خانہ کعبہ کے قصد کرنے اوراس کی طرف دیکھنے کے بموجب وعدہ خداوند کریم کے اس کو استحقاق رب العزت کے دیدار کا ہو جائے گا اب ظاہر ہے کہ شوق دیدار الٰہی اس کے سبب کا یعنی دیدار کعبہ کا شائق کر دے گا علاوہ ازیں عاشق کو معشوق کی طرف منسوب چیز کی رغبت ہوا کرتی ہے۔ اور کعبہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے تو لازماً سالک کو صرف اسی نسبت کے لحاظ سے اس کا مشتاق ہونا چاہیئے اور ثواب کثیر غیر موعود کے حصول سے قطع نظر کرنی چاہیئے اور ارادہ متعلق یہ سمجھے کہ میں نے اپنے گھر والوں اور باطن کے جدا ہونے کا اور شہوت اور لذت سے علیحدہ رہنے کا قصد اس ارادہ پر کیا ہے کہ زیارت خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہوں۔ اپنے دل میں خانہ کعبہ اور رب العزت کی قدر بہت بڑی سمجھے اور یہ جانے کہ میں نے ایک بڑے رفیع الشان امر کا ارادہ کیا ہے جس کا معاملہ خطرناک ہے اور جو کوئی بڑی بات کا طالب ہوتا ہے وہ بڑے خطرے میں پڑتا ہے اور چاہیئے کہ اپنے ارادے کو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کر دے اور ریا اور شہرت سے دور رکھے اور دل میں خوب ٹھان لے کہ ارادہ اور عمل میں سے بجز خلوص کے اور مقبول نہ ہوگا اور نہایت لغو اور بری بات ہے کہ آدمی قصد تو بادشاہ کے گھر اور حرم کا کرے اور مقصود اس کے سوا دوسرا ہو اس لئے اپنے دل میں ارادہ کو اخلاص کے ساتھ درست کر لینا چاہیئے اور اخلاص کی صورت یہ ہے کہ جن باتوں میں ریا شہرت ہو اس سے جزاء گرے اس سے ضرور ہوا کہ جو چیز اعلیٰ اور بہتر ہے اس کو ادنیٰ سے بدلنے سے احتراز کرے اور قطع علائق کے معنی یہ ہیں کہ حقوق حق داروں کے حوالہ کرے اور تمام گناہوں سے توبہ خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کرے اس لئے کہ جو مظلمہ ہے وہ ایک علاقہ ہے اور ایک علاقہ ایسا ہے جیسے کوئی قرض خواہ موجود ہو اور اگر بیان پکڑ کر یوں کہتا ہو کہ تو کہاں جاتا ہے کیا شہنشاہ کے گھر کا ارادہ رکھتا ہے حالانکہ اسکے امر کو اپنے گھر میں بجا نہیں لاتا اس کو حقیر جانتا ہے کہ تکمیل نہیں کرتا کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ اس کے سامنے بندہ گنہگار کی طرح جاتا ہے تاکہ تجھے ہٹا دے اور قبول نہ کرے اگر تجھے اپنی زیارت کے قبول ہونے کی رغبت ہے تو اس کے حکم کی تعمیل کر اور حقوق جو ظلم سے لئے ہوں واپس کر پہلے گناہوں سے توبہ کر اور اپنے دل کا تعلق دوسروں کی طرف التفاف کرنے سے قطع کر تاکہ اس کی طرف اپنے دل کے چہرے سے متوجہ ہو جس طرح کہ ظاہر حال سے تو اس کے گھر کا متوجہ ہے۔ اگر ایسا نہ کرے گا تو اپنے سفر سے تجھے بجز اس کے کہ ابتداء میں رنج اور مشقت ہو اور انجام کو مردود ہونا اور نکالا جانا نصیب ہو اور کچھ نصیب نہ ہوگا اور وطن سے تعلق کو اسی طرح منقطع کرے جیسے کوئی وہاں سے اٹھا جاتا ہو اور فرض کرے کہ پھر لوٹ کر نہ آؤں گا اور اپنی آل و اولاد کے لئے وصیت لکھ دے کہ مسافر موت کا نشانہ ہوتا ہے اور سفر کرنے کے لئے تعلق قطع کرتے وقت یہ یاد کرے کہ سفر آخرت کے لئے بھی اسی طرح تعلقات چھوڑ جائیں گے اس لئے کہ یہ سفر عنقریب آئے گا اور سفر حج میں جو کچھ کرے اس سے آخرت کی آسانی کی طمع کرے کہ قرارگاہ اور بازگشت وہی ہے اسی لئے چاہیئے کہ سفر حج کی تیاری میں سفر آخرت کو نہ بھولے اور سامان حلال جگہ سے تلاش کرنا چاہیئے اور جب اپنے نفس میں یہ خواہش پائے کہ کسی طرح خرچ بہت سا ہو اور باوجود سفر دور دراز کے بچ رہے اور منزل مقصود تک پہنچنے سے پہلے اس میں خرابی اور تبدیلی نہ ہو تو چاہیئے کہ یاد

کرے کہ سفر آخرت اس سفر کی نسبت کہیں دراز ہے اور اس کا توشہ تقویٰ ہے اور تقویٰ کے سوا جس چیز کو توشہ جانتا ہے وہ مرنے کے وقت سب پیچھے رہ جائے گا اور اس سے دغا کرے گا جیسے پکا کھانا تازہ کہ سفر کے پہلے ہی منزل میں سڑ جاتا ہے اور پھر بھوک کے وقت آدمی حیران اور محتاج رہ جاتا ہے کہ کوئی تدبیر نہیں بن پڑتی تو اس لئے ضروری ہوا کہ اس سے ڈرے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اعمال جو آخرت کا توشہ ہیں موت کے بعد اپنے ساتھ نہ رہیں اور ریاؤ شہرت کی آمیزش اور قصور کی کدورت سے خراب ہو جائیں۔ اور سواری جس وقت سامنے آئے اس وقت اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر کرے کہ جانوروں کو ہمارا مسخر کر دیا کہ ہمیں تکلیف نہ ہو اور مشقت کم ہو جائے اور یہ یاد کرے کہ دار آخرت کی سواری میں ایک دن اسی طرح سامنے آجائے گی یعنی جنازہ کی تیار ہوگی کہ اس پر سوار ہوکر دار آخرت کا کوچ کرنا پڑے گا۔ غرضیکہ حج کا حال سفر آخرت کے مشابہ ہے تو غور کرنا چاہئے کہ حج کی سواری پر سفر کرنا اس قابل ہے کہ سفر آخرت کی سواری کا توشہ ہو سکے کیونکہ سفر آخرت آدمی کو بہت ہی قریب ہے کیا معلوم ہے کہ موت قریب سے اور اونٹ کی سواری سے پہلے موت کی سواری پر سوار ہو جائے اور موت کی سواری یقیناً ہوگی اور سامان سفر کا مہیا ہو جانا مشکوک امر ہے تو مشکوک سفر میں اختیار کرنا اور توشہ اور سواری سے مدد لینا یقینی سفر سے غافل رہنا کب زیبا ہے اور احرام کی دونوں چادروں کی خریدتے وقت اپنے کفن کو اور اس میں اپنے لپٹ جانے کو یاد کرے۔ کیونکہ احرام کی چادر اور تہبند تو اس وقت باندھے گا کہ خانہ کعبہ کے نزدیک ہوگا اور کیا عجب ہے کہ یہ سفر پورا نہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کفن میں لپٹے ہوئے ہونا یقیناً ہے تو جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت بغیر مخالف لباس اور ہیئت معمول کے نہیں ہوئی اسی طرح اللہ تعالیٰ کی زیارت بھی مرنے کے بعد بجز اس صورت کے نہ ہوگی کہ دنیا کے لباس کے مخالف ہو اور احرام کا کپڑا کفن کے کپڑے کے مشابہ بھی ہے کہ وہ سیا ہوا نہ ہو اور نہ یہ شہر سے نکلنے میں یہ جائے کہ میں اہل وطن سے جدا ہوکر ایسے سفر میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو دنیا کے سفروں کے مشابہ نہیں تو اس وقت اپنے دل میں یہ سوچنا چاہئے کہ میں کیا ارادہ کرتا ہوں اور کہاں جاتا ہوں۔ اور کس کی زیارت کو متوجہ ہوتا ہوں اور یہ سمجھے کہ میں شہنشاہ کی طرف اس کی زیارت کرنے والوں کے زمرہ میں متوجہ ہوتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ حاضر ہوئے اور جنہیں شوق دلایا گیا تو مشتاق ہوگئے اور جنہیں جانے کا حکم ہوا تو تعلقات قطع کر لئے۔ اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے گھر کی طرف (جس کی شان عظیم اور قدر رفیع اور امر فخیم ہے) متوجہ ہوئے کہ رب کی زیارت کے عوض اس کے گھر کی زیارت سے دل بہلائیں یہاں تک کہ انہیں ان کی منتہائے آرزو میسر ہوئی اور اپنے مولیٰ کے دیدار سے اپنی مراد پائیں اور اپنے دل میں توقع رسائی اور قبول کی کرے۔ اپنے اعمال پر بھروسہ نہ ہوکر کہ ہم اتنی دور سے گھر بار چھوڑ کر آئے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کرے اور چونکہ اس نے اپنے گھر کی زیارت کرنے والوں کے حق میں وعدہ میں فرمایا ہے تو توقع کرے کہ وہ اپنا وعدہ سچا کرے گا اور یہ توقع کرے کہ اگر میں خانہ کعبہ تک نہ پہنچا اور اثنائے راہی میں لقمہ اجل ہوا تو اللہ تعالیٰ سے ملاقات اس حال میں ہوگی کہ اس کے پاس جا رہا ہوں کیونکہ وہ خود فرماتا ہے۔ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَا

رِجرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (پ 5 النساء 100) ترجمۂ کنزالایمان اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہوگیا۔ اور جنگل میں پہنچ کر میقات تک گھاٹیوں کے دیکھنے میں وہ احوال یاد کرے جو موت کی وجہ سے دنیا سے نکل کر میقات قیامت تک ہوں گے اس کے ہر حال کو اس کی ہر کیفیت سے مناسبت کر لے مثلاً رہزنوں کے دہشت سے منکر نکیر کے سوال کی دہشت یاد کرے اور جنگل کے درندوں سے قبر کے سانپ بچھو اور کیڑے تصور کرے اور اپنے گھربار اور اقارب سے علیحدہ ہونے سے قبر کی دہشت اور سختی اور تنہائی سوچے غرضیکہ اپنے اعمال اور اقوال میں جو خوف کرے اس کو قبر کے خوفوں کے لئے توشہ کرے اور میقات پر احرام اور لبیک کہنے سے یہ جانے کہ معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی پکار پر یہ کہنا کہ میں حاضر ہوں تو اس وقت یہ توقع کرے کہ یہ جواب مقبول ہو اور خوف کرے کہ کہیں یہ نہ کہا دیا جائے کہ لا لبیک ولا سعدیک۔ اس لئے ضرور ہوا کہ خوف ورجا کے درمیان رہے اور اپنی تاب و طاقت سے علیحدہ ہو جائے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم پر تکیہ رکھے اس لئے کہ لبیک کہنے کا وقت ہی حج کا آغاز ہے اور وہ خطرہ کی جگہ ہے۔

حکایت : حضرت سفیان بن عینیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے حج کیا جب آپ نے احرام باندھا اور سواری پر بیٹھے تو رنگ زرد ہوگیا۔ اور لرزہ تمام بدن پر آگیا۔ اتنی طاقت نہ ہوئی کہ لبیک کہیں کسی نے پوچھا کہ آپ لبیک کیوں نہیں کہتے فرمایا ڈرتا ہوں کہ کہیں مجھے یوں نہ کہا جائے۔ لا لبیک ولا سعدیک پھر جب آپ نے کہا تو بے ہوش ہوکر سواری سے گر گئے اور حج کے پورا کرنے تک یہی کیفیت رہی۔

حکایت : حضرت احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو سلیمان کے ساتھ تھا جب انہوں نے احرام باندھا تو ایک میل تک اسی طرح چلے آئے اور لبیک نہ کہا پھر ان کو غش آگیا اور افاقہ کے بعد فرمایا کہ اے احمد اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ بنی اسرائیل کے ظالموں سے کہہ دو کہ میرا ذکر نہ کریں کیونکہ ان میں سے جو مجھے یاد کرتا ہے میں اس کو لعنت کے ساتھ ذکر کرتا ہوں اے احمد میں نے ایسا سنا ہے کہ جو شخص بوجہ ناجائز حج کرتا ہے اور لبیک کہتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے لا لبیک ولا سعدیک حتی تندما فی یدیک تو ہم بھی بے خوف نہیں کہ کہیں ہمیں بھی نہ کہا جائے۔

فائدہ : لبیک کہنے والا جب میقات میں لبیک پکار کر کے اس غرض سے کہ اللہ تعالیٰ کی پکار کا جواب دیتا ہوں کہ اس نے فرمایا کہ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ تو تصور کرے کہ صور پھونکنے سے لوگ اسی طرح پکارے جائیں گے اور قبروں سے اٹھ کر میدان قیامت میں جمع ہوں گے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی پکار کا جواب دیں گے اور ان کی بہت سی قسمیں ہوں گی کوئی مقرب ہوں گے، کسی پر غصہ ہوگا بعض مقبول ہوں گے اور بعض مردود اور ابتداء میں خوف ورجاء کے درمیان متردد ہوں گے جیسے میقات میں حاجیوں کو تردد ہوتا ہے کہ معلوم نہیں حج کا پورا کرنا اور اس کا

مقبول ہونا میسر ہوگا یا نہیں اور مکہ میں داخل ہونے کے وقت یہ تصور کرے کہ اب حرم مامون میں پہنچ گیا اور اللہ تعالیٰ سے توقع کرے کہ اسمیں داخل ہونے کی بدولت عذاب سے محفوظ رکھے گا اور اس کا خوف کرے کہ مبادا قرب کا اہل اگر میں نہ ہوا تو حرم میں آنے سے گناہ گار اور مستحق غضب ٹھہروں گا مگر تمام وقتوں میں غالب ہونی چاہئے کہ اس کا کرم عام ہے اور خانہ کعبہ کی شرافت نہایت بڑی اور آنے والے کے حق کی رعایت کیا کرتے ہیں اور پناہ مانگنے والے اور دہائی دینے والے کی حرمت ضائع نہیں کرتے اور کعبہ پر نظر کرتے وقت اس کی عظمت دل میں حاضر کرے اور فرض کرے کہ گویا رب العزت کو دیکھ رہا ہے اور توقع کرے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنے بیت عظیم کا دیکھنا نصیب فرمایا ہے اسی طرح اپنی ذات پاک کا دیکھنا نصیب کرے گا۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ایسے مرتبہ پر پہنچایا اور اپنے پاس آنے والوں کے زمرہ میں داخل فرمایا اور اس وقت یہ بھی تصور کرے کہ قیامت میں تمام لوگ جنت کی طرف اس میں داخل ہونے کی توقع میں اسی طرح جھکیں گے پھر ان کے دو فریق ہو جائیں گے جیسے حاجیوں کے دو فریق ہیں کہ بعض کا حج مقبول ہے اور بعض کا نامنظور اور جو احوال حج میں پیش آئے اسے دیکھ کر امور آخرت کی یاد سے غفلت نہ کرنی چاہئے اس لئے کہ حاجیوں کے تمام حالات آخرت کے حالات دلالت کرتے ہیں اور کعبہ کا طواف کو نماز تصور کرنا چاہئے۔ اسی لئے دل میں طواف کے وقت تعظیم اور خوف اور رجا اور محبت کو اس طرح حاضر کرنا چاہئے جیسا کہ باب اسرار الصلوۃ میں مفصل لکھ آئے ہیں واضح ہو کہ آدمی طواف کی وجہ سے ان مقرب فرشتوں کے مشابہ ہو جاتا ہے جو عرش کے گرد جمع ہوکر طواف کرتے ہیں اور خیال نہ کرنا کہ طواف سے مقصود یہ ہے کہ جسم خانہ کعبہ کا طواف کرے بلکہ مقصود یہ ہے کہ آدمی کا ذکر دل رب العزت کا طواف کرے یہاں تک کہ ذکر کا آغاز اور انجام اسی پر ہو جیسے طواف کی ابتداء اور انتہا بیت اللہ پر ہوتی ہے اور جاننا چاہئے کہ عمدہ طواف دل کا طواف حضرت الوہیت کے گرد ہے اور خانہ کعبہ عالم ظاہری میں اس دربار کا نمونہ ہے کیونکہ وہ عالم باطنی میں ہے اور آنکھ سے محسوس نہیں ہوتا جیسے اس کے حق میں کہ اللہ تعالیٰ یہ دروازہ اس کے لئے کھول دے اور اسی کی طرف اشارہ ہے اس قول میں کہ بیت المعمور آسمان میں کعبہ کے بالمقابل ہے اور فرشتے اس کا طواف اسی طرح کرتے ہیں جیسے انسان کعبہ کا طواف کرتے ہیں اور چونکہ اکثر خلق خدا کا مرتبہ اس جیسے طواف سے قاصر ہے لہٰذا حتی الامکان ان فرشتوں کی مشابہت کے لئے ان کو حکم ہوا کہ جو کوئی کسی قوم سے مشابہت کرے وہ انہیں میں سے ہوگا اور جو فرشتوں جیسے طواف پر قادر ہے تو وہ ایسا ہے کہ کہہ سکتے ہیں کہ کعبہ اس کی زیارت اور طواف کرتا ہے چنانچہ بعض اہل مکاشفہ نے بعض اولیاء کا حال ایسا دیکھا ہے اور حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت یہ اعتقاد کرے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کی اطاعت پر بیعت کرتا ہوں اور اب ارادہ پختہ کرے کہ اس عہد کو پورا کروں گا کیونکہ جو شخص بیعت میں دغا کرتا ہے مستحق غضب ہوتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا الحجر الاسود یمین اللہ عزوجل یصافح بھا خلقہ کما یصافح الرجل اخاہ اور پردہ کعبہ کو پکڑے اور ملتزم کو چمٹنے کے وقت یہ نیت کرے کہ بیت اور رب العزت

کی محبت اور شوق میں قرب کا طالب ہوں اور بدن کے لگنے کو برکت جانے اور یہ توقع کرے کہ جو عضو بدن کعبہ سے لگ جائے گا وہ آگ سے محفوظ رہے گا اور پردہ پکڑنے میں یہ نیت ہو کہ طلب مغفرت اور التجائے امان میں الحاق کرتا ہوں جیسے کوئی خطاوار جس کا قصور کرتا ہے اس کے دامن میں لپٹتا ہے اور عفو قصور کے لئے اس کے سامنے انکساری کرتا ہے۔ اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ میرا ملجا' ملاوئی اوا بجز تیرے اور کہیں نہیں اور تیرے کرم اور عفو کے بغیر اور کہیں ٹھکانا نہیں اور اب میں تیرا دامن نہ چھوڑوں گا جب تک کہ خطا معاف نہ کر دے اور آئندہ کو امن نہ دے اور سعی صفا اور مروہ کے درمیان خانہ کعبہ کے چوک کے اندر ہے۔ جیسے غلام بادشاہ کے محل کے چوک میں بار بار آتا جاتا ہو۔ خیال یہ کہ خدمت میں اپنا خلوص ظاہر کرے اور اس امید سے کہ نظر رحمت سے سرفراز ہو یا جیسے کوئی بادشاہ کے پاس داخل ہو اور پھر باہر نکلے اور نہ جانتا ہو کہ بادشاہ میرے متعلق کیا حکم کرے گا۔ منظور فرمائے گا یا نامنظور تو دربار کے چوک میں بار بار آتا جاتا ہے اس امید سے کہ میں پہلی بار اگر رحم نہ کرے گا تو دوسری بار رحمت فرمائے گا۔ صفا اور مروہ کے درمیان آمدورفت کرنے کے وقت یہ خیال کرے کہ میدان قیامت میں میزان کے دونوں پلڑوں کے بیچ میں اسی طرح پھرنا ہو گا صفا کو حسنات کا پلہ سمجھ لے اور مروہ کو برائیوں کا پھر خیال کرے کہ دونوں پلڑوں کے درمیان اسی طرح آنا جانا ہو گا کہ دیکھئے کون سا پلڑا غالب رہتا ہے اور کون سا مغلوب اور عذاب اور مغفرت میں تردد ہو گا کہ کسی کا مستحق ہوتا ہوں اور عرفات میں ٹھہرنے میں جب لوگوں کا اژدحام اور آوازوں کا بلند ہونا اور زبانوں کا اختلاف اور مشاعر کی آمدورفت میں ہر فرقہ کا اپنے اپنے اماموں کے قدم بقدم چلنا نظر پڑے تو یہ یاد کرے کہ میدان قیامت میں بھی تمام امتیں معہ انبیاء علیہ السلام کے اسی طرح اکٹھی ہوں گی اور ہر امت اپنے نبی کی پیروی کرے گی اور انبیاء کی شفاعت کی طمع کریں گی اور اس میدان میں قبولیت اور عدم قبولیت کے متعلق حیران رہیں گی اور جب آدمی کو عرفہ کے میدان میں خیال گزرے تو چاہئے کہ اپنے دل کو انکسار اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا لازم کر دے تاکہ اہل فلاح والوں اور مرحوم فرق کے ساتھ حشر ہو اور اس جگہ اپنی رجا کو قبول سمجھے کیونکہ یہ میدان شرافت والا ہے اور رحمت الٰہی دربار جلال سے تمام خلق پر نازل ہوتی ہے اور اس کے آنے کا ذریعہ دلہائے عزیز زمین کے اوتادوں کے ہوتے ہیں اور یہ میدان ابدال اور اوتاد کے گروہ سے کبھی خالی نہیں رہتا اور صالحین کے گروہ بھی اس میں ضرور ہوتے ہیں جب ان لوگوں کی ہمتیں جمع ہو کر ان کے دل انکسار و زاری کرتے ہیں اور ہاتھ اللہ تعالیٰ کی طرف پھیلاتے ہیں اور گردنیں اس کی طرف کو کھینچتی ہیں اور ایک ہمت کے ساتھ طلب رحمت کے لئے آسمان کی طرف نگاہ کرتے ہیں تو پھر یہ گمان نہ کرنا کہ وہ اپنی امید میں محروم رہیں اور ان کی کوشش بیکار ہو جائے بلکہ ان پر وہ رحمت نازل ہوئی ہے کہ سب کو ڈھانپ لے اسی لئے علمائے کرام کہتے ہیں کہ بہت بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی عرفات میں موجود ہو کر یہ گمان کرے کہ اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت نہیں کی اور حج کا راز اور غایت مقصود یہی ہے کہ ہمتوں کا اجتماع ہو اور جو ابدال و اوتاد کہ شہروں کے اطراف سے مجتمع ہوتے ہیں ان کے پاس ہونے کے سبب جمع ہمت میں سہارا ملے غرضیکہ رحمت الٰہی کے اتارنے کا طریقہ اس کے برابر اور کوئی نہیں کہ ہمتیں

اکٹھی ہوں اور ایک وقت میں ایک زمین پر ایک دوسرے کی قلوب مدد کریں اور کنکروں کے پھینکنے میں یہ قصد کرے کہ غلامی اور بندگی کے ظاہر کرنے کے لئے امر کی اطاعت کرتا ہوں اور صرف تعمیل ارشاد کے لئے اٹھتا ہوں بغیر اس کے کہ اس فعل میں کچھ عقل اور نفس کا خط ہو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مشابہت کا قصد کرے کہ اس مقام پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شیطان مردود ظاہر ہوا تھا تاکہ آپ کے حج میں کچھ شبہ ڈال دے یا کسی معیبت میں مبتلا کرے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اس کے دفع کرنے کو اور اس کی امید منقطع کرنے کو اسے کنکریاں مارو۔

سوال : حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تو شیطان ظاہر ہوا تھا اور آپ نے اسے دیکھا اس لئے اس کو مارا تھا اور ہم پر تو شیطان ظاہر نہیں پھر کنکریاں مارنے سے کیا غرض ہے۔؟

جواب : یہ شبہ شیطان کی طرف سے ہے اور اسی نے اس کو تمہارے دل میں ڈالا ہے تاکہ تمہارا ارادہ کنکریاں مارنے کا سست پڑ جائے اور تمہارے خیال میں یہ آئے کہ یہ فعل ایسا ہے جس کا کچھ فائدہ نہیں ایک کھیل کی سی صورت ہے اس میں مشغول ہوتے ہو پس خوب کوشش اور مضبوطی کے ساتھ شیطان کو ذلیل کرنے کی نیت سے کنکریاں مار کر اپنے نفس سے دفع کرو اور جانو کہ ہرچند ہم کنکریاں بظاہر پتھر پر مارتے ہیں لیکن واقع میں شیطان کے منہ پر مارتے ہیں اور اس کی پیٹھ توڑتے ہیں کیونکہ اس کی ذلت اسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے حکم کی بجاآوری کریں جس کی تعمیل میں نفس اور عقل کو کچھ خط نہیں صرف اس کی تعظیم ملحوظ ہے اور ہدیٰ کے ذبح کرنے کے وقت یہ سمجھ لو کہ یہ فعل بسبب امتثال امر کے باعث تقرب ہے۔ اسی لئے اس کو اور اس کے اجزاء کو پورا دیکھ لیا چاہئے اور یہ توقع کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہر جزو کے بدلے میں ہمارے ہر جز کو آگ سے آزاد کرے گا۔ کیونکہ وہ اسی طرح ہوا ہے پس جس قدر ہدی بڑی ہوگی اور اس کے اجزاء بہت ہوں گے اسی قدر آگ دوزخ سے رہائی کی صورت زیادہ متصور ہے اور مدینہ منورہ کی دیواروں پر جب نگاہ پڑے تو یہ خیال کرنا چاہئے کہ یہ وہ شہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے پسند فرمایا اور اسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دارالہجرۃ بنایا یہ وہ مکان ہے جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے فرائض اور سنن شروع فرمائے اور اسکے دشمن کے ساتھ جہاد کیا اور اس کے دین کو ظاہر کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی جوار رحمت میں بلایا پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مزار اقدس اس میں مقرر فرمایا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دو وزیروں کے مزارات (جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بجاآوری حق میں رہے) اس میں ٹھہرائے پھر اپنے دل میں تصور مضبوط کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم مبارک مدینہ منورہ میں آمدورفت کے وقت پڑتے ہوں گے اور پاؤں رکھنے کی کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم مبارک نہ آئے ہوں اس خیال کے بعد جو پاؤں رکھو وہ وقار اور خوف کے ساتھ رکھو اور سوچو کہ مدینہ پاک میں آپ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر گلی کوچہ میں نکلے ہوں گے اور پھر رفتار میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عاجزی اور وقار کا تصور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت کس درجہ کی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دل مبارک میں ودیعت رکھی تھی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کو کیسے بلند کیا کہ اپنے ذکر کیساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر ملایا اور جو شخص آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم نہ کرے گو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز ہی اونچی کرنے سے کیوں نہ ہو اس کے عمل باطل کر دیئے گئے پھر یہ خیال کرو کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر بڑا احسان کیا جنہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت اقدس پائی اور مشاہدہ جمال اور اسماع اقوال سے سعادت حاصل کی اور اپنے حال پر نہایت افسوس کرو کہ یہ دولت ہمیں نہ ملی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت نصیب ہوئی پھر یہ خیال کرو کہ ہمیں دنیا میں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت اقدس نصیب نہ ہوئی اور آخرت کے دیکھنے میں شک شاید آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نگاہ حسرت ہی ہو کہ اعمال بد کے باعث ہمیں قبول نہ فرمائیں چنانچہ ایک حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ کچھ لوگ میرے سامنے لائیں جائیں گے اور وہ کہیں گے کہ یا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کہوں گا کہ الٰہی یہ میرے اصحاب ہیں حکم ہوگا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے بعد انہوں نے کیا نیا کام کیا تب میں کہوں گا کہ الگ ہو جاؤ اور دور ہو جاؤ۔

پس اگر تم نے بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت کی توقیر نہ کی ہوگی گو ایک ہی لحظ میں کیوں نہ ہو تم بھی اس جواب سے مامون نہیں ہو کہ تمہارے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان میں دوری ہو جائے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقہ سے علیحدہ ہو جاؤ اور باوجود اس کے زیادہ توقع یہی رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان میں دوری نہ ڈالے کہ تمہیں ایمان نصیب کیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے تمہیں تمہارے وطن سے دور کیا کوئی تجارت یا نفع دنیوی نہیں مقصود نہ تھا صرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اقدس اور آپ کے آثار شریفہ کے دیکھنے کا شوق ہوا اس لئے کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیکھنا تمہیں نصیب ہوا تو تمہارے نفس سے اسی پر قناعت کی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار مبارکہ کی دیوار ہی نظر آجائے جب اللہ تعالیٰ نے یہ اسباب تمہارے لئے کر دیئے تھے تو اب اس کی رحمت کے شایان شان یہی ہے کہ تمہاری طرف نظر رحمت سے دیکھے اور جب تم مسجد نبوی میں پہنچو تو یہ خیال کرو کہ یہ جگہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمانوں میں سے اول اور افضل لوگوں کے لئے تجویز کیا اللہ تعالیٰ کے فرائض اول اسی مقام اقدس میں ادا ہوئے یہی زمین ہے جس میں تمام مخلوق سے افضل لوگ حالت حیات میں بھی اور موت میں بھی جمع ہیں ایسی جگہ کے داخل ہونے سے تمہیں بڑی توقع رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم کرے گا پھر مسجد میں خشوع اور تعظیم سے داخل ہو اور یہ خطہ پاک اسی کے شایان شان ہے کہ ہر ایماندار دل سے خشوع کا طالب ہو۔

حکایت : حضرت ابو سلیمان نقل کرتے ہیں کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج کیا اور مدینہ منورہ میں داخل ہوئے جب مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوئے تو ان سے لوگوں نے کہا کہ شریف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مزارِ اقدس یہ ہے آپ سنتے ہی غش کھا گئے اور جب افاقہ ہوا تو فرمایا کہ مجھے یہاں سے باہر لے چلو کہ مجھے وہ شہر اچھا نہیں لگتا جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاک کے اندر ہوں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت اقدس اسی طرح کھڑے ہو کر کرنی چاہئے جیسے ہم لکھ آئے ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت وصال کے بعد اسی طرح کرو جیسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندگی میں کرتے تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار شریف سے اتنا ہی قریب ہونا چاہئے جیسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے حالت حیات قریب ہوتے تھے جس طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم پاک کو ہاتھ لگانے اور بوسہ دینے میں خلاف تعظیم اور سوء ادب جانتے بلکہ دور سے کھڑے ہوئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کرتے رہتے اسی طرح اب بھی ایسا ہونا چاہئے کیونکہ زیارت کو ہاتھ لگانا اور بوسہ دینا نصاریٰ اور یہود کی عادت ہے اور جان لینا چاہئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمہارے آنے اور کھڑے ہونے اور زیارت کرنے کا علم ہوتا ہے اور تمہارا درود و سلام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں پہنچتا ہے پس زیارت کے وقت تم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت کریم کو یوں خیال کرو کہ تمہارے سامنے لحد میں موجود ہے۔ اور پھر اپنے دل میں رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرتبہ اعظم کو تصور کرو اور درود و سلام کا پہنچنا اس حدیث سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزارِ اقدس پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کے لوگوں کا سلام پہنچایا کرتا ہے اور یہ اس شخص کے حق میں ہے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار شریف پر حاضر نہ ہوا ہو تو جو شخص آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے شوق میں قبر اقدس کی زیارت پر اکتفا کرنے کے ارادہ سے وطن کو چھوڑا اور جنگلوں کو طے کر کے حضوری میں حاضر ہوگا اس کا سلام کیسے نہ پہنچے گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من صلی علی واحدۃ صلی اللّٰہ علیہ عشرا۔ جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت فرمائے گا۔

تو یہ بدلہ تو صرف زبان سے درود کہنے کا ہے جس صورت میں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے تمام بدن سے حاضر ہوا اس کا بدلہ کیسا ہوگا پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر شریف کے پاس آؤ اور یہ خیال کرو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر شریف پر قیام فرمائیں اور مہاجر اور انصار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گرد حلقہ کئے ہوتے ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو اپنے خطبہ میں اللہ تعالیٰ عزوجل کی طاعت پر ترغیب دے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کرو کہ قیامت میں تمہارے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان میں جدائی نہ فرمائے حج کے اعمال میں دل کا وظیفہ یہ ہے جو مذکور ہوا جب اعمال حج سے فارغ ہو چکے تو

چاہئے کہ اپنے دل پر رنج اور خوف کا التزام کرے کہ معلوم نہیں ہو کہ ہمارا حج مقبول ہوا اور محبوب لوگوں کے زمرہ میں ہے یا حج نامنظور ہوا اور مردودی میں ہے اور یہ اپنے دل اور اعمال سے معلوم کرلے یعنی حج کے بعد اگر اپنے دل کو پائے کہ دنیا سے زیادہ کنارہ کرنے لگا اور انس باللہ کی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے اور اعمال شریعت کی میزان کے مطابق سرزد ہوتے ہیں تو قبول ہونے کا اعتماد کرنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ اسی شخص کا حج قبول کرتا ہے اور اپنی محبت کے آثار اس پر ظاہر کرتا ہے اور اپنے دشمن ابلیس مردود کا دباؤ اس سے ہٹا دیتا ہے تو جب اس طرح کی باتیں ظاہر ہوں گی تو معلوم ہوگا کہ حج مقبول ہوا اور اگر معاملہ بالعکس ہو تو عجب نہیں کہ اس سفر سے آدمی کو بجز مشقت اور سختی کے اور کچھ حاصل نہ ہو۔ (معاذاللہ) باب اسرار حج تمام ہوا اس کے بعد آداب تلاوت مذکور ہوگا۔ والحمدللہ اولا واخرا وصلی اللہ علی محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

باب 8

تلاوت قرآن عزیز

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان بندوں پر یہ ہوا کہ اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کو شرف بخشا اور اپنی کتاب منزل سے ان کی گردنوں میں طوق منت ڈالا یہ وہ کتاب ہے کہ اس کے آگے اور پیچھے سے اس پر باطل حملہ نہیں کرتا اہل فکر کو اس سے گنجائش ہوگئی کہ اس کے قصے اور خبروں سے عبرت حاصل کریں اور اس میں تفصیل احکام اور تفریق حلال و حرام کی بخوبی ہے اس نظر سے سیدھے راستے اور طریق عمدہ کا چلنا اس سے واضح ہوگیا حقیقت میں ضیا اور نور وہی ہے اور اسی کے باعث مغالطہ سے نجات ہوتی ہے اور اس میں ایمان و توحید دلی کو شفا ہے ر کیشوں میں سے جو اس کے مخالف ہو اس کی کمر اللہ تعالیٰ نے توڑ دی اور جس نے اس کے سوا دوسری کتاب میں عمل کو طلب کیا وہ حکم الٰہی سے گمراہ ہوا جبل متین اور نور مبین اور عروہ وثقیٰ اس کا نام اور قلیل و کثیر اور صغیر و کبیر پر حاوی ہونا اس کا کام نہ اس کے عجائب و غرائب کی کوئی نہایت نہ اہل علم کے نزدیک اس کے فوائد کی کوئی حدود غایت تلاوت والوں کے نزدیک زیادہ پڑھنے سے پرانی نہیں ہوتی بلکہ ہر بار جدید دیتی ہے اور اولین و آخرین کو وہی ہدایت کرتی ہے یہ وہ کتاب ہے کہ جب اس کو جنوں نے سنا تو اپنی قوم کی طرف جلد رجوع کرکے انہیں خوشخبری سنائی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ یَّهْدِیْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ○ (پ 29 الجن 102) ہم نے ایک عجیب قرآن سنا کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے (کنزالایمان) جو اس پر ایمان لائے گا وہی صاحب توفیق ہے اور جو اس کا قائل ہوگا وہی اہل تصدیق ہے جس نے اس پر تمسک کیا اس کو ہدایت ملی اور جس نے اس کے مطابق عمل کیا اس نے سعادت و فلاح پائی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (پ 14) بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔ (کنزالایمان)

فائدہ : قلوب و مصاحف میں اس کے محفوظ رہنے کا سبب روزمرہ کی تلاوت اور اس کے آداب و شروط کی رعایت اور اس میں کے اعمال باطنی اور آداب ظاہری کی محافظت ہے اسی لئے ان امور کا بیان کرنا ضروری ہوا چار فصلوں میں یہ تمام مقصود بیان ہوں گے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

فضائل تلاوت و قرات

احادیث مبارکہ

(1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص قرآن پاک پڑھے پھر یہ خیال کرے کہ کسی کو مجھ سے زیادہ ملا ہوگا تو وہ اسے چھوٹا جانے گا جسے اللہ تعالیٰ نے بڑا کیا ہے۔

(2) فرمایا کہ قیامت کے دن کوئی شفیع اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرآن سے بڑھ کر نہیں ہوگا نہ کوئی نبی اور نہ فرشتہ اور نہ کوئی دوسرا۔

(3) فرمایا کہ اگر بالفرض قرآن مجید چمڑے میں ہو تو اس کو آگ نہ لگے گی۔

(4) فرمایا افضل عبادت امتی تلاوت القرآن۔

(5) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا کرنے سے ہزار برس پہلے سورہ طٰہٰ اور یٰسین پڑھی جب فرشتوں نے سنا تو کہا کہ وہ امت خوش نصیب ہے جس پر یہ اترے گا اور خوش حالی ہے ان قلوب کو جو اس کو یاد کریں گے اور ان زبانوں کو جو اس کو پڑھیں گے۔

(6) فرمایا خیرکم من تعلیم القرآن و علمہ۔

(7) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس شخص کو قرآن پاک کا پڑھنا مجھ سے سوال کرنے اور دعا مانگنے سے روکتا ہے میں اس کو شکر گزاروں کے ثواب سے بہتر عنایت کرتا ہوں۔

(8) فرمایا کہ قیامت کے دن تین شخص مشک اسود کے ٹیلوں پر ہوں گے نہ ان کو خوف ہوگا اور نہ ان سے حساب لیا جائے گا۔ یہاں تک لوگوں کے درمیان حساب سے فراغت ہو ان میں سے ایک وہ شخص ہے جس نے قرآن اللہ کی رضا کے لئے پڑھا اور لوگوں کا امام ہوا اور وہ اس سے خوش رہے۔

(9) فرمایا اھل القرآن اھل اللّٰہ خاصۃ قرآن والے اللہ والے اور اسکے خاص لوگ ہیں۔ اھ

(10) فرمایا کہ دل کو لوہے کی طرح (غفلت کا) زنگ لگ جاتا ہے۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی جلا کیا ہے۔ فرمایا

لطیفہ : اہل قرآن چکڑالوی پرویزی یعنی منکرین حدیث حدیث کے منکر ہوکر اس حدیث سے پھولے نہیں سماتے کہ صرف ہم ہی اللہ والے اور اس کے خاص لوگ ہیں یہ ایسے ہے جیسے اہلحدیث کے لقب سے غیرمقلدین وہابیہ منکرین کمالات اولیاء انبیاء اور منکرین فقہ بغلیں بجاتے ہیں یہ اپنے منہ میاں مٹھو والی بات ہے ورنہ انکار حدیث کے باوجود وہ اسی حدیث کے مطابق کیسے اہل اللہ ہوگئے حالانکہ اس سے تو وہ اولیائے کرام و علمائے ملت مراد ہیں جو قرآن مجید کے اسرار و رموز کے عرفان کیساتھ اس پر عمل کرتے ہیں۔ اسے ہی غیرمقلدین

قرآن کی تلاوت اور موت کو یاد کرنا۔ حدیث فرمایا اللّٰہ اشداذنا الی قاری القرآن من صاحب القینۃ قینۃ۔ اللہ تعالیٰ قاری سے قرآن پاک اس سے شخص سے زیادہ پیار و محبت سے سنتا ہے جو اپنی گانے والی لونڈی سے راگ سنتا ہے۔

اقوال صحابہ و اسلاف رضی اللہ عنہم: (1) حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن پڑھو' او یہ لٹکے ہوئے قرآن تمہیں مغالطہ نہ دیں یعنی اس پر سہارا تر کرو کہ قرآن ہمارے پاس موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دل پر عذاب نہیں کرتا جو قرآن کا ظرف ہو۔ (2) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب تم علم کا ارادہ کرو تو قرآن حاصل کرو کہ اس میں اگلوں پچھلوں کا علم ہے۔ (3) یہ بھی انہی کا ارشاد ہے کہ قرآن پڑھو کہ اس کے ہر حرف پر دس نیکیوں کا ثواب ملے گا میں یہ نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام دوسرا اور میم تیسرا۔ یہ بھی ان کا قول ہے کہ جب کوئی اپنے نفس سے درخواست کرے تو قرآن ہی کی کرے اس لئے کہ اگر قرآن سے محبت رکھتا ہوگا' اور قرآن اسے اچھا معلوم ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوگا اور سے بغض رکھتا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بغض رکھتا ہوگا۔ (4) عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کی ہر آیت جنت کا ایک درجہ تمہارے گھروں کا چراغ ہے۔ (5) یہ بھی فرمایا کہ جو قرآن پڑھتا ہے اس کے دونوں پہلوں میں نبوت کی تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ اس پر وحی نہیں آتی۔ (6) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس گھر میں قرآن پڑھاجاتا ہے وہ گھر والوں پر وسیع ہوتا ہے اور اس کی خیر بہت ہو جاتی ہے اور فرشتے اس میں آتے ہیں اور شیطان اس سے نکل جاتے ہیں جس گھر میں قرآن نہیں پڑھا جاتا وہ گھر والوں پر تنگ ہو جاتا ہے اور اس کی خیر کم ہو جاتی ہے اور فرشتے اس میں سے چلے جاتے ہیں اور شیطان موجود ہو جاتے ہیں۔ (7) امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھ کر عرض کیا کہ الٰہی جن امور سے تقرب کے طلب گار تیرا قرب حاصل کرتے ہیں' ان میں سے افضل کون سا امر ہے' فرمایا کہ اے احمد سب سے افضل میرے کلام سے تقرب حاصل کرنا ہے' میں نے عرض کیا کہ الٰہی سمجھنے سے یا بغیر سمجھے' حکم ہوا کہ دونوں طرح ہے۔ (8) محمد بن کعب قرظی نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب لوگ قرآن مجید اللہ تعالیٰ سے سنیں گے تو معلوم ہوگا کہ گویا پہلے کبھی نہ سنا تھا۔ (9) فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن کے حافظ کو چاہئے کہ بادشاہ سے لیکر ادنیٰ تک کسی کی طرف اسے ضرورت نہ ہو' بلکہ خلق اللہ اس کی ضرورت مند ہونی چاہئے۔ (10) ان کا قول ہے کہ جو

بدعت کے خطرہ کے باوجود اہلحدیث کا لقب بھی انہیں راس نہیں آئے گا اس لئے کہ یہ لقب خیرالقرون کے بعد عرصہ دراز بعد کے رائج ہوا ہے اور اس سے مراد وہ حضرات ہیں جو احادیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عامل ہیں اور یہ غیرمقلدین تو خواہشات نفسانی کے بندے ہیں انہیں احادیث پر عمل کب نصیب بس چند احادیث منتخب کرکے اپنے نفسانی خیال کے مطابق عمل کرلیتے ہیں وہ بھی غلط۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب "وہابی شتر بے مہار" اویسی غفرلہ

قرآن کا حافظ ہے وہ اسلام کا علم بردار ہے اسے چاہیے کہ لہو و لعب اور لغو والوں کے ساتھ مشغول نہ ہو کہ قرآن کی تعظیم اسی کو چاہتی ہے۔ (11) سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی قرآن پڑھتا ہے تو فرشتہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیتا ہے۔ (12) عمرو بن میمون کہتے ہیں جو شخص صبح کی نماز کے بعد قرآن کھول کر سو آیات پڑھے، اللہ تعالیٰ اسے تمام دنیا والوں کے عمل کے برابر ثواب عنایت فرماتا ہے۔

حدیث : خالد بن عقبہ نے حضور سرورعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے سامنے قرآن پڑھیے۔ آپ نے آیت اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (النحل ۹۰) آخر تک پڑھی۔ اس نے عرض کی کہ دوبارہ پڑھیے۔ آپ نے دوبارہ پڑھی، اس نے کہا کہ اس میں تو حلاوت و ملاحت ہے، اس کے نیچے کا حصہ بارش کی طرح برستا ہے اور اوپر کا حصہ بہشت سا ثمر رکھتا ہے اور یہ کسی انسان کا قول نہیں ہے۔ حضرت حسن بصری کا قول ہے کہ بخدا قرآن سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں اور نہ اس کے بعد کوئی محتاجی۔ فضیل فرماتے ہیں کہ جو شخص سورہ حشر کا آخری صبح کے وقت پڑھے اور اس دن مرجائے تو اس پر شہیدوں کی مہر لگے گی اور جو کوئی اسے شام کو پڑھے، اور اس رات میں مرجائے اس کا بھی یہی حال ہے۔ (13) قاسم بن عبدالرحمان کہتے ہیں کہ میں نے ایک عابد سے پوچھا کہ یہاں کوئی ایسا نہیں جس سے تمہیں انس ہو، اس نے اپنا ہاتھ قرآن مجید کی طرف بڑھا کر اسے اپنی گود میں رکھ لیا اور کہا کہ یہ انیس ہے۔ (14) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تین چیزیں ہیں جن سے حافظہ زیادہ ہوتا ہے اور بلغم ختم ہوتا ہے۔ (1) مسواک کرنا (2) روزہ رکھنا۔ (3) قرآن پڑھنا۔

غفلت سے تلاوت کی مذمت : (1) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بہت سے لوگ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، حالانکہ قرآن ان کو لعنت کرتا ہے۔ (2) میسرہ نے کہا کہ بدکار آدمی کے پیٹ میں قرآن مسافر اور بیکس ہے۔ (3) ابو سلیمان دارانی کہتے ہیں کہ جب قرآن کے حافظ قرآن پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں تو دوزخ کے فرشتے بت پرستوں کی بہ نسبت زیادہ ایسے حافظوں کو جلد پکڑیں گے۔ (4) بعض علماء نے فرمایا کہ جب انسان قرآن پڑھتا ہے پھر اور گفتگو اس میں ملا دیتا ہے پھر پڑھنے لگتا ہے تو اس سے کہا جاتا ہے کہ تجھے ہمارے کلام سے کیا تعلق۔ (5) ابن رماح کا قول ہے کہ میں کلام مجید کو یاد کر کے پچھتایا اس لئے کہ میں نے سنا ہے کہ قیامت میں قرآن والوں سے وہ سوال ہوگا جو انبیاء علیہم السلام سے ہوگا۔ (6) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حافظ قرآن کو ان باتوں سے پہچاننا چاہیے۔ (1) رات کو جس وقت لوگ سوتے ہوں۔ (2) دن کو جس وقت لوگ قصور کرتے ہوں۔ (3) اس کے غم کرنے سے لوگوں کی خوشی کے وقت (4) اس کے رونے سے جب لوگ ہنستے ہوں۔ (5) اس کے سکوت سے جب لوگ ادھر ادھر کی باتوں میں لگے ہوں۔ (6) اس کے خشوع سے جس وقت لوگ تکبر کرتے ہوں۔

فائدہ : حافظ قرآن کو چاہیے کو خاموشی اور نرمی زیادہ رکھے، جفا کار بات کاٹنے والا شور و غل مچانے والا اور سخت نہ

احادیث : (1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت کے اکثر منافق قاری ہوں گے۔ (2) فرمایا کہ قرآن اس وقت پڑھو کہ قرآن تمہیں بری باتوں سے منع کرے اور جب قرآن قرات تجھے مانع نہ ہو تو تو اس کی تلاوت نہ پڑھنے کے برابر ہے۔ (3) فرمایا کہ جو قرآن کے محرمات کو حلال جانے اسے قرآن سے انس نہیں ہوا۔ (7) بعض سلف صالحین کا قول ہے کہ انسان ایک سورہ شروع کرتا ہے اور فرشتے اس پر دعائے رحمت کرتے ہیں یہاں تک کہ اس سورہ کو ختم کرے' بعض لوگ سورہ شروع کرتے ہیں اور فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس سے فارغ ہو' کسی نے پوچھا کہ یہ کس طرح فرمایا کہ جب اس کے حلال کو حلال جانے اور حرام کو حرام تب اس پر رحمت بھیجتے ہیں ورنہ لعنت کرتے ہیں۔ (8) بعض علماء نے فرمایا ہے کہ انسان قرآن کی تلاوت کرتا ہے اور نادانستہ اپنے آپ کو لعنت کرتا ہے یعنی کہتا ہے۔ الا لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین (اللہ کی لعنت ہے جھوٹوں پر۔) (9) حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ تم نے قرآن کو منزلیں ٹھہرائی ہیں اور رات کو اونٹ مقرر کیا ہے کہ اس پر سوار ہو کر اپنی منزلیں قطع کرتے ہو۔ جو لوگ تمہارے سے پہلے تھے وہ قرآن مجید کو اپنے پروردگار کا فرمان سمجھتے تھے کہ رات کو اس کے معانی سوچتے اور دن کو ان کی تعمیل کرتے تھے۔ (10) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ قرآن لوگوں پر اس لئے نازل کیا گیا ہے کہ اس کے مطابق عمل کریں۔ لوگوں نے اس کے پڑھنے پڑھانے کو عمل ٹھہرا لیا ہے کہ ایک شخص شروع سے آخر تک قرآن پڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ ایک حرف بھی اس سے نہیں رہتا مگر اس کے مطابق عمل نہیں کرتا۔ (11) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہماری اتنی عمر ہوئی' ہم میں سے کسی کو ایمان نزول قرآن سے پہلے مرحمت ہوتا تھا کہ جب حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کوئی صورت نازل ہوتی تھی تو اس سورت کے حلال اور حرام کو سیکھنا اور امر اور زجر سے واقف ہونا اور جس مقام پر توقف چاہئے اس کو جاننا پڑتا تھا' پھر ہم نے ایسے لوگ دیکھے کہ ان میں سے کسی کو قرآن ایمان سے پہلے ملتا ہے کہ الحمد سے لے کر آخر تک پڑھ جاتا ہے لیکن یہ نہیں سمجھتا کہ اسمیں امراء اور زجر کی کون سی آیتیں ہیں اور توقف کسی جگہ پر مناسب ہے گھاس کی طرح کاٹا چلا جاتا ہے۔

فائدہ : تورایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے میرے بندے تجھے مجھ سے شرم نہیں آتی کہ اگر تو سفر میں ہوتا ہے اور کسی بھائی کا خط تیرے پاس آتا ہے تو راستہ سے ہٹ کر بیٹھ جاتا ہے اور خط کا ایک ایک حرف پڑھتا ہے کہ اس سے کوئی مطلب نہیں رہ جاتا اور میں نے جو تجھ پر اپنی کتاب اتاری تو دیکھ لے کہ تیرے لئے کیسے مفصل بیان فرمایا اور کس طرح ایک ایک بات کو کئی کئی دفعہ ذکر کیا اس لئے کہ تو اس کے طول و عرض کو سمجھے گا مگر تو اس سے روگردانی کرتا ہے میں تیرے نزدیک تیرے بھائی سے بھی گزر گیا کہ اس کے خط کو غور سے پڑھا اور میری کتاب کو بے پرواہی سے' اے میرے بندے اگر تیرا کوئی بھائی تیرے پاس آکر بیٹھتا ہے تو تو اس کی طرف کامل توجہ

سے التفات کر کے ہمہ تن اس کی گفتگو سنتا ہے اور اگر کوئی بول اٹھتا ہے یا کوئی اور کام تجھے پیش ہوتا ہے تو تو اس سے اشارہ کر دیتا ہے کہ ٹھہرو لیکن میں تیری طرف متوجہ ہوں اور تجھ سے باتیں کرتا ہوں اور تو اپنے دل سے میری طرف سے روگردانی کی میری قدر اپنے کسی بھائی کے برابر نہیں کرتا۔

تلاوت کے ظاہری آداب : یہ دس ہیں۔ ادب تلاوت کرنے والے کو چاہئے کہ باوضو اور ادب اور وقار کی صورت پر ہو کھڑا ہو یا بیٹھا ہو اور قبلہ رخ گردن جھکائے ہو نہ چار زانو پر' نہ تکیہ لگائے نہ تکبر کی صورت پر بلکہ اس طرح بیٹھے جیسے استاد کے سامنے شاگرد بیٹھتا ہے۔

مسئلہ : بہتر ہے کہ قرآن نماز کے اندر کھڑے ہو کر مسجد میں پڑھے کہ یہ تلاوت افضل اعمال میں سے ہے اگر قرآن مجید کو بے وضو ہو کر یا لیٹ کر پڑھے گا تب بھی ثواب تو ملے گا لیکن یہ اس قدر جو وضو سے کھڑے ہو کر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آل عمران ۱۹۱) وہ جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور غور و فکر کرتے ہیں آسمان اور زمین کی پیدائش میں۔

فائدہ : اس آیت میں تمام حالتوں کی تعریف فرمائی ہے مگر قیام کو اول ذکر فرمایا' اس کے بعد قعود کو اس کے بعد لیٹنے کو۔

فائدہ : حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص قرآن کی تلاوت نماز کے اندر کھڑے ہو کر کرے اس سے ہر حرف کے بدلہ میں سو نیکیوں کا ثواب ہوگا' جو شخص نماز کے اندر بیٹھ کر قرآن پڑھے اسے ہر حرف پر پچاس نیکیوں کا ثواب ہوگا' اور جو شخص نماز میں نہ ہو اور وضو سے قرآن پڑھے۔ پچیس نیکیوں کا ثواب پائے گا اگر بے وضو پڑھے گا تو دس نیکیاں ملیں گی اور رات کو اگر قیام ہو تو بہتر ہے کہ رات کے وقت دل کو جمعیت خوب ہوتی ہے۔

فائدہ : حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سجدوں کی کثرت دن کو ہوتی ہے اور زیادہ قیام رات کو۔

ادب 2 قرات کی مقدار : بہت اور تھوڑا پڑھنے میں لوگوں کی عادت جدا جدا ہے بعض دن رات میں ایک ختم کرتا ہے کوئی دو' بعض نے تین ختم تک پہنچا دیا ہے۔ بعض لوگ مہینہ میں ایک ختم کرتے ہیں بہتر یہ ہے کہ مقدار قرات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس اشارہ کی طرف رجوع کیا جائے جو فرمایا من قرء القرآن فی اقل من ثلث لم یفقهه ترجمہ۔ جس نے قرآن کو تین روز سے کم پڑھا' اس نے اسے نہیں سمجھا۔

فائدہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مقدار سے زیادہ پڑھنا تلاوت کماحقہ کو مانع ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب کسی کو سنا کہ قرآن مجید کو بہت جلد پڑھتا ہے تو فرمایا کہ اس نے نہ تو پڑھا نہ چپکا رہا۔

حدیث شریف : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ ہفتہ میں ایک ختم کیا کرو۔

فائدہ : صرف صحابہ کرام اور سلف صالحین ہی ایسا کرتے کہ ہفتہ میں ایک ختم کرتے تھے' مثلاً حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ و زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب کا یہی دستور تھا۔

فائدہ : ختم کے چار درجات ہیں۔ (1) شب و روز ایک ختم کرنا اسے بعض فقہائے نے مکروہ کہا ہے۔ (2) تیس پاروں سے ایک پارہ ہر روز پڑھ کر مہینے میں ایک ختم کرنا اور یہ قرات گویا بہت کم ہے' ان دونوں کے درمیان درجات ہیں۔ مثلاً (1) ہفتہ میں ایک بار ختم کرنا۔ (2) ہفتہ میں دو بار' تاکہ تین دن میں ایک ختم ہو جائے۔

مسئلہ : مستحب یہ ہے کہ ایک دن میں پڑھا کرے اور ایک رات کو' اور دن والے ختم کو سنوار کے دن صبح کی دو رکعتوں میں یا ان دونوں کے بعد تمام کرے اور رات کے ختم کو جمعہ کی شب میں مغرب کی دو رکعتوں میں یا ان کے بعد تمام کرے تاکہ اول روز اور ابتداء شب میں دونوں ختم ہو جائیں۔ اس مقصد سے کہ اگر ختم شب کو ہوتا ہے تو فرشتے صبح تک قاری پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں اور اگر دن کو ہوتا ہے تو شام تک یہی حال ہوتا ہے۔

فائدہ : ابتداء روز و شب میں ختم سے یہ فائدہ ہے کہ فرشتوں کی برکت تمام دن اور رات کو محیط ہوگی۔

مسئلہ : مقدار قرات کی تفصیل یہ ہے کہ اگر پڑھنے والا عابد ہو اور طریقہ آخرت کو عمل کے ذریعہ سے طے کرنا چاہتا ہے اسے لائق نہیں کہ ہفتہ میں دو ختموں سے کم کرے اگر دل کے اعمال سے طے کرتا ہو یا علم کے پڑھانے میں مصروف رہتا ہو تو وہ اگر ایک ہفتہ میں ایک ہی ختم پر اکتفا کرے گا تب بھی حرج نہیں اگر قرآن کے معنی میں غور کرتا ہو تو اس کو ایک مہینہ میں ایک ہی ختم کافی ہے اس اعتبار سے کہ اس کو مکرر پڑھنے اور معانی سوچنے کی ضرورت ہے۔

ادب 3 تلاوت کی منازل : جو شخص ہفتہ میں ایک ختم کرے وہ قرآن مجید کی سات منزلیں مقرر کرلے کہ صحابہ کرام نے بھی یہی منازل مقرر فرمائی ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شب جمعہ کو شروع سے لے کر سورہ مائدہ کے اخیر تک پڑھتے اور ہفتہ کی شب کو انعام سے ہود تک' اتوار کی رات کو سورۃ یوسف سے مریم تک اور سوموار کی شب کو طٰہٰ سے قٓ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک' اور منگل کی رات کو عنکبوت سے صاد تک اور بدھ کی رات کو زمر سے سورہ رحمٰن تک' اور جمعرات کی رات کو سورہ واقعہ سے آخر قرآن مجید تک پڑھتے۔ (2) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی سات ہی منزلیں کرتے تھے۔ منزل سورہ فاتحہ مع تین سورت دوسری منزل پانچ سورتوں کی تیسری منزل سات سورتوں کی چوتھی نو سورتوں کی پانچویں گیارہ سورتیں کی چھٹی تیرہ سورتوں کی ساتویں سورہ قاف

سے آخر تک ان منازل کو فمی بشوق کہتے ہیں کہ ہر حرف شروع منزل کی سورہ کا پہلا حرف ہے یعنی ف سے فاتحہ اور م سے مائدہ اور ی یونس اور ب سے بنی اسرائیل اور ش سے شعراء اور واؤ والصافات اور ق سے سورہ قاف۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرح قرآن مجید کی منزلیں طے کی ہیں اور اسی طرح تلاوت کرتے تھے اور اس بارے میں حدیث بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے اور یہ منازل خمس اور عشر اور اجزا بننے سے پہلے ایجاد ہوا اس کے باقی امور بعد کو ایجاد ہوئی تھیں۔ یہ تمام امور بدعات حسنہ ہیں۔ 1۔

ادب 4 : قرآن لکھنا مستحب ہے کہ قرآن کو خوشخط اور صاف لکھے اور سرخی سے نقطے اور ظاہر کرنے کا حرج نہیں کہ اس میں زینت اور توضیح اور پڑھنے والوں کو غلط پڑھنے سے روکنا ہے۔

فائدہ : حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن مجید میں خس اور عشر اور جز کو برا جانتے تھے کیونکہ یہ بدعت ہیں۔ شعبی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور ابراہیم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ وہ بھی سرخی سے نقطے لگاتے اور اس پر اجرت لینے کو مکروہ جانتے تھے اور کہتے تھے کہ قرآن کو صاف رکھو۔

فائدہ : اس سے معلوم ہوا کہ ان حضرات نے ان امور کو مکروہ کہا اس وجہ سے کہ کہیں رفتہ رفتہ اور زیادتیاں نہ بڑھ جائیں' اس لئے کہ گو ان میں کوئی خرابی نہ تھی مگر اس راہ کے اضافات بند کرنے اور تغیر سے قرآن کو محفوظ رکھنے کے لئے ایسا فرمایا۔ اور جس صورت میں کہ ان امور سے کوئی خرابی نہ ہو تو سب کے نزدیک یہ ٹھہرا کہ ان سے شناخت قرآن زیادہ ہو جاتی ہے تو پھر ان کے استعمال میں کوئی حرج نہیں اور ان امور کا بدعات ہونا اصل مطلب کے خلاف نہیں اس لئے کہ اکثر بدعات حسنہ ہیں چنانچہ تراویح کی جماعت کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایجاد ہے اور یہ عمدہ ایجاد اور بدعت حسنہ ہے۔ بدعت سیئہ وہ ہے جو سنت کے مخالف اور سنت کو بدل دے۔

فائدہ : بعض اکابر کہا کرتے کہ میں نقطہ والا قرآن مجید تلاوت کرلیتا ہوں مگر خود اس پر نقطے نہیں لگاتا۔ اوزاعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ یحییٰ بن کثیر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل ہے کہ قرآن مجید دور اول صاف تھا پہلے پہل جو بات بدعت پیدا ہوئی وہ یہی کہ ب اور ت پر نقطے لگا دیئے گئے اور کہا کہ ان کا حرج نہیں کہ یہ قرآن کا نور ہے پھر اس کے بعد آیتوں کے اختتام پر بڑھے نقطے ایجاد کئے گئے فرمایا اس کا بھی حرج نہیں اس سے آیات کا آغاز معلوم ہوتا ہے پھر اس کے بعد انجام و آغاز کے نشانات پیدا ہوئے ابوبکر ہذلی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا کہ مصحف میں اعراب لگانا لیسا ہے فرمایا کہ قرآن پر اعراب کا کوئی حرج نہیں اور خالد حذاء کہتے ہیں کہ میں ابن سیرین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس گیا انہیں دیکھا کہ وہ اعراب والے قرآن کو تلاوت کرتے ہیں حالانکہ اعراب

1۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کے اصل الفاظ حاضر ہیں : اویسی غفرلہ

کو برا جانتے اور کہتے کہ اعراب حجاج کی بدعت ہے اس نے قاریوں کو بلوایا سب نے قرآن کلمات احروف گنے اور اس کے حصے برابر کرکے تیس پاروں پر تقسیم کیا اور نصف و ربع وغیرہ بھی لکھا ہے۔

ادب 5 : کلام مجید کو اچھی طرح ٹھہر کر پڑھنا مستحب ہے کیونکہ ہم عنقریب بیان کریں گے کہ قرات سے مقصود تفکر ہے جب اچھی طرح ٹھہر کر پڑھے گا تو تفکر پر مدد ملے گی اسی وجہ سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرات کی صفت بیان کی تو کلمہ کو جدا جدا بیان فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اگر سورہ بقرہ اور آل عمران ٹھہر کر پڑھوں اور سمجھتا جاؤں تو اس سے اچھا ہے کہ تمام قرآن کو جلد جلد پڑھ جاؤں اور یہ بھی ان کا ارشاد ہے کہ میں اگر اذا زلزلت اور القارعۃ سمجھ کر پڑھوں تو اس سے بہتر ہے کہ سورہ بقرہ اور آل عمران کو گھسیٹ جاؤں - مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ دو شخصوں نے نماز بحالت قیام ادا کی ایک نے تو سورہ بقرہ دوسرے نے تمام قرآن پڑھا تو ثواب کس کو زیادہ ہوا۔ فرمایا کہ دونوں کو برابر ثواب ہوا یاد رہے کہ ٹھہر کر پڑھنا اس لئے مستحب نہیں ہے کہ اس کے معنی ہی سمجھے کیونکہ اگر عجمی عربی نہ سمجھتا ہو وہ قرآن کے معنی کیسے سمجھے گا مگر حالانکہ ٹھہر کر پڑھنا اس کو بھی مستحب ہے اس لئے کہ ٹھہر کر پڑھنے میں قرآن کی توقیر و تعظیم زیادہ ہے اور جلد پڑھنے کی بہ نسبت اس کا اثر بھی دل میں بھی زیادہ ہوتا ہے۔

ادب 6 : قرات کے ساتھ رونا مستحب ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن پڑھو اور گریہ کرو اور اگر رو نہ سکو تو رونی صورت بنالو اور فرمایا لیس منا من لم یتغن القرآن وہ ہم سے نہیں جس نے قرآن خوش الحانی سے نہ پڑھا۔

صالح مری کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے خواب میں قرآن پڑھا' آپ نے فرمایا کہ صالح یہ تو قرات ہے رونا کہاں۔

(4) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم سجدہ کی آیت پڑھو تو سجدہ کرنے میں جلدی نہ کرو جب تک کہ گریہ نہ کرلو' اگر تم میں سے کسی کی آنکھ سے آنسو نہ نکلے تو چاہئے کہ اس کا دل زاری کرے۔

فائدہ : بہ تکلف رونے کی تدبیر یہ ہے کہ اپنے دل پر حزن وارد کرے کہ رونا غم سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ (5) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قرآن حزن کے ساتھ اترا ہے پس جب تم پڑھو تو حزن کیا کرو اور حزن کو دل میں وارد کرنے کی صورت ہے کہ قرآن کی تہدید اور عہد و میثاق کو سوچے اور پھر اس کے اوامر نواہی میں اپنی کوتاہی خیال کرے تو اس ضروری حزن اور غم آئے گا اگر اس تامل پر بھی صاف دل والوں کی طرح حزن اور گریہ دل میں موجود نہ ہو تو حزن و گریہ کے ہونے کے لئے رو دے کہ یہ نہایت بڑی سختی ہے۔

ادب 7 : آیات کے حقوق کا لحاظ رکھنا یعنی جب آیت سجدہ پر گزرے تو سجدہ کرے یا دوسرے سے سجدہ سنے تو جس وقت پڑھنے والا سجدہ کرے بشرطیکہ باوضو ہو۔

فائدہ : قرآن مجید میں چودہ سجدے ہیں' اور سورہ حج میں دو سجدے ہیں [1] اور سورہ ص میں سجدہ نہیں [2]۔

مسئلہ : ادنیٰ درجہ سجدہ تلاوت یہ ہے کہ اپنی پیشانی زمین پر لگا دے اور کامل سجدہ یہ ہے کہ تکبیر کہہ کر سجدہ کرے اور سجدہ میں ایسی دعا مانگے جو مناسب آیت سجدہ ہو۔ مثلاً جب یہ آیت پڑھے۔ خروا سجدا وسبعوا بحمد ربهم وهم لا يستكبرون تو سجدہ میں دعا مانگے۔ اللهم اجعلني من الساجدين لوجهك المسبحين بحمدك واعوذبك ان اكون من المتكبرين عن امرك اوعلى اوليائك جب یہ آیت پڑھے۔ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا۔ یوں دعا مانگے اللهم اجعلني من الباكين اليك الخاشعين لك اور اسی طرح ہر آیت سجدہ کے موافق سجدہ میں دعا پڑھے۔

مسئلہ : اور سجدہ تلاوت میں نماز کی شرطیں شرط ہیں یعنی ستر عورت اور قبلہ رو ہونا اور پاک ہونا کپڑے کا اور بدن کا حدث اور نجاست سے ظاہر ہونا۔

مسئلہ : بعض نے سجدہ تلاوت کے کمال میں یہ کہا ہے کہ ہاتھ اٹھا کر نیت تحریمہ کے لئے اللہ اکبر کہے' پھر سجدہ کرنے کے لئے اللہ اکبر کہے۔ پھر سر اٹھانے کے لئے اللہ اکبر کہے۔ پھر سلام پھیرے۔

فائدہ : بعض نے سجدہ تلاوت میں تشہد کو زیادہ کیا ہے اور اس کی کچھ اصل نہیں۔ بجز اس کے کہ نماز پر قیاس کیا ہو اور اس سجدہ کا نماز پر قیاس کرنا صحیح نہیں کیونکہ یہ سجدہ کے لئے امر کی وجہ سے وارد ہوا ہے تو اس میں لفظ سجدہ کا اتباع چاہئے اور سجدہ میں جانے کے لئے اللہ اکبر کہنا شرع کے موافق ہے اس کے سوا دیگر امور غلط معلوم ہوتے ہیں پھر مقتدی کو چاہئے کہ امام کے سجدہ کرنے کے وقت سجدہ کرے خود اپنی تلاوت کا سجدہ اقتداء کی حالت میں نہ کرے۔

ادب 8 : جب تلاوت شروع کرے اس وقت کہے اعوذ بالله السميع العليم من الشيطن الرجيم اعوذبك من همزات الشياطين و فاعوذبك رب ان يحضرون ترجمہ۔ میں پناہ مانگتا ہوں سننے جاننے کی شیطان مردود سے اے رب میں تیری پناہ مانگتا ہوں شیطانوں کے خطرات سے اور پناہ مانگتا ہوں اے رب تعالیٰ اس سے کہ وہ شیاطین میرے پاس آئیں اور قل اعوذ برب الناس اور سورہ الحمد پڑھے اور ہر سورت کے تمام ہونے پر کہتا جائے۔ صدق الله تعالٰى وبلغ رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم انفعنا به و بارك لنا فيه الحمد الله رب العلمين واستغفر الله الحى القيوم

[1] یہ امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ہے احناف کے نزدیک سورہ حج کا صرف پہلا سجدہ ہے۔ 12

[2] احناف کے نزدیک سورہ ص کا سجدہ واجب ہے۔ 12 اویسی غفرلہ۔

مسئلہ : اثنائے تلاوت میں جب آیت تسبیح پر گزرے تو سبحان اللّٰہ واللّٰہ اکبر کہے اور جب دعا اور استغفار کی آیت آئے تو دعا اور استغفار کرے اور جب آیت رجا آئے تو اس کی دعا کرے اور خوف کی آیت پر گزرے تو پناہ مانگے' اس سوال و پناہ مانگنے وغیرہ کو زبان سے کہے خواہ دل میں کہے سبحان اللّٰہ نعوذ باللّٰہ اللھم ارحمنا حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورہ بقر شروع کی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی آیت رحمت پر نہ گزرے کہ دعا نہ مانگی ہو اور نہ کسی آیت عذاب پر کہ پناہ نہ مانگی ہو اور نہ کسی آیت تنزیہ پر کہ سبحان اللہ نہ کہا ہو اور جب تلاوت سے فارغ ہو تو وہ دعا پڑھے جو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ختم کے وقت فرمایا کرتے تھے۔ وہ یہ ہے اللھم ارحمنی بالقران واجعلہ لی اماما ونورا وھدی ورحمۃ اللھم ذکرنی منہ مانسیت وعلمنی منہ ماجھلت وارزقنی تلاوتہ آنا الیل واطراف النھار واجعلہ لی حجۃ یارب العلمین الٰہی مجھ پر رحم کر قرآن سے اور کر دے اس کو میرے لئے امام اور نور اور ہدایت اور رحمت الٰہی یاد کرا دے مجھ کو اس سے جو میں بھولا ہوں اور جتا دے مجھ کو اس سے جو میں نے نہ جانا ہو اور نصیب کر مجھ کو اس کی تلاوت رات کی گھڑیوں میں اور دن کی طرفوں یعنی صبح اور شام میں اور کر دے اس کو میرے لئے حجت اے پروردگار۔

ادب 9 : قرات بالجہر یعنی تلاوت کے وقت اپنی آواز آپ سنے اس لئے کہ قرات کے معنی یہ ہیں کہ آواز کو حروف سے پارہ پارہ کرے تو آواز کا ہونا ضروری ہے جس کے ٹکڑے ہوئیں اور ادنیٰ مرتبہ قرات کا یہ ہے کہ اپنی آواز آپ سنے اور اگر خود نہ سنے گا تو ایسی قرات سے نماز نہ ہوگی اس لئے وہ داخل قرات نہیں' باقی رہا اتنا پکار کر پڑھنا کہ دوسرا شخص سنے تو وہ ایک وجہ سے اچھا ہے اورایک وجہ سے برا اور آہستہ پڑھنے کے مستحب ہونے پر یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا آہستہ پڑھنے کی فضیلت پکار کرپڑھنے پر اتنی ہے جتنی خفیہ صدقہ دینے کی علانیہ خیرات کرنے پر ہے' ایک اور روایت ہے کہ قرآن کو پکار کر پڑھنے والا ایسا ہے جیسے علانیہ صدقہ دینے والا' اور اس کو آہستہ پڑھنے والا ایسا ہے جیسے خیرات کرنے والا' ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ خفیہ عمل علانیہ عمل سے ستر گنا زیادہ ہے۔ اسی طرح یہ ارشاد خیر الرزق مایکفی وخیرانہ کزالخفی ترجمہ۔ بہتر رزق وہ ہے جو کفایت کرے اور بہتر ذکر وہ ہے جو آہستہ ہو۔ حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مغرب اور عشاء کے درمیان کی قرات میں ایک دوسرے کو پکار کر نہ پڑھو۔

حکایت : ایک رات سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کو نماز میں بالجہر کلام مجید پڑھتے سنا اور آپ خوش آواز تھے' حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلام سے کہا کہ اس نمازی کو کہو کہ آواز پست کرو' غلام نے کہا کہ مسجد کچھ ہماری نہیں اس کا بھی اس میں حق نماز پڑھنے کا ہے کیسے منع کروں' آپ نے باآواز بلند کہا کہ اے نمازی اگر تجھے نماز سے رضائے الٰہی عزوجل مقصود ہے تو

آواز پست کر اگر رضائے خلق مقصود ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تیرے کسی کام نہ آئے گی' یہ سن کر حضرت عمر بن عبدالعزیز چپ ہوگئے اور رکعت مختصر کی اور سلام پھیر کر مکان کو چلے آئے۔ آپ اس وقت مدینہ منورہ کے حاکم تھے اور قراۃ بالجہر پڑھنے کے مستحب ہونے پر یہ روایت دال ہے۔ (1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے چند صحابہ سے سنا کہ وہ رات کی نماز میں قرآن جہر سے پڑھتے ہیں' آپ نے ان کے پڑھنے کو درست فرمایا۔ (2) ایک اور حدیث میں فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی رات کو نماز پڑھے تو قرات جہر سے پڑھے کہ فرشتے اور اس کے مکان کے جنات اس کی قرات سنتے ہیں اور وہی نماز وہ بھی پڑھتے ہیں۔ (3) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے تین صحابہ پر گزرے جن کے حالات مختلف تھے۔ (1) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت آہستہ پڑھ رہے تھے' آپ نے ان سے وجہ پوچھی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جس سے میں مناجات کرتا ہوں وہ میری قرات سنتا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرات بالجہر پڑھ رہے تھے' آپ نے وجہ پوچھی عرض کی کہ میں سوتوں کو جگاتا ہوں اور شیطان کو جھڑکتا ہوں۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ چند آیتیں ایک سورۃ کی اور چند دوسری کی پڑھ رہے تھے' ان سے آپ نے سبب پوچھا انہوں نے عرض کی کہ میں عمدہ کو عمدہ کے ساتھ ملا رہا ہوں آپ نے فرمایا کہ تم سب نے بہتر کیا۔

فائدہ : خفیہ اور علانیہ دونوں کے پڑھنے میں حادیث وارد ہیں تو ان میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ آہستہ پڑھنا ریا سے بعید تر ہے اور تصنع کو اس میں دخل نہیں تو جو شخص اپنے نفس پر ریا اور تصنع کا خوف رکھتا ہو اس کے لئے آہستہ پڑھنا بہتر ہے اگر خوف نہ ہو اور نہ ہی جہر کے پڑھنے سے کسی دوسرے کو خلل ہوتا ہے تو قرات بالجہر پڑھنا افضل ہے اس لئے کہ اس میں عمل زیادہ ہے اور اس کا فائدہ غیر کو بھی پہنچتا ہے ظاہر ہے کہ جس کا فائدہ دوسرے کو بھی پہنچے وہ اس سے بہتر ہے کہ جو صرف جو ایک کو پہنچے' دیگر وجہ یہ ہے کہ جہر سے پڑھنا قاری کے دل کو بیدار کرتا ہے اور اس کی ہمت کو قرآن میں فکر کرنے کے لئے جمع اور اسکے کان کو اس کی طرف متوجہ اور نیند کو دفع کر دیتا ہے اور پڑھنے کا مزہ زیادہ ہوتا ہے اور تھکان کم کرتا ہے اور یہ بھی امید ہوتی ہے کہ کوئی سوتا ہو' آواز کو سن کر جاگ پڑا تو اس کی شب بیداری کا باعث پڑھنے والا ہی ہوگا اور بعض اوقات کوئی غافل بے کار انسان دیکھ کر خواب غفلت سے بیدار ہوتا ہے اور قاری کی کیفیت اس کے دل میں اثر کر جاتی ہے پھر وہ کچھ عمل کرنے کا مشتاق ہو جاتا ہے اگر قاری کی ان میں سے کوئی نیت ہو تو جہر سے پڑھنا بہتر ہے اور اگر یہ تمام نیتیں جمع ہو جائیں تو اجر بھی دوہرا ہوگا کیونکہ نیتوں کی کثرت سے اعمال بڑھتے ہیں اور ان کا ثواب دوہرا ہوتا ہے۔ مثلاً ایک کام میں دس نیتیں ہوں تو اس میں دس ثواب ہوں گے اس لئے ہم کہتے ہیں کہ قرآن کو مصحف میں دیکھ کر پڑھنا افضل ہے کیونکہ اس میں آنکھ کا کام حروف کا دیکھنا اور ہاتھوں سے اٹھانا زائد ہے اسی وجہ سے اس کا ثواب بھی زیادہ ہوگا۔ بعض نے کہا ہے کہ دیکھ کر قرآن پڑھنا سات گنا ثواب رکھتا ہے اس لئے کہ مصحف کا دیکھنا بھی تو عبادت ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کثرت سے مصحف میں تلاوت کرتے تھے کہ دو قرآن آپ کے پاس پھٹ گئے تھے اور اکثر صحابہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کا یہی دستور تھا کہ دیکھ کر تلاوت کرتے تھے اور یہ برا سمجھتے تھے کہ کوئی دن ایسا گزرے جس میں مصحف کو نہ دیکھ لیں۔

حکایت : مصر کے ایک فقیر حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس سحر کے وقت آئے اور آپ کے سامنے قرآن کھلا ہوا تھا' آپ نے اس فقیر سے کہا کہ فقیر نے تم کو قرآن سے روک دیا میں عشاء پڑھ کر قرآن اپنے سامنے رکھتا ہوں اور صبح تک اس کو بند نہیں کرتا۔

ادب 6 : قرآن خوش آوازی سے پڑھنا اور قرآن کو سنوار ادا کرنا' مگر حروف کو اتنا نہ کھینچے کہ الفاظ بدل جائیں یا نظم میں ردوبدل ہو جائے بلکہ خوبی اور نیک نیتی سے پڑھے یہی سنت ہے۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔زینو القران باصواتکم۔ ترجمہ۔ اپنی آواز سے قرآن سنگارو۔ (2) فرمایا اذن اللّٰہ بشی ما اذن نبیا ان یتغنی بالقرآن۔ ترجمہ۔ اللہ نے اس قدر کسی کام کی اجازت نہیں دی۔ (3) فرمایا لیس منا لم یتغنی بالقرآن۔**فائدہ** : اس حدیث میں تغنی سے استغنا مراد ہے بعض نے کہا کہ اس سے مراد لہجہ کو سنوارنا اور الحان سے پڑھنا ہے اور اہل لغت کے نزدیک صواب کے قریب یہی معنی ہے۔

حکایت : مروی ہے کہ ایک رات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عائشہ کا انتظار کرتے تھے وہ دیر سے تشریف لائیں' آپ نے فرمایا کہ دیر کیوں ہوئی۔ عرض کی یا رسول اللہ میں ایک قاری کی قرات سنتی تھی کہ اس سے زیادہ میں نے سنا تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور تشریف لے جا کر دیر تک اس کی تلاوت سن کر لوٹ آئے اور فرمایا کہ یہ ابو حذیفہ کا غلام ہے اللہ کا شکر ہے کہ جس نے میری امت میں ایسا شخص پیدا فرمایا۔

حکایت : ایک رات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاوت سنی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے بہت دیر تک کھڑے رہے پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔من اراد ان یقرا القرآن غضا کما انزل فلیقراہ علی قراۃ ابن عبد ابن عم عبد۔ ترجمہ۔ جو چاہے کہ قرآن مجید آہستہ اور اچھی آواز سے پڑھے اسے چاہئے کہ وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرات پڑھے۔

حکایت : حضور علیہ السلام نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ قرآن سناؤ عرض کی یا رسول اللہ آپ پر تو اترا ہی ہے آپ ہی کو سناؤں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے سے سنوں پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھتے جاتے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشمان مبارک سے آنسو بہتے تھے۔ اللہ اللہ ......

حکایت : ایک دفعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابوموسیٰ اشعری کا پڑھنا سنا تو فرمایا کہ اس شخص کو آل داؤد

کی مزامیر میں سے کچھ عنایت ہوا ہے۔ یہ خبر حضرت ابوموسیٰ اشعر کو پہنچی۔ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنتے ہیں تو میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اور بنا سنوار کر پڑھتا۔

حکایت : قاری ہشیم نے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ ہشیم تو ہی ہے جو قرآن کو اچھی آواز سے سنوارتا ہے میں نے عرض کی ہاں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے۔

حکایت : کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ جب جمع ہوتے تو مجمع میں سے ایک سے کہتے کہ کوئی سورت پڑھو اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اشعری سے کہتے کہ ہمیں ہمارے رب کی یاد دلاء۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے سامنے یہاں تک قرآن پڑھتے کہ نماز کا درمیانہ وقت ہو جاتا۔ لوگ کہتے کہ یاامیرالمومنین الصلوۃ الصلوۃ تو آپ فرماتے کہ کیا ہم نماز میں نہیں ہیں یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولذکر اللّٰہ اکبر۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کی کتاب مجید میں سے ایک آیت سنے گا وہ اس کے لئے قیامت میں نور ہوگی۔

حدیث : ایک حدیث میں ہے کہ اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور جب سننے والے کو اتنا ثواب ہو اور پڑھنے والا اس ثواب کا سبب ہے تو وہ بھی اس میں شریک ہوگا بشرطیکہ اس کا قصد دیا اور تکلف نہ ہو۔

تلاوت کے اعمال باطنی : یہ بھی دس ہیں۔ کلام الٰہی کا سمجھنا یعنی کلام کی عظمت اور بزرگی کو جاننا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کو یوں تعلیم کرنا کہ اس نے عرش بریں سے اس کلام کو ایسا آسان اتارا کہ سمجھ میں آجائے اس سے غور کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق پر کتنا مہربانی ہے' کہ جو کلام کہ اس کی صفت قدیم اور اس کی ذات کے ساتھ قائم تھا اسکے معانی کو مخلوق کی سمجھ میں پہنچا دیا اور وہ صفت حروف و اصوات سے کس طرح ظاہر ہوئی۔ حالانکہ حروف و اصوات بشر کے صفات ہیں لیکن چونکہ بشر کو طاقت نہیں کہ اپنی صفات نفس کے وسیلہ کے بغیر اللہ تعالیٰ کی صفات سمجھ سکے اس لئے ان حروف و اصوات کے پرایہ میں اس صفت کلام کو بنا دیا اگر بالفرض کلام الٰہی کے کنہ حروف کے پیرایہ میں چھپی نہ ہوتی تو عرش بھی اس کلام کے سننے پر نہ ٹھہرتا۔ نہ خاک کو اس کے سننے کی تاب ہوتی بلکہ اس کی عظمت اور اشعہ نور کی شعاعوں سے فرش تا عرش' سب متفرق ہو جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ ثابت قدم نہ رکھتا تو ان کو اس کے کلام کے سننے کی تاب نہ ہوتی۔ جیسے پہاڑ کو اس کی ادنیٰ تجلی کو طاقت نہ ہوئی اور ریزہ ریزہ ہوگیا۔ اور کلام کی عظمت کو سمجھنا بغیر ایسی مثالوں کے ممکن نہیں جو مخلوق کی فہم کی حد تک ہوں' اسی لئے بعض عارفین نے اس عظمت کو اس طرح تعبیر کیا ہے کہ کلام الٰہی میں سے لوح محفوظ میں ہر حرف کوہ قاف سے

بڑا ہے اور تمام فرشتے اگر اس بات پر متفق ہوں کہ اس کے ایک حرف کو اٹھائیں تو ان کو اس کی طاقت نہ ہو۔ یہاں تک کہ اسرافیل علیہ السلام (جو لوح محفوظ کے فرشتے ہیں) آکر اٹھا لیتے ہیں اور ان کا اٹھانا بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے اٹھانے کی انہیں طاقت بخشی ہے بلکہ انہیں اس میں مصروف رکھا ہوا ہے اور باوجود کلام کے عالی درجہ ہونے کے اس کے معانی فہم انسان میں پہنچیں اور آدمی کم مرتبہ ہونے کے باوجود اس سمجھنے میں ثابت رہے۔

نکتہ و حکایت : ایک حکیم نے نہایت پاکیزہ وجہ بیان کی ہے بلکہ ایک مثال بھی لکھی ہے اس میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا) وہ یہ ہے کہ اس نے کسی بادشاہ سے استدعا کی کہ انبیاء علیہم السلام کی شریعت اختیار کرو' بادشاہ نے اس حکیم سے چند باتیں پوچھیں' ان کا جواب حکیم نے ایسا دیا جو بادشاہ کی سمجھ میں آسکے۔ پھر بادشاہ نے پوچھا کہ بتاؤں کہ جو کلام انبیاء لاتے ہیں اس کا تم دعویٰ کرتے ہو کہ آدمیوں کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے' پھر اس کلام کو آدمی کیسے سمجھتے ہیں۔ حکیم نے جواب دیا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب ہم کسی جانور یا پرندے کو سمجھانا چاہتے ہیں (مثلاً آگے بڑھنا یا پیچھے ہٹنا یا سامنے منہ کرنا یا پشت پھیرنا وغیرہ) تو سب کو معلوم ہے کہ جانوروں کی سمجھ اس سے قاصر ہے کہ جو کلام ہمارے ر عقل سے حسن ترتیب اور انتظام عجیب کے ساتھ سرزد ہوتا ہے سمجھنے کے لئے جانور کے رنگ کی طرف اترنا پڑتا ہے' اپنے مقصود کو ان کے اندر ایسی آواز سے پہنچایا جاتا ہے جو جانور کی سمجھ کے مناسب ہو۔ (مثلاً نخ نخ کرنا' سیٹی بجانا اور اسی کے قریب دوسری آوازیں جس کو جانور سمجھ سکیں) اسی طرح آدمی بھی کلام الٰہی کو اس کی ماہیت اور کمال صفات کے ساتھ سمجھنے سے عاجز ہیں تو انبیاء بھی ان کے ساتھ وہی چال چلے جو آدمی جانور کے ساتھ برتتے ہیں یعنی اس کلام پاک کو ایسے الفاظ حروف میں بیان کیا جس سے آدمی اسکی حکمت کو سمجھ جائیں جیسے جانور سیٹی وغیرہ سے ان کے مطالب کو سمجھ لیتے ہیں اور چونکہ حکمت کے معانی ان حروف اور و اصوات میں پوشیدہ رہتے ہیں' اسی وجہ سے ان معانی کی شرافت اور عظمت کے سبب سے کلام کی سمجھ جاتی ہے تو گویا آواز حکمت کا جسم اور مکان ہے اور حکمت آواز کے لئے روح اور جان پس جیسے آدمی کا جسم روح کی وجہ سے مکرم اور معزز ہوتا ہے اسی طرح کلام کے اصوات و حروف بھی ان حکمتوں کی وجہ سے (جو ان کے ضد ہیں) مشرف و مقصود ہوتے ہیں اور کلام منزلت بلند اور درجہ رفیع رکھتا ہے غلبہ میں زبردست حق و باطل میں حکم جاری کرنے والا حاکم عادل اور پسندیدہ گواہ ہے اسی سے مراد ہوتا ہے اور یہی نہی کرتا ہے' باطل کو یہ تاب نہیں کہ حکمت کے کلام کے سامنے ٹھہرے اسے سایہ سورج کی شعاع کے سامنے نہیں ٹھہرتا اور انسانوں کو یہ طاقت نہیں کہ حکمت کی تہ کے پار ہو جائیں ان کو یہ مقدور نہیں کہ اپنی آنکھوں کو سورج کے پار کر دیں' لیکن سورج کی روشنی سے انہیں اتنا حاصل ہوتا ہے کہ جس سے ان کی آنکھوں میں نور آجائے اور اپنی حاجات کو معلوم کر لیں۔

فائدہ : کلام الٰہی کو یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ بادشاہ ہے جس کا چہرہ محسوس نہیں ہوتا لیکن اس کا حکم جاری ہے یا سورج ہے کہ اس کی روشنی ظاہر ہے اور اس کا عنصر پوشیدہ ہے یا ستارہ روشن ہے کہ بعض اوقات جس کو اس کی چال سے واقفیت نہیں اس کو بھی اس سے راہ مل جاتی ہے۔

خلاصہ : یہ کہ کلام نہایت نفیس خزنوں کی چابی ہے اور وہ آب حیات ہے کہ جس نے اس میں سے پیا وہ زندہ جاوید ہوا اور ایسی دوا ہے کہ جس نے اس کو نوش جان کیا کبھی بیمار نہ ہوا۔

فائدہ : یہ جو حکیم نے بیان کیا ہے کلام کے سمجھنے کے لئے ایک شمہ ہے اور اس سے زیادہ بیان کرنا علم معاملہ کے مناسب نہیں اسی لئے اس قدر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ (2) کلام والے کی عظمت کہ قاری کو تلاوت قرآن کے شروع کرتے وقت اپنے دل میں متکلم کی عظمت ظاہر کرنی چاہئے اور یہ جانے کہ جو کچھ میں پڑھتا ہوں یہ آدمی کا کلام نہیں اور یہ کہ کلام مجید کی تلاوت میں بہت سا خطر ہے' اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لا یمسہ الا المطھرون اور جس طرح کہ ظاہری جلد قرآن اور اس کے اوراق اس سے محفوظ ہیں کہ آدمی کا جسم بغیر طہارت اسے لگے اسی طرح اس کے اندر کے معنی بھی بباعث اس عزت و بزرگی کے دل کے اندر ہر طرح کی پاکی سے پاک ہونے اور نور تعظیم و توقیر سے منور ہونے کے بغیر نہیں آسکتے جس طرح ہر ایک ہاتھ جلد مصوف کے چھونے کے لائق نہیں' اسی طرح اس کے حروف کی تلاوت کو بھی ہر ایک زبان لیاقت نہیں رکھتی اور نہ ہر ایک دل کو اس کے معانی کے حاصل کرنے کی قابلیت ہے اور نہ اس جیسی تعظیم کی وجہ سے۔

حکایت : عکرمہ بن ابی جہل جب قرآن مجید کو کھولتے تو بے ہوش ہو جاتے اور کہتے کہ یہ کلام میرے پروردگار کا ہے' یہ کلام میرے رب کا ہے۔

خلاصہ : کلام کی عظمت سے متکلم ہوتی ہے' اور متکلم کی عظمت دل میں نہیں آتی جب تک کہ اس کے صفات اور بزرگی اور افعال میں فکر نہ کریں' پس جب قاری کے دل میں عرش اور کرسی اور آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزیں یعنی جن اور انسان اور حیوانات اور درخت آئیں یقین سے جانے کہ ان سب کا پیدا کرنے والا اور ان پر قدرت رکھنے والا اور ان کو روزی دینے والا واحد یکتا ہے اور سب کے سب اس کے قبضہ قدرت میں ہیں اور اسکے فضل رحمت اور عذاب و سطوت میں متردد ہیں اگر وہ انعام کرے گا تو اپنے فضل سے اور اگر عذاب کرے گا تو اپنے عدل سے اسی کا یہ ارشاد ہے کہ یہ لوگ بہشت کے لئے ہیں اور مجھے پروا نہیں اور یہ لوگ دوزخ کے لئے ہیں اور مجھے پروا نہیں' اور یہ نہایت عظمت اور بزرگی ہے کہ کسی چیز کی پروا نہ ہو تو ایسے امور کے سوچنے سے متکلم کی عظمت دل میں آتی ہے پھر کلام کی تعظیم اس میں جاگزیں ہوتی ہے۔ (3) دل کا حاضر ہونا اور حدث نفس کا نہ ہونا۔ بعض مفسرین نے یا یحیی خذالکتب بقوۃ کی تفسیر میں کہا ہے کہ قوت سے مراد کوشش اور اجتہاد ہے اور کتاب

کوشش سے لینے کا یہ معنی ہے کہ اسے پڑھنے کے وقت اسی کا ہو رہے اور ہمت اس میں صرف کر دے دوسری چیز میں صرف ہمت نہ کرے۔

حکایت : بعض اکابر سے کسی نے پوچھا کہ جب تم قرآن مجید پڑھتے ہو تو تم اپنے نفس میں کسی چیز کا خیال کرتے ہو۔ فرمایا کہ قرآن سے زیادہ مجھے کوئی چیز پیاری نہیں کہ جس کا خیال میں اپنے دل میں کروں۔

فائدہ : بعض اکابر سلف کا دستور تھا کہ جب کوئی سورت پڑھتے اور اس میں دل حاضر نہ ہوتا تو اس کو دوبارہ پڑھتے اور یہ صفت حضور دل کی پہلی صفت یعنی کلام کی تعظیم سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ جس کلام کو آدمی پڑھتا ہے اگر اس کی تعظیم کرے گا تو اس سے انس حاصل کرے گا اور بشارت کا خواہاں ہوگا اور اس سے غافل نہ ہوگا اور قرآن مجید میں وہی چیزیں ہیں جن میں انس ہو اور دل لگے بشرطیکہ پڑھنے والا اہل ہو' پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ جو قرآن پڑھے وہ دوسری چیزیں فکر کرنے سے اس کا طالب ہو' قرآن تو خود سیرگاہ اور تماشا کا مقام ہے جو شخص سیر کے مقامات کا تماشا کرتا ہوگا وہ ان کے سوا اور چیزوں میں فکر نہ کرے گا۔

لطیفہ : قرآن کے مضامین میدان اور بستان اور محلات اور دلہنیں اور دیبا اور گلزار اور سرائیں ہیں اس طرح کہ میم اس کے میدان ہیں اور قرآن کے باغات اور رح اس کے حجرے اور سورتوں کے شروع میں سبحان یا تسبیح ہے' وہ اس کی دلہنیں ہیں اور ساتوں خم اس کا ریشمی لباس اور مفصل سورتیں اس کے باغات ہیں اور ان کے سوا سرائیں ہیں۔ پس جس وقت قاری میدانوں اور بستانوں میں داخل ہو اور بوستان کے میوے توڑے اور حجروں میں گھسے اور دلہنوں کو دیکھے اور دیبا پہنے اور گلزار کی سیر کرے اور سرایوں کی کوٹھڑیوں میں ٹھہرے تو یہ اسے دوسری طرف متوجہ نہ ہونے دیں گی' انہیں میں مستغرق رہے گا اس کا دل علیحدہ نہ ہوگا نہ فکر بٹے گا۔ (4) قرات میں تامل کرنا' یہ امر حضور دل کے سوا ہے کہ بعض اوقات تلاوت کرنے والا قرآن کے سوا دوسری چیز میں تو فکر نہیں کرتا مگر صرف قرآن اپنی زبان سے پڑھتا ہے اس کو سمجھتا نہیں حالانکہ پڑھنے سے مقصود سمجھنا اور تامل کرنا ہے۔ اسی وجہ سے اس کو ٹھہر کر پڑھنا مسنون ہے کہ اگر ظاہر میں ٹھہر کر پڑھے گا تو دل میں سوچتا اور سمجھتا جائے گا۔

فائدہ : حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم فرماتے ہیں کہ جس عبادت میں سمجھ نہ ہو اس میں برکت نہیں ہوتی اور جس تلاوت میں تامل نہ ہو اس میں بہتری نہیں ہوتی۔

مسئلہ : اگر تلاوت کرنے والا دوبارہ پڑھنے کے بغیر معنی میں تامل نہ کرسکے تو چاہئے کہ دوبارہ پڑھے لیکن امام * کے پیچھے ایسا نہ چاہئے کیونکہ اگر یہ آیت کو سوچتا رہے گا اور امام دوسری آیت میں مشغول ہو جائے گا تو برا کرے گا اور اس کی مثال ایسی ہوگی کہ کوئی اس کے کان میں بات کہے اور یہ ایک ہی لفظ سے تعجب کرنے لگے اور اس میں باقی گفتگو کچھ نہ سمجھے یہی حال ہے اگر امام رکوع میں ہو اور یہ اس کی پڑھی ہوئی آیت میں فکر کر رہا ہو' بلکہ جس رکن

میں جائے اور جو کچھ پڑھے اسی کو سوچے' اور دوسری بات سوچنا داخل وسواس ہے۔

حکایت : عامر بن عبد قیس نے فرمایا کہ مجھے نماز میں وسوسہ ہوا کرتا ہے' لوگوں نے کہا کہ دنیا کے معاملات کا وسوسہ ہوتا ہے فرمایا کہ دنیائے وسوسوں سے تو میں اپنے حق میں اس کو بہتر جانتا ہوں کہ نیزوں کی بھالیں میرے آر پار کر دی جائیں' بلکہ وہ اور وسوسہ ہے وہ یہ میرا دل اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے میں لگ جاتا ہے اور یہ سوچنے لگتا ہے کہ یہاں سے کیسے پھروں۔

فائدہ : انہوں نے اس کو بھی وسوسہ جانا اور واقع میں یہ وسواس ہے کہ جس رکن میں نمازی ہو اس کو سمجھنے نہیں دیتا' اور شیطان ایسے لوگوں پر اس صورت کے قابو نہیں پاتا کہ ان کو کسی دینی ضرورت میں مشغول کر دے اور جو افضل بالامر ہے اس سے روک دے اور جب یہ واقعہ حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے مذکور ہوا تو فرمایا کہ اگر تم ان کا یہ حال سچ کہتے ہو تو ہم پر اللہ تعالیٰ نے یہ احسان نہیں کیا۔ (یعنی تاحال ہم ایسے وساوس سے ہم محروم ہیں)۔

(النمل ۳۰)

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھی اور بیس مرتبہ اسے دہرایا۔

فائدہ : اس کی یہ وجہ تھی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے معانی میں فکر کرتے تھے۔

حدیث : حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک رات ہمیں نماز پڑھائی اور تمام رات ایک ہی آیت بار بار پڑھتے رہے وہ آیت یہ ہے ان تعذبهم فانهم عبادک وان تغفر لهم فانک انت العزیز الحکیم ترجمہ : اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔ (کنزالایمان) تمیم داری نے ایک رات اس آیت میں بسر کر دی اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ (الجاثیہ 21 پ25) ترجمہ : جنہوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور ان کی (اُن کی) زندگی اور موت برابر ہو جائے کیا ہی برا حکم لگاتے ہیں۔(کنزالایمان) سعید بن جبیر نے اس آیت کو پڑھتے پڑھتے صبح کر دی۔ وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ۔ (یٰسین پ 23) ترجمہ : آج تم الگ ہو جاؤ اے مجرموں۔ (کنزالایمان) بعض اکابر فرماتے ہیں کہ میں ایک سورہ شروع کرتا ہوں اس میں بعض بات ایسی مشاہدہ کرتا ہوں کہ صبح تک کھڑا رہتا ہوں وہ سورت پوری نہیں ہوتی۔ بعض اکابر یہ فرماتے کہ جتنا آیت میں نہیں

اے احناف کے نزدیک امام کے پیچھے کچھ پڑھنا نہیں۔ یہ مسئلہ امام غزالی قدس سرہ نے فقہ شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مطابق بیان فرمایا ہے۔ 12 اویسی غفرلہ۔

سمجھتا اور ان میں میرا دل نہیں ہوتا اس میں ثواب نہیں جانتا۔ ابو سلیمان دارانی نے فرمایا کہ میں ایک آیت پڑھتا ہوں اور چارپانچ راتیں اسی میں بسر ہو جاتی ہیں۔ اگر میں خود اس میں فکر کرنا نہ چھوڑوں تو دوسری آیت کی نوبت ہی نہ آئے۔ بعض اکابر سلف سے منقول ہے کہ وہ سورہ ھود میں چھ ماہ تک تلاوت کی اسی کو مکرر پڑھا کرتے اور اس میں فکر کرنے سے فرصت نہ ملی۔

حکایت : بعض عارفین فرماتے ہیں کہ میرا ختم ایک ہفتہ وار ہے اور ایک ہر مہینہ میں ایک ہر سال میں اور ایک وہ ہے کہ تیس برس سے میں نے شروع کیا ہے ابھی تک اس سے فارغ نہیں ہوا یعنی جس قدر فکر اور تفتیش زیادہ ہو اسی قدر مدت ختم بڑھتی ہے۔ یہ بھی اسی بزرگ کا قول ہے کہ میں نے اپنے نفس کو مزدور کے قائم مقام کر رکھا ہے اسی لئے میں روزینہ پر بھی کام کرتا ہوں۔ اور ہفتہ وار بھی اور مشاہرہ اور سالانہ کے اعتبار سے بھی۔(5) تفہیم یعنی ہر آیت میں جو مضمون اس کے لائق ہوا سے نکالنا کیونکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کی صفات اور افعال کا ذکر اور انبیاء علیہم السلام کے احوال اوران کی مکذبین کے حالات کا ذکر ہے اور یہ کہ وہ کس طرح ہلاک کر دیئے گئے اور اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی اور جنت اور دوزخ کا ذکر ہے۔ صفات کی آیتیں یہ ہیں لیس کمثلہ شی وھوالسمیع البصیر نہیں ہے اس کی طرح کا سا کوئی اور وہی ہے سنتا دیکھتا اور فرمایا اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ (الحشر ۲۳) وہ بادشاہ ہے عیب سے سلامت امن دیتا و پناہ دیتا زبردست دباؤ والا صاحب بڑائی کا)۔

فائدہ : ان اسماء صفات کے معنی میں تامل کرے تاکہ ان کے اسرار واضح ہوں کہ ہر ایک کے اندر بہت معانی مخفی ہیں۔ بجز توفیق یافتہ حضرات کے اور کسی کو معلوم نہیں ہوتے اور اسی کی طرف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی بات مجھے خفیہ ایسی نہیں بتائی کہ لوگوں سے چھپا رکھی ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو سمجھ اپنی کتاب کی عنایت کر دیتا ہے پس اس فہم کی طلب کا حریص ہونا چاہئے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول مذکور میں فرمایا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اولین و آخرین کے علم کا ارادہ کرے اسے چاہئے کہ قرآن مجید کے علم کی بحث کرے اور علوم قرآن سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات میں ہیں کہ اکثر لوگوں کو ان میں سے وہی باتیں دریافت ہوئی ہیں جو ان کے فہم کے لائق ہیں ان کی تہ کو نہیں پہنچے۔

فائدہ : افعال اللہ تعالیٰ یہ ہیں' آسمان اور زمین وغیرہ کا پیدا کرنا اور مارنا اور جلانا وغیرہ' تو تلاوت کرنے والے کو چاہئے کہ ان افعال سے اللہ تعالیٰ کے اسماء صفات سمجھے اس لئے کہ فعل فاعل پر دلالت کرتا ہے' اور فعل کی عظمت سے اسکے فاعل کی عظمت معلوم ہوتی ہے اسی لئے چاہئے کہ فعل میں فاعل کا مشاہدہ کرے صرف فعل ہی کا لحاظ نہ رکھے کہ جو کوئی حق کو پہچانتا ہے وہ اس کو ہر چیز میں دیکھتا ہے کیونکہ ہر چیز اسی سے ہے اسی کی ذات سے قائم اور اسی کی ملک ہے۔ (یہی مذہب ہمہ اوست ا۔) جو شخص اپنی دیکھی ہوئی چیز میں اس کو نہیں دیکھتا اس نے گویا اس کو پہچانا ہی

نہیں' اور جس نے اس کو پہچان لیا ہے اس نے یہ جان لیا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے ہر چیز باطل ہے اور بجز اس کی ذات کے ہر ایک چیز فانی ہے یہ نہیں کہ فانی بھی باطل ہو جائے گی بلکہ اگر اس کے وجو کو اس کی ذات کے اعتبار سے دیکھیں تو بالفعل باطل ہے ہاں اگر اس کے وجود کو اس لحاظ سے دیکھیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے باعث اور اس کی قدرت کی وجہ سے موجود ہے۔ تب اس کی تبعیت کے طور پر ثابت ہوگا اور مستقل ہو تو باطل ہے اور یہ امر علم مکاشفہ کا آغاز ہے اور اسی وجہ سے تلاوت کرنے والے کو چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھے افرایتم ماتحرثون بھلا دیکھ جو بوتے ہو 12 افرایتم ماتمنون بھلا دیکھو جو پانی ٹپکاتے ہو۔ 12 افرایتم الماء الذی تشربون بھلا دیکھو جو پانی تم پیتے ہو 12 افراء یتم النار التی تورون بھلا دیکھو تو آگ جو سلگاتے ہو 12 تو اپنی نظر کو آگ اور پانی اور کھیتی اور منی پر منحصر کرے بلکہ ان کا سب حال سوچے مثلاً منی میں تامل کرے کہ وہ نطفہ ایک ہی اجزاء کا تھا اس کی ہڈیاں اور گوشت اور پٹھے کیسے بنے اور اعضاء مختلف شکلوں کے سر اور ہاتھ اور پاؤں اور جگر اور دل وغیرہ کس طرح ہو گئے' پھر اس میں صفات عمدہ سننے دیکھنے عقل وغیرہ کے اور بڑے اخلاق مثل غضب اور شہوت اور کفر اور جہالت اور انبیاء کا جھٹلانا اور جدال کرنا کیونکہ پیدا ہوئے' جیسے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ۔ (پ 23 یٰسین 77) ترجمہ۔ اور کیا آدمی نے نہ دیکھا کہ ہم نے اسے پانی کی بوند سے بنایا جبھی وہ صریح جھگڑالو ہے۔ (کنزالایمان) تو ان عجائب میں تامل کرے ان سے ایک اور عجب العجائب کی طرف ترقی کر جائے اور یہ وہ صفت ہے کہ جس سے یہ عجائب ظاہر ہوئے ہیں بہرحال سالک کوئی جب فعل دیکھے اس سے فاعل کی طرف نظر کرے اور انبیاء علیہم السلام کا احوال جب سنے کہ وہ کس طرح جھٹلائے گئے اور ایذا دیئے گئے اور ان میں سے بعض جان سے مارے گئے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی بے پروائی سمجھے کہ اس کو نہ رسولوں کی حاجت ہے نہ ان کی جن کے پاس رسولوں کو بھیجا ہے اور اگر وہ سب کو ہلاک کر دے تو اسکی سلطنت میں کچھ اثر نہ ہوگا۔ اور جب انبیاء علیہ السلام کی مدد کا حال انجام کو سنے تو سمجھے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے۔ اگر وہ سب کو ہلاک کرتا ہے اور مکذبین کا حال مثل عاد و ثمود کے جب سنے کہ ان پر کیا گزرا تو اس سے اللہ تعالیٰ کی سطوت اور انتقام سے ڈرے اور

اپنے نفس کے لئے ان حالات سے عبرت حاصل کرے کہ اگر میں غفلت اور بے ادبی کروں گا اور مہلت چند روزہ بھولوں گا تو کیا بعید نہیں مجھ پر بھی ایسا ہی عذاب ہو اور وہی حکم نافذ ہو اور ایسے ہی جنت اور دوزخ کا وصف سنے یا اور کوئی حال قرآن کا کان میں پڑے۔ اس لئے جتنی باتیں اس سے سمجھی جاتی ہیں ان کا بالاستیعاب لکھنا ناممکن ہے اس لئے کہ ان کی کوئی حد نہیں ہر انسانکو جس قدر نصیب ہوا ہے اس قدر ملتا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ اور نہ ہرانہ سوکھنا جو نہیں کھلی کتابیں۔ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ

۱۔ یہ ہمہ اوست کی طرف اشارہ ہے کیونکہ ہمہ اوست حق مذہب ہے اور ہر اہل حق اس کا قائل اگرچہ اصطلاح حضرت ابن العربی قدس سرہ کی ایجاد ہے لیکن مذہب تو حق ہے اصطلاحات کی ایجاد حق مسئلہ کے منافی نہیں جیسے اہل علم کو معلوم ہے۔ اویسی غفرلہٗ۔

رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (پ 16 ا لکھف 109) ترجمۂ کنزالایمان: تم فرما دو اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لئے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم ہو جائے گا اور میری رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی اگرچہ ہم ویسا ہی اور اس کی مدد کو لے آئیں۔ اور اس کی انتہا نہ ہونے کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو الحمد کی تفسیر سے ستر اونٹ بھر دوں اور ہم نے ذکر کیا ہے اس کے سمجھنے کے تنبیہہ کر دی ہے تاکہ اس کی راہ کھلے ورنہ اس کے پورا بیان کرنے کی طمع نہیں ہو سکتی اور جو شخص قرآن مجید کے مضامین میں ادنیٰ درجہ کی سمجھ بھی نہ رکھتا ہو تو وہ ان لوگوں میں داخل ہوگا جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومنھم من یستمعون الیک حتی اذا خرجوا ن عندک قالوا للذین اوتوا العلم ماذا قال انفا اولئک الذین طبع اللہ علی قلوبھم اور بعض ان میں ہیں کہ کان رکھتے ہیں تیری طرف یہاں تک کہ جب نکلیں تیرے پاس سے کہتے ہیں ان کو جن کو علم ملا کیا کہا تھا اس شخص نے ابھی وہیں ہیں جن کے دل پر مہر رکھی ہے۔ اللہ نے۔ 12 - پھر وہ موانع ہیں جنہیں ہم ذیل میں لکھتے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ آدمی مرید نہیں ہتا جب تک کہ جس چیز کو چاہے قرآن میں نہ پا لے اور نقصان کو فائدہ سے تمیز نہ کرے اور مولیٰ کے سبب سے بندوں سے بے پروا نہ ہو جائے۔ فہم کے موانع سے یکسر خالی ہونا کہ اکثر لوگ جو قرآن کے معانی سمجھنے سے محروم رہے اس کا سبب یہی ہے کہ شیطان نے انکے دلوں پر اسباب اور حجابات ایسے ڈال دیئے ہیں کہ قرآن کے عجائب انہیں معلوم نہیں ہوتے۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لولا ان الشاطین یعومون علی قلوب بنی آدم لنظر واالی الملکوت اگر شیاطین بنی آدمی علیہ السلام کے دلوں میں گھومتے نہ ہوتے تو آدمی ملکوت کو دیکھتے۔

فائدہ : اور قرآن کا معنی بھی ملکوت میں داخل ہے اور جو چیز جو اس غائب اور نور عقل کے بغیر نہیں معلوم ہوتی وہ بھی ملکوت سے ہے اور قرآن کے معانی ایسے ہی ہیں اور سمجھنے کے حجاب چار ہیں۔ قرآن فہمی کے چار حجاب ہیں۔
(1) ہمت اس طرف مصروف ہو کہ حروف کو مخارج سے نکالنا چاہئے اور * اس کا متولی ایک شیطان ہے جو قاریوں پر معین ہے اس لئے کہ ان کو معانی سمجھنے سے قرآن کی دوسری طرف پھیر دے تو وہ قاریوں کو اسی بات پر آمادہ کرتا ہے کہ حروف کو مکرر رسہ کرر ادا کریں اوران کے خیال میں بسا دیتا ہے کہ ابھی یہ حرف اپنے مخرج سے نہیں نکلا توجس صورت میں کہ قاری کو تامل صرف حرف کے مخارج ہی پر منحصر ہو تو اس کو قرآن کے معانی کہاں واضح ہوں گے اور جو شخص شیطان کے اس جیسے دھوکہ میں آجاتا ہے وہ اس کا بڑا ہی مسخرہ بنتا ہے۔

1۔ جیسے دور حاضرہ میں بعض صاحبان قرات (تجوید) کے فن کے خبط میں ہیں کہ تجوید میں کمال ہو اور عملی حال یوں ہے کہ ع دیکھ کر شرمائیں ہنود ' باعمل قراء اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اویسی غفرلہ

2۔ اس سے بدمذہب مراد ہیں ورنہ سنی المذہب خود امام غزالی قدس سرہ ہی ہیں۔ اویسی غفرلہ

(2) کہ کسی بدمذہب 2۔ کو سن کر اس کامقلد ہوگیا اور اس کی تعریف کرتا ہو اور اس کے دل میں اس کا اثر صرف سنی ہوئی بات کی اتباع سے جم گئی ہو' یہ نہیں کہ بصیرت اور مشاہدہ سے دیکھ کر اس کی تصدیق کرتا ہو ایسے شخص کا حال یہ ہوتا ہے کہ اپنے اعتقاد کی زنجیر میں مقید رہتا ہے کہ وہ اسے ہٹنے نہیں دیتی اسی لئے اس کے دل میں بجز اس اعتقاد کے اور چیز اثر نہیں کرتی اس کی نظر صرف اپنی سنی ہوئی بات پر موقوف ہوتی ہے اور اگر کوئی چمک دور سے نصیب ہو جاتی ہے اور کچھ معنی اس کے اعتقاد کے خلاف ظاہر ہوتا ہے تو تقلید کا شیطان اسپر حملہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ بات تیرے دل میں کیسے گزری' یہ تیرے اکابر کے عقائد کے خلاف ہے پس وہ شخص ان معانی کو شیطان کا فریب سمجھ کر اس سے نفرت اور اس جیسے معانی سے احتراز کرتا ہے اسی وجہ سے صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ علم حجاب ہے اور علم سے انکا مقصد ان عقائد کا علم ہے جس پر اکثر لوگ تقلید کی وجہ سے چلے جاتے ہیں یا مذہب کے متعصبوں نے کلمات جدل لکھ کر ان کو سکھلا دیئے ہیں۔ ورنہ علم حقیقی جو کشف اور نور بصیرت کامشاہدہ ہوتا ہے وہ کس طرح حجاب ہو سکتا ہے' منتہائے مطلوب تو وہی ہے اور یہ تقلید کبھی باطل ہوتی ہے اور اسی صورت میں مانع فہم ہے جیسے کوئی عرش پر مستوی ہونے کے متعلق اللہ تعالیٰ کا قرار پکڑنا اور ٹھہرنا اعتقاد کرلے۔ * اگر صفت قدوسیت میں اس کے دل میں یہ بات گزرے کہ جتنی باتیں مخلوق پر ہو سکتی ہیں وہ سب ان سے پاک ہیں تو اس کے دل میں تقلید اس بات کو جمنے نہ دے گی اور اگر بالفرض جم جائے تب تو اس سے دوسرا کشف اور تیسرا اور چوتھا ہوتا چلا جائے گا مگر مقلد اس امر کو اپنے دل سے بوجہ اپنی تقلید باطل کے جلد دور کر دیتا ہے اور بعض اوقات تقلید حق ہوتی ہے اور وہ بھی فہم اور کشف کی مانع ہوتی ہے اس لئے کہ جس میں حق کے اعتقاد کرنے کا مخلوق کو حکم ہوتا ہے اس کے بہت سے مراتب اور درجات ہیں اور اس کا ایک مبدا ظاہری ہوتا ہے اور ایک انتہا باطنی اور جب طبیعت ظاہر پر جم جاتی ہے تو باطن کی تہ تک پہنچنے کی مانع ہوا کرتی ہے جیسا کہ علم ظاہر اورباطن کے فرق بیان کرنے میں ہم نے باب قواعد العقائد میں ذکر کیا ہے۔ (3) حجاب یہ ہے کہ کسی گناہ پر مصر ہو یا تکبر کے ساتھ موصوف یا دنیا کی خواہش میں مبتلا ہوکر یہ چیزیں دل کی تاریکی اور زنگ کی موجب ہوتی ہیں اور ان کا حال ایسا ہے جیسے آئینہ پر زنگ لگ جاتا ہے اور پھر صحیح عکس اس میں نہیں پڑتا اسی طرح دل پر اگر یہ چیزیں اتری ہوئی ہوتی ہیں تو امر حق کی تجلی اس میں صاف نہیں ہوتی اور دل کے لئے حجاب سب میں برا ہے اور اسی سے اکثر لوگ محجوب ہوگئے اور جس قدر کہ شہوت کا انبوہ دل پر زیادہ ہوگا اسی قدر معانی قرآن پر زیادہ حجاب ہوگا اور جس قدر دنیا کا بوجھ دل پر ہلکا ہوگا' اسی قدر معانی کی تجلی دل کے نزدیک آئے گی اس لئے کہ دل مثل آینہ کے ہے اور شہوت مثل زنگ کے اور معانی قرآن مثل ان صورتوں کے ہیں جن کا عکس آئینہ میں پڑتا ہے اور دل سے ریاضت لینی یعنی شہوات کو دور کرنا ایسا ہے جیسے صیقل گر آئینہ کو روشن کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب میری امت دینار اور درم کو بڑا جانے گی تو اس میں سے اسلام کی ہیبت جاتی رہے گی اور جب اچھی بات کا امر کرنا اور بری بات سے منع

3۔ جیسے ابن تیمیہ کا عقیدہ تھا اب منکرین فقہ یعنی غیر مقلدین وہابیہ، تیمیہ کی تقلید میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ اویسی غفرلہ

کرنا چھوڑیں گے تو وحی کی برکت سے محروم ہو جائیں گے۔

فائدہ : حضرت فضیل فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ علم قرآن سے محروم رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فہم اور تذکرہ میں انابت کو شرط فرمایا۔ فرمایا تبصرۃ وذکری لکل عبد منیب معلوم کرنے اور یاد دلانے کو اس بندے کو جو رجوع رکھے اور فرمایا وما یذکر الا من ینیب اور فرمایا انما یذکر اولوا الالباب (وہی سمجھتے ہیں جن کو کہ عقل ہے) تو جو کوئی دنیا کے دھوکے کو آخرت کی نعمت پر اختیار کرے وہ عقل والوں سے نہیں اسی وجہ سے اس پر اسرار قرآن منکشف نہیں ہوتے۔

حجاب نمبر 4 : کوئی تفسیر بظاہر پڑھ لی اور یہ اعتقاد کرلیا ہو کہ جو کچھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کلمات قرآن کی تفسیر بیان کی ہے درست ہے ان کے بیان کے سوا دوسری تفاسیر کچھ نہیں جو ان کے سوا معانی بتائے وہ قرآن کو اپنی عقل سے بیان کرتا ہے جس کی شان میں یہ وارد ہے کہ جو شخص قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ سے تلاش کرے۔ تو یہ بھی ایک حجاب ہے چوتھی فصل میں ہم بیان کریں گے کہ تفسیر بالرائی کا کیا معنی ہے اور یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے خلاف نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر معنی ظاہر اور منقول ہی مراد ہے تو لوگ ان میں اختلاف ہی کیوں کرتے۔ (7) تخصیص اس کی صورت یہ ہے کہ قرآن میں ہر خطاب میں فرض کرلے اس سے میں ہی مقصود ہوں' یعنی اگر امر و نہی سنے تو فرض کرلے کہ حکم مجھے ہوا ہے اور مجھ ہی کو منع کیا گیا ہے۔ اسی طرح اگر وعدہ اور وعید سنے ان کو اپنے حق میں فرض کرے اگر پہلے لوگوں اور انبیاء علیہ السلام کے قصے سنے تو سمجھے کہ قصے مقصود نہیں بلکہ ان سے عبرت حاصل کرنا مقصود ہے اور ان کا یہ مطلب ہے کہ ان کے درمیان میں جو کچھ اپنی حاجب کی بات ہو اسے اختیار کرلینا چاہئے کیونکہ قرآن مجید کے جتنے قصے ہیں ان کے مضامین سے کوئی فائدہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی امت کا ضرور ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ما یثبت بہ فوادک (ثابت کرے تمہارے دل کو) تو تلاوت کرنے والے فرض کرلینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ جو انبیاء علیہم السلام حال اور ایذا پر ان کا صبر کرنا اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے انتظار میں دین پر استقامت کرنا بیان فرمایا اس سے ہمارے دل ثابت رکھنا چاہتا ہے اور اس فرض کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے نہیں اترا بلکہ وہ تمام جہانوں کے لئے شفا اور ہدایت اور نور اور رحمت ہے' اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو نعمت بنایا اور اس کا شکر کرنے کا عام حکم فرمایا کہ واذکروا نعمۃ اللہ علیکم وما انزل علیکم من الکتب والحکمۃ یعظکم بہ۔ (اور یاد کرو احسان اللہ کا جو تم پر ہے اور وہ جو تم پر اتاری کتاب اور کام کی باتیں کہ تم کو سمجھا دے) ولقد انزلنا الیکم کتبا فیہ ذکرکم افلا تعقلون ہم نے اتاری ہے تم کو کتاب کہ اس میں تمہارا نام ہے کیا تم کو بوجھ نہیں ہے۔ اور فرمایا وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم (اور تجھ کو اتاری ہم نے یہ یادداشت کہ کھول لوگوں کے پاس جو اترا ان کی طرف) اور فرمایا

کذلک یضرب اللہ للناس امثالھم (یوں بتاتا ہے اللہ لوگوں کو ان کے احوال) اور فرمایا واتبعوا احسن ما انزل الیکم من ربکم (چلو اسی افضل بات پر جو اتری تم پر تمہارے رب سے) اور فرمایا ھذا بصائر للناس وھدی ورحمۃ لقوم یوقنون یہ عبرت کی باتیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور راہ کی' اور مہر ہے ان لوگوں کو یقین کرتے ہیں اور فرمایا ھذا بیان للناس وھد وموعظۃ للمتقین یہ بیان ہے لوگوں کے لئے اور ہدایت اور نصیحت ڈر والوں کو۔

فائدہ : ان آیات سے معلوم ہوا کہ خطاب سے عام مقصود ہیں اور تلاوت کرنے والا انہیں میں سے ہے تو بے شک وہ بھی خطاب میں شریک ہوگا اس لئے اس کو فرض کرنا۔ چاہئے کہ اس خطاب سے میں مقصود ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اوحی الی ھذا القرآن لانذرکم بہ ومن بلغ (مجھ کو اترا ہے قرآن تاکہ تم کو اس سے خبردار کروں اور جس کو یہ پہنچے۔

فائدہ : محمد بن کعب قرشی کہتے ہیں کہ جس شخص کو قرآن پہنچا تو گویا اللہ تعالیٰ نے اس سے کلام کیا' اور تلاوت کرنے والا جب اپنے آپ کو مخاطب سمجھے تو اپنا عمل طریقہ صرف سرسری طور طریقہ نہ بنا لے بلکہ اس طرح پڑھے جیسے غلام اپنے آقا کا پروانہ پڑھتا ہے کہ اس نے لکھا ہو کہ اس کو سوچ سمجھ کر اس کے بموجب کار بند ہوتا اسی لئے بعض علماء نے فرمایا کہ قرآن ہمارے رب کی طرف سے خطوط عہد وپیمان کے ساتھ آئے ہیں کہ نمازوں میں اہم سمجھے اور تنہائیوں میں ان پر واقف ہوں اور طاعات میں ان کی تعمیل کریں۔

فائدہ : حضرت مالک بن دینار کہا کرتے ہیں کہ اے قرآن والو! قرآن نے تمہارے دلوں میں کیا بویا ہے' قرآن مومن کے حلق میں بہار ہے جیسے زمین کے حق میں بارشیں بہار ہوا کرتی ہے' قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے قرآن کی ہم نشینی کی وہ فائدہ ہی لے کر اٹھایا نقصان لے کر۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ھُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا (بنی اسرائیل ۸۲) وہ شفا اور مہر ہے ایمان والوں کے لئے اور گنہگاروں کو بھی بڑھتا ہے۔ نقصان اور خسارہ۔ (8) متاثر ہونا یعنی جس طرح آیات مختلف مضامین کی آتی جائیں اسی طرح دل میں مختلف آثار نمودار ہوتے جائیں اور جس مضمون کو حزن و خوف سے امید ورجا کے لئے سمجھے اسی حالت اور کیفیت سے دل موصوف ہوتا جائے اور جب انسان کی معرفت کامل ہوگئی تو اس کے دل پر اکثر خوف غالب رہے گا کیونکہ آیت قرآن میں تنگی بہت ہے مثلاً ذکر رحمت و مغفرت کو ایسی شرطوں سے وابستہ پاؤ گے کہ عارف ان کے حاصل کرنے سے قاصر ہو مثلاً مغفرت کے باب میں چار شرائط مذکور فرمائیں وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اھْتَدٰی (طٰہٰ ۸۲) اور میری بخشش ہے اس پر جو توبہ کرے اور یقین لائے اور کرے بھلا کام پھر راہ پر رہے۔ اور فرمایا وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (قسم اترتے دن کی مقرر انسانوں پر ٹوٹا ہے مگر جو یقین لائے اور کئے بھلے کام اور آپس میں تاکید کی سچے دین اور تحمل کی

فائدہ : اس میں بھی چار شرطیں ارشاد فرمائیں اور جس جگہ مختصر فرمایا وہاں ایک شرط ایسی لگا دی ہے کہ وہ سب کی جامع ہے اسی طرح اگر کوئی قرآن کو اول سے آخر تک غور سے پڑھے تو ایسے مضامین بکثرت پائے گا اور جو اسے سمجھ لے اسے یہی لائق ہے کہ اس کا حال خوف اور حزن کا ہو۔

فائدہ : حضرت حسن رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بصری نے فرمایا کہ جو بندہ آج قرآن پڑھتا ہے اور اس پر ایمان رکھتا ہے اس کا حزن بہت زیادہ ہو جاتا ہے اور خوشی کم اور رونا زیادہ ہوتا ہے اور ہنسنا تھوڑا اور رنج اور شغل کثرت سے ہو جاتا ہے اور راحت اور بیکار رہنا تھوڑا۔

فائدہ : وہیب بن الورد کہتے ہیں کہ ہم نے بہت سی احادیث و مواعظ میں نظر کی' مگر قرآن کی تلاوت اور تدبر سے زیادہ کسی چیز کو نہ پایا۔ جس سے دل نرم ہو اور حزن خوب غرض یہ کہ بندہ کا تلاوت سے متاثر ہونا یہ ہے کہ جو آیت پڑھے اس کی صفت کے ساتھ موصوف ہو جائے مثلاً آیت وعید پر اور جہاں مغفرت کی بکثرت شرائط سے وابستہ کیا ہے' خوف سے اتنا بڑھے کہ گویا مرجائے گا اور جو مقام وسعت رحمت اور وعدہ مغفرت کی ہو وہاں اتنا خوش ہو کہ گویا خوشی سے آسمان پر اڑ جائے گا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے اسماء کے ذکر کے وقت اپنی گردن اس کے جلال کے سامنے اس کی عظمت کو معلوم کرنے کی وجہ سے جھکا دے' اور ان کی گفتگو کی قباحت سے دل میں شرمندہ ہوکر منکسر ہو اور جنت کی صفت کے وقت باطن میں اس کا شوق ابھرے اور دوزخ کے حال معلوم ہونے پر اس کے خوف کے مارے بدن تھرا اٹھے۔

حکایت : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ قرآن سناؤ۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سورہ نساء شروع کی جب میں اس آیت پر پہنچا فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا (پھر کیا حال ہوگا جب بلائیں گے امت میں سے احوال کہنے والا' اور بلادیں گے ہم ہر امت میں تجھ کو ان لوگوں پر احوال بتانے والا) تو دیکھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں' آپ نے فرمایا بس کرو۔

فائدہ : یہ اس لئے کہ اس حالت کے مشاہدہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دل بالکل مستغرق ہو اور خوف کرنے والوں میں بعض اس طرح کے تھے کہ وعید کی آیات پر بے ہوش ہوکر گر جاتے تھے اور بعض ایسے بھی گزرے کہ آیات کے سننے میں فوت ہوگئے۔

خلاصہ : اس طرح سے تلاوت کرنے والا صرف نقل نہیں بلکہ حقیقی تلاوت کرنے والا ہوتا ہے۔ مثلاً جب کہے انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم میں اگر حکم اپنے رب کا نہ مانوں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں اور دل میں خوف نہ ہو تو یہ پڑھنا صرف نقل کرنا ہے اور جب پڑھے علیک توکلنا والیک انبنا والیک

المصیر (اے رب ہمارے ہم نے تجھ پر بھروسہ کیا اور تیری طرف رجوع ہوئے اور تیری طرف ہی پھرنا ہے) اور توکل اور انابت کی حالت نہ ہو تو یہ کہنا زبانی ہوگا جب پڑھے ولنصبرن علی ما اذیمونا اور ہم صبر کریں گے ایذا پر جو تم ہم کو دیتے ہو تو چاہئے کہ اس حال صبر یا عزیمت ہو تاکہ اس آیت کے پڑھنے کی کیفیت و حلاوت پائے اگر ان صفات سے موصوف نہ ہوگا اور ان حالات میں اس کا دل بدلتا رہے گا تو تلاوت سے اس کو صرف زبان کی حرکت کا فائدہ ہوگا بلکہ اپنے نفس کو لعنت کرے گا۔ ان آیات کے پڑھنے سے الا لعنۃ اللّٰہ علی الظلمین (سن لو کہ لعنت ہے اللہ کی بے انصافوں پر) اور کبر مقتنا عند اللّٰہ ان تقولوا مالا تفعلون (بڑی بیزاری ہے اللہ کے یہاں کہ کہو وہ چیز جو نہ کرو) اور وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ [الانبیاء:۱] (وہ غفلت میں ہیں روگردانی کرنے والے) اور فاعرض عمن قولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوۃ الدنیا (تو خیال نہ کر اس کا جو منہ موڑے ہماری یاد سے اور کچھ نہ چاہے مگر دنیا کا جینا) ومن لم یتب فاولئک هم الظالمون (اور جو توبہ نہ کرے تو وہی ہیں ظالم) اسی طرح کی آیات کے پڑھنے سے اپنے آپ کو لعن طعن کرے گا اور ان آیات کا مصداق بنے گا۔ ومنهم امیون لا یعلمون۔ الکتاب الا امانی ترجمہ۔ ان میں ان پڑھ ہیں کہ خبر نہیں رکھتے کتاب کی مگر باندھ لیں اپنی آرزوئیں) یعنی صرف تلاوت ہی جانتے ہیں اور اس آیت کے معنی میں داخل ہوگا وکاین من ایۃ فی السموت والارض یمرون علیها وهم عنها معرضون۔ اور بہترین نشانیاں ہیں آسمان و زمین میں لیکن وہ نکلتے ہیں اور دھیان نہیں کرتے۔)

فائدہ : اس لئے کہ ان علامات کا بیان واضح طور پر قرآن مجید میں ہے۔ پڑھنے والا ان سے گزر جائے اور متاثر نہ ہو تو ان سے روگردانی کرنے والا ہوگا اسی وجہ سے کسی نے کہا ہے کہ جو اخلاق قرآنی سے متصف نہیں ہوتا وہ جس وقت بسم اللہ پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے فرماتا ہے کہ تجھے میرے کلام سے کیا تعلق تو تو مجھ سے روگردان ہے اگر تو میری طرف رجوع نہیں کرتا میرے کلام کو نہ پڑھ۔

فائدہ : جو گنہگار قرآن بار بار پڑھتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جو کسی شاہی حکم نامہ کو دن بھر میں کئی دفعہ پڑھ لیا کرے اور اس میں حکم ہو کہ ہمارے ملک کو آباد کرو مگر وہ اس کے ویران کرنے میں مشغول ہو اور حکم نامہ کو صرف پڑھ لینے پر اکتفا کرے اور تعمیل کے خلاف کرے اگر وہ حکم نامہ نہ پڑھتا اور حکم کے خلاف کرتا تو اسمیں بادشاہی حکمنامہ کی حقارت اور غضب سلطانی کا استحقاق کم ہوتا اور اس میں ظاہر ہے کہ اس کی حرکت نہایت نازیبا ہے اسی وجہ سے یوسف بن اسباط نے فرمایا ہے کہ میں قرآن کے پڑھنے کا قصد کرتا ہوں مگر جب اس کے مضامین یاد کرتا ہوں تو غضب الٰہی سے ڈر جاتا ہوں اور قرآن کی تلاوت کو چھوڑ کر توبہ و استغفار کی تسبیح پڑھنے لگتا ہوں۔ یہ قرآن پر عمل کرنے سے اعراض کرتا ہے وہ اس آیت کے مطابق ہے فَنَبَذُوهُ وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ [آل عمران:۱۸۷] پھر پھینک دیا اس کو پیٹھ کے پیچھے اور خریدا اس کے بدلے مول تھوڑا سا کیا بری خرید کرتے ہیں۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن اس وقت تک پڑھو کہ تمہارے قلوب مانوس رہیں اور

اجسام نرم رہیں۔ جب یہ حال نہ رہے تو پڑھنا موقوف کر دو۔ ایک روایت میں ہے کہ اس سے اٹھ کھڑے ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الذین اذا ذکر اللّٰہ وجلت قلوبھم واذا قلیت علیھم ایاتہ زادتھم ایمانا وعلی ربھم یتوکلون ایسے لوگ کہ جب نام آئے اللہ کا ڈر جائیں دل ان کے اور جب پڑھے ان پر اس کا کلام زیادہ ہو جائے ان کو ایمان اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن خواں خوش آواز وہ ہے کہ جب اسے سنو تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور فرمایا کہ قرآن کسی کے منہ سے اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ جیسے اس کے منہ سے بھلا معلوم ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے پس قرآن اسی مقصد سے پڑھا کرتے ہیں کہ دل میں اتر جائے اور اس کے مطابق عمل کیا جائے ورنہ صرف الفاظ زبان سے پڑھنے کا کیا فائدہ ہے۔

حکایت : بعض قراء نے کہا کہ میں نے اپنے استاد کو قرآن سنایا' پھر میں ان کی خدمت میں گیا کہ دوبارہ سناؤں' انہوں نے مجھے جھڑک کر فرمایا کہ میرے سامنے پڑھنے کو تو نے عمل ٹھہرا لیا' جا اللہ کے سامنے پڑھ کر دیکھ کہ تجھے کیا حکم کرتا اور کیا سمجھاتا ہے۔ اسی وجہ سے بعض صحابہ کا شغل احوال اور اعمال میں ہوتا تھا۔

فائدہ : جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال شریف ہوا تو آپ نے بیس ہزار صحابہ چھوڑے مگر ان میں سے صرف چھ صحابہ نے مکمل قرآن حفظ کیا تھا۔ اس میں سے بھی دو میں اختلاف ہے' اکثر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک سورہ کو یاد کیا کرتے تھے۔ بعض سورہ بقرہ اور سورہ انعام یاد کر لیتا تھا تو وہ ان میں عالم سمجھا جاتا تھا۔

حکایت : ایک شخص قرآن سیکھنے آیا جب اس آیت پر پہنچا فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا (کنزالایمان) تو کہا مجھے کافی ہے اور چلا گیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص اس حال میں پھرا کہ وہ فقیہ ہے۔

فائدہ : واقع میں محبوب اور کمیاب وہی حالت ہے جو اللہ تعالیٰ ایماندار کے دل کو آیت فہمی مرحمت فرماتا ہے۔ صرف زبان کی حرکت مفید نہیں بلکہ زبان سے تلاوت کرے اور عمل سے روگردان رہے وہ اس لائق ہے کہ اس آیت کا مصداق ہو وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى (پ 16 طٰہٰ 124 تا 126)

ترجمۂ کنزالایمان : اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لئے تنگ زندگانی ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے' کہے گا اے رب میرے مجھے تو نے کیوں اندھا اٹھایا میں تو انکھیارا تھا فرمائے گا یونہی تیرے پاس ہماری آیتیں آئی تھیں تو نے انہیں بھلا دیا اور ایسے ہی آج تیری کوئی خبر نہ لے گا۔

آیات کو تو نے ویسے ہی چھوڑ دیا ان میں تامل نہ کیا اور نہ ان کی کچھ پروا کی کیونکہ جو کسی کام میں کوتاہی کرتا

ہے اس کو کہا کرتے ہیں کہ وہ اس کو بھول گیا اور تلاوت کماحقہ اسے کہتے ہیں کہ اس میں زبان اور عقل اور دل شریک ہوں زبان کا کام حروف کا صحیح ادا کرنا اور ٹھہر کر پڑھنا ہے اور عقل کا کام معانی کا بیان کرنا اور دل کا کام حکم ماننے اور نصیحت قبول کرنے سے متاثر ہونا ہے تو گویا زبان واعظ ہے اور عقل مترجم اور دل نصیحت قبول کرنے والا۔

(9) ترقی یعنی تلاوت میں یہاں تک ترقی کرے کہ قرآن کو اللہ تعالیٰ سے سنے نہ کہ اپنے سے کیونکہ پڑھنے کے تین درجات ہیں۔ (1) سب میں ادنیٰ یہ ہے کہ بندہ اپنے آپ کو قریب کرے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو کر پڑھتا ہوں اور وہ میری طرف دیکھتا اور میرے پڑھنے کو سنتا ہے اس صورت میں اس کی حالت سوال اور خوشامد اور انکساری اور عاجزی ہوگی۔(2) دل سے مشاہدہ کے کہ گویا اللہ تعالیٰ اسے دیکھتا ہے اور اپنے الطاف سے اسے خطاب کرتا ہے اور اپنے انعام و احسان سے اسے راز بتاتا ہے۔ ایسی صورت میں تلاوت کرنے والے کا مقام حیا اور تعظیم سے سننا اور سمجھنا ہوگا۔ (3) کلام میں متکلم کو دیکھے اور کلمات میں صفات پر غور کرے نہ اپنے نفس کو دیکھے' نہ اپنی قرات پر لحاظ کرے اور نہ اپنے منعم علیہ ہونے کے اعتبار سے اپنے اوپر انعام کے متعلق ہونے کا خیال کرے بلکہ اپنی ہمت اور فکر کو کلام کرنے والے پر منحصر اور موقوف کر دے کہ گویا متکلم کے مشاہدہ میں غیر کی طرف سے کوئی خبر نہیں یہ درجہ مقربین کا ہے اور اس سے پہلے درجات اصحاب الیمین کے ہیں اور جو قرات ان تینوں درجات کے سوا ہو وہ غافلوں کا درجہ ہے۔

حکایت : حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درجہ سوم کا یوں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اپنی مخلوق کے لئے تجلی فرمائی مگر لوگ اس کو نہیں دیکھتے۔ اور ایک بار آپ کو نماز میں ایسی حالت ہوئی کہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب افاقہ ہوا تو کسی نے کیفیت پوچھی' آپ نے فرمایا کہ میں آیت کو بار بار دل میں پڑھ رہا تھا' یہاں تک کہ اس کو میں نے متکلم سے سنا' پس اس کی قدرت کے معائنہ کے لئے میرا جسم نہ ٹھہر سکا' اس درجے میں حلاوت اور مناجات کی لذت بہت ہوتی ہے۔

حکایت : بعض حکماء نے کہا کہ میں قرآن پڑھا کرتا تھا مگر اس کی حلاوت نہ پاتا تھا یہاں تک کہ میں نے اس طرح پڑھا کہ گویا حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے پڑھ رہے ہیں اور میں سن رہا ہوں پھر اللہ تعالیٰ نے ایک اور مرتبہ عنایت فرمایا کہ اب میں خود متکلم سے سنتا ہوں اور مجھے وہ حظ اور حلاوت نصیب ہے کہ مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا۔

فائدہ : حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حذیفہ نے فرمایا ہے کہ اگر دل پاک ہو جائے تو قرآن کی قرات نہ ہو اس لئے کہ دل طہارت کی وجہ سے کلام میں متکلم کے مشاہدہ کی طرف ترقی کرتی ہے۔

حکایت : ثابت بنانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ بیس برس تو میں نے قرآن میں مشقت اٹھائی مگر بیس برس کے بعد مجھے دولت حلاوت ملی۔

فائدہ : قرات میں اصل یہ ہے کہ مشاہدہ متکلم کرے اور ایسا مشاہدہ ہو کہ ماسوائے انکاری ہو تو اب ان اشاروں کی تعمیل ہو گی ففروالی اللہ (بھاگو اللہ کی طرف) ولا تجعلوا مع اللہ الٰھا اخر (اور نہ ٹھہراؤ اللہ کے ساتھ اور کوئی پوجنے کا۔)

فائدہ : ہر چیز میں اللہ تعالیٰ پر نظر نہ کرے وہ اس کے غیر پر التفاف کرنے والا ہو گا اور جو اللہ تعالیٰ کے سوا اور ہر چیز کی طرف متوجہ ہو گا اسکے التفات میں کسی قدر شرک خفی ہو گا اور توحید خالص اسے کہتے ہیں کہ ہر چیز میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کچھ نہ دیکھے۔ (10) حسب استطاعت انقطاع یعنی اپنے نفس پر بچشم رضا اور تزکیہ التفات کرنے سے قطع نظر رکھے۔ مثلاً جب صالحین کے لئے وعدہ اور تعریف کی آیت پڑھے تو اپنے آپ کو ان میں نہ سمجھے بلکہ اہل یقین اور صدیقین کے لئے وہ مدارج تصور کرے اور اس کا شائق ہو کہ اللہ تعالیٰ ان میں مجھے بھی شامل کرے اور جب غصہ و رنج کی آیت اور گنہگاروں و تقصیروالوں کی برائی پڑھے تو اس میں سے اپنے نفس کا مشاہدہ کر کے سمجھے تو یہ خطاب میرے نفس کو ہے تاکہ خوف پیدا ہو۔

حکایت : حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے کہ الٰہی میں تجھ سے اپنے ظلم اور کفر سے مغفرت چاہتا ہوں۔ لوگوں نے پوچھا کہ ظلم تو معلوم ہے کفر سے آپکی مغفرت طلبی کیسی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ کَفَّارٌ (ابراہیم) بے شک آدمی بڑا ظالم ــــ بڑا ناشکرا۔ یعنی اس کفر سے مغفرت چاہتا ہوں جس کا ثبوت انسان میں آیت ہذا سے ہے۔

حکایت : یوسف بن اسباط سے کسی نے پوچھا کہ جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو کیا دعا مانگتے ہیں فرمایا دعا کیا مانگوں' اپنی تقصیر کی معافی ستر بار چاہتا ہوں۔

فائدہ : جس صورت میں قرات میں اپنے نفس کی کوتاہی دیکھے گا تو یہ دیکھنا اس کے قرب کا موجب ہو گا اس لئے کہ جو شخص قرب میں بعد کا مشاہدہ کرتا ہے اس کے لئے خوف مرحمت ہوتا ہے اور یہ خوف اسے قرب کے ایک درجہ تک پہنچا دیتا ہے جو اول درجہ سے اعلیٰ ہو اور جو شخص دوری میں قرب کا مشاہدہ کرتا ہے تو اسے خوف سے امان دی جاتی ہے جو انجام کو اس کو اور درجہ پر جو بعد میں اول سے نیچے ہوتا ہے) پہنچا دیتی ہے اور جس صورت میں اپنے نفس کو بچشم رضا دیکھے گا تو اسرار میں خود نفس ہی اس کا حجاب ہو جاتا ہے پھر کچھ نہیں دیکھتا ہاں جب اپنے نفس کی طرف التفات چھوڑ دیتا ہے اور بجز اللہ تعالیٰ کے قرات میں اور کوئی چیز مشاہدہ نہیں کرتا تب اس پر ملکوت کے اسرار واضح ہو جاتے ہیں۔

حکایت : سلیمان بن ابی سلیمان دارانی کہتے ہیں کہ ابن ثوبان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک دن اپنے بھائی سے کہا کہ میں آپ کے پاس افطار کروں گا ان کے پاس نہ جا سکے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ حاضر ہوئے تو بھائی نے کہا کہ تم نے

میرے ہاں افطار کرنے کا وعدہ کیا تھا مگر تشریف نہ لائے فرمایا وجہ یہ ہوئی کہ جب میں عشاء پڑھ چکا تو خیال گزرا کہ وتر بھی پڑھ لوں کہ شاید موت فرصت نہ دے' جب میں وتر کی دعا پڑھنے لگا تو میرے سامنے ایک سبز باغیچہ کردیا گیا جس میں جنت کے طرح طرح کے پھول تھے وہ میں صبح تک دیکھتا رہا اس لئے حاضری کی فرصت نہ ہوئی۔ اللہ اکبر

فائدہ : اس قسم کے مکاشفات اس وقت ہوتے ہیں جب انسان اپنے نفس اور اس کی خواہشات کے تصور سے قطع نظر کرلے۔

فائدہ : ایسے مکاشفات کشفی و احوال کے مطابق خاص ہو جایا کرتے ہیں۔ مثلاً جب سالک آیات رجا پڑھتا ہے اور اس کے حال پر بشارت غالب ہوتی ہے تو اسے جنت کی صورت منکشف ہوتی ہے اور اسے یوں مشاہدہ کرتا ہے کہ گویا آنکھ سے دیکھ رہا ہے اگر اس پر خوف غالب ہوتا ہے تو دوزخ اس پر منکشف ہوتی ہے' یہاں تک کہ قسم و قسم کے عذاب اسے معلوم ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں کلام نرم اور لطیف اور سخت اور درشت اور رجا و خوف سے پر ہے کیونکہ جیسے اوصاف متکلم کے ہیں ویسے ہی کلام میں مضامین ہیں اور اس کے اوصاف میں سے رحمت اور لطف اور انتقام اور گرفت ہیں۔ پس یہی صفات کلمات میں پائے جاتے ہیں تو جس طرح کے کلمات اور صفات کا مشاہدہ ہوگا' دل کا حال بھی بدلے گا' اسی کے موافق ایسی بات منکشف ہونے کے لائق ہو جائے گا جو اس کے حال کے مناسب ہو کیونکہ یہ تو محال ہے کہ سننے والے کا حال ایک ہی رہے اور کلام بدلتا جائے' اس لئے کہ کلام میں متکلم کی صفات کا اثر موجود ہو' کوئی جزا راضی والے کا اور کوئی غضب والے کا اور کوئی انعام دینے والے کا اور کوئی انتقام لینے والے کا ہے اور بعض جابر متکبر کی پرواہ نہیں کرتا اور بعض شفقت والے مہربان کا جو بے کار نہیں چھوڑتا تو ضروری ہے کہ سننے والے کا حال بھی بدلے۔

تفسیر بالرای کی مذمت

سوال : مذکور مضمون میں اسرار قرآن کا فہم اور معانی قرآنی صاف دلوں پر واضح ہوتے ہیں' اس کے متعلق امام غزالی قدس سرہ نے بڑی تاکید کی ہے' یہ بات کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من فسر القرآن برایہ فلیتبو مقعدہ من النار ترجمہ۔ جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے پر کی وہ اپنی جگہ جہنم میں بنائے۔ یہی وجہ ہے جو ظاہر تفسیر کے علماء ہیں وہ اہل تصوف پر تشنیع کرتے ہیں کہ جن کلمات کی تاویل حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ مفسرین سے منقول نہیں وہ صوفیہ اپنی طرف سے تصوف کے طور پر بیان کیوں کرتے ہیں۔ نہ صرف تشنیع بلکہ اس تاویل کو کفر کہتے ہیں اگر اہل تفسیر کا قول صحیح ہو تو قرآن کے سمجھنے سے بجز اس کے کیا مقصد ہے کہ اس کی تفسیر کو یاد کرلینا چاہئے نیز اگر ان کا قول صحیح ہو تو حدیث مذکور بالا کا کیا معنی ہے؟

جواب : قرآن کا معنی وہی ہیں جس کا بیان ظاہر تفسیر میں ہے کیونکہ یہ لوگ اپنے علم کی انتہا سے خبر دیتے ہیں اور اپنی حال بیان کرنے میں درست کہتے ہیں مگر اور لوگوں کو مثلاً صوفیہ کو اپنے ہی درجہ اور مقام پر لانے کا حکم کرتے ہیں اس میں غلطی پر ہیں کیونکہ حدیث اور آثار سے یہ ثابت ہے کہ اہل فہم کو قرآن کے معانی سے گنجائش ہے۔ (1) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنی کتاب کی سمجھ عنایت فرماتا ہے اگر قرآن کے معنی سوائے ترجمہ منقول کے اور کچھ نہیں تو پھر اس سمجھ سے کیا مراد ہے۔ (2) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرآن کے لئے ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور ایک حد ہے اور ایک مطلع اور روایت حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی موقوفاً مروی ہے اور یہ صحابی تفسیر کے علماء میں سے ہیں۔ ہمارا سوال ہے کہ ظاہر اور باطن اور حد اور مطلع کا کیا معنی ہے۔ (3) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو میں قرآن کی تفسیر سے ستر اونٹ بھر دوں اس سے کیا مراد ہے۔ ظاہر تفسیر الحمد کی تو بہت تھوڑی سی ہے۔ (4) حضرت ابودرداء نے فرمایا ہے کہ انسان فقیہ نہیں ہوتا جب تک کہ قرآن کی سورتیں یاد نہ کرلے۔ (5) بعض علماء کا قول ہے کہ ہر آیت کے لئے ساٹھ ہزار افہام (معانی بیشمار) ہیں اور جس قدر سمجھنے سے باقی رہ گئے ہیں وہ ان سے بھی زیادہ ہیں۔ (6) ایک بزرگ کا قول ہے کہ قرآن ستر ہزار دو سو علم پر حاوی ہے اس لئے کہ ہر کلمہ کے لئے علم ہے اور چونکہ ہر ایک کے لئے ظاہر اور باطن اور حد اور مطلع ہے کئی گنا ہوگئے۔

فائدہ : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بیس بار پڑھا اس کے معنی ہی کے سمجھنے کے لئے پڑھا' اگر صرف ترجمہ اور تفسیر ظاہری تھی تو اس کی تکرار کا کیا فائدہ۔ (7) ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمانا کہ جو کوئی اگلوں پچھلوں کا علم چاہے قرآن کی بحث کرے یہ بھی صرف ظاہر تفسیر سے حاصل نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے افعال و صفات میں تمام علوم داخل ہیں اور قرآن میں اس کی ذات اور افعال و صفات کا بیان ہے اور ان علوم کی انتہا نہیں اور قرآن مجید میں ان کی طرف مجملاً اشارہ کر دیا ہے اور ان کی تفصیل میں غور کرنا قرآن مجید کے سمجھنے پر منحصر ہے صرف ظاہری تفسیر سے تفصیل کی طرف اشارہ معلوم نہیں ہوتا بلکہ جو باتیں کہ ناظرین پر مشکل ہوتی ہیں خواہ نظریات ہوں یا معقولات میں عقلاً کا اختلاف قرآن مجید میں ان سب کی طرف رموز اور اشارات ہیں کہ انہیں بجز اہل فہم کے اور کوئی معلوم نہیں کرسکتا' اس صورت میں ظاہر الفاظ کا ترجمہ اور تفسیر ان امور کے لئے کافی ہوں گے۔ (8) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اقروالقرآن والتمسوا عزابہ (قرآن کو پڑھو اور اس کے غرائب تلاش کرو)۔ (9) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نقل فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبی برحق بنا کر بھیجا ہے میری امت اپنے اصل دین و جماعت کو چھوڑ کر بہتر فرقے ہو جائے گی کل فرقے گمراہ کن ہوں گے۔ اور دوزخ کی طرف بلائیں گے۔جب یہ صورت پیش ہو تو تم اپنے اوپر قرآن مجید کولازم پکڑنا کہ اسمیں جو تم سے پہلے ہوگیا ہے اس کا حال بھی ہے جو تم سے بعد ہوگا اس

کا بھی اور جو معاملات تم میں ہیں ان کا حکم بھی اس میں موجود ہے جو ظالم جابر اس کے خلاف کرے گا اسے اللہ تعالیٰ توڑ دے گا اور جو اس کے سوا دوسری چیز میں علم کا طالب ہوگا اس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے گا وہ اللہ تعالیٰ کی حبل المتین اور اس کا نور مبین اور شفائے مفید ہے جس نے اسے مضبوط پکڑا اور محفوظ رہا جو اس کا تابع ہوا اس کو نجات ملی نہ وہ ٹیڑھا ہو کہ اسے درست کیا جائے اور نہ مائل ہو کہ اس کی راستی کی ضرورت پڑے اس کے عجائب کبھی منقطع نہیں ہوتے اور نہ بہت سا پڑھنے سے پرانا ہوتا ہے۔

الحدیث : (10) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصال کے بعد اپنی امت کے اختلافات اور مختلف گروہوں میں بٹنے کی خبر دی تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر میں یہ وقت پاؤں تو آپ مجھے کیا حکم فرماتے ہیں' آپ نے فرمایا کہ کلام اللہ سیکھنا اور اس کے مطابق عمل کرنا کہ نجات کی صورت وہی ہے میں نے تین بار یہی سوال کیا' آپ نے یہی فرمایا کہ کتاب اللہ کو سیکھنا اور جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل کرنا کہ نجات اسی میں ہے۔ (11) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو قرآن کو سمجھ جاتا ہے وہ جملہ علوم کو بیان کر دیتا ہے۔

فائدہ : اس سے آپ نے اس کی طرف اشارہ کر دیا کہ قرآن مجید تمام علوم کلی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ (12) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ترجمہ۔ جو حکمت دیا جاتا وہ خیر کثیر عطا کیا جاتا ہے) کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ حکمت سے مراد قرآن فہمی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا ۡ (پ 17 الانبیاء 79) ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا اور دونوں کو حکومت اور علم عطا کیا۔ (کنزالایمان)

فائدہ : اس آیت میں جو چیزیں حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام دونوں کو عنایت کیں اس کا نام علم و حکمت رکھا جسے صرف حضرت سلیمان علیہ السلام نے سمجھا اس کا نام فہم فرمایا اور اس کو حکم اور علم پر مقدم کیا۔ ا؎

فائدہ : دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کا معنی سمجھنے میں بہت بڑی گنجائش ہے اور ظاہر تفسیر قرآن میں جو منقول ہے وہ قرآن کے مضامین معلوم کرنے کی انتہا نہیں ہے کہ اس سے آگے نہ بڑھ سکیں ہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا من فسر القرآن برایہ اپنی رائے سے تفسیر بیان کرنے کو منع فرمایا۔

ا؎ یہ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب داؤد علیہ السلام تخت سلطنت پر جلوہ گر تھے' نبی تھے اور حضرت سلیمان کمسن تھے عمر شریف صرف گیارہ سال تھی ایک مقدمہ داؤد علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوا کہ چرواہے کے بغیر قوم کی بکریاں رات کے وقت کسی کے کھیت میں پڑ گئیں۔ تمام کھیت خراب ہو گیا۔ یہ مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس طرح طے فرمایا کہ بکریاں کھیت والے کو دے دی جاویں کیونکہ ان بکریوں کی قیمت کھائے ہوئے کھیت کے برابر تھی۔ مدعی مدعا علیہ جب وہاں سے رخصت ہوئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اس سے آسان

کچھ کہوں تو نامعلوم مجھے کونسی زمین اٹھائے اور کون سا آسمان مجھے چھپا دے۔

جواب نمبر2 : احادیث و آثار جو تفسیر بالرائے بیان کرنے کی ممانعت میں وارد ہیں وہ دو حال سے خالی نہیں۔ (1) ان سے غرض یہ ہو کہ تفسیر کے بارے میں نقل و سماع پر کفایت کرنی چاہئے اور استنباء اپنی عقل سے اور جداگانہ معنی نہ سمجھنے چاہئیں۔ (2) کوئی اور غرض اس کے سوا نہ ہو صرف یہ سمجھنا کہ سنی ہوئی تفاسیر کے سوا اور کچھ نہ کہے یہ کئی وجوہ سے قطعاً" باطل ہے۔ سماع میں یہ شرط ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہوا ہو یا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو حالانکہ یہ قرآن کے تھوڑے ہی حصہ میں پایا جاتا ہے اس سے لازم آتا ہے کہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی طرف سے کہتے ہیں وہ نہ مانی جائے اس کے متعلق بھی کہہ دیا جائے کہ یہ تفسیر رائے سے ہے کیونکہ انہوں نے اسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہیں سنا ایسے ہی ان کے سوا اور صحابہ کرام کی تفاسیر کا حال ہے۔ (3) صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مفسرین نے بعض آیات کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے اور مختلف اقوال فرمائے ہیں کہ وہ کسی طرح ایک دوسرے سے متفق نہیں ہو سکتے اور ان سب کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا محال ہے اور اگر بالفرض کوئی قول آپ سے سنا ہوتا تو باقی اقوال متروک ہو جاتے۔ اس سے قطعاً ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک مفسر نے معنی وہ کہے ہیں جو اسے استنباط سے معلوم ہوئے ہیں یہاں تک کہ حروف مقطعات کے بارے میں جو سورتوں کے شروع میں ہیں' سات مختلف اقوال ہیں مثلاً الم میں بعض کہتے ہیں کہ یہ حروف الرحمان کے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ اس سے مراد اللہ ہے اور ل سے لطیف اور میم سے رحیم اور بعض اس کے سوا کہتے ہیں' اور ان سب کو جمع کرنا ممکن نہیں تو سب مسموع کیسے ہو سکتے ہیں۔ (4) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں دعا کی اللھم فقہہ فی الدین و علمہ التاویل (الٰہی اس کو دین میں سمجھ دے اور معنی قرآن سکھا دے۔ اگر قرآن کی طرح تاویل بھی مسموع اور محفوظ ہے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کے لئے خاص کرنے کا کیا معنی۔ (5) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم تحقیق کرے ان میں جو تحقیق کرنے والے ہیں۔

صورت بھی ہو سکتی ہے' داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمان کو قسم دیکر فرمایا کہ بیان کرو۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کھیت والے کو بکریاں عاریتاً" دلوا دی جاویں اور بکریوں والے اس کا کھیت پھر کاشت کریں۔ جب کھیت اس حالت میں پہنچ جاوے' جس پر خراب ہوتے وقت تھا تو کھیت والا بکریاں مالک کو واپس کر دے اور اپنے اس کھیت پر قبضہ کرلے' اس مدت میں کھیت والا بکریوں کے دودھ وغیرہ استعمال کرے۔ داؤد علیہ السلام نے یہی حکم جاری کیا۔ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو ففھمنا سے تعبیر فرمایا۔ اس سے امام غزالی قدس سرہ کا مقصد یہ ہے کہ جن کو اجتہاد کی صلاحیت حاصل ہو' انہیں ان امور میں اجتہاد کا حق ہے جس میں وہ کتاب و سنت کا حکم نہ پاویں اور اگر اجتہاد میں خطا بھی ہو جاوے تو بھی ان پر مواخذہ نہیں بخاری و مسلم کی حدیث ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب حکم کرنے والا اجتہاد کے ساتھ حکم کرے اور اس حکم میں مصیب ہو تو اس کے لئے دو اجر ہیں۔ اور اگر اجتہاد میں خطا واقع ہو جائے تو ایک اجر۔ اویسی غفرلہ

فائدہ : اس آیت میں اہل علم کے لئے استنباط ثابت کیا اور ظاہر ہے کہ استنباط سماع کے سوا ہے اور جتنے آثار کہ ہم نے اس سے قبل قرآن فہمی کے لئے نقل کئے ہیں وہ سب اس مذہب کے خلاف ہیں۔

فائدہ : اس سے معلوم ہوا کہ فہم قرآن میں سماع کی قید لگانا باطل ہے بلکہ ہر عالم کو جائز ہے کہ قرآن میں اپنی فہم اور عقل کے موافق استنباط کرے اور ممانعت تو اس کو دو صورتوں پر محمول کرسکتے ہیں۔ (ا) کسی کی کسی چیز میں ایک رائے ہے اور اس کی طرف میل طبعی رکھتا ہے پر قرآن کے معنی اسے معلوم ہوتا، اور یہ امر کبھی تو علم کیساتھ ہوتا ہے جیسے کوئی شخص اپنی بدعت کے درست کرنے کو قرآن کی بعض آیات سے حجت کرتا ہے حالانکہ جانتا ہے کہ آیت سے یہ مراد نہیں مگر اپنے مخالف کو دھوکا دیتا ہے اور کبھی یہ نہیں جانتا کہ آیت سے یہ مراد نہیں مگر چونکہ آیت کئی وجوہ سے محتمل ہوتی ہے تو اس کی رائے اس طرف مائل ہوتی ہے جو اس کا مقصد کے مطابق ہو، اور اسی جانب کو اپنی عقل اور خواہش سے ترجیح دیتا ہے تو ایک صورت رائے سے تفسیر کرنے کی یہ ہے یعنی اس تفسیر کا باعث اس کی رائے ہی ہے اگر رائے نہ ہوتی تو یہ تفسیر بھی اس کے نزدیک غالب نہ ٹھہرتی، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان کا ایک صحیح مطلب ہوتا ہے اور اس لئے قرآن سے دلیل تلاش کرتا ہے اور حجت ایسی آیت کو بناتا ہے جو اسے معلوم ہے کہ اس آیت کا یہ مقصود نہیں مثلاً اگر کوئی پچھلی رات میں لوگوں سے استغفار کرنے کو کہتا ہو، اور حجت کے لئے اس حدیث کو پیش کرے۔ تسحروا فان فی السحور برکۃ سحری کھاؤ کہ سحری میں برکت ہے۔ اور کہے کہ تسحر سے مراد ذکر کرنا ہے حالانکہ جانتا ہے کہ اس سے سحری کھانا مراد ہے یا کوئی شخص کسی سخت دل کو مجاہدے کے لئے کہتا ہے اور کہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى (جا فرعون کے پاس کہ اس نے سر اٹھایا) اور اس سے اشارہ دل کی طرف کرے اور کہے کہ فرعون سے مراد دل ہی ہے تو یہ رائے سے تفسیر کرتا ہے اس جنس کی تفسیر کو بعض واعظین صحیح مقاصد میں استعمال کرتے ہیں اس خیال سے کہ کلام درست ہو جائے اور سننے والوں کو ترغیب ہو تو کوئی ان کی نیت صحیح ہوتی ہے مگر اس طرح کی تفسیر ممنوع ہے اور کبھی اس تفسیر کو فرقہ باطلہ اپنے غلط مطالب میں لوگوں سے دھوکا دینے اور ان کو مذہب میں لانے کے لئے استعمال کرتے ہیں اور قرآن کا معنی اپنی رائے اور مذہب کے مطابق کہہ دیتے ہیں حالانکہ قطعاً جانتے ہیں کہ یہ معنی مراد نہیں، غرض کہ ایک صورت تو رائے سے تفسیر کے منع کی یہ ہوئی جو مذکور ہوئی یعنی رائے سے مراد وہ رائے ہے جو فاسد اور موافق خواہش نفس کے ہو اس میں اجتہاد صحیح داخل نہیں اور لفظ رائے صحیح اور فاسد دونوں کو شامل ہے مگر کبھی رائے خاص اسی کو کہتے ہیں جو موافق خواہش کے ہو۔

(2) رائے سے تفسیر کے منع ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ظاہر الفاظ عربی کے خیال سے تفسیر قرآن کی طرف مبادرت کرے اور اس میں سماع نہ ہو وہ نہ قریب لفظوں سے واقف ہو نہ اسکے الفاظ مبہم اور مبدل سے ماہر نہ اختصار اور حذف و اضمار پر آگاہ نہ تقدیم و تاخیر کے قاعدہ سے آگاہ ہو تو جو شخص ظاہری معانی قرآن کے اچھی طرح

واقف نہ ہو اور صرف عربی سمجھنے پر اکتفا کر کے معانی کے استنباط پر جرات کرنے لگے گا وہ بے شک بہت غلطیاں کرے گا اور رائے سے تفسیر کہنے والوں کے زمرہ میں داخل ہوگا کیونکہ ظاہر معنی جاننے کے لئے نقل اور سماع چاہئے تاکہ غلطی کے مقامات سے محفوظ رہے پھر تفسیر ظاہری پختہ ہونے کے بعد فہم اور استنباط کی گنجائش ہو جاتی ہے اور جو الفاظ غریب کہ بغیر سماع کے سمجھ میں نہیں آتے وہ بہت سے اقسام ہیں ہم ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کئے دیتے ہیں تاکہ ان سے دوسروں کا حال واضح ہو اور معلوم ہو جائے کہ ابتداء میں تفسیر ظاہر کے یاد کرنے میں سستی درست نہیں اور یہ کہ بغیر تفسیر ظاہر کے پختہ کرنے کے باطنی اسرار تک پہنچنے کی طمع نہیں ہو سکتی اور جو شخص اسرار قرآنی کے سمجھنے کا دعویٰ کرے اور تفسیر ظاہری میں پختگی حاصل نہ کی ہو وہ ایسا ہے جیسے کوئی کسی مکان کے گوشہ نشین تک پہنچنے کا دعویٰ کرے حالانکہ اس نے اس کے دروازہ میں قدم نہ رکھا ہو یا یہ دعویٰ کرے کہ میں ترکیوں کے کلام کا مطلب سمجھ لیتا ہوں حالانکہ زبان ترکی کے مقاصد نہ سمجھتا ہو کیونکہ تفسیر ظاہری قائم مقام لغت کی تعلیم کے ہے جو سمجھنے کے لئے ضرور ہے۔ وہ بہت سی ہیں۔ (ا) حذف اور اضمار سے اختصار۔

قواعد سماع : جن امور میں سماع ضروری ہے وہ بہت ہیں۔ (ا) حذف اضمار سے اختصار جیسے واتینا ثمود الناقة مبصرة فظلموا بها (پ 5 بنی اسرائیل 9) میں ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ایک ناقہ ہم نے ثمود کو آنکھیں کھولنے کو دی انہوں نے اپنے نفسوں پر اسے مار ڈالنے سے ظلم کیا' ظاہر الفاظ عربی کا دیکھنے والا یہ گمان کرے گا کہ اونٹنی بینا تھی اندھی نہ تھی اور یہ نہیں سمجھے گا کہ انہوں نے ظلم کیا اور اپنے اوپر کیا یا غیر پر اور اس ارشاد اللہ تعالیٰ وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ (البقرہ 93) میں حب کا لفظ محذوف ہے یعنی گوسالہ کی محبت ان کے دلوں میں پلا دی گئی اور اذالا ذقناک ضعف الحیوة وضعف الممات یہ مراد ہے کہ ہم تجھے زندوں کے عذاب کا دونا اور مردوں کے عذاب کا دونا چکھا دیں گے یہاں عذاب کا لفظ حذف کردیا ہے اور زندوں اور مردوں کی جگہ حیات اور ممات کو بولا ہے یہ حذف و تبدل لغت فصیح میں درست ہے واسئل القریة التی کنا فیها میں لفظ اہل محذوف ہے یعنی سوال کرو اس گاؤں کے باشندوں سے جس میں ہم تھے اور ثقلت فی السموت والارض میں ثقلت کے معنی پوشیدہ ہونے کے ہیں یعنی قیامت آسمان و زمین والوں پر پوشیدہ ہے اور جب کوئی چیز مخفی رہتی ہے تو بھاری پڑ جاتی ہے اس لئے لفظ کی تبدیلی ہوگئی اور اہل کا لفظ حذف کردیا گیا اور تجعلون رزقکم انکم تکذبون میں شکر کا لفظ محذوف ہے یعنی اپنی روزی دینے کے شکر کرنے کو جھٹلاتے ہو اور وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ (آل عمران 194) میں السنۃ محذوف ہے یعنی دے ہمیں جو اپنے رسولوں کی زبان پر وعدہ کیا ہے اور اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ضمیر غائب قرآن کی طرف راجع ہے حالانکہ اس کا ذکر پہلے نہیں ہوا اسی طرح حتی توارت بالحجاب میں ضمیر آفتاب کی طرف ہے جو پہلے مذکور نہیں اور والذین اتخذوا من دونه اولیاء مانعبدهم الا لیقربونا الی اللہ زلفی میں یہ مراد ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں مانعبدهم الخ یقولون کو یہاں حذف کردیا ہے اور اس آیت میں فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا یَكَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ حَدِیْثًا مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَیِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ (النساء 79) سے یہ مراد ہے کہ وہ سمجھتے نہیں اپنے قول

کو ماصابک من حسنة اور اگر یہ مراد نہ ہوتو اس آیت کا مضمون اس ارشاد کے مخالف ہو جائے گا۔ قل کل من عنداللّٰہ حالانکہ اس سے ظاہراً مذہب قدریہ فرقہ کی تائید ہوتی ہے۔ (2) لفظ بدلا ہوا منقول ہونا جیسے وطوسینین میں سیناء کی جگہ سنین ہے اور سلام علی الیاسین بجائے الیاس کے بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد ادریس علیہ السلام ہیں کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرات میں سلام علی اور یٰسین ہے۔ (3) لفظ کا مکرر ہونا جو ظاہر میں کلام کے اتصال کو قطع کرتا ہے جیسے اس آیت میں وما یتبع الذین یدعون من دون اللّٰہ شرکاء ان یتبعون الا الظن کہ اس کے معنی میں ان یتبعون مکرر آیا ہے اور اس آیت میں قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ (عراف ۷۵) کہ اس میں ایک لام اور ایک ضمیر مکرر ہے اور مراد میں امن من الذین ستضعفوا ہے۔ (4) الفاظ کا مقدم و موخر ہو جانا اور یہ مقام بھی بہت غلطی کرنے کا ہے۔ کسی کو قاعدہ معلوم نہ ہو تو غلطی کرتا ہے جیسے اس آیت میں وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى (پ 16 طٰہٰ 129) اور اگر تمہارے رب کی ایک بات نہ گذر چکی ہوتی تو ضرور عذاب انہیں لپیٹ جاتا اور اگر نہ ہوتا ایک وعدہ ٹھہرایا ہوا۔(کنزالایمان) اس کا معنی ہے کہ لَوْلَا كَلِمَةٌ وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى لَكَانَ لِزَامًا اگر یوں نہ ہو تو اجل کو منصوب ہونا چاہئے جیسے لزاما ہے اور یسئلونک کانک وصفی عنھا کا معنی ہے۔ مجھ سے پوچھنے لگتے ہیں گویا کہ تو اس کا متلاشی ہے۔ يَسْئَلُوْنَكَ عَنْهَا كَاَنَّكَ وَجعْنى بِهَا۔ اور لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (الانفال ۴) كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ان کو درجے میں اپنے رب کے پاس اور معافی اور روزی آبرو کی جیسے نکالا تجھ کو تیرے رب نے تیرے گھر سے درست کام پر۔ میں اخرجک الخ جملہ سابق قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (الانفال 1) سے مرتبط ہے' یعنی غنیمت کے مال تمہارے لئے اس لئے ہیں کہ تم اپنے نکلنے سے راضی ہو اور کافر ناراض ہیں پس حکم تقویٰ وغیرہ جملہ معترضہ کلام کے طور ہے اسی طرح یہ آیت حتٰی تومنوا باللّٰہ وحدہ الا قول ابراھیم لابیہ لاستغفرن لک تو کہ مال غنیمت اللہ کا ہے اور رسول کا' جب تک تم یقین دلاؤ' اللہ کے لئے پر مگر ایک کہنا ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کو میں مانگوں گا معافی تیری۔ 12 (5) لفظ کا مبہم ہونا یعنی کوئی کلمہ یا حرف بہت سے معانی مشترک ہوں جیسے شے اور قرین اور امت و روح وغیرہ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ضرب اللّٰہ مثلا عبدا مملوکا لا یقدر علی شئی اللہ نے بتائی ایک کہاوت ایک بندے پر آیا مال نہیں رکھا کسی چیز پر 12 میں شی سے مراد عدل اور راستی کے لئے حکم نا۔ اور فان اتبعتنی فلا تسئلنی عن شی میں صفات ربوبیت مراد ہیں وہ علوم جن کا پوچھنا عرف کو جائز نہیں جب تک کہ زمانہ استحقاق و قابلیت شروع نہ کرلے۔ام خلقوا من غیر شئی ام ھم الخالقون میں شی سے مراد خالق ہے اور اس کے ظاہری الفاظ سے کبھی یہ وہم ہوتا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز پیدا ہوتی ہے وہ شئی ہی ہوتی ہے۔ لفظ قرین کے مشترک ہونے کی مثال اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وقال قرینہ ھذا مالدی عتید اس میں قرین سے مراد وہ فرشتہ ہے جو اس پر موکل ہے اور اس آیت میں وقال قرینہ ربنا ما اطغیتہ قرین سے مراد شیطان ہے۔ لفظ امت عربی میں آٹھ معانی میں مستعمل ہوتا ہے۔ (1) جماعت جیسے وجد علیہ امة من الناس یسقون۔ (2) نبیوں

کے پیروکار جیسے کہا جاتا ہے ہم امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ (3) خیر کا جامع اور پیشوا جیسے اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيۡفًا (النحل) (4) دین جیسے انا وجدنا اباء فاعلی امة (5) وقت اور زمانہ جیسے الی امة معدودة اور وادكر بعد امة بمعنی قد کے جیسے کہا جاتا ہے فلاں شخص محسن الامتہ یعنی خوش قد ہے۔ (7) وہ شخص کہ کسی دین میں یکتا ہو' کوئی اس کا شریک نہ ہو (ہمتا) جیسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زید بن عمرو بن نفیل کو لشکر کے ساتھ * بھیجتے ہوئے فرمایا امة واحدة یعنی امت کا یگانہ اور یکتا۔ (8) ماں کے معنوں میں بھی آیا ہے جیسے کہا جاتا ہے هذا امة زید یہ زید کی ماں ہے۔

لفظ روح قرآن میں کئی معانی میں آیا ہے مگر ان کے ذکر سے ہم کلام طویل نہیں کرتے۔ حروف ابہام اور اس کی مثال آیت فَاَثَرۡنَ بِهٖ نَقۡعًا فَوَسَطۡنَ بِهٖ جَمۡعًا (العٰدیٰت) سے اٹھاتے ہیں اس میں گرد پھر بیٹھ جاتے ہیں اس وقت فوج میں' اس میں اول ضمیر بہ کی سموں کی طرف ہے جو اوپر والعادیات ضبحا" میں مذکور ہے یعنی قسم ہے ان کی دوڑتے میں سننے یہ آواز نکلتی ہوئی جو سموں سے گرد اٹھائیں اور دوسری ضمیر کنایہ غارت سے ہے جو مغیرات ضبحا" میں ہے۔ یعنی صبح کو تاراج کرنے میں اور فوج مشرکین میں تاراج کرنے کی قسم ہے۔ فَاَنۡزَلۡنَا بِهِ الۡمَآءَ فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖ مِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ (الاعراف) (پھر ہم نے اتارا اس سے پانی پھر اس سے نکالے سب طرح کے پھل) میں ضمیر اول ابر کی طرف ہے اور دوسری پانی کی طرف' اس طرح کے ابہام قرآن مجید میں بے شمار ہیں۔ رفتہ رفتہ بیان کرنا۔ مثلاً شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن (مہینہ رمضان کا جس میں نازل ہوا قرآن) قرآن کا اترنا رمضان میں فرمایا ہے مگر اس سے یہ ظاہر نہ ہوا کہ رات کو اترا یا دن کو' پھر انا انزلنه فی لیة مبركة (ہم نے اس کو اتارا ایک برکت کی رات میں۔ سے رات کو اترنا ثابت ہوا مگر یہ معلوم نہ ہوا کہ کون سی شب میں اترا' پھر اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ ہم نے اس کو اتارا شب قدر میں۔) وہ عقیدہ بھی حل ہوگیا۔ حالانکہ ان کے ظاہری الفاظ میں اختلاف کا گمان ہوتا ہے۔ غرضیکہ یہ امور ایسے ہیں کہ بغیر نقل و سماع کے اور کوئی شے کافی نہیں اور قرآن مجید اول سے آخر تک اس قسم کے امور سے خالی نہیں اس لئے کہ وہ لغت عربی میں اترا ہے تو جتنی قسمیں ایجاز اور طویل اور اشمار اور حذف اور ابدال اور تقدیم اور تاخیر کی عرب کے کلام میں ہیں ان سب پر قرآن بھی حاوی ہے تاکہ ان کے لئے معجزہ بن کر عاجز کر دے اگر کوئی ظاہر الفاظ عربی کو سمجھ کر قرآن کی تفسیر پر جرات کرے اور سماع و نقل سے ان امور میں استعانت نہ کرے تو وہ ان لوگوں میں داخل ہوگا جو قرآن کو اپنی رائے سے تفسیر کرتے ہیں مثلاً امت کے معنی مشہور سمجھ کر اس کی طبیعت اور رائے اسی کی طرف مائل ہو اور جب دوسری جگہ اس لفظ کو سنے تو اس کی رائے اسی طرف جائے جو مشہور معنی سن رکھے ہیں اور اس کے معنی کی کثرت کی تلاش نہ کرے کہ کتنے مسموع ہیں تو یہ ممنوع ہے نہ اسرار قرآنی اسی طرح سمجھ آسکیں گے جیسے مذکور ہوا۔

خلاصہ : یہ کہ تفسیر کے امور سماع سے معلوم ہو جائیں گے تو ضمیر ظاہر کی تفسیر یعنی الفاظ کا ترجمہ معلوم ہو جائے گا۔ اور صرف ترجمہ جاننا معانی کے حقائق فہمی میں کافی نہیں اور حقائق معانی اور لفظی ترجمہ میں فرق کی ایک مثال

سمجھئے گا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما رمیت اذرمیت ولکن اللّٰہ رمی ظاہری ترجمہ تو یہ ہے کہ تو نے نہیں پھینکا جب پھینکا' بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکا۔ لیکن اس کا معنی باریک ہے۔ اس لئے کہ اس میں پھینکنے کا ثبوت اور نفی دونوں میں اور ظاہر میں اجتماع ضدین ہے۔ جب تک کہ یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ پھینکنا اوراعتبار سے ہے اور نہ پھینکنا اور جہت سے اور جس اعتبار سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں پھینکا۔ اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے پھینکا ہے اسی طرح یہ آیت قاتلوھم یعذبھم اللّٰہ بایدیکم اس میں جب قتل کی نسبت مسلمانوں کی طرف ہے تو اللہ تعالیٰ کافروں کو عذاب دینے والا کس طرح ہے اور اگر یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ اس وجہ سے عذاب دینے والا ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں کو کفار کے قتل کے لئے وہی طاقت دیتا ہے مسلمانوں کو قتال کے لئے امر کرنے کے کیا معنی؟ ان معنوں کی حقیقت علوم مکاشفات کے ایک بڑے سمندر سے معلوم ہوتی ہے' ترجمہ ظاہر الفاظ اسمیں کار آمد نہیں' بلکہ اس کے معلوم کرنے کا طریق یہ ہے کہ پہلے یہ معلوم کرے کہ انسان کے افعال اس کی قدرت حادثہ سے وابستہ ہیں۔ اور یہ قدرت اللہ رب العزت کی قدرت سے مرتبط ہے' اسی طرح بہت سے باریک علوم وضاحت کے بعد یہ منکشف ہوگا کہ واقع میں وما رمیت اذرمیت ولکن اللّٰہ رمٰی درست و بجا ہے اور اگر بالفرض ان معانی کے اسرار دریافت کرنے اور ان کے مقدمات والواحق کے باہم مرتبط ہونے میں تمام عمرصرف کر دی جائے تو غالباً اس کے تمام لواحق مکمل ہونے سے پہلے ہی عمر تمام ہو جائے اور کوئی کلمہ قرآن مجید کا ایسا نہیں جس کی تحقیق میں ان جیسے امور کی ضرورت نہ ہو مگر علم میں راسخ علماء کو اس کے اسرار اس قدر معلوم ہوتے ہیں جس قدر ان کے علم میں کثرت اور عملوں میں صفائی اور تامل کرنے کی رغبت میں زیادتی اور طلب میں خلوص ہوتا ہے اور ہر شخص ترقی کرنے میں ایک حد ہوتی ہے کہ اس سے اعلیٰ درجہ پر ترقی کر سکتا ہے مگر یہ ممکن نہیں کہ سارے مدارج طے کر جائے اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے قُلْ لَّوْکَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمَاتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمَاتُ رَبِّیْ (پ 16 ا لکھف 109) ترجمہ: تم فرما دو اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لئے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم ہو جائیں گے اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔ (کنزالایمان) (اگر سمندر سیاہی بنے اور درخت سب قلم ہو جائیں تب بھی اسرار کلمات الٰہی کے تحریر نہ ہو سکیں گے) اسی وجہ سے لوگ اسرار کی فہمی میں مختلف ہوتے ہیں' باوجودیکہ ترجمہ ظاہری سب جانتے ہیں مگر تفسیر ظاہری اسرار کے فہم میں وہ کافی نہیں اور اسرار کے فہمی کی مثال یہ ہے جو بعض اہل دل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سجدے کی حالت میں اس دعا سے سمجھے ہیں۔ اعوذ برضاک من سخطک واعوذ بمعافاتک من عقوبتک واعوذبک منک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک ترجمہ: پناہ لیتا ہوں تیرے عفو کو عذاب سے اور پناہ لیتا ہوں تیری ذات کو تجھ سے میں تیری تعریف نہیں کر سکتا تو ایسا ہے جیسی تو نے خود اپنی تعریف فرمائی۔

فائدہ - جب آپ کو حکم ہوا کہ سجدہ سے قرب حاصل کرو' آپ نے سجدہ میں قرب پایا اور صفات الٰہی کی طرف نظر کرکے بعض صفات کے ساتھ بعض سے پناہ مانگی یعنی رضا کے ساتھ سخط سے پناہ مانگی اور یہ دونوں وصف ہیں اسی طرح معافات اور عقوبت دونوں صفات ہیں کہ پہلے کی بدولت دوسری سے پناہ مانگی پھر آپ کا قرب

زیادہ ہوا اور پہلا قرب بھی اسی میں مندرج ہوگیا تب آپ نے صفات سے ذات کی طرف ترقی کی اور فرمایا کہ اعوذ بک منک تیری ذات کی پناہ پکڑتا ہوں تجھ سے' پھر آپ کا قرب اتنا زیادہ ہوا کہ آپ کو شرم آئی کہ بساط قرب پر ہوکر پناہ مانگتا ہوں اسی وقت ثناء و تعریف کی طرف مائل ہوئے اور فرمایا لا احصی ثناء علیک (میں تیری تعریف نہیں احاطہ کرسکتا) پھر آپ نے فرمایا کہ یہ بھی قصور ہے کہ ثنا کو اپنی طرف منسوب کیا تب فرمایا انت کما اثنیت علی نفسک تو ایسا ہے جیسا تو خود اپنی ذات کی ثنا کرے غرض کہ اہل دل کے لئے اس طرح کے رموز واضح ہوا کرتے ہیں' پھر ان رموز کی اور تہیں ہیں یعنی قرب کے معانی سمجھنا اور قرب خاص سجدہ میں ہونا اور ایک صفت کے ذریعہ سے دوسری سے پناہ مانگنا اور اس سے اس کی ذات کی پناہ لینا وغیرہ اور اسکے اسرار بہت ہیں۔ ظاہر لفظوں کے ترجمہ سے معلوم نہیں ہوتے اور ترجمہ ظاہری کے مخالف بھی نہیں بلکہ ان سے اس کی تکمیل ہوتی ہے اور معانی باطنی سمجھنے سے ہماری مراد بھی یہی ہے۔ یہ مراد نہیں کہ وہ معانی ترجمہ ظاہری کے مخالف ہوں۔ (باب آداب تلاوت تمام ہوا والحمدللّٰہ اولا واخرا والصلوۃ علی کل عبدمصطفٰی والسلام علی من اتبع الھدی اس کے بعد باب ذکر اور دعاؤں کا باب مذکور ہوتا ہے۔

باب 9

اذکار وادعیہ کا بیان

ظاہر ہے کہ تلاوت قرآن مجید سے بڑھ کر کوئی زبانی عبادت نہیں اس کے بعد اگر کوئی ہے تو وہ ذکر الٰہی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے اور خالص دعاؤں سے اپنے مطالب اس کی جناب میں عرض کیے جائیں۔ لہٰذا بیان کرنا ذکر اور دعا کی فضیلت اور ان کے آداب و شرائط کا بیان کرنا ضروری ہوا۔ اور یہ پانچ فصلوں میں مذکور ہوں گے۔ *

ذکر کے فضائل و فوائد

قرآنی آیات :(۱) فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ (پ 2 آیت 152) ترجمہ کنزالایمان: تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا۔

فائدہ : حضرت ثابت بنانی نے فرمایا ہے کہ مجھے معلوم ہے کہ میرا پروردگار مجھ کو کس وقت یاد کرتا ہے۔ لوگ ان سے ڈر گئے اور پوچھا کہ آپ یہ کیسے جانتے ہیں فرمایا کہ جب میں اس کو یاد کرتا ہوں، وہ مجھ کو یاد کرتا ہے اور فرمایا فاذکروا اللّٰہ ذکرا کثیرا اور فرمایا فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ (پ 2 البقرہ 198) ترجمہ کنزالایمان: تو جب عرفات سے پلٹو تو اللہ کی یاد کرو مشعر حرام کے پاس اور اس کا ذکر کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت فرمائی۔ اضافہ اویسی غفرلہ

(2) فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا (پ 2 القرہ 200) ترجمۂ کنزالایمان: (پھر جب اپنے حج کے کام پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ (3) الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ (آل عمران 191) (یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے۔ (کنزالایمان) فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ (النساء 103) پھر جب نماز پڑھ چکو تو یاد کرو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور پڑے۔ 12

فائدہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس سے مراد ہے کہ رات کو اور دن کو خشکی اور تری میں حضر اور سفر میں دولت مندی اور مفلسی میں بیماری اور صحت میں باطن اور ظاہر میں ذکر کرتے رہو۔ (4) منافقوں کی مذمت میں ارشاد فرمایا ولا یذکرون اللّٰہ الا قلیلا اور یاد نہ کریں اللہ کو مگر بہت کم) (5) وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ (الاعراف 205) یاد کرتا رہ اپنے رب کو دل میں گڑگڑاتا اور پکار سے کم آواز بولنے میں صبح اور شام کے وقتوں میں اور مت رہ بے خبر۔ (6) ولذکر اللّٰہ اکبر

اور اللہ کی یاد ہے سب سے بڑی۔

فائدہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس کے دو معنی ہیں۔ (1) جتنا تم اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہو۔ اس سے اللہ تعالیٰ کا تم کو یاد کرنا بڑا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کا ذکر اور تمام عبادتوں سے زیادہ ہے ان کے سوا اور بہت سی آیات ہیں۔

احادیث مبارکہ : (1) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غافلوں کے درمیان میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ایسے ہے جیسے سوکھے اور ٹوٹے ہوئے درختوں کے درمیان سبز درخت ہوتا ہے۔ (2) فرمایا ذاکر اللّٰہ فی الغافلین کالمقاتل فی القارین ترجمہ۔ (اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا غافلوں میں مثل لڑنے والوں کے ہے بھاگنے والوں میں) (3) فرمایا ذاکر اللّٰہ فی الغافلین کا الحی بین الاموات اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا غافلوں میں مثل زندہ کے ہے مردوں میں۔ (4) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں جب تک کہ وہ مجھے یاد کرے اور میری یاد میں اسکے ہونٹ ہلتے رہیں۔ (5) فرمایا کہ انسان کو کوئی عمل عذاب الٰہی سے بچانے والا ذکراللہ سے بڑھ کر نہیں۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا بھی فرمایا راہ اللہ میں جہاد بھی نہیں مگر اس صورت میں کہ تلوار سے اتنا جنگ کرے کہ وہ ٹوٹ جائے پھر اس سے جنگ کرے کہ ٹوٹ جائے پھر اس سے ضربیں لگائے کہ ٹوٹ جائے۔ (6) فرمایا کہ کسی کی خواہش ہو کہ جنت کے گلزاروں میں چرے اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت زیادہ کرے۔ (7) کسی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اعمال میں سے کون سا عمل افضل ہے آپ نے فرمایا کہ افضل یہ ہے کہ ایسے حال میں مرو کہ ذکراللہ سے زبان ہو۔ (8) فرمایا کہ صبح شام اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر زبان تر رکھو تاکہ صبح اور شام کو ایسے ہو جاؤ کہ تمہارے اوپر کوئی خطا نہ ہو۔ (9) فرمایا کہ صبح اور شام کو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا راہ اللہ میں تلواروں کے توڑنے اور پانی بہانے کی طرح۔ راہ اللہ میں مال خرچ سے افضل ہے۔ (10) فرمایا کہ اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے کہ جب بندہ مجھے اپنے جی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے جی میں یاد کرتا ہوں' یعنی میرے سوا کسی کو اس کی خبر نہیں ہوتی اور جب مجھے مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اسکے مجمع سے بہتر میں یاد کرتا ہوں' اگر وہ میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔ اگر وہ مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔ اگر وہ میری طرف کو آہستہ چلتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوں یعنی جلد دعا قبول کرتا ہوں۔ (11) فرمایا کہ سات شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ دے گا اس دن کہ بجز اس کے اور کوئی سایہ نہ ہوگا ان میں سے ایک وہ جو اللہ تعالیٰ کو تنہائی میں یاد کرے اور اس کے خوف سے روئے۔ (12) حضرت ابودرداء فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں وہ بات نہ بتاؤں جو تمہارے اعمال میں بہتر ہو اور تمہارے مالک کے نزدیک بہت پاکیزہ اور تمہارے درجات میں سب سے اونچی' اور تمہارے سونے اور چاندی کے

دینے سے بہتر اور تمہارے لئے اس سے بھی بہتر ہو کہ تم اپنے دشمنوں سے دوچار ہو ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں کاٹیں۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ کیا بات ہے' آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ ذکر کرنا۔ (13) فرمایا کہ االلہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جس کو میرا ذکر سوال کرنے سے روک دے گا اسے وہ دوں گا کہ جو مانگنے والوں کو دیتا ہوں۔ اس سے بہتر ہو۔

اقوال اسلاف : فضیل کہتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے ابن آدم علیہ السلام تو مجھے ایک ساعت صبح کے بعد اور ایک ساعت عصر کے بعد یاد کرلیا کر' میں تجھے ان دونوں کے درمیان میں کفایت کروں گا۔ بعض علماء کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس بندے کے دل پر مطلع ہوکر میں دیکھ لیتا ہوں کہ میرے ذکر سے تمسک کرنا اس پر غالب ہے تو میں اس کے انتظام کا ذمہ دار ہوتا ہوں اور اس کا ہم نشین اور ہم کلام اور انیس ہو جاتا ہوں۔ (3) حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ ذکر دو ہیں۔ (1) اللہ تعالیٰ کو اپنے جی میں یاد کرنا کہ بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو علم نہ ہو یہ نہایت عمدہ ہے اور اس کا ثواب بہت بڑا ہے اور اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا اس وقت یاد کرنا ہے کہ وہ محروم کردے۔ (4) فرمایا ہے کہ دنیا سے تمام لوگ پیاسے نکلیں گے بجز اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے والوں کے۔ (2) معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جنت کے لوگ کسی چیز پر حسرت نہ کریں گے بجز اس ساعت کے جو ان پر آئی ہو اور انہوں نے اس میں ذکر اللہ نہ کیا ہو۔ (اللہ و رسولہ اعلم)۔

فضائل مجالس ذکر احادیث مبارکہ : (1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھ کر ذکرالٰہی کرتے ہیں تو ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے پاس والوں یعنی صلاء اعلیٰ میں کرتا ہے۔ (2) فرمایا جو لوگ اکٹھے ہوکر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور اس ذکر سے بجز اس کی رضا اور کچھ ان کا مقصود نہیں ہوتا تو ان کو ایک منادی آسمان سے پکارتا ہے کہ اٹھو تمہاری مغفرت ہوگئی اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل گئیں۔ (3) فرمایا جو لوگ کسی جگہ بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں نہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجیں تو قیامت میں ان کے لئے حسرت ہوگی۔ (4) حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ الٰہی جب تو مجھے دیکھے کہ میں ذکر کرنے والوں کی مجلس سے غافلوں کی مجلس کی طرف بڑھا جاتا ہوں تو ان تک پہنچنے سے پہلے میری ٹانگ توڑ دے کہ یہ منجملہ تیرے احسانوں کے ہوگا۔ (5) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمانداروں کی نیک مجلس بیس لاکھ بری مجلسوں کا کفارہ ہو جاتی ہے۔ (6) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آسمان والے اہل زمین کے ان گھروں کو جن میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوا ہوگا۔ ایسے دیکھیں گے جیسے ستارے دیکھے جاتے ہیں۔ (7) سفیان بن عینیہ فرماتے ہیں کہ جب لوگ اکٹھے ہوکر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو شیطان اور دنیا الگ ہو جاتے ہیں۔ شیطان دنیا سے کہتا ہے کہ دیکھتی ہے یہ کیا کرتے ہیں تو دنیا کہتی ہے کہ کرلینے دے یہ جب جدا ہوں گے ان کی گردنیں پکڑ کر تیری طرف لے آؤں گی۔

حکایت : ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بازار میں گئے لوگوں سے فرمایا کہ تم یہاں ہو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی میراث مسجد میں تقسیم ہو رہی ہے لوگوں نے بازار کو ترک کر دیا اور مسجد کو روانہ ہوئے' وہاں کچھ مال نہ دیکھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آکر کہا کہ ہم نے کوئی میراث بٹتے نہ دیکھی' آپ نے پوچھا کہ پھر کیا دیکھا' انہوں نے کہا کہ کچھ لوگوں کو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے اور قرآن پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی میراث یہی تو ہے۔

حدیث : (8) اعمش بن ابی صالح سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے فرشتے نامہ اعمال کے لکھنے والوں کے سوا زمین میں ذکر کرکے حلقے ڈھونڈھتے رہتے ہیں' جب کسی قوم کو دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ اپنی مطلوب کی طرف چلو فرشتے وہاں آتے ہیں اور آسمان دنیا تک ذکر کرنے والوں کو گھیر لیتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کیا کرتے چھوڑا وہ عرض کرتے ہیں کہ انہیں ہم نے اس حال میں چھوڑا کہ تیری حمد اور بڑائی اور پاکی بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے' وہ کہتے ہیں' نہیں' اللہ جل شانہ' فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو کیا ہو' فرشتے کہتے ہیں اگر دیکھ لیں تو زیادہ تیری تسبیح اور تحمید کریں' پھر پوچھتا ہے کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ دوزخ سے' فرماتا ہے کیا انہوں نے دوزخ دیکھی ہے' عرض کرتے ہیں' نہیں فرماتا ہے کہ اگر دیکھیں تو کیسی ہو' عرض کرتے ہیں کہ اگر دیکھ لیں تو اس سے زیادہ گریز اور نفرت کریں' پھر پوچھتا کہ وہ کیا مانگتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ جنت کے سائل ہیں' فرماتا ہے کیا انہوں نے اسے دیکھا ہے عرض کرتے ہیں نہیں' فرماتا ہے اگر دیکھ لیں تو کیا ہو' عرض کرتے ہیں کہ اگر دیکھ لیں تو اس کے زیادہ حریص ہو جائیں' پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے انہیں بخش دیا' فرشتے عرض کرتے ہیں کہ الٰہی ان میں فلاں شخص تھا وہ ان کے ارادے نہیں آیا تھا' بلکہ اپنے کسی کام کو آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے طفیل کوئی محروم نہیں ہوتا۔ *

فضائل کلمہ طیبہ : (1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کچھ میں نے اور مجھ سے سابقین انبیاء نے کہا ہے اس میں سے افضل یہ قول ہے لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ (2) فرمایا کہ جو کوئی ہر روز سو بار کہے لا الہ الا

* یہ طویل حدیث صحاح میں بھی موجود ہے اس سے ایک تو یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک شہ رگ کے قریب تر ہے اس کے باوجود فرشتوں سے حالات پوچھ رہا ہے' معلوم ہوا کہ حالات کا سوال لاعلمی کی دلیل نہیں ایسے ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی صحابہ کرام سے سوال کرتے تو آپ کے لئے لاعلمی ثابت کرنا ہے' جاہلوں کا کام ہے دوسرا یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ والوں سے کی صحبت موجب نجات اور بہشت کا ٹکٹ ہے' اگرچہ لمحہ بھر خوب فرمایا مولانا رومی قدس سرہ نے * یک زمانہ صحبت با اولیاء' بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا۔

اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شی قدیر اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہوگا اور سو نیکیاں اس کے لئے لکھی جائیں گی اور سو برائیاں دور کی جائیں گی اور اس روز شیطان سے شام تک اس کو پناہ رہے گی اور اس کے عمل سے بڑھ کر اور کسی کا عمل نہیں۔ بجز اس شخص کے جس نے دس سے زیادہ یہ کلمے پڑھے۔ (3) فرمایا کہ جو شخص وضو اچھی طرح کرکے اپنی آنکھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہے۔ اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ واشھدو ان محمدا عبدہ ورسولہ تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھل جائیں گے جس میں سے چاہے اندر چلا جائے۔ (4) فرمایا کہ لا الہ الا اللّٰہ کہنے والوں کو قبور سے اٹھنے میں (گویا کہ میں ان کو دیکھ رہا ہوں) نفخ صور کے وقت اپنے جسموں سے مٹی جھاڑ رہے ہیں اور کہتے ہیں الحمد اللّٰہ الذی اذھب عنا الحزنا ان ربنا لغفور شکور (5) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ اے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو نیکی کرو گے وہ قیامت کے دن وزن کی جائے گی مگر اسی بات کی گواہی کہ لا الہ الا اللّٰہ اس کے لئے ترازو نہیں رکھی جائے گی اس لئے کہ اگر یہ کلمہ اس شخص کے پلے میں رکھا جائے گا جس نے اس کو صدق دل سے کہا ہو اور ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ان کے درمیان کی چیزیں دوسرے پلے میں رکھی جائیں گی تو ان سب سے لا الہ الا اللّٰہ ہی جھکتا رہے۔ (6) فرمایا کہ اگر صدق دل سے لا الہ الا اللّٰہ کہنے والا بقدر زمین کے گناہ لائے گا تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف کردے گا۔(7) فرمایا اے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو شخص مرنے کو ہو اس کو لا الہ الا اللّٰہ کی شہادت تلقین کرو کہ وہ گناہوں کو ڈھا دیتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ مرنے والوں کے لئے ہے زندوں کے لئے کیا ہے۔ فرمایا کہ ان کے حق میں زیادہ تر ڈھاتی ہے۔ (8) فرمایا من قال لا الہ الا اللّٰہ مخلصا دخل الجنۃ ترجمہ۔ جس نے مخلصانہ طور پر لاالہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہوگیا۔

تم سب جنت میں جاؤ گے مگر جو شخص بانکار پیش آئے اور اللہ تعالیٰ کا یوں تابعدار ہو جیسے اونٹ اپنے مالک کا تابعدار ہوتا ہے صحابہ نے عرض کی یارسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ سے بانکار کون پیش آتا ہے۔ فرمایا جو لا الہ الا اللہ نہ کہے پس لا الہ الا اللہ کہنے کی کثرت کرو قبل اس کے کہ تم میں اور اس کلمہ میں آڑ کردی جائے کیونکہ یہ کلمہ توحید اور کلمہ اخلاق اور کلمہ تقویٰ اور کلمہ طیبہ اور دعوت الحق اور عروۂ وثقیٰ ہے اور جنت کا دام بھی وہی ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ھَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ اِلَّا الۡاِحۡسَانُ (الرحمٰن 60) ترجمہ۔ نیکی کا بدلہ کیا ہے مگر نیکی۔(کنزالایمان)

فائدہ : اس آیت میں کہا گیا ہے کہ دنیا میں تو احسان لا الہ الا اللہ کا کہنا ہے اور آخرت میں جنت ہے اسی طرح للذین احسنوا الحسنی وزیادۃ ترجمہ۔ اور بھلائی والوں کے لئے بھلائی ہے اور اس سے بھی زائد۔ زیادہ کہا گیا ہے' حضرت براء بن عازب سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی دس بار کہے لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شی قدیر۔ اسے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہوگا۔ (10) عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایک دن میں دو سو دفعہ کہے لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد

وھو علی کل شی قدیر۔ اس سے نہ تو وہ سبقت لے جائے گا جو اس سے پہلے تھا اور نہ اس کو وہ پائے گا جو اسکے بعد ہو گا مگر جو کوئی اس کے عمل سے افضل کرے گا وہ البتہ اس سے سبقت لے جائے گا۔ (11) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص بازار میں کہے لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شی قدیر۔ اس کے لئے دس لاکھ نیکیاں لکھی جائیں گی اور دس لاکھ برائیاں دور ہوں گی اور اس کے لئے ایک مکان جنت میں بنایا جائے گا۔ (12) مروی ہے کہ بندہ جب لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو یہ کلمہ اس کے نامہ اعمال کی طرف آتا ہے تو جس خطا پر گزرتا ہے اس کو مٹاتا جاتا ہے یہاں تک کہ جب کوئی اپنی نیکی دیکھتا ہے تو اس کے پہلو میں بیٹھ جاتا ہے۔ (13)حدیث صحیح میں حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصاری سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی کہے لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شی قدیر۔ تو ایسا ہے کہ جیسے چار غلام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے آزاد کئے۔ (14) حدیث صحیح میں حضرت عبادہ بن الصامت سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی رات کو جاگے پھر کہے لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شی قدیر سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم پھر کہے الٰہی مجھے بخش دے تو اس کی مغفرت ہو جائے گی یا دعا مانگے گا تو قبول ہوگی اگر وضو کرکے نماز پڑھے گا تو اس کی نماز قبول ہوگی۔

فضائل سبحان اللہ الحمدللہ و دیگر اذکار : (1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی ہر نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ الحمدللہ اور تینتیس بار اللہ اکبر اور سو پورا کرنے کو لا الہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شی قدیر۔ کہے تو اس کے گناہ بخشے جائیں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔ (2) جو شخص دن میں سو بار سبحان اللہ والحمدللہ کہے اسکے گناہ دور ہو جائیں گے۔ گو سمندر کے جھاگ جیسے ہوں۔ (3) مروی ہے کہ ایک شخص حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کہ مجھ سے دنیا نے پیٹھ پھیرلی اور میں تنگ دست ہوگیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تو فرشتوں کی نماز اور خلق کی تسبیح کیوں نہیں پڑھتا اس سے تو لوگوں کو روزی ملتی ہے' اس نے عرض کیا کہ وہ کیا ہے' آپ نے فرمایا کہ صبح صادق کے طلوع سے فجر کی نماز پڑھنے تک کے اندر سو بار سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم استغفر واللّٰہ پڑھ لیا کر' دنیا تیرے پاس خوار و ذلیل ہوکر آئے گی اور اللہ تعالیٰ ہر کلمہ سے اس دعا کے ایک فرشتہ پیدا کرے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ مانگ تجھے ملے گا۔ (5) رفاعہ زرقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے' جب آپ نے رکوع سے سر اٹھا کر سمیع اللّٰہ لمن حمدہ کہا تو ایک شخص نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے سے کہا ربنا لک الحمد حمداً کثیراً طیبًا مبارکا فیہ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو کہا کہ کون بولا تھا' اس شخص نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے کچھ اوپر تیس فرشتوں کو دیکھا کہ اس کلام کی طرف جھپٹتے تھے کہ اس کو کون پہلے لکھے۔ (6) فرمایا کہ

باقیات الصالحات یہ ہیں لا الہ الا اللّٰہ وسبحان اللّٰہ واللّٰہ اکبر والحمد للّٰہ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ (7) فرمایا کہ اگر زمین پر کوئی شخص کہے لا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر و سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں' اسے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے۔ (8) نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے جلال اور تسبیح اور تہلیل اور تحمید کا ذکر کرتے ہیں تو یہ کلمات عرش کے گرد پھرتے ہیں اور شہد کی مکھی کا سا بھنبھناہٹ ہوتا ہے کہ پڑھنے والے کا ذکر پروردگار کے پاس کرتے ہیں۔ کیا تم میں سے کسی کو اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ ہمیشہ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے پاس ہوتا رہے۔ (9) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم نے فرمایا کہ اگر میں سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر کہوں تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے جس پر سورج نکلتا ہے' یعنی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے ایک روایت میں سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر زیادہ ہے۔ اور فرمایا کہ یہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (10) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ گفتار یہ چار کلمات ہیں (1) سبحان اللّٰہ (2) والحمدللّٰہ (3) ولا الہ الا اللّٰہ (4) واللّٰہ اکبر کہے ان سے جس کلمہ کو پڑھے کوئی حرج نہیں اس روایت کو سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے (11) ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم فرمایا کرتے کہ طہارت نصف ایمان ہے اور الحمدللہ کہنا میزان بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ واللہ اکبر آسمان و زمین کے درمیان کو بھر دیتے ہیں اور نماز نور ہے اور خیرات کرنا برہان ہے اور صبر روشنی ہے اور قرآن تیرے نفع یا نقصان کے لئے حجت ہے تمام انسان صبح کو اٹھ کر یا تو اپنے نفس کو بیچ دیتے ہیں پھر اس کو ہلاک کر دیتے ہیں یا اپنے نفس کو خریدتے ہیں اور اس کو آزاد کرتے ہیں (12) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم نے فرمایا کہ دو کلمے زبان پر ہلکے اور میزان میں بھاری اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہیں سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم (13) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم کی خدمت میں عرض کی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا کلام محبوب تر ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم نے فرمایا کہ جو کلام اس نے فرشتوں کے لئے منتخب فرمایا ہے یعنی سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم (14) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کلام میں ان کلام کو منتخب فرمایا ہے سبحان اللّٰہ والحمدللّٰہ ولا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر پس جب بندہ سبحان اللہ کہتا ہے تو اس کے لئے بیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور بیس برائیاں اس سے دور کی جاتی ہیں اور جب اللہ اکبر کہتا ہے تب بھی اسی طرح ہوتا ہے اور آخر تک کلمات کو ذکر فرمایا کہ ہر ایک کے کہنے میں ایسا ہی حال ہے (15) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم نے فرمایا کہ جو کوئی سبحان اللہ وبحمدہ کہے' اس کے لئے ایک درخت جنت میں لگایا جائے گا۔ (16) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فقرا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم

کی خدمت میں عرض کی کہ دولت مند ثواب لے گئے وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں وہ روزہ رکھتے ہیں جیسے ہم رکھتے ہیں وہ اپنے بچے ہوئے اموال سے خیرات کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کیا تمہارے لئے کوئی چیز نہیں بنائی جس سے تم صدقہ کرو' تمہارے لئے سبحان اللہ کہنا صدقہ اور الحمدللہ کہنا صدقہ ہے' ہر تہلیل صدقہ اور ہر ایک تکبیر صدقہ ہے' اچھی بات کے لئے امر کرنا صدقہ ہے' بری بات سے منع کرنا صدقہ ہے تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ دے تو یہ بھی اس کے حق میں صدقہ ہے اور تمہارے لئے اپنی بیوی سے ہم بستر ہونے میں صدقہ ہے انہوں نے عرض کی یارسول اللہ اپنی شہوت کے پورا کرنے بھی ثواب ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بتاؤ اگر شہوت کو حرام میں صرف کرتا تو گناہ ہوتا ہے یا نہیں عرض کی بے شک گناہ ہوتا' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی طرح اگر حلال میں صرف کرے گا تو ثواب ہو گا۔ (17) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مالدار ثواب میں ہم سے بڑھ گئے کہ جو ہم کہتے ہیں اس کو وہ بھی کہتے ہیں اور وہ خرچ کرتے ہیں اور ہم نہیں کرتے' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تجھے ایسا عمل نہ بتادوں عہ جب تو اس کو کرے تو جو تجھ سے اسے پالے اور جو تیرے بعد ہو اس پر فائق ہو بجز اس شخص کے کہ تیرے موافق کہے' وہ یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد 33 بار سبحان اللہ اور اسی قدر الحمدللہ اور چونتیس بار اللہ اکبر کہہ لیا کر۔(18) بسرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عورتو اپنے اوپر سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ اور سبوح قدوس کہنا لازم کرلو' اس سے غفلت نہ کرو عدد کا شمار انگلیوں گرہوں سے کیا کرو کہ انگلیوں کی پوریں قیامت کے دن شہادت دیں گی۔ (19) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ سبحان اللہ کہنے کو شمار کرتے جاتے تھے (20) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہادت دی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب کہتا ہے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ سچ کہتا ہے کہ کوئی معبود میرے سوا نہیں اور میں سب سے زیادہ بڑا ہوں' اور جب بندہ کہتا ہے لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ الا اللّٰہ ولا حول قوۃ الا باللّٰہ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہ درست کہتا ہے۔ گناہ سے بچنے کی طاقت اور طاعت کے لئے قوت بجز میرے اور کسی طرح نہیں' اور جو شخص ان کلمات کو مرنے کے وقت کہے تو اس کو دوزخ کی آگ نہ لگے گی (21) مصعب بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے یہ نہیں ہو سکتا کہ ہر روز ایک ہزار نیکیاں کما لیا کرے لوگوں نے عرض کی کہ کیسے ہو' آپ نے فرمایا کہ سو بار سبحان اللہ کہہ لیا کرے اس کے لئے ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی اور ہزار برائیاں اس سے دور کی جائیں گی (22) فرمایا اے عبداللہ بن قیس حضرت ابو موسیٰ کو خطاب فرما کہ کیا میں تجھے جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ بتلا دوں عرض کی ارشاد فرمایئے کہو لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ (23) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا حول ولا قوۃ الا

باللّٰہ کا کہنا جنت کے خزانوں میں سے عرش کے نیچے کا ایک عمل ہے جب بندہ اسے کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ اسلام لایااور فرمانبردار ہوا (24) فرمایا کہ جو شخص صبح کو کہہ لیا کرے رضیت باللّٰہ ربا وبالا سلام دینا و بمحمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم نبیا ورسولا تو ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن راضی کر دے (25) ایک روایت میں ہے کہ کوئی اس دعا کو پڑھا کرے اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوتا ہے۔ (25) مجاہد فرماتے ہیں کہ جب آدمی اپنے گھر سے بسم اللہ کہہ کر نکلتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تو ہدایت کیا گیا اور جب کہتا توکلت علی اللّٰہ تو فرشتہ کہتا ہے کہ تو کفایت کیا گیا اور جب کہتا ہے لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ تو فرشتہ کہتا ہے کہ تو حفاظت کیا گیا' پھر اس سے شیطان علیحدہ ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس پر تمہارا بس نہ چلے گا کہ یہ ہدایت اور کفایت اور حفاظت میں داخل ہوا۔

سوال : کیا وجہ ہے کہ ذکر الٰہی باوجود زبان پر ہلکا ہونے اور تھوڑی مشقت کے تمام عبادت کی بہ نسبت مفید تر اور افضل ہوگیا حالانکہ دیگر عبادات میں محنت بہت ہوتی ہے؟

جواب : اس امر کی تحقیق تو علم مکاشفہ کے بغیر اور جگہ زیبا نہیں مگر جس قدر کا ذکر کرنا علم معاملہ میں موزوں ہے وہ یہ ہے کہ ذکر سے تاثیر اور نفع ہوا کرتا ہے وہ حضور دل کے ساتھ ہمیشہ ذکر کرنا ہے اور زبان سے ذکر کرنا اور دل کا غافل ہونا نافع نہیں۔ حضرت مولانا رومی قدس سرہ نے فرمایا *

اینچنیں ذکر کے کند اثر ❀ بر زبان دردل گاؤ خر

ایسا ذکر کب اثر کرے گا جب کہ زبان اللہ اللہ لیکن دل میں گاؤ خر کا تصور ہو

زبان در ذکر و دل در فکر خانہ ❀ چہ حاصل زین نماز پنج گانہ

ترجمہ۔ زبان پر ذکر اور دل فکر خانہ میں مبتلا ہو تو ایسی پنج گانہ کا کیافائدہ۔ اور یہی احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے اور کسی لحظہ میں ذکر دل کا حاضر ہونا اور پھر دنیا میں مشغول ہو کر اللہ تعالیٰ سے غافل ہونا بھی مفید نہیں بلکہ حضور دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہمیشہ یا اکثر اوقات ہے۔ تمام عبادات پر مقدم ہے بلکہ اسی سے عبادتوں پر شرف ہے اور وہی عملی عبادتوں کی علت نمائی ہے اور اس کی انتہا یہ ہے کہ انس و محبت اس کے مطابق ہو جائیں اور انہیں کی وجہ سے فکر سرزد ہو اور مطلوب بھی یہی انس و محبت ہوتی ہے جو باعث ذکر ہو کیونکہ ابتدائے حال میں کبھی تکلیف اپنے دل اور زبان وسوسوں سے روک کر اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف کرتا ہے اور اگر بتوفیق الٰہی اس پر مداومت کرتا ہے تو اس سے مانوس ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں مذکور کی محبت جمتی ہے اور اس سے تعجب نہیں کرنا چاہئے کیونکہ یہ امر تو عادت میں بھی مشاہدہ ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کے سامنے ایک غائب کا ذکر کرو اور اس کی خصلتیں بار بار سناؤ تو وہ اس سے محبت کرے گا بلکہ کبھی صفت اور کثرت ذکر ہی سے عاشق ہو جاتا ہے تو انجام کو کثرت ذکر پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اس سے صبر نہیں کرسکتا کیونکہ قاعدہ ہے کہ جو شخص کسی چیز سے محبت رکھتا ہے اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے

اور جو شخص کسی چیز کا ذکر بہت کرتا ہے گو تکلیف سے ہو' وہ اسی شے کو محبوب جانتا ہے' اسی طرح ذکر الٰہی اول میں تکلیف کے ساتھ بھی اس امر کا ثمرہ دیتا ہے کہ مذکور کے ساتھ یعنی اللہ تعالیٰ سے آدمی کو انس و محبت ہو جائے اور انجام تو یوں ہوتا ہے کہ اس سے صبر نہیں کر سکتا' تو جو چیز اول میں موجب تکلیف تھی وہ موجب محبت ہو جاتی ہے اور جو ثمر تھی وہ علت ٹھہرتی ہے یہی معنی ہے اس قول کے جو بعض اکابر سے مروی ہے کہ میں نے بیس برس قرآن پر محنت اٹھائی پھر بیس برس کے بعد دولت ملتی اور یہ دولت بجز انس و محبت کے اور کسی چیز سے صادر نہیں ہوتی اور انس و محبت جبھی حاصل ہوتی ہے کہ بہت مدت تک تکلیف و مشقت اٹھائی جائے یہاں تک کہ تکلیف کا امر طبعی ہو جائے اور اسے بعید نہ جانو کہ دیکھتے ہی ہو کہ انسان بعض اوقات کسی چیز کے تکلف کرتا ہے اور اول بدمزگی کے باعث اس کو برا جانتا ہے اور زبردستی نگلتا ہے مگر اس پر مداومت کرنے سے وہ اس کی طبیعت کے موافق ہو جاتی ہے یہاں تک کہ پھر اس سے صبر نہیں کرتا غرضیکہ آدمی کا نفس متحمل ہوتا ہے جس طرح کی عادت ڈالو ویسا ہی عادی ہو جاتا ہے اور جو چیز اس سے تکلیف کراؤ یعنی خیر کا عادی بناؤ وہ اس کے لئے طبیعت ہو جاتی ہے پھر جب اللہ تعالیٰ کے ذکر سے انس حاصل ہو جاتا ہے تو وہ اس کے ماسوا سے منقطع ہو جاتا ہے اس کے سوا بھی وہ چیزیں ہیں کہ مرنے کے وقت ان سے جدا ہو جائیں گی مثلاً گھر والے اور مال اور اولاد اور حکومت قبر میں کوئی ساتھ نہ ہوگی بجز ذکر الٰہی کے کچھ ساتھ نہ رہے گا۔ جو ذکر الٰہی سے انس رکھتا ہوگا تب تو ان اشیاء سے منقطع ہوگا اور جو تعلقات ذکر سے روکتے تھے ان کے دفع ہونے سے لذت پائے گا کیونکہ دنیا کی زندگی میں ضرورتیں ذکر اللہ سے روکتی ہیں اور موت کے بعد کوئی مانع نہ رہے گا تو اس وقت اس میں اور اس کے محبوب میں تخلیہ کردیا جائے گا۔ اس صورت میں اس کا حال بہت بہتر ہوگا اور اس قیدخانہ سے چھوٹ جائے گا جس میں اپنے انس کی چیز سے رکا ہوا تھا۔ اسی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روح القدس نے میرے دل میں ڈال دیا ہے کہ تم جس چیز کو چاہو' محبوب کرلو' مگر اس کو تمھیں چھوڑنا پڑے گا۔ اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو دنیا کے متعلق ہوں اس لئے کہ مرنے سے آدمی کے حق میں یہی چیزیں جاتی رہتی ہیں کہ جتنی چیزیں زمین پر ہیں سب فانی ہیں' صرف ذات پاک پروردگار کی باقی ہے اور دنیا کا اس کے حق میں موت کے باعث فنا ہونا اس وقت تک رہے گا کہ وہ شخص مدت مکتوب کے پورا ہونے پر واقع میں فنا ہو جائے اور اس انس سے بندہ اپنی موت کے بعد لذت پاتا رہے گا' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے جوار میں نازل ہوکر ذکر سے بقا کی طرف ترقی کر جائے اور یہ اجر قبروں میں سے اٹھنے اور سینوں کے اندر کی باتیں معلوم ہونے کے بعد ہوگا اور اس دلیل سے کہ مرنا عدم ہے اس کے ساتھ ذکر کیسے رہ سکتا ہے' موت کے بعد ذکر الٰہی کے ساتھ رہنے سے انکار نہ کرنا چاہئے کیونکہ مرنے سے آدمی ایسا معدوم نہیں ہوتا کہ ذکر کا مانع ہو بلکہ اس کا معدوم ہونا صرف دنیا اور عالم ظاہری سے ہے عالم ملکوت سے معدوم نہیں ہوتا' چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس قول میں کہ ان القبر اما حفرة من النار اوروضة من ریاض الجنة قبر یا ایک گڑھا ہے دوزخ کے گڑھوں میں سے یا گلزار ہے جنت کے گلزاروں میں سے۔ اور اس حدیث میں ارواح الشہداء فی حواصل طیور خضر شہیدوں کی

روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں رہتی ہیں۔ اسی طرف اشارہ ہے جو ہم نے ذکر کیا اور اس ارشاد میں بھی اشارہ ہے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے مشرک مقتولوں کو ہر ایک کا نام لے کر فرمایا کہ اے فلاں اے فلاں جو کچھ تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا اسے تم نے سچ پایا نہیں مجھ سے تو جو کچھ میرے پروردگار نے وعدہ کیا تھا اسے میں نے سچا پایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سن کر عرض کیا یارسول اللہ وہ کیسے سنیں اور کیونکر جواب دیں وہ تو مر گئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم میرے کلام کو ان سے زیادہ نہیں سنتے مگر یہی فرق ہے کہ ان کو جواب دینے کی قدرت نہیں یہ روایت حدیث صحیح میں ہے۔

فائدہ: یہ ارشاد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مشرکین کے بارے میں ہے اور ایمانداروں کے لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ ان کی روحیں سبز جانوروں کے پوٹوں میں عرش کے نیچے لٹکتی ہیں اور یہ حالت جو کیفیت کہ ان الفاظ سے پائی جاتی ہے ذکر الٰہی کے مخاطب نہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ترجمہ۔ اور تو نہ سمجھ جو لوگ مارے گئے اللہ کی راہ میں مرے بلکہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزی پاتے ہیں خوشی کرتے ہیں اس پر جو دیا ان کو اللہ نے اپنے فضل سے اور خوش وقت ہوتے ہیں ان کی طرف سے جو ابھی نہیں ان میں سے پیچھے اس واسطے نہ ڈر ہے ان پر نہ ان کو غم اور ذکر الٰہی کے شرف کی وجہ سے رتبہ شہادت بڑا ٹھہرایا اس لئے کہ مقصود خاتمہ ہے اور ہماری غرض خاتمہ سے دنیا کا رخصت ہونا اور اللہ کے سامنے ایسے حال میں حاضر ہونا کہ دل اللہ تعالیٰ میں ڈوبا ہو اور اس کے سوا سے منقطع ہو، پس اگر کوئی بندہ اس بات پر قادر ہو کہ اپنی ہمت کو اللہ تعالیٰ میں مستغرق کر دے تو اس سے اس حالت پر مرنا بجز صفت جنگ کے اور طرح پر نہ ہو سکے گا کیونکہ صفت جنگ میں اپنی جان اور مال اور اولاد بلکہ تمام دنیا سے طمع باقی رہتی ہے اس لئے کہ ان چیزوں کو زندگی کے لئے چاہا کرتا ہے اور جب محبت الٰہی اور اس کی رضا جوئی میں اس کے دل پر زندگی بے قدر ہوگئی تو ان چیزوں کی بھی قدر نہ رہے گی۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے لئے ہو رہنے کی اور کوئی صورت نہیں اسی سبب سے شہادت کا معاملہ بہت بڑا ٹھہرا اور اس کے فضائل بے شمار وارد ہوئے، مثلاً جب احد کی لڑائی میں حضرت عبداللہ بن عمرو انصاری شہید ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لڑکے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تجھے ایک بشارت دیتا ہوں، انہوں نے عرض کیا کہ بشر اللہ تعالیٰ آپ کو خیر کی بشارت دے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کو زندہ کر کے اپنے سامنے بٹھلایا اس طرح کہ اس میں اور اللہ تعالیٰ میں کوئی پردہ نہ تھا۔ پھر فرمایا کہ اے میرے بندے جو کچھ چاہے مجھ سے تمنا کر میں تجھے دوں گا۔ تیرے باپ نے کہا

کہ الٰہی میری تمنا ہے کہ مجھے دنیا میں دوبارہ بھیج دے تاکہ میں تیری راہ میں اور تیرے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت میں پھر سے مارا جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے متعلق تو میرا حکم پہلے ہو چکا ہے کہ لوگ دنیا میں پلٹ کر نہ جائیں۔ پھر قتل اس جیسی حالت پر مرنے کا باعث ہے کیونکہ اگر مارا نہ جائے اور مدت تک زندہ رہے تو کیا عجب ہے کہ دنیا کی شہوات اس کی طرف لوٹ آئیں اور اس کے دل پر جو ذکر الٰہی کا غلبہ ہے اس پر غالب ہو جائیں اور جہت اسی وجہ سے اہل معرفت خاتمہ کے معاملہ سے بہت خوف کرتے رہتے ہیں کیونکہ دل پر چند ذکرالٰہی کو لازم رکھتا ہو مگر تاہم بدلتا رہتا ہے اور کچھ نہ کچھ التفات دنیا کی شہوات کی طرف رکھتا ہے اور قصور اور سستی عارضی سے خالی نہیں رہتا' پس اگر معاذاللہ آخر حال میں اس کے دل میں دنیا کا معاملہ چھا جائے اور دنیا سے اسی حالت میں کوچ کر جائے تو قریب قیاس یہی ہے کہ اسی معاملہ کا غلبہ اس کے دل پر باقی رہے اور مرنے کے بعد اس کا مشتاق ہوکر دنیا میں پھر سے آنے کی تمنا کرے اور یہ تمنا اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ آخرت کا بہرہ کم ہوتا ہے کیونکہ آدمی کی موت اس حال پر ہوتی ہے جس پر زندگی کرتا ہے اور حشر اس پر ہوتا ہے جس پر مرتا ہے اس صورت میں اس خطرہ سے زیادہ بچاؤ کی صورت شہادت کا خاتمہ ہے بشرطیکہ شہید کی غرض مال کا اصل کرنا یا بہادری میں مشہور ہو جانا وغیرہ نہ ہو جن کا ذکر حدیث میں ہے کہ ایسے شہید دوزخ میں جائیں گے بلکہ اللہ کی محبت اور اس کا بول بالا ہونے کا ارادہ ہو اور یہی حالت ہے جو اس آیت میں مذکور ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبۃ ۱۱۱) ترجمہ۔ اللہ نے خرید لیا ہے مسلمانوں کی جانوں اور اموال کو جنت کے بدلے ایسا شخص دنیا کو آخرت کے عوض میں بیچتا ہے۔ اور شہید کا حال کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی مراد کے موافق ہے اس لئے کہ اس کا مقصود بجز اللہ تعالیٰ کے اور کچھ نہیں اور ہر ایک مقصود معبود ہوتا ہے اور ہر معبود الٰہ ہے تو شہید اپنی زبان حال سے لا الہ الا اللہ کہتا ہے کہ اس کے سوا اس کا معبود نہیں اور جو شخص کہ یہ کلمہ اپنی زبان سے کہے اور اس کا حال اس کلمہ کے موافق نہ ہو تو اس کا معاملہ مشیت ایزدی میں ہے اور اس کے حق میں خطرہ سے خالی نہیں' اور بوجہ مذکورہ سابقہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لا الہ الا اللہ کے کہنے کو تمام اذکار پر فضیلت دی ہے اور بعض جگہ تو مطلق کہنے کو ذکر کیا ہے تاکہ لوگوں کو ترغیب ہو پھر بعض جگہ صدق اور اخلاص کو اضافہ کرکے ارشاد فرمایا من قال لا الہ الا اللّٰہ مخلصا ترجمہ جس نے کہا لا الہ الا اللہ اخلاص کے ساتھ۔ یہ معنی ہے کہ حال بموجب قول زبانی کے ہو ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمارا خاتمہ ان لوگوں میں سے کر دے جو حال اور قال اور ظاہر و باطن میں لا الہ الا اللہ والے ہوں تاکہ ہم دنیا کو یوں چھوڑیں کہ اس کی طرف ذرا دھیان نہ ہو' بلکہ اس سے تقرب ہو اور اللہ تعالیٰ کی لقاء کے خواہاں ہو کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کی لقاء کو چاہتا ہے اللہ اس کی لقاء چاہتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ملنا برا جانتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی صورت دیکھنا برا جانتا ہے یہ ذکر کے معانی کے وہ اشارات ہیں کہ ان سے زیادہ علم معاملہ میں بیان نہیں ہو سکتا۔

فصل 2

دعا و استغفار اور درود و سلام

دعاء کے فضائل و آداب : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ (البقرۃ ۱۸۶) ترجمہ۔ اور جب تجھ سے پوچھیں میرے بندے میرے متعلق تو نزدیک ہوں پہنچتا ہوں پکارنے والے کو جس وقت مجھ پکارتا ہے پس چاہئے کہ حکم مانیں میرا۔ اور فرمایا اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ (الاعراف ۵۵) ترجمہ: پکار رب کو گڑگڑاتے اور چپکے اور اللہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور فرمایا قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (بنی اسرائیل ۱۱۰) ترجمہ۔ اللہ کو پکارو یا رحمان کو جو اس کو پکارو گے سو اسی کے ہیں نام خاصے اور فرمایا قال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سید خلون جھنم واخرین ترجمہ اور کہتا ہے رب تمہارا مجھ کو پکارو کہ پہنچوں تمہاری پکار کو' بے شک جو لوگ بڑائی کرتے ہیں میری عبادت سے' اب داخل ہوں گے دوزخ میں ذلیل ہوکر۔ اور احادیث اس کے فضل میں یہ ہیں کہ نعمان بن بشیر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الدعاء ھوالعبادۃ ترجمہ۔ دعا مانگنا عبادت ہے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ادعونی استجب لکم کو آخر آیت تک پڑھا اور ایک میں ارشاد ہے الدعا مخ العبادۃ دعا عبادت کا مغز ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا کوئی چیز اللہ کے نزدیک دعا سے بزرگ تر نہیں اور فرمایا کہ بندہ دعا سے ایک نہ ایک تین باتوں میں سے جانے دیتا یا تو اس کا گناہ بخشا جاتا ہے یا کوئی بہتری سردست مل جاتی ہے یا کوئی چیز اس کے لئے ذخیرہ کر دی جاتی ہے اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نیکی کرنے کے ساتھ دعا اس قدر کافی ہے جیسے کھانے کے ساتھ نمک کی مقدار ہے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کی درخواست کرو کہ اس کو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اس سے کوئی مانگے اور بہترین عبادت کشادگی کا منتظر رہنا ہے اور دعا کے آداب۔

دعا کے آداب دس ہیں : ادب ۱ ـــــ دعا کے لئے اوقات کا منتظر ہے جیسے سال میں عرفہ کا دن اور مہینوں میں رمضان کا مہینہ اور ہفتہ میں جمعہ اور رات کی ساعات میں سحر کا وقت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وبالا سحارھم یستغفرون اور صبح کے وقتوں میں وہ معافی مانگتے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر

شب میں جب تہائی پچھلی رات رہتی ہے آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے کہ کوئی ہے مجھ سے دعا مانگے میں قبول کروں کوئی ہے مجھ سے مانگے تو میں اسے دوں' کوئی ہے مجھ سے مغفرت کا خواہاں میں اسے بخش دوں۔

حکایت : حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد سے کہا سوف استغفرلکم ربی میں تمہارے لئے اپنے رب سے عنقریب درخواست مغفرت کروں گا تو اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ سحر کے وقت دعا کریں گے چنانچہ آپ پچھلے تڑکے اٹھے اور دعا مانگی اور ان کی اولاد ان کے پیچھے آمین کہتی جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو وحی بھیجی کہ میں نے ان کا قصور معاف کیا اور ان کو پیغمبر بنا دیا۔

ادب 2 : عمدہ حالات کو غنیمت جانے (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب راہ اللہ میں فوجیں دشمنوں سے لڑاتی ہیں اور بارش برسنے کے وقت اور فرض نماز کے لئے تکبیر کے وقت آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں' پس ان وقتوں میں دعا مانگنا غنیمت جانو۔ (2) حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نمازیں بہترین ساعات میں مقرر ہوئی ہیں تو ان کے بعد دعا مانگنا اپنے اوپر لازم کرلو۔ (3) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اذان اور تکبیر کے درمیان دعا رد نہیں ہوتی۔ (4) فرمایا روزہ دار کی دعا رد نہیں ہوتی۔

فائدہ : اوقات کے بہتر ہونے سے حالات بھی بہتر ہوتے ہیں مثلاً سحر کا وقت دل کی صفائی اور اخلاص اور تشویش میں ڈالنے والی چیزوں سے خالی ہونے کا وقت ہے اور عرفہ اور جمعہ کا دن ہمتوں کے جمع ہونے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اتارنے کے لئے دلوں کے متفق ہونے کا وقت ہے اور وقتوں کی عمدگی کا ایک سبب یہ ہے کہ حالات اس سے عمدہ ہوتے ہیں باقی اسرار جو اس میں ہیں ان پر انسان کو واقفیت نہیں اور سجدہ کی حالت بھی دعا کے قبول ہونے کے مناسب ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام حالتوں سے زیادہ بندہ اپنے رب سے قریب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے' پس سجدہ میں دعا کی کثرت کرو۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے قرآن کا پڑھنا حالت رکوع اور سجدہ میں منع کر دیا گیا پس رکوع میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم کیا کرو اور سجدہ میں دعا کے لئے خوب کوشش کرو کہ یہ حالت اس کے شایان ہے کہ تمہاری دعا قبول ہو۔

ادب 3 : دعا قبلہ رخ ہو کر مانگے' اور اپنے ہاتھ اتنے اونچے کرے کہ بغلوں کی سفیدی معلوم ہونے لگے۔ (1) جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرفہ کے موقف میں تشریف لائے اور قبلہ رخ ہوکر دعا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آفتاب ڈوب گیا۔ (2) سلمان فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا رب حیا والا کریم ہے۔ جب بندہ اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ حیا کرتا ہے اس سے کہ وہ ان کو خالی پھیر دے۔ (3) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا میں اپنے ہاتھ اتنے اٹھاتے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی معلوم ہونے لگتی

اور دعا میں اپنی دونوں انگلیوں سے اشارہ نہ کرتے۔ (4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک شخص پر گزرے کہ وہ دعا مانگتا تھا اور اپنی دونوں شہادت کی انگلیوں سے کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک انگلی پر اکتفا کر۔ (5) حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ان ہاتھوں کو دعا کے لئے اٹھاؤں پہلے اس سے کہ زنجیروں میں جکڑے جائیں' پھر دعا کے آخر میں چاہئے کہ دونوں ہاتھوں کو اپنے منہ پر پھیرے۔ (6) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب اپنے ہاتھوں کو دعا میں پھیلاتے تو ان کو نہ ہٹاتے جب تک کہ اپنے چہرہ مبارک پر نہ پھیر لیتے۔ (7) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دعا مانگتے تھے تو دونوں ہتھیلیاں ملا لیتے اور ان کا اندر کا رخ اپنے منہ کی طرف کو رکھتے' یہ صورت ہاتھوں کی ہوئی اور چاہئے کہ دعا میں اپنی نگاہ آسمان کی طرف کو نہ کرے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چاہئے کہ لوگ اپنی نگاہیں دعا کے اندر آسمان کی طرف اٹھانے سے باز رہیں ورنہ ان کی نگاہیں اچک لی جائیں گی۔

ادب 4 : آواز کا پست کرنا اور آہستہ جہر سے پڑھنے کے درمیان کیونکہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے' جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچ گئے تو آپ نے تکبیر کہی اور لوگوں نے بھی اللہ اکبر کہا اور آواز خوب بلند کی پس' حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں جس شخص کو تم پکارتے ہو' وہ بہرا ہے نہ غائب بلکہ وہ تمہارے اور تمہاری سواریوں کی گردنوں کے درمیان ہے۔ حضرت عائشہ نے ولا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا (الکھف ۱۱۰) ترجمہ۔ اور تو نہ پکار اپنی نماز میں نہ چپکے پڑھ۔ میں فرمایا ہے کہ اپنی دعا میں جہر و اخفا نہ کرو اور اللہ رب العزت نے اپنے نبی زکریا علیہ السلام کی اسی لئے تعریف فرمائی إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا (مریم) اور فرمایا ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ جب پکارتا ہے اپنے رب کو گڑگڑاتے اور چپکے اس کو خوش نہیں آتے اللہ سے بڑھنے والے۔

ادب 5 : دعا میں قافیہ کا تکلف نہ کرے اس لئے کہ دعا مانگنے کا حال تفرع اور انکسار کرنے والے کا سا ہونا چاہئے اور اس کو تکلف مناسب نہیں۔ (1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ عنقریب کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ دعا میں حد سے تجاوز کریں گے۔ (2) بعض لوگوں نے ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (الاعراف ۵۵) کی تفسیر میں فرمایا کہ معتدین کے معنی تکلف کرنے والے ہیں اور بہتر یہ ہے کہ دعوات ماثورہ کے سوا اور کچھ نہ مانگے اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ دعا مانگنے میں حد سے تجاوز کر جائے اور ایسی چیز مانگنے کے لئے جو مقتضائے مصلحت نہ ہو کہ ہر کوئی اچھی طرح دعا مانگنا بھی نہیں جانتا۔ (3) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث یا انہیں کا قول مروی ہے کہ علماء کی ضرورت جنت میں بھی ہوگی جس وقت کہ جنت والوں سے کہا جاوے گا کہ تمنا کرو تو یہ معلوم نہ ہوگا کہ تمنا کس طرح کریں یہاں تک کہ علماء سے سیکھ کر تمنا کریں گے۔ (4) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم نے فرمایا کہ دعا میں سجع سے دور رہو تم میں سے کسی کو یہی کہنا کافی ہے۔ اللھم انی اسئلک الجنۃ وما قرب الیھا من قول و عمل واعوذبک من النار وما قرب الیھا من قول و عمل ترجمہ۔ الٰہی میں تجھ سے جنت مانگتا ہوں اور جو قول اور عمل کہ اس کے قریب کر دیں ان کی درخواست کرتا ہوں اور دوزخ سے اور ان قول و عمل سے جو اس کے قریب کریں تیری پناہ پکڑتا ہوں۔ اور حدیث میں ہے کہ عنقریب کچھ لوگ ایسے آئیں گے کہ دعا اور طہارت میں حد سے تجاوز کریں گے۔ اور بعض اکابر سلف۔

حکایت : ایک بزرگ کا گزر ایک واعظ پر ہوا کہ وہ دعا میں قافیہ بندی کر رہا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ کے سامنے بلاغت جتاتے ہو' گواہ رہو کہ میں نے حبیب عجمی کو دعا مانگتے دیکھا ہے جن کی دعا کی برکت مشہور ہے وہ اپنی دعا میں اس سے زیادہ نہیں فرماتے۔ اللھم اجعلنا جیدین اللھم لا تفضحنا یوم القیامۃ اللھم و فقنا للخیر ترجمہ۔ الٰہی ہم کو خالص بے میل کر دے الٰہی ہم کو روز قیامت میں رسوا مت کرنا' الٰہی ہم کو خیر کی توفیق عنایت کر۔ اور لوگ ہر طرف سے آپکے پیچھے دعا مانگتے تھے۔

فائدہ : بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ ذلت اور عاجزی کی زبان سے دعا مانگو نہ فصاحت اور بلاغت کی زبان سے۔

فائدہ : علماء اور ابدل میں کوئی دعا میں سات جملوں سے زیادہ نہیں پڑھاتے تھے اور اس کا مشاہدہ سورہ بقر کا آخر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی دعا کسی جگہ اس سے زیادہ نہیں بتائی جتنی اس رکوع میں ہے۔

مسئلہ : قافیہ سے کلام کا تکلف سے کہنا مراد ہے کہ یہ امر انکسار اور ذلت کے مناسب نہیں اور مطلق قافیہ مراد نہیں اس لئے کہ جو دعائیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔ ان میں کلمات مقفی ہیں مگر وہ تکلف اور بناوٹ کے ساتھ نہیں آمد کے طور میں جیسے اس دعا میں اسئلک الامن یوم الوعید والجنۃ یوم الخلود مع المقربین الشھود والرکع السجو دالمرفین بالعھود انک رحیم ودود وانک ماترید اور اس کے سوا اور اس قسم کی دعائیں بے شمار ہیں۔

مسئلہ : چاہئے کہ جو دعائیں حدیث میں منقول ہوں انہی پر اکتفا کرے یا زبان تضرع اور خشوع سے بدوں قافیہ اور تکلف کے دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عاجزی ہی پسند ہے۔

ادب 6 : تضرع اور خشوع کرنا رغبت اور خوف رکھنا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انھم کانوا یسارعون فی الخیرات و یدعو ننا رغبا ورھبا ترجمہ۔ وہ لوگ دوڑتے تھے بھلائیوں پر اور پکارتے تھے ہم کو توقع سے اور ڈر سے۔ اور فرمایا اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو اس کو مبتلا کر دیتا ہے تاکہ اس کا تضرع اور عاجزی سنے۔

ادب 7 : دعا قطعی طور پر کرنے اور قبول ہونے کا یقین کرے اور اس میں سچی توقع کرے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی دعا مانگے تو چاہئے کہ یہ نہ کہے کہ الٰہی تو بخش دے اگر چاہے اور تو مجھ پر رحم کر اگر چاہئے بلکہ قطعی درخواست کرے کہ مجھے بخش دے اور رحم کر' کیونکہ اس پر کوئی زبردستی کرنے والا نہیں اور فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی دعا مانگے تو چاہئے کہ بہت رغبت کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز بڑی نہیں معلوم ہوتی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ایسی طرح دعا مانگو کہ تم کو قبول ہونے کا یقین ہو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ غافل دل کی دعا قبول نہیں فرماتا۔ ابو سفیان بن عینیہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ تم اپنے نفس کی خرابی سے واقف ہو کر دعا سے باز نہ رہو اور یہ خیال نہ کرو کہ ہم برے ہیں ہماری دعا قبول نہ ہوگی' اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تو مخلوق میں سب سے برے یعنی شیطان ملعون کی بھی دعا قبول فرمائی ہے چنانچہ قرآن میں موجود ہے قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ قَالَ فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ترجمہ۔ بولا اے رب تو مجھ کو ڈھیل دے اس دن تک مردے جیویں' فرمایا تو تجھ کو ڈھیل ہے۔

ادب 8 : دعا میں مبالغہ کرے یعنی عمدہ حالات میں اسکی مداومت کرے اور تین بار دعا کے الفاظ کہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دعا مانگتے تو تین بار مانگتے اور اگر سوال کرتے تو تین دفعہ کرتے۔

مسئلہ : چاہئے کہ دعا کے قبول ہونے میں یہ نہ سمجھے کہ دیر ہوگئی کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کسی کی دعا جب قبول ہوگی کہ جلدی نہ کرے اور نہ کہے کہ میں نے دعا مانگی اور قبول نہ ہوئی۔ اور جب دعا مانگو تو اللہ بہت چیز مانگو کہ تم کریم سے مانگتے ہو۔

حکایت : بعض کا قول ہے کہ میں بیس برس سے ایک حاجت طلب کرتا ہوں اور وہ قبول نہیں ہوتی اگر مجھے اس کے قبول ہونے کی توقع ہے وہ یہ کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ مجھے بے فائدہ چیز کے چھوڑنے کی توفیق عنایت کرے۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب کوئی تم میں سے اپنے پروردگار سے سوال کرے اور معلوم ہو کہ قبول ہوگیا تو کہے الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصلحت ترجمہ۔ شکر ہے اس خدا کا جس کی نعمت سے پوری ہوتی ہیں نیکیاں اور جس کے لئے قبول میں کچھ دیر ہو جائے تو کہے الحمد للہ علی کل حال ترجمہ۔ شکر ہے اللہ کا ہر حال پر۔

ادب 9 : دعا کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے شروع کرے' اول ہی سوال نہ کرنے لگے سلمہ بن الاکوع فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی نہیں سنا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا شروع کی ہو اور پہلے یہ کلمات نہ کہہ لئے ہوں سبحان ربی العلی الا علی الوہاب ترجمہ۔ پاک ہے میرا رب برتری دینے والا۔ ابو سفیان

دارانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگتا ہے تو اسے چاہئے کہ پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجے' پھر اپنی حاجت مانگے پھر خاتمہ درود شریف پر کردے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ دونوں درودوں کو قبول کرتا ہے تو وہ اس سے برتر ہے کہ درودوں کے بیچ کے مطلب کو چھوڑ دے حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگو تو ابتداء میرے اوپر درود پڑھنے سے کرو کہ اللہ تعالیٰ کا کام اس امر کا متقضی نہیں کہ اس سے کوئی دو حاجتیں مانگے تو ایک پوری کردے اور دوسری کو نہ کرے ابو طالب مکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے روایت کیا۔

ادب 10 : باطن سے متعلق اور قبول ہونے کے بارے میں اصل وہی ہے یعنی توبہ کرنا اور حقداروں کے حقوق پہنچا کر تمام ہمت سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنا کہ قبول کرنے میں سبب قریب یہی ہے۔

حکایت : کعب احبار فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں لوگوں میں ایک سخت قحط پڑا' حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ بارش طلب کرنے کے لئے میدان میں نکلے مگر بارش نہ ہوئی' پھر آپ تین دن باہر تشریف لے گئے پھر بھی بارش نہ ہوئی' اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ میں تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی دعا قبول نہ کروں گا کہ تم میں چغل خور ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ الٰہی وہ کون ہے ہمیں بتادے کہ ہم اسے اپنے درمیان سے نکال دیں' حکم ہوا کہ اے موسیٰ علیہ السلام چغلی سے میں منع کرتا ہوں میں خود ہی چغلی کا ارتکاب کروں۔ آپ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم سب چغلی سے توبہ کرو سب نے توبہ کی تو بارش ہوئی۔

حکایت : حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے کسی بادشاہ کے زمانہ میں قحط پڑا لو لوگوں نے بارش کی دعا مانگی بادشاہ نے یہ کہا یا تو اللہ تعالیٰ ہم پر بارش برسادے ورنہ ہم تجھے ستائیں گے' لوگوں نے کہا کہ تم اس کو کسی طرح ستا سکتے ہو۔ وہ تو آسمان میں ہے۔ اس نے کہا کہ میں اس کے اولیاء اور طاعت گزاروں کو مار ڈالوں گا۔ یہی اس کی ایذا کا باعث ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر بارش برسادی۔

حکایت : سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بار سات برس کی خشکی ہوئی یہاں تک کہ مردار اور لڑکوں کھا گئے اور پہاڑوں میں جا جا کر روتے اور تضرع کرتے تھے' پس اللہ تعالیٰ نے ان کے پیغمبروں پر وحی نازل کی کہ اگر بالفرض تم میری طرف اتنا چلو گے کہ تمہارے گھٹنے تک گھس جائیں اور تمہارے ہاتھ آسمان کے بادلوں کو لگ جائیں اور دعا کرتے کرتے زبانیں تھک جائیں' تب بھی میں کسی دعا مانگنے والے کی دعا قبول نہ کروں گا نہ کسی رونے والے پر ترس کروں گا جب تک کہ حقداروں کے حقوق نہ پہنچادو گے' جب سب اس امر کے مطابق کاربند ہوئے تو اسی دن بارش ہوگئی۔

حکایت : حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں قحط پڑا اور کئی بار بارش کے لئے باہر نکلے لیکن بارش

نہ ہوئی' ان کے پیغمبر علیہ السلام پر وحی ہوئی کہ ان سے کہہ دو کہ تم ناپاک بدنوں سے نکلتے ہو اور وہی ہاتھ میرے سامنے پھیلاتے ہو' جن سے بہت سے خون کئے اور اپنے پیٹوں کو حرام سے بھر رکھا ہے' اب میرا غصہ تم پر بہت زیادہ ہو گیا ہے اور دوری کے سوا تمہیں نہ ملے گا۔

حکایت : ابوالصدق ناجی کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک بار بارش کے لئے دعا کرنے کو نکلے' دیکھا تو ایک چیونٹی اپنی کمر کے بل پڑی اور پاؤں آسمان کی طرف کر کے کہہ رہی ہے کہ الٰہی ہم بھی تیری مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہیں اور ہمیں تیری روزی سے کسی طرح بے پروائی نہیں۔ ہمیں دوسروں کے گناہوں کے بدلے میں ہلاک نہ کر' حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ لوٹ چلو بارش تمہارے سوا دوسرے حیوانوں کی دعا سے ملے گی۔

حکایت : وزاعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ لوگ بارش کے لئے دعا کرنے کو نکلے' ان میں بلال بن سعید نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کہا اے گروہ حاضرین تمہیں اپنے خطاوار ہونے کا اقرار ہے یا نہیں انہوں نے کہا کہ بے شک اقرار ہے پھر بلال بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ الٰہی تو نے اپنی کتاب مجید میں فرمایا ہے مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ (التوبۃ) یعنی نیک کاروں پر کچھ الزام نہیں اور ہم تو اپنی برائی کا اقرار کر چکے ہیں' پس تیری مغفرت ہم جیسوں کے لئے ہے' الٰہی ہم پر مغفرت فرما اور ہم پر رحم کر بارش برسا' یہ کہہ کر اپنے ہاتھ اٹھا دیئے۔ لوگوں نے بھی ہاتھ اٹھائے تو بارش ہو گئی۔

حکایت : مالک بن دینار سے لوگوں نے کہا کہ آپ ہمارے لئے اپنے پروردگار سے بارش کی دعا کیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ تم بارش میں دیر سمجھتے ہو اور میں پتھروں میں دیر جانتا ہوں یعنی خطائیں ہماری اس قابل ہیں کہ پتھر برسیں۔

حکایت : حضرت عیسیٰ علیہ السلام بارش کے لئے دعا کرنے کو نکلے' جنگل میں پہنچے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ جس شخص نے تم سے گناہ کیا ہو وہ لوٹ جائے' اس کے کہنے پر سب لوگ لوٹ گئے' صرف ایک شخص اس جنگل میں رہ گیا' آپ نے اسے فرمایا کہ کیا تو نے کوئی گناہ نہیں کیا' اس نے عرض کیا کہ میں اور تو کچھ نہیں جانتا مگر یہ ہوا ہے کہ میں ایک روز نماز پڑھتا تھا اور پاس کو ایک عورت گزری' میں نے اس کو اپنی آنکھ سے دیکھا' جب وہ چلی گئی تو میں نے آنکھ میں انگلی ڈال کر نکال لی اور اس عورت کے پیچھے پھینک دی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تو دعا کر اور میں آمین کہتا ہوں۔ اس نے دعا مانگی اسی وقت آسمان بادلوں سے چھپ گیا اور خوب بارش ہوئی۔

حکایت : یحیٰ غسانی فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں خشک سالی ہوئی۔ لوگوں نے تین علماء سے منتخب کر کے دعا کے لئے نکلے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ الٰہی تو نے توریت میں فرمایا ہے کہ جو ہم پر ظلم کرے اس کو ہم معاف کر دیں گے الٰہی ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تو تو ہم کو معاف کر اور دوسرے نے کہا کہ الٰہی تو نے توریت میں فرمایا ہے کہ ہم اپنے غلاموں کو آزاد کریں' الٰہی ہم بھی تیرے غلام ہیں' پس تو ہمیں آزاد کر اور تیسرے

نے کہا کہ الٰہی تو نے توریت میں ارشاد فرمایا ہے کہ جب ہمارے دروازوں پر مسکین آکھڑے ہوں ہم محروم نہ پھیریں الٰہی ہم تیرے مساکین میں اور تیرے دروازے پر کھڑے ہیں ہماری دعا کو تو نامنظور نہ کرا سکے بعد ان پر بارش ہوئی۔

حکایت : اور عطاء سلمیٰ کہتے ہیں کہ ایک سال ایسی خشک سالی ہوئی ہم بارش کی دعا کے لئے نکلے' باہر دیکھا تو سعدون مجنون قبرستان میں ہیں انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا کہ کیا دن قیامت کا ہے یا قبروں سے لوگ نکل پڑے ہیں۔ میں نے کہا کہ کچھ بھی نہیں بلکہ بارش کے لئے دعا کو نکلے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ اے عطا کون سے دلوں سے دعا مانگتے ہو' زمینی سے یا آسمانی سے' میں نے کہا آسمانی سے۔ انہوں نے کہا کہ ہرگز نہیں اے عطا کھوٹے سکوں والوں سے کہہ دو کہ کھوٹے دام نہ چلائیں کہ پرکھنے والا دانا و بینا ہے پھر انہوں نے اپنی آنکھ سے آسمان کو دیکھ کر کہا کہ الٰہی و سیدی و مولائی اپنے شہروں کو اپنے بندوں کے گناہوں سے ہلاک نہ کر بلکہ بہ طفیل اپنے اسمائے مکنون اور اپنی نعمائے مخزون کے ہمیں کثرت سے شیریں پانی عنایت فرما جس سے تو بندوں کو زندہ کرے اور شہروں کو سیراب فرما دے تو ہی ہر چیز پر قادر ہے۔ عطا کہتے ہیں کہ سعدون نے یہ تمام دعا نہ کی تھی کہ آسمان سے رعد کی صدا بلند ہوئی اور بجلی چمکی اور پانی موسلادھار گرنے لگا۔ سعدون وہاں سے یہ کہتے ہوئے چل دیئے۔ ا۔

افلح الزاہدون والعابدونا اذلمولا ہم اجا عوا البطونا

ربیر والا عین العلیلہ حبا فانقضی لیلہم وہم ساہرونا

شغتہم عبادۃ اللّٰہ حتی حسیب الناس ان فیہم جنونا

ترجمہ۔ زاہد و عابد فلاح پا گئے کیونکہ وہ اپنے مالک کے لئے سب کو بھوکا مارتے ہیں' اللہ کی محبت میں بیماری آنکھوں کو بیدار رکھتے ہیں رات کٹ گئی لیکن وہ بدستور بیدار رہے۔ انہیں عبادت الٰہی نے مشغول رکھا لیکن لوگوں کا گمان تھا کہ انہیں جنون ہے۔

حکایت : ابن مبارک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک سال مدینہ منورہ میں خشک سالی بہت تھی' لوگ دعا کے لئے نکلے' میں بھی ان کے ساتھ نکل پڑا' اتفاقاً" ایک غلام حبشی آیا کہ ایک موٹی چادر کا تہبند کئے تھا' اور دوسری اپنے شانے پر ڈال رکھی تھی' وہ میرے برابر بیٹھ گیا۔ میں نے سنا کہ اس نے یوں کہا الٰہی گناہوں کی کثرت سے اور اعمال بد کی وجہ سے تیرے نزدیک یہ صورتیں ہوگئی ہیں اور تو نے بارش کو آسمان سے روک دی ہے تاکہ اس سے اپنے بندوں کی تادیب کرے' اے حلم و وقار والے اور اے وہ ذات کہ تیرے بندے تیری طرف سے نیکی اور احسان کے سوا اور کچھ نہیں جانتے' تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو اسی وقت اسی گھڑی پانی دے' وہ لڑکا ہی کہتا رہا کہ ابھی اور اسی وقت دے' یہاں تک کہ آسمان بادلوں سے چھپ گیا اور ہر طرف بارش ہی بارش تھی۔

حکایت : ابن مبارک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ فضیل کے پاس گیا' انہوں نے مجھ کو کہا کہ تم اداس معلوم ہوتے ہو' میں نے کہا ایک بات تھی کہ جس پر دوسرا شخص ہم سے آگے بڑھ گیا۔ اور وہی اس کا کفیل ہوا ہم تک

نوبت نہ پہنچی' پھر میں نے ان سے اس قصہ کو نقل کیا اور چیخ مار کر بے ہوش گر پڑے۔

حدیث وسیلہ : حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارش کی دعا کے لئے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے گئے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعا سے فارغ ہوئے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ الٰہی کوئی بلا آسمان سے بغیر گناہ نہیں اتری اور نہ کبھی بغیر توبہ کے ٹلی' اور لوگوں نے تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے میری قرابت سمجھ کر ترے سامنے کردیا ہے اور یہ ہمارے ہاتھ گناہوں کے باوجود تیری طرف پھیلے ہیں' اور ہماری

۱؎ حدیث عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جواز وسیلہ کی بہترین دلیل ہے۔ اس حدیث پاک سے خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اللہ جل شانہ کی بارگاہ اقدس میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وسیلہ پیش کرنا ثابت ہے۔ بقول مخالفین اگر وسیلہ ترک ہوتا اور توحید کے خلاف تو اس حقیقت سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی واقف تھے۔ مگر کسی مقرب بارگاہ کو وسیلہ قراردینا اس بارگاہ کا ادب ہے' پس اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وسیلہ پیش فرمایا اس ادب کی برکت اور حضرت کی دعا سے آسمان کے دہانے کھل گئے۔ زمین جی اٹھی اور قحط کی مصیبت دور ہوئی۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے۔ جو افضل ترین درجہ ولایت ہے۔ تو ولی اللہ کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ قرار دینا خلیفہ راشد سے ثابت ہے۔ یہی اصحاب نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مسلک ہے اور یہی مسلک اہلسنّت ہے۔ اب رہی یہ بات کہ زندہ ولی اللہ کو وسیلہ قرار دیا جائے گا۔ جیسا کہ حضرت عباس زندہ تھے۔ یا وفات یافتہ ولی اللہ کو بھی وسیلہ قراردینا جائز ہے؟ مسلک اہلسنّت میں چونکہ ولی اللہ خواہ زندہ ہو یا وفات یافتہ اللہ کا مقرب بندہ ہے' اس لئے اہلسنّت کے نزدیک دونوں حالتوں میں اولیاء اللہ کو وسیلہ قرار دینا جائز ہوگا۔ اور یہ وسیلہ نہ صرف خلفائے راشدین اور صحابہ سے ثابت ہے بلکہ احادیث صحیحہ میں ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم امت کے لئے بارگاہ حق میں اپنے فقرا مہاجرین کو وسیلہ بنایا۔

وکان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یستفتح بصعالیک المھاجرین (بخاری و مسلم) اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقراء مہاجرین کے طفیل اور وسیلے سے کفار پر نصرت و کامیابی طلب کرتے تھے۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ دوم ص 222)

حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو رب کریم کی سب سے پاکیزہ مخلوق سے مقرب ترین عبد ہیں ازراہ ادب رب کریم کی بارگاہ اقدس میں فقراء مہاجرین کا وسیلہ پیش فرماتے ہیں جوکہ اولیائے کرام ہیں تو اولیائے کرام کو رب کریم کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرنا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ خلفائے راشدین کی سنت ہے۔ متقین و صالحین کی سنت ہے اور مسلمانان اہل سنت اس سنت کو برحق قراردیتے ہیں جبکہ مخالفین اسے شرک و بدعت قرار دے رہے ہیں۔ انتباہ : غور فرمائیں تو یہ بھی درحقیقت وسیلہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات کو بنایا گیا ہے کیونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دعا میں سرکار کا نام لے کر نسبت جتلائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بعد وصال وسیلہ بنایا یہاں حضرت عباس کو اس لئے وسیلہ بنایا تاکہ واضح ہو جائے جیسے حضور و دیگر انبیاء کو وسیلہ بناناجائز ہے اسی طرح اولیاء اللہ کو بھی شرح حدیث ابن عباس میں فقیر نے لکھ دی ہے۔ اویسی غفرلہ

پیشانی کے بال توبہ سے تیری طرف کھینچے ہوئے ہیں اور تو وہ نگہبان ہے کہ بھٹکے ہوؤں سے بے خبر نہیں اور نہ شکستہ حال کو ضائع کرنے کے موقع میں چھوڑے' اب چھوٹے تضرع کرتے ہیں اور بڑے روتے ہیں اور دہائی کی آوازیں بلند ہوئیں اور تو باطن اور سب کے خفیہ امور جانتا ہے' الٰہی اپنی فریاد اسی کی بدولت بارش دے اس سے پہلے کہ وہ ناامید ہو کر تباہ ہو جائیں کہ تیری رحمت سے بجز کافروں کے اور کوئی ناامید نہیں ہوتا۔ راوی کہتا ہے کہ آپ نے یہ کلام پورا نہیں کیا تھا کہ پہاڑ جیسا بادل امنڈا اور برسنے لگا۔ یہ روایت انہی الفاظ سے بخاری شریف مطبوعہ اصح المطابع کراچی' دہلی کے حاشیہ ص 137 ج 1 میں موجود ہے۔ اویسی غفرلہ۔

فضائل درود شریف : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ترجمہ۔ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو (کنزالایمان)

احادیث مبارکہ : (1) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن تشریف لائے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر بشارت معلوم ہوتی تھی' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا کیا تم اس سے راضی نہیں کہ جو کوئی تمہاری امت میں سے تم پر درود بھیجے تو میں اس پر دس بار رحمت بھیجوں اور جو تم پر تمہاری امت سلام بھیجے تو میں اس پر دس بار سلام بھیجوں۔ (2) ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجھ پر درود بھیجے اس پر فرشتے درود بھیجتے ہیں جب تک کہ مجھ پر درود پڑھے' پس چاہئے کوئی بندہ تھوڑا درود پڑھے یا بہت۔ (3) فرمایا کہ مجھ سے قریب تر آدمیوں میں سے وہ ہوگا جو ان میں سے درود مجھ پر پڑھتا ہوگا۔ (4) فرمایا کہ ایماندار کو اتنا ہی بخل کافی ہے کہ میرا ذکر اس کے سامنے ہو اور مجھ پر درود نہ پڑھے۔ (5) فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر درود کثرت سے پڑھو۔ (6) فرمایا کہ جو شخص میری امت میں سے مجھ پر درود بھیجے اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کی دس برائیاں مٹا دی جائیں گی۔ (7) فرمایا کہ جو شخص اذان اور تکبیر سن کر یہ دعا پڑھے۔ اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوۃ القائمۃ صل علی عبدک ورسولک واعطہ الوسیلۃ والفضیلۃ والدرجۃ الرفیعۃ والشفاعۃ یوم القیامۃ اس کے لئے میری شفاعت ضرور ہوگی۔ (8) فرمایا جو شخص مجھ پر اپنی لکھائی پر درود پڑھے تو فرشتے اس کے لئے ہمیشہ مغفرت چاہیں گے جب تک میرا نام اس کتاب میں رہے گا۔ (9) فرمایا کہ زمین میں کچھ فرشتے پھرتے رہتے ہیں وہ میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔ (10) فرمایا کہ جب کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر واپس لوٹا دیتا ہے [1]۔ تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔

[1] اس حدیث سے منکرین حیات الانبیاء نے خوب ہاتھ پاؤں مارے ہیں فقیر اس کی وضاحت عرض کر دے تاکہ قارئین منکرین کے جھانسے میں نہ آسکیں۔ امام غزالی قدس سرہ نے اسی جلد نمبر ایک احیاء العلوم میں لکھا کہ روح کثیرالمعانی ہے اور امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ

(11) صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم آپ پر درود کس طرح بھیجیں' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللھم صل علی محمد عبدک وعلی اله وازواجه و ذریته کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم وبارک علی محمد وازواجه وذریته کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید ترجمہ۔ الٰہی رحمت بھیج محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے بندے پر اور اس کی آل و ازواج پر اور اولاد پر جیسے تو نے رحمت کی ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم علیہ السلام پر' اور برکت کر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اس کی اولاد پر جیسے تو نے برکت کی ابراہیم علیہ السلام پر' بے شک تو تعریف کیا ہوا بزرگی والا ہے۔

عشقِ فاروق کی کہانی ان کی اپنی زبانی : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد لوگوں نے حضرت عمر کو سنا کہ رو رو کر کہتے تھے یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ ایک خرما کے درخت کا ستون تھا جس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ پڑھا کرتے تھے جب لوگوں کی کثرت ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ممبر بنوایا تھا کہ سب کو آواز سنائی دے اس ستون نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فراق میں گریہ کیا۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تو وہ چپ ہوگیا۔ اب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کو بطریق اولیٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فراق میں زاری کرنا زیبا ہے۔ یارسول اللہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ فدا ہوں آپ کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس درجہ کو پہنچا کہ آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دی' چنانچہ ارشاد فرمایا ومن یطع الرسول فقد اطاع اللّٰه ترجمہ۔ جس نے اللہ کا حکم مانا اس نے حکم مانا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا) (یارسول اللہ) آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسی درجہ کو پہنچا کہ اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قصور معاف کرنے کا حل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہہ دیا قبل اس کے کہ قصور کا حال آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتا دے' چنانچہ فرمایا عفا اللّٰه عنک لم اذنت لھم ترجمہ۔ اللہ بخشنے والا تجھ کو کیوں رخصت دی تو نے ان کو۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ فدا ہوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کو آخر میں مبعوث فرمایا اور سب سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر اپنی کتاب میں کیا چنانچہ ارشاد فرمایا واذاخذ نا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوحه و ابراھیم و موسٰی و عیسی (الآیۃ) ترجمہ۔ اور جب لیا ہم نے نبیوں سے اقرار اور تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور عیسیٰ سے۔ یارسول

تعالیٰ علیہ نے فرمایا بیان روح متعدد معانی کا احتمال رکھتا ہے' منجملہ ان کے توجہ والتفات ہے یعنی جب کوئی درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توجہ اس طرف مبذول کراتا ہے کہ آپ کا امتی سلام عرض کرتا ہے اس کا جواب اسے عنایت فرمایئے۔ یہ ایک طرف تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اعزاز ہے دوسری طرف درود پڑھنے والے کی سعادت کا نشان ہے۔ اس کی تحقیق کے لئے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ انباء الاذکیا ترجمہ حیوۃ الانبیاء کا مطالعہ فرمایئے [illegible] غفرلہ

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا ہے کہ دوزخ کے لوگ دوزخ کے طبقات میں عذاب میں مبتلا یہ تمنا کریں گے' کاش ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کی ہوتی' چنانچہ ان کا حال قرآن مجید میں ہے یقولون یا لیتنا اطعنا اللّٰہ واطعنا الرسولا ترجمہ۔ پر یہ کہیں گے کس طرح ہم نے کہا مانا ہوتا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ تصدق ہوں اگر حضرت موسیٰ بن عمران کو اللہ تعالیٰ نے ایک پتھری عنایت کیا تھا جس میں نہریں پھوٹتی تھیں تو وہ کچھ آپ کی انگلیوں سے عجیب تر نہ تھا جن میں سے پانی فوارے بہے۔ رحمت اللہ آپ پر ہو یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تصدق ہوں اگر اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہوا عنایت فرمائی جس کی چال صبح و شام کو ایک ایک مہینے کے برابر تھی یہ کچھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے براق سے عجیب تر نہ تھی جس پر آپ نے ساتوں آسمان تک سیر کرکے اسی رات نماز صبح ابطح میں پڑھی آپ پر رحمت اللہ ہو یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ فدا ہوں' اگر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو معجزہ مردہ۔

۱۔ عیسیٰ علیہ السلام کے احیاء الموتیٰ سے عیسائیوں نے ان کو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فضیلت ثابت کرنے کی سعی خام کی ہے فقیر یہاں پر عیسائیوں کی خام خیالی کا رد کر دے تاکہ قارئین عیسائیوں کے دھوکہ اور فریب سے محفوظ ہوں۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے مردوں کو زندہ کیا' مٹی کے پرندے بنا کر ان میں روح پھونک دی' قرآن کریم نے اس حقیقت کو بالکل واضح الفاظ میں بیان کیا ہے ارشاد الٰہی ہے۔ اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـٴَـةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِۚ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِۚ (آل عمران ۴۹) ترجمہ۔ (مجھے یہ معجزہ ملا) کہ میں بنا ہی دیتا ہوں تمہارے لئے کیچڑ سے پرندے کی صورت' پھر پھونکتا ہوں اس (بے جان صورت) میں تو وہ فوراً ہو جاتی ہے پرندہ اللہ کے حکم سے اور میں تندرست کر دیتا ہوں' مادرزاد اندھوں کو اور لاعلاج کوڑھی کو اور میں زندہ کرتا ہوں مردوں کو اللہ کے حکم سے۔ (پارہ 3 آل عمران نمبر 49) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ احیاء الموتیٰ کو بائبل نے بھی بیان کیا ہے۔ چار واقعات کو انجیل نے بیان کیا ہے اس سے حصر مقصود نہیں۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ آپ علیہ السلام اللہ کے اذن سے مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ بائبل نے آپ علیہ السلام کے صرف پچاس دنوں کی سیرت کو بیان کیا ہے اور کئی معجزات کا ذکر تک نہیں کیا گیا آپ کی تعلیمات تو سرے سے مفقود ہیں۔ کاش ایسا نہ ہوتا۔

حضرت الیاس علیہ السلام نے مردے کو زندہ کیا: احیاء الموتیٰ کا معجزہ افضلیت کا موجب نہیں بن سکتا کیونکہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ دوسرے انبیاء کو بھی یہ معجزے عطا کئے گئے اور اس معجزہ کی وجہ سے وہ ان انبیاء سے افضلیت کے حامل نہیں مانے جاتے جن کو یہ معجزہ عطا نہیں کیا گیا۔ مثلاً حضرت الیاس علیہ السلام کے متعلق بائبل کا بیان ہے کہ آپ علیہ السلام نے ایک بیوہ بڑھیا کے ہاں قیام فرمایا۔ اس سعادت مند بڑھیا نے اللہ کے اس جلیل القدر نبی کی بڑی خدمت کی۔ صارفت میں قیام کے دوران اس بیوہ کا بچہ فوت

ہوگیا۔ بیوہ نے اللہ کے نبی سے فریاد کی تو اس (الیاس) نے تین دفعہ لڑکے پر اپنے آپ کو پسار کر اللہ کے پاس چلا کر کہا۔ اے رب العزت میرے اللہ ! اس لڑکے کی روح اس کے بدن میں پھر آجائے۔ اور اللہ نے الیاس کی سنی اور لڑکے کی روح لڑکے کے بدن میں پھر آگئی اور وہ زندہ ہو گیا۔ (الملوک باب 17 درس 21 23)

حضرت الیسع کی ہڈیوں سے مس ہوتے ہی مردہ زندہ ہوگیا : حضرت الیسع علیہ السلام بنی اسرائیل کے جلیل القدر نبی ہیں۔ بنی اسرائیل کا یہ طریقہ تھا کہ ایک طویل مدت بعد جب یقین ہو جاتا ہے کہ مردے کا گوشت گل سڑ گیا ہوگا تو پرانی قبر کو کھولکر نئے مرنے والے مردے کو اس پرانی قبر میں دفن کر دیتے تھے۔ حضرت الیسع کی قبر میں ایک مردے کو دفن کرنے لگے تو جب اس آدمی نے الیسع کی ہڈیوں کو چھوا تو جی اٹھا اوراپنے پاؤں پر کھڑا ہوگیا۔ (الملوک باب 13 درس 21)

عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ دوسرے کئی انبیاء کرام سے احیاء موتی کا معجزہ ثابت ہے اور یہ معجزہ قرآن اور بائبل سے ابراہیم' اسحاق' یعقوب علیہم السلام کے لئے ثابت نہیں اور عیسائیوں کے نزدیک جناب الیاس اور الیسع علیہما السلام ابراہیم' اسحاق اور یعقوب علیہم السلام سے افضل نہیں تو پتہ چلا کہ احیاء موتی کا معجزہ بھی افضیلت کی دلیل نہیں ورنہ الیاس اور الیسع انبیاء کبار سے افضل قرار پائیں گے۔

احیاء موتی کے معجزے کا ثبوت تو اولیاء کے لئے بھی ملتا ہے۔ تو اس معجزہ کی وجہ سے غیرنبی کو نبی سے افضل ماننا ہرگز صحیح نہیں ہے۔

سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مردوں کو زندہ کیا : سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے جن معجزات کو قرآن کریم نے بیان کیا ہے یا بائبل نے بیان کیا ہے ان میں آپ کی خصوصیت نہیں ہے۔ انبیاء نے بلکہ اولیائے کرام نے بھی کرامات کی صورت میں ان خرق العادۃ امور کو باذن اللہ انجام دیا۔ قرآن کریم نے اگرچہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس معجزہ کو بیان نہیں کیا لیکن حدیث میں ایسے واقعات ملتے ہیں۔

ہم مسلمان قرآن کی طرح حدیث کو بھی حجت یقین کرتے ہیں اور ہماری شریعت کی ساری تفصیلات حدیث میں مذکور ہیں۔ حدیث کو حجت ماننا اس بات کی دلیل ہے کہ ہمارے نزدیک حدیث مستند ہے۔ محدثین کرام (اللہ ان کو جوار رحمت میں جگہ دے) نے پوری احتیاط سے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال اور آپ سے متعلق تمام تفصیلات کو مدون کیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کب' کن حالات میں' کن الفاظ میں' کس شخص کی موجودگی میں اس بات کو بیان فرمایا۔ صحابی سے کس نے' کب' کن حالات میں وہ الفاظ آگے بیان کئے۔ ہر راوی کا نام' کیفیت' زمانہ' پوری جانچ پڑتال کے بعد مدون کی گئی حدیث پر مزید غور و فکر' قرآن سے مطابقت' عقل سلیم سے مطابقت یہ وہ امور ہیں جو اسے قابل حجت بنا دیتے ہیں مگر افسوس سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل مفقود ہوگئی اور آپ کی حدیث کو بھی مستند طریقے سے مدون نہ کیا جا سکا۔ صرف پچاس دنوں کی سیرت طیبہ کے تدوین میں بھی کوئی احتیاط نہیں برتی گئی اور آئے دن اس میں ترامیم اور تحریف کی جاتی رہی۔ موجودہ اناجیل میرے خیال میں عیسیٰ علیہ السلام کی غیر مستند محرف سیرت ہے۔

اس تمہید کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اناجیل اربعہ بلکہ پادریوں کے خطوط جن میں چندہ کی اپیل تک مواد ملتا ہے ان سے استدلال صحیح ہے تو حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو مستند ترین کتب پر مشتمل ہے اسے حجت تسلیم کیوں نہ کیا جائے۔

حدیث پاک میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ ان معجزات میں سے چند حاضر خدمت ہیں۔

ا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دعوت حق دی۔ اس شخص نے کہا کہ اگر آپ مغری فوت شدہ بچی کو زندہ کر دیں تو میں آپ کی صداقت پر ایمان لے آؤں گا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے بچی کی قبر پر لے جاؤ۔ وہ شخص آپ کو قبر پر لے گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس لڑکی کو آواز دی تو وہ لبیک و سعدیک کہتی ہوئی حاضر ہوئی۔ (زر قانی جلد پنجم۔ قاضی عیاض)

مردہ بکری زندہ ہوگئی : حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ضیافت کی۔ میزبان کریم نے مہمانوں کے لئے بکری ذبح کی۔ گوشت تیار کرکے پکایا گیا۔ دستر خوان پر جب کھانا چن دیا گیا تو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام مہمانوں سے فرمایا کہ ہڈیوں کو توڑنا نہیں۔ کھانا تناول فرما کر تمام ہڈیاں ایک برتن میں جمع کی گئیں۔ آپ نے ان ہڈیوں پر ہاتھ رکھ کر کچھ پڑھا۔ یہ کلام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آہستہ پڑھا جسے لوگوں نے نہ سنا۔ اس کلام کی برکت اور نورانی ہاتھ کے مس سے بکری کان جھاڑتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ یہ وہی بکری تھی جسے چند لمحے پہلے ذبح کرکے پکایا گیا تھا۔ (شواہد النبوۃ جامی و تاریخ الخمیس)

کھجور کا خشک تنا زندہ ہوگیا اور فراق رسول میں چیخ اٹھا :عن انس رضی اللّٰہ عنہ قال لخطب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم الی لزق جزع فلما یصنعوا لما لمنبر فخطب علیہ حن الجدع حنین الناقہ فنزل صلی اللّٰہ علیہ وسلم قمسہ فسکن (ترمذی)

ترجمہ۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھجور کے تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے لئے منبر بنایا تو آپ منبر پر بیٹھ کر خطبہ دینے لگے۔ کھجور کا وہ تنا اونٹنی کی طرح دردناک آواز میں رویا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منبر سے اتر کر اپنا ہاتھ پھیرا تو وہ تنا خاموش ہوگیا۔

استن حنانہ از ہجر رسول ﷺ نوحہ می زد ہم چو ارباب عقول

امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں حنین جزع کا معجزہ عیسیٰ علیہ السلام کے احیاء موتی کے معجزوں سے زیادہ بلند ہے کیونکہ میت کو زندہ کرنا اسے اپنی اصلی حالت پہ لوٹانا ہے مگر خشک لکڑی جو جمادات سے ہے' اس کا زندہ ہونا' پھر فراق نبی میں رونا بہت عجیب معجزہ ہے۔

قاضی عیاض اور دیگر کئی محدثین کے نزدیک یہ حدیث متواتر ہے اور حدیث متواتر قطعی الثبوت ہونے کی وجہ سے علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے۔

اس کے علاوہ کئی واقعات حدیث میں مذکور ہیں' اختصار کے پیش نظر انہیں واقعات پر اکتفا کرتا ہوں۔

رہا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا مٹی کی مورتیوں کو باذن اللہ زندہ کرنا تو یہ معجزہ بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پتھر کلام کرتے تھے۔ کنکریاں آپ کی نبوت کی تصدیق کرتی تھیں' پہاڑ آپ سے محبت کرتے تھے'

زندہ کرنے کا عطا فرمایا تھا تو اس سے عجیب نہیں کہ زہریلی بکری بھنی ہوئی آپ سے بولی اور اس کے ہاتھ نے عرض کیا کہ مجھے نہ کھایئے کہ مجھ میں زہر ہے۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قربان ہوں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے دعا مانگی تھی۔ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ترجمہ۔ اے رب نہ چھوڑ زمین پر منکروں کا ایک گھر بسنے والا۔ اگر آپ ہمارے ایسی ہی دعا فرماتے تو ہم سب ہلاک ہو جاتے حالانکہ آپ کی پیٹھ مبارک کی روندی گئی چہرہ مجروح ہوا سامنے کے دانت ٹوٹے مگر آپ نے کلمہ خیر ہی فرمایا' کہا اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون الٰہی بخش دے میری قوم کو کہ وہ جانتے نہیں۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ فدا ہوں آپ کے کم سالوں اور تھوڑی سی مدت میں اتنے لوگ تابع ہوگئے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے اتنے نہ ہوئے باوجودیکہ ان کا سن بہت تھا اور بہت زندگی پائی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہت لوگ ایمان لائے اور ان پر تھوڑے ہی لوگ ایمان لائے۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قربان ہوں اگر بالفرض آپ اپنے پاس بجز اپنی برابر کے اور کسی کو نہ بٹھاتے تو ہم کو ہم نشینی کہاں نصیب ہوتی اور اگر آپ اپنے ہمسر سے نکاح کرتے تو ہم دولت مناکحت سے محروم رہتے اور اگر آپ اپنے جیسے شخص کیساتھ کھانا کھاتے تو ہمیں ساتھ کھانے کا شرف کب میسر آتا مگر بخدا آپ نے ہم سے ہمنشینی اور مناکحت کی اور ساتھ کھلایا اور صوف پہنا اور دراز گوش پر سوار ہوئے اور اپنے پیچھے دوسرے کو سوار کیا اور اپنے کھانے کو زمین پر رکھا اور اپنی انگلیاں چاٹیں اور یہ سب باتیں آپ نے عاجزی کے لئے کیں' اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت کرے اور سلام بھیجے۔ 1۔

حکایت : بعض اکابر کہتے ہیں کہ میں حدیث لکھا کرتا تھا اسمیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوٰۃ کہہ لیتا تھا مگر سلام نہ کہتا تھا میں نے خواب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تو مجھ پر پوری صلوٰۃ کیوں نہیں کہتا۔ اس کے بعد میں نے لکھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام کہہ لیا کرتا۔ 2۔

حکایت : ابوالحسن شافعی کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امام شافعی نے جو اپنے رسائل میں کہا ہے وصلی اللّٰہ علی محمد کلما ذکر والذاکرون و غفل عن ذکرہ الغافلون آپ کی طرف سے کیا بدلہ ملا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ہماری طرف سے یہ بدلہ ملا کہ میدان قیامت میں وہ حساب کے لئے کھڑا نہ کیا جائے گا۔

درخت چل کر خدمت میں حاضر ہو جاتے تھے۔ طوالت کے خوف سے اشارہ کر رہا ہوں۔

اس بحث سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کوئی مشکل نہیں رہ کہ احیاء موتی کا معجزہ افضلیت کا سبب نہیں بن سکتا۔ کیونکہ یہ معجزہ آپ کے ساتھ خاص نہیں۔ آپ سے پہلے بھی انبیاء نے بلکہ اولیاء نے یہ معجزات دکھائے اور آپ کے بعد رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کئی دفعہ اس معجزہ کو دکھایا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کی تصنیف احیاء الموتی (اویسی غفرلہ)۔

فضائل استغفار : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والذین اذا فعلوافاحشۃاوظلمواانفسھم ذکر واللّٰہ فاستغفر والذنوبھم ترجمہ۔ (اور وہ لوگ جب کر بیٹھیں کچھ کھلا گناہ یا براکریں' اپنے حق میں تو یاد کریں اللہ کو' اور بخشش مانگیں اپنے گناہوں کی۔) (ا) علقمہ اور اسود فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود نے فرمایا کہ قرآن مجید میں دو آیتیں ہیں کہ جو بندہ گناہ کرے اور ان کو پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے ایک آیت جو اوپر گزری اور دوسری یہ

۔1 اس حدیث عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے لیکن صرف عاشق اسلام سے اتنا گزارش ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مزار پر نہیں) کسی ہی جگہ میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بار بارپکار کر عرض پیش کرتے رہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پکارنا صحابیوں کا مذہب ہے۔ ہمیں بھی صحابیوں والا مذہب چاہئے وہابیوں والا نہیں۔

۔2 یہ اسے محبوبانہ تنبیہ ہے جس نے معمولی کوتاہی کی اور جس سے سنگین جرم ہوا تو اسے سخت سزا ہے۔ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ پہلا شخص جس نے درود شریف کا اختصار ایجاد کیا اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ (اویسی غفرلہ کی استدعا) اللہ کرے آج اس طرح کا نظارہ سامنے آجائے تو خلق خدا کو سمجھائے لیکن اس بدقسمت دور میں کہاں - اللہ اکبر کتنا محبت بھرا دورہ تھا کہ عظمت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چوری کو سنگین جرم قرار دیا گیا اور ہاتھ کاٹنے کی سزادی گئی۔ آج کل یہ مرض عام ہوگیا ہے کہ ہر کتاب' ہر رسالہ' ہر اخبار "صلعم یا" سے بھرا پڑا ہے بلکہ اب تو بعض لوگوں کی زبان پر بھی صلعم سنائی دینے لگا ہے۔

انتباہ : یہ ایک مہمل کلمہ ہے' اس کے کوئی معنی نہیں بنتے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی محبت جو اصل ایمان ہے' رکھنے والوں کو پورا درود شریف لکھنا چاہئے تاکہ اس لکھنے اور پڑھنے پر اس کے ثواب و اجر سے مستفید ہوں' درود شریف پڑھنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں' دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور دس درجے بلند ہوتے ہیں۔ اس ثواب سے محرومی باعث و حرمان ہے۔

امام نووی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب الاذکار میں فرماتے ہیں۔

مسئلہ : درود شریف (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)' رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی جگہ اختصار کے ساتھ "صلعم ' ؓ ' ؒ " لکھنا مکروہ ہے۔ بلکہ پورا درود شریف' صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ' رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ یا رحمتہ اللہ علیہ لکھا جائے۔ آج کل اکثر لوگ درود شریف کے بدلے "صلعم' عم ﷺ' " یہ ناجائز و نامناسب ہے۔ حضرت شیخ احمد بن شہاب الدین حجر ہیتمی مکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فتاویٰ حدیثیہ میں لکھتے ہیں کہ

"اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے بعد پورا " صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم " لکھا جائے کہ یونہی تمام سلف صالحین کا طریقہ چلا آرہا ہے۔ لکھتے وقت اس کو مختصر کرکے "صلعم " نہ لکھا جائے کہ یہ محروم لوگوں کا کام ہے۔"

اس مسئلہ کی تفصیل و تحقیق کے لئے پڑھئے فقیر کا رسالہ "کراہت صلعم" ۔(اویسی غفرلہ)

ہے وَمَن يَعْمَلْ سُوْءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ط (النساء ۱۱۰) (ترجمہ۔ جو کوئی کرے گناہ یا برا کرے پھر اللہ اسے بخشاوے' پائے اللہ کو بخشا مہربان۔ اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے فسبح بحمدک واستغفرہ انہ کان توابا ترجمہ۔ اب پاکی بول اپنے رب کی خوبیاں اور گناہ کو بخشوا اس سے' بے شک وہ معاف کرنے والا ہے' اور فرمایا والمستغفرین بالاسحار ترجمہ۔ اور معافی مانگنے والے صبح کے وقت میں۔ (2) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر یہ فرمایا کرتے تھے سبحانک اللھم وبحمدک اللھم اغفرلی انک انت التواب الرحیم ترجمہ۔ الٰہی تو پاک ہے اور تیری پاکی بولتا ہوں' تعریف کیساتھ' الٰہی تو مجھ کو بخش دے بے شک تو توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ (3) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو استغفار کی کثرت کرے' اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر رنج سے کشادگی اور ہر تنگی سے نجات کی صورت پیدا کر دیتا ہے اور اسکو ایسی جگہ سے روزی پہنچاتا ہے کہ اس کو خیال بھی نہ ہو۔ (4) فرمایا کہ میں دن میں ستر بار اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتا ہوں اور اس کے سامنے توبہ کرتا ہوں باوجودیکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہوگئے تھے' اس پر بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استغفار اور توبہ کیا کرتے تھے۔ (5) ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ میرے دل پر میل آجاتا ہے یہاں تک کہ میں اللہ تعالیٰ سے ہر دن میں سو مرتبہ مغفرت چاہتا ہوں۔ (6) فرمایا کہ جو شخص اپنے بستر پر لیٹے ہوئے تین بار کہے۔ استغفر اللّٰہ العظیم الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ ترجمہ۔ اور میں مغفرت چاہتا ہوں خدائے برتر سے کہ سوائے اس کے کوئی معبود نہیں سوائے اس زندہ توانا کے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا گو سمندر کے جھاگ کی مثل ہوں یا عالج کی ریت کے شمار کے برابر یا درختوں کے پتوں کے موافق یا دنیا کے دنوں کے عدد کے مطابق ہوں ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص یہ کہے گا اس کے گناہ بخشے جائیں گے اگرچہ صف جنگ سے بھاگنے والا ہو۔ (7) حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے گھر والوں پر سخت زبان تھا' میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں میری زبان مجھے دوزخ میں نہ داخل کرے' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم استغفار سے غافل کیوں ہو' میں تو دن میں سو بار استغفار پڑھتا ہوں۔ (8) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ قصہ بہتان میں مجھ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو کسی گناہ کی مرتکب ہو تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگ اور توبہ کر کیونکہ گناہ سے توبہ ندامت اور استغفار ہی ہے۔ (9) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استغفار میں فرمایا کرتے تھے۔ اللھم اغفرلی خطیئتی وجھلی واسرافی فی امری ماانت اعلم بہ منی اللھم اغفرلی جدی وھزلی وخطائی وعمدی وکل ذالک عندی اللھم اغفرلی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم بہ منی انت المقدم وانت المؤخر وانت علی کل شیء قدیر ترجمہ۔ الٰہی بخش دے میری خطا اور یہ سب میرے پاس موجود ہیں' الٰہی بخش دے مجھ کو جو میں نے پہلے کیا اور جو پیچھے کیا اور جو چھپا کر کیا اور جو ظاہر کیا اور جو تو زیادہ جانتا ہے مجھ سے تو ہی آگے کرنے والا ہے رحمت میں تو ہی پیچھے کرنے والا ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔ (10) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے ہیں کہ میں ایسا آدمی تھا کہ جب آنخضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنتا تو اللہ تعالیٰ کو جس قدر اس سے مجھے فائدہ دینا منظور ہوتا تھا اس قدر نفع پہنچاتاتھا۔ (11) جب کوئی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحاب میں سے مجھ سے حدیث بیان کرتا تو میں اس کو قسم کھلا لیتا تھا۔ جب وہ قسم کھا لیتا تو میں یقین کر لیتا تھا مجھے ایک بار ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی اور انہوں نے سچ فرمایا ہے کہ میں نے آنخضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے جو بندہ گناہ کرے' پھر طہارت اچھی کرکے کھڑا ہو اور دو رکعتیں پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہے تو اللہ تعالیٰ اس کا گناہ بخش دیتا ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی والذین اذا فعلوا فاحشۃ آخر تک۔ (12) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایماندار جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ ہو جاتا ہے' پھر اگر وہ توبہ کرے اور اپنی حرکت سے باز آئے اور استغفار پڑھے' تب دل اس نقطہ سے صاف ہو جاتا ہے' ورنہ گناہ زیادہ کرتا ہے تو وہ نقطہ بڑھتے بڑھتے اس کے دل پر چھا جاتا ہے۔ اور اسی سیاہی کے چھا جانے کا نام راف ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون کوئی نہیں پر زنگ پکڑ گیا ان کے دلوں پر جو وہ کماتے تھے۔ (13) انہی سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندے کا درجہ جنت میں اونچا کرے گا کہ الٰہی یہ مرتبہ مجھ کو کیسے عنایت ہوا' حکم ہوگا کہ تیرے لڑکے کے استغفار کی بدولت ملا جس نے تیرے لئے استغفار پڑھا۔ (14) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللھم اجعلنی من الذین اذا احسنوا استبشروا واذا ساؤ استغفروا الٰہی کر دے مجھ کو ان لوگوں میں سے کہ جب اچھی بات کریں تو خوش وقت ہوں اور جب بری کریں تو مغفرت پائیں۔ فرمایاکہ جب کوئی بندہ گناہ کرے اور کہے اللھم اغفرلی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے گناہ کیا' پھر معلوم کیاکہ میرا کوئی رب ہے جو گناہ پر مواخذہ کرتا ہے اور خطا کو معاف کرتا ہے اے بندے جو چاہے سو کر میں نے تجھے بخش دیا۔ (15) ایک حدیث میں ارشاد فرمایاکہ جو استغفار کرتا رہتا ہے' وہ گناہ پر مصر نہیں کہلاتا اگرچہ ایک روز میں ستر بار اسی گناہ کو کرے۔ (16) فرمایا کہ ایک آدمی نے کبھی گناہ نہیں کیا تھا' آسمان کی طرف نظر کرکے کہا' میرا ایک رب ہے جو گناہ معاف کرتا ہے' اے میرے رب مجھے بخش دے' اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ میں نے بخش دیا۔ اور فرمایا کہ جس شخص نے گناہ کیا' پھرجان لیا کہ اللہ تعالیٰ میرے حال پر مطلع ہے تو اس کا گناہ بخشا جاوے گا' گو وہ مغفرت کی درخواست نہ کرے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے کل بندے خطا وار ہیں مگر جس کو میں معاف کر دوں پس تم مجھ سے مغفرت چاہو میں مغفرت کروں گا اور جو شخص کہ کہے سبحانک ظلمت نفسی وعملت سوء فاغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت توپاک ہے میں نے ظلم کیا اپنی جان پر' اور برا کام کیا پس تو مجھ کو بخش دے کہ تیرے سوا اور کوئی گناہوں کو نہیں بخشتا۔ اس کے گناہ بخشے جاویں گے اگرچہ چیونٹی کے ٹل جیسے ہوں۔ (7) مروی ہے کہ افضل استغفاروں میں سے یہ کلمات ہیں اللھم انت ربی وانا عبدک خلقتنی وانا علی عھدک ووعدک ما استطعت اعوذبک من شر ما صنعت ابولک

بنعمتک علی ابو علی نفسی بذنبی فقد ظلمت نفسی واعترفت بذنبی واغفرلی ذنوبی ما قدمت منها وما اخرت لا یغفر الذنب جمیعا الا انت الٰہی تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں' تو نے مجھ کو پیدا کیا اور میں تیرے عہد اور وعدے پر ہوں اپنے مقدور بھر' پھر پناہ مانگتا ہوں' تجھ سے برے فعل سے اقرار کرتا ہوں تیرے لئے تیری نعمت کا اپنے اوپر اور اقرار کرتا ہوں' اپنے نفس پر اپنے گناہوں کا کہ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور اپنے گناہ کا مقرر ہوا ہوں' پس بخش دے مجھ کو میرے گناہ جو میں ان میں پہلے کئے ہوں ہوں' اور پیچھے کئے ہوں اور سب گناہوں کو اور تیرے سوا کوئی نہیں بخشنے والا۔ (1) اقوال اسلاف صالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خالد بن معدان کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندوں میں سے مجھے زیادہ محبوب وہ لوگ ہیں جو میری محبت کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں۔ اور ان کے دل مسجدوں سے وابستہ ہیں اور تڑکے اٹھ کر استغفار کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب میں زمین والوں کو سزا دینا چاہتا ہوں تو وہ یاد آجاتے ہیں۔

اس لئے ان کے طفیل میں زمین والوں کو جانے دیتا ہوں اور عذاب کو ان سے ہٹا لیتا ہوں۔ (2) قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید تمہیں تمہارا مرض اور دوا دونوں بتاتا ہے' تمہارا مرض تو گناہ اور دوا استغفار۔ (3) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کہ تباہ ہوتا ہے اس سے تعجب ہے کہ نجات اس کے ساتھ ہے پھر کیسے ہلاک ہو جاتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ نجات کیا ہے۔ آپ نے فرمایا استغفار۔ (4) اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ نے کسی بندے کے دل میں استغفار نہیں ڈالا کہ اس کو عذاب دینا چاہتا ہو یعنی جسے عذاب دینا منظور نہیں اس کو استغفار کا الہام کر دیتا۔ (5) فضیل رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے کہ بندے کے استغفراللہ کہنے کا یہ معنی ہے کہ مجھے معاف کر دے۔ (6) بعض علماء فرماتے ہیں کہ بندہ گناہ اور نعمت کے درمیان ہے ان دونوں چیزوں کی اصلاح بجز استغفار اور شکر کے نہیں۔ (7) ربیع بن خثیم کہتے ہیں کہ تم میں سے کوئی یوں نہ کہے کہ استغفر اللّٰہ اتوب الیہ میں بخشش چاہتا ہوں' اللہ سے اور توبہ کرتا ہوں اس کی طرف۔ کہ یہ گناہ اور جھوٹ ہوگا اور اگر اس کے مطابق کاربند نہ ہوگے بلکہ یوں کہا کرو واللھم اغفرلی وتب علی الٰہی بخش دے مجھ کو اور توبہ کی توفیق عنایت فرما۔ (8) فضیل رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ استغفار بغیر گناہ ترک کرنے کے جھوٹوں کی توبہ ہے۔ (9) رابعہ عدویہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ہے کہ ہم لوگوں کے استغفار کے لئے بہت سا استغفار چاہئے یعنی دل غافل سے استغفار کرنا بھی ایک گناہ اور ہنسی ہے' اس کے لئے اور استغفار کرنا چاہئے۔ (10) بعض حکماء نے فرمایا ہے کہ کوئی ندامت سے پہلے استغفار کرے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہنسی کرتا ہے اور اس بات کا علم نہیں۔

حکایت : اعرابی کو کسی نے سنا کہ کعبہ کے پردہ سے لپٹ ہوا کہہ رہا تھا کہ الٰہی باوجود گناہ پر اصرار کرنے کے میرا استغفار کتنا ملامت ہے اور تیرے عفو کی وسعت کو معلوم کرکے میرا استغفار سے چپ رہنا بھی عاجزی ہے' تجھے گو ہر چند میری پروا نہیں مگر تو مجھ پر نعمتیں اور احسان کرکے میرا دوست بنتا ہے اور میری یہ شامت ہے کہ باوجود تیری طرف محتاج ہونے کے گناہ کر کے تیرا دشمن بنتا ہوں اے وہ ذات کہ وعدہ کرتا ہے اور عذاب سے ڈراتا ہے تو معاف

فرماتا ہے تو میرے بڑے گناہ کو اپنی بڑی عفو میں داخل کر دے اے ارحم الراحمین۔

فائدہ : ابو عبداللہ وراق کہتے ہیں کہ اگر تیرے اوپر قطروں کا شمار اور سمندر کے جھاگ کے برابر گناہ ہوں تو جب تو اپنے رب سے یہ دعا اخلاص کے ساتھ مانگے گا' ان شاء اللہ تعالیٰ وہ گناہ تجھ سے دور ہو جائیں گے' دعا یہ ہے۔ استغفرک من کل ذنب تبت الیک منہ ثم عدات فیہ استغفرک لک من کل امر وعدتک بین نفسہ ثم لم اف لک بہ واستغفرک من کل عمل اردت بہ وھک فخالطہ غیرک واستغفرک من کل نعمۃ انعمت بھا علی فاستعنت بھا علی معصیتک واستغفرک یا عالم الغیب والشھادۃ من کل ذنب اتیت فی ضیاء النھار و سوا الیل فے بلاء خلا سر و علانیتہ یا حلیم۔ ترجمہ۔ الٰہی میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں ہر ایک گناہ سے کہ میں نے اس سے تیرے سامنے توبہ کی ہو اور پھر اس کو دوبارہ کیا ہو' اور تیری مغفرت چاہتا ہوں' ایسی چیز سے کہ اس کا وعدہ میں نے تجھے اپنی جی سے کیا ہو' پھر وہ تیرے لئے پورا نہ کیا ہو' اور تجھ سے بخشوایا چاہتا ہوں وہ عمل جن سے میں نے تیری رضا کا ارادہ کیا ہو پھر اس میں دوسرا مل گیا ہو اور تجھ سے بخشش چاہتا ہوں ہر نعمت سے جو تو نے مجھ کو دی ہو اور میں نے اس سے تیری نافرمانی پر مدد لی ہو اور میں بخشش چاہتا ہوں تجھ سے اے پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے گناہ سے جس کا میں مرتکب ہوں دن کی روشنی اور رات کی تاریکی میں' مجمع اور تنہائی میں' باطن اور ظاہر میں اے علم کرنے والے۔

فائدہ : یہ استغفار حضرت آدم علیہ السلام کا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کا ہے۔

ادعیہ ماثورہ جو صبح و شام اور نمازوں کے بعد پڑھنا مستحب ہیں

دعا 1 : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف فجر کی سنتوں کے بعد آپ سے مروی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تھا میں آپ کی خدمت میں شام کو آیا' اس وقت آپ میری خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف رکھتے تھے' پھر آپ شب کو اٹھ کر نماز پڑھتے رہے جب صبح کی پڑھ چکے تو یہ دعا پڑھی۔

اللھم انی اسئلک رحمۃ من عندک تھدی بھا قلبی وتجمع بھا شملی و تلم بھا شعثی و تردبھا الفی و تصلح بھا دینی و تحفظ بھا غائبی و ترفع بھا شاھدی و تزکی بھا عملی و تبیض بھا وجھی وتلمنی بھا رشدی وتعصمنی بھا من کل سوء اللھم اعطنی ایمانا صادقا ویقینا لیس بعدہ کفر و رحمۃ انال بھا شرف کرامتک فی الدنیا والاخرۃ اللھم انی اسئلک الفوز عند القضاء ومنازل الشھداء وعیش السعداء والنصر علی الاعداء ومرافقۃ الانبیاء اللھم انی انزل بک حاجتی وان ضعف رائی وقلت حیلتی وقصر عملی واقتصرت الی رحمتک فاسئلک یا قاضی الامر ویا شافی الصدور کما تحیر بین البحوران یتحیرنی من عذاب السعیر ومن دعوۃ الثبور ومن فتنۃ القبور اللھم ما قصر عنہ رائی وضعف عنہ عملی ولم تبلغہ نیتی ومنیتی من خیر وعدتہ احدا من عبادک اوخیر انت معطیہ احدا من خلقک فانی ارغب الیک فیہ واسئلک یارب العلمین اللھم اجعلنا ھادین مھتدین غیر ضالین ولا مفلین حربا لا عدائک وسلما لا ولیائک تحب بحبک من اطاعک من خلقک وتعادی بعداوتک من خالفک من خالفک اللھم ھذا الدعاؤ علیک الاجابۃ وھذا الجھد وعلیک التکلان وانا للہ و انا الیہ راجعون ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم یا ذاالجل الشدید والامر الرشید اسئلک الامن یوم الو عید والجنۃ یوم الخلود ومع المقربین الشھود والرکع السجود والمدفین بالعھود انک رحیم ودود وانت تفعل ما ترید سبحان الذی تعطف بالعز وقال بہ سبحان الذی لبس بالمجد وتکرم بہ سبحان الذی لا ینبعی التسبیح الا بہ سبحان ذی الفضل والنعم سبحان ذی القدرۃ والکرم سبحان الذی احصٰی کل شئی بعلمہ اللھم اجعل لی نوراً فی قلبی ونوراً فی قبری ونوراً فی سمعی ونوراً فی بصری ونوراً شعری ونوراً فی بشری ونوراً فی لھمی ونوراً فی دمی ونوراً فی عظامی ونوراً من بین یدی ونوراً من خلفی ونوراً عن یمینی ونوراً عن شمالی ونوراً من فوتی ونوراً من تحتی اللھم زدنی نوراً واعطنی نوراً واجعل لی نوراً

ترجمہ۔ الٰہی میں تجھ سے تیرے پاس والی رحمت کا سوال کرتا ہوں جس سے میرے دل کو ہدایت نصیب ہو اور میرے متفرق امور جمع ہوں اور میری پریشانی دور کرے اور میری الفت کو پھیر دے اور میرے دین کی اصلاح کرے میرے غائب شخص کی حفاظت کرے اور میرے حاضر کو بلند کرے اور میرے عمل کو ستھرا کرے اور میرے منہ کو سفید کرے اور اس کے سبب سے مجھ کو میری راہ یابی دلا میں ڈالے اور تمام برائیوں سے مجھ کو بچاوے' الٰہی تو مجھ کو سچا ایمان عنایت کر' الٰہی ایسا یقین کے بعد کفر نہ ہو' اور وہ رحمت جس کے سبب سے تیری شرافت کرامت حاصل کروں دنیاو آخرت میں' الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کامیاب قضا کے وقت اور شہیدوں کے مراتب کا' اور نیک بختوں کی زندگی کا' اور دشمنوں پر غالب رہنے کا اور انبیاء کے ساتھ رہنے کا' الٰہی میں تیرے پاس اپنی حاجت لاتا ہوں اگرچہ میری تدبیر ضعیف ہے اور حیلہ کمتر اور عمل کوتاہ' اور میں تیری رحمت کا محتاج ہوں' پس میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اے امور کے حاکم' اور شفا دینے والے سینوں کے جس طرح علیحدگی رکھتا ہے تو سمندروں میں' اسی طرح مجھ کو علیحدہ رکھ دوزخ کے عذاب سے' اور ہلاک ہونے کی پکار سے' اور قبروں کے فتنہ سے' الٰہی جس بات سے میری تجویز قاصر ہوئی ہو اور عمل ضعیف ہوا ہو اور اس کو میری نیت اور آرزو نہ پہنچی ہو' یعنی کوئی بہتر بات کہ جس کا تو نے اپنے بندوں میں کسی کو وعدہ کیا ہو' یا کوئی بہتری اپنی خلق میں سے تو کسی کو دینے والا ہو تو اس خیر میں بھی تیری طرف راغب ہوں اور تجھ سے اس کا سوال کرتا ہوں یارب العلمین' الٰہی کردے ہم کو ہدایت کرنے والے اور ہدایت یافتہ اور گمراہ نہ ہونے والے اور نہ گمراہ کرنے تیرے دشمنوں سے اور صلح کرنے والے تیرے دوستوں سے محبت کریں تیری محبت کے باعث اس شخص سے جو تیری مخلوق ہیں اور تیری اطاعت کرے اور عداوت کریں تیری عداوت اس سے جو تیری خلق میں سے تیرے خلاف کرے' الٰہی یہ دعا ہے اور قبول کرنا تیرا کام ہے اور یہ کوشش ہے اور بھروسہ تجھ پر ہے' اور ہم اللہ کے لئے ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے اور نہیں طاقت گناہ سے باز رہنے کی اور نہیں قوت عبادت کرنے کی مگر اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر کے سبب سے ہے۔ اے مالک مضبوط رسی کے یعنی دین یا قرآن کے اور مروت کے' میں تجھ سے سوال کرتا ہوں مامون رہنا وعید دوزخ کے روز میں اور جنت کا طالب ہوں میں ہمیشگی کے دن میں مقرب شاہدوں رکوع کرنے والوں' عہد پورا کرنے والوں کے ساتھ' بے شک تو مہروالا محبوب ہے تو کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ پاکی بیان کرتا ہوں اس شخص کی جس نے چادر بنایا عزت کو' اور حکم کیا اس سے' پاک ہے وہ ذات جس نے بزرگی کو لباس بنایا اور اس سے بزرگ ہوا' پاک ہے وہ ذات کہ بجز اس کے اور کسی کے لئے پاکی بیان نہ کرنا چاہئے' پاک ہے صاحب فضل اور نعمت کا' پاک ہے صاحب قدرت اور کرم کا' پاک ہے جس نے گھیرا سب چیزوں کو علم سے۔ الٰہی کردے میرے لئے نور دل میں' اور نور میری قبر میں' اور نور میرے کان میں اور آنکھ میں اور بال میں اور کھال میں اور گوشت میں اور خون میں اور ہڈیوں میں اور روشنی میرے سامنے اور پیچھے اور میرے داہنے اور میرے باہنے اور میرے اوپر اور میرے نیچے' الٰہی زیادہ کر تو مجھ کو نور میں' اور دے مجھ کو نور' یعنی بالکل مجھ کو اعضائے ظاہروباطنی کے ساتھ ایسا کردے کہ حق کی جھلک اور امور خیر کی روشنی مجھ میں ہو جاوے۔

نمبر 2 دعائے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا : حضور پاک شہ لولاک نے ان کو ارشاد فرمایا کہ تم یہ کلمات جو تمام دعاؤں کے جامع اور معنی کے پورے مہمات دارین اور جمیع حاجات کو شامل ہیں، اپنے اوپر لازم کر لو اور کہا کرو۔

اللھم انی اسئلک من الخیر کل عاجلہ واجلہ ما علمت منہ ومالم اعلم واعوذبک من شر عا جلہ واجلہ ما علمت منہ ومالم اعلم اسئلک الجنۃ وماقرب الیھا من قول وعمل واعوذبک من النار وما قرب الیھا من قول وعمل اسئلک من الخیر ماسئلک عبدک رسولک محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم واستعیذک مما استعاوک منہ عبدک ورسولک محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم واسئلک مما قضیت لی من امران تجعل عاقبتہ رشد ابرحمتک یاارحم الراحمین۔ ترجمہ۔ الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں بالکل خیر کو حال کی اور آئندہ کی جو میں نے اس میں سے جانی ہو اور نہ جانی ہو، اور میں تیری پناہ پکڑتا ہوں تمام برائی سے حال کی اور آئندہ کی جو میں جانی ہو اور نہ جانی ہو، اور تجھ سے سوال کرتا ہوں جنت کا اور جو چیز جنت کے قریب کر دے قول اور عمل سے، اور تیری پناہ پکڑتا ہوں دوزخ سے اور جو اس کے نزدیک کر دے قول اور عمل سے، اور تجھ سے وہ بہتری مانگتا ہوں جس کو تیرے بندے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تجھ سے مانگی ہو اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ان امور سے جن سے تیرے بندے اور تیرے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تجھ سے پناہ مانگی اور تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ جس بات کا حکم میرے لئے کرے، اس کے انجام کو میرے حق میں اچھا کرنا اپنی رحمت سے اے ارحم الراحمین۔

نمبر 3 دعائے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا : حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے فاطمہ تجھ کو کیا چیز مانع ہے میری وصیت سننے، میں یہ کہتا ہوں کہ یوں کہا کر۔

یاحی یاقیوم برحمتک استغیث لا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین واصلح لی شانی کلہ ترجمہ۔ اے زندہ اے توانا تیری رحمت سے فریاد چاہتا ہوں مجھ کو ایک پلک مارنے کے وقت میں میرے نفس کے سپرد کر اور میرا سب تمام حال درست فرما دے۔

نمبر 4 دعائے سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ : حضور سرور عالم نے صدیق اکبر کو فرمایا کہ اس طرح کہیں۔

۱۔ یہ دعا اہلسنت کے دلائل میں سے ایک دلیل ہے اس مسئلہ کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے مثل بشر ہیں تو نور علیٰ نور بھی ہیں اس لئے کہ اسی حدیث میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے نور ہونے کے لئے دعا مانگی ہے جو لازماً" مستجاب ہوئی اس لئے علامہ عینی شارح بخاری نے کہا کہ ہر نبی علیہ السلام کی ہر دعا مستجاب ہوتی ہے اور آپ تو امام الانبیاء ہیں۔ (سوال) دعا سے پہلے آپ نور نہ تھے حالانکہ اہلسنت کہتے ہیں کہ آپ پیدائشی نور ہیں۔ (جواب) یہ ضروری نہیں کہ پہلے شے نہ ہو بعد دعا کے ملے مثلاً نماز میں بھی ہیں تب بھی اہدنا الصراط الخ میں ہدایت کی دعا مانگ رہے ہیں اسے استقامت و دوام کی دعا کہا جاتا ہے۔ اویسی غفرلہ

اللھم انی اسئلک بمحمد نبیک وابرھیم خلیلک وموسٰی نجیک وعیسٰی کلیمک وروحک وبکلام موسٰی وانجیل عیسٰی وزبور داود وفرقان محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم وعلیھم اجمین وبکل وحی اوحیتہ اوقضاء فقضیتہ اوسائل اعطیتہ اوغنی اوغنیتہ اوفقیرا غنیتہ اومنال ھدیتہ واسئلک باسمانک الذے انزلۃ علی موسی صلی اللّٰہ علیہ وسلم واسئلک لاسمک الذی تثبت بہ ارزاق العباد واسئلک باسمک انزلتہ علی موسی صلی اللّٰہ علیہ وسلم واسئلک باسمک الذی نبت بہ ارزاق العباد واسئلک باسمک الذی وصنعتہ علی الارض فاستقرت واسئلک باسمک وضعتہ علی السموت فاستعلت واسئلک باسمک الذی وضعتہ الذی وضعتہ علی الجبال فارست واسئلک باسمک الذی استقل بہ عرشک واسئلک باسمک الطھر ھوالاحدالصمد الوترالمنزل فی کتابک من لدنک من الفوز المبین واسئلک باسمک الذی وصنعتہ علی النھار فاستنار و علی اللیل فاظلم وبعظمتک وکبریائک وبنور وجھک الکریم ان ترزقنی القران والعلم بہ تخلطہ بلحمی ودمی وسمعی وبصری تستعمل بہ جسدی وبحولک وقرنک فانہ لا حول ولا قوۃ الا بک یاارحم الراحمین۔ ترجمہ۔ دعاحضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی' میں تجھ سے سوال کرتا ہوں بذریعہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تیرے نبی کے اور ابراہیم تیرے خلیل کے اور موسٰیؑ سرگوشی کرنے والے کے اور عیسٰیؑ تیرے کلمہ اور روح کے طفیل موسٰیؑ کے کلام اور عیسٰیؑ کی انجیل اور داود کی زبور اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قرآن کے اور بوسیلہ ہرایک وحی کے جس کو تو نے ہرایک انبیاء پر بھیجا یا حکم جو تو نے دیا ہو یا کسی سائل کو عطا کیا ہو یا کسی تو انگر کو خوش کیا ہو' یا کسی فقیر کو غنی کیا ہو یا کسی گمراہ کو ہدایت کیا ہو' اور تجھ سے سوال کرتا ہوں بذریعہ اس نام کے تیرے جس کو تو نے موسٰیؑ علیہ السلام پر اتارا' اور تجھ سے درخواست کرتا ہوں بذریعہ تیرے اس نام کے جس سے بندوں کے رزق ثابت رہے اور تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے اس نام سے جسے تو نے زمین پر رکھا تو وہ ٹھہرگئی اور تجھ سے مانگتا ہو ۔طفیل تیرے اس نام کے جس کو تو نے آسمان پر رکھا تو وہ اونچے ہو گئے اور تجھ سے سوال کرتا ہوں اس نام کی بدولت جس سے تیرا عشق ٹھہرا ہوا ہے اور سوال کرتا ہوں تجھ سے تیرے نام پاک وصاف تنہا بے پروا طاق کے جو تیری کتاب میں تیرے پاس سے صریح مراد سے اترا ہے اور تجھ سے سوال کرتا ہوں اس نام کے ذریعہ سے جس کو تو نے دن پر رکھا تو روشن ہو گیا اور رات پر رکھا تو تاریک ہو گئی اور تیری عظمت اور تیری بڑائی کے طفیل سے اور تیری ذات کریم کے ذریعہ سے یہ سوال ہے کہ مجھ کو قرآن اور اس کا علم نصیب کر اور اس کو میرے گوشت اور خون اور کان میں مخلوط کر دے اور اس کے مطابق میرے جسم سے کام لے اپنی طاقت اور قوت کے سبب سے کہ طاقت گناہ سے بچنے اور عبادت کرنے کی بجز تیرے اور کسی سے نہیں اے ارحم الراحمین۔

نمبر5 دعائے بریدہ سلمٰی: حضور سرور عالم نور مجسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بریدہ کیا میں تم کو ایسے کلمات نہ سکھا دوں کہ اللہ تعالٰی ان کو اسی شخص کو سکھلایا کرتا ہے جس کے ساتھ اس کی بہتری کرنی منظور ہوتی

ہے پھر وہ ان کو کبھی نہیں بھولتا' حضرت بریدہ نے عرض کیا کہ آپ سکھا دیجئے' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہو۔

اللھم انی ضعیف فقوی برضاک ضعفی وخذ الی الخیر بناصیتی واجعل الاسلام منتھی رضای اللھم انی ضعیف فقونی وانی ذلیل فاعزنی وانی فقیر فاغننی۔ ترجمہ۔ دعا حضرت بریدہ سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ الٰہی میں ناتوان ہوں تو میری ناتوانی کو اس رضا میں قوت دے اور مجھ کو بہتری کی طرف چوٹی پکڑ کے کھینچ لے اور اسلام کو میری انتہائی رضامندی کردے الٰہی میں ناتوان ہوں تو مجھ کو قوت دے اور میں ذلیل ہوں تو مجھ کو عزت دے اور میں فقیر ہوں تو مجھ کو تونگر کر دے۔

نمبر6 دعائے حضرت قبیصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ : انہوں نے حضور سرور عالم شفیع معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا' مجھ کو چند کلمات ایسے سکھا دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان سے مجھ کو نفع دیوے اس لئے کہ میری عمر زیادہ ہوئی اور بہت سے اعمال کہ میں ان کو کیا کرتا تھا' اب میں ان سے تھک گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کے لئے تو جب صبح کی نماز پڑھ چکو' تین مرتبہ کہو۔ سبحان اللّٰہ و بحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔ کہ جب تم ان کو کہو گے تو غم اور جذام اور برص اور فالج سے' مامون رہو گے اور اپنی آخرت کے لئے یہ دعا پڑھا کر۔

اللھم اھدنی من عندک وافض علی من فضلک وانشر علی من رحمتک و انزل علی من برکاتک۔ ترجمہ۔ الٰہی تو مجھے اپنے پاس سے ہدایت کر اور میرے اوپر اپنے فضل میں سے کچھ جاری کر اور اپنی کچھ رحمت میرے اوپر پھیلا' اور کچھ اپنے برکات میں سے مجھ پر اتار۔ فائدہ : پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ ان کو برابر پڑھے گا اور ترک نہ کرے گا اس کے لئے جنت کے چار دروازے کھولے جائیں گے کہ جن میں سے چاہے اندر چلا جائے۔

نمبر7 دعائے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ : ان سے کسی نے کہا کہ آپ کا گھر جل گیا۔ اس وقت کہ ان کے محلے میں آگ لگی تھی' آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرے گا' تین مرتبہ ان سے یہی کہا گیا اور انہوں نے یہی جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرے گا پھر ایک شخص نے آکر اطلاع دی کہ جب آگ تمہارے گھر کے پاس آئی تو بجھ گئی' آپ نے فرمایا کہ مجھے پہلے سے معلوم تھا کہ ایسا ہی ہو گا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم کو نہیں معلوم کہ آپ کے دونوں قولوں میں سے کون سا عجیب تر ہے' آپ نے کہا میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی ان کلمات کو رات میں یا دن میں کہے گا' اس کو کوئی چیز ضرر نہ کرے گی اور میں نے ان کو پڑھ لیا تھا اس لئے مجھے یقین تھا کہ میرا نقصان نہ ہو گا' وہ کلمات یہ ہیں۔

اللھم انت ربی لا الہ الا انت علیک توکلت وانت رب العرش العظیم لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم

ماشاء اللّٰہ کان ومالم یشاء لم یکن اعلم ان اللّٰہ علی کل شی قدیر وان اللّٰہ قد احاط بکل شی علما واحصنی کل شی عددا اللھم انی اعوذبک من شر نفسی ومن شر کل دابۃ انت اخذت بنا صیتھا ان ربی علی صراط مستقیم۔ ترجمہ۔ دعائے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ الٰہی تو میرا پروردگار ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں' میں نے تجھ پر بھروسہ کیا اور تو مالک ہے بڑے عرش کا' نہیں ہے طاقت گناہ سے بچنے کی اور قوت عبادت کرنے کی مگر اللہ برتر عظمت والے کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ ہوا جو نہ چاہا نہیں ہوا میں جانتا ہوں بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر علم سے محیط ہے' اور ہر چیز کو شمار سے گن رکھا ہے' الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اپنے نفس کی برائی سے اور ہر چلنے کی برائی سے کہ جس کی چوٹی تیرے قابو میں ہے' بے شک میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔

نمبر8 دعائے حضرت ابراہیم خلیل علی نبینا علیہ السلام : آپ صبح کو پڑھا کرتے تھے ۔اللھم ھذا خلق جدید فافتحہ علی بطاعتک واختمہ لی بمغفرتک ورضوانک وارزقنی فیہ حسنۃ تقبلھا منی وزکھا وضعفھا لی وما عملت فیہ من سیئۃ فاغفرلی انک غفور رحیم و دود کریم۔ ترجمہ۔ دعائے حضرت ابراہیم خلیل اللہ الٰہی صبح نئی مخلوق ہے پس اس کو مجھ پر اپنی اطاعت سے کھول' اور اس کو میرے لئے اپنی مغفرت اور رضا پر تمام کر اور اس میں مجھ کو ایسی نیکی نصیب کر جس کو تو مجھ سے قبول کرے اور اس نیکی کو میرے لئے پاکیزہ کر اور دونا کر' اور جو برائی میں اس میں کروں اس کو تو مجھے معاف کردے کہ تو معاف کرنے والا محبت رکھنے والا سخی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی صبح کو اٹھ کر یہ دعا پڑھ لے تو اس نے اس روز کا شکر ادا کیا۔

نمبر9 دعائے حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ السلام : کی ہے کہ آپ علیہ السلام یہ دعا پڑھتے تھے۔اللھم اصبحت لا استطیع رفع ما اکرہ ولا املک نفع ما ارجو واصبح الامر بیدغیری واصبحت مرتھنا بعملی فلا فقیر افقر منی اللھم لا تشمت بی عدوی ولا تسولی صدیقی ولا تجعل مصیبتی دینی ولا تجعل الدنیا اکبر ھمی ولا تسلط علی من لا یرحمنی یاحی یاقیوم۔ ترجمہ۔ دعائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام الٰہی میں ایسا ہوں کہ جو بات مجھے معلوم ہوتی ہے اس کو ٹال دیتا ہوں اس سے منتفع ہونے پر قابو نہیں رکھتا اور معاملہ دوسرے شخص کے اختیار میں ہے اور اپنے عمل میں پھنسا ہوں' پس محتاج مجھ سے زیادہ حاجت مند نہیں' الٰہی مت ہنسا مجھ پر میرے دشمن کو اور نہ برا کر میرے سبب سے میرے دوست کو اور مت کر میری مصیبت میرے دین میں اور مت کر دنیا کو زیادہ سے زیادہ مقصود میرا اور مجھ پر مت قابو دے ایسے شخص کو جو مجھ پر رحم نہ کریں اے زندہ اے توانا۔

نمبر10 دعائے حضرت خضر علیہ السلام : حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہ السلام جب حج کے دنوں میں ہر سال ملتے تو جدا اس وقت ہوتے کہ یہ دعا پڑھ لیا کرتے۔بسم اللّٰہ ماشاء اللّٰہ لا قوۃ الا باللّٰہ ماشاء اللّٰہ الخیر کلہ بیداللّٰہ ماشاء اللّٰہ لا یصرف السوء الا اللّٰہ۔ ترجمہ۔ دعائے حضرت خضر علیہ السلام اللہ کے نام سے شروع جو چاہا

اللہ نے قوت نہیں مگر اللہ کو دی ہوئی جو چاہا اللہ کا ہر ایک نعمت اللہ کے پاس ہے جو چاہا اللہ کا خیر بالکل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جو چاہا اللہ کا نہیں پھرتا ہے برائی کو سوائے اللہ کے کوئی۔

فائدہ : جو کوئی اس دعا کو صبح کو اٹھ کر تین دفعہ پڑھ لیا کرے وہ جلنے اور ڈوبنے اور چوری سے ان شاء اللہ محفوظ رہے گا۔

نمبر11 دعائے حضرت معروف کرخی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ : محمد بن حسان کہتے ہیں کہ مجھ سے آپ نے فرمایا کہ میں تجھ کو دس کلمات سکھائے دیتا ہوں پانچ دنیا کے لئے اور پانچ آخرت کے لئے' جو کوئی ان کو پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعامانگے گا' اللہ تعالیٰ کو ان کے ساتھ پائے گا' میں نے عرض کیا کہ آپ ان کو میرے لئے لکھ دیجئے۔ حضرت معروف کرخی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ لکھوں گا نہیں بلکہ تیرے سامنے کئی مرتبہ پڑھ دوں گا جیسے بکر بن خنیس رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ میرے سامنے کئی مرتبہ پڑھتے تھے وہ یہ ہیں۔

حسبی اللّٰہ لدینی حسبی اللّٰہ لدنیائی حسبی اللّٰہ الکریم لما اھمنی حسبی اللّٰہ الحکیم القوی لمن یبغی علی حسبی اللّٰہ الشدید لمن کان فی لبو حسبی اللّٰہ الرحیم عندالموت حسبی اللّٰہ الروف عندالمسالۃ فی القبر حسبی اللّٰہ الکریم عندالحساب حسبی اللّٰہ اللطیف عندالمیزان حسبی اللّٰہ القدیر عندالصراط حسبی اللّٰہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت وھورب العرش العظیم۔ ترجمہ۔ اللہ مجھ کو کافی ہے میرے دین کے واسطے مجھ کو' بس ہے میری دنیا کے لئے اللہ کریم مجھ کو کافی ہے اس چیز کے لئے جس نے مجھ کو تردد میں ڈالا' کافی ہے مجھ کو اللہ تعالیٰ بردبار قوت والا اس شخص کے لئے جو مجھ پر سرکش کرے' اللہ تعالیٰ شدت والا مجھ کو بس ہے اس شخص کے لئے جو مجھ کو بدی پہنچانے کی تدبیر کرے' اور اللہ تعالیٰ رحم والا مجھ کو موت کے وقت کافی ہے' اللہ تعالیٰ صاحب رافت مجھ کو کافی ہے قبر میں سوال کرنے کے وقت اللہ کریم مجھ کو بس ہے حساب کے وقت' اللہ لطیف مجھ کو کافی ہے میزان کے پاس اللہ تعالیٰ قدیر مجھ کو بس ہے پل صراط پر' اللہ مجھ کو کافی ہے کسی کی بزرگی نہیں اس کے سوا اس پر میں نے بھروسہ کیا' اور وہ صاحب ہے بڑے تخت کا۔

فائدہ : حضرت ابوداود سے مروی ہے کہ جو کوئی ہر روز سات بار اس آیت کو پڑھے ۔فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ (یونس ۹۲) اللہ تعالیٰ اس کے آخرت کے امر مہم کو کفایت کرے گا' خواہ وہ اس قول میں سچا ہو یا جھوٹا' یعنی خواہ توکل رکھتا ہو یا نہیں۔

نمبر12 دعائے عتبہ غلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ : کسی نے خواب میں دیکھا کہ آپ نے فرمایا کہ میں اس دعا کے باعث جنت میں داخل ہوا۔ اللھم یا ھادی المضلین ویاارحم المذنبین ومقیل عثرات العاثرین ارحم عبدک ذالخطر العظیم و المسلمین کلھم اجمعین فاجعلنا مع الاحیاء المرزوقین الذین انعمت علیھم من النبیین والصدیقین والشھدآء والصالحین امین یارب العلمین۔ ترجمہ۔ اے اللہ اے راہ بتانے والے

گمراہوں کے اور مہر کرنے والے گنہگاروں کے اور معاف کرنے والے لغزشوں اور خطاؤں کے' رحم کر اپنے بندہ پر' جس کو بڑا خطرہ ہے' اور رحم کر سب مسلمانوں پر اور ہم کو ان زندوں کے ساتھ کر دے جن کو رزق ملتا ہے اور تو نے ان پر انعام کیا ہے یعنی انبیاء اور صدیقوں اور شہیدوں اور نیک بختوں کے ساتھ اس دعا کو قبول کر اے رب العلمین۔

نمبر13 دعائے حضرت آدم علی نبینا علیہ السلام : حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ منظور کرے تو انہوں نے سات بار خانہ کعبہ کا طواف کیا اور اس وقت کعبہ بنا ہوا نہ تھا' بلکہ ایک سرخ ٹیلا تھا پھر انہوں نے دو رکعتیں نماز پڑھی' پھر یہ دعا پڑھی۔ اللھم انک تعلم سری وعلانیتی فاقبل معذرتی وتعلم حاجتی فاعطنی سوالی وتعلم ما فی نفسی فاغفرلی ذنوبی اللھم انی اسئلک ایمانا یباشر قلبی ویقینا صادقا حتی اعلم انہ لن یصیبنی الا ماکتبتہ علی فارضنی بما قسمتہ لی یا ذوالجلال و الاکرام۔ ترجمہ۔ اے اللہ تو جانتا ہے میرے باطن اور میرے ظاہر کو' پس قبول کر عذر' اور تو جانتا ہے میری حاجت' پس عطا کر مجھ کو میری مانگ اور تو جانتا ہے جو بات میرے دل میں ہے تو بخش دے مجھ کو میرے گناہ' الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ایسا ایمان کہ میرے دل کے ساتھ رہے اور ایسا یقین صادق کو میں جانوں کہ ہرگز کوئی مصیبت نہ آوے گی مگر جو تو نے مجھ پر لکھ دی پھر تو راضی کر مجھ کو اس چیز سے جو تو نے میرے لئے مقرر کی ہے اے بزرگی اور اکرام والے۔

فائدہ : اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ میں نے تم کو معاف کر دیا' اور جو کوئی تمہاری اولاد میں سے اسی دعا کو پڑھ کر دعا مانگے گا' میں اس کو بخش دوں گا اور اس کا غم اور رنج دور کر دوں گا اور مفلسی کو اس کی دونوں آنکھوں سے نکال دوں گا اور ہر تاجر سے زیادہ اس کو نفع دوں گا اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آئے گی' گو وہ اس کو نہ چاہے۔ (سبحان اللہ)

نمبر14 دعائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم : آپ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر روز اپنی بڑائی کرتا ہے اور فرماتا ہے۔

انی انا اللہ رب العلمین انی انا اللہ لا الہ الا انا الحی القیوم انی انا اللہ الہ الا انا العلی العظیم انی انا اللہ لا الہ الا انا لم الد ولم اولد انی انا اللہ لا الہ الا انا العفو الغفور انی انا اللہ لا الہ الا انا مبدی کل شی انی یعود العزیز الحکیم الرحمن الرحیم ملک یوم الدین خالق الخیر والشر خالق الجنۃ والنار الواحد الاحد انصر و الصمد الذی لم یتخذ صاحبۃ ولا ولدا الفرد الوتر عالم الغیب والشھادۃ الملک القدوس السلام المومن المھیمن العزیز الجبار المتکبر الخالق الباری المصور الکبیر المتعال المقتدر القھار الحکیم الکریم اھل الثناء والمجد عالم السر واخفی القادر الرزاق الخلق و الخلیقۃ ترجمہ۔ بے شک

میں ہی ہوں اللہ پروردگار سارے جہان کا' بے شک میں ہی ہوں اللہ کوئی معبود نہیں سوائے میرے کہ زندہ توانا ہوں' بے شک میں معبود ہوں کوئی نہیں سوائے میرے کہ برتر عظمت والا ہوں' بے شک میں اللہ ہوں کوئی معبود نہیں سوائے میرے' نہ مجھ سے کوئی پیدا ہوا اور نہ میں کسی سے پیدا ہوا بے شک میں اللہ ہوں کوئی معبود نہیں سوائے میرے کہ میں معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہوں' بے شک میں اللہ ہوں کوئی معبود نہیں بجز میرے' اور ہر چیز نئے سرے سے ایجاد کرنے والا ہوں' اور میری ہی طرف ہر چیز رجوع کرے گی' عزت والا حکمت والا ہوں' بہت مہربان رحم والا ہوں' انصاف کے دن کا مالک ہوں' نیکی اور بدی کا پیدا کرنے والا ہوں' جنت اور دوزخ کا پیدا کرنے والا ہوں یکتا صفات میں اور ذات یکتا بے پروا ایسا نہ کوئی بی بی ہے نہ لڑکا' اکیلا طاق' جاننے والا پوشیدہ اور ظاہر کا بادشاہ حقیقی نہایت پاک ہے اور بے عیب امان دینے والا نگہبان زبردست بگڑے کاموں کا درست کرنے والا' بزرگ پیدا کرنے والا عدم سے وجود میں لانے والا' بہت بڑا عالی شان قدرت والا' لائق تعریف اور مجدد کا جاننے والا راز اور اس سے زیادہ چھپی بات کا' قابو رکھنے والا رزق دینے والا' خلق اور اہل خلق سے برتر۔

فائدہ: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر کلمہ کے پیشتر انی انا اللّٰہ لا الہ الا انا مذکور فرمایا جیسے ہم نے شروع کے چند اسماء میں لکھا ہے پس کوئی ان اسماء کے ذریعے دعا مانگے اس کو چاہیے کہ ہر جگہ انک انت اللّٰہ لا الہ الا انت کہے انی کی جگہ انک اورانا کی جگہ انت' اور جو کوئی ان اسماء سے دعا مانگے گا' وہ سجدہ کرنے والوں اور خشوع کرنے والوں میں لکھا جائے گا جو آنحضور اور حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور دوسرے انبیاء صلوٰۃ اللہ اجمعین کے پڑوس میں قیامت کے روز رہیں گے اور اس کو آسمان اور زمین کے عابدوں کا ثواب ملے گا۔

نمبر 15 تسبیحات و دعا ابی المعتمر سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ: مروی ہے کہ یونس بن عبیدہ نے ان لوگوں میں سے جو روم میں شہید ہوئے تھے' ایک شہید کو میں دیکھ کر پوچھا کہ تم نے اعمال میں سے کون سا زیادہ افضل پایا' انہوں نے فرمایا کہ ابی المعتمر کی تسبیحوں کی قدر اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ ہے اور وہ یہ ہیں۔نمبر 1 سبحان اللّٰہ والحمدللّٰہ ولا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ عددما خلق وعدد ماھو خالق وزنۃ ما خلق ما ھوخالق وملا ماخلق وملا ماھو خالق وملا السموت وملا ارضیہ ومثل ذلک واضعاف ذلک وعددخلقہ وزنۃ عرشہ منتھی رحمتہ وھدا کلماتہ ومبلغ رضا حتی یرضی واذرضی وعددما ذکرہ بہ خلقہ فی جمیع ما مضی وعدد ماھم ذکروہ فیمابقی فی کل سنۃ شھر وجمعۃ ویوم ولیلۃ وساعۃ من لساعات وتم نفس من الانفاس وابدامن الا بادمن الابدالی الابد وابداً الدنیا والاخرۃ و اکثر من ذلک لا ینقطع اولاہ ولا ینفدا خراہ۔ ترجمہ۔ پاکی بیان کرتا ہوں اللہ کی' اور سب خوبیاں اللہ کی ہیں اور کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے' نہیں ہے طاقت گناہ سے بچنے کی اور نہ قوت کی مگر اللہ کی دی ہوئی موافق شمار ان کے جو اس نے پیدا کی ہیں اور جن کو وہ پیدا کرنے والا اور موافق وزن ان اشیاء کے جو اس نے پیدا کیں اور جن کو وہ پیدا کرنے والا ہے اور

مقدار پر ہی ان چیزوں کی جو اس نے پیدا کیں اور جن کو وہ پیدا کرنے والا ہے اور مقدار پر ہی اس کے آسمانوں کے اور بھرتی بقدر اس کی زمینوں کی اور اس کے برابر اور اس سے بہت گنتی پر بقدر گنتی اس کے خلق کے اور مقدروں اس کے عرش کے اور انتہاء اس کی رحمت کے اور سیاہی اس کے کلموں کے اور اس کے رضا کے انجام کے یہاں تک کہ وہ خوش ہو' اور جس وقت وہ راضی ہوا' اور بقدر شمار ان الفاظ کے جس سے اس کی مخلوق نے اس کو یاد کیا ہے سارے زمانہ ماضی میں اور جس نے کہ اس کے یاد کرنے کے زمانہ آئندہ میں ہر سال اور ہر مہینے اور ہر ہفتے دن و رات میں اور ہر ایک گھڑی سانس اور دم میں اور کسی زمانہ آئندہ میں ایک رات سے لے کر دوسری رات تک دنیا کی مدت اور آخرت کی مدت سے اور اس سے زیادہ کر' اس کی ابتداء علیحدہ ہو اور نہ اس کی انتہا تمام ہو۔

نمبر16 دعائے حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے : ابراہیم بن بشار آپ کے خادم روایت کرتے ہیں کہ ابراہیم بن ادہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر جمعہ کو یہ دعا کرتے تھے۔مرحبا بیوم المزید والصبح الحدید والکاتب والشھید یومنا ھذا یوم عیدا اکتب لنا ما یقول بسم اللّٰہ الحمید المجید الرفیع الودود الفعال فی خلقه ما یرید اصبحت باللّٰہ مرمنًا وبلقائه مصدقًا ولجعته معترفًا ومن ذنبی مستنفر اولر بربیة اللّٰہ خاضعاو لسوی اللّٰہ فی 'لا لھیة جاحداوالی اللّٰہ فقیرا وعلی اللّٰہ متوکلا والی اللّٰہ منیبًا اشھد اللّٰہ واشھد ملا نکة وانبیائه ورسنه رحمته عرشه ومن ھوخالقه بانه ھواللّٰہ الذی لا اله الا ھو وحده لا شریک له وان محمداً عبده ورسوله صلی اللّٰہ علیه وسلم تسلیما وان الجنة حتی وان النارحق والحرض حق والشاعة حق ومنکرا ونکیرا حق ووعدک حق و لقائک حق والساعة آیتته لا ریب فیھا وان اللّٰہ یبعث من فی القبور علی ذلک احیی والیه امرت وعلیه ابعث ان شاء اللّٰہ اللھم انت ربی لا اله الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عھدک ووعدک ما استطعت اعوذبک اللّٰھم من شرما صنعت ومن شر کل ذی شرا اللھم فی قد ظلمت نفسی فاغفرلی ذنوبی فاته لا یغفر الذنوب الا انت واھدنی الا حسن الا خلاق نانه لا یھدی باحسنھا الا انت واصرف عنی سیتھا فانه لا یصرف سیئھا الا انت لبیک سعدیک والخیر کله بیدیک انا بک والیک استغفرک واتوب الیک امنت اللھم بما ارسلت من رسول وامنت اللھم بما انزلت من کناب وصلی اللّٰہ علی محمدن النبی الامی وعلی آله وسلمه تسلیمًا کثرا خاتم کلامی و مفتاحه وعلی انبیائه ورسله اجمعین آمین یارب العلمین اللھم اوردنا حوض محمد واسقنا بکاسه شربا رویًا سائغًا ھنیئا لا نفما بعده ابدا واحشرنا فی زمرته غیرخزایا ولا ناکثین للعھد ولا مرتا بین ولا مفتونین ولا مغضوب علینا ولا الضالین اللھم اعصمنی من فتن الدنیا ووفقنی لما تحب و ترضی واصلح لی شانی کله وثبتنی بالقول الثابت فی الحیٰوة الدنیا وفی الاخرة ولا تضلنی وان کنت ظالمًا سبحانک سبحانک یا علی یا عظیم یاربی یا رحیم یا عظیم یا جبار سبحان من سبحت له السموت باکنافھا وسبحان من سبحت له الجبال باصدائھا و سبحان من سبحت له البحاریا مزاجھا و سبحان من

سبحت له الحیتان یلفاتها و سبحان من سبحت له النجوم فی السماء بابراجهاد سبحان من سبحت له الشجر باصولها و ثمارها و سبحان من سبحت له السموت السبع والارضون السبع ومن فیهن ومن علیهن سبحان من سبح له کل شئی من مخلوقاته تبارکت و تعالیت سبحانک سبحانک یا حی یا قیوم یا علیم یا حلیم سبحانک لا اله الا انت وحدک لا شریک لک تحی و تمیت وانت حی لا یموت بیدک الخیر وانت علی کل شئی قدیر۔

ترجمہ۔ ہے اس زیادتی ثواب کے دن کو اور نئی صبح کو اور اعمال کے لکھنے والے اور ان کے گواہ کو ہمارا روز عید کا روز عید ہے۔ لکھ ہمارے لئے جو ہم کہتے ہیں' اللہ کے نام سے شروع ہے جو خوبیوں والا اور شرافت والا اور بلند مرتبہ محبت والا اپنی مخلوق میں جو چاہے سو کرنے والا ہے۔ میں نے صبح کی اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہوں' اور اس کے دیدار کی تصدق کرتا ہوں' اور اس کی حجت کا معترف ہوں' اور اپنے گناہوں سے معافی مانگنے والا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے سامنے فروتنی کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے سوا معبود ہونے کا منکر ہوں' اور اللہ کا محتاج اور اسی پر بھروسہ کرنے والا اور اسی کی طرف رجوع کرنے والا ہوں۔ میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں' اور اس کے فرشتوں اور نبیوں اور رسولوں اور عرش کے اٹھانے والوں کو' اور جن کو اس نے پیدا کیا اور جن کو وہ پیدا کرنے والا ہے' گواہ کرتا ہوں میں اس بات کا کہ وہی معبود ہے کوئی بندگی کے لائق نہیں اس کے سوا تنہا ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور اس بات کا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس کے بندے اور رسول ہیں اور اس کا کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے اور حوض سچ ہے' اور شفاعت سچ ہے' اور منکر نکیر حق ہیں اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تیرا دیدار حق ہے اور قیامت آنے والی ہے اس میں کچھ شبہ نہیں اور اللہ تعالیٰ قبر میں کیسے لوگوں کو اٹھائے گا اسی گواہی پر میں زندہ ہوں اور اسی پر مروں گا اور اسی پر اٹھوں گا اگر اللہ نے چاہا' الٰہی تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے عہد پر قائم ہوں اور تیرے وعدہ اپنے مقدور بھر میں تجھ سے الٰہی پناہ مانگتا ہوں میں برائی سے ان خطاؤں کی جو میں نے کی اور برائی سے ہر بدی والے کے' الٰہی میں نے بے شک اپنی جان پر ظلم کیا پس بخش دے مجھ کو میرے گناہ' کوئی تیرے سوا اور کوئی گناہوں کو معاف نہیں کرتا' اور مجھ کو راہ دکھا اچھی عادتوں کی راہ اور کوئی نہیں بتاتا اور مجھ سے بری عادتوں کو ٹال دے کہ تیرے سوا بری عادتوں کو کوئی نہیں ٹالتا میں خدمت میں حاضر ہوں اور طاعت کے مستعدی ہوں اور خیر بالکل تیرے ہاتھوں میں ہے۔ میں تجھ سے ہوں اور تیری طرف رجوع کرنے والا اور تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں الٰہی میں ایمان لایا رسولوں پر جو تو نے بھیجے اور کتابوں پر جو تو نے اتاریں اور اللہ تعالیٰ رحمت کرے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی ناخواندہ پر اور ان کی اولاد پر بہت سا سلام بھیجے میرے کلام انجام اور انداز میں اور اپنے سب انبیاؤں پر اور رسولوں پر ایسا ہی کر اے رب العلمین الٰہی ہم کو وارد کر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوض پر اور ہم کو ان کے جام سے شربت پلا جو سیراب کرنے والا اور پچنے والا ہو کہ اس کے بعد کبھی ہم پیاسے نہ ہوں اور ہم کو اس کی جماعت میں اٹھا ایسی صورت سے

کہ ہم نہ رسوا ہوں' نہ عہد شکنی کریں' نہ دین میں شک کریں نہ فتنہ میں مبتلا ہوں نہ ہم پر غصہ ہو نہ ہم گمراہ ہو' الٰہی مجھ کو دنیا کے فتنوں سے بچا اور ان باتوں کی توفیق دے جن سے تو خوش ہو اور راضی رہے اور میرا بالکل حال درست کر اور مجھ کو مضبوط قول پر دنیا کی زندگی اور آخرت میں قائم رکھ اور مجھ کو گمراہ مت کر اگرچہ ظالم ہوں میں۔ پاک ہے تو عالی شان اے عظمت والے اے پیدا کرنے والے اے رحم والے اے عزت والے اے بگڑوں کو درست کرنے والے میں پاکی بیان کرتا ہوں اس شخص کی جس کی پاکی آسمان مع اپنے اطراف کے بیان کرتے ہیں اور میں پاکی بیان کرتا ہوں اس شخص کی جس کی پاکی پہاڑ اور ان کی گونج کرتی ہے اور میں پاکی بیان کرتا ہوں اس کی جس کے ستارے آسمانوں کے مع برجوں کے بیان کرتے ہیں اور میں پاکی بیان کرتا ہوں اس کی جس کی پاکی درخت مع اپنی جڑوں اور پھولوں کے بیان کرتے ہیں اور میں پاکی بیان کرتا ہوں اس کی جس کی ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اور جوان کے بیچ میں ہیں اور جو ان کے اوپر ہیں بیان کرتے ہیں پاک ہے وہ ذات جس کے لئے ہر چیز نے اس کی مخلوقات میں سے پاکی بیان کی تو برکت والا اور بزرگ ہے۔ اور تو پاک ہے تو پاک ہے اے زندہ اے قائم رکھنے والے اے علم والے اے حکم والے تو پاک ہے کوئی معبود نہیں تیرے سوا تو اکیلا ہے۔ کوئی تیرا شریک نہیں تو جلاتا ہے اور تو ہی مارتا ہے تو زندہ ہے کہ نہیں مرتا ہے تیرے قابو میں ہے بہتری اور تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

حضور نبی کریم علیہ السلام اور صحابہ علیہم الرضوان کی دعائیں

نوٹ۔ یہ دعائیں ابو طالب مکی اور ابن خزیمہ اور ابن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مجموعوں سے انتخاب کی گئی ہیں۔ سالک یعنی طالب آخرت کے لئے مستحب ہے کہ جب صبح کو اٹھے تو اس کا کچھ وظیفہ دعا ہو' چنانچہ اس کا ذکر باب الاوراد میں آتا ہے۔ اگر آخرت کی کھیتی منظور ہے اور جن دعاؤں سے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا مانگی ہے ان میں آپ کی پیروی چاہتے ہیں تو اپنی دعاؤں کے شروع میں نماز کے بعد یوں کہا کرو 1۔ سبحان ربی الاعلیٰ الوھاب لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شی قدیر اور تین بار کہو 2۔ رضیت باللّٰہ رباؤ بالا سلام دینا و بمحمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم نبینا اور یہ کہو 3۔ اللھم فاطر السموت والارض عالم الغیب والشھادۃ رب کل شی و ملیکہ اشھدان لا الہ الا انت اعوذبک من شرنفسی و شرالشیطان و شرکلہ اور کہو 4۔ اللھم انی اسلک العفوالعافیۃ فی دین دینای واھلی و مالی اللھم استر عوراتی و امن روعاتی راقلنی عثراتی احفظنی من بین یدی فمن خلفی وعن یمینی وعن شمالی وعن نوقی واعوذبک ان اغتسال من تحتی۔ 5. اللھم لا ترمنی مکرک ولا تولنی غیرک ولا تنزع عنی سترک ولا تلمنی ولا تجعلنی من الغافلین اور تین بار سیدالاستغفار پڑھے۔ 6۔ اللھم انت ربی لا الہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عھدک ووعدک ما استطعت اعوذبک من شرما صنعت ابوء

لک نعمتک علی وابوء بذنبی فاغفرلی فانه لا یغفر الذنوب الا انت اور تین بار یہ کہو ۔7 اللھم عافنی فی بدنی دعا فنی فی سمعی و عافنی فی بصری لا الہ الا انت اور کہو ۔7 اللھم انی اسئلک الرضی بعد القضاء و بردا العیش بعد الموت والنظرالی وجھک وشوق الی لقائک من غیر ضراء مفترۃ ولا فتنتہ مضلۃ واعوذبک من ان اظلم او یظلم اواعتدی او یعتدی علی اواکسب خطیئۃ او ذنبا لا تغفر۔ 8 اللھم انی اسئلک الثبات فی الامر والعزیمتہ علی الرشد واسئلک شکر نعمتک و حسن عبادتک واسئلک قلبًا سلیمًا و خلقًا مستقیمًا ولسانا صادقا و عملا مقبولًا واسئلک من خیر ما تعلم واعوذبک من شرما تعلیم واستغفرک بما تعلم نانک تعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب ۔9 اللھم اغفرلی ماقدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت فانک انت المقدم وانت الموخروانت علی کل شی قدیر وعلی کل غیب شھید۔ 10۔ اللھم انی اسئلک ایمانا لا یرتد و نعیما لا ینفدوقرۃ عین الا بدومرافقتہ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی اعلیٰ جنتہ الخلد ۔11 اللھم انی اسئلک الطیبات و فعل الغیرات ترک المنکرات وحب المساکین واسئلک حبک وحب من احبک وحب کل عمل یقرب الی حبک وان تتوب علی و تغفرلی و ترحمنی واذاردت بقوم فتنۃ فاقبضی الیک غیر مفتون ۔12 اللھم بعلمک الغیب علی الخلق احینی ما کانت الحیوۃ خیرالی و توفنی اذاکانت الرفاۃ خیرالی واسلک خشیتک فی الغیب والشھادۃ و کلمۃ العدل فی الرضارو الغضب والقصہ فی الغنی والفقرا دلذۃ النظر الی وجھک والشوق الی لقائک واعوذبک من ضراء مضرۃ وفتننہ مضلتہ ۔13 اللھم زینا بزینۃ ایمانا واجعلنا ھداۃ مھتدین ۔14 اللھم اقسم النامن خشیتک ماتحول بہ بیننا وبین معاصیک ومن طاعتک ما تبلغنابہ جنتک ومن الیقین ماتھون بہ علینا مصائب الدنیا اللھم املاؤ جو ھنامنک حیاء قلوبنا منک فرقاء داسکن فی نفوسنا من عظمتک ما تذلل جوارحنا لخدمتک واجعلک ۔15 اللھم احب الینا ممن سواک واجعلنا اخشی لک ممن سواک ۔16 اللھم اجعل اول یومنا ھذا اصلاحا و اوسطہ فلا حا واخرہ نجاحًا اللھم اجعل اولہ رحمتہ واوسطہ نعمتہ و اخرہ مکرمتہ و مغفرۃ ۔17 الحمد اللہ الذی تواضع کل شئی لعظمتہ وذل کل شئی لعزتہ و خفع کل شئی طلکہ واستسلم کل شئی لقدرتہ والحمد للہ الذی سکن کل شئی مھیبتہ واظھر کل شئی بحکمتہ و تصاغر کل شئی لکبریانہ ۔18 اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد و ازواج محمد و ذرینہ و بارک علی محمد وعلی الہ وازواجہ و ذرینہ کما بارکت علی ابراھیم فی العلمین ولا انک حمید مجید۔ ۔19 اللھم صل علی محمد عبدک ورسولک و نبیک النبی الا می رسولک الا مین واعطہ المقام المحمود الذی وعدتہ یوم الدین۔ ۔20 اللھم اجعلنا من اولیاءک المتقین و خربک المفلحلین و عبادک الصالحین واستعملنالمر صناتک عناد و فقنا لمحابک مناوصر فنا بحسن اختیارک لنا نسئلک جوامع الخیر و فواتحہ و خراتمہ و نعوذبک من جوامع الشروفواتحہ و خواتمہ اللھم بقدرتک علی انت

علی انک انت التواب الرحیم و مجلمک عنحا عف عنی انک انت الغفار رالحلیم و بعلمک بی ارفق بی انک انت ارحم الراحمین و بملک لی ملکنی نفسی ولا تسلطها علی ولا انک انت الملک الجبار ۔21 سبحانک اللهم و بحمدک لا اله الا انت عملت سوء او ظلمت نفسی فاغفرلی ذنبی انک انت ربی انه لا یغفر الذنوب الا انت ۔22 اللهم الهمنی رشدی وقنی شرنفسی اللهم ارزقنی حلالا لا تعاقبنی علیه و قنعنی بما رزقتنی استعملنی به صالحا تقبله منی ۔23 اللهم انی اسئلک العفو د العافیة وحسن الیقین والمعافاة فی الدنیا والاخرة یامن لا تضره الذنوب ولا تنقصه المغفرة هب لی مالا یضرک واعطنی مالا ینقصک ربنا افرغ علینا صبرا وتوفنا مسلمین انت ولی فی الدنیا والاخرة توفنی مسلما والحقنی بالصلحین انت و لینا فاغفرلنا وارحمنا وانت خیر الغافرین واکتب لنا فی هذه الدنیا حسنة وفی الاخرة ربنا علیک توکلنا والیک انبنا والیک المصیر ربنا لا تجعلنا فتنة للقوم الظالمین ربنا لا تجعلنا فتنة للذین کفروا واغفرلنا ربنا انک انت العزیز الحکیم ربنا اغفرلنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکفرین ربنا اغفرلنا ولا خواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم ربنا اتنا من لدنک رحمة وهی لنا من امرنا رشدا ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان امنوا بربکم فامنا ربنا فاغفر لنا ذنوبنا و کفرعنا سیاتنا و توفنا مع الابرار ربنا واتنا ما وعدتنا علی رسلک ولا تخزنا یوم القیامة انک لا تخلف المیعاد و ربنا لا تواخذنا ان نسینا اواخطانا ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملته علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا مالا طاقة لنا واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولنا فانصرنا علی القوم الکفرین رب اغفرلی ولوادی وارحمنا کما ربیانی صغیرا واغفر للمومنین والمومنات والمسلمین والمسلمت الاحیاء منهم و الاموات رب اغفر وارحم و تجاوز عما تعلم وانت الاعز الاکرم وانت خیر الرحمین و خیر الغافرین وانا لله وانا الیه راجعون ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم و حسبنا الله ونعم الوکیل وصلی الله علی سیدنا محمد خاتم النبیین واله وصحبه وسلم تسلیما کثیرا۔

ترجمہ۔

۔1 پاکی بیان کرتا ہوں اپنے رب بلند مرتبہ سب سے بڑے بہت دینے والے کی کوئی معبود نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے' وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں اس کو سلطنت ہے اور اس کی خوبی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ۔2 راضی ہوں میں اللہ کے رب ہونے اور اسلام سے دین میں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے میں ۔3 اے اللہ بنانے والے زمینوں اور آسمانوں کے جاننے والے ظاہر اور پوشیدہ کے پروردگار ہر چیز کے اور اس کے مالک ہیں' گواہی دیتا ہوں کوئی معبود نہیں سوائے تیرے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اپنے نفس کی برائی سے اور شیطان کے پھندوں

ہے۔ 4 الہٰی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں معاف کرنے کا اور سب آفتوں سے سلامت رکھنے کا اپنے دنیا و دین میں گھر والوں میں اور مال میں' الہٰی ڈھانپ میرے عیبوں کو اور امن دے میرے خوفوں کو اور معاف کر مجھ کو میری لغزشیں اور حفاظت کر مجھ کو میرے سامنے سے اور میرے پیچھے سے اور داہنے سے اور بائیں سے اور اوپر سے اور میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس سے بے خبر ہلاک ہو جاؤں میں اپنے نیچے سے۔ 5 الہٰی مت نڈر کر مجھ کو اپنے عذاب سے اور مت سپرد کر مجھ کو اپنے سوا دوسرے کے اور مت دور کر مجھ پر سے اپنا پردہ اور مت بھلا مجھ کو اپنی ذات سے اور مت کر مجھ کو غافلوں سے۔ 6 الہٰی تو میرا پروردگار ہے کوئی معبود نہیں تیرے سوا تو نے ہم کو پیدا کیا میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے عہد اور وعدے پر ہوں اپنے مقدور کے موافق میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اپنے کام کی برائیوں سے میں اپنے اوپر تیری نعمت کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں' تو مجھ کو بخش دے کہ گناہوں کو تیرے سوا اور کوئی نہیں بخشتا۔ 7 الہٰی مجھ کو عافیت دے میرے بدن میں کان میں اور میری آنکھ میں کوئی معبود نہیں سوائے تیرے الہٰی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں راضی رہنے کا تیرے حکم کے بعد اور موت کے بعد خنک زندگی کا اور تیرے منہ کی طرف دیکھنے کی لذت کا اور تیرے دیدار کے شوق کا بدول سختی کسی ضرر دینے والی چیز کے اور بدول فتنے گمراہ کرنے والے کے اور میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میں کسی پر ظلم کروں یا مجھ پر کوئی ظلم کرے یا میں حد سے بڑھ جاؤں اور میرے اوپر کوئی حد سے زیادہ زیادتی کی جائے یا کوئی ایسے قصور یا گناہ کا مرتکب ہوں کہ تو اس کو نہ بخشے۔ 8 الہٰی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں مستقل رہنا معاملہ میں مضبوط رہنا ہدایت پر اور تجھ سے درخواست کرتا ہوں شکر کرنے کا تیری نعمت پر اور عبادت کرنے کا اچھی طرح پر اور تجھ سے چاہتا ہوں دل سلیم اور عادت راست اور زبان صادق اور عمل مقبول اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں بہتری ان باتوں کی جو تو جانتا ہے اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں برائی سے ان امور کی کہ جو تجھ کو معلوم ہیں اور تجھ سے معافی مانگتا ہوں ان گناہوں کی جو تو جانتا ہے اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں برائی سے ان امور کی کہ جو تجھ کو معلوم ہیں اور تجھ سے معافی مانگتا ہوں ان گناہوں کی جو تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو غیب کی باتوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔ 9 الہٰی تو بخش دے مجھ کو جو گناہ میں نے آگے کئے اور جو پیچھے کئے اور جو چھپا کر کئے اور جو ظاہر کئے کہ تو ہی آگے بڑھانے والا ہے اپنی رحمت میں اور تو ہی پیچھے کرنے والا اور تو ہی ہر چیز پر قادر ہے اور ہر پوشیدہ بات پر موجود ہے۔ 10 الہٰی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ایسا ایمان کو منحرف نہ ہو اور ایسی نعمت کہ تمام نہ ہو اور آنکھ کی ٹھنڈک ہمیشہ کی اور ساتھ رہنا تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سبب سے اوپر کی جنت خلد میں۔ 11 الہٰی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں پاکیزہ چیزیں اور کرنا نیکیوں کا اور چھوڑنا برائیوں کا اور دوستی مسکینوں کی اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری محبت اور اس شخص کی محبت جو تجھ کو دوست رکھے اور دوستی ہر ایک کام کی جو تیری دوستی کے قریب کرے اور یہ کہ مجھ کو توفیق دے توبہ کی اور مجھ کو بخش دے اور مجھ پر رحم کرے اور جب تو کسی قوم پر فتنہ چاہے تو مجھ کو اپنے پاس سے اٹھا لے بدول فتنہ میں مبتلا ہونے کے۔ 12 الہٰی بسبب اپنی غیب دانی اور خلق پر قادر ہونے کے مجھ کو زندہ رکھ جب تک کہ میرے حق میں

زندگی بہتر ہے اور مجھ کو وفات دے جبکہ میرے لئے وفات اچھی ہو' میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرا خوف باطن میں اور ظاہر میں اور کلمہ حق کہنا خوشی میں اور غصہ میں اور میانہ روی توانگری اور مفلسی میں اور تیرے منہ کی طرف دیکھنے کی لذت اور تیرے دیدار کا شوق اور پناہ مانگتا ہوں میں تجھ سے اور ضرر دینے والی چیز کے نقصان سے اور گمراہ کرنے والے فتنہ سے یعنی مال و جاہ سے۔ 13۔ الٰہی ہم کو آراستہ کر ایمان کی زینت سے اور کر ہم کو ہدایت کرنے والے اور خود راہ پانے والے۔ 14۔ الٰہی تو نصیب کر مجھ کو اپنا خوف اس قدر کہ حائل ہو جائے تو ہم میں اور ہماری نافرمانیوں میں اور اپنی اطاعت میں سے اس قدر کہ اس سے تو ہم کو اپنی جنت میں پہنچا دے اور یقین سے اس قدر کہ اس کے باعث آسان کر دے تو ہم پر دنیا کی مصیبتیں 15۔ الٰہی تو پھیر دے چہرہ ہمارے اپنی ذات سے حیا کرنے سے اور ہمارے دلوں کو اپنی ذات سے خوف کرنے سے اور ہمارے نفسوں میں اپنی عظمت اتنی ٹھہرا دے کہ اس کے سبب سے تو ہمارے اعضاء کو اپنی خدمت کے لئے فرمانبردار کر دے اور اے اللہ تو اپنی ذات کو ہمارے نزدیک اپنے ماسوا سے زیادہ محبوب کر دے اور ہم کو ایسا کر دے اور دل کی بہ نسبت تجھ سے زیادہ خوف کریں۔ 16۔ الٰہی کر دے ہمارے اس دن کے شروع بہتری اور اسکے درمیان کو کامیابی اور اسکے آخر کو نجات الٰہی کر دے اول کو رحمت اور درمیان کو نعمت اور آخر کو عزت اور مغفرت 17۔ سب تعریفیں ہیں اسی اللہ کی جس کی عظمت کے سامنے ہر چیز دب گئی اور اس کی عزت کے مقابل ہر چیز ذلیل ہے اور اس کی سلطنت کے سامنے ہر چیز عاجز ہے اور اس کی قدرت کے آگے ہر چیز فرمانبردار ہے اور سب خوبیاں ہیں اس کی ہیبت کے سامنے سب چیزیں ساکن ہیں اور جس نے ہر ایک چیز کو اپنی حکمت سے ظاہر کیا اور جس کی بڑائی کے آگے ہر چیز چھوٹی ہو گئی۔ 18۔ الٰہی رحمت بھیج محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی آل پر اور ازواج پر' ذریات پر اور برکت کر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی آل و ازواج اور ذریت پر جیسے تو نے برکت کی ابراہیم علیہ السلام پر جہان میں بے شک تو خوبی والا بزرگی والا ہے۔ 19۔ الٰہی رحمت بھیج محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے بندے اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور نبی ناخواندہ اور اپنے رسول امانتدار پر اور ان کو وہ مقام خوبی والا عنایت کر جو تو نے ان سے قیامت کے روز وعدہ کیا ہے۔ 20۔ الٰہی ہم کو کر دے اپنے متقی دوستوں میں اور اپنے گروہ فلاح پانے والوں میں اور اپنے نیک بندوں میں اور ہم سے ایسے کام لے جن سے تو ہم سے راضی ہو اور ہم کو ان امور کی تکلیف دے جو تجھ کو ہم سے اچھے معلوم ہوں اور ہم کو اچھی طرح پسند کر کے پھیرنا۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کامل بہتریوں اور ان کے آغازوں اور انجاموں کو اور پناہ مانگتا ہوں میں تجھ سے پوری برائیوں اور ان کے آغازوں اور انجاموں سے الٰہی یہ باعث مجھ پر اپنے قادر ہونے کی مجھ کو توفیق توبہ کی عنایت کر کہ تو ہی ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان اور یہ سب اپنے علم کے جو مجھ سے فرماتا ہے۔ میری خطا سے درگزر کر کہ تو ہی بخشنے والا بردبار ہے اور چونکہ تجھ کو میرا حال معلوم ہے اس لئے تو میرے ساتھ نرمی کر کہ تو سب رحم والوں سے زیادہ مہروالا ہے اور بوجہ مجھ پر اپنی ملکیت کے میرے نفس کو میرے قابو میں کر دے اس کو مجھ پر غالب مت کر کے بے شک تو بادشاہ اور بگڑے کا سنوارنے والا ہے۔ 21۔ الٰہی میں تیری پاکی کو بیان کرتا ہوں تیری

خوبیوں کے ساتھ' کوئی معبود نہیں سوائے تیرے' جس نے براکام کیا اوراپنی جان پر ظلم کیا پس بخش دے میرے گناہ کہ تو میرا پروردگار ہے اور بے شک تیرے سوا اور کوئی گناہ نہیں بخشتا۔ الٰہی میرے دل میں ڈال دے میری راہ پانی اور مجھ کو بچا میرے نفس کی برائی سے۔ 22 الٰہی مجھ کو ایسی حلال روزی دے جس پر تو مجھ کو عذاب نہ کرے اور مجھ کو قانع کر دے اس چیز پر جو تو نے مجھ کو دی اور مجھ سے اس کے ہونے کا ایسا نیک کام لے جس کو قبول کرتا ہے۔ 25 الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں درگزر کرنے اور سلامتی کا اور خوبیِ یقین کی اور معافی دنیا و آخرت میں۔ 26 اے وہ شخص کہ نہیں ضرر کرتے ہیں اس کو گناہ اور نہ ناقص کرے مغفرت ان کو بخش دے مجھ کو وہ باتیں جو تیرا ضرر نہ کریں اور ڈال دے مجھ کو وہ بات کہ تیرا نقصان نہ کرے' اے رب دہانے کھول دے ہم پر صبر کے اور ہم کو وفات دے مسلمان' تو ہے میرا کارساز دنیا و آخرت میں' موت دے مجھ کو مسلمان اور ملا مجھ کو نیک بختوں میں' تو ہے ہمارا تھامنے والا' سو بخش ہم کو اور مہر کو ہم پر اور تو سب سے زیادہ بخشنے والا ہے اور لکھ دے ہمارے واسطے دنیا میں نیکی اور آخرت میں اے رب ہمارے ہم نے تجھ پر بھروسہ کیا اور تیری طرف رجوع ہوئے اور تیری ہی طرف پھر آنا ہے اے رب ہم پر نہ آزما زور اس ظالم قوم کا اے رب ہم پر نہ آزما کافروں کو اور ہم کو معاف کر اے رب ہمارے تو ہے زبردست حکمت والا اے رب ہمارے بخش ہمارے گناہ اور جو ہم سے زیادتی ہوئی ہمارے کام میں اور ثابت رکھ ہمارے قدم اور مدد دے ہم کو منکر قوم پر اے رب بخش ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے آگے پہنچے بنا ہمارے کام کا بناؤ اے رب ہمارے دے ہم کو دنیا میں خوبی اور آخرت میں خوبی اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے' اے رب ہمارے ہم نے سنا کہ ایک پکارنے والا پکارتا ہے ایمان لانے کو کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر سو ہم ایمان لائے اے رب ہمارے اب بخش گناہ ہمارے اور اتار ہماری برائیاں اور موت دے ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ اے رب ہمارے دے ہم کو جو وعدہ دیا تو نے رسولوں کے ہاتھ اور رسوا نہ کر ہم کو قیامت کے دن تحقیق تو خلاف نہیں کرتا وعدہ' اے رب ہمارے نہ پکڑ ہم کو اگر ہم بھولیں یا چوکیں' اے رب ہمارے نہ رکھ ہم پر بوجھ بھاری جیسا رکھا تو نے ہم سے اگلوں پر' اے رب ہمارے اور نہ اٹھوا ہم سے جس کی طاقت نہیں اور درگزر کر ہم سے اور بخش دے ہم کو اور رحم کر ہم پر' تو ہمارا صاحب ہے تو مدد کر ہماری قوم کافر پر۔ 27 اے رب مغفرت کر میری اور میرے ماں باپ کی اور مہر کر ان دونوں پر جیسے ان دونوں نے مجھ کو چھوٹے سے کو پالا' مغفرت کر ایماندار مردوں اور عورتوں کی اور مسلمان مردوں اور عورتوں کی جو زندہ ہیں انہیں سے اور جو مر گئے اے رب میری مغفرت کر اور مہر کر اور درگزر کر ان خطاؤں سے جو تجھ کو معلوم ہیں' تو سب سے زبردست اور کریم اور تو مہر کرنے والوں سے بہتر ہے اور بخشنے والوں میں کا عمدہ ہے اور ہم اور کا مال ہیں اور ہم کو اسی کیطرف پھر جانا ہے۔ طاقت گناہ سے بچنے کی اور قوت عبادت کرنے کی مگر اللہ بزرگ و برتر کی دی ہوئی اور کوئی ہے ہم کو اللہ اور اچھا مددگار ہے' اور رحمت بھیجے اللہ ہمارے سردار محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی آل اور اصحاب پر اور بہت سا سلام بھیجے۔

وہ دعائیں جن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی چیز سے پناہ مانگی

اللھم انی اعوذبک من جبن واعوذبک من ان اردنی ارذل العمرواعوذبک من فتنة الدنیا واعوذبک من عذاب القبر * اللھم انی اعوذبک من طمع یھدی الی زیغ ومن طمع فی مطمع ومن طمع حیث لا مطمع * اللھم انی اعوذبک من علم لا ینفع و قلب لا یخشع و دعاء لا یسمع و نفس لا تشبع واعوذبک من الجوع فانه بئس الضجیع ومن الخیانته فانه بئست البطانته ومن الکسل والبخل والجبن ومن الھرم ومن ان اردالی ارزل العمر ومن فتنة الدجال و عذاب القبر من فتنة الاحیاء والممات اللھم انا نسئلک قلوبا اواھته مخبتة منیبة فی سبیلک اللھم انی اسئلک عزائم مغفرتک و موجبات رحمتک والسلامة من کل اثم والغنیمة من کل بروالفوز بالجنته والنجات من النار * اللھم انی اعوذبک من الوری واعوذبک من انعم والغرق والھدم واعوذبک من انا امرت فی سبلیک مدبراء واعوذبک من ان امرت بطلب الدنیا * اللھم انی اعوذبک من شرما علمت ومن شر مالم اعلم اللھم اجنبی منکرات الاخلاق والاعمال والا دواء والا ھواء * اللھم انی اعوزبک من جھدالبلاء و درک الشقاء و سوء القضاء وشماتته الاعداء * اللھم انی اعوذبک من الکفر والدین والفقرا واعوذبک من عذاب جھنم واعوزبک من فتنة الدجال * اللھم انی اعوذبک من شرسمعی و بصری و شرلسانی و قلبی و شرمنینی * اللھم انی اعوذبک من جار السوء فی دار القامته فان جار البادیته یتحول * اللھم انی اعوذبک من القسرة والغفلته والذالة والمسکنته واعوذبک من الکفر والفقر والفسوق والشقاق والنفاق وسوء الاخلاق والسمعته والریاء واعوذبک من الصم والبکم والعمی والجنون والجذام والبرص و سیئی الانتقام * اللھم انی اعوذبک من زوال نعمتک ومن تحول عافیتک ومن فجاءة نقتک ومن جمیع سخطک * اللھم انی اعوذبک من عذاب النار و فتنة النار و عذاب القبر و فتنة القبر و شر فتنة الغنی و شرفتنة الفقر وشرفتنة المسیح الدجال و اعوذبک من المغرم والاثم * اللھم انی اعوذبک من نفس لا تشبع و قلب لا یغشع و صلوة لا تنفع ودعوة لا تستجاب واعوذبک من شتر العمر و فتنة الصدار * اللھم انی اعوذبک من غلبته الداین وغلبة العداو و شماتة الاعداء

ترجمہ۔ * الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں نامردی سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ ہٹایا جاؤں خوار تر زندگی تک اور میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں دنیا کے فتنہ سے اور میں تیری پناہ پکڑتا ہوں قبر کے عذاب سے * الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں لالچ سے کہ دل کے زنگ آلود ہونے پہنچا دے اور ایسے لالچ سے کہ توقع ہو اور ایسے لالچ سے جہاں توقع نہیں۔ * الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے کہ مفید نہ ہو اور ایسے دل سے کہ خشوع نہ ہو اور ایسی دعا سے کہ جس میں شنوائی نہ ہو اور ایسے نفس سے کہ سیر نہ ہو اور میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں بھوک سے کہ وہ بری ہم خواب ہے اور خیانت سے کہ وہ بری مصاحب ہے اور سستی اور بخل اور نامردی سے اور زیادہ بوڑھا ہونے سے اور

اس سے کہ میں پہنچ جاؤں خوار زندگی کو اور دجال کے فتنہ سے اور قبر کے عذاب سے اور زندگی موت کے فتنہ سے الٰہی ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں دل نرم عاجزی کرنے والے تیری راہ میں رجوع کرنے والے' الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں لوازم تیری مغفرت کے اور اسباب تیری رحمت کے اور سلامتی ہر ایک گناہ سے اور غنیمت ہر ایک نیکی سے اور مراد پانا جنت سے اور رہائی پانا دوزخ سے۔ * الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں گر کر مرنے سے اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں غم سے اور ڈوبنے سے اور دیوار گر پڑنے سے اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ مروں تیری راہ میں پشت پھیر کر اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ مروں دنیا کی طلب کے لیے۔ * الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس چیز کی برائی سے جو میں نے جانی اور اس چیز کی برائی سے جو میں نے نہیں جانی' الٰہی بچا مجھ کو بری عادتوں اور کاموں اور دردوں اور خواہشوں سے۔ * الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں مصیبت کی سختی سے اور بدبختی کے پانے سے اور بری تقدیر سے اور دشمنوں کے ہنسنے سے۔ * الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کفر سے اور قرض مفلسی سے اور پناہ مانگتا ہوں تجھ سے جہنم کے عذاب سے اور پناہ مانگتا ہوں تجھ سے دجال کے فتنے سے۔ * الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اپنے کان اور آنکھ کی برائی اور اپنی زبان اور دل کی برائی سے اور اپنی منی کی برائی سے یعنی زنا سے۔ * الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اور برے ہمسایہ کی سکونت سے مکان میں کیونکہ سفر کا ہمسایہ بدل جاتا ہے * الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں سنگدلی سے اور اطاعت میں غافل ہونے اور فقر و فاقہ اور ذلت اور محتاجی سے اور پناہ مانگتا ہوں میں تجھ سے کفر سے اور فقیری اور بدکاری اور حق کی مخالفت اور منافق ہونے اور بری عادتوں سے شہرت اور نمود سے اور پناہ مانگتا ہوں تجھ سے بہرا ہونے اور گونگا ہونے اور اندھا ہونے اور دیوانی اور جذام اور برص اور برے بدلہ سے دوسرے مرضوں سے۔ * الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں تیری نعمت کے جاتے رہنے سے اور تیری دی ہوئی عاقبت کے بدل جانے سے اور ناگہانی تیرے عذاب سے اور تیرے تمام غضبوں سے۔ * الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں دوزخ کے عذاب سے اور دوزخ کے فتنہ سے اور قبر کے عذاب اور قبر کے فتنہ سے اور توانگری کے فتنہ کی برائی سے اور کانے دجال کے فتنہ کی برائی سے اور پناہ مانگتا ہوں تجھ سے قرض سے اور گناہ سے۔

اوقات مخصوصہ کی دعائیں

انسان جب صبح کو اٹھے' اذان سنے' تو مستحب ہے کہ جس طرح ہم ذکر کر چکے ہیں موذن کا جواب دے اور نیز باب الطہارت میں ہم پاخانہ میں جانے اور آنے کی دعائیں لکھ چکے ہیں' ان کو جب موقع ہو پڑھنا چاہئے پھر جب مسجد کو چلے تو کہے۔

اللھم اجعل فی قلبی نورا و فی لسانی نورا واجعل فی سمعی نورا واجعل فی بصری نورا واجعل خلفی نورا وامامی نورا واجعل من فوقی نورا اللھم اعطنی نورا اور یہ بھی کہو اللھم انی اسئلک بحق السائلین علیک بحق ممشای ھذا الیک فانی لم اخرج شرا ولا بطر اولا ریاء ولا سمعة خرجت اتقاء سخطک وابتغاء مرضاتک فاسئلک ان تنقذنی من النار وان تغفرلی ذنوبی انه لا یغفرالذنوب الا انت اور جب گھر سے کسی کام کو نکلے تو کہے بسم اللّٰہ رب اعوذبک ان اظلم اواظلم اواجھل اویجھل علی بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم لا حول ولا قوة الا باللّٰہ التکلان علی اللّٰہ اور جب مسجد کے دروازے کے پاس پہنچ کر اس کے اندر داخل ہونا چاہو تو کہو۔اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی ال سیدنا محمد وسلم اللھم اغفرلی جمیع ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک اور داخل ہونے میں اپنا داہنا پاؤں پہلے رکھو اور اگر مسجد میں کسی کو بیع و شرا کرتے دیکھو تو کہو کہ اللہ تعالیٰ تیری تجارت میں نفع نہ دیوے اوراگر کسی کو مسجد میں دیکھو کہ اپنی کھوئی ہوئی چیز ڈھونڈ رہا ہو تو کہو کہ اللہ تعالیٰ کرے کہ نہ ملے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس امر کی اجازت فرمائی ہے اورجب صبح کی دو رکعتیں پڑھ چکو تو کہو بسم اللّٰہ اللھم انی اسئلک رحمة من عندک یھدی بھا قلبی آخر دعا تک چنانچہ ہم اس کو تیسری فصل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لکھ آئے ہیں اور جب رکوع کرو تو رکوع میں کہو اللھم لک رکعت ذلک خشعت وبک امنت ولک اسلمت و علیک توکلت انت ربی بی خشع لک سمعی و بصری و مخی و عظمی و عصبی ما استقلت به قدمی للّٰہ رب العلمین اور اگر چاہو یوں کہو سبحان ربی العظیم تین بار کہو سبوح قدوس رب الملٰئکة والروح اور جب اپنا سر رکوع سے اٹھا لو تو کہو سمع اللّٰہ لمن حمده ربنا لک الحمد ملاء السمٰوت وملا الارض وملا ما بینھما وملا ماشئت من شئی بعد اھل الثناء والمجد احق ما قال العبد و کلنا لک عبد لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذالجد منک الجد اور جب سجدہ کرو تو کہو * اللھم لک سجدت وبک امنت ذلک اسلمت سجد وجھی للذی خلقه وصوره و للی سمعه و بصره فتبارک اللّٰہ احسن الخالقین سجدلک سواری وحبک ذومن بک فوادی ابوء بنعمتک علی وابو بذنبی وھذا ماجنیت علی نفسی فاغفرلی فانه لا یغفرالذنوب الا انت یا یہ کہو تین دفعہ سبحان ربی الاعلیٰ اور جب نماز سے فارغ ہو تو کہو اللھم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذاالجلال

والاکرام اور جو دعائیں ہم لکھ چکے ہیں پھر ان سب کو پڑھو اور جب کسی مجلس سے اٹھو اور کوئی ایسی دعا پڑھنی چاہو کہ مجلس کی بے ہودہ باتوں کا کفارہ ہو جائے تو کہو سبحانک اللھم بحمدک اشھد ان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک عملت سور و ظلمت نفسی فاغفرلی انہ لا یغفر الذنوب الا انت اور جب بازار میں داخل ہو تو کہو لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحی و یمیت وھو حیی لا یموت بیدہ الخیر وھو علی کل شی قدیر بسم اللہ انی اسئلک خیر ھذہ السوق و خیر مافیھا اللھم انی اعوذبک من شرھا ومن شرما فیھا اللھم انی اعوذبک ان امیبہ فیھا یمینا فاجرۃ او صفقۃ خاسرۃ اور اور جب تمہارے اوپر قرض ہو تو کہو اللھم اکفنی بحلالک عن حرامک واغنی بفضلک عن من سواک اور نیا کپڑا پہنو تو کہو اللھم کسوتنی ھذا الثوب فلک الحمد اسلک من خیر و خیر ما منع لہ واعوذبک من شروشر ما صنع اور جب کوئی شگون ایسا دیکھے جو تم کو برا معلوم ہو تو کہو اللھم لا یاتی بالحسنات ولا یذھب بالسیات الا انت لا حول ولا قوۃ الا باللہ اور جب چاند دیکھو تو کہو اللھم اھلہ علینا بالامن والایمان والبرما والسلامۃ والاسلام والتوفیق الما تحب و ترخنی ربی وربک اللہ اور کہو ھلال رشد و خیر امنت بخلالقک اللھم انی اسئلک خیر ھذا الشھر و خیر القدر واعوذبک من شریوم الحشر اور تین بار اس دعا سے پہلے اللہ اکبر بھی کہہ لے اور جب آندھی چلے تو کہو اللھم انی اسئلک خیر ھذہ الریح و خیر مافیھا وخیر ما ارسلت بہ واعوذبک من شرھا و شرما فیھا و شرما ارسلت بہ اور جب کسی کے مرنے کی خبر سنو تو کہو انا للہ وانا الیہ راجعون وانا الی ربنا لمنقلبون اللھم اکتبہ فی المحسنین واجعل کتابہ فی علیین واخلفہ علی عقبہ فی الغائرین اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ واغفرلنا ولہ اور صدقہ دینے کے وقت کہو ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم اور نقصان ہونے کے وقت کہو عسی ربنا ان یبدلنا خیراً منھا انا الی ربنا راغبون اور کاموں کے شروع کرنے کے وقت کہو رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (الکہف ۱۰) رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ (طٰہٰ ۲۶) اور آسمان پر نظر کرنے کے وقت کہو۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (آل عمران) تَبٰرَکَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْھَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِیْرًا (الفرقان ۶۱) اور جب رعد کی گرج سنو تو کہو سبحان من یسبح الرعد بحمدہ والملائکۃ من خیفتہ اور اگر بجلی زیادہ تڑپے دیکھو تو کہو اللھم لا تقتلنا بغضبک ولا تھلکنا بعذابک وعافنا قبل ذلک اور جب آسمان سے پانی برسے تو کہو اللھم سقنا سقیا ھنیا وصیلبا نافعا اللھم اجعلہ سبب الرحمۃ ولا تجعلہ سبب عذاب اور اللھم اغفرلی ذنبی واذھب غیظ قلبی واجرنی من الشیطن الرجیم اور جب کسی قوم سے ڈرو تو کہو اللھم انا نجعلک نحورھم و نعوذبک من شرورھم اور جب جہاد کرو تو کہو اللھم انت عضرمی و نصیری وبہ اقاتل اور جب کان بولے تو کہو اللھم صل علی محمد ذکر اللہ من ذکر فی الخیر اور جب دیکھو کہ تمہاری دعا قبول ہوئی تو کہو الحمد للہ الذی بعزتہ و جلالہ تم الصالحات اور جو دعا مقبول ہونے میں دیر ہو جائے تو کہو الحمد للہ علی کل حال اور

جب مغرب کی اذان سنو تو کہو اللھم ھذا اقبال لیلک وادبار نہارک واصوات دعائک و حضور صلوتک اسئلک ان تغفرلی اور جب تم کو کوئی تردد پیش آوے تو کہو اللھم انی عبدک وابن عبدک وابن امتک ناصیتی بیدک ماض فی حکمک عدل فی قضائک اسئلک بکل اسم ھولک سمیت بہ نفسک او انزلتہ فی کتابک او علمتہ احدا من خلقک او استاثرت بہ فی علم الغیب عندک ان تجعل القرآن و بیع قلبی و نور صدری و جلاء غمی وذھاب حزنی وھمی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس کسی کو غم پیش آئے تو یہ دعا پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کے تردد کو رفع کرتا ہے اور اس غم کی جگہ خوشی بدل دیتا ہے۔ پھر کسی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم اس دعا کو سیکھ نہ لیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک جو کوئی اس کو سنے اس کو یاد کرلینا چاہئے اور جب کوئی درد اپنے جسم میں یا کسی دوسرے کے جسم میں پائے تو اس کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منتر سے جھاڑ دو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کوئی شخص آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کسی زخم وغیرہ کی شکایت کرتا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی انگشت سبابہ زمین پر رکھتے پھر اس کو اٹھاتے اور یہ فرماتے بسم اللّٰہ تربتہ ارضنا بریقتہ بعضنا یشفی بہ سقیمنا باذن ربنا اور جب اپنے جسم میں کسی جگہ درد پاؤ تو درد کی جگہ پر اپنا ہاتھ رکھو اور تین بار بسم اللہ کہو اور سات بار کہو اعوذ بعزۃ اللّٰہ وقدرتہ من شرما اجد واحاذر اور جب تم کو کوئی مصیبت پہنچے تو کہو لا الہ الا اللّٰہ العلی الحکیم لا الہ الا اللّٰہ رب العرش العظیم لا الہ الا اللّٰہ رب السموت السبع ورب العرش الکریم اور جب سونے کا ارادہ کرو تو وضو کرو داہنے ہاتھ کو سر تلے رکھو اور قبلہ رخ ہو جاؤ پھر چونتیس بار اللہ اکبر اور تینتیس بار سبحان اللہ اور اسی قدر الحمد اللہ کہہ کر یہ کہو اعوذ برضاک من سخطک و بمعافاتک من عقوبتک واعوذبک منک اللھم انی لا استطیع ان ابلغ ثناء علیک ولو حرصت ولکن انت کما اثنیت علی نفسک اللھم باسمک احیی و اموت اللھم رب السموت ورب الارض ورب کل شئی وملیکہ فالق الحب والنوی و منزل التورتہ والانجیل والفرقان اعوذبک من شر کل ذی شر کل دابتہ انت اخذ بنا صیتھا انت الاول فلیس قبلک شئی وانت الاخر فلیس بعدک شئی وانت الظاہر فلیس فوقک شئی وانت الباطن فلیس دونک شئی اقض عنی الدین واغننی من الفقر اللھم انک خلقت نفسی وانت تتوفاھا لک مماتھا و محیاھا اللھم ان امتھا فاغفر لھا وان احییتھا فاحفظھا اللھم انی اسئلک العافیتہ فی الدنیا والاخرۃ باسمک ربی وضعت جنبی فاغفرلی ذنبی اللھم قنی عذابک یوم تجمع عبادک اللھم اسلمت نفسی الیک وفوضت امری الیک والجات ظہری الیک رغبتہ ورھبتہ الیک لا ملجا ولا منجاء منک الا الیک امنت بکتابک الذی انزلت و نبیک الذی ارسلتہ اور یہ دعا سب دعاؤں کے آخر میں پڑھنی چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے لئے ایسا ہی ارشاد فرمایا ہے اور اس کے پیشتر یہ پڑھ لینا چاہئے۔ اللھم ایقظنی فی احب الساعات الیک واستعملنی با حب الاعمال الیک تقربنی الیک زلفی و تبعہ نی من سخطک بعدا اسالک فتعطینی واستغفرک فتغفرلی

وادعوک فتستجیب لی اور صبح کو جب نیند سے جاگو تو یوں کہو الحمد اللہ الذین احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور اصبحنا واصبح الملک للہ و العظمتہ والسلطان للہ والغرۃ والقدارۃ للہ اصبحنا علی فطرۃ الاسلام وکلمۃ الاخلاص و علی دین بینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وملتہ ابینا ابراھیم حنیفا وما کان من المشرکین اللھم بک اصبحنا وبک امسینا وبک نحیی وبک نموت والیک المعیر اللھم انا نسئلک ان تبعثنا فی ھذا الیوم الی کل خیر و نعوذبک ان تخرج فیہ سوء او بخیرہ الی مسلم فانک قلت وھو الذی یتوفکم بالیل ویعلم ماجر حتم بالنہار ثم یبعثکم فیہ لیقضٰی اجل مسمی اللھم فالق الاصباح و جاعل الیل سکنا والشمس والقمر حسبانا اسئلک خیر یوم و خیر مافیہ واعوذبک من شرہ وشرمانیہ بسم اللہ ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ ماشاء اللہ کل نعمنہ من اللہ ما شاء اللہ الخیر کلمہ بیدااللہ ماشاء اللہ لا یصرف السوء الا اللہ رضیت باللہ ربا وبالا سلام دینا و بحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا علیک نوکلنا والیک ابنا والیک المصیر اور شام کو بھی یہی دعا پڑھو مگر اصبح کی جگہ امسی کہو اور اس کے ساتھ یہ دعا بھی پڑھو اعوذ بکلمات اللہ التامات واسمائہ شر ماذرا وبرامن شرکل ذی شر ومن شرکل دابتہ انت اخذبنا میتھا ان ربی علی صراط مستقیم اور جب آئینہ دیکھو تو یہ کہو الحمد للہ الذی سوی خلقی نعدلہ وکرم صورۃ وجھی رحمنھا و جعلنی من المسلمین اور جب کوئی خادم یا غلام یا کوئی جانور خریدو تو اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر یہ دعا پڑھو اللھم انی اسئلک خیرا و خیر ما جبیل علیہ واعوذبک من شروشر ما جبل علیہ اور جب نکاح کی مبارک باد دو تو یوں کہو بارک اللہ فیک وبارک علیک وجمع بینکما فی خیر اور جب قرض ادا کرو تو جس کو دو اس کو کہو بارک اللہ لک فی اھلک وما لک اس لئے کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرض کا عوض یہ ہے کہ قرض دینے والے کامشکور ہو اور ادا کر دے اور غرضیکہ یہ دعائیں ہیں کہ طالب آخرت کو ان کا یاد کرلینا ضرور ہے اور ان کے سوا دعائیں سفر اور نماز اور وضو کی ہم باب پانچ اور باب الطہارۃ اور باب نماز میں لکھ چکے ہیں اب اگر یہ کہو کہ دعا سے کیا فائدہ ہے حکم الٰہی کو تو کسی طرح ٹال ہی نہیں سکتی تو اس کا جواب یہ ہے کہ دعا سے بلا کا ٹلنا بھی حکم الٰہی ہے دعا بلا کے ٹلنے کا سبب اور رحمت کے کھینچنے کا باعث ہوتی ہ جیسے ڈھال تیر کے روکنے کا سبب ہے اور پانی سبزہ کے نکلنے کا باعث پس جس طرح ڈھال تیر کو ٹال دیتی ہے اور دونوں میں مقابلہ ہوتا ہے اسی طرح دعا اور بلا کا مقابلہ ہوتا ہے اور حکم الٰہی کے ماننے سے یہ ضرور نہیں کہ آدمی ہتھیار نہ باندھے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے خذوا حذرکم یا بیج ڈالنے کے بعد زمین کو پانی نہ دے اور یہ کہے کہ اگر تقدیر میں بیج کا جمنا ہوگا تو جم جائے گا ورنہ نہ جمے گا۔ بلکہ اصل یہ ہے کہ مسبات کا اسباب سے وابستہ ہونا یہ حکم اولی ہے جس کے لئے ارشاد فرمایا ہے کَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ وَهُوَ أَقْرَبُ اور اس کا نام قضا ہے اور پھر آہستہ آہستہ ایک ایک سبب پر مسبب کا مرتب ہونا جاتا دوسرا حکم ہے جو قدر کہلاتا ہے اور جس ذات نے کہ خیر کو مقدم فرمایا ہے کسی سبب پر منحصر رکھا ہے اور شر کو جو بنایا ہے تو اس کے دور کرنے کا ایک سبب رکھ دیا ہے اس

صورت میں جس شخص کی بصیرت کھلی ہوئی ہے اسکے نزدیک ان باتوں میں کچھ مخالفت نہیں' علاوہ ازیں دعا میں جو فائدہ ہے اس کو ہم ذکر کرکے دعا میں لکھ چکے ہیں کہ دعا سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دل کی حضوری ہو سکتی ہے جو منتہائے عبادات ہے اور اسی جہت سے آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دعا عبادت کا مغز ہے اور خلق کا یہی معاملہ ہے کہ ان کا دل ذکرالہٰی کی طرف مائل جب ہی ہوتا ہے کہ جب ان کو کوئی حاجت یا مصیبت پڑے چنانچہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واذامسه الشرفذا و دعاء عریض پس دعا کی ضرورت تو حاجت کے لئے ہے اور دعا دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف تضرع اور مسکنت کے ساتھ پھیردیتی ہے اور اسی کے ذریعہ ذکر حاصل ہوتا ہے جو اشرف عبادات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بلا انبیاء اور اولیاء پر اور افضل شخصوں پر زیادتی ہوتی ہے اس لئے کہ وہ دل کو تضرع اور حاجت کے باعث اللہ تعالیٰ کی طرف پھیردیتے ہیں اور اس کی یاد سے غافل ہونے کا مانع ہے اور تونگری اکثر تکبر کا باعث ہوتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰٓی اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰی (علق) اذکار اور دعاؤں میں سے یہاں ہم کو اسی قدر بیان کرنا منظور تھا' باقی دعائیں کھانے اور سفر اور بیمار پرسی وغیرہ کی ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے اپنے مقام پر مذکور ہوں گی۔ باب نہم تمام ہوا۔ اب باب الاوراء اللہ تعالیٰ کی عنایت سے شروع ہوتا ہے' اسی پر اس جلد کا خاتمہ ہے۔ والحمد للہ اولا و آخرا والصلوۃ والسلام علی کل عبد مصطفیٰ۔

باب 10

اوقات اوراد و وظائف اور شب بیداری

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنے بندوں کے لئے زمین کو تابع کیا ہے تو اس لئے نہیں کہ اس کے اونچے مکانوں میں رہیں بلکہ اس لئے کہ اس کو قیام گاہ جانیں اور اس میں آخرت کا ایسا توشہ حاصل کریں جو انہیں وطن اصلی کے سفر میں کام آئے اور عمل اور فضل کے تحفے اپنے لئے ذخیرہ کریں اور اس کے پھندوں او رمہلک مقامات سے بچے رہیں اور یقین کرلیں کہ عمر ایسے لئے جاتی ہے جیسے کشتی سواروں کو لے جاتی ہے کہ اس عالم دنیا میں تمام انسان مسافر ہیں ان کی منزل اول پرورش میں ہوتی ہے اور آخر لحد میں اور وطن سب کا جنت ہے یا دوزخ اور عمر سفر کا فاصلہ ہے کہ چند سال اس کے مراحل میں اور مہینے فرسنگ اور دن میں اور سانس قدم ہیں اور طاعت اس سفر کی پونجی ہے اور اوقات راس المال ہیں اور شبہات و اغراض اس راہ کے راہزن ہیں اور یہاں کا نفع یہ ہے کہ دارالسلام میں بڑی سلطنت اور پائیداہ نعمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے کامیاب ہو۔ اور گھاٹا یہ ہے کہ طوق اور قید اور عذاب شدید دوزخ کے طبقات کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دوری ہو اس صورت میں جو شخص اپنی ایک سانس سے بھی غفلت کرے یہاں تک کہ اس میں کوئی اطاعت باعث قرب الٰہی نہ ہو تو وہ قیادت کے روز اتنا خسارہ اٹھائے گا کہ اس کی کچھ حد نہیں اور اسی بڑے خطرے اور ہولناک امر کے لئے توفیق والوں نے مستعد ہوکر لذات نفسانی کو بالکل ترک کر دیا اور بقیہ عمر کو غنیمت جان کر رات دن ذکر الٰہی میں بسر کرنے کے لئے ہر ایک وقت میں جدا جدا وظیفے مقرر کئے تاکہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے طالب ہوں اور دارالقرار کی طرف ساعی اسی لئے طریق آخرت کے علم میں ضروری ہے کہ وظائف کی تقسیم کی تفصیل بیان کی جائے اور جو عبادات کہ ان کی تشریح پہلے ہو چکی ان کو مفاد پر اوقات' اوقات پر تقسیم کر دیا جائے اور یہ امر دو فصلوں سے واضح ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اوراد پر مواظبت : اسمیں سلوک الی اللہ اور فضائل اوراد مذکورہ ہوں گے ہمارے مذکورہ مضامین سے نور بصیرت والے قارئین نے جان لیا کہ نجات کی صورت اللہ تعالیٰ کی لقا کے بغیر اور لقا کی سبیل اس کے سوا کوئی نہیں کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا محب اور عارف ہو اور اسی حال میں رہے اور محبت اور انس بغیر محبوب کے ذکر دائمی کے میسر نہیں ہوتا اور نہ معرفت بغیر اس کی ذات اور صفات و افعال میں فکر دائمی کے حاصل ہو سکتی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ افعال کے سوا اور کچھ موجود نہیں اور دوام فکر و ذکر جب میسر ہوتا ہے تو یہ دنیا اور اسکی شہوات کو رخصت کر دے اور اس سے بجز اس مقدار کے کہ زندگی کے لئے ضرور ہو) علیحدگی اختیار کرے اور یہ سب باتیں اس وقت ہوتی ہیں کہ آدمی اپنے تمام رات دن کے اوقات ذکر اور فکر میں مصروف رکھے اور چونکہ نفس کی سرعادت ہے کہ ایک طرح پر

ذکر اور فکر سے تھک جاتا ہے وہ ایک کام پر صبر نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نہیں تھکتا جب تک کہ بندہ نہ تھکے) تو نفس کی رعایت سے ضروری ہوا کہ ہر وقت میں نئے طریقے کا ورد مقرر کیا جائے تاکہ اس تبدیل اطوار سے اس کی لذت زیادہ ہو اور رغبت بڑھے اور دوام رغبت کے سبب سے مواظبت بھی دائمی ہو جائے اسی وجہ اوراد کی تقسیم مختلف طور پر کی گئی ہے غرضیکہ ذکر اور فکر تمام اوقات میں اسی طرح حاوی ہونا چاہئے کیونکہ نفس اپنی طبیعت سے دنیا کی لذتوں کی طرف مائل ہے۔ پس اگر آدمی اپنے نصف اوقات دنیا کی تدابیر اور اس کی مباح خواہشات میں مصروف اور نصف اوقات عبادت کے لئے مصروف رکھے تو چونکہ پہلے نصف میں میل طبعی ہونے کی وجہ سے ترجیح موجود ہے تو برابر ہے دونوں کی کب رہی گو دیر کی رو سے برابر ہیں لیکن ایک طرف میل طبعی ہونے ترجیح ہے کیونکہ دنیا کے امور پر ظاہر و باطن موافق ہوتے ہیں اور دل دنیا کی تلاش میں خوب صاف اور محرب رہتا ہے اور عبادت کی طرف دل کا پھرنا اور زبردستی سے ہوتا ہے تو عبادات میں دل کا اخلاص اور حاضر ہونا کبھی میسر ہو جاتا ہے اس لئے جو شخص جنت میں بے حساب جانا چاہے تو اسے چاہئے کہ اپنے سارے اوقات طاعت میں مصروف رکھے اور جو کوئی اپنے حسنات کے پلہ کو بھاری رکھنا چاہئے وہ اپنے اکثر اوقات کو طاعت میں لگائے اور جو کوئی کچھ اعمال نیک کرلے اور کچھ برے تو اس کامعاملہ خطرناک ہے تاہم اللہ تعالیٰ کے کرم سے ناامیدی میں نہ ہو اور معافی ہونے کی توقع رکھے تاکہ وہ اپنے جود و کرم سے بخش دے اور رات دن کے اوقات کا ذکر و فکر میں مصروف رکھنا نور بصیرت والوں کو تو منکشف ہو جاتا ہے لیکن اگر تم اہل بصیرت سے نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کا خطاب اپنے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف دیکھ لو اور نور ایمان سے خیال کرلو کہ اس سے کیا سمجھا جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو باوجودیکہ وہ تمام بندوں سے مقرب تر اور درجات برتر و بالا ہیں۔ فرمایا اِنَّ لَکَ فِی النَّهَارِ سَبۡحًا طَوِیۡلًا وَاذۡکُرِ اسۡمَ رَبِّکَ وَ تَبَتَّلۡ اِلَیۡهِ تَبۡتِیۡلًا (المزمل) اور فرمایا واذکر اسم ربک مکرة واصیلا ومن اللیل فاسجد له وسبحه لیلا طویلا اور فرمایا وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس و قبل الغروب ومن اللیل فسبحه وادبارا لسجود اور فرمایا۔ وسبح بحمد ربک حین تقوم ومن اللیل فسبحه وادبار النجوم۔ اور فرمایا ان ناشئة اللیل هی اشدوطا و اقوم قیلا اور فرمایا ومن اناء اللیل فسبح و اطراف النهار لعلک ترضی اور فرمایا واقم الصلوة طرفی النهار وزلفا من اللیل ان الحسنات یذهبن السیئات پھر اس میں غور کرو کہ جو بندے اللہ تعالیٰ کے کامیاب ہیں ان کی صفت میں اللہ تعالیٰ نے کیا بیان فرمایا ہے مثلاً امن هو قانت اناء اللیل ساجدا وقائما یحذر الاخرة ویرجوا رحمة ربه قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون اور فرمایا تتجافی جنوبهم عن المضاجع یدعون ربهم خوفا وطمعا اور فرمایا والذین یبیتون لربهم سجدا و قیاما اور فرمایا کانو قلیلا من اللیل ما یهجعون و بالاسحار هم یستغفرون اور فرمایا فسبحن الله حین تمسون وحین تصبحون وله الحمد فی السموت والارض و عشیا و حین تظهرون اور فرمایا ولا تطرد الذین یدعون ربهم بالغدوة والعشی یریدون وجهه

فائدہ : ان آیات میں غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ سلوک الی اللہ تعالیٰ کا راستہ اوقات کی نگرانی اوراد پر مداومت ضروری اسی وجہ سے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کے بندوں میں سے زیادہ تر محبوب وہ ہیں جو سورج اور چاند اور سایوں کو ذکر الٰہی کے لئے دیکھتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا ہے اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ (الرحمٰن ۵) اور فرمایا اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاکِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَیْهِ دَلِیْلًا ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَیْنَا قَبْضًا یَّسِیْرًا (الفرقان ۴۵-۴۶) اور فرمایا وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ (یٰسٓ ۳۹) اور فرمایا هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ پس یہ گمان مت کرو کہ سورج اور چاند کی رفتار منتظم اور مرتب اور حساب وار ہونے اور سایہ اور روشنی اور ستاروں کے پیدا کرنے سے یہ غرض ہے کہ ان سے دنیا کے امور پر مدد لی جائے بلکہ ان کو اس لئے بنایا ہے کہ ان سے اوقات کی مقداریں پہچان کر ان میں اطاعت بجا لاؤ اور آخرت کی تجارت میں لگو چنانچہ یہ مضمون اس آیت سے سمجھا جاتا ہے هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّکَّرَ اَوْ اَرَادَ شُکُوْرًا (۶۲ الفرقان)

فائدہ : رات اور دن کو ایک دوسرے کی نیابت کو بنایا تاکہ اگر دونوں میں ایک میں کچھ عبادت رہ جائے تو اس کا تدارک دوسرے میں ہو سکے اور بیان فرمایا کہ یہ امر ذکر و شکر کے لئے ہے نہ کسی اور کام کے لئے اور فرمایا وَجَعَلْنَا الَّیْلَ وَالنَّهَارَ اٰیَتَیْنِ فَمَحَوْنَآ اٰیَةَ الَّیْلِ وَجَعَلْنَآ اٰیَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ (بنی اسرائیل ۱۲)

فائدہ : فضل سے مطلوب ثواب اور مغفرت ہی ہے۔

وظائف کے اوقات و ترتیب : دن کے اوراد سات ہیں اور رات کے چار ہیں۔ ہم ہر ایک کی فضیلت اور مدت وغیرہ کو تفصیل وار بیان کرتے ہیں۔

۱ـ وظائف الیوم (دن کے وظیفے) :

(1) طلوع صادق سے طلوع آفتاب تک یہ وقت نہایت ہی برگزیدہ ہے اس کی شرافت ان وجوہ سے معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم یاد فرمائی وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ (التکویر ۱۸) (2) اور اپنی مدح میں اس کا ذکر فرمایا فالق الاصباح اور فرمایا قل اعوذ برب الفلق (3) اس وقت میں سایہ کو سمیٹنے سے اظہار قدرت فرمایا ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَیْنَا قَبْضًا یَّسِیْرًا (الفرقان ۴۶) (4) یہی وقت ہے کہ آفتاب کے پھیلنے سے رات کا سایہ سمٹ جاتا ہے۔ (5) بندوں کو اس وقت تسبیح کے لئے ارشاد فرمایا فسبحان اللہ حین تمسون و حین تصبحون اور فرمایا فسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس اور فرمایا

اـ وظیفہ سے مراد مطلق عبادت ہے نہ کہ وہ جو صوفیہ کرام میں مشہور ہے۔ اویسی غفرلہ

ومن اناء اللیل فتبح واطراف لعلک ترضی اور فرمایا واذکر اسم ربک بکرۃ واصیلًا

دن کے اوراد کی ترتیب : جس وقت جاگے' ابتداء ذکر الٰہی سے کرے یعنی کہے الحمد اللّٰہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور آخر دعاؤں تک جو ہم پہلے باب میں جاگنے کے بعد پڑھنے کے ذکر میں لکھ آئے۔ (2) اثنائے دعا میں کپڑے پہنے۔ (3) کپڑے پہنے میں نیت ستر عورت ہو کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کررہا ہوں۔ (4) لباس سے عبادت پس مدد لینے کی نیت کرے اس کے سوا اور قصد ریااور تکبر وغیرہ کا خیال نہ ہو۔ (5) اگر حاجت ہو تو استنجاء خانہ میں جائے۔ (6) پہلے بایاں پاؤں استنجاء خانہ میں رکھے۔ (7) وہ دعائیں جو باب الطہارۃ میں استنجاء خانہ میں جانے اور نکلنے کی مذکور ہیں پڑھے۔ (8) مسنون مسواک کرے پہلے بیان ہو چکا ہے۔ (جیسے پہلے بیان ہو چکا ہے) (9) وضو کے سنتوں اور دعاؤں کے مطابق کرے (جس کا بیان گزر چکا ہے) ہم پہلے فردا فردا عبادت کو اس لئے لکھ آئے ہیں یہاں صرف ان کے اور آگے پیچھے ادا کرنے کا ذکر کریں گے۔ (10) جب وضو سے فارغ ہو تو دو رکعتیں سنت فجر گھر میں ادا کرے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہی کیا کرتے تھے۔ (11) سنتوں کے بعد گھر میں پڑھے یا مسجد میں دعا پڑھے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے اسے ہم لکھ آئے ہیں یعنی اللھم انی اسئلک رحمتہ من عندک تھدی بما قلبی آخر تک۔ (12) پھر گھر سے مسجد کو چلے اور اس دعا سے غافل نہ ہو جو مسجد کو چلتے وقت ہم لکھ چکے ہیں۔ (13) نماز کیلئے تیز نہ چلے بلکہ آہستہ تسکین اور وقار کے ساتھ چلے (حدیث میں اسی طرح وارد ہے۔ (14)اپنی انگلیوں کو ایک دوسری میں نہ ڈالے۔ (15) مسجد کے اندر پہلے داہناپاؤں رکھے مسجد میں جانے کی دعا یاد کرکے پڑھے۔ (16) مسجد میں صف اول میں جگہ تلاش کرے۔ بشرطیکہ گنجائش ہو اور لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے نہ کسی کو تکلیف دے جمعہ کے باب میں اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ (17) اگر دو سنتیں فجر گھر میں نہ پڑھی ہوں تو مسجد میں ادا کرکے دعا میں مشغول ہو جائے اگر سنتیں پڑھ چکا ہو تو مسجد میں دوگانہ تحیت * پڑھ کر جماعت کا منتظر بیٹھ جائے۔ (18) جماعت کے لئے مستحب اندھیرے میں ادا کرنا۔ نمبر ا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبح کو تاریکی میں ادا فرمایا کرتے تھے۔ (19) نماز جماعت کسی وقت نہ چھوڑنا چاہئے بالخصوص صبح اور عشاء کی جماعت ہرگز نہ چھوڑے کہ ان دونوں میں ثواب زیادہ ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز صبح کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ جو کوئی وضو کرکے مسجد میں جاکر نماز پڑھے تو اس کو ہر قدم پر ایک نیکی کا ثواب ہوگا اور ایک برائی دور کی جائے گی اور نیکی کا ثواب دس گنا ملا کرتا ہے پھر اگر نماز پڑھ کر آفتاب کے نکلنے پر لوٹے گا تو جتنے بال اس کے بدن میں ہوں گے اس قدر نیکیاں اس کے لیے لکھی جائیں گی اور ایک صبح مقبول کا ثواب لیکر پھرے گا۔

فائدہ : اگر اس قدر بیٹھے کہ نماز اشراق بھی پڑھ لے تو ہر رکعت کے عوض دس لاکھ نیکیوں کا ثواب ملے گا اور جو شخص نماز کر مسجد میں جماعت سے پڑھے تو اس کو بھی اسی قدر ثواب ہے اور ایک عمرہ مقبول لے کر اٹھے گا۔

فائدہ : اکابر اسلاف کی عادت تھی کہ مسجد میں صبح ہونے سے پہلے جایا کرتے تھے۔

حکایت : ایک تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں مسجد میں صبح صادق ہونے سے پہلے گیا دیکھا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے پہلے پہنچ چکے ہیں۔ مجھے ارشاد فرمایا کہ بھتیجے اپنے گھر سے اس وقت کس لئے نکلے' میں نے عرض کیا کہ صبح کی نماز کے لئے فرمایا کہ تم کو مژدہ ہو کہ ہم ایسے نکلنے اور مسجد میں بیٹھنے کو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے برابر اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کے برابر سمجھتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے۔ اس وقت میں سوتا تھا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی خواب میں ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہماری جانیں اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں جب وہ اٹھانا چاہتا ہے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں سے لوٹ گئے اور میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ ران مبارک پر مار کر کہا وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا (الکھف) ہے انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑنے والا۔

(20) فجر کی سنتوں کے بعد کی دعا کے بعد استغفار اور تسبیح میں مشغول ہونا چاہئے یہاں تک اقامت کہی جائے کم از کم ستر بار کہے استغفر اللّٰہ الذی لا الہ الا ھوالحی القیوم واتوب الیہ اور سو بار سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر (21) نماز فرض تمام ظاہری اور باطنی آداب سے پڑھے اس کا ذکر نماز میں ہم لکھ آئے ہیں۔ (22) جب نماز سے فارغ ہو تو مسجد میں بیٹھ کر آفتاب کے نکلنے تک ذکر الٰہی (بموجب ترتیب آیندہ) میں مصروف رہے۔

حدیث : حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس جگہ میں نماز پڑھوں اور اس میں میرا بیٹھا رہنا اور نماز سے لیکر آفتاب نکلنے تک ذکر الٰہی کرنا مجھے اس بات سے محبوب تر ہے کہ چار غلام آزاد کروں۔

حدیث : مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تھے تو نماز کی جگہ پر آفتاب نکلنے تک بیٹھے رہتے تھے۔ (3) روایت میں ہے کہ سورج نکلنے کے بعد دو رکعتیں پڑھتے اور اس کی فضیلت میں بہت کچھ وارد ہوا ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے پروردگار

1- یہ شوافع رحمہم اللہ کے نزدیک ہے احناف کے نزدیک فجر کی نماز روشنی مکمل طور پھیل جانے میں مستحب ہے۔ اویسی غفرلہ۔ اسفار کے دلائل اور احادیث شوافع کے جواب فقیر کے رسالہ "الاسفار فی الفجر" کا مطالعہ فرمائیں۔ احناف کے نزدیک یہ دوگانہ نہیں پڑھنا کیونکہ اس وقت ہر قسم کے نوافل مکروہ ہیں۔ اویسی غفرلہ۔

کی رحمت میں فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم علیہ السلام فجر کی نماز کے بعد ایک ساعت اور عصر کی نماز کے بعد ایک ساعت میرا ذکر کرنے میں تجھ کو ان دونوں وقتوں کے درمیان میں کافی ہے جب اس بیٹھنے اور ذکر کی فضیلت معلوم ہو چکی تو چاہئے کہ آفتاب نکلنے تک بیٹھا رہے۔ (23) کوئی بات نہ کرے بلکہ آفتاب کے طلوع تک چار طرح کا وظیفہ شروع کر دے اور کے نمبر1 دعائیں نمبر2 ذکر جسے تسبیح پر پڑھے۔ نمبر3 قرآن کی تلاوت نمبر4 فکر۔

دعائیں : تو نماز سے فارغ ہوتے ہی شروع کر دے اور کہے اللھم صلی علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد اللھم انت السلام ومنک السلام والیک یعود السلام حینا ربنا بالسلام واذ خلنا دارالسلام تبارکت یاذاجلال والاکرام پھر وہ دعا پڑھے جسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔ یعنی سبحان ربی الاعلیٰ الوھاب لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحی ویمیت بیدہ الخیر وھو علی کل شئی قدیر لا الہ الا اللّٰہ اھل النعمۃ والفضل والثناء الحسن لا الہ الا اللّٰہ ولا نعبد الا ایاہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون پھر وہ دعائیں پڑھے جسے ہم باب نہم میں لکھ آئے ہیں اگر ہو سکے تو وہ تمام پڑھے۔ ورنہ ان میں سے اس قدر یاد کرے جس قدر اس کے خیال کے موافق اور دل کو نرم کرنے والی اور زبان پر ہلکی زیادہ ہیں اور ذکر کے کلمات وہ ہیں جن کے مکرر پڑھنے میں بہت سے فضائل وارد ہیں اور ہم نے طول کلام کی وجہ سے نہیں لکھا ان کے مکرر پڑھنے کا ادنیٰ درجہ تو یہ ہے کہ ہر کلمہ کو تین بار یا سات بار پڑھے اور اکثر یہ ہے کہ سو دفعہ یا ستر مرتبہ پڑھے اور اوسط درجہ یہ ہے کہ اس پر جتنا مراومت ہو سکتی ہے وظائف میں بہتر وہ ہی ہے جو ہمیشہ نبھ سکے اگرچہ تھوڑا ہو اور جس وظیفہ کی کثرت پر مداومت نہ ہو سکے تو اس کا قلیل مع مداومت کے بہتر ہے اور اس کی تاثیر بھی دل پر زیادہ ہوتی ہے یہ نسبت کثیر کے جو ہمیشہ نہ ہو سکے اور ناغہ ہو۔

فائدہ : تھوڑا وظیفہ جو دائمی ہو اس کی مثال ایسی ہے جیسے پانی کے قطرے زمین پر پے درپے ٹپکتے ہیں کہ ان سے زمین میں گڑھا پڑ جاتا ہے اگرچہ وہاں پتھر ہی ہو اور بہت سا وظیفہ جو ناغہ کے ساتھ ہو وہ ایسا ہے جیسے یک بارگی یا کئی دفعہ کرکے دیر کے بعد گرا دیا جائے کہ اس کی تاثیر کچھ نہ معلوم ہو گی اور یہ کلمات دس ہیں۔

(1) لا الہ الا وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی لا یموت بیدہ الخیر وھو علی کل شی قدیر۔ (2) سبحان اللّٰہ و الحمدللّٰہ ولا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔(3) سبوح قدوس ربنا و رب الملائکۃ والروح۔ (4) سبحان اللّٰہ العظیم وبحمدہ۔ (5) استغفراللّٰہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واسالہ التوبۃ۔(6) اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذالجد منک الجد۔ (7) لا الہ الا اللّٰہ الملک الحق المبین۔ (8) بسم اللّٰہ الذی لا یضر مع اسمہ شی فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم۔ (9) اللھم صل علی محمد عبدک و نبیک و رسولک النبی

الاحی وعلی الہ وصحبہ وسلم۔ (10) اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ رَبِّ اَعُوْذُبِکَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ وَاَعُوْذُبِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ۔ یہ دس دس بار پڑھے جائیں تو سو مرتبہ ہو جائیں گے یہ اس سے بہتر ہے کہ ایک ہی کلمہ کو سو بار پڑھیں اس لئے کہ ان کلمات میں سے ہر ایک کے لئے ثواب اور فضیلت علیحدہ ہے اور دل کو ہر ایک سے ایک طرح کی تنبیہہ اور لذت ہوتی ہے اور ایک کلمہ سے دوسرے کی طرف انتقال کرنے میں نفس کو بھی ایک راحت اور اکتانا بھی نہیں۔

مسئلہ : قرات قرآن میں مستحب یہ ہے کہ وہ آیات پڑھے جن کے فضائل احادیث میں وارد ہیں۔ (1) سورہ محمد (2) آیت الکرسی (3) امن الرسول سے تا آخر سورہ بقرہ۔ (4) شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (5) دو آیتیں قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ (6) لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ آخر سورہ تک (7) لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْیَا بِالْحَقِّ آخر سورہ فتحنا تک (8) قل الحمد للہ الذی لم یتخذ ولدا آخر سورہ یعنی بنی اسرائیل تک۔ (9) پانچ آیتیں سورۂ حدید کے اول ہے۔ (10) هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ سے آخر سورہ حشر تک پڑھے اور اگر سبعات عشر پڑھے۔

وظیفہ سبعات عشر : وہ دس چیزیں جو حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت ابراہیم تیمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو بطور تحفہ تعلیم کیں اور وصیت کی کہ ان کلمات کو ہر صبح و شام سات سات بار پڑھا کرنا پورا ثواب ملے گا اور تمام کو دعاؤں کا ثواب حاصل ہو جائے گا۔

حکایت : لرز بن وبرہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (ابدال میں سے تھے) روایت کرتے ہیں کہ میرے پاس ایک میرا بھائی شام سے آیا اور مجھے ایک تحفہ دیا اور کہا کہ اس کو قبول کرو کہ یہ بہت عمدہ تحفہ ہے میں نے ان سے کہا کہ بھائی تمہیں یہ تحفہ کس نے دیا ہے کہا کہ مجھے ابراہیم تیمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے دیا ہے میں نے کہا کہ آپ نے ابراہیم سے نہ پوچھا کہ کس نے دیا ہے انہوں نے کہا کہ میں نے ابراہیم تیمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے سوال کیا تھا۔ ابراہیم نے جواب دیا کہ میں صحن کعبہ میں بیٹھا تھا اور تہلیل و تسبیح و تمجید میں مشغول تھا کہ اس اثنا میں ایک شخص نے میرے پاس آکر سلام کیا اور میری داہنی طرف بیٹھ گیا۔ میں نے اپنی عمر میں اس سے زیادہ خوبصورت کوئی نہ دیکھا تھا اور نہ اس کے کپڑوں سے عمدہ کپڑے اور جس قدر سفید اور خوشبودار دیکھے تھے میں نے پوچھا کہ اے بندۂ خدا آپ کون ہو اور کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ فرمایا کہ میں خضر ہوں میں نے پوچھا آپ میرے پاس کس لئے تشریف لائے فرمایا تجھ سے سلام دعا کرنے آیا اور تجھ سے مجھے محبت فی اللہ ہے اور میرے پاس ایک تحفہ ہے وہ میں تجھے دینا چاہتا ہوں میں نے پوچھا کہ وہ کیا ہے فرمایا کہ آفتاب نکلنے اور اس کی راسی زمین پر پھیلنے سے پہلے اور آفتاب غروب ہونے سے پہلے سورۂ الحمد اور معوذ تین اور اخلاص اور کافرون اور آیت الکرسی سات سات بار پڑھنا۔ پھر سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر سات بار اور درود شریف سات بار اور استغفار اپنے لئے اور اپنے والدین اور مومن

مردوں اور عورتوں کے لئے سات بار پھر یہ دعا سات بار اللھم افضل بی عاجلا و اجلانی الدین والدنیا والاخرۃ ما انت لہ اھل ولا تفعل بنایا مولبنا ما نحن لہ اھل انک غفور حلیم جواد کریم روف رحیم۔ خبردار انہیں کسی صبح اور شام میں ترک نہ کرنا' میں نے کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھے بتادیں کہ یہ عطا آپ کو کس سے ہوئی فرمایا کہ مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مرحمت فرمائی ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے اس کے ثواب سے مطلع فرمایئے۔ فرمایا کہ جب تمہیں زیارت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہو تو اس کا ثواب پوچھ لینا وہ خود ارشاد فرمائیں گے ابراہیم تیمی کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ فرشتے میرے پاس آئے ہیں اور مجھے اٹھا کر لے گئے ہیں یہاں تک کہ جنت میں داخل کیا اور وہاں عجیب و غریب اشیاء دیکھیں پھر میں نے فرشتوں سے پوچھا کہ یہ سب سامان کس کے لئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جو کوئی تیرا سا عمل کرے اس کے لئے ہے اور ابراہیم تیمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بہت سی چیزیں جو جنت میں دیکھی تھیں ان کا بیان بھی کیا اور یہ بھی کہا کہ میں نے وہاں کا میوہ دیکھا اور کھایا اور پانی پیا پھر میرے پاس حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ستر پیغمبروں علیہ السلام اور ستر صفیں فرشتوں کی تھیں ہر صف اس قدر تھی جیسے مشرق پورب اور مغرب کا فاصلہ ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے سلام سے شرف فرما کر میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھ سے خضر علیہ السلام نے کہا ہے کہ انہوں نے یہ حدیث آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خضر نے درست کہا اور جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ سب حق ہوتا ہے زمین کے لوگوں میں عالم وہی ہے اور وہ ابدال کا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ کے ان لشکروں میں سے ہے جو زمین میں ہیں پھر میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو شخص یہ عمل کرے اور جیسا میں نے اپنے خواب میں دیکھا نہ دیکھے تو جو چیزیں مجھے ملی ہیں ان میں سے اسے بھی کچھ مرحمت ہوگا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے مجھے اس ذات کی جس نے مجھے نبی برحق بھیجا ہے کہ اس کا عامل اگرچہ مجھے نہ دیکھے اور نہ جنت دیکھے مگر اتنا ثواب اسے ملے گا کہ اس کے تمام گناہ کبیرہ جو اس نے کئے ہوں گے بخشے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اس پر اپنا غصہ اور ناراضگی اٹھا لے گا اور بائیں طرف والے فرشتے کو حکم فرمائے گا کہ سال بھر تک اس کی کچھ برائی نہ لکھے اور قسم ہے مجھے اس ذات کی جس نے مجھے نبی برحق بھیجا ہے اس پر عمل وہی کرے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے سعید پیدا کیا اور اس کو وہی ترک کرے گا جسے اس نے بدبخت بنایا ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ ابراہیم تیمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے چار مہینہ تک نہ کچھ کھایا تھا نہ پیا تھا تو شاید اسی خواب کے بعد کا حال ہوگا۔

فائدہ : غرضیکہ قرات کا وظیفہ یہ تھا جو مذکور ہوا اگر اس پر اپنی معمولی منزل بھی بڑھا لے یا اسی قدر پر اکتفا کرلے دونوں صورتیں اچھی ہیں کیونکہ قرآن مجید میں ذکر اور دعا سب کا ثواب ہے بشرطیکہ غور کے ساتھ پڑھے (جس طرح کی تلاوت کے ذکر میں ہم اس کے آداب اور فضائل کا ذکر کرچکے ہیں اور فکر کو بھی اپنا ایک معمول کرلینا چاہئے اور

جس میں فکر کرلے۔ اس کی تفصیل اور فکر کی کیفیت باب میں مذکور ہوگا۔

فکر کی اقسام = فکر کی تمام قسمیں : دو قسموں میں آجاتی ہیں ایسی چیز ذہن میں فکر کرے جو علم معاملہ میں مفید ہوں مثلاً اپنے نفس سے گزشتہ تقصیروں کا حساب لے اور جو دن اس کے سامنے ہو اس کے وظائف کی ترتیب کرے اور جتنے اور خیر کے مانع ہوں انہیں دفع کرے اور اپنی خطا یاد کرلے اور جن باتوں سے عمل میں خلل پڑتا ہے ان کو سوچے تاکہ عمل میں اصلاح ہو' اور اپنے دل میں خود اپنے اہمال کے باب میں مسلمانوں سے معاملہ کرنے میں عمدہ نیتوں کو حاضر کرے۔ (2) ان چیزوں میں فکر کرے جو علم مکاشفہ میں نافع ہوں مثلاً اللہ تعالیٰ کی ظاہری باطنی نعمتوں میں اور ان کے پے درپے آنے کی فکر مضبوط کرے تاکہ ان کی معرفت زیادہ حاصل ہو اور ان کا بہت سا شکر کرسکے یا اس کی سزاؤں اور عقوبتوں میں فکر کرے کہ اس سے معبود کی قدرت کی معرفت بڑھے اور عقوبات وانتقامات سے زیادہ خوف کرے۔

فائدہ : ان امور میں سے ہر ایک کے بہت سے شعبے ہیں کہ جب بعض لوگوں کو ان سے فکر کرنے کی گنجائش ہوتی ہے اور بعض کو نہیں ہوتی (انہیں خوب اچھی طرح جلد چہارم میں لکھیں گے) جب فکر کرنا میسر ہو جائے تو یہ اشرف عبادت ہے کیونکہ ان میں ذکر الٰہی بھی ہے اور دو باتیں زیادہ ہیں۔ (1) معرفت کا زیادہ ہونا کیونکہ فکر معرفت اور کشف کلید ہے۔ (2) محبت کا زیادہ ہونا اس لئے کہ دل اسی سے محبت کرتا ہے جس کی عظمت کا معتقد ہو اور اللہ تعالیٰ کی عظمت بغیر اس کی صفات اور عجائبات افعال اور قدرت کی معروفت کے منکشف نہیں ہوتی تو یہ سلسلہ اس طرح ہوتا ہے کہ فکر سے معرفت اور معرفت سے تعظیم اور تعظیم سے محبت اور ہرچند ذکر بھی انس کا موجب ہوتا ہے اور انس ایک قسم کی محبت ہے مگر وہ محبت جس کا سبب معرفت ہوتی ہے وہ انس کی بہ نسبت بہت قوی اور دیرپا اور حمایت بڑی ہوتی ہے جیسے کوئی شخص کی خوبصورتی آنکھ سے دیکھ اور اسکے حسن اخلاق اور افعال اور خصائل حمیدہ پر تجربہ سے مطلع ہوکر عاشق ہو جائے اور دوسرا شخص ایک غائب آدمی کا حسن و جمال چند بار مجملاً" سنے۔ اور خوبصورتی کی باتیں مفصل معلوم بھی نہ ہوئی ہوں کہ اسکا فریفتہ ہو جائے تو پہلے شخص کے عشق کے دوسرے کی محبت سے وہی نسبت ہوگی جیسے عارف کی محبت کو ذاکر غیر عارف کے انس سے نسبت ہے کیونکہ مثل مشہور ہے ع "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" سنی بات دیکھی ہوئی جیسی کب ہو سکتی ہے عارف کی محبت ایسی ہے جیسے دیکھنے والے کی ہوتی ہے اور ذاکر کی محبت سننے والے جیسی ہے یعنی جو لوگ کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر پر دل اور زبان سے مداومت رکھتے ہیں اور صرف ایمان تقلیدی سے جو کچھ کہ رسول لائے ہیں اس کی تصدیق کرتے ہیں ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے محسن صفات میں سے چند امور مجمل ہی ہیں جن پر اس کا اعتقاد دوسروں کے بتلانے سے ہوگیا ہے اور جو لوگ عارف ہیں انہوں نے اس جمال و جلال الٰہی کو چشم بصیرت سے مشاہدہ کیا ہے جو ظاہری بینائی سے قوی تر ہے اور کسی کو یہ بات میسر نہیں ہوئی کہ اس کے جلال و جمال کی ماہیت پر واقف ہو جائیں اس لئے کہ یہ امر تو خلق ...ں ... سے کسی کی

تاب نہیں جو معلوم کر سکے لیکن ہر شخص اس قدر مشاہدہ کرتا ہے جس قدر کے اس کے لئے حجاب دور ہوتا ہے اور جمال حضرت الوہیت کی کچھ انتہا نہیں اور نہ اس کے حجابات کی تعداد = ہاں جن حجابات کو نور کہنا زیبا ہے اور جن تک سالک پہنچ کر جاننے لگتا ہے کہ میں اصل تک پہنچ گیا اور ان کی تعداد ستر حجاب ہیں۔

حدیث : حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ستر پردے نور کے ہیں اگر وہ انہیں اٹھا دے تو اس کے چہرے کے انوار جس جس کی بینائی پر پہنچے انہیں مٹا کر رکھ دے یعنی تمام مخلوق کو جلا دیں اور یہ حجاب بھی ایک دوسرے کے بعد ترتیب وار ہیں اور اس کے نور آپس میں ایسے مختلف ہیں جیسے آفتاب اور چاند اور ستاروں کے انوار اور ابتداء میں سب سے چھوٹا نور کا ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس سے زیادہ پھر اس سے زیادہ اور اسی بنا پر بعض صوفیہ کرام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درجات کے معنی بیان کئے ہیں جو ان کو ترقی کرنے میں ظاہر ہوئے ہیں انہوں نے فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا (الانعام) کی تفسیر میں کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یہ امر مشتبہ ہوگیا تو آپ ایک نور کے حجاب پر پہنچے جو اوروں سے کم تھا اسی وجہ سے اسے ستارہ سے تعبیر فرمایا اور اس آیت میں ستارہ سے ستارہ رات کے چمکنے والے نہیں اس لئے کہ ان کو تو عوام میں سے ہر کوئی جانتا ہے کہ اب ہونا ان اجسام کو لائق نہیں بلکہ دیکھتے ہی ان کے خیال میں یہ بات آجاتی ہے پس جس چیز کو عوام نہ جانیں اسے خلیل اللہ کس طرح رب کہہ سکتے ہیں حجابات کو جو نور کہا تو اس سے یہ روشنی مراد نہیں جو آنکھ سے سوجھتی ہے بلکہ اس سے نور کے معنی مراد ہیں جو اس آیت میں ہیں اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ (النور ۳۵) اب ہم ان باتوں سے عنان قلم پھیرتے ہیں کہ یہ علم معاملہ سے خارج ہیں اور ان کی حقیقتوں تک پہنچنا بغیر کشف کے جو فکر صاف کے بعد ہوتا ہے میسر نہیں اور ایسے لوگ کم ہیں جن پر یہ دروازہ مفتوح ہوتا ہے جمہور خلق کو انہیں امور میں فکر میسر ہوتا ہے جو علم معاملہ میں مفید ہوں اور اس کا فکر فائدہ بھی بہت ہے اگر کسی کو میسر ہو جائے۔

انتباہ : سالک یعنی طالب آخرت کو چاہئے کہ ان چاروں چیزوں یعنی (1) دعا (2) ذکر (3) قرات اور (4) فکر کا وظیفہ صبح کی نماز کے بعد کرے بلکہ ہر وقت نماز کے معمول سے فارغ ہونے کے بعد ہی وظیفہ کرے کہ نماز کے بعد کوئی وظیفہ ان چاروں سے بڑھ کر نہیں اور ان امور پر قادر ہونے کی تدبیر یہ ہے کہ اپنے ہتھیار اور سپر لے یعنی روزہ وہ ہے جس سے شیطان کی راہیں تنگ ہوتی ہے اور یہی بڑا دشمن اور خیر کی راہ سے روکنے والا ہے۔

مسئلہ : صبح صادق ہونے بعد سوا فجر کی دو سنتوں اور دوگانہ فرض کے آفتاب نکلنے تک اور کوئی نماز نہیں۔ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت ذکر میں مشغول رہا کرتے تھے اور یہی بہتر ہے کہ ذکر اس وقت کرے لیکن اگر فرضوں سے پہلے نیند کا غلبہ ہو اور نیند بغیر نماز کے نہ جائے تو اسکے دفع کرنے کو اگر نماز پڑھے گا تو کوئی حرج نہیں دوسرا وقت دن کے وظیفہ کا آفتاب نکلنے وقت سے چاشت۔ (2) طلوع آفتاب تک

چاشت سے ہماری مراد یہ ہے کہ آفتاب نکلنے سے زوال تک کا نصف ہو جائے اور یہ وقت اگر دن کو بارہ گھنٹہ کا فرض کریں تو تین گھنٹے دن چڑھے ہو جائے گا یعنی چار پہر میں سے ایک پہر گزرے گا اس ایک پہر میں دو وظیفے زائد ہیں۔ (1) نماز چاشت (اس کا حال ہم باب اسرار نماز میں ذکر کر چکے ہیں بہتر یہ ہے کہ دو رکعتیں اشراق کے وقت پڑھے یعنی جب نور آفتاب زمین پر پھیل جائے اور مقدار نصف نیزہ کی مقدار تک بلند ہو جائے چار یا چھ یا آٹھ نفل پڑھے جب آفتاب کی دھوپ سے زمین گرم ہو جائے اور پاؤں کو پسینہ آنے لگے' یعنی پہر دن چڑھے تو دو رکعتوں کا وقت تو وہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے قول میں مراد لیا ہے بالعشی والاشراق کیونکہ یہی وقت آفتاب کے چمکنے اور زمین کے بخارات اور غبارات کے مقابلے سے اونچا ہو کر اس کا نور کامل ظاہر ہونے کا ہے بخار و غبار اس کے کامل نور کے مانع تھے اور چار رکعتوں کا وقت چاشت کبریٰ ہے جس کی قسم اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی وَالضُّحٰی وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی ﴿۱-۲﴾ ترجمۂ کنز الایمان: چاشت کی قسم اور رات کی جب پردہ ڈالے۔

حدیث : حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ہاں تشریف لائے دیکھا تو وہ اشراق نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلند آواز سے فرمایا کہ خبردار ہو کہ اوابین کی نماز کا وقت ہے کہ پاؤں جلنے لگیں۔

فائدہ : اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ جس کو ایک نماز پر اکتفا کرنی ہو اور چاشت و اشراق دونوں نہ پڑھے تو چاشت کا وقت بہت افضل ہے گو اصل ثواب اس طرح بھی ملجاتا ہے کہ آفتاب کے نصف نیزہ کی قدر اونچا ہونے سے لیکر زوال سے کسی قدر پہلے تک میں پڑھ لے کہ وہ مکروہ اوقات کے بیچ میں اس نماز کا وقت ہے اور اس تمام وقت کو چاشت ہی کہتے ہیں مگر افضل وقت وہی پہر دن چڑھے ہے اور گویا ..... اشراق کا دوگانہ اس وقت ہوتا ہے کہ مکروہ وقت آفتاب کے نکلنے کا گزر کر نماز کی اجازت کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آفتاب کے نکلنے کے ساتھ شیطان کا سینگ بھی نکلتا ہے جب آفتاب اونچا ہو جاتا ہے تو شیطان اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔

نماز اشراق کے ابتدائی وقت کی علامت : طلوع کے بعد سورج زمین کے بخاروں اور غباروں کے اوپر ہو جائے اور یہ اس تخمین اور انداز سے معلوم ہوتا ہے۔

وظیفہ نمبر2 : جو عمدہ عمل مقام کے متعلق ہوں اور ان کی عادت انہیں عمل میں کے لئے وقت صبح ہو تو وہ اس وقت بجالائے مثلاً بیمار کا پوچھنا اور جنازے کے ساتھ جانا اور نیکی تقویٰ پر مدد کرنا اور مجلس علم میں حاضر ہونا اور کسی مسلمان کی حاجت پوری کرنا یا ایسے ہی دیگر امور خیر اگر ان امور میں سے کوئی عمل کرنے کے لئے نہ ہو تو انہیں چاروں وظائف کی طرف رجوع کرے یعنی (1) دعا و (2) ذکر (3) فکر اور اگر چاہے تو نماز نفل میں مصروف ہو کہ صبح

صادق ہونے کے بعد وہ مکروہ تھی مگر اس وقت مکروہ نہیں ہے تو اس وقت کے وظائف میں نماز پانچواں وظیفہ ہو جائے گی مگر فرض صبح کے بعد کل نمازیں جن کا کوئی سبب نہ ہو' مکروہ ہیں۔

مسئلہ : صبح صادق ہونے کے بعد مستحب یہ ہے کہ صرف دوگانہ تحیہ المسجد دو سنتوں پر اکتفا کرے کوئی اور نفلیں نہ پڑھے بلکہ وہ چاروں وظیفے ادا کرے جو اوپر مذکور ہوئے۔

تفصیل **نماز چاشت = تیسرا وظیفہ نماز چاشت** : وہ چاشت سے لیکر زوال تک ہے چاشت سے ہماری مراد ہی چوتھائی دن کا چڑھنا اور اس سے تھوڑا سا پہلے کا وقت ہے اس طرح کہ ہر تین گھنٹوں کے بعد نماز کا حکم ہے مثلاً تین گھنٹے بعد طلوع کے گزریں تو اس وقت ان کے گزرنے سے پہلے نماز چاشت ہے اور جب تین گھنٹے اور گزریں تو ظہر ہے اور جب تین گزریں تو عصر درمیان میں عصر کا مرتبہ ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ چاشت فرض نہیں اس لئے کہ یہ وقت کاروبار اور روزی کمانے کا ہے اور وہ اس میں سخت مصروف ہوتے ہیں اسی لئے ان پر آسانی رکھی گئی کہ یہ نماز فرض نہ ہوئی اور اس وقت کا وظیفہ بھی وہی چاروں امور مذکور ہیں اور دو باتیں زائد ہیں نہ کاروبار میں مشغول ہونا اور معشیت کی تدبیر اور بازار میں آنا جانا۔ اگر یہ شخص سوداگر ہے تو چاہئے کہ صدق اور ایمانداری سے تجارت کرے اگر کوئی پیشہ ور ہے تو خلق خیر خواہی اور شفقت مدنظر رکھے اور اپنے تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ بھولے اور جب ہر روز کمانے پر قادر ہو تو اتنی کمائی پر اکتفا کرے جو اس دن پوری کی جائے۔ * احناف بھی یہی کہتے ہیں۔ تفصیل گزری ہے۔ اویسی غفرلہ۔

جب اتنا مل جائے کہ اس دن کی ضرورت کو کافی ہو تو چاہئے کہ اپنے پروردگار کے گھر میں جاکر اپنی آخرت کے لئے توشہ و زاد راہ کمائے کیونکہ آخرت کے توشہ کی بڑی ضرورت ہے اور اس کا نفع دائمی ہے ایسی چیز کو حاصل کرنا اس زیادہ طلبی سے اہم ہے جو وقتی ضرورت سے زیادہ ہو جائے۔

مومن کامل کی نشانیاں : صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ کامل مومن کی تین نشانیاں ہیں۔ (1) مسجد میں نماز وغیرہ سے مسجد کو آباد (2) اپنے گھر میں لوگوں سے کنارہ کشی۔ (3) اپنی حاجت ضروری میں مصروف اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔

ازالہ وہم : اکثر لوگ جن چیزوں سے انہیں ضرر بھی ہوتا ہے تو بھی یہی ٹھہرا لیتے ہیں کہ وہ ہمیں مضر نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان ان کو مفلسی سے ڈراتا اور بری باتوں کے لئے حکم کرتا ہے تو اس کے کہنے کو قبول کرکے جو نہیں کھاتے اسے بھی محتاجی کے خطرہ سے جوڑ رکھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی مغفرت اور فضل کا وعدہ فرماتا ہے لیکن اس سے روگردانی کرتے ہیں۔

وظیفہ 2 : دوپہر کو سونا جسے قیلولہ کہا جاتا ہے وہ سنت ہے اسی ارادہ پر کہ اس سے رات کے جاگنے پر مدد ملے گی جیسے

سحری کھانا اس لئے مسنون ہے کہ دن کے روزے پر اس سے مدد ملے گی۔

مسئلہ: اگر رات کو نہ اٹھتا ہو لیکن دن کو اگر نہیں سوتا توکوئی امر خیر نہیں کرتا بلکہ غالباً غفلت والوں میں بیٹھ کر فضول گفتگو کرتا ہے تو ایسی صورت میں بھی اس کے حق میں سونا ہی اچھا ہے۔ بشرطیکہ اس کی دل لگی اذکار وظائف مذکورہ سے نہ ہوتی ہو کیوں کہ سوتے میں سکوت اور سلامتی تو ہے۔

فائدہ: بعض اکابر نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا اس میں سکوت اور سونا ان کے تمام اعمال سے افضل ہوگا اور بہت سے عبادت گزار اس طرح ہیں کہ ان کا عمدہ حال سونے کی حالت میں ہے اور یہ اس صورت میں پہلے کہ عبادت میں اخلاص نہ کرتے ہوں بلکہ عبادت سے ریا مدنظر ہو تو جب عبادات گزار کا یہ حال ہوگا تو غافل بدکار کا سونا کیسے اچھے نہ ہوگا۔

فائدہ: حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ سلف صالحین و اکابر دین سونے کے لئے فارغ ہوتے تو طلب سلامتی کے دن اسے اچھا جانتے غرضیکہ دن کو سلامتی کی طلب اور شب بیداری کی نیت سے سونا ثواب ہے مگر چاہئے کہ زوال کے بعد اتنا پہلے جاگے کہ نماز کی تیاری کر سکے یعنی وضو کرکے مسجد میں نماز کے وقت سے پہلے جا سکے کہ یہ عمدہ اعمال میں سے ہے۔

مسئلہ: اگر دن کو نہ سوئے اور نہ کمائی میں مشغول ہو بلکہ نماز اور ذکر میں مصروف رہے تو کیا کہنا اس لئے کہ دن کے اوقات میں سے عبادت کا افضل وقت یہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت لوگ اپنے پروردگار سے غافل ہوتے ہیں اور دنیا کے مختلف امور میں مبتلا رہتے ہیں تو اپنے رب کا کام ایسے وقت کرے مگر بندے اس کے دروازے سے دور ہوں وہ اس کا مستحق ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے مقدس بنا کر اپنے قرب و معرفت کے لئے پسند فرمائے اور اس وقت کی عبادت کا ثواب رات کی عبادت کے ثواب ہے کہ وہ وقت بھی لوگوں کے سونے کی وجہ سے غفلت کا ہے اور یہ وقت خواہش نفسانی کی پیروی اور مختلف امور دنیاوی میں مبتلا ہو کر غافل کا ہے۔

نکتہ = دن میں اس وقت کی عبادت: هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً (الفرقان ۶۲) کے دو معنوں میں ایک کے مطابق ہوتی ہے۔ (1) اللہ تعالیٰ دن کو افضل میں ایک دوسرے کے بعد لاتا ہے۔ (2) ایک کو دوسرے کا نائب بنایا تاکہ انسان سے جو ایک میں عبادت رہ جائے اس کا تدارک دوسری میں کرے تو رات کی عبادت کا تدارک اس وقت میں ہو جاتا ہے۔ اے جو اسی وقت کے مشابہ ہے اسی لئے صوفیہ کرام کی عادت ہے کہ اگر شب کو تہجد قضا ہو جاتی ہے تو پھر وہ اسے دن میں قضاء کے طور پڑھ لیتے ہیں ایسے ان کے ہاں ہر وظیفہ میں یہی طریقہ کار ہے۔ (اضافی اویسی غفرلہ)

دن کے اوقات کا وظیفہ: زوال سے لیکر ظہر کے فرائض اور سنتوں سے فارغ ہونے تک یہوقت دن کے تمام وقتوں سے چھوٹا اور افضل ہے پس جب زوال کے بعد سب سے پہلے وضو کرکے مسجد میں حاضر ہو جائے تو جس وقت

ظہر کی نماز کے لئے عبادت کے لئے کھڑا ہو کہ وقت اظہار کا یہی ہے جو ارشاد باری تعالیٰ وحسین تظہرون میں مراد ہے اور اس وقت میں چار چار رکعتیں پڑھے کہ ان میں سلام نہ پھیرے اور ان کی تمام نفل نمازوں میں بھی یہی ایک نماز ہے کہ بعض علماء اس کو ایک کی طرح دو دو پڑھے اور احادیث صحیح اسی طرح وارد ہے۔

مسئلہ : چاہئے کہ ان رکعات کو بھی لمبی پڑھے اس وقت میں آسمان کے دروازے کھلتے ہیں۔ (اس کے متعلق ہم نے حدیث نماز نفل کی فصل میں بیان کی ہے۔)

مسئلہ : چاہئے کہ ان میں سے سورۂ بقر پڑھے یا دو سورتیں سو سو آیتوں یا چار سورتیں مفصل سے بڑی اور سو آیت کی سورتوں سے چھوٹی پڑھے کہ ان گھڑیوں میں دعا قبول ہوتی ہے۔

حدیث : حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اچھا معلوم ہوتا تھا کہ ان گھڑیوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی عمل اوپر (آسمان) ہوجائے پھر یہ چار رکعتیں بڑی بڑی بطور مذکور پڑھنے کے بعد (خواہ چھوٹی چھوٹی رکعتیں پڑھنے کے بعد) ظہر کے فرض جماعت سے پڑھے غرضیکہ چار سنتیں پہلی نہ چھوڑے نہیں جس طرح بن سکے پڑھ کر فرض پڑھے۔

مسئلہ : بعد فرضوں کے بعد دو رکعتیں پڑھے پھر چار پڑھے کہ حضرت ابن مسعود نے ذکر کیا ہے کہ فرضوں کے بعد اتنی ہی رکعتیں بغیر فاصلہ کے پڑھی جائیں۔

مسئلہ : مستحب ہے کہ ان نوافل میں آیۃ الکرسی اور سورۂ بقر کی تمام آیتیں جن کو ہم اول وقت کے خلیفہ میں لکھ آئے تاکہ ان کا پڑھنا دعا اور ذکر قرات اور نماز اور تجید اور تسبیح کے مع وقت کی شرافت کے شامل ہو۔

دن کے وظائف کا وظیفہ 5 : ظہر کے بعد سے عصر تک اس وقت میں یہ مستحب ہے کہ مسجد میں بیٹھ کر ذکر اور نماز یا اور کسی چیز میں مشغول ہو اور عصر کی نماز کے انتظار میں اعتکاف میں رہے کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا عمدہ اعمال میں سے ہے اور یہ امر اسلاف صالحین کا محبوب دستور ہے جو اس وقت ظہر و عصر کے درمیان مسجد میں داخل ہوتا تو نمازیوں کی تلاوت کی گونج مکھی کی آواز کی طرح سنتا۔ پس اگر گھر پر رہنے سے دین کی سلامتی اور فکر میں جمعیت زیادہ ہوتو اس صورت میں اسکے حق میں گھر پر چلا جانا افضل ہے غرضیکہ یہ وقت بھی لوگوں کی غفلت کا ہے اسے عمل خیر میں بسر کرنا ایسا ہے جیسے تھوڑے وقت میں عمدہ کام کرنا اور جو زوال سے پہلے سو چکا ہو اسے اس وقت سونا مکروہ ہے اس لئے کہ دن کو دوبارہ سونا اچھا نہیں۔ اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ تین باتوں پر اللہ تعالیٰ بہت غصہ کرتا ہے۔ (1) بلا تعجب ہنسنا (2) بغیر بھوک کے کھانا۔ (3) شب بیداری کے بغیر دن کو سونا۔

نیند کی مقدار : سونے کی مقدار معتدل یہ ہے کہ رات دن کے چوبیس گھنٹے ہیں ان میں آٹھ گھنٹے رات دن دونوں میں سونے میں صرف کرے اور اگر رات کو آٹھ گھنٹے سو چکا تو پھر دن کو سونے کا کوئی معنی نہیں ہاں اگر رات کو کم

سویا ہو تو دن کو اتنا اور سو لے کہ دونوں وقت کا سونا آٹھ گھنٹے ہو جائے کیونکہ انسان کو یہی کافی ہے کہ اگر عمر ساٹھ برس کی ہو تو بیس برس عمر میں سے کم ہو جائیں اور جس صورت میں کہ آٹھ گھنٹے کل رات اور دن کی تہائی ہے تو ظاہر ہے کہ عمر کی تہائی کم ہو گئی لیکن چونکہ سونا روح کی غذا اور کھانا بدن کی غذا اور کھانا بدن کی غذا اور ذکر اور علم دل کی غذا ہے تو سونے کو بالکل منقطع کر دینا ممکن نہیں اور درمیانی مقدار اسکی آٹھ گھنٹے ہیں اور اس سے کم کرنا بعض اوقات بدن کو مضطر کر دیتا ہے ہاں اگر کوئی جاگنے کی عادت ڈالے تو ہو سکتا ہے کہ رفتہ رفتہ اس کا خوگر ہو جائے اور اضطراب بھی نہ ہونے پائے اور یہ وقت زیادہ لمبے اوقات میں سے ہے اور انسان کو اس سے نفع زیادہ ہوتا ہے۔

فائدہ : آصال کا جو ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وللہ یسجد من فی السمٰوت والارض طوعا و کرھا و ظلالھم بالغدو والاصال ان میں سے ایک یہی وقت ہے اور جس صورت میں کہ جمادات اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کرتے ہوں تو کیسے ہو سکتا ہے کہ بندہ باوجود عقل کے انواع عبادات سے غافل رہے۔

وقت برائے وظائف الیوم : اس کا آغاز عصر کا وقت داخل ہوتا ہے اور سورۂ عصر میں اسی وقت کی قسم اللہ تعالیٰ نے یاد فرمائی ہے ایک معنی والعصر کا یہی ہے عشاء میں تظھرون میں عشی سے دو تفسیروں میں سے ایک کے مطابق یہی وقت مراد ہے اور ایسا ہی بالعشی والاشراق میں سمجھنا چاہئے اس وقت میں بجز چار رکعتوں کے کوئی نماز نہیں یہ ظہر کی پہلی چار رکعت سنتوں کی طرح ہے جو اذان عصر و اقامت کے درمیان پڑھی جاتی ہے۔

مسئلہ : ان چار رکعت نفل کے بعد فرض پڑھے۔

فائدہ : چاروں وظیفوں مذکورہ سابق میں مصروف ہو یہاں تک کہ سورج دیواروں کی منڈیروں پر چلا جائے اور زرد پڑ جائے اور چونکہ اس وقت میں نماز ممنوع ہے تو بہتر ہے کہ تلاوت قرآن پاک کرے اور غور و فہم کے ساتھ پڑھے کہ وہ ذکر دعا فکر سب کو شامل ہے کہ تلاوت میں تینوں باتیں وہ بھی آجائیں گی تو گویا چاروں وظیفوں کا ثواب حاصل ہوگا وقت دن کے وظیفوں کا سورج کے زرد پڑ جانے کے وقت سے شروع ہے یعنی جس وقت سورج زمین کے اتنا قریب ہو جائے کہ زمین پر کے بخار اور غبار اس کے نور کی آڑ ہو جائیں اور روشنی میں زردی آجائے اس وقت سے ساتواں وقت ہے اور جس طرح کہ پہلا وقت صبح صادق سے سورج نکلنے تک تھا اسی طرح یہ وقت ہے کہ غروب سے پہلے ہے اور وہ طلوع کے بعد تھا اور یہی وقت مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں فسبحان اللہ حین تمسون و حین تصبحون اور اطراف جو اس ارشاد میں واقع ہے فسبح واطرف النہار تو دوسری طرف کی یہی وقت ہے۔

فائدہ : حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا کہ اکابر صالحین دن کے پہلے اوقات کی بہ نسبت دن کے آخر اوقات کی زیادہ تعظیم کیا کرتے تھے۔ بعض اکابر کا قول ہے کہ صوفیہ کرام دن کا پہلا حصہ دنیوی امور کے

لئے رکھتے آخر کو آخرت کے لئے غرضیکہ اس وقت میں تسبیح اور استغفار تو بالکل مستحب ہے اور جو باتیں ہم نے اول وقت میں لکھی ہیں وہ عموماً مستحب ہیں مثلاً یوں کہنا چاہئے استغفراللّٰہ الزی لا الہ الا ھوالحی القیوم واسالہ التوبۃ اور سبحان ربی العظیم وابصمدہ اور یہ تسبیح اور استغفار کا کہنا اس آیت سے نکلا گیا ہے کہ واستغفرلذنبک و سبح بصد ربک بالحشی والا بکار اور استغفار میں وہ نام اللہ تعالیٰ کے لئے اچھے ہیں جو قرآن مجید میں ہیں جیسے یوں کہنا استغفراللّٰہ انہ کان غفاراً استغفراللّٰہ انہ کان توابًا۔ رب اغفر وارحم وانت خیرالرحمین۔ فا غفرلنا وار حمنا وانت خیرالرحمن وا غفرلنا وارحمنا وانت خیرالخافرین

مسئلہ : سورج کے غروب سے پہلے سورۃ الشمس اور سورہ والیل اور موذ تین بار پڑھنا مستحب ہے سورج ڈوبے تو استغفار پڑھی جارہی ہو پھر جب مغرب کی اذان سنے تو کہے اللھم ھذا اقبال لیلک وادبار نہارک آخر تک جیسے پہلے مذکور ہا پھر موذن کا جواب دے پھر مغرب کی نماز میں مشغول ہو اور سورج کے غروب ہونے پر دن کے اوقات تمام ہو جاتے ہیں۔

محاسبہ نفس کا طریقہ : انسان کو اپنے حالات کا ملاحظہ کرکے نفس کا حساب کرنا چاہئے کیونکہ اس کے طریق میں سے ایک منزل قطع ہوگئی اگر وہ روز گزشتہ کے برابر ہو تو اس کو خسارہ رہا اور اگر گزشتہ دن کی نسبت یہ برا ہوا تو ملعون ہوا ہے۔

حدیث : حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس دن میں کہ میں خیر کے اعتبار سے زیادہ نہ ہوں اس میں مجھے برکت نہ ہو۔

فائدہ : اگر اپنے نفس کو دیکھے کہ تمام دن خیر کی کثرت میں رہا اور تکلف سے بری اور علیحدہ رہا تو یہ ایک مژدہ بہا رہے اللہ تعالیٰ کاشکر کرنا چاہئے کہ اس نے توفیق دی اور اپنے طریق پر قائم رکھا اگر دوسری حالت معلوم ہو یعنی دن میں کچھ خیر اچھی طرح زبن پڑی ہو تو پھر رات دن کا نائب ہے چاہئے کہ جو کچھ تصور دن کو ہوا اس کے تدارک کا قصد کرے کہ نیکیوں سے برائیاں جاتی رہتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرے کہ اس نے جس کو تندرست رکھا اور رات بھر کی زندگی باقی رکھی اس میں سورج حیات ایسا غروب ہوگا کہ پھر کبھی نہ نکلے گا اور اس وقت تدارک اور عذر کرنے کا دروازہ بند ہو جائے گا کیونکہ زندگی چند روزہ ہے وہ بے شک گزر جائے گی موت کا دن ان کے گزرے پر موجود ہوگا کیونکہ ۔

زندگی نام ہے گو اس کا ٭ موت کا انتظار ہے دُنیا؟

رات کے وظائف کے اوقات : وہ پانچ ہیں۔ (۱) وقت کا شروع سورج کے غروب ہونے سے ہے اور اس کا آخر سرخی شفق کی دور ہونے پر جس کے جانے کے بعد عشاء کا وقت آجاتا ہے اس وقت کا وظیفہ یہ ہے کہ مغرب

کی نماز پڑھے اور نوافل عشاء تک پڑھتا رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت کی قسم یاد فرمائی ہے فَلَآ اُقۡسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿۱۶﴾
اور اس وقت میں عام نماز پڑھنا ناشئہ اللیل کیونکہ رات کی ابتدا اس = ساعات میں واقع ہوتی ہے اور آیت ومن اناء
اللیل فسبح جو آناہ آیا اس میں پہلا حصہ یہ ہے اور صلوٰۃ اوابین بھی اسی وقت کی نماز ہے اور آیت تتجافی
جنوبھم عن المضاجع سے بھی یہی نماز مراد ہے۔ حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے ابن ابی
زیاد نے اس روایت کو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اسناد کیا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی خدمت میں کسی شخص نے اس آیت کے حال سے سوال کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مغرب
اور عشاء کے درمیان کی نماز مراد ہے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مغرب اور عشاء کے درمیان کی
نماز اپنے اوپر لازم کرو کہ وہ دن کے لغویات کو دور کرتی اور اس کے انجام کو اچھا کرتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے اس وقت میں سونے کے لئے پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کہ
یہ ساعت وہ ہے جو تتجافی جنوبھم عن المضاجع میں مراد ہے اس وقت کی عبادت کی فضیلت ہم عنقریب
دوسری فصل میں ذکر کریں گے۔ اس وقت اس قدر لکھتے ہیں کہ اس وقت ترتیب وظیفہ اس طرح کرنی چاہئے کہ
مغرب کے بعد دو رکعتیں اس طرح پڑھے کہ اول میں سورہ کافرون اور دوسری میں سورہ اخلاص ہو اور ان میں نہ
کوئی گفتگو حائل ہو نہ اور کوئی کام۔ بلکہ فرضوں کے ہی متصل پڑھ لے ان دو کے بعد چار رکعتیں طویل پڑھے پھر
سرخی شفق کی غائب ہونے تک جو کچھ ہو سکے پڑھ لے اور اگر مسجد گھر سے نزدیک ہو اور عشاء کے انتظار میں بیٹھے
رہنے کا ارادہ نہ ہو تو ان نوافل کا گھر پر پڑھنے کا حرج نہیں اور اگر عشاء کا انتظار کرنا منظور ہو تب مسجد میں پڑھنا
افضل ہے بشرطیکہ ریا اور تکلف سے بچاؤ ہو سکے دعشاء کے وقت کی ابتداء سے لوگوں کے سونے کے وقت تک ہے
اسکا آغاز اندھیرا ہونے سے ہے اللہ تعالیٰ نے اس وقت کی قسم یاد فرمائی ہے واللیل وما وسق (قسم ہے رات کی اور
اندھیرے کی جو اس میں جمع ہوتا ہے) اور فرمایا اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوۡکِ الشَّمۡسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیۡلِ (بنی اسرائیل ۷۸) نماز پڑھے سورج
کے زوال سے رات کی تاریکی تک۔

فائدہ : تاریکی اس وقت زیادہ ہو کر مکمل ہو جاتی ہے اور اس وقت کے وظائف کی ترتیب تین امور کی رعایت سے
ہوتی ہے عشاء کے فرضوں کے سوا دس رکعتیں پڑھے' چار سنت فرضوں سے پہلے تاکہ اذان اقامت کے درمیان کا
وقت خالی نہ رہے اور کچھ فرضوں کے بعد کہ اول دو رکعتیں ہوں پھر چار رکعتیں اور ان میں قرآن میں سے
خصوص آیات پڑھے کہ انکا آخر طاق ہو کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رات کو زیادہ سے زیادہ اتنی ہی رکعتیں پڑھی ہیں اور سمجھدار آدمی کو شروع شب میں ان
رکعات کے اوقات ٹھہرا لیتا ہے لیکن خاصان خدا = آخر شب کے اوقات اختیار کرتے ہیں اور احتیاط کی جائے کیونکہ
ممکن ہے کہ پچھلی رات کو آنکھ نہ کھلے یا نماز کا پڑھنا بھاری پڑ جائے ہاں جس صورت میں کہ پچھلے وقت اٹھنا عادت
ہو جائے تو پھر آخر شب میں ان رکعات کا پڑھنا افضل ہے پھر اس نماز میں مقدار تین سو آیات ان خاص سورتوں

سے پڑھنی چاہئے جو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر پڑھا کرتے تھے مثلاً (1)سورہ یٰسین، (2) الم سجدہ (3) دخان (4) ملک (5) زمر (6) واقعہ۔ اگر نماز مذکور نہ پڑھے تو سونے سے پہلے ان تمام یا بعض کی قرات ترک نہ کرے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کچھ ہر شب پڑھا کرتے تھے تین حدیثوں میں مروی ہے ان میں مشہور تر میں سورہ الم سجدہ اور ملک اور زمرہ اور واقعہ ہیں اور ایک روایت میں زمر اور بنی اسرائیل ہے اور ایک میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسبحات یعنی (1) حدید اور (2) حشر صف (3) جمعہ تغابن ہر شب میں پڑھتے تھے اور فرماتے تھے ان میں ایک ہزار آیات سے بہتر ہے اور علماء مسبحات کو چھ قرار دیتے ہیں اور سورۂ اعلیٰ کو اول کی پانچ سورتوں پر زیادہ کرتے ہیں اس وجہ سے کہ حدیث میں ہے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سبح اسم ربک الاعلیٰ کو محبوب جانتے تھے اور وتر کی تین رکعتوں میں سورتیں۔ (1) سبح - اسم (2) کافرون اور (3) اخلاص پڑھا کرتے تھے اور وتروں سے فارغ ہوکر سبحان الملک القدوس تین بار ارشاد فرماتے۔

(3) **نماز وتر کی تحقیق** : سونے سے پہلے پڑھ لینا چاہئے بشرطیکہ تہجد کی عادت نہ ہو۔ (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ بعد تفسیروتر پڑھے نہ سوؤں اگر تہجد کی عادت ہو تو تاخیر وتر افضل ہے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کی نماز دو رکعت ہے اور جب صبح ہو جانے کا خوف ہو تو ایک رکعت سے اسے طاق کرو۔ (2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وتر اول شب میں پڑھے اور درمیان میں اور آخر میں بھی اور آپ کے وتر کی نوبت سحر تک پہنچی۔ (3) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وتر تین طرح پر ہیں (1) چاہو وتر اول شب میں پڑھ لو پھر تہجد کی دو رکعتیں پڑھو۔ یعنی یہ تہجد اپنے پہلے وتر سے مل کر طاق ہو جائے گا۔ (2) چاہو سب سے پیچھے وتر پڑھو تاکہ آخر نماز وتر ہو جائے۔ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے اس میں اول اور تیسرے طور کا تو حرج نہیں مگر دوسرے قول کو بموجب مطابق کے وتر کے توڑنے میں ممانعت آتی ہے۔ اس کو توڑنا نہ چاہئے۔ (3) ایک اور روایت بھی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شب میں دو وتر نہیں۔

فائدہ : جاگنے میں تردد ہو تو اس کے لئے ایک سہل تدبیر ہے جسے بعض علماء نے مستحسن فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ وتر کے بعد سوتے وقت اپنے بستر پر بیٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر جاتے تو یہ دونوں رکعتیں پڑھتے اول میں اذا زلزلت اور دوسری الھٰکم التکاثر کیونکہ ان دونوں صورتوں میں خوف اور وعید ہے ایک روایت میں تکاثر کی جگہ قل یاایھاالکافرون ہے کہ اس میں دن کی عبادت سے بہتر اور عبادتیں مخصوص اللہ تعالیٰ کے لئے کرتا ہے۔ غرضیکہ ان دونوں رکعتوں کو اگر پھر آنکھ کھلے تو کہا گیا ہے یہ دونوں رکعتیں قائم مقام ایک رکعت کے ہو جائیں گی اور پہلے کے وتروں سے ملکر یا جفت ٹھہریں گی اس صورت میں نماز تہجد کے بعد وتر کی ایک رکعت از سرنو پڑھ لینی چاہئے اور اس امر کو ابوطالب مکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے مستحسن قرار دیکر فرمایا کہ اسمیں تین

عمل ہیں۔ (1) زندگی کی توقع کم۔ (2) وتروں کا دور ہو جانا۔ (3) آخر شب میں وتر کا ہونا۔ اور یہ ان کا قول تو درست ہے مگر اس میں ایک شبہ ہوتا ہے کہ اگر یہ رکعتیں پہلے وتروں کو جفت کرتی ہیں یہی حال ان کا ہونا چاہئے گو آنکھ نہ کھلے اور وتر باطل ہو جانے چاہئیں اس کے کیا معنی کہ اگر آنکھ کھلے تب تو وتر جفت کریں اور اگر آنکھ نہ کھلے تو نہ کریں ہاں اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہو جائے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دو رکعتوں سے پہلے وتر پڑھے اور پھر آخر شب میں وتر کو دوبارہ پڑھا ہے تب تو معلوم ہوگا کہ یہ دونوں رکعتیں ظاہر میں جفت ہیں اور باطن میں طاق۔ تو نہ جاگنے کی صورت میں مع وتر وتر خیال کر لئے جائیں اور جاگنے کی صورت میں جفت ہو۔

مسئلہ : وتر کے سلام کے بعد یہ کہنا مستحب ہے۔ سبحان الملک القدوس رب رب الملکۃ والروح جللت السموٰت والارض بالعظمہ والجبروت وتضرزت بالقدرۃ وہ وقہرت العباد بالموت مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اکثر نمازیں فرضوں کے سوا وصال شریف تک بیٹھ کر ہوتی تھیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بیٹھنے والے کو کھڑے ہونے والے کی بہ نسبت نصف ثواب ہے اور لیٹنے والے کو بیٹھنے والے کی بہ نسبت نصف ثواب ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نفل کا لیٹ کر پڑھنا بھی درست ہے۔

(3) **سونے سے پہلے کے وظائف** : میں سے رات کو سونا سونے کا وظیفہ جاننا کوئی حرج نہیں اس لئے کہ اگر سونے کے آداب مدنظر ہوں تو اس کا شمار بھی عبادت ہی میں ہے۔(1) **احادیث مروی** : ہے کہ بندہ جب طہارت پر سوئے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرے تو اپنے بیدار ہونے تک نماز پڑھنے والا جائے گا یا اس کے لباس و بدن میں فرشتہ آجائے گا کہ اگر سونے میں حرکت کر کے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے گا تو فرشتہ اس کے لئے دعائے خیر کرے گا اور اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے دعائے مغفرت چاہے گا۔ (2) اور ایک حدیث میں ہے کہ جب بندہ طہارت کے ساتھ سوتا ہے تو اس کی روح عرش تک اٹھائی جاتی ہے۔

فائدہ : یہ عام بندوں کے حق ہے علماء اور اہل دل والوں کے لئے کیوں نہ ہو گا کہ ان کو سونے میں اسرار معلوم ہوتے ہوں اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عالم کا سونا عبادت ہے اور اس کا سانس لینا تسبیح ہے۔

حکایت : حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا کہ تم شب بیداری میں کیا کرتے ہو انہوں نے فرمایا کہ میں تمام رات جاگتا ہوں اور بالکل نہیں سوتا اور قرآن بتدریج پڑھتا رہتا ہوں یعنی لگاتار نہیں پڑھتا تھوڑا سا پارہ ایک بار پڑھا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ذرا سا پڑھ لیا۔

علی ہذاالقیاس : حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اول تو سوتا ہوں پھر جاگتا ہوں اور اپنے

سونے میں ثواب کی نیت وہی کر لیتا ہوں جو جاگنے میں کرتا ہوں۔ پھر دونوں حضرات نے یہ واقعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم سے زیادہ فقیہ ہے سونے کے آداب دس ہیں (1) طہارت (2) مسواک کرنا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ طہارت کے ساتھ سوتا ہے تو اس کی روح عرش تک لے جاتے ہیں اس لئے اس کا خواب سچا ہوتا ہے اگر طہارت پر نہیں سوتا تو اس کی روح وہاں تک پہنچے سے قاصر رہتی ہے اس وقت جو خواب دیکھتا ہے وہ پراگندہ ہوتا ہے سچ نہیں ہوتا۔

فائدہ : اس حدیث میں طہارت سے مراد ظاہر و باطن دونوں کی طہارت ہے اور غیب کے حجابات کے ہٹانے میں باطن ہی کی طہارت مؤثر ہے۔ (2) مسواک اور وضو کا پانی اپنے سرہانے رکھ کر رات کو اٹھنے کی نیت کرے اور جب آنکھ کھلے جبھی مسواک کرے بعض اکابر و اسلاف کی جتنے بار رات کو آنکھ کھلتی مسواک کر لیتے۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام رات میں کئی دفعہ مسواک کرتے اور ہر سونے کے وقت اور ہر جاگنے کے وقت۔ **فائدہ** : اگر اکابر کو پانی وضو کا نہ ملتا تھا تو صرف اعضاء کو پانی سے مسح کر لیتے تھے اگر پانی اس قدر بھی نہ ملتا قبلہ رخ بیٹھ کر ذکر اور دعا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور قدرت کے تفکر میں مشغول ہو جاتے کہ یہی قائم مقام تہجد کے ہو جائے گا۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بستر پر لیٹے اور اس کی نیت یہ ہو کہ رات سے اٹھ کر نماز پڑھوں گا پھر صبح تک اس کی آنکھ نہ کھلی تو اس نے نیت کی تھی وہ اس کے لئے لکھی گی یعنی تہجد پڑھنے کا ثواب ملے گا اور اس کا سونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو گا۔

فائدہ : معلوم رہے کہ جسے کچھ وصیت کرنی ہو وہ جب بھی سوئے اپنی وصیت لکھ کر سرہانے رکھ لے اس لئے کہ سونے میں قبض روح کا خوف ہے اور جو کوئی بغیر وصیت مر جاتا ہے اس کو عالم برزخ میں بولنے کی اجازت تا قیامت نہیں ہوتی مردے اس کی ملاقات کو آتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں مگر وہ نہیں بولتا تو آپس میں کہتے ہیں کہ یہ مسکین بغیر وصیت کے مرا ہے۔

مسئلہ : ناگہانی موت کے خوف سے وصیت کرنا مستحب ہے اور موت ناگہانی میت کے حق میں تخفیف نہیں مگر جو موت کے لئے تیار نہ ہو اور لوگوں کے حق میں ٹیڑھا اور ظالم ہو اس کے حق میں تخفیف نہیں۔ (4) یہ کہ ہر ایک گناہ سے توبہ کر لے اور مسلمانوں سے صاف دل ہو کر سوئے کسی کے ستانے کا خیال دل میں نہ لائے نہ اٹھنے کے بعد کسی گناہ کا ارادہ ہو۔ **حدیث** : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بستر پر لیٹے اور کسی کے ستانے کی نیت نہ رکھتا ہو اور نہ کسی پر کینہ رکھتا ہو تو جو کچھ اس نے گناہ کیا ہو گا وہ بخشا جائے گا۔ (5) عمدہ بچھونے

نے بچھانے آرام طلب نہ ہو بلکہ بچھونے کو ترک کرے یا اس کے متعلق میانہ روی اختیار کرے بعض اکابرین بچھونا بچھا مکروہ جانتے اور سونے کے لئے اسے تکلیف سمجھتے تھے اور اصحاب صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سونے کے لئے زمین پر سوتے نیچے کچھ نہ بچھاتے اور فرماتے کہ ہم خاک ہی سے پیدا ہوئے اور اسی میں جائیں گے اور اسے قلوب کے لئے نرمی اور نفسوں کے لئے تواضع موثر جانتے تھے اگر کسی کا دل اس مشقت کو گوارا نہ کرے تو اوسط درجہ کا بچھونا بچھائے۔ (6) جب تک نیند کا غلبہ نہ ہو تب تک نہ سوئے اور نیند کو زبردستی اپنے اوپر نہ لائے ہاں جس صورت میں کہ آخر شب کو اٹھنے کے لئے نیند سے مدد چاہے تو بلا تکلف سو رہنے کو کوئی حرج نہیں۔

اکابر اسلام : کا سونا غلبہ نیند کی حالت میں ہوا کرتا تھا اور کھانا فاقہ کی صورت میں اور بولنا ضرورت کے وقت میں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کا وصف فرمایا۔ کانو قلیلا من اللیل ما یحعجون اگر نیند کا اتنا غلبہ ہو کہ نماز و ذکر مانع ہو اور یہ نہ جانے کہ کیا کر رہا ہے تو چاہیے کہ سو جائے جب تک کہ اپنا قول سمجھنے لگے۔

مسئلہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھ کر اونگھنے کو مکروہ جانتے تھے ایک حدیث میں ہے **حدیث** : کہ رات میں سختی کھینچو کسی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں عورت رات کو نماز پڑھتی ہے جب اس پر نیند غالب ہوتی ہے تو ایک رسی میں لٹک جاتی ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے ممانعت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی رات میں جس قدر ہو سکے نماز پڑھے اور جب نیند کا غلبہ ہو تو سو جائے۔ (2) فرمایا کہ عمل اسی قدر کرو جس کی طاقت رکھتے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں تھکتا جب تک تم نہ تھکو۔ (3) فرمایا کہ اس دین میں سے بہتر وہ ہے جو آسان تر ہو کسی نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں شخص نماز پڑھتا ہے اور سوتا نہیں اور روزے رکھتا ہے افطار نہیں کرتا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں یہ میرا طریقہ ہے جو اس سے منہ موڑے وہ مجھ میں سے نہیں۔ فرمایا کہ اس دین کا مقابلہ نہ کرو یہ مضبوط ہے اور جو کوئی اس سے مقابلہ کرے گا پس اپنے نفس کے نزدیک عبادت الٰہی کو برا نہ ٹھہراو۔ (4) قبلہ رخ ہو کر سوئے اور قبلہ رخ ہونا دو طرح ہے (1) جیسے مرنے والا لٹایا جاتا ہے یعنی چت لیٹے کہ منہ اور تلوے قبلہ کی طرف رہیں (2) لحد میں لیٹنے کی صورت کہ داہنی کروٹ پر لیٹ کر منہ اور بدن کا سامنے کا حصہ قبلہ کی طرف کو کر لے سونے کے وقت دعا مانگے۔

باسمک ربی وضعت جنبی وبک ارفعہ آخر دعاؤں ماثورہ تک رجو ہم باب نہم میں لکھ آئے ہیں' مستحب ہے کہ سونے کے وقت خاص آیات پڑھے۔ مثلاً آیتہ الکرسی اور آخر سورہ بقر 400 اور وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ۔ البقرۃ ۱۶۴

فائدہ : کہ جو کوئی اس آیت کو سوتے وقت پڑھ لیا کرے اللہ تعالیٰ اس کو کلام مجید یاد کرائے گا کہ کبھی نہ بھولے اور سورۂ اعراف میں سے یہ آیتیں پڑھے۔ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ (الاعراف) اور قل ادعو اللّٰہ سے سورۃ بنی اسرائیل کے آخر تک کہ ان کے پڑھنے سے ایک فرشتہ اس کے لباس میں داخل ہو کر اس کی حفاظت کرتا ہے اور اس کے لئے دعا مغفرت کرتا ہے اور معوذ تین کو پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے منہ پر اور تمام بدن پر پھیرے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عمل اسی طرح مروی ہے اور دس آیتیں سورہ کہف کے شروع کی اور دس آیتیں اس کے آخر کی پڑھ لے یہ آیتیں رات کو آنکھ کھلنے کے لئے ہیں کہ تہجد کے وقت جاگ اٹھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے معلوم نہیں کہ جس شخص کی عقل کامل ہو وہ فقیر سورۂ بقرہ کی دو آخر کی آیتوں کے پڑھے سو پہلے اور پچیس بار یہ کہے۔ سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر تاکہ چاروں کلمات ملکر سو بار ہو جائیں۔ (9) سونے کے وقت یہ خیال کرے کہ سونا ایک طرح کی وفات ہے اور جاگنا ایک طرح کا جی اٹھنا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا اور فرمایا ھوالذی یتوفاکم باللیل غرضیکہ سونے کو وفات کے نام سے ذکر فرمایا اور جس طرح کہ جاگنے والے کو سونے میں وہ مشاہدات منکشف ہوتے ہیں جو اس کے حالات کے مناسب نہیں ہوتے۔ اسی طرح مرنے کے بعد جو شخص اٹھتا ہے وہ ایسی چیزیں دیکھتا ہے کہ کبھی اس کے دل میں نہ گزری ہوں اور نہ جس سے محسوس ہوئی ہوں۔

فائدہ : زندگی اور موت کے درمیان میں سونا ایسا ہے جیسے دنیا و آخرت کے درمیان میں برزخ ہے۔

حضرت لقمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ : نے اپنے صاحبزادے کو کہا کہ بیٹا اگر تجھے موت میں شک ہے تو سونا مت۔ جیسے تو سو جاتا ہے ویسے ہی مر جائے گا اور اگر تجھے مرنے کے بعد جی اٹھنے میں تردد ہے تو سو کر جاگیو مت کہ جیسے سونے کے بعد جاگتا ہے اس طرح مرنے کے بعد جی اٹھے گا۔

کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ : نے فرمایا کہ جب تو سوئے تو اپنی داہنی کروٹ پر لیٹ اور قبلہ منہ کی طرف کو کرکے سونا بھی ایک مرنا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سوتے تو اپنا رخسار مبارک داہنے ہاتھ پر رکھ لیتے اور جانتے کہ اسی رات میں وفات پاؤں گا۔ سب سے آخر دعا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ ہوتی اللھم رب السموت السبع ورب العرش العظیم ربنا ورب کل شئی وملیکہ آخر دعا تک جو ہم نے باب الدعوات میں ذکر کی ہے)

فائدہ : بندے کا حق یہ ہے کہ سوتے وقت اپنے دل پر غور کرے کہ کس پر سوتا ہے اور اس وقت دل پر کیا غالب

ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے ملنے کی محبت غالب ہے یا دنیا کی محبت زیادہ ہے اور اس کے بعد یقین کر لے کہ میری موت مجھے اسی حال پر ہوگی جو دل پر غالب ہے اور اسی پر حشر ہوگا کہ آدمی جس انسان سے اور جس ہر چیز سے محبت رکھتا ہے اسی کے ساتھ رہتا ہے جاگنے کے وقت دعا پڑھنا جب جاگے اور کروٹ لے اس وقت وہ دعا پڑھے جو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے لا الہ الا اللہ واحد القھار رب السموت والارض وما بینھما العزیز الغفار۔ اور اس میں کوئی کوشش کرے کہ سونے کے وقت بھی سب سے دل پر اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رہے گا اور جاگنے کے وقت بھی سب سے اول ذکر اللہ دل پر جاری ہو کہ یہ محبت کی پہچان ہے اور ان دونوں حالتوں میں دل ایسی چیز کے ساتھ رہے گا جو اس پر غالب ہو آزما دیکھے کہ یہ علامت محبت دل کے اندر سے معلوم ہوا کرتی ہے اور یہ ذکر اسی لئے مستحب ہوئے ہیں کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف کشش ہو' جب آنکھ کھلے اور اٹھنا چاہے تو کہے الحمدللہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور۔ آخر دعا تک (جو ہم جاگنے کی دعاؤں میں لکھ آئے)

(4) رات کے وظائف کا وقت : آدھی رات گزر جانے سے شروع ہوتا ہے اور اس کی انتہا اس وقت تک ہے کہ رات کا چھٹا حصہ باقی رہ جائے اس وقت میں تہجد کے لئے اٹھنا چاہئے کیونکہ تہجد وہی ہے جو بعد ہجود یعنی جواب کے ہو اور سونا آدھی رات تک ہوگیا اور یہ وقت دن کے اوقات مشابہ ہے کہ وہ بھی دن کے بیچ میں ہے اور یہ رات کہ ٹھیک درمیان میں ہے اور اس کی قسم اللہ تعالیٰ نے یاد فرمائی ہے۔ واللیل اذا سجی (قسم ہے رات کی جب ٹھہر جائے۔)

فائدہ : اس کا ٹھہرنا اور آرام اسی وقت میں ہوتا ہے کہ کوئی آنکھ اس وقت جاگتی نہ ہو۔ بجز اس ذات پاک کے جسے اونگھ اور نیند کچھ نہیں۔

فائدہ : بعض نے یہ معنی کیا ہے کہ قسم ہے رات کی جب کھینچ آوے اور لمبی ہو اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ سجی کے معنی ہیں کہ تاریک ہو۔ بہرحال اس وقت کی فضیلت میں کچھ شک نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ رات کے اجزاء میں سے کون سا جزو ہے جس میں دعا زیادہ لی جاتی ہے اور مستحق قبولیت ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ رات کا درمیانی حصہ۔

فائدہ : حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب الٰہی میں عرض کیا کہ الٰہی میں چاہتا ہوں کہ تیری عبادت کروں پس سب سے بہتر وقت عبادت کے لئے کون سا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے داؤد' نہ اول شب میں اٹھ نہ آخر میں کیونکہ جو اول شب میں جاگتا ہے وہ آخر شب میں سوتا رہتا ہے اور جو آخر میں جاگتا ہے وہ اول میں نہیں جاگتا۔ تو رات کے ٹھیک درمیان میں عبادت کرتا کہ میرے ساتھ تنہا ہو اور میں تیرے ساتھ تنہا ہوں اور تیری حاجات پوری کروں۔

حدیث : حضور پاک سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ رات کا کون سا حصہ افضل ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نصف شب آخرین بہتر ہے اور آخر شب کے بارے میں احادیث میں آیا ہے کہ عرش جھومتا ہے اور جنات عدن سے ہوائیں چھیلتی ہیں اور آسمان دنیا پر جناب باری تعالیٰ کا نزول اجلال ہوتا ہے سوا اس کے سوا اور بھی بہت سے فضائل وارد ہیں اس وقت کے وظیفہ کی ترتیب یہ ہے کہ جب جاگنے کی دعاؤں سے فارغ ہو تو بمطابق بیان سابق برعایت آداب و سنن وضو کرے اور اس کی دعائیں پڑھتا جائے پھر اپنی جائے نماز پر اگر قبلہ رخ ہو کر کھڑا ہو اور کہے اللہ اکبر کبیرا والصمد اللہ کثیرا سبحان اللہ بکرۃ واصیلاً پھر دس بار سبحان اللہ اور دس بار الحمدللہ اور دس بار لا الہ الا اللہ پھر کہے اللہ اکبر ذوالملکوت و الجبروت والکبریاء والعظمۃ والجلال والقدرۃ پھر یہ کلمات کہے کہ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تہجد کے وقت انہیں پڑھا کرتے تھے۔ اللھم لک الحمدانت نورالسموت والارض ولک الحمدانت قیام السموت والارض ومن فیھن ومن علیھن انت الحق ومنک الحق والقائک حق والجنۃ الحق والنار حق والنشورحق والنبیون حق محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حق اللھم لک اسلمت وبک امنت وعلیک تو کلت والیک انبت وبک خاصمت والیک حاکمت فاغفرلی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت انت المقدم وانت المرضر لا الہ الا انت اللھم ات نفسی تقواھاد وزکھا انت خیرمن رکاھاانت ولیھا و مولھا - اللھم اھدنی لا حسن الاعمال فانہ لا یھدی لا حسنھا الاانت واصرف عنی سیھا ولا یصرف عنی سیھا الا انت اسئلک مسئلۃ البائس المسکین وادعوک دعاء المفقر الذلیل فلا تجعلنی بدعاء رب شقیا وکن بی روفا رحیما یا خیر المسولین واکرم المحین۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث نمبر2 مروی ہے : حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو اٹھتے اور نماز شروع کرتے تو پڑھتے۔ اللھم رب جبریل و میقانیل و اسرافیل فاطرالسموات والارض عالم الغیب والشھادۃ انت تحکم بین عبادک فیما کانوافیہ یختلفون اھدنی لما اختلف فیہ من الحق باذنک انک تھدی من تشاء الی صراط مستقیم۔ پھر نماز شروع کرے اور دو رکعتیں ہلکی پڑھے پھر دو رکعتیں جن ممکن ہو تو پڑھ لے اگر وتر پہلے نہ پڑھے ہوں تو وتر پر خاتمہ کرے اور مستحب ہے کہ جب دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرے تو ہر سلام کے بعد سو دفعہ سبحان اللہ کہے تاکہ آرام ملتا جائے اور نماز کا سرور زیادہ ہو اور صحیح روایت میں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی نماز شب اول دوگانہ ہلکا پڑھا پھر دوگانہ لمبا ادا کیا پھر تیسرا دوگانہ دوسرے کی نسبت کم اور چوتھا تیسرے کی نسبت کم اور اسی طرح اور فرمائے یہاں تک کہ تیرہ رکعتیں ہو گئیں۔

حدیث : حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز تہجد میں قرات

آواز سے پڑھتے تھے یا آہستہ' آپ نے فرمایا کہ کبھی آواز سے اور کبھی آہستہ۔ **حدیث** : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں اور جب تجھے صبح ہو جانے کا خوف ہو تو ایک رکعت کا وتر ادا

کرو اور فرمایا کہ مغرب کی نمازوں کو طاق کر دیتی ہے تو رات کی نماز کو طاق کرو۔ **حدیث** : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو زیادہ سے زیادہ رکعتیں تہجد کی پڑھنی ثابت ہوئی پس وہ تیرہ ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان رکعات میں قرآن مجید کا معمولی ورد خواہ مخصوص سورتوں میں سے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوپر ہلکی ہوتیں پڑھا کرتے تھے اور یہ مخصوص سورتیں بھی ورد کے حکم میں تھیں اور جب تک قریب رات کا چھٹا حصہ پچھلا

نہ آجاتا تب تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ رکعتیں پڑھتے رہتے۔ **وقت 5** : رات کے وظیفوں کا رات کا چھٹا پچھلا ہے جس کا نام وقت سحر ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وبالاسحارھم یستغفرون سحر کے وقت وہ استغفار کرتے ہیں) اس کے معنی بعض کہتے ہیں کہ نماز پڑھتے ہیں کیونکہ نماز میں استغفار ہوتا ہے اور یہ وقت فجر کے وقت کے قریب ہے جس وقت کہ رات کے فرشتوں کے لوٹ جانے اور دن کے فرشتوں کے آنے کا وقت ہوتا ہے۔

حکایت : یہ وہ وقت ہے کہ حضرت سلمان نے اپنے بھائی ابودرداء کو بتایا جس شب وہ حضرت ابودرداء کی ملاقات کو تشریف لائے تھے یہ قصہ ایک بڑی حدیث میں مذکور ہے اس کے آخر میں یہ ہے کہ جب رات ہوگئی ابودرداء نماز کو چلے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سو رہو' وہ سو گئے' پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ اٹھ کر چلے۔ انہوں نے فرمایا کہ سو رہو۔ وہ سو رہے جب صبح کا وقت قریب ہوا اس وقت حضرت سلمان نے ان کو فرمایا کہ اب اٹھ کر نماز پڑھو پھر دونوں نے تہجد پڑھی اور حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو فرمایا کہ تمہارے اور کچھ حق تو تمہارے نفس کا ہے اور کچھ مہمان سے کہہ دیا تھا کہ تمہارے بیوی کا تو سب حقداروں کا حق ادا کرنا چاہئے اور اس کہنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی نے حضرت سلمان سے کہہ دیا تھا کہ تمہارے بھائی رات بھر نہیں سوتے۔ پھر صبح کو دونوں صاحب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رات کی گفتگو آپ کی خدمت مبارک میں عرض کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درست کیا۔ یہ پانچواں وقت ہے۔ اس میں سحری کھانا مستحب ہے۔ یعنی اگر صبح صادق ہو جانے کا خوف ہو تو اس وقت کھائے اور وظیفہ اس وقت اور چوتھے وقت کا نماز ہی ہے اور صبح صادق ہو جائے تو اب رات کے وظائف ختم ہوگئے۔ دن کے اوقات شروع ہوگئے تو اس وقت اٹھ کر فجر کی سنتیں پڑھے اور یہی معنی ہیں اس آیت کے (فسبحہ وادبار النجوم) اس کی پاکی بول اور ستاروں کے پیٹھ کے پیچھے) پھر یہ آیت پڑھے۔ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (آل عمران ۱۸) پھر یہ کہے۔ وانا اشهد بما اشهد الله به والملائكة واولوا العلم من خلقه واستودع الله هذه الشهادة وهي لي عند الله وديعة واسأله حفظها حتى يتوفاني عليها اللهم احطط عني بها وزرا واجعل لي بها عندك ذخرا واحفظها علي وتوفني عليها

حتی القاک بھا غیر مبدل تبدیلا۔

انتباہ : اوقات کی ترتیب عابدون کیلئے تھی جو مذکور ہوئی لیکن اکابرن ان کے علاوہ سوا ہر روز چار امور اور بھی مستحب جانتے تھے۔ (1) روزہ رکھنا' (2) صدقہ دینا اگرچہ کم ہی ہو۔ (3) بیمار کا پوچھنا (4) جنازے پر حاضر ہونا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی ان چار باتوں کو ایک دن میں کرے اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ جنت میں داخل ہوگا اور اگر اتفاق سے ان چیزوں میں سے کچھ میسر ہوں اور کچھ نہ ہوں تو اس کو ثواب میں باتوں کا نیت کے بمطابق ملے گا اور اسلاف صالحین برا جانتے تھے کہ سارا دن گزر جائے اور کچھ خیرات نہ جائے گو ایک فرمایا پیاز یا روٹی کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو کیونکہ حضور پاک سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت میں انسان اپنے صدقہ کے سائے تلے رہے گا جب تک کہ آدمیوں میں آخری فیصلہ ہو۔ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ آگ سے بچو' اگر خرمے کا ایک ٹکڑا ہی دے۔

حکایت : حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سائل کو صرف ایک انگور دیا اس نے لے لیا وہاں جو لوگ موجود تھے سب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس انگور بہت سے ذروں کا وزن یہی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو ایک ذرہ کے برابر صدقہ کرے گا وہ دیکھ لے گا تو اس میں تو بہت سے ذرات ہیں اور اکابرین سائل کا پھیر دینا اچھا نہ جانتے تھے کیونکہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت شریف ایسی ہی تھی۔ ایسا نہیں ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی نے کچھ مانگا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار کیا ہو۔ ہاں اگر اس کے دینے پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بظاہر نہ ہوتی تو چپ ہو جاتے تھے ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی نے کچھ مانگا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار کیا ہو۔ ہاں اگر اس کے دینے پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بظاہر نہ ہوتی.تو چپ ہو جاتے تھے ایک حدیث میں ہے کہ ابن آدم صبح کرتا ہے اس حال میں کہ اس کے بدن کے ہر جوڑ پر ایک صدقہ ہوتا ہے اور بدن میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں پس اچھی بات کہنا صدقہ ہے اور بری بات سے منع کرنا صدقہ ہے اور ضعیف کی طرف سے کفیل ہونا صدقہ ہے اور راستہ بتانا صدقہ ہے اور ایذا کی چیز کا راستہ سے دور کرنا صدقہ ہے یہاں تک کہ سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ کہنے کو ذکر فرمایا کہ دو رکعتیں چاشت کی صدقہ ہیں ان سب کو ادا کرنا یوں فرمایا کہ یہ سب اپنے لئے جمع کرنی چاہئیں۔

حالات کے اختلافات تبدیلی معمولات : جاننا چاہئے کہ جو شخص آخرت کی کھیتی کرنا چاہتا اور راہ آخرت اختیار کرتا ہے وہ چھ حال سے خالی نہیں۔ (1) عابد ہوگا (2) عالم (3) طالب علم (4) حاکم (5) اہل حرفت (6) مواحد۔ واحد ذات میں مستغرق ہو اور ماسوائے کی طرف التفات نہ کرے) ان سب کے معمولات وظائف جدا جدا ہیں۔

نمبر ا عابد : یعنی وہ شخص کہ محض عبادت کے لئے ہو اس کے سوا کوئی کام نہ ہو اگر عبادت کو چھوڑ دے تو نکما رہے

اس کے لئے اوقات وظائف کی ترتیب وہی ہے جو ہم نے دن رات کے اوقات میں ذکر کی اور یہ بھی ہے کہ یہ اپنے اکثر اوقات صرف نماز یا تلاوت یا سبحان اللہ میں صرف کر دے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بعض کا وظیفہ ایک دن میں بارہ ہزار بار تسبیح کا تھا۔ اور بعض ان میں وہ تھے کہ تیس ہزار بار سبحان اللہ کہتے تھے اور بعض کا معمول سو رکعتوں سے چار سو اور ہزار رکعت کا تھا اور کم سے کم رکعتیں جو ان سے مروی ہیں وہ دن رات میں سو ہیں اور بعض کا وظیفہ کثرت سے قرآن پڑھنے کا تھا کہ بعض ایک دن میں ختم کرتا تھا اور کسی سے دن میں دو ختم مروی ہیں۔ بعض وہ تھے کہ ایک دن یا تمام رات ایک ہی آیت کی فکر میں گزار دیتے تھے۔ اور اسی کو بار بار پڑھتے جاتے تھے۔

حکایت : کرزین دیرہ مکہ مکرمہ میں مقیم تھے ایک دن میں ستر طواف سات پھیروں کے کرتے اسی طرح ہر شب میں ستر طواف کرتے تھے۔ اس کے ساتھ دن رات میں دو ختم قرآن مجید کے بھی کر لیتے تھے۔

فائدہ : اس کا حساب لگاؤ دن رات کے طوافوں میں قریب تیس کو مسافت پڑتی ہے اور ہر سات پھیروں کے بعد دو رکعات طواف کی جمع کرنے سے دو سو اسی رکعات ہوتی ہیں اور دو ختم قرآن ملائے بہت بڑی ریاضت ثابت ہوتی ہے۔

سوال : ان وظائف میں اکثر اوقات کس وظیفہ میں اوقات صرف کرنا بہت ہے؟

جواب : نماز میں کھڑے ہو کر قرآن مع غور و فہم پڑھنا تمام امور کو شامل ہے لیکن چونکہ مواظبت مشکل ہے اسی لئے ہر شخص کے حال کے لحاظ سے بہتر وظیفہ مختلف ہوگا۔

فائدہ : وظائف سے دل کا تزکیہ و تصفیہ اور زیور ذکر الٰہی سے اسے آراستہ کرنا اور ذکر سے اسے معمور کرنا ہے تو چاہئے کہ اپنے دل پر غور کر لے اور جس عبادت کا اثر اس میں زیادہ ہو۔ اسی پر مواظبت کرے اور جب اس سے دل کو تھکن اور اکتانا محسوس کرے تو دوسرا وظیفہ بدل لے ان امور خیر کا مختلف اوقات میں بمطابق تفصیل گزشتہ کے تقسیم کرنا ایک قسم سے دوسری قسم کو بدلتے رہنا ہی کو صرف معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ اکتانا فطرت انسانی پر غالب ہے اور ایک کے حالات اس بارے میں بھی مختلف ہیں مگر جب وظائف کی غرض اور اصل معلوم ہوگئی تو جس وظیفہ سے اصل غرض حاصل ہوتی ہو اسی کو اس وقت اختیار کرنا چاہئے مثلاً اگر کوئی تسبیح سنے اور اس کی تاثیر اپنے دل میں پائے تو اس کی تکرار پر مواظبت کر لے یہاں تک کہ وہ موثر ہو۔

حکایت : حضرت ابراہیم بن ادہم بعض ابدال کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ ایک رات دریا کنارے پر نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک آواز بلند تسبیح سنی کسی کو نہ دیکھا تو کہا کہ تو کون ہے میں تیری آواز سنتا ہوں اور جسم نہیں دیکھتا اس نے کہا میں فرشتہ ہوں اور اس دریا پر معین ہوں۔ جب سے میں پیدا ہوا ہوں اسی تسبیح سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بولتا ہوں پوچھا تیرا نام کیا ہے کہا مہلیان ابدال نے پھر پوچھا کہ اس تسبیح کے پڑھنے والے کا ثواب کیا ہے۔ فرشتے نے کہا کہ

جو کوئی اس کو سو بار پڑھ لے وہ مرنے سے پہلے اپنی جگہ جنت میں دیکھ لیتا ہے یا اس کو دکھلا دی جاتی ہے وہ تسبیح یہ تھی۔ * سبحان اللّٰہ العلی الدیان سبحان الشدید الارکان سبحان من یذھب باللیل ویاتی بالنھار سبحان من لا یشغلہ شان عن شان سبحان اللّٰہ العنان المنان سبحان اللّٰہ السبح فی کل مکان ترجمہ۔ پاکی بیان کرتا ہوں میں اللہ برتر جزا دینے والے کی پاکی بیان کرتا ہوں اللہ مضبوط طرفوں والے کی پاکی بیان کرتا ہوں میں اس کی جو رات کو لے جاتا ہے اور دن کو لاتا ہے پاکی بیان کرتا ہوں میں اس کی جس کو ایک کام دوسرے نہیں روکتا۔ پاکی بولتا ہوں اللہ شفقت کرنے والے کی پاکی کہتا ہوں اللہ کی جو ہر جگہ میں پاک بیان کیا جاتا ہے۔

فائدہ : یہ تسبیح یا ایسی ہی تسبیح اگر سالک پڑھے اور دل میں اس کی تاثیر پائے تو اس کا التزام کرلے اور جس چیز سے دل میں اثر ہو اور خیر کا دروازہ اس پر کھلتا ہو ایسی پر مواظبت کرے۔

(2) **عالم** : جو فتوئی دینے اور پڑھانے اور تصنیف کرنے سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہو تو اس کے اوراد کی ترتیب عابد کے وظائف سے مختلف ہے کیونکہ عالم کو کتابوں کا مطالعہ کرنا اور تصنیف کرنا اور پڑھانا ضروری امور ہیں اور ان کے لئے وقت درکار ہے اگر وہ اپنے سارے اوقات انہیں امور میں مستغرق کردے تو فرائض و سنن کے بعد اور کوئی چیز اس سے بڑھ کر نہیں اور باب العلم میں ہم نے پڑھنے پڑھانے کی فضیلت ذکر کی ہے وہ اس کی دلیل ہے اور کیسے نہ ہو کہ علم میں تو ذکر الٰہی کی مواظبت اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال میں غور کرنا ہی ہوتا ہے اور لوگوں کو فائدہ پہنچانا اور آخرت بنانا اسی سے ہوتا ہے اکثر مسائل ایسے ہیں کہ ان میں سے طالب علم ایک مسئلہ سیکھ کر اپنی عمر بھر کی عبادت کی اصلاح کرلیتا ہے اور اگر اس کو نہ سیکھتا تو سعی رائیگاں جاتی اور ہماری غرض اس علم سے جو عبادت پر مقدم ہے وہ علم ہے جو لوگوں کو آخرت کی ترغیب دے اور دنیا میں زاہد بنا دے اور جب اسے سلوک طریق آخرت کی مدد کے لئے سیکھیں تو وہ اس کا معین و مددگار ہو وہ علوم مراد نہیں ہیں جن سے مال و جاہ اور لوگوں کے درمیان مقبول ہونے کی خواہش زیادہ ہو اور عالم کے حق میں بھی بہتر یہی ہے۔

ہدایات : عالم کے لئے نہیں ہے کہ اپنے اوقات عبادت کے لئے بانٹ دے کیونکہ تمام اوقات تعلیم میں بسر کرنے کی طاقت طبیعت کو نہ ہوگی اس صورت میں تقسیم اوقات یوں مناسب ہے کہ صبح سے سورج نکلنے تک تو ذکر اور وظائف کے لئے وقت صرف کرے جیسے ہم نے دن کے اوقات میں پہلے وقت کا حال لکھا ہے اور طلوع کے بعد سے دوپہر تک پڑھانے میں صرف کرے بشرطیکہ کوئی شخص آخرت کے لئے پڑھنا چاہتا ہو اگر ایسا طالب علم نہ ہو تو اس وقت کو فکر میں بسر کرے اور وہ چیزیں سوچے جو علوم دینی میں سے اس پر مشکل ہوں اس لئے کہ ذکر کرنے اور دنیا کے مشاغل میں مشغول ہونے سے پہلے دل کی صفائی مشکلات کے سمجھنے پر معاون ہوا کرتی ہے اور دوپہر سے عصر تک تصنیف اور کتاب بینی میں صرف کرے اور اس کو بجز کھانے اور پاخانہ اور فرض نماز اور دن کو تھوڑا سا سونے کے اوقات کے اور کسی وقت میں ترک نہ کرے اور دن کا سونا بھی اسی صورت ہے کہ دن بڑا ہو اور عصر سے سورج کے

زرد ہونے تک جو کوئی تفسیر اور حدیث اور علم مفید کے پڑھنے سننے میں مشغول رہے اور سورج کے زرد پڑ جانے سے غروب تک استغفار اور تسبیح میں مشغول رہے غرضیکہ اول وقت طلوع سے پہلے کا تو عمل زبانی میں گزرے گا اور دوسرا وقت دوپہر تک دل کے عمل میں بسر ہوگا اور تیسرا وقت عصر تک آنکھ اور ہاتھ کے عمل میں تمام ہوگا کہ آنکھوں سے مطالعہ کرے گا اور ہاتھوں سے لکھے گا اور چوتھا وقت عصر کے کان کے عمل میں ختم ہوگا تاکہ آنکھ اور ہاتھ آرام لے لیں اور نیز بعد عصر کے لکھنے اور مطالعہ کرنے سے کبھی آنکھ کو ضرر بھی ہوا کرتا ہے اور پانچواں وقت روزی کے بعد کا' پھر ذکر ربانی میں مصروف ہوگا اس صورت میں کوئی حصہ دن کا اعضاء کے اعمال سے خالی بھی نہ رہے گا اور سب میں دن بھی حاضر رہے گا اور رات کی تقسیم عالم کے بارے میں وہی کافی ہے جو امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا معمول تھا کہ رات کے تین حصے کرتے ایک تہائی تو مطالعہ اور علم پڑھانے کے لئے دوسری تہائی درمیان شب کے نماز کے لئے اور پچھلی رات سونے کے لئے اور یہ جاڑوں میں تو ہو سکتی ہے مگر گرمی کے موسم میں غالباً اس کا تحمل نہ ہو گرمی میں دن میں زیادہ سوئے۔

(3) **طالب علم** : طالب علم کو طلب علم میں مشغول ہونا ذکر اور نوافل میں مصروفیات سے بہتر ہے اسی لئے بہتر ترتیب اوقات کے بارے میں اس کا اور عالم کا ایک حکم ہے صرف اتنا فرق ہے کہ جس وقت میں عالم افادہ میں مشغول ہو اس وقت طالب علم استفادہ میں مصروف ہو اور جو وقت عالم کی تصنیف کا ہے اس وقت یہ اسباق دہرانا اور ان کا لکھنا اختیار کرے باقی اوقات اسی طرح ہیں جیسے ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔

فائدہ : باب العلم میں علم کو اور اس کے سیکھنے کی فضیلت سے معلوم ہوتا ہے کہ علم سیکھنا ان وظائف سے بہتر ہے بلکہ اگر کوئی مجلس علم میں حاضر ہو کر یوں نہ سیکھے کہ لکھتا جائے اور یاد کرتا جائے کہ عالم ہو جائے بلکہ وہ شخص عوام ہی میں سے ہو۔ تب بھی اسکا ذکر اور وعظ اور علم کی مجلسوں میں حاضر ہونا ان وظائف سے کہیں اچھا ہے جو ہم بعد صبح اور طلوع کے پیچھے اور دوسرے تمام اوقات میں لکھ آئے ہیں کیونکہ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں آچکا ہے کہ مجلس ذکر میں حاضر ہونا ہزار رکعت نماز سے اور ہزار جنازوں میں شرکت سے اور ہزار بیمار پرسی سے اچھا ہے۔

حدیث : حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم جنت کے باغات دیکھو تو ان میں چرو۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنت کے باغات کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔ (2) کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر علماء کی مجالس کا ثواب لوگوں کے سامنے ظاہر ہوجائے تو اس پر کٹ مریں' یہاں تک کہ ہر حاکم اپنی حکومت چھوڑ دے اور ہر کاروباری اپنا کاروبار ترک کرے۔
(3) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ انسان اپنے گھر سے یوں نکلتا ہے کہ اس پر تہامہ کے پہاڑوں کے برابر گناہ ہوتے ہیں مگر جب کسی عالم کا کلام سنتا ہے اور اپنے گناہوں پر افسوس و ندامت کرتا ہے تو پہلے یوں لوٹتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ پس تم علماء کی مجلسوں سے علیحدہ مت رہو کہ اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر کوئی

جگہ علماء کی مجالس سے بزرگ تر پیدا نہیں کی۔

حکایت : کسی نے حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا کہ میں آپ سے اپنے دل کی سختی کی شکایت کرتا ہوں آپ نے فرمایا کہ مجالس ذکر میں بیٹھ سختی دل جاتی رہے گی۔

حکایت : عمار زاہد نے مسکینہ طفلویہ کو خواب میں دیکھا جو ہمیشہ ذکر کے حلقوں میں حاضر ہوتی تھیں اس سے کہا کہ اے مسکینہ' مرحبا' اس نے کہا کہ اب مسکینی دور ہوگئی اور دولت مند۔ عمار نے کہا کہ وہ حال کہو۔ مسکینہ نے کہا کہ اس شخص کا حال کیا پوچھتے ہو جس کے لئے جنت بالکل مباح کر دی گئی۔ عمار نے کہا کہ یہ درجہ کس سبب سے حاصل ہوا کہ لہ اہل ذکر کے پاس بیٹھنے سے۔

فائدہ : اگر کسی واعظ خوش کلام پاک سیرت کے وعظ سے دل پر سے محبت دنیا کی گرہوں میں سے ایک بھی کھل جائے تو یہ اس کی بہ نسبت اشرف اور مفید تر ہے کہ باوجود دل میں دنیا کی محبت ہونے کے بہت سی رکعتیں آدمی پڑھے۔

(4) **اہل حرفت** : اپنے عیال کے لئے کمائی کا محتاج ہو۔ اس کو جائز نہیں کہ اپنے عیال کو فاقوں مار ڈالے اور تمام اوقات عبادات میں متفرق کر دے بلکہ اسے یہی چاہئے کہ کام کے وقت بازار جائے اور اپنے پیشہ میں مشغول ہو۔ ہاں مناسب یہ ہے کہ اپنے پیشہ میں ذکرالٰہی کو نہ بھولے بلکہ تسبیحات اور ذکر اور تلاوت پر مواظبت رکھے کہ یہ کام کرنے کے ساتھ بھی ادا کر سکتا ہے اور جب مقدار کفایت کما چکے تو چاہئے کہ وہی معمولات بجا لائے جو اوپر مذکور ہوئے اور اگر دن بھر پیشہ میں لگا رہے اور جو اپنی حاجت سے زائد ہو اسکے دے ڈالے تو یہ ان اوراد سے بہتر ہے جو ہم نے لکھے ہیں کیوں کہ جس عبادت کا فائدہ اور دن کو بھی پہنچے۔ وہ اس سے بہتر ہے کہ اس کا نفع خاص ایک ہی شخص کو ہو اور صدقہ اور خیرات کی نیت سے کمانا بذات خود ایسی عبادت کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کرتی ہیں پھر اس سے دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہے اور مسلمانوں کو برکت حاصل ہوتی ہے اس کا ثواب دوگنا چوگنا ہو جاتا ہے۔

(5) **حاکم** : جیسے امام (ڈپٹی کمشنر مثلاً قاضی' مجسٹریٹ) و دیگر وہ ملازمین گورنمنٹ جو عوام کے امور کے نگران اور متولی ہیں تو ایسے صاحبان کے حق میں مسلمانوں کی حاجات پورا کرنا اور شریعت کے موافق اخلاص کی نیت سے ضروریات پورے کرنا۔ اوراد مذکور کی بہ نسبت بہتر ہے اس لئے اس کے لئے یہی مناسب ہے کہ دن کو فرض نماز پر اکتفا کرکے لوگوں کے حقوق میں مشغول رہے اور وظائف مذکورہ کو رات میں ادا کرے' جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا کرتے تھے چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ مجھے نیند سے کیا متعلق کہ اگر میں دن کو سوؤں تو مسلمانوں کو ضائع کرتا ہوں اور رات کو سوتا ہوں تو اپنے نفس کو تباہی میں ڈالتا ہوں اور بیان گزشتہ سے سمجھ لیا دو باتیں عبادت بدنی پر مقدم ہوتی ہیں۔ (1) علم (2) مسلمانوں کے ساتھ نرمی برتنا اس لئے کہ یہ دونوں چیزیں

بذات خود عمل اور عبادت ہیں اور عبادت میں سے انہیں کو فضیلت ہوتی ہے جن کا فائدہ دوسروں کو پہنچے اور نفع عام ہو چونکہ یہ دونوں باتیں اسی قسم کی ہیں اس لئے عبادت پر مقدم ٹھہریں۔ موحد کہ واحد پاک وہ جو واحد ذات میں مستغرق ہو اور اس کے سوا اسے اور کوئی فکر ہی نہ ہو بجز اللہ تعالیٰ کے اور سے محبت نہ کرے اور اس کے سوا کسی سے نہ ڈرتا ہو اور نہ کسی دوسرے سے رزق کی توقع رکھتا ہو۔ جب کسی چیز کو دیکھتا ہے تو اس میں اللہ ہی نظر آتا ہے جس شخص کا رتبہ اس درجہ پہنچ جائے تو اسے اپنے اوقات بانٹنے اور پھانٹنے کی ضرورت نہیں بلکہ بعد فرائض کے اس کے لئے ایک ہی وظیفہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہر حال میں دل کا حاضر رہنا یعنی جو امر اس کے دل میں گزرے اور جو آواز کان میں پڑے اور جو شے آنکھوں کے سامنے ہو' سب میں اس کو عبرت اور فکر مزید حاصل ہو' نہ اسکا کوئی محرک اللہ تعالیٰ کے سوا ہو اور نہ کوئی ساکن کرنے والا۔ ایسے شخص کے جمیع حالات اس لائق ہوتے ہیں کہ اس کے زیادتی مراتب کے سبب ہوں اسی وجہ سے ایسے لوگوں کے نزدیک ایک عبادت اور دوسری میں کچھ فرق نہیں ہوتا ہے یہی لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف گئے اور انہیں کے حق میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول صادق ہوا ہے۔
واذاعتزلتموھم وما یعبدون الا اللّٰہ فاوٗا الی الکھف ینشر لکم ربکم من رحمتہ۔

فائدہ : اس آیت میں بھی انہیں کی طرف اشارہ ہے انی ذاھب الی ربی سیھدین اور یہ درجہ صدیقین کے رتبہ کی انتہا ہے اس درجہ پر سالک مدت دراز تک نہیں پہنچتا ترتیب اوراد ان کی مواظبت کرے لیکن سالک کو لائق امور میں سے مغالطہ نفس سے ان کا مدعی ہو اور معمول ذات سستی کرنے لگے کیونکہ ایسے لوگوں کی پہچان یہ ہے کہ ان کے دلوں میں کوئی وسوسہ نہ کھٹکے نہ گناہ کا خواہ ہو نہ ہجوم اموال سے اپنی جگہ سے ہیں نہ بڑے بڑے اشغال ان کے مقصد کو جارح ہوں۔ پس یہ رتبہ ہر شخص کو کہاں نصیب ہے اس صورت میں تمام لوگوں کے حق میں اوراد کی ترتیب ویسی ہی ہے جیسے ہم نے ذکر کی ہے اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف کے راستے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل کل یعمل علی شاکلتہ فربکم اعلم بمن ھو اھدیٰ سبیلا۔ راہ یافتہ سب ہیں مگر بعض کو بعض کی بہ نسبت زیادہ ہدایت ہے۔ حدیث میں ہے کہ ایمان کے تین سو تینتیس طریقے ہیں جو شخص ایک طریقے پر بھی مرے گا وہ جنت میں داخل ہو گا اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ایمان بموافق شمار رسولوں کے تین سو تیرہ اخلاق ہیں جو ایماندار ان میں سے ہی ایک خلق پر ہے وہ اللہ کی طرف راستے کا سالک ہے خلاصہ سالکوں کے طریقے اگرچہ عبادت کے بارے میں مختلف ہیں مگر سب حق راہ پر ہیں۔ اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلۃ ایھم اقرب کا مصداق ہیں انہیں اگر فرق ہے تو صرف قرب کے درجات میں ہے نہ اصل قرب میں' اور سب سے قریب تر اللہ تعالیٰ کو وہ ہیں جو سب کی بہ نسبت زیادہ عارف ہیں اور سب سے زیادہ عارف ضرور ہے کہ وہی ہوں گے جو اس کی عبادت زیادہ کرتے ہوں چونکہ جو اسے پہچان لیتا ہے وہ دوسرے کی عبادت نہیں کرتا اور وظائف کے بارے میں ہر صنف کے حق میں اصل عدلوت ہے کیونکہ غرض وظائف سے صفات باطنی کی تبدیلی ہے اور عمل کا ایک دو بار کرنا تاثیر کم کرتا ہے بلکہ اس کا اثر معلوم بھی نہیں ہوتا اگر سب اعمال پر مراتب ہوا کرتا ہے

اور جب ایک بار عمل کرنے کا اثر ظاہر میں معلوم نہیں ہوتا اور دوسری بار اور تیسری بار کے کرنے سے اس کی مدد جلد نہیں کی جاتی تو اول کا اثر بالکل ہی معلوم نہیں ہوتا اور دوسری بار اور تیسری بار کے کرنے سے اس کی مدد جلد نہیں کی جاتی تو اول کا اثر بالکل ہی مٹ جاتا ہے اور اسکا حال فقیہ جیسا ہو جاتا ہے جو یہ چاہتا کہ میں خوب فقیہ ہو جاؤں کہ تو وہ بھی بہت سی دفعہ مسائل کے دہرانے کے بغیر فقیہ نہ ہوگا مثلاً ایک رات بیٹھ کر مسائل کو دو چار بار پڑھ لے اور مہینہ یا ہفتہ تک چھوڑ دے پھر ایک رات میں محنت کرے تو اس کا کچھ اثر نہ ہوگا محنت کو چند راتوں پر تقسیم کرکے ہر شب تھوڑی تھوڑی محنت کیا تو اس کا اثر اس میں ہوگا اسی راز کی وجہ سے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا احب الاعمال الی اللّٰہ ادومھا وان قل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور پاک کے عمل کا حال پوچھا گیا تو فرمایا کہ آپ کا عمل دائمی تھا جب کوئی کرتے تو اسے مستحکم کرتے تھے اسی وجہ سے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے کسی عبادت کا عادی کر دیا اور وہ اس کو اکتا کر چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اس سے نہایت ناراض ہوتا ہے یہی سبب تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جب باہر کے لوگوں کے آنے کی وجہ سے دو رکعتیں رہ گئیں تو اس سے عصر کے بعد تدارک مافات کے لئے پڑھ لیا پھر آیندہ وہ دو رکعتیں ہمیشہ عصر کے بعد پڑھتے رہے مگر اپنے مکان پر پڑھیں تاکہ کوئی اس بارے میں آپ کی پیروی نہ کرلے اسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے۔

سوال : عصر کے بعد کا وقت تو مکروہ ہے اس میں بھی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتداء سے یہ رکعتیں جائز ہیں یا نہیں؟

جواب : اس وقت میں نماز کا مکروہ ہونا تین وجوہ سے ہم بیان کر چکے ہیں۔ (1) سورج پرستوں کی مشابہت سے بچنا۔ (2) شیطان کے سینگ نکلنے کے وقت سجدہ سے احتراز کرنا۔ (3) اکتانے کے خوف سے عبادت میں آرام کامل نہ ہونا ہے۔ یہ تینوں صورتیں حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں ہو نہیں سکتیں' اسی لئے ہم کسی کو آپ کے اوپر قیاس نہیں کرسکتے اور اس کا شاہد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس فعل کو گھر میں کیا تاکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتداء نہ کی جائے۔

دوسری عبادت مغرب و عشاء کے درمیان کے فضائل : اس میں وہ اسباب کہ جن سے شب بیداری آسان ہو اور رات کو عبادت کے لئے تقسیم کرنے کی کیفیت اور ان باتوں کا بیان جس میں جاگنا اور عبادت کرنا مستحب ہے اور یہ پانچ ہیں۔

رات کی عبادت کا بیان : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام نمازوں میں افضل نماز مغرب ہے کہ اسے نہ مسافر سے کم کیا نہ مقیم سے رات کی نماز کو اس سے شروع کیا اور دن کی نماز کو اس پر تمام کیا۔

نوافل بعد نماز مغرب : (1) جو شخص مغرب کی نماز کے بعد دو رکعت پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے دو محل جنت میں بنائے گا راوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ سونے کے فرمائے یا چاندی کے۔ (2) جو شخص اس کے بعد چار رکعت پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے بیس سال کے گناہ بخش دے گا یا چالیس سال کے گناہ عفو فرمائے گا۔ (3) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مغرب کے بعد چھ رکعات پڑھے تو اس کے لئے یہ رکعتیں ایک سال کامل عبادت کے برابر ہوں گی' یا یہ فرمایا کہ گویا شب قدر کو تمام رات نماز پڑھی۔ (4) سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مغرب و عشاء کے درمیان مسجد جماعت میں معتکف ہو کہ سوائے نماز یا قرآن کے کوئی کلام نہ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے کہ اس کے لئے دو محل جنت میں بنا دے گا کہ ان دونوں میں سے ہر محل کا فاصلہ سو برس کی راہ ہوگا اور دونوں کے درمیان درخت لگا دے گا کہ ان میں تمام دنیا والے پھریں تو سب کی گنجائش ہو جائے۔ (5) حدیث میں فرمایا جو شخص مغرب اور عشاء کے درمیان میں دس رکعات پڑھے اللہ تعالیٰ کے لئے ایک محل جنت میں بنائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تب تو ہمارے محل تو بہت زیادہ ہو جائیں گے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ بہت بڑا ہے اور بڑے فضل والا یا یہ فرمایا کہ اللہ بہت پاک ہے۔ (6) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز مغرب باجماعت پڑھے پھر اس کے بعد دو رکعتیں اور اس درمیان میں دنیا کے بارے میں کچھ نہ بولے اور پہلی رکعت میں الحمد اور اس دس آیات سورہ بقر کے اول سے اور دو آیات کے درمیان کی یعنی وَاِلٰھُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سے لقوم یَّعْقِلُوْنَ۔ تک اور پندرہ بار قل ھواللہ پڑھے پھر رکوع اور سجدہ کرکے جب دوسری رکعت کو کھڑا ہو تو الحمد اور آیتہ الکرسی مع دو آیات تا اولٰئک اصحاب النارھم فیھا خالدون اور تین آیات سورہ بقر کے آخر کی یعنی للہ مافی السموت وما فی الارض سے آخر سورہ تک اور قل اللہ احد پندرہ بار پڑھے تو ان کا ثواب خارج از حصر ہے۔

حدیث : کرز بن وبرہ ابدال میں سے کہتے ہیں کہ میں نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا کہ مجھے کوئی ایسی چیز بتاؤ کہ میں اس کو شب میں کیا کروں۔ انہوں نے فرمایا کہ جب تم مغرب کی نماز پڑھو تو عشاء کے وقت تک نماز ہی میں رہا کرو۔ اور کسی سے کلام نہ کرو اور خیال نماز ہی میں رکھو اور ہر دوگانہ کے بعد سلام پھیرو۔ اور ہر رکعت میں ایک بار الحمد اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھو اور جب عشاء کی نماز سے فارغ ہو تو اپنے گھر چلے جاؤ۔ کسی سے کلام نہ کرو۔ دو رکعتیں گھر میں پڑھو۔ ہر رکعت میں الحمد ایک بار اور قل ھو اللہ سات بار پھر سلام پھیرنے کے بعد سجدہ کرو اور سات بار اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا سوال کرو اور سات بار پڑھو۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم پھر سر سجدے سے اٹھا کر برابر بیٹھ جاؤ اور ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھو * یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا اِلٰہَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ یَا رَحْمٰنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَرَحِیْمَھُمَا یَا رَبِّ یَا رَبِّ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ پھر کھڑے ہو جاؤ اور ہاتھ اٹھا کر یہی دعا مانگو۔ پھر جہاں چاہو رخ قبلہ داہنی کروٹ پر لیٹ رہو اور حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھو اور درود پڑھتے پڑھتے سو جاؤ۔ میں نے کہا کہ آپ نے یہ دعا کس سے سنی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس دعا اور اس نماز پر حسن یقین اور صدق نیت سے مداومت کرے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دنیا میں مرنے سے پہلے خواب میں دیکھے گا۔

حکایت : بعض لوگوں نے اس عمل کو کیا تو خواب میں دیکھا کہ جنت میں داخل کئے گئے اور وہاں انبیاء علیہم السلام کو دیکھا اور اسی جگہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے گفتگو فرمائی اور یہی فرمایا اور یہی فرمایا خلاصہ یہ کہ مغرب کے وقت کی عبادت کی فضیلت میں بہت کچھ اور وارد ہوا ہے یہاں تک کہ کسی نے عبید حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی کریم سید المرسلین کے مولیٰ سے پوچھا کہ حضور خاتم النبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوائے نماز فرض کے اور کسی نماز کے لئے بھی حکم فرماتے تھے۔ انہوں نے فرمایا ہاں مغرب اور عشاء کے درمیان میں نماز پڑھے تو یہ نماز اوابین ہے اور اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں جب کبھی حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں مغرب کے وقت حاضر ہوا تو ان کو نماز پڑھتے دیکھا میں نے آپ سے اس کی وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ وقت غفلت ہے اس لئے اس میں نماز پڑھتا ہوں۔ (3) حضرت انس اس نماز پر مواظبت فرماتے اور کہتے یہ ناشئہ اللیل یعنی رات کی طاعت ہے اور اسی بات میں یہ آیت اتری تتجافی جنوبھم عن المضاجع اور احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں کہ میں نے سلیمان دارانی سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک بہتر ہے کہ میں دن کو روزہ رکھوں اور مغرب و عشاء کے درمیان نماز کھانا کھاؤں یا یہ اچھا ہے کہ دن کو افطار کروں اور اس وقت میں نماز پڑھوں' آپ نے فرمایا کہ روزہ بھی رکھو اور نماز بھی پڑھوں میں نے عرض کیا اگر یہ دونوں نہ ہو سکیں فرمایا کہ دن کو افطار کرو اور اس وقت میں نماز پڑھو۔

فضائل شب بیداری قرآنی آیات : (1) ان ربک یعلم انک تقوم ادنی من ثلثی اللیل و نصفہ ثلثہ الآیۃ (2) ان ناشئۃ اللیل ھی اشد وطا واقوم قیلا (3) یا تتجافی جنوبھم عن المضاجع (4) امن ھو قانت اناء اللیل ساجدا وقائما یحذر الاخرۃ ویرجوا رحمۃ ربہ (5) والذین یبیتون لربھم سجدا وقیاما (6) استعینوا بالصبر والصلوۃ **فائدہ** : بعض نے اس کو شب کی نماز کہا ہے کہ اس پر صبر کرنے سے مجاہدہ نفس پر مدد لی جاتی ہے اور احادیث بھی ان کے فضائل میں بہت ہیں۔ **احادیث** : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شیطان تم میں سے جب کوئی ہوتا ہے تو اس کی گدی میں تین گرہیں لگاتا ہے اور ہر گرہ پر یہی پھونک دیتا ہے کہ ابھی رات بہت ہے سو رہے پس اگر وہ شخص جاگے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اگر وضو کرے تو دوسری

گرہ ڈھیلی ہوتی ہے اگر نماز پڑھے تو تیسری گرہ کھل جاتی ہے اور صبح کو سرور کے ساتھ طیب النفس اٹھتا ہے ورنہ خبیث النفس اور ست اٹھتا ہے۔

حدیث : حضور پاک سرور عالم کے سامنے ایک شخص کا ذکر ہوا وہ تمام رات سوتا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی آپ نے فرمایا کہ اس شخص کے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا۔ (3) ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ شیطان کے پاس ایک سونگھنی اور ایک چٹنی اور ایک انجن ہے جب وہ کسی کو سونگھنی سونگھا دیتا ہے تو اس کی عادت بری ہو جاتی ہے اور جس وقت چٹنی چٹاتا ہے اس کی زبان تیز اور فحش ہو جاتی ہے اور جب انجن لگا دیتا ہے تو رات کو صبح تک سوتا رہتا ہے۔ (4) اور فرمایا کہ دو رکعتیں اگر بندہ پچھلی رات کے درمیان پڑھے تو اس کے لئے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور اگر میں اپنی امت پر ان کو مشکل نہ جانتا تو ان دونوں رکعتوں کو فرض کر دیتا۔ (5) حدیث صحیح میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں اللیل ساعۃ لا یوافقھا بعد مسلم لا سیال اللہ تعالٰی فیھا خیرالا عطاہ ایاہ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں سیال اللہ خیرا من امرالدنیا والا خرۃ اعطاہ اباہ ذلک فی کل لیلۃ (6) مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو اتنا کھڑے ہوئے کہ آپ کے پاؤں مبارک پھٹ گئے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے سب گناہ بخشے گئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتنی مشقت کیوں فرماتے ہیں٥ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں بندہ شکر گزار نہ بنوں۔

فائدہ : مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جواب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رتبہ کی زیادتی سے کنایہ ہے اس لئے کہ شکر باعث مزید نعمت ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لئن شکرتم لا زیدنکم (7) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اگر یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تم پر زندہ رہنے اور مردہ ہونے اور قبر میں اپنے اور مرنے کے بعد جی اٹھنے کے حال میں ساتھ رہے تو رات اٹھ کر نماز پڑھو اور اس نماز سے اپنے پروردگار کی رضا چاہو اے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر کے کونوں میں نماز پڑھو' تمہارے گھر کا نور آسمان میں ایسا ہوگا جیسے چھوٹے اور بڑے ستاروں کی روشنی زمین کے باشندوں کے پاس ہے۔ (8) فرمایا کہ رات کی عبادت کو اپنے اوپر لازم کر لو کہ وہ تم سے پہلے کے نیک بختوں کا طریقہ ہے اور اس میں یہ خوبیاں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نزدیک اور گناہوں کا دور ہونا اور بدن میں سے روگ کا دفع رہنا گناہوں سے محترز رہنا اس سے نصیب ہوتا ہے۔ (9) فرمایا کہ جس شخص کی عادت رات کو نماز پڑھنے کی ہو اور نیند اس کو غالب ہو جائے اور نہ پڑھ سکے تو اس کے لئے ثواب اس کی نماز کا لکھا جائے گا اور سونا اس کے فائدہ میں رہا۔ (10) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم سفر کا ارادہ رکھتے ہو تو اس کے لئے کچھ سامان کرتے ہو۔ عرض کیا ہاں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر سفر طریق قیامت بے سامان کیسے ہوگا۔ اے

ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تجھے وہ بات بتادوں جو اس روز تیرے کام آئے۔ عرض کیا فرمایئے قربان ہوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن کی شدت حرارت کے لئے ایک روز روزہ رکھ اور رات کی تاریکی میں قبر کی وحشت کے لئے دو رکعتیں ادا کرے اور بڑے بڑے امور کے لئے حج کر اور کچھ صدقہ کسی مسکین کو دے یا کوئی حق بات ہی کہہ دے گا یا کسی بری بات سے سکوت کر۔ (11) مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک شخص تھا کہ جو لوگ سو جاتے تو وہ اٹھ کر نماز پڑھتا اور قرآن کی تلاوت کرتا اور دعا مانگتا کہ اے دوزخ کے پروردگار مجھے اس سے پناہ دے یہ بات حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں مذکور ہوئی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب وہ ایسا کہے مجھے خبر دینا چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور اپنے آپ اس کی دعا سنی۔ جب صبح ہوئی تو اس سے فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ سے جنت کیوں نہیں مانگتا' عرض کیا یارسول اللہ میرا یہ رتبہ نہیں اور نہ میرے عمل اس قابل ہیں یہ کہہ کر وہ تھوڑا ہی ٹھہرا تھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اترے۔ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی کہ اس شخص سے فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے دوزخ سے پناہ دی اور جنت میں داخل کیا۔ (12) مروی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ذکر فرمایا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اچھے شخص ہیں اگر رات کو نماز پڑھا کریں حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کا مقولہ کہہ دیا۔ انہوں نے آیندہ سے رات کے جاگنے اور نماز کا التزام کرلیا چنانچہ نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک رات کو نماز پڑھتے۔ اور مجھ سے پوچھتے کہ نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سحر ہوگئی میں کہتا نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھتے گئے۔ پھر فرماتے کہ نافع سحر ہوگئی میں کہتا کہ ہاں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیٹھ کر استغفار پڑھتے رہتے۔ یہاں تک کہ صبح صادق ہو جاتی۔

حکایت : امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام نے ایک روز جو کی روٹی پیٹ بھر کر کھائی جو ورد روزانہ پڑھا کرتے تھے اس سے سو گئے یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی بھیجی کہ اے یحییٰ تم نے کوئی گھر میرے گھر سے اچھا پالیا۔ یا کوئی میرے سے بہتر مل گیا۔ اے یحییٰ قسم ہے اپنی عزت کی اگر تو جنت کو ایک مرتبہ جھانک لے تو اشتیاق سے تیری چربی پگھل جائے اور تیری جان نکل جائے اور اگر دوزخ کی طرف ایک مرتبہ جھانکے تو تیری چربی پگھلے اور آنسو کی جگہ خوں روئے اور ٹاٹ کے عوض لوہا پہنے۔

حکایت : حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کہا کہ فلاں شخص رات کو تہجد پڑھتا ہے اور صبح کو اٹھ کر چوری کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کو نماز اس کو اس کے عمل سے روک دے گی۔

(11) ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رحم کرے اس مرد پر کہ رات سے اٹھ کر نماز پڑھے پھر اپنی بی بی کو جگا

دے اور وہ بھی نماز پڑھے اور اگر نہ اٹھے تو اس کے منہ پر پانی چھڑک دے اور اللہ تعالیٰ رحم کرے اس عورت پر کہ رات سے اٹھ کر نماز پڑھے اور اپنے شوہر کو جگا دے اور وہ بھی نماز پڑھے اور اگر نہ اٹھے تو اس کے منہ پر پانی چھڑک دے۔ (12) ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص رات کو جاگے اور اپنی بی بی کو جگا دے اور دونوں دوگانہ نماز ادا کریں تو اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ ذاکرین اور ذاکرات میں لکھے جائیں گے۔ (13) فرمایا کہ کہ جو شخص اپنے وردیا میں سے کسی قدر سو جائے پھر فجر اور ظہر کے درمیان اس کو پڑھ لے تو اس کے لئے ایسا ہی لکھا جائے گا کہ گویا رات سے پڑھا ہے۔

اقوال اسلاف صالحین : (1) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کے ورد میں کوئی آیت خوف کے مضمون کی پڑھتے تو گر جاتے یہاں تک کہ بہت دنوں آپ کی عیادت کی جاتی جیسے بیماروں کی عیادت ہوتی ہے۔ (2) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مشہور ہے کہ جب لوگ سو جاتے تو آپ کے قرآن پڑھنے کی آواز صبح تک مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح سنی جاتی۔ (3) ایک رات سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کھانا پیٹ بھر کر کھایا پھر فرمایا کہ گدھے کو جب گھاس زیادہ دی جاتی ہے تو کام بھی زیادہ لیا جاتا ہے۔ پس صبح تک عبادت کرتے رہے۔ (4) طاؤس جب اپنے بستر پر لیٹتے تو اس پر ایسے اچھلتے جیسے دانہ بھوننے کے وقت اچھلتا ہے پھر اچھل کر اس سے علیحدہ ہوتے اور صبح تک نماز پڑھتے پھر فرماتے۔ عابد کی نیند یاد جہنم میں اڑ گئی۔ (5) حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم کوئی کام زیادہ سخت رات کی محنت اور مال کو راہ اللہ میں خرچ کرنے سے نہیں جانتے کسی نے آپ سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ تہجد گزاروں کے چہرے دوسرے لوگوں سے اچھے ہوتے ہیں آپ نے فرمایا اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تنہا ہوتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ ان کو اپنا بنا لیتا ہے۔

حکایت : ایک نیک بخت کسی سفر سے واپس آیا ان کے لئے بستر بچھایا گیا اس پر سو رہے یہاں تک کہ ان سے رات کا ورد فوت ہو گیا انہوں نے قسم کھائی کہ آئندہ کبھی بستر پر نہ سوؤں گا۔ عبدالعزیز ابن ابی رواد گئے اپنے بستر کے پاس آئے اور اس پر ہاتھ پھیر کر کہتے کہ تو نرم تو ہے مگر بخدا جنت میں تجھ سے بھی نرم تر ہے پھر ساری رات نماز پڑھتے رہتے۔ (8) فضیل رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے کہ جب رات میرے سامنے آتی ہے تو پہلے اس کی درازی سے مجھے خوف لگتا ہے مگر میں قرآن شروع کر دیتا ہوں تو اپنی حاجت پوری نہیں کرتا کہ صبح ہو جاتی ہے۔ (9) حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے سبب سے رات کے اٹھنے سے محروم رہتا ہے۔ (10) فضیل رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تم سے رات کا جاگنا اور دن کو روزہ رکھنا ہو سکے تو جان لو کہ محروم ہو اور تمہارے گناہ بہت ہو گئے ہیں۔ (11) صلہ بن اشیم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تمام رات نماز پڑھتے جب سحر ہوتی تو دعا کرتے کہ الٰہی مجھ جیسا شخص جنت کیسے طلب کرے لیکن اپنی رحمت سے مجھے دوزخ سے پناہ دے۔

حکایت : کسی نے کسی حکیم سے کہا کہ مجھ سے شب بیداری نہیں ہو سکتی اس نے کہا کہ بھائی دن کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کر پھر شب بیداری نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (12) حسن بن صالح کے پاس ایک لونڈی تھی انہوں نے ایک قوم کے ہاتھ اس کو بیچ ڈالا۔ جب آدھی رات ہوئی وہ لونڈی اٹھی اور کہا کہ اٹھو گھر والوں نماز پڑھو۔ انہوں نے کہا کہ صبح ہوگئی جو نماز پڑھیں۔ لونڈی نے پوچھا تم فرض نماز کے سوا اور کوئی نماز نہیں پڑھتے۔ انہوں نے کہا نہیں وہ لونڈی حسن کے پاس آئی اور کہا کہ آقائے من تم نے مجھے ایسے لوگوں کے ہاتھ دیا جو تہجد نہیں پڑھتے مجھے واپس کرلو۔ چنانچہ انہوں نے اس کو لوٹا لیا اور دام پھیر دیئے۔

حکایت : ربیع کہتے ہیں کہ میں امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مکان میں بہت راتوں سویا ہوں میں نے دیکھا کہ آپ رات کو بہت تھوڑا سوتے تھے۔

حکایت : ابوالجویریہ کہتے ہیں کہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ چھ مہینے رہا ہوں۔ اس عرصہ میں کوئی شب ایسی نہیں ہوئی کہ آپ نے زمین پر اپنی کروٹ لگائی۔

فائدہ = حکایت : امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا دستور تھا کہ نصف شب عبادت کیا کرتے لیکن ایک بار کچھ لوگوں کے پاس گزر ہوا تو انہوں نے آپس میں ذکر کیا کہ یہ شخص تمام رات ذکر کرتا ہے آپ نے اپنے دل میں کہا کہ میری صفت وہ بیان کرتے ہیں جو میں نہیں کرتا اس لئے آیندہ تمام رات عبادت کرنے لگے۔

فائدہ : کہ رات کو آپ کے لئے کوئی بستر نہ تھا۔ مالک بن دینار نے ایک رات اس آیت کو پڑھ کر صبح کر دی۔ ام حسب الذین اجترحوالسئیات ان نجعلہم کالذین امنوا وعملوالصلحت سواء محیاھم ومماتھم ساء مایحکمون۔

حکایت : حیسرہ بن حبیب کہتے ہیں کہ میں نے مالک بن دینار رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھا کہ انہوں نے بعد عشاء وضو کیا پھر اپنی جانماز پر کھڑے ہو کر اپنی داڑھی پکڑی اور آنسوؤں سے گلا رک گیا پھر یہ کہنا شروع کیا کہ الٰہی مالک کے بڑھاپے کو دوزخ پر حرام کر دے۔ الٰہی تجھے معلوم ہے کہ جنت میں کون رہے گا اور دوزخ میں کون رہے گا تو مالک ان دونوں فریقوں میں سے کونسا ہے اور ان دونوں گھروں میں سے مالک کا گھر کونسا ہے اسی طرح صبح صادق ہونے تک کہتے رہے۔

حکایت : مالک بن دینار رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ ایک رات میں اپنا ورد بھول گیا اور بھول کر سو رہا خواب میں دیکھا ایک عورت نہایت خوبصورت ہاتھ میں رقعہ لئے کہتی ہے کہ اچھی طرح پڑھنا آتا ہے میں نے کہا ہاں' اس نے وہ رقعہ مجھے دیا' دیکھا تو اس سے مضمون کا ایک قطعہ تھا۔

آلھتک ضااللذائذو الامانی۔ عن البیض الاونس فی الجنان = تعیش مخلدا لاموات فیھا وتلھو فی

اَلجَنانَ مَعَ الحِسَانِ تنبہ من مناسک ان خیرا من النوم التہجد بالقرآن۔

ترجمہ۔ تمہیں غافل کردیا لذتوں اور تمناؤں نے سفید رنگ والی مانوس جنت کی حوروں سے۔ وہاں تو ہمیشہ رہے گا وہاں موت کا نام و نشان تک نہیں وہاں حسین چہرے والی حوروں سے تیری طبعی راحت ہوگی۔ (3) اپنی نیند سے جاگ کہ نیند سے تہجد میں قرآن پڑھنا بہتر ہے۔

حکایت : حضرت سروق نے حج کیا اور تمام سفر میں رات کو صرف سجدہ ہی کرنے میں بسر کردی۔

حکایت : ازہر بن مغیث جو بڑے تہجد گزار تھے کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک عورت کو دیکھا کہ وہ دنیا کی عورتوں کے مشابہ نہ تھی میں نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے اس نے کہا کہ میں حور ہوں میں نے کہا کہ تو مجھ سے نکاح کرلے۔ اس نے کہا کہ تو میرے مالک سے منگنی کا پیام کر اور میرے مہر دے میں نے پوچھا کہ تیرا مہر کیا ہے؟ اس نے کہا بہت سا تہجد پڑھنا۔

حکایت : یوسف بن مہران کہتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ عرش کے نیچے ایک فرشتہ مرغ کی صورت ہے جس کے پنجے موتی کے اور خار سبز زبرجد کے ہیں جب اول تہائی رات جاتی ہے تو وہ اپنے بازو پھڑپھڑا کر اذان دیتا ہے اور کہتا ہے جاگنے والے اٹھو جب آدھی رات گزر جاتی ہے تو بازو ہلا کر چیختا ہے اور کہتا ہے کہ تہجد پڑھنے والے اٹھو جب دو تہائی گزرتی ہے تو دونوں بازو بجا کر بولتا ہے کہ نماز پڑھنے والے اٹھو۔ جب صبح صادق ہو جاتی ہے تو بازوؤں کو ایک دوسرے پر مار کر آواز کرتا ہے کہ غافل لوگوں نے اوپر اپنے گناہ لیکر اٹھو۔

حکایت : کہ وہب بن منبہ یمانی نے تیس سال اپنا پہلو زمین پر نہیں رکھا اور کہا کرتے تھے کہ اگر میں اپنے مکان میں شیطان کو دیکھوں تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میں بستر دیکھوں۔ کیونکہ اس کو دیکھنے سے نیند آتی ہے اور ان کے پاس چمڑے کا ایک تکیہ تھا جب ان کو نیند کا غلبہ ہوتا تو اپنا سینہ اس پر رکھ کر چند جھونکے لے لیتے پھر نماز میں لگ جاتے۔

حکایت : بعض اکابر کا قول ہے کہ میں نے پروردگار جشانہ کو خواب میں دیکھا اور سنا کہ یہ ارشاد فرماتا ہے کہ قسم ہے کہ اپنی عزت اور جلال کی میں سلیمان تیمی کی خواب گاہ بہت بہتر کروں گا کہ اس نے میرے لئے چالیس سال عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے۔ اللہ اللہ عزوجل.........

فائدہ : سلیمان تیمی کا مذہب تھا کہ جب نیند کا اختلاط دل میں ہو جائے تو وضو جاتا رہتا ہے۔

فائدہ : بعض کتب سابقہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مذکور ہے کہ فرماتا ہے کہ میرا بندہ جو حقیقت میں میرا بندہ ہے وہ ہے کہ اپنے اٹھنے کے لئے مرغ کی آواز کا انتظار نہ کرے۔

رات کو بیدار کرنے والے آسان نسخے : رات کا اٹھنا انسان پر مشکل ہے مگر جنہیں اللہ تعالیٰ توفیق دیتا ہے

ان پر کچھ دشوار نہیں رات کو جاگ اٹھنے کے اسباب چار ہیں۔ (1) کھانا بہت زیادہ نہ کھائے کیونکہ زیادہ کھانے سے پانی بہت پیئے گا پھر نیند بہت آئے گی اور اٹھنا بھاری پڑے جائے گا۔

حکایت : بعض مشائخ ہر رات دسترخوان پر کھڑے ہو کر کہتے کہ اے گروہ مریداں زیادہ نہ کھاؤ ورنہ پانی بہت پیو گے اور رات سوؤ گے پھر مرنے کے وقت بہت زیادہ پچھتاؤ گے اور معدہ کا غذا کی مقالت سے ہلکا رہنا بہتر نسخہ ہے۔ (2) دن کو اپنے نفس پر ایسی مشقت کام نہ ڈالے جس سے اعضاء چور ہو کر بیٹھے سست پڑ جائیں کیونکہ اس سے بھی نیند آتی ہے۔ (3) دن کو سونا نہ چھوڑے کہ رات کے اٹھنے کے لئے یہ سونا سنت ہے۔ (4) دن کو بہت سے گناہ نہ کرے کیونکہ گناہوں کا ارتکاب دل کو سخت کرتا اور پھر بندے میں اور سامان رحمت میں حائل ہوتا ہے۔

حکایت : کسی نے حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا کہ میں آرام سے سوتا رہتا ہوں اور رات کے اٹھنے کو دوست رکھتا ہوں۔ اور وضو کا پانی رکھتا ہوں۔ پھر مجھے کیا ہوا ہے کہ جاگتا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تیرے گناہوں نے تجھے روک رکھا ہے۔

فائدہ : حضرت حسن رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جب بازار میں جاکر لوگوں کی آواز اور بے کار باتیں سنتے فرماتے کہ میرے خیال میں ان کی رات بڑی ہے کیونکہ یہ دن کو نہیں سوتے۔ (2) سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ میں ایک گناہ کے عوض میں پانچ مہینے تک تہجد سے محروم رہا۔ لوگوں نے پوچھا وہ کون سا گناہ تھا۔ فرمایا کہ میں نے ایک شخص کو روتے دیکھ کر اپنے جی میں کہا کہ یہ ریاکار ہے۔

حکایت : بعض اکابر کہتے ہیں کہ میں کرزبن وبرہ کے پاس گیا اس وقت وہ روتے تھے میں نے پوچھا کہ کہیں کسی عزیز کی موت کی خبر آئی ہے فرمایا اس سے بھی سخت ہے میں نے کہا کہ آپ کے کہیں درد ہے جو ایذا دیتا ہے فرمایا کہ اس سے بھی سخت ہے میں نے کہا کہ وہ کیا ہے فرمایا کہ میرا دروازہ بند ہے اور پردہ چھوٹا ہوا ہے اور رات کا ورد میں نے نہیں پڑھا۔ اس کی وجہ بجز اس کے نہیں کہ میں نے کوئی گناہ کیا ہے یہ اس لئے کہ خیر نیکی کی طرف بلاتی ہے اور بدی شرکت کی طرف داعی اگر یہ دونوں تھوڑے بھی ہوں تو بہت کی طرف کھینچتے ہیں۔

فائدہ : ابو سلیمان دارانی نے فرمایا ہے کہ کسی شخص سے جماعت کی نماز بغیر کسی گناہ کے فوت نہیں ہوتی۔

فائدہ : فرمایا کرتے تھے کہ رات کو احتلام ہونا ایک سزا ہے اور جنابت کے معنی دوری کے ہیں۔

فائدہ : بعض علماء فرماتے ہیں کہ اے مسکین جب تو روزہ رکھے تو دیکھ لے کہ کس کے پاس افطار کرتا ہے کس چیز پر افطار کرتا ہے کیونکہ بندہ ایک ایسا لقمہ کھاتا ہے جس سے اس کا دل پہلی حالت سے بدل جاتا ہے اور پھر حالت اصلی پر نہیں لوٹتا۔

فائدہ : گناہ موجب سختی دل کا سبب اور تہجد سے مانع ہیں خصوصاً حرام کی غذا کی تاثیر اس میں بہت ہے اور دل کی

صفائی اور اس کو خیرات کی طرف حرکت دینے میں جس قدر حلال کا لقمہ اثر کرتا ہے اسقدر دوسری چیز نہیں کرتی جو لوگ دلوں کے نگران ہیں تجربہ اور شریعت کی شہادت سے جانتے ہیں۔

فائدہ : بعض اکابر فرماتے ہیں کہ بہت سے لقمے ایسے ہیں کہ تہجد کے مانع ہوتے ہیں اور اکثر نگاہیں ایسی ہیں کہ قرآن پڑھنے کے مانع ہیں اور بندہ ایک غذا کھاتا ہے اور ایک کام کرتا ہے جس سے سال بھر تہجد سے محروم ہو جاتا ہے اور جس طرح کہ نماز فحش اور برائی سے روکتی ہے اسی طرح فحش اور برائی بھی نماز سے اور تمام خیر کے کاموں سے روکتی ہے۔

حکایت : جیل کے داروغہ نے ذکر کیا ہے کہ میں دیئور کے جیل تیس سال سے زائد داروغہ رہا۔ جو کوئی رات کو گرفتار ہوکر آتا میں اس کا حال پوچھتا کہ اس نے نماز عشاء باجماعت پڑھی ہے یا نہیں لوگ کہتے کہ نہیں پڑھی میں کہتا کہ یہی وجہ گرفتاری کی ہوئی۔

فائدہ : اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جماعت کی برکت فحش اور برائی کے ارتکاب کی مانع ہے تہجد کے اٹھنے کے لئے باطنی اسباب بھی چار ہیں اول دل کا مسلمانوں کے کینے اور بدعات اور فضول تردوات سے صاف ہونا اس لئے کہ جس شخص کا دل فکر دنیا کی تدبیر میں ڈوبا رہتا ہے اسے رات کو اٹھنا نصیب نہیں ہوتا اور اگر اٹھتا ہے تو نماز میں غوروفکر نہیں کرتا اپنے تردد ت ہی میں مبتلا رہتا ہے اور وہی وسوسے اس کے دل کو گھیرے رہتے ہیں۔

(2) دل پر ہروقت خوف کا غالب رہنا اور جینے کی توقع کم کیونکہ جب آخرت کی ہواؤں اور دوزخ کے طبقات کو سوچے گا تو اس کی نیند اڑ جائے گی اور خوف بڑھ جائے گا جیسا طاؤس رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے مصرع

عابد کی نیند یاد جہنم میں اڑ گئی ہے۔

حکایت : کہ ایک غلام صہیب نامی بصرہ میں تھا تمام رات جاگا کرتا۔ اس کی مالکہ نے اس سے کہا تیرا رات بھر کا جاگنا دن کے کام کرنے کا حارج ہے اس نے کہا کہ صہیب کو جب دوزخ یاد آتی ہے تو اس کو نیند نہیں آتی اور ایک دوسرے غلام سے کہ وہ بھی رات بھرنہ سوتا تھا کسی نے کہا رات بھر کیوں جاگتا ہے اس نے جواب دیا کہ جب دوزخ کو یاد کرتا ہوں تو مجھے خوف زیادہ آتا ہے اور جب جنت کو یاد کرتا ہوں تو شوق زیادہ ہوتا ہے اس لئے سو نہیں سکتا۔ حضرت ذوالنون مصری نے ایک قطعہ میں فرمایا ہے۔ ؎

منع القرآن بوعدہ و وعین۔ ترجمہ : قرآن کے وعدووعید نے رات کی نیند آنکھوں سے اڑا لی۔ عابدوں نے اللہ سے اس کا کلام سمجھا اسی لئے عاجزی سے گردن جھکاتے ہوئے اسی طرح کسی اور نے فرمایا۔ اے غافل سن تو جو غفلت کی نیند سوتا ہے تجھے کثرۃ نوم حسرت لائے گی مرنے کے بعد قبر میں نقل کیا جائے گا جہاں لمبی نیند سوتا ہے وہاں تیری برائیوں یا نیکیوں کے بستر بچھے ہوئے۔ کیا ملک الموت کی اچانک لوٹ مار تو مامون اور بہت کم لوگ اس کی لوٹ مار سے بچے ہوں۔ حضرت ابن المبارک نے فرمایا : جبکہ شب کی تاریکی کی محنت اٹھانے والوں سے صبح نے پردے اٹھائے

تو وہ ہنوز رکوع میں تھے۔ ان کی نیند کو خوف سے اڑا دیا حالانکہ وہ قیام میں تھے لیکن اس دنیا والے ہیں کہ وہاں امن ہی امن ہے

(3) ان آیات و اخبار و آثار سے جو شب بیداری کی فضیلت میں مذکور ہوئے کا ثواب معلوم کر لے اور اپنی توقع اور شوق ثواب کو مستحکم کرے تاکہ طلب مزید اور جنت کے درجات کی رغبت جوش کرے چنانچہ مروی ہے کہ

حکایت : ایک مجاہد نیک بخت جہاد سے واپس گھر آئے ان کی بیوی نے بستر تیار کیا اوران کی منتظر رہی وہ بزرگ مسجد میں جاکر صبح تک نماز پڑھتے رہے۔ انہوں نے کہاکہ جنت کی ایک حور کی سوچ میں تمارات بھر اس کے اشتیاق میں جاگتا رہا گھر اور بیوی بھول گئی۔ (4) یہ تمام اسباب افضل ہے وہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اعتقاد قوی کہ عبادت میں جو صرف بولتا ہوں اس سے اپنے پروردگار کیساتھ مناجات کرتا ہوں اور وہ میرے حال پر مطلع ہے اور اس کے ساتھ جو کچھ دل میں ہو اس کا مشاہدہ کرے اور یقین کرے یہ خیالات اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے ساتھ خطابات ہیں جب اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی تو اس کے ساتھ خلوت کو بھی پسند کرلے گا اور اس سے مناجات کرنے سے لذت پائے گا اور یہی لذت حبیب سے مناجات کی کثرت سے جاگنے کے سبب پڑے گی اور اس لذت کو کچھ بصیر جانتا چاہئے کیونکہ عقل اور نقل دونوں شاہد ہیں عقلی دلیل تو یہ ہے کہ جو شخص دوسرے پر خوبصورتی کی وجہ سے عاشق ہویا بادشاہ کو اس کے انعام کی وجہ سے چاہتا ہو اس کے حال کہ خلوت میں اپنے محبوب کیساتھ رہتے اور اس کی مناجات سے کیسی لذت پاتا ہے کہ رات بھر نیند نہیں آتی۔

سوال : خوبصورت آدمی کو دیکھنے سے لذت ہوا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو معلوم نہیں ہوتا؟ جواب اگر (خوبصورت) پردہ میں یا اندھیرے مکان میں ہو تب بھی عاشق کو صرف اس کیتقریب سے لذت ہوتی ہے اس کی طرف نہ دیکھے اور نہ اور کوئی طمع ہو اور عاشق کو اسی میں مزہ آتا ہے کہ اپنی محبت اس کے سامنے بیان کردے اور اپنی زبان سے اس کا ذکر یوں کرے کہ معشوق بھی سنے کہ یہ میرا ذکر کرتا ہے گو اس کو عاشق کی یہ باتیں معلوم ہوں مگر عاشق کو ان میں مزہ حاصل ہوتا ہے۔

سوال : عاشق اپنے معشوق کے جواب کا منتظر رہتا ہے اور جب اس کا جواب سنتا ہے تو اس سے لذت پاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام تو نہیں سنتا۔ اس میں لذت کیسے ہوگی؟

جواب : اگر عاشق کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ معشوق جواب نہیں دیتا۔ اور سن کر چپ ہو رہتا ہے تب بھی اس کو اپنے حالات کہہ دینے اور مافی الضمیر کو پیش کردینے کی لذت ہی ہوتی ہے چنانچہ کسی شاعر نے کہا

بیت تغافل تو مرابہ نماید از لطف ☆ کہ ایں بہر کس و آں خاص از برائی من است

فائدہ : اہل یقین کو جو اثنائے مناجات میں دل پر کیفیتیں وارد ہوتی ہیں وہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھتے ہیں

اور ان سے لذت پاتے ہیں جیسے کوئی بادشاہ کے پاس خلوت میں رات کے وقت اپنی حاجتیں کئے اور اس کے انعام کی توقع سے لذت پائے چونکہ اللہ تعالیٰ سے توقع رکھنا زیادہ سچی ہے اور جو چیز اسکے پاس ہے وہ دوسروں کے پاس کی چیز سے زیادہ تر پائیدار اور مفید ہے تو پھر اپنی حاجات اس سے پیش کرنے سے خلوت میں لذت کیسے نہ ہوگی۔

دلیل نقلی : شب بیدار لوگ اپنے رات کے جاگنے سے لذت پاتے ہیں اور اسی وجہ سے رات کو چھوٹی سمجھتے ہیں جیسے عاشق شب وصل چھوٹی محسوس کرتے ہیں۔

حکایت : کسی شب بیدار سے پوچھا کہ رات کو آپ کا کیا حال رہتا ہے کہا کہ میں نے تو اس بات کا کبھی لحاظ نہیں کیا کیونکہ رات مجھے اپنی صورت دکھاتی ہے اور ڈھل جاتی ہے میں سوچنے میں بھی نہیں پاتا کہ رات ہے۔

حکایت : کسی دوسرے شب بیدار نے فرمایا کہ میں اور رات گھوڑ دوڑ کے دو گھوڑے ہیں کہ کبھی صبح تک مجھ سے آگے نکل جاتی ہے اور کبھی مجھے فکر سے علیحدہ کر دیتی ہے۔

حکایت : ایک اور سے پوچھا گیا کہ رات کی کیفیت کیسی ہے فرمایا کہ ایک گھنٹہ کی شب ہوتی ہے جس میں میری دو حالتیں ہوتی ہیں جب اندھیرا دیکھتا ہوں تو خوش ہوتا ہوں تو ابھی خوشی پوری نہیں ہوتی کہ صبح ہو جانے کا غم کرتا ہوں۔

حکایت : علی بن بکار کہتے ہیں کہ چالیس سال سے مجھے اور کسی چیز کا غم نہیں بجز صبح ہو جانے کے کہ آن کے آن میں صبح ہو جاتی ہے۔

حکایت : فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سورج ڈوبتا ہے تو میں خوش ہوتا ہوں کہ پروردگار سے خلوت نصیب ہوگی جب سُورج نکلتا ہے تو رنج کرتا ہوں کہ لوگ میرے پاس آئیں گے۔

فائدہ : ابوسلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ شب بیداروں کو رات میں زیادہ مزہ ہے بہ نسبت اہل لہو کے اگر رات نہ ہو تو میں ہرگز دنیا میں رہنا پسند نہ کرتا۔

فائدہ : یہ بھی انہیں کا ارشاد ہے کہ اگر بالفرض اللہ تعالیٰ شب بیداروں کو ان کے اعمال کے ثواب کے عوض وہ لذت عنایت فرمائے جو ان کو شب بیداری میں ہوا کرتی ہے تو ان کے اعمال کے ثواب سے یہ لذت زیادہ ہو۔

فائدہ : بعض علماء نے فرمایا کہ دنیا میں کوئی ایسا وقت نہیں جو اہل جنت کے مزے کے مشابہ ہو۔ ہاں جو مناجات کی حلاوت کہ رات کو عاجزی والوں کے دلوں میں ہوتی ہے وہ جنت کی نعمتوں کے مشابہ ہے۔

فائدہ : بعض اکابر فرماتے ہیں کہ مناجات کی لذت دنیا میں نہیں بلکہ وہ جنت کی نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے دوستوں کے لئے ظاہر کی ہے ان کے سوا دوسرے کو نصیب نہیں ہوتی۔

فائدہ : ابن منکدر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا کی لذتوں میں سے تین باقی ہیں۔ (1) رات کا جاگنا (2) بھائیوں سے ملنا (3) باجماعت نماز پڑھنا۔

فائدہ : ایک عارف رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سحر کے وقت شب بیداروں کے دلوں کی طرف نظر کرتا ہے اور ان کو نور سے بھر دیتا ہے فوائد ان کے دلوں میں اتر کر روشن ہوتے ہیں پھر ان کے دلوں سے زائد نور غافلوں کے دلوں کی طرف پھیلتا ہے۔

حکایت : ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی صدیق کو وحی بھیجی کہ میرے بندوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ وہ مجھ سے محبت رکھتے ہیں اور میں ان سے اور وہ میرے مشتاق ہیں اور میں ان کا اور وہ میرا ذکر کرتے ہیں اور میں ان کا اور وہ میری طرف دیکھتے ہیں اور میں ان کی طرف اگر تو ان کے طریقہ کے مطابق عمل کرے گا تو میں تجھے دوست رکھوں گا۔ اگر تو ان سے منحرف ہوگا تو میں تجھ پر سخت ناراض ہوں گا۔ اس صدیق نے عرض کیا کہ الٰہی ان بندوں کی پہچان کیا ہے فرمایا کہ دن کو تو سایہ پر رکھتے ہیں جیسے چرواہا بھیڑوں کی نگرانی کرتا ہے اور عزیز اقارب پر ایسے ٹوٹتے ہیں جیسے پرندے گھونسلے پر۔ جب ان پر رات آتی ہے اور اندھیرا کھل جاتا ہے اور ہر ایک دوست اپنے دوست کے ساتھ تنہا ہوتا ہے تو وہ لوگ میرے لئے قیام میں رات بسر کرتے ہیں اور چہرے میرے سامنے زمین پر رکھتے اور میرے کلام سے میرے ساتھ مناجات کرتے اور میرے انعام کے لئے میرے سامنے خوشلد کرتے ہیں۔ اس وقت کوئی چیختا ہے کوئی روتا ہے کوئی آہ کرتا ہے کوئی شکایت کے دم بھرتا ہے جو کچھ وہ میرے لئے مشقتیں اٹھاتے ہیں وہ میری آنکھوں میں ہیں اور کچھ میری محبت میں محنت کے شاکی ہیں وہ بھی ہیں سب سنتا ہوں پہلی میری عطا ان کی یہ ہے کہ اپنا کچھ نور ان کے دلوں میں ڈال دیتا ہوں تو وہ میرا حال بتاتے ہیں جیسے میں ان کا حال بتاتا ہوں اور دوسری عطا یہ ہے کہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اور ان کے درمیان کی چیزیں ان کے مقابل ہوں تو میں ان سب کو ان کے سامنے کم جانوں اور تیسری عطا یہ ہے کہ میں اپنے چہرے سے ان کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تو بتاؤ کہ جس کی طرف میں متوجہ ہوں کوئی جان سکتا ہے کہ میں اس کو کیا دینا چاہتا ہوں۔

فائدہ : مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ جب بندہ رات سے اٹھ کر تہجد پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے قریب ہو جاتا ہے جو نرمی اور حلاوت اور انوار اپنے دلوں میں پاتے تھے تو اس کی وجہ یہی جانتے تھے کہ دل کو نزدیکی پروردگار کا قرب ہوتا ہے۔

فائدہ : محبت میں یہ ایک ایسا راز اور تحقیق ہے۔ ان شاء اللہ اس کا بیان اشارتاً آئے گا اور حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے میں تیرے دل کے پاس ہوں اور تو نے میرا نور غیب میں دیکھا۔

حکایت : ایک شاگرد نے اپنے استاد سے شکایت کی کہ میں رات بھر جاگتا ہوں کوئی تدبیر ایسی فرمائیے کہ نیند

آجائے۔ استاد نے فرمایا کہ بیٹا رات اور دن میں اللہ تعالیٰ کی رَحمَت کی لپیٹیں ہوا کرتی ہیں بیدار دلوں کو لگتی ہیں سوتے دلوں کو نہیں پہنچتیں۔ ان لپٹوں کے لگنے کی تدبیر کررہا ہے۔ شاگرد نے کہا استاد نے خوب تدبیر بتائی کہ نہ دن کو سوؤں نہ رات کو۔

فائدہ : ان لپٹوں کی توقع کو زیادہ ہے ہے اس لئے کہ رات کے جاگنے میں دل کی صفائی اور دوسرے امور سے علیحدگی ہوتی ہے۔

حدیث : صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات میں ایک ایسی ساعت ہے کہ جو بندہ مسلمان اسے پاکر اللہ تعالیٰ سے بہتری طلب کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اسے عنایت ہی کرتا ہے روایت میں ہے مانگنے والا بندہ دنیا کا طالب ہو یا دین کا اس کو دے دیتا ہے اور یہ ہر شب میں ہے اور شب بیداروں کی مقصد یہی ساعت ہے اور وہ تمام شب میں معین تھیں کہ کس وقت ہے جیسے شب قدر رمضان کے مہینہ میں اور جمعہ کے دن کی ساعت معلوم نہیں اور رحمت کی لپٹوں کی ساعت وہی ہے۔ (اللہ عالم و رسولہ عالم عَزَّوَجَل و صلی اللہ علیہ وسلم)

عبادت کے لحاظ سے رات کی تقسیم : کہ رات کا جاگنا مقدار کے اعتبار سے سات طرح ہے۔ (1) یہ کہ تمام شب جاگے یہ تو ایسے زبردست لوگوں کو نصیب ہے جو خاص اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ہورہے اسی کی مناجات سے لذت پاتے ہیں اور شب بیداری ان کی غذا اور ان کے دلوں کی جان ہوگئی ہے اسی لئے وہ کثرت بیداری سے نہیں تھکتے اور سونا دن کو مقرر کیا ہوتا ہے۔ جس وقت لوگ کام کاروبار میں ہوں اکابر میں بعض کے درمیان کا دستور ایسا ہی تھا وہ حضرات عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھا کرتے تھے۔

فائدہ : ابو طالب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ مکی نے فرمایا کہ یہ بات بر سبیل تواتر و اشتہار چالیس تابعیوں سے منقول ہے اور ان میں بعض ایسے بھی تھے کہ چالیس سال تک اس امر پر مداومت کی مثلاً سعید بن المسیب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور صفوان بن سلیم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (مدینہ منورہ) فضیل بن عیاض اور وہیب بن الورد مکہ مکرمہ طاؤس رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور وہب بن منبہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (یمن) ربیع بن خثیم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور (کوفہ) اور ابو سلیمان دارانی اور علی بن بکار شام اور ابوعبداللہ خواص اور عاصم اور حبیب ابو محمد اور ابو جابر سلمانی (فارس) کے اور مالک بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سلیمان تیمی اور یزید رقاشی اور حبیب بن ابی ثابت اور یحیٰی بکاء (بصرہ) اور کہمس بن منہال جو ایک مہینہ میں نوے ختم قرآن مجید کرتے تھے اور جو آیت نہ سمجھتے تو رجوع کرتے اور دوبارہ پڑھتے اور مدینہ منورہ کے باشندوں میں سے ابو حازم اور محمد بن منکدر بھی ایسے ہی تھے اور ان کے سوا اور بہت تھے جن کا شمار نہیں ہوسکتا۔ نصف شب جاگنے والے اس قسم کے لوگ بھی بے شمار تھے جنہوں نے نصف شب جاگنے پر مواظبت کی اور اس میں عمدہ طریقہ یہ ہے کہ شب کی اول تہائی اور پچھلا چھٹا حصہ سونے میں بسر کرے تاکہ عبادت میں جاگنا

سب کے درمیان ہو۔ یہ صورت افضل ہے۔ (3) کہ تہائی شب جاگنے والے اس صورت میں نصف شب اول اور چھٹا حصہ پچھلی شب میں سوئے۔

فائدہ : آخر شب میں سونا اچھا ہے اس وجہ سے کہ اس صبح کو اونگھ نہیں آتی۔ اکابر صبح میں اونگھنے کو مکروہ جانتے تھے دوسرا فائدہ یہ ہے کہ آخر شب میں سونے سے چہرے پر زردی کم آتی ہے اور انگشت نمائی کم ہوتی ہے پس اگر اکثر شب جاگے اور سحر کو سو رہے تو زردی چہرہ بھی کم ہوگی اور اونگھ بھی تھوڑی ہوگی۔

حدیث : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حُضُور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب آخر شب میں وتر پڑھ لیتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاجت اپنی ازواج کی ہوتی تب ان سے قربت فرماتے۔ ورنہ جائے نماز پر لیٹ جاتے۔ یہاں تک کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز کی اطلاع دیتے۔

حدیث : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سحر کے وقت جب بھی دیکھا ہے سوتے ہی پایا ہے بعض اکابر نے کہ ان میں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی فرمایا ہے کہ یہ لیٹنا صبح سے کچھ پہلے سُنّت ہے اور اس وقت کا سونا مکاشفہ اور مشاہدہ کا سبب ہے جو کہ غیب کے پردوں کے پیچھے سے اہل دل کو ہوا کرتا ہے اور ایک یہ بھی اس سے فائدہ ہے کہ اتنے آرام ملنے سے دن کے وظائف میں سے اول وظیفہ پر مدد ملتی ہے حضرت داوٗد علیہِ السَّلام اس طرح رات کو جاگتے کہ پچھلی نصف شب میں سے تہائی جاگتے اور چھٹا حصہ پچھلی شب کا سوتے رات کا چھٹا حصہ یا پانچواں حصہ جاگے اس کے لئے افضل یہ ہے کہ نصف شب آخر میں ہو اور بعض نے کہا کہ رات کا پچھلا چھٹا جاگے۔ (5) جاگنے کا کچھ اندازہ ہی نہ ہو کیونکہ مقدار شب ٹھیک ٹھیک یا تو نبی کو وحی کی وجہ سے معلوم ہو سکتی ہے یا اس شخص کو علم ہیئت جانتا اور چاند کو منزلیں پہچانتا ہو اور ایک آدمی کو اس کے دیکھنے کے لئے مقرر کر دے کہ جب اس مقام پر چاند ہو تو جگاتا تو اس میں بھی یہ مشکل ہے کہ ابر آلود راتوں میں خالی ہو گا لہٰذا اسے جاگنے کے لئے یہ مناسب ہے کہ اول شب میں اتنا جاگے کہ اس کو نیند آجائے پھر جب آنکھ کھلے تب اٹھ کر عبادت کرے اور جب نیند کا غلبہ ہو تو سو رہے اس صورت میں ایک شب میں دو بار سونا اور دو بار جاگنا ہو گا رات کی محنت اٹھانی اسی کا نام ہے رات کو اسی کا نام ہے تمام اعمال سے سخت اور افضل یہی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت مبارک بھی یہی تھی اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے اولوالعزم صحابہ اور بہت تابعیوں کا یہی طریقہ اور بعض اکابر فرمایا کرتے کہ سونا اول ہی بار ہے اگر میں جاگ کر پھر سو رہا ہوں تو اللہ تعالیٰ میری آنکھ کو کبھی نہ سلائے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جاگنا مقدار کے اعتبار سے ایک طریقہ پر نہ تھا کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نصف میں جاگتے اور کبھی تہائی دو تہائی۔ کبھی چھٹا حصہ اور سال کی تمام راتوں میں اسی طرح مختلف طور ہوتا چنانچہ سورۂ مزمل میں دو جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے معلوم ہوتا ہے مثلاً فرمایا اِنَّ رَبَّکَ یَعْلَمُ اَنَّکَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ دو تہائی سے قریب تر گویا ایک نصف اور ایک بارہواں حصہ پس اگر نصفہ

اور ثلث کو کسرہ دیا جائے تو نصف اور ثلث دو تہائی مراد ہوگی اور تہائی اور چوتھائی سے قریب ہو جائے گا اور اگر نصف دیا جائے تو نصف اللیل اور اس کا سوم حصہ مراد ہوگا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت اٹھا کرتے تھے کہ جب مرغ کی آواز سنتے تھے اس حساب سے چھٹا حصہ شب کا اور اس سے کم ہوتا ہے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سفر میں حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز شب کو خوب دیکھا ہے آپ بعد عشاء کے تھوڑا سا سو رہے پھر جاگے اور آسمان کے کناروں کو دیکھ کر فرمایا ربنا ماخلقت ھٰذا باطلاً یہاں تک کہ انک لا تخلف المیعاد تک پہنچ گئے پھر اپنے بستر میں سے ایک مسواک اٹھائی اور مسواک کرکے وضو کیا اور نماز پڑھی یہاں تک کہ میرے خیال میں اس قدر ہوگیا جس قدر کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوتے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیٹ رہے حتیٰ کہ میں نے کہا جس قدر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی اسی قدر سوئے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جاگے اور جو اول بار آیت پڑھی وہی اس بار پڑھی اور جو کچھ پہلے کیا تھا وہی اس دفعہ کیا۔ (4) اکثر مقدار جاگنے کی یہ ہے کہ بقدر چار رکعتوں یا دو رکعتوں کے جاگے یا یہ کہ وضو کرنا دشوار ہو تو قبلہ رُخ ایک ساعت ذکر و دعا میں مشغول ہو کر بیٹھے تو یہ کی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل سے تہجد گزاروں کے زمرہ میں لکھا جائے۔

فائدہ : ایک اثر میں ہے کہ رات کو نماز پڑھو اگرچہ یہ مقدار بکری کے دودھ نکالنے کے ہوں۔

انتباہ : رات کی عبادات کے چند طریقے ہم نے لکھے ہیں سالک ان میں سے جو اپنے اوپر آسان دیکھے اختیار کرے جس صورت میں ٹھیک آدمی رات اٹھنا دشوار ہو تو چاہئے کہ مغرب اور عشاء کے درمیان وقت اور عشاء کے بعد کو عبادت سے خالی نہ چھوڑے پھر صبح صادق سے پہلے (سحر کے وقت) اٹھ کھڑا ہو ایسا نہ ہو کہ صبح صادق سونے کی حالت میں گزر جائے اس وقت بیدار ہونے میں رات کی دونوں طرفوں میں جاگنا اور عبادت ہو جائے گی چونکہ مقدار شب کی طرف اس بیان میں بلحاظ تو ان مراتب کی تراتیب موافق وقت کی زیادتی اور کمی کے ہے لیکن پانچویں اور ساتویں طریق میں مقدار کی طرف لحاظ نہیں کیا گیا اس لئے ان کا حال آگے پیچھے جانے میں ترتیب مذکور سابق کی طرح نہیں کیونکہ ساتواں مثلاً اسی وقت سے کم نہیں جو ہم چھٹے طریق میں لکھ آئے ہیں اور نہ پانچواں طریق چوتھے کی وجہ نسبت کم ہے۔

سال کے بہترین دن اور افضل راتیں : جن راتوں میں فضیلت زیادہ ہے ان میں جاگنا اور عبادت کرنا تاکید مستحب ہے وہ سال میں پندرہ راتیں ہیں۔ طالب کو ان سے غافل نہ ہونا چاہئے کہ وہ راتیں خیر کی اوقات اور تجارت مقامات ہیں اور جس صورت میں کہ جیسے تاجر اپنے سیزن سے غافل رہے گا تو اسے فائدہ نہ ملے گا۔

مسئلہ : ایسے ہی طالب عمدہ اوقات سے بے خبر ہوگا تو فلاح نہ پائے گا ان پندرہ کی تفصیل یہ ہے کہ چھ راتیں ماہ رمضان المبارک میں ہیں پانچ خیر عشرہ کی طاق راتیں۔ 21، 23، 25، 27، 29- اس لئے کہ ان میں شب قدر تلاش ک

جاتی ہے اور ایک سترہویں شب رمضان ہے کہ جس کی صبح کو یوم الفرقان اور یومہ التقی الجمعان ہوا یعنی اسی دن میں جنگ بدر ہوئی رابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ یہی رات شب قدر ہے باقی نو راتیں یہ ہیں۔ (1) ماہ محرم کی پہلی شب۔ (2) شب عاشورہ (3) اول شب ماہ رجب (4) پندرھویں شب ماہ مذکور۔ (5) ستائیسویں شب۔ ماہ مسطور ہیں معراج ہوئی اور اس شب میں ایک نماز حدیث شریف میں وارد ہے چنانچہ نوافل 27 رجب۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس رات میں بارہ رکعتیں پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد اور قرآن کی ایک سورت پڑھے اور دو رکعتوں کے بعد التحیات پڑھنا جائے اور سلام تمام رکعتوں کے بعد پھیرے پھر سو دفعہ کہے سبحان اللّٰہِ وَالحَمدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکبر اور سو بار استغفار پڑھے اور سو بار درود حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پڑھے اور اپنے لیے دین و دنیا کے امور میں سے جو چاہے مانگے اور صبح کو روزہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کی سب دعائیں قبول فرمائے گا۔ بشرطیکہ دعا گناہ کے متعلق نہ ہو۔ (6) پندرھویں شب ماہ شعبان۔ اس میں سو رکعتوں میں ہر رکعت میں الحمد کے بعد سورہ اخلاص دس مرتبہ پڑھے اکابر اس نماز کو ترک نہ کرتے تھے۔ نوافل ذکر میں لکھ آئے ہیں۔ (7) شب عرفہ (8) عیدین کی راتیں۔ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو عیدین کی دونوں راتوں میں عبادت کرے گا اس کا دل اس دن نہ مرے گا جب اور دن کے دل مریں گے۔ اور سال کے دنوں میں عمدہ دن انیس ہیں جن میں وظائف کا پیاپے پڑھنا مستحب ہے۔

پہلا عرفہ۔ دوسرا عاشورہ: تیسرا ستائیسواں دن رجب کا جو بہت بڑا شرف رکھتا ہے مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص ستائیسویں رجب کو روزہ رکھے اس کے لئے اللہ عزوجل ساٹھ مہینے کے روزے لکھ دیتا ہے اور یہ وہ روزہ ہے جس میں حضرت جبرائیل علیہ السلام دینے والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر رسالت لے کر اترے تھے۔ چوتھا سترہواں دن رمضان المبارک کا جو بدر کی لڑائی کا دن ہے۔ پانچواں پندرھواں اور شعبان کا چھٹا جمعہ کا روز۔ ساتواں عید کا روز اور دن ذوالحجہ کے جو ایام معلومات کہلاتے ہیں اور چونکہ عرفہ پہلے گزر چکا تو یہ نو روز ہوئے اور تین دن ایام تشریق یعنی گیارہویں' بارہویں' تیرہویں ذوالحجہ جن کو ایام معدودات کہتے ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جمعہ اچھی طرح گزرتا ہے تو سب دن اچھے گزرتے ہیں اور جب ماہ رمضان سلامت رہتا ہے تو تمام سال سلامت رہتا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ جو شخص دنیا میں پانچ روز اپنی لذتوں میں رہے گا وہ آخرت میں لذت نہ پائے گا اور ان پانچ روز سے مراد دو روز عید کے ایک جمعہ ایک عرفہ اور ایک عاشور ہے اور ہفتے کے دنوں میں سے بہتر دن پنج شنبہ اور دوشنبہ ہے جن میں اعمال اللہ عزوجل کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔

روزہ رکھنے کے لئے جو مہینے اور دن اچھے ہیں ان کی فضیلت ہم باب الصلوٰۃ میں لکھ آئے ہیں۔ اب دوبارہ بیان کرنے کی حاجت نہیں۔

احیاء العلوم کی جلد اول اللہ عزوجل کے فضل و کرم سے پوری ہوئی اس کے بعد دوسری جلد ہم کھانے کے

تو اب سے شروع کریں گے اللہ عزوجل حسن توفیق عنایت فرمائے

والحمد للہ اولاً وآخراً وظاہراً وباطناً وصلی اللہ علی کل عبد المصطفیٰ وعلی آل سیدنا محمد واصحابہ السنۃ والہدیٰ

688

سنہری عبادت

ترجمۂ

کیمیای سعادت

مصنف

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ

مترجم

مولانا علامہ محمد منشا تابش قصوری الحنفی

مدرس و صدر شعبۂ فارسی جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

ناشر

شبیر برادرز

اردو بازار، لاہور

پاکستان۔